

ہدایۃ القاری  
شرح  
صحیح البخاری  
(اُردو)

کتاب النکاح - کتاب اللباس

احادیث: 5063 - 5969

8

تالیف: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری

ترجمہ و شرح

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرشاد السخاوی





قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)





مسعودی عرب

پرنس عبدالعزیز بن جلوی سٹریٹ پاسٹ بکس: 22743 الرياض 11416: سعودی عرب  
 فون: 00966 1 4043432-4033962 ٹیکس: 4021659 www.darussalamksa.com  
 Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الترخيص • الشيا: فن: 4614483 00966 1 فیکس: 4644945 • المنزل: فن: 4735220 00966 1 فیکس: 4735221  
• سویدی: فن: 4286641 00966 1 • سوئم: فن/ فیکس: 2860422 00966 1  
مجدد: فن: 6879254 2 00966 6336270 • مدینہ منورہ: فن: 82330038 4 00966 8151121 فیکس:  
الطبر: فن: 8692900 3 00966 8691551 فیکس: 00966 3 8691551 • فیس مشیڈ: فن/ فیکس: 2207055 7 00966  
شیخ المحر: فن: 0500887341 فیکس: 8691551 • قسیم (ریوہ): فن: 0503417156 فیکس: 00966 6 3696124

---

امریکہ • ٹیکس: فن: 5925 625 718 001 • یوٹا: 0419 722 713 001 کینیڈا • نصیر الدین العتب: فن: 4186619 416 001  
لندن • دارالسلام: فن/ فیکس: 52246 772 0044 20 85394885 0044 20 • دارالکائنات: فیکس: 7739309 0121 0044  
تحدہ عرب امارات • شارجہ: فن: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 • فرانس: فن: 52928 01 480 0033 فیکس: 52997 01 480 0033  
اطلیا • دارالسلام: فن: 45566249 44 0091 سواہل: 12041 98841 0091 • اسلامک بکس انٹرنیشنل: فن: 4180 22 2373 0091  
• بنی کلاسی: فن: 4892 2451 40 0091 سواہل: 30850 98493 0091 • ایم اے ایس: فن: 42157847 44 0091  
سری لنکا • دارالکتب: فن: 358712 115 0094 • دارالایمان ٹرسٹ: فن: 2669197 114 0094

پاکستان فیملی سائنس سوسائٹی

36- ٹونر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 0092 42 373 240 34, 372 400 24, 372 324 00: 042 373 540 72: فیکس  
www.darussalampk.com  
اردو بازار: غزنی سٹریٹ، لہور بازار، لاہور فون: 0092 42 371 200 54: فیکس 042 373 207 03  
ڈیفنس: ۷ بلاک، گول کرش مارکیٹ، دکان: 2 (کراؤن پور) ڈیفنس، لاہور فون: 0092 42 356 926 10: فیکس  
گلبرگ: دکان نمبر 2، کراؤن پور، یکم سٹی پلازہ لبرٹی گول پیکر گلبرگ III لاہور فون: 0092 42 357 738 50: فیکس

---

کراچی مین مارٹ روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری کچی، کراچی فون: 0092 21 343 939 36: فیکس 0092 21 343 939 37  
اسلام آباد F-8 مرکز، ایوب مارکیٹ، شاہد پور سنٹر فون: 0092 51 228 15 13: فیکس islamabad@darussalampk.com

---

ملتان 995- اکوٹیکس آفیسر کالونی، بوئن روڈ۔ ملتان فون: 0092 61 622 00 24

---

فیصل آباد کوہ نوشی (پلازہ نمبر: 1، دکان نمبر: 15) جڑواں روڈ، فیصل آباد فون: 0092 41 850 19 44



# هِدَايَةُ الْقَارِي شَرْحُ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ

كتاب النكاح — كتاب اللباس — أحاديث: 5063 — 5969



ترجمہ و تشریح  
شیخ الحدیث حافظ عبد الشار الحکام رحمہ اللہ  
فاضل مدرسہ اسلامیہ

تالیف  
امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ  
256-194ھ

نظر ثانی و تصحیح و تصحیح اور اضافات

حافظ محمد آصف اقبال رحمہ اللہ

مولانا ابو عبد اللہ محمد عبد الجبار رحمہ اللہ

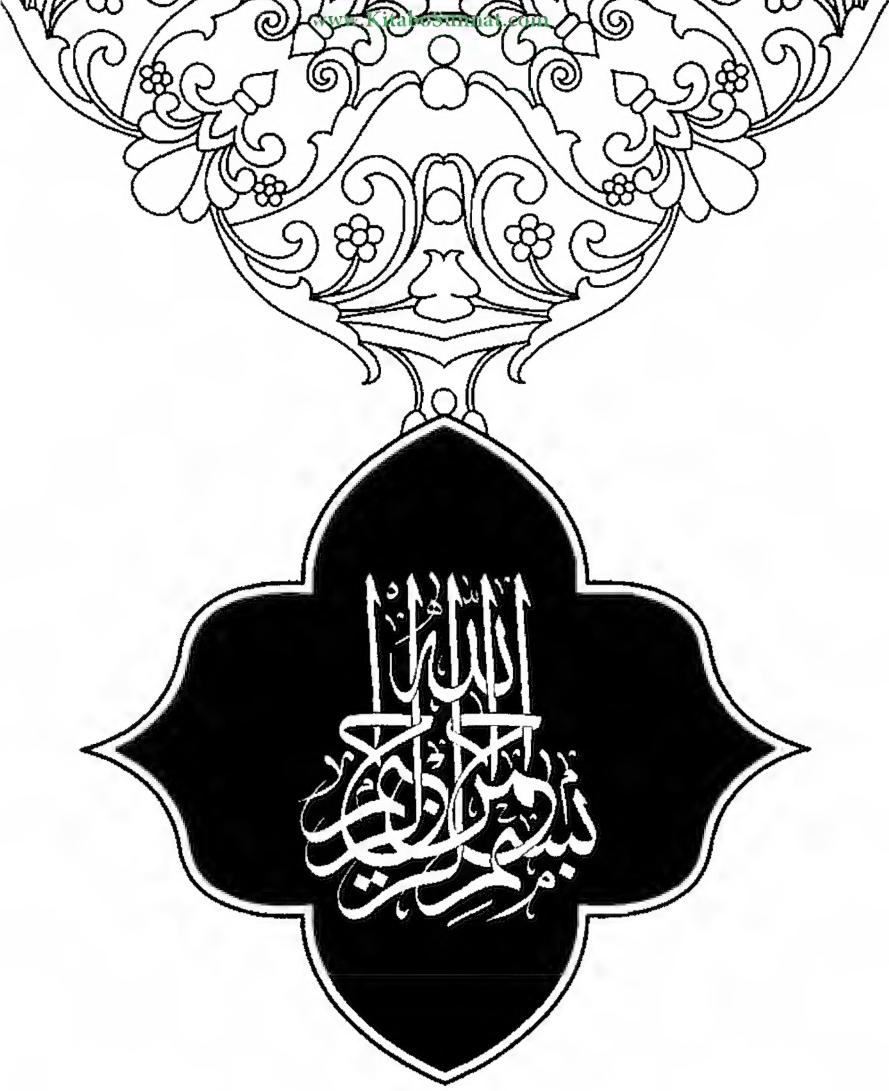
حافظ صلاح الدین ریو غیبی رحمہ اللہ

مولانا مختار احمد ضیاء رحمہ اللہ

مولانا غلام مرتضیٰ رحمہ اللہ

مولانا محمد عثمان غنی رحمہ اللہ





اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

© مکتبہ دارالسلام، ۱۴۳۹ھ

فہرستہ مکتبہ الملک فہد الوطنیۃ أثناء النشر

البخاری، محمد اسماعیل

ہدایۃ القاری بشرح صحیح البخاری مجلد (۸) اردو /

محمد اسماعیل البخاری: الریاض، ۱۴۳۹ھ

ص: ۷۸۰، مقاس: ۲۴x۱۷ سم

ردمک: ۷-۲-۹۰۹۶۳-۹۷۸-۶۰۳

۱- الحدیث الصحیح ۲- الحدیث - شرح العنوان

دیوی ۲۳۵.۱ ۱۴۳۹/۵۹۰

رقم الإيداع: ۱۴۳۹/۵۹۰

ردمک: ۷-۲-۹۰۹۶۳-۹۷۸-۶۰۳



## فہرست مضامین (جلد ہشتم)

37	نکاح سے متعلق احکام و مسائل	کتاب النکاح 67
40	باب: نکاح کی رغبت دلانا	۱- بَابُ التَّرْغِيبِ فِي النِّكَاحِ
	باب: نبی ﷺ کے فرمان: ”جو تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کرتا ہے“ نیز کیا وہ جسے نکاح کی حاجت نہ ہو نکاح کرے؟ کا بیان	۲- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ اسْتَطَاعَ [مِنْكُمْ] الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَخْصَنُ لِلْفَرْجِ». وَهَلْ يَتَزَوَّجُ مَنْ لَا أَرْبَ لَهُ فِي النِّكَاحِ؟
42	باب: جو نکاح (کے لوازمات) کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے	۳- بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيُصُمْ
44	باب: تعدد ازواج کا بیان	۴- بَابُ كَثْرَةِ النِّسَاءِ
44	باب: جو شخص ہجرت یا کوئی نیک عمل کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے کرتا ہے تو اسے اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا	۵- بَابُ مَنْ هَاجَرَ أَوْ عَمِلَ خَيْرًا لِيَتَزَوَّجَ امْرَأَةً فَلَهُ مَا نَوَى
48	باب: کسی ایسے تک دست کی شادی کر دینا جس کے پاس صرف قرآن اور اسلام ہے	۶- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُعْصِرِ الَّذِي مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْإِسْلَامُ
49	باب: کسی شخص کا اپنے بھائی سے یہ کہنا: ”میری دو بیویوں میں سے جس کو پسند کر لو میں اسے تمہاری خاطر طلاق دیتا ہوں“ کا بیان	۷- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ: أَنْظِرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ شِئْتَ حَتَّى أَنْزِلَ لَكَ عَنْهَا
50	باب: مجبور رہنے اور خسی ہونے کی ممانعت	۸- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبْتُلِ وَالْخِصَاءِ
51	باب: کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنا	۹- بَابُ نِكَاحِ الْأَبْكَارِ
53	باب: شوہر دیدہ عورتوں سے نکاح کرنا	۱۰- بَابُ تَزْوِيجِ الْيَتَامِ
55	باب: کم عمر لڑکی کا عمر رسیدہ مرد سے نکاح کرنا	۱۱- بَابُ تَزْوِيجِ الصَّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ

۱۲- بَابُ: إِلَى مَنْ يَنْكِحُ؟ وَأَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ وَمَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَخَيَّرَ لِنُطْقِهِ، مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ

باب: کس عورت سے نکاح کرے؟ کون سی عورت بہتر ہے؟ اور اپنی نسل کے لیے کون سی عورتیں منتخب کرنا بہتر ہے، مگر یہ واجب نہیں

۱۳- بَابُ اتِّخَاذِ السَّرَارِيِّ، وَمَنْ أَعْتَقَ جَارِيَةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا

باب: لونڈیاں رکھنا اور جس نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا

۱۴- بَابُ مَنْ جَعَلَ عَتَقَ الْأَمَةِ صَدَاقَهَا

باب: جس نے لونڈی کی آزادی ہی کو اس کا حق مہر قرار دیا

۱۵- بَابُ تَزْوِيجِ الْمُغْسِرِ

باب: عجب دست اور مفلس کا شادی کرنا

۱۶- بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ

باب: ہم پلہ ہونے میں دینداری کا لحاظ کرنا

۱۷- بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الْمَالِ، وَتَزْوِيجِ الْمُقِلِّ الْمُثْرِيَّةِ

باب: ہم پلہ ہونے میں مال داری کو ملحوظ رکھنا، نیز مفلس آدمی کا مال دار عورت سے نکاح کرنا

۱۸- بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ

باب: عورت کی نحوست سے پرہیز کرنے کا بیان

۱۹- بَابُ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

باب: آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں ہونا

۲۰- بَابُ: لَا يَتَزَوَّجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ

باب: چار عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں نہ لائے

۲۱- بَابُ: ﴿وَأَنكِحُوا الْأَيُّهَا أَرْضَعْتُمْ﴾ [النساء: ۲۳]

باب: ”اور تمہاری وہ مائیں (بھی حرام ہیں) جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے“ اور جو رشتہ خون سے حرام

۲۲- بَابُ مَنْ قَالَ: لَا رِضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ

ہوتا ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہو جاتا ہے

۲۳- بَابُ لَبَنِ الْفَعْلِ

باب: جس نے کہا: دو سال کے بعد رضاعت معتبر نہیں

۲۴- بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

باب: لبنِ فحل کا بیان

۲۵- بَابُ مَا يَجِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ

باب: دودھ پلانے والی عورت کی شہادت

۲۶- بَابُ: ﴿وَرَبِّبْتُكُمْ إِلَيْنِي فِي حُبُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمْ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ [النساء: ۲۳]

باب: کون سی عورتیں حلال اور کون سی حرام ہیں

۲۷- بَابُ: ﴿وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَكَفَ﴾ [النساء: ۲۳]

باب: ارشاد باری تعالیٰ ”اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں (پرورش پاریں) ہوں بشرطیکہ تم اپنی بیویوں سے صحبت کر چکے ہو“ کا بیان

۲۸- بَابُ: ارشاد باری تعالیٰ: ”اور (یہ بھی حرام ہے کہ) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو کر جو پہلے ہو چکا ہے“



- ۸۵ کامیان
- ۲۸- بَابُ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا باب: کسی عورت سے اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے
- ۲۹- بَابُ الشَّعَارِ باب: وٹہ سٹہ کا نکاح
- ۳۰- بَابُ: هَلْ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِأَحَدٍ؟ باب: کیا عورت خود کو کسی کے لیے ہبہ کر سکتی ہے؟
- ۳۱- بَابُ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ باب: محرم آدمی کا نکاح کرنا
- ۳۲- بَابُ نَهْيِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ نِكَاحِ الْمُتَنَعَةِ أَخِيرًا باب: نبی ﷺ نے آخر کار نکاح متنعہ سے منع فرمادیا
- ۳۳- بَابُ عَرْضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ باب: عورت کا اپنے آپ کو کسی نیک مرد کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرنا
- ۳۴- بَابُ عَرْضِ الْإِنْسَانِ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ باب: کسی انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کو اہل خیر سے نکاح کے لیے پیش کرنا
- ۳۵- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِيمَ اللَّهِ﴾ آيَةُ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿عَفْوُهُ عَلَيْكُمْ﴾ [البقرة: ۲۳۵] باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اگر تم (بیواؤں کو) اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دو یا یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں تم پر کوئی گناہ نہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے.....“ کامیان
- ۳۶- بَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ قَبْلَ التَّزْوِيجِ باب: نکاح سے پہلے عورت کو ایک نظر دیکھنا
- ۳۷- بَابُ مَنْ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ باب: جس نے کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا
- ۳۸- بَابُ: إِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبُ باب: اگر عورت کا سرپرست خود اس سے نکاح کرنا چاہے (تو کیا جائز ہے؟)
- ۳۹- بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصَّغَارِ باب: آدمی اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے
- ۴۰- بَابُ تَزْوِيجِ الْأَبِ ابْنَتَهُ مِنَ الْإِمَامِ باب: باپ، اپنی بیٹی کا نکاح حاکم وقت سے کر سکتا ہے
- ۴۱- بَابُ: السُّلْطَانُ وَلِيُّ باب: حاکم وقت بھی ولی ہے
- ۴۲- بَابُ: لَا يُنْكَحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبُكَرَ وَالنَّبْتَ إِلَّا بِرِضَاهُمَا باب: باپ اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا کنواری یا بیوہ کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا
- ۴۳- بَابُ: إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْذُوءٌ باب: اگر کسی نے اپنی بیٹی کا (زبردستی) نکاح کر دیا جبکہ وہ اس (نکاح) کو ناپسند کرتی ہو تو وہ نکاح باطل ہے

- ۱۱۵ باب: یتیم لڑکی کا نکاح کرنا
- ۱۱۷ باب: کوئی بھی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ بھیجے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا اسے ترک کر دے
- ۱۲۰ باب: پیغام نکاح چھوڑ دینے کی وجہ بیان کرنا
- ۱۲۱ باب: خطبہ نکاح کا بیان
- ۱۲۱ باب: نکاح اور ولیہ کے وقت وف بجانا
- ۱۲۳ باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اور عورتوں کو ان کے حق مہر خوشی سے ادا کرو“ کا بیان
- ۱۲۴ باب: قرآنی تعلیم کے عوض نکاح کرنا اور مہر ذکر کیے بغیر شادی رچانا
- ۱۲۶ باب: سامان اور لوہے کی انگوٹھی بطور مہر دینا
- ۱۲۶ باب: نکاح کے وقت شرائط پیش کرنا
- ۱۲۷ باب: وہ شرطیں جو نکاح میں جائز نہیں
- ۱۲۸ باب: دلھے کا زور و رنگ کا استعمال کرنا
- ۱۲۹ باب: بلا عنوان
- ۱۲۹ باب: دلھے کو کن الفاظ میں وعادی جائے؟
- ۱۳۰ باب: جو عورتیں ولہن کو دلھے کے پاس لے جائیں ان کے لیے اور ولہن کے لیے دعا کرنا
- ۱۳۱ باب: جس نے جنگ سے پہلے رخصتی کو پسند کیا
- ۱۳۱ باب: جس نے نو سال کی بیوی سے ہم بستری کی
- ۱۳۲ باب: دوران سفر میں شب زفاف منانا
- ۴۴- بَابُ تَرْوِيجِ النِّسَمَةِ
- ۴۵- بَابُ: إِذَا قَالَ الْخَاطِبُ: زَوَّجْنِي فَلَانَّةَ، فَقَالَ: قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَا وَكَذَا، جَازَ النِّكَاحُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ: أَرْضَيْتَ، أَوْ قِيلَتْ؟
- ۴۶- بَابُ: لَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَدَعَ
- ۴۷- بَابُ تَفْسِيرِ تَرْكِ الْخِطْبَةِ
- ۴۸- بَابُ الْخُطْبَةِ
- ۴۹- بَابُ ضَرْبِ الدَّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيمَةِ
- ۵۰- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا أَوْأَىٰ لِلنِّسَاءِ صَدَقْتِهِنَّ يَحِلُّ﴾ [النساء: ۴]
- ۵۱- بَابُ التَّرْوِيجِ عَلَى الْقُرْبَانِ وَبِغَيْرِ صَدَاقٍ
- ۵۲- بَابُ الْمَهْرِ بِالْعُرُوضِ، وَخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ
- ۵۳- بَابُ الشَّرْطِ فِي النِّكَاحِ
- ۵۴- بَابُ الشَّرْطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ
- ۵۵- بَابُ الصُّفْرَةِ لِلْمُتَزَوِّجِ
- ۵۶- بَابُ:
- ۵۷- بَابُ: كَيْفَ يُدْعَى لِلْمُتَزَوِّجِ؟
- ۵۸- بَابُ الدُّعَاءِ لِلنِّسْوَةِ اللَّاتِي يُهْدِيْنَ الْعُرُوسَ وَلِلْعُرُوسِ
- ۵۹- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبِنَاءَ قَبْلَ الْعَزْوِ
- ۶۰- بَابُ مَنْ بَنَى بِامْرَأَةٍ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ
- ۶۱- بَابُ الْبِنَاءِ فِي السَّفَرِ



- باب: سواری یا روشنی کے بغیر دن کے وقت نئی دلہن سے خلوت کرنا 133
- باب: عورتوں کے لیے محل کے بچھونے یا باریک پردے لگانا 133
- باب: وہ عورتیں جو دلہن کو شوہر کے پاس لے جائیں اور خیر و برکت کی دعا کریں 134
- باب: دلہن کو تحائف دینا 135
- باب: دلہن کے لیے کپڑے وغیرہ مستعار لینا 137
- باب: جب شوہر اپنی بیوی کے پاس آئے تو کیا کہے؟ 137
- باب: ولیمہ برحق اور ثابت ہے 138
- باب: ولیمہ کا اہتمام کرنا اگرچہ ایک بکری سے ہو 140
- باب: جس نے کسی ایک بیوی سے نکاح کے وقت دوسری بیوی سے زیادہ ولیمہ کیا 142
- باب: جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا 142
- باب: دعوت ولیمہ اور دیگر قسم کی دعوتوں کو قبول کرنا ثابت ہے اور جس نے سات یا اس سے کم ویش دنوں تک ولیمہ جاری رکھا 143
- باب: جس نے (کسی کی) دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی 146
- باب: جس نے سری پائے کی دعوت قبول کی 146
- باب: شادی وغیرہ میں دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا 147
- باب: عورتوں اور بچوں کا شادی میں جانا 148
- باب: جب دعوت کے موقع پر کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو کیا اسے واپس آ جانا چاہیے؟ 148
- باب: شادی بیاہ میں عورت کا مردوں کی خدمت کے لیے کھڑے ہونا اور بذات خود ان کی خدمت کرنا 150
- باب: شادی کے موقع پر جوس اور ایسا مشروب پیش کرنا
- ۶۲- بَابُ الْبِنَاءِ بِالنَّهَارِ بِغَيْرِ مَرْكَبٍ وَلَا نِيرَانٍ
- ۶۳- بَابُ الْأَنْمَاطِ وَنَحْوِهَا لِلنِّسَاءِ
- ۶۴- بَابُ النِّسْوَةِ الَّتِي يُهْدِيَنَّ الْمَرْأَةُ إِلَى زَوْجِهَا وَدُعَائِهِنَّ بِالْبَرَكَةِ
- ۶۵- بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْعُرُوسِ
- ۶۶- بَابُ اسْتِعَارَةِ الثِّيَابِ لِلْعُرُوسِ وَغَيْرِهَا
- ۶۷- بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ
- ۶۸- بَابُ: أَلْوَلِيمَةُ حَقٌّ
- ۶۹- بَابُ الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ
- ۷۰- بَابُ مَنْ أَوْلَمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ
- ۷۱- بَابُ مَنْ أَوْلَمَ بِأَقْلٍ مِنْ شَاةٍ
- ۷۲- بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالِدَعْوَةِ وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ
- ۷۳- بَابُ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ
- ۷۴- بَابُ مَنْ أَجَابَ إِلَى تَزَاوُعٍ
- ۷۵- بَابُ إِجَابَةِ الدَّاعِي فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهِ
- ۷۶- بَابُ ذَهَابِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ إِلَى الْعُرْسِ
- ۷۷- بَابُ: هَلْ يَزْجَعُ إِذَا رَأَى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ؟
- ۷۸- بَابُ قِيَامِ الْمَرْأَةِ عَلَى الرَّجَالِ فِي الْعُرْسِ وَخِدْمَتِهِمْ بِالنَّفْسِ
- ۷۹- بَابُ التَّقْبِيعِ وَالشَّرَابِ الَّذِي لَا يُسْكِرُ فِي

- 151 جو نشہ آور نہ ہو
- 151 باب: عورتوں کے معاملے میں نری کرنا
- 152 باب: عورتوں سے حسن سلوک کی بابت نبی ﷺ کی وصیت
- 152 باب: (ارشاد باری تعالیٰ): ”تم خود کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ“ کا بیان
- 153 باب: بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا
- 154 باب: شوہر کے معاملات میں آدمی کا اپنی لخت جگر کو نصیحت کرنا
- 159 باب: شوہر کی اجازت سے بیوی کا نفلی روزہ رکھنا
- 165 باب: جب کوئی عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گزارے
- 166 باب: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کسی کو گھر میں نہ آنے دے
- 167 باب: بلا عنوان
- 167 باب: عشیہ، یعنی خاوند کی ناشکری کرنا
- 170 باب: تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے
- 171 باب: عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے
- 171 باب: (ارشاد باری تعالیٰ): ”مرد، عورتوں کے معاملات کے منتظم و نگران ہیں“ کا بیان
- 172 باب: نبی ﷺ کا اپنی بیویوں کو چھوڑ کر ان کے گھروں کے علاوہ دوسری جگہ سکونت اختیار کرنا
- 173 باب: عورتوں کو مارنے کی کراہت
- 174 باب: کوئی عورت گناہ کے کام میں اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے
- 175 باب: (ارشاد باری تعالیٰ): ”اگر عورت کو اپنے خاوند سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو“ کا بیان
- 176
- الْعُرْسِ
- ۸۰- بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ
- ۸۱- بَابُ الْوَصَاةِ بِالنِّسَاءِ
- ۸۲- بَابُ: ﴿قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحریم: ۶]
- ۸۳- بَابُ حُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْأَهْلِ
- ۸۴- بَابُ مَوْعِظَةِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ لِحَالِ زَوْجِهَا
- ۸۵- بَابُ صَوْمِ الْمَرْأَةِ بِإِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا
- ۸۶- بَابُ: إِذَا بَاتَتْ الْمَرْأَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا
- ۸۷- بَابُ: لَا تَأْذَنُ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا لِأَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ
- ۸۸- بَابُ:
- ۸۹- بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ
- ۹۰- بَابُ: لِرِزْوَجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ
- ۹۱- بَابُ: الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا
- ۹۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿الْإِنْسَانُ قَوَّامٌ عَلَى النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳۴]
- ۹۳- بَابُ هِجْرَةِ النِّسَاءِ ۖ فِي غَيْرِ بَيُوتِهِنَّ
- ۹۴- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ
- ۹۵- بَابُ: لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ
- ۹۶- بَابُ: ﴿وَلَا يَأْمُرُهَا فَافَتْ مِنْ بَيْتِهَا شُورًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ [النساء: ۱۲۸]



- ۹۷- بَابُ الْعَزْلِ  
باب: عزل کا بیان 177
- ۹۸- بَابُ الْقُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا  
باب: ارادہ سفر کے وقت بیویوں کے درمیان قرعہ 180
- ۹۹- بَابُ الْمَرْأَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا، وَكَيْفَ يَقْسِمُ ذَلِكَ؟  
باب: کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کر دے تو پھر تقسیم کیسے ہوگی؟ 181
- ۱۰۰- بَابُ الْعَدْلِ بَيْنَ النِّسَاءِ  
باب: بیویوں کے درمیان مساوات کرنا 182
- ۱۰۱- بَابُ: إِذَا تَزَوَّجَ الْبَخْرَ عَلَى الثَّيْبِ  
باب: جب شوہر دیدہ کی موجودگی میں کسی کنواری سے نکاح کرے 182
- ۱۰۲- بَابُ: إِذَا تَزَوَّجَ الثَّيْبَ عَلَى الْبَخْرِ  
باب: جب کنواری بیوی کی موجودگی میں کسی شوہر دیدہ سے شادی کرے 183
- ۱۰۳- بَابُ مَنْ طَافَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ  
باب: جس نے اپنی بیویوں سے صحبت کر کے آخر میں ایک ہی غسل کیا 184
- ۱۰۴- بَابُ دُخُولِ الرَّجُلِ عَلَى نِسَائِهِ فِي النَّوْمِ  
باب: مرد کا اپنی بیویوں کے پاس دن کے اوقات میں جانا 184
- ۱۰۵- بَابُ: إِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَاءَهُ فِي أَنْ يُمَرِّضَ فِي بَيْتِ بَعْضِهِنَّ فَأَذِنَ لَهُ  
باب: اگر مرد ایام مرض کسی ایک بیوی کے ہاں گزارنے کے لیے دوسری بیویوں سے اجازت لے اور وہ اس کی اجازت دے دیں 185
- ۱۰۶- بَابُ حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسَائِهِ أَفْضَلَ مِنْ بَعْضٍ  
باب: آدمی کا اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کے ساتھ زیادہ محبت کرنا 186
- ۱۰۷- بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنْتَلِ، وَمَا يُنْهَى مِنْ افْتِخَارِ الصَّرَّةِ  
باب: نایافتہ کے باوجود خود کو سیر غاہر کرنا اور سوکن کے لیے جلن کا سامان پیدا کرنا جائز نہیں 187
- ۱۰۸- بَابُ الْغَيْرَةِ  
باب: غیرت کا بیان 188
- ۱۰۹- بَابُ غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجِدِهِنَّ  
باب: عورتوں کا غیرت کرنا اور ان کا غضب ناک ہونا 193
- ۱۱۰- بَابُ ذَنْبِ الرَّجُلِ عَنِ ابْتِئَانِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ  
باب: انصاف و غیرت کے پیش نظر مرد کا اپنی بیوی کی طرف سے دفاع کرنا 194
- ۱۱۱- بَابُ: يَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ  
باب: مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوتی چلی جائیں گی 195

- باب: محرم کے علاوہ کوئی آدمی کسی اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے، نیز جس کا خاوند غائب ہو اس کے ہاں داخلہ بھی ممنوع ہے 196
- باب: مرد، لوگوں کی موجودگی میں اجنبی عورت سے جہائی کر سکتا ہے 197
- باب: جو لوگ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، ان کا عورت کے پاس جانا منع ہے 198
- باب: عورت اہل حیض (اجنبیوں) کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو 199
- باب: عورتوں کا اپنے کام کاج کے لیے باہر نکلنا 200
- باب: عورت کا مسجد وغیرہ کی طرف جانے کے لیے اپنے شوہر سے اجازت طلب کرنا 200
- باب: رشتہ رضاعت کی بنا پر عورتوں کے پاس آنا اور انھیں دیکھنا حلال ہے 201
- باب: کوئی عورت دوسری سے (بے ستر ہو کر) نہ چپٹے کہ وہ اپنے خاوند سے اس کی تصویر کشی کرے 202
- باب: کسی مرد کا یہ کہنا کہ آج رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس ضرور جاؤں گا 203
- باب: جب کوئی لمبی غیر حاضری کرے تو رات کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس نہ آئے، ایسا کرنے سے اندیشہ ہے کہ انھیں خیانت کی طرف منسوب کرے گا یا ان کی لغزشیں تلاش کرے گا 203
- باب: فرزند طلب کرنا 204
- باب: خاوند سفر سے آئے تو عورت زیر ناف بال صاف کرے اور پرانندہ بالوں میں کنگھی کرے 206
- باب: (ارشاد باری تعالیٰ): ”عورتیں اپنی زینت کو خاوندوں
- ۱۱۲- بَابُ: لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَحْرَمٍ، وَالْذُّخُولُ عَلَى الْمُغَيَّبَةِ
- ۱۱۳- بَابُ مَا يَجُوزُ أَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ عِنْدَ النَّاسِ
- ۱۱۴- بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ دُخُولِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْمَرْأَةِ
- ۱۱۵- بَابُ نَظَرِ الْمَرْأَةِ إِلَى الْحَبَسِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِبِّيَّةٍ
- ۱۱۶- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ لِحَوَائِجِهِنَّ
- ۱۱۷- بَابُ اسْتِثْنَاءِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ
- ۱۱۸- بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ إِلَى النِّسَاءِ فِي الرِّضَاعِ
- ۱۱۹- بَابُ: لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْتَعَهَا لِزَوْجِهَا
- ۱۲۰- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا طُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى نِسَائِي
- ۱۲۱- بَابُ: لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا إِذَا أَطَالَ الْغَيْبَةُ مَخَافَةَ أَنْ يُخَوِّنَهُمْ أَوْ يُلْتَمَسَ عَثَرَاتِهِمْ
- ۱۲۲- بَابُ طَلَبِ الْوَلَدِ
- ۱۲۳- بَابُ: نَسْتَحِدُّ الْمُغَيَّبَةَ وَنَمَسِّطُ الشَّعْثَةَ
- ۱۲۴- بَابُ: ﴿وَلَا يَبْدِيَنَّ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾

- 207 کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں“ کا بیان  
باب: (ارشاد باری تعالیٰ): ”وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں  
208 ہوئے“ کا بیان  
باب: آدمی کا اپنے ساتھی سے کہنا: کیا تم نے آج جماع  
کیا ہے؟ اور کسی آدمی کا غصے کی وجہ سے اپنی بیٹی کی  
209 کمر میں چوک مارنا

[النور: ۳۱]

۱۲۵- بَابُ: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَرْغَبُوا مِنَ الْمَرْءِ﴾ [النور: ۵۸]

۱۲۶- بَابُ [قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ هَلْ أَعْرَسْتُمْ  
الْثَّلَاةَ] وَطَعْنِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ فِي الْخَاصِرَةِ عِنْدَ  
الْعِتَابِ

## ۲۱۱ طلاق سے متعلق احکام و مسائل

## ۶۸ کتاب الطلاق

- باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق  
دو تو عدت کے آغاز میں طلاق دو اور عدت کا شمار  
217 رکھو“ کا بیان  
باب: جب حائضہ کو طلاق دے دی جائے تو یہ طلاق بھی  
218 شمار ہوگی  
باب: جس نے عورت کو طلاق دی اور کیا طلاق دیتے  
219 وقت بیوی سے مخاطب ہونا ضروری ہے؟  
باب: جس نے تین طلاقیں دینا جائز قرار دیا  
223 باب: جس نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا  
229 باب: جب کسی نے (اپنی بیوی سے) کہا: میں نے تجھے جدا  
کردیا، میں نے تجھے رخصت کر دیا، یا کہا: تو رہا شدہ  
ہے یا الگ ہے، یا ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق  
مراد لی جاسکتی ہو تو وہ اس کی نیت پر موقوف ہے  
230 باب: جس نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے  
231 باب: (اے نبی!) آپ خود پر وہ چیز حرام کیوں کرتے ہیں  
جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے  
233 باب: نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی  
236 باب: اگر کوئی وباؤں میں آکر اپنی بیوی سے کہے کہ یہ میری

- ۱- [بَابُ] وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ  
النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾  
[الطلاق: ۱]  
۲- بَابُ: إِذَا طَلَقْتَ الْحَائِضَ تُعْتَدُ بِذَلِكَ الطَّلَاقِ  
۳- بَابُ مَنْ طَلَّقَ، وَهَلْ يُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ  
بِالطَّلَاقِ؟  
۴- بَابُ مَنْ جَوَزَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ  
۵- بَابُ مَنْ خَيَّرَ أَرْوَاجَهُ  
۶- بَابُ: إِذَا قَالَ: فَارَقْتُكَ، أَوْ سَرَّخْتُكَ، أَوْ  
الْخَلَيْتُ، أَوْ الْبَرَيْتُ، أَوْ مَا عَنِى بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ  
عَلَى نِيَّتِهِ  
۷- بَابُ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ  
۸- بَابُ: ﴿لَا عُدَّةَ لَكُمْ لَكُمْ﴾ [التحریم: ۱]  
۹- بَابُ: لَا طَّلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ  
۱۰- بَابُ: إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ وَهُوَ مُكْرَهُ: هَذِهِ



- 238 بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوتا  
باب: دباؤ میں آکر اور مجبوری، نشہ یا جنون کی حالت میں طلاق کا حکم، نیز بھول چوک کر طلاق دینے یا شرک کرنے کا بیان
- 243 خلع کا بیان، نیز اس میں طلاق کیسے ہوگی؟  
باب: میاں بیوی میں ناچاقی کا بیان اور کیا بوقت ضرورت خلع کے لیے اشارہ کیا جاسکتا ہے؟
- 248 باب: لوٹری کا فروخت کرنا طلاق نہیں  
باب: جو لوٹری کسی غلام کی منکوحہ ہو تو آزادی کے بعد اسے اختیار ہے
- 249 باب: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارش کرنا
- 251 باب: بلا عنوان
- باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں، البتہ مومن لوٹری مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ مشرک عورت تمہیں بھلی معلوم ہو“ کا بیان
- 252 باب: مشرک عورتوں میں سے جو مسلمان ہو جائیں ان سے نکاح اور ان کی عدت کا بیان
- باب: جب کوئی مشرک یا نصرانیہ جو کسی ذی یا حربی کے نکاح میں تھی مسلمان ہو جائے
- 254 باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”جو لوگ اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھالیں، ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے“ کا بیان
- باب: جو شخص گم ہو جائے تو اس کی بیوی اور مال کے متعلق کیا حکم ہے؟
- أُخْتِي، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ  
۱۱- بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُزْوِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا، وَالْعَلَطِ، وَالنَّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ، وَالشُّرْكِ وَغَيْرِهِ  
۱۲- بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقِ فِيهِ  
۱۳- بَابُ الشُّقَاقِ، وَهَلْ يُبَيِّرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُورَةِ؟  
۱۴- بَابُ: لَا يَكُونُ بَيْعُ الْأَمَةِ طَلَاقًا  
۱۵- بَابُ بَيْعِ الْأَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ  
۱۶- بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي زَوْجِ بَرِيرَةَ  
۱۷- بَابُ:  
۱۸- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ يُوْمِنَ وَلَا أَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ حَتَّىٰ تَشْرِكَهُ وَلَوْ أَجَبْتَكُم﴾ [البقرة: ۲۲۱]  
۱۹- بَابُ نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ  
۲۰- بَابُ: إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوْ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذَّمِّ أَوْ الْحَرْبِ  
۲۱- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ﴾ [البقرة: ۲۲۶]  
۲۲- بَابُ حُكْمِ الْمَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ، وَمَالِهِ

- ۲۳- بَابُ الظَّهَارِ باب: ظہار کا بیان 262
- ۲۴- بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الطَّلَاقِ وَالْأُمُورِ باب: طلاق اور دیگر امور میں اشارہ کرنا 263
- ۲۵- بَابُ اللَّعَانِ باب: لعان کا بیان 267
- ۲۶- بَابُ: إِذَا عَرَّضَ بِنْفِي الْوَلَدِ باب: جب کوئی اپنے بچے کے انکار کا اشارہ کرے 271
- ۲۷- بَابُ إِخْلَافِ الْمُلَاعِنِ باب: لعان کرنے والے سے قسم لینا 272
- ۲۸- بَابُ: يَبْدَأُ الرَّجُلُ بِالثَّلَاغِ باب: لعان کا آغاز مرد سے کیا جائے 273
- ۲۹- بَابُ اللَّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللَّعَانِ باب: لعان اور لعان کے بعد طلاق دینے کا بیان 273
- ۳۰- بَابُ الثَّلَاغِ فِي الْمَسْجِدِ باب: مسجد میں لعان کرنا 275
- ۳۱- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بَعِيرٍ بَيِّنَةٍ» باب: نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ”اگر میں گواہوں کے بغیر رجم کرتا (تو اسے کرتا)“ کا بیان 277
- ۳۲- بَابُ صَدَاقِ الْمُلَاعِنَةِ باب: لعان کرنے والی کا حق مہر 278
- ۳۳- بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: إِنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ؟ باب: حاکم وقت کا لعان کرنے والوں سے کہنا: ”تم میں سے ایک جھوٹا ہے، کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟“ 280
- ۳۴- بَابُ التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ باب: لعان کرنے والے مرد و زن میں تفریق کرنا 281
- ۳۵- بَابُ: يُلْحَقُ الْوَلَدُ بِالْمُلَاعِنَةِ باب: لعان کے بعد بچہ ماں سے ملحق ہوگا 282
- ۳۶- بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ: اللَّهُمَّ بَيْنِ باب: لعان کے وقت حاکم وقت یوں دعا کرے: ”اے اللہ! اصل حقیقت کھول دے۔“ 283
- ۳۷- بَابُ: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ الْعِدَّةِ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَمْ يَمَسَّهَا باب: جب کسی نے تین طلاقیں دیں، پھر بیوی نے عدت گزار کر دوسرے شوہر سے شادی کر لی لیکن دوسرے نے ابھی مباشرت نہیں کی (تو کیا پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟) 284
- ۳۸- بَابُ: ﴿وَالَّذِي يَتَّبِعُ مِنَ الْمَجِصِ مِنْ نَسَائِكُمْ إِنْ أَرَبْتُمْ﴾ باب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہ (مطلقہ) عورتیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمہیں تردد ہو.....“ کا بیان 285
- ۳۹- بَابُ: ﴿وَأُولَئِكَ الْأَخْمَالُ أَجْلُهُمْ أَنْ يَصْنَعَ حَمَلَهُمْ﴾ باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو جنم دیں“ کا بیان 285

۴۰- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَالْمُطَلَّقَةُ يَتَرَبَّصُّ

بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

۴۱- [بَابُ] قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

۴۲- بَابُ الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِي مَنْكَنِ

زَوْجِهَا أَنْ يَفْتَحَمَ عَلَيْهَا أَوْ تَبْدُو عَلَى أَهْلِهَا

بِفَاحِشَةٍ

۴۳- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ يَكُنَّ

مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَنْفُسِهِنَّ﴾ [البقرة: ۲۲۸] مِنْ

الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ.

۴۴- بَابُ: ﴿وَيُؤْكَلْنَ أَحَقُّ يَرْوَنَ﴾ [البقرة: ۲۲۸] فِي

الْعِدَّةِ، وَكَيْفَ يَرَا جُعُ الْمَرْأَةِ إِذَا طَلَّقَهَا وَاحِدَةً أَوْ

ثَنَتَيْنِ؟ وَقَوْلُهُ: ﴿فَلَا تَمْسُلُوهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۳۲]

۴۵- بَابُ مُرَاجَعَةِ الْحَائِضِ

۴۶- بَابُ: تُحَدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

۴۷- بَابُ الْكُحْلِ لِلْحَادَّةِ

۴۸- بَابُ الْقُسْطِ لِلْحَادَّةِ عِنْدَ الطَّهْرِ

۴۹- بَابُ: تَلْبَسُ الْحَادَّةُ ثِيَابَ الْقُصْبِ

۵۰- بَابُ: ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا

إِلَى قَوْلِهِ: ﴿حَبِيرٌ﴾ [البقرة: ۲۳۴]

۵۱- بَابُ مَهْرِ النِّعَى وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ

۵۲- بَابُ الْمَهْرِ لِلْمَذْخُولِ عَلَيْهَا، وَكَيْفَ

باب: ارشاد باری تعالی: ”اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ

287 کو تین حیض آنے تک روکے رکھیں“ کا بیان

288 باب: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ

باب: مطلقہ کو جب خاندن کے گھر میں کسی کے اچانک گھس

آنے کا اندیشہ ہو یا اس کے اہل خانہ سے بدتمیزی

290 کرتی ہو

باب: ارشاد باری تعالی: ”مطلقہ عورتوں کے لیے جائز نہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے

291 اسے چھپائیں“ وہ حیض ہو یا حمل

باب: دوران عدت میں ”عورتوں کے خاندان ان سے

رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں“ اور مرد نے

جب بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو وہ رجوع

کیسے کرے گا؟ نیز ارشاد باری تعالیٰ ”تو انہیں

292 (نکاح سے) نہ روکو“ کا بیان

294 باب: (طلاق یافتہ) حائضہ عورت سے رجوع کرنا

باب: جس عورت کا خاندان فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس

295 دن سوگ کرے

297 باب: سوگ منانے والی عورت کے لیے سرے کا استعمال

باب: سوگ منانے والی کے لیے قسط (خوشبو) کا استعمال

299 جبکہ وہ حیض سے پاک ہو

باب: سوگ منانے والی عورت دھاری دار کپڑے پہن

300 سکتی ہے

باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو

301 جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں.....“ کا بیان

304 باب: زانیہ کا خرچہ اور نکاح فاسد کا حق مہر

باب: جس عورت سے ملاپ کیا گیا ہو اس کا حق مہر،



الدُّخُولُ؟ أَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ وَالْمَيْسِرِ

دخول کیا ہوتا ہے؟ اور جس نے دخول یا مس سے

305

پہلے طلاق دی

باب: جس عورت کا حق مہر طے نہ ہوا تو اسے رواداری

307

کے طور پر کچھ نہ کچھ دینا

۵۳- بَابُ الْمُتَعَةِ لِلَّتِي لَمْ يُفْرَضْ لَهَا

309

اخراجات سے متعلق احکام و مسائل

کتاب النفقات ۶۹

311

باب: اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت

314

باب: اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب ہے

باب: گھر والوں کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کرنا، اور

315

اہل خانہ پر خرچ کیسے کیا جائے؟

باب: اگر بیوی کا شوہر غائب ہو تو وہ خرچ کیونکر پورا

320

کرے اور اولاد کے خرچ کا بیان

باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے

دو سال دودھ پلائیں۔ (یہ مدت) اس کے لیے ہے

جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے۔“ اور ”اس کے

حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت میں مینے ہے۔“

نیز ”اگر تم میاں بیوی آپس میں تنگی اور ضد کرو گے تو

بچے کو دودھ کوئی دوسری عورت پلائے گی۔ صاحب

دست کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے

اور جس کی آمدنی کم ہو اسے چاہیے کہ اللہ نے اسے

321

جتنا دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔۔۔۔۔“ کا بیان

322

باب: عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام کاج کرنا

324

باب: عورت کے لیے خادم کا بند و بست کرنا

325

باب: مرد کا گھریلو کام کاج میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹانا

باب: اگر مرد خرچ نہ کرے تو ایسے حالات میں عورت کے

لیے جائز ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے

۱- وَ[بَابُ] فَضْلِ التَّقَةِ عَلَى الْاَهْلِ

۲- بَابُ وُجُوبِ التَّقَةِ عَلَى الْاَهْلِ وَالْعِيَالِ

۳- بَابُ حَبْسِ الرَّجُلِ قُوْتِ مَنَةِ عَلَى اَهْلِهِ، وَكَيْفَ نَفَقَاتِ الْعِيَالِ؟

۴- بَابُ نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ إِذَا غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَنَفَقَةِ الْوَلَدِ

۵- بَابُ: ﴿وَالْوَالِدَتُ يُرْضَعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُنَمَّ الرِّضَاعَةَ﴾ اِلَى قَوْلِهِ: ﴿بَصِيرًا﴾

[البقرة: ۲۳۳] وَقَالَ: ﴿وَحَلَلُمْ وَفَصَلُّمُ نَلْتَنُونَ شَهْرًا﴾

[الاحقاف: ۱۵] وَقَالَ: ﴿وَإِنْ تَنَاسَرْتُمْ فَسَرِّضْ لَكُمْ اَثَرًا لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾

اِلَى قَوْلِهِ: ﴿بَعْدَ عُسْرِ يُسْرًا﴾ [الطلاق: ۶، ۷]

۶- بَابُ عَمَلِ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا

۷- بَابُ خَادِمِ الْمَرْأَةِ

۸- بَابُ خِدْمَةِ الرَّجُلِ فِي اَهْلِهِ

۹- بَابُ إِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ فَلِلْمَرْأَةِ اَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ

عَلَيْهِ مَا يَكْفِيهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوفِ

- مال میں سے دستور کے مطابق اتنا لے لے جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو
- باب: عورت کا اپنے شوہر کے مال کی اور جو وہ اخراجات کے لیے دے اس کی حفاظت کرنا
- باب: عورت کو لباس و دستور کے مطابق دینا چاہیے
- باب: بچوں کے معاملے میں بیوی کا اپنے شوہر سے تعاون کرنا
- باب: تنگ دست کا اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنا
- باب: (ارشاد باری تعالیٰ): ”وارث پر بھی یہی لازم ہے۔“ نیز بچے کو دودھ پلانے میں کیا عورت پر بھی کچھ ذمہ داری ہے؟ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک گونا گے ہے.....“ کا بیان
- باب: نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ”جو کوئی (قرض وغیرہ کا) بوجھ یا لادارث بچے چھوڑ کر مرے تو ان کا بندوبست میرے ذمے ہے“ کا بیان
- باب: لونڈیاں وغیرہ بھی دودھ پلا سکتی ہیں

- ۱۰- بَابُ حِفْظِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي ذَاتِ يَدِهِ وَالْتَقْفَةِ
- ۱۱- بَابُ كِسْرَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوفِ
- ۱۲- بَابُ عَوْنِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهِ
- ۱۳- بَابُ نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلَى أَهْلِهِ
- ۱۴- بَابُ: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾ [البقرة: ۲۳۳] وَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْهُ شَيْءٌ؟ ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ﴾ آيَةٌ. [النحل: ۷۶]
- ۱۵- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَلِأَيِّ»
- ۱۶- بَابُ الْمَرَاضِعِ مِنَ الْمَوَالِيَتِ وَغَيْرِهِنَّ

335

کھانوں سے متعلق احکام و مسائل

۷۰ کتاب الاطعمه

- باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔“ نیز فرمان الہی: ”جو تم نے پاک کمائی کی ہے اس میں سے خرچ کرو۔“ اور فرمان الہی: ”پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں“ کا بیان
- باب: کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا
- باب: اپنے سامنے سے کھانا

- ۱- وَ[بَابُ] قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ آيَةٌ [البقرة: ۱۷۲]. وَقَوْلُهُ: ﴿انْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة: ۲۶۷] وَقَوْلُهُ: ﴿كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [المؤمنون: ۵۱]
- ۲- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِينِ
- ۳- بَابُ الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ

- باب: اگر ساتھی برا محسوس نہ کرے تو برتن کے چاروں  
341 طرف ہاتھ بڑھانا
- باب: کھانے وغیرہ میں دائیں طرف سے شروع کرنا  
342
- باب: پیٹ بھر کر کھانا تناول کرنا  
342
- باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اے اے، پر کوئی حرج نہیں.....“  
نیز کھانے کے موقع پر اکٹھے ہونے اور اجتماع  
346 کرنے کا بیان
- باب: باریک چپاتی کھانا اور میز یا دسترخوان پر کھانا تناول کرنا  
347
- باب: ستو کھانے کا بیان  
350
- باب: نبی ﷺ اس وقت تک کھانا تناول نہ فرماتے حتیٰ کہ  
350 اس کا نام لیا جاتا تو آپ معلوم کر لیتے کہ یہ کیا ہے؟
- باب: ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے  
351
- باب: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے  
352
- باب: ٹیک لگا کر کھانا  
355
- باب: بھنے ہوئے گوشت کا بیان  
356
- باب: خزیہ کا بیان  
357
- باب: بنجر کا بیان  
358
- باب: چغندر اور جو کھانے کا بیان  
359
- باب: اگلے دانتوں سے گوشت نوچنا اور پکنے سے کچھ  
360 پہلے ہنڈیا سے نکال کر کھانا
- باب: شانے کا گوشت نوج کر کھانا  
361
- باب: چھری سے گوشت کاٹنا  
362
- باب: نبی ﷺ نے کبھی کھانے پر عیب نہیں لگایا  
363
- باب: جو کے آٹے میں پھونک مارنا  
364
- باب: نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کیا کھاتے تھے؟  
364
- ۴- بَابُ مَنْ تَنَبَّحَ حَوَالِي الْقُضْعَةِ مَعَ صَاحِبِهِ إِذَا  
لَمْ يَعْرِفْ مِنْهُ كَرَاهِيَةً
- ۵- بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ
- ۶- بَابُ: مَنْ أَكَلَ حَتَّى شَبِعَ
- ۷- بَابُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ﴾ [النور: ۶۱] وَالنَّهْدُ  
وَالْإِجْتِمَاعُ عَلَى الطَّعَامِ.
- ۸- بَابُ الْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْأَكْلِ عَلَى الْخِوَانِ  
وَالشُّفْرَةِ
- ۹- بَابُ السَّوِيقِ
- ۱۰- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمَّى  
لَهُ فَيَعْلَمَ مَا هُوَ؟
- ۱۱- بَابُ: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ
- ۱۲- بَابُ: الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ
- ۱۳- بَابُ الْأَكْلِ مُتَكَيِّمًا
- ۱۴- بَابُ الشَّوَاءِ
- ۱۵- بَابُ الْخَزِيرَةِ
- ۱۶- بَابُ الْأَقِطِ
- ۱۷- بَابُ السَّلْنِ وَالشَّعِيرِ
- ۱۸- بَابُ النَّهْشِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ
- ۱۹- بَابُ تَعْرِقِ الْعَصْدِ
- ۲۰- بَابُ قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسَّكِينِ
- ۲۱- بَابُ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا
- ۲۲- بَابُ النَّفْخِ فِي الشَّعِيرِ
- ۲۳- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ



- ۲۴- بَابُ التَّلْبِیْنَةِ باب: حریرہ کا بیان 368
- ۲۵- بَابُ الثَّرِیدِ باب: ثرید کا بیان 368
- ۲۶- بَابُ شَاوٍ مَسْمُوطَةٍ وَالْكَتِفِ وَالْجَنْبِ باب: کھال سمیت بھی ہوئی بکری، دتی اور چانپ کے 370
- ۲۷- بَابُ مَا كَانَ السَّلَفُ يَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِهِمْ وَأَسْفَارِهِمْ مِنَ الطَّعَامِ وَاللَّحْمِ وَغَيْرِهِ باب: سلف صالحین اپنے گھروں اور سفروں میں کھانا اور 371
- ۲۸- بَابُ الْحَنَسِ باب: حیس کا بیان 373
- ۲۹- بَابُ الْأَخْلِ فِي إِنَاءٍ مُفَضَّضٍ باب: چاندی کے طع کیے ہوئے برتن میں کھانا 374
- ۳۰- بَابُ ذِكْرِ الطَّعَامِ باب: کھانے کا بیان 375
- ۳۱- بَابُ الْأَذَمِ باب: سالنوں کا بیان 376
- ۳۲- بَابُ الْحَلْوَى وَالْعَسَلِ باب: میٹھی چیز اور شہد کا بیان 378
- ۳۳- بَابُ الدُّبَاءِ باب: کدو کا بیان 379
- ۳۴- بَابُ الرَّجُلِ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ باب: آدمی اپنے بھائیوں کے لیے کھانے میں تکلف کرے 379
- ۳۵- بَابُ مَنْ أَصَافَ رَجُلًا إِلَى طَعَامٍ وَأَقْبَلَ هُوَ عَلَى عَمَلِهِ باب: جس شخص نے کسی دوسرے کو کھانے کی دعوت دی لیکن خود اپنے کام میں مصروف رہا 380
- ۳۶- بَابُ الْمَرْقِ باب: شوربے کا بیان 381
- ۳۷- بَابُ الْقَدِيدِ باب: خشک گوشت کا بیان 382
- ۳۸- بَابُ مَنْ نَاولَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا باب: جس نے ایک ہی دسترخوان سے کوئی چیز اٹھائی اور اپنے ساتھی کو دی یا اس کے سامنے رکھی 382
- ۳۹- بَابُ الْقِتَاءِ بِالرُّطَبِ باب: کلڑی کے ساتھ تازہ کھجور ملا کر کھانا 383
- ۴۰- بَابُ باب: بلا عنوان 384
- ۴۱- بَابُ الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ باب: تازہ اور خشک کھجور کا بیان 385
- ۴۲- بَابُ أَكْلِ الْجُمَارِ باب: کھجور کے درخت کا گودا کھانا 387
- ۴۳- بَابُ الْعَجْوَةِ باب: عجمہ کھجور کا بیان 388
- ۴۴- بَابُ الْفِرَازِ فِي التَّمْرِ باب: دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانا 389
- ۴۵- بَابُ الْقِتَاءِ باب: کلڑی کھانے کا بیان 389

- ۴۶- بَابُ بَرَكَۃِ النَّخْلَةِ باب: کھجور کے درخت کی برکت کا بیان 390
- ۴۷- بَابُ جَمْعِ اللَّوْثَيْنِ أَوْ الطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ باب: ایک ہی وقت میں دو رنگ کے پھلوں یا دو قسم کے کھانوں کو جمع کرنا 390
- ۴۸- بَابُ مَنْ أَذْخَلَ الضَّيْفَانَ عَشْرَةَ عَشْرَةَ، وَالْجُلُوسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشْرَةَ عَشْرَةَ باب: دس، دس مہمانوں کو بلانا اور دس، دس ہی کو کھانے کے لیے بٹھانا 391
- ۴۹- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الثُّومِ وَالْبُقُولِ باب: لہسن اور دیگر دہ ترکاریاں جو مکروہ ہیں 392
- ۵۰- بَابُ الْكِبَابِ وَهُوَ [ثَمَرُ] الْأَرَاكِ باب: کباث کا بیان اور وہ پیلو کا پھل ہے 393
- ۵۱- بَابُ الْمَضْمَضَةِ بَعْدَ الطَّعَامِ باب: کھانے کے بعد کلی کرنا 393
- ۵۲- بَابُ لَعْنِ الْأَصَابِعِ وَمَضَّهَا قَبْلَ أَنْ تُمَسَّحَ بِالْمُنْدِيلِ باب: دسٹی رد مال اور تو لیے سے صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوسنا 394
- ۵۳- بَابُ الْمُنْدِيلِ باب: دسٹی رد مال کا بیان 395
- ۵۴- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ باب: کھانا کھانے کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟ 396
- ۵۵- بَابُ الْأَكْلِ مَعَ الْخَادِمِ باب: خادم کے ساتھ کھانا 397
- ۵۶- بَابُ: الطَّاعِمِ الشَّاكِرِ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ باب: کھانا کھانے والا شکر گزار اس روزے دار کی طرح ہے جو صبر کرنے والا ہے 397
- ۵۷- بَابُ الرَّجُلِ يَذْعِي إِلَى طَعَامٍ فَيَقُولُ: وَهَذَا مَعِيَ باب: کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ کہے کہ یہ بھی میرے ساتھ ہے 398
- ۵۸- بَابُ: إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءَ فَلَا يَعْجَلُ عَنْ عَشَائِهِ باب: جب رات کا کھانا حاضر ہو تو نماز عشاء کے لیے جلدی نہ کرے 399
- ۵۹- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا﴾ باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ“ کا بیان 401
- [الأحزاب: ۵۳]

- ۱- بَابُ تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ عَدَاةً يُولَدُ لِمَنْ لَمْ يَعُقْ عَنْهُ، وَتَحْنِيكِهِ باب: جس نومولود کا عقیقہ نہ کرنا ہو تو اس کا پیدائش کے دن ہی نام رکھنا اور اسے گھٹی دینا 405
- ۲- بَابُ إِطَاعَةِ الْأَدَى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ باب: عقیقہ میں نومولود سے تکلیف دہ چیز دور کرنا 409

- ۳- بَابُ الْفَرَعِ باب: فرع کا بیان 411
- ۴- بَابُ الْغَيْرَةِ باب: عتیرہ کا بیان 412

۷۲ کتاب الذبائح والصيد فہجوں اور شہادت متعلق احکام و مسائل 413

- ۱- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الصَّيْدِ باب: شکار پر بسم اللہ پڑھنا 415
- ۲- بَابُ صَيْدِ الْغِمَارِ باب: نوکدار لکڑی سے شکار کرنے کا بیان 417
- ۳- بَابُ مَا أَصَابَ الْغِمَارُ بِعَرَضِهِ باب: جس شکار کو نوکدار لکڑی چوڑائی کے بل لگے 418
- ۴- بَابُ صَيْدِ الْقَوْسِ باب: تیر کمان سے شکار کرنا 419
- ۵- بَابُ الْمَخْذِفِ وَالْبُنْدَقَةِ باب: انگلی سے کنکری پھینکنا یا غلیل سے غلیلہ مارنا 421
- ۶- بَابُ مَنْ افْتَتَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبٍ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ باب: جس نے ایسا کتا پالا جو شکاری یا جانوروں کی نگہداشت کے لیے نہ ہو 421
- ۷- بَابُ إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ باب: اگر کتا شکار کو کھالے 423
- ۸- بَابُ الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ باب: جب شکار کیا ہوا جانور دو یا تین دن بعد ملے 425
- ۹- بَابُ: إِذَا وَجَدَ مَعَ الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ باب: اگر شکار کے پاس کوئی دوسرا کتا پائے 426
- ۱۰- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّصْيِدِ باب: شکار کرنے کو بطور مشغلہ اختیار کرنا 428
- ۱۱- بَابُ التَّصْيِدِ عَلَى الْجِبَالِ باب: پہاڑوں پر شکار کرنا 429
- ۱۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿أَجَلٌ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ﴾ [المائدة: ۹۶] باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”اور تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے فائدے کے لیے حلال کر دیا گیا ہے“ کا بیان 431
- ۱۳- بَابُ أَجْلِ الْجَزَادِ باب: ٹڈی کھانا 434
- ۱۴- بَابُ آيَةِ الْمَجُوسِ وَالْمَيْتَةِ باب: مجوسیوں کے برتن اور مردار کا حکم 435
- ۱۵- بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا باب: ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا اور جس نے بسم اللہ کو عمدہ اچھوڑ دیا 437
- ۱۶- بَابُ مَا دُبِحَ عَلَى النَّصْبِ وَالْأَضْنَامِ باب: جو جانور آستانوں پر اور بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے ہوں 439



- ۱۷- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ» باب: نبی ﷺ کے فرمان: ”جانور کو اللہ ہی کے نام سے ذبح کرنا چاہیے“ کا بیان 439
- ۱۸- بَابُ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ مِنَ الْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ وَالْحَدِيدِ باب: بانس کی پھانک، تیز دھار پتھر یا لوہا جس سے بھی خون بہایا جاسکے کا بیان 440
- ۱۹- بَابُ ذَبْحَةِ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ باب: عورت اور لونڈی کا ذبیحہ 442
- ۲۰- بَابُ: لَا يَذْكُى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالطُّفْرِ باب: دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے 443
- ۲۱- بَابُ ذَبْحَةِ الْأَعْرَابِ وَتَحْوِيهِمْ باب: اعراب وغیرہ کا ذبیحہ 443
- ۲۲- بَابُ ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُومِهَا مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ باب: اہل کتاب کا ذبیحہ اور اس کی چربی، خواہ وہ اہل حرب ہوں یا اس کے علاوہ 444
- ۲۳- بَابُ مَا نَذَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ باب: جو یا تو جانور بدک کر بھاگ جائے وہ جنگلی جانوروں کے حکم میں ہے 446
- ۲۴- بَابُ التَّحْرِ وَالذَّبْحِ باب: نحر اور ذبح کا بیان 447
- ۲۵- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْمُثَلَّةِ وَالْمَضْبُورَةِ وَالْمُجْتَمَةِ باب: زندہ حیوان کے اعضاء کاٹنا، اسے بند کر کے تیر مارنا یا بامعہ کر تیروں کا نشانہ بنانا جائز نہیں 449
- ۲۶- بَابُ لَحْمِ الدَّجَاجِ باب: مرغی کھانے کا بیان 451
- ۲۷- بَابُ لُحُومِ الْخَيْلِ باب: گھوڑوں کا گوشت 453
- ۲۸- بَابُ لُحُومِ النُّحْمِ الْإِنْسِيَّةِ باب: گھریلو گدھوں کا گوشت 454
- ۲۹- بَابُ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ باب: ہر کچلی والے درندے کا گوشت کھانا 458
- ۳۰- بَابُ جُلُودِ الْمَيِّتَةِ باب: مردار جانور کی کھال کا حکم 459
- ۳۱- بَابُ الْمُسْكِ باب: کستوری کا بیان 460
- ۳۲- بَابُ الْأَزْبِ باب: خرگوش کا بیان 461
- ۳۳- بَابُ الضَّبِّ باب: سانڈے کا بیان 462
- ۳۴- بَابُ: إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمَنِ الْجَامِدِ أَوْ الذَّائِبِ باب: جب جھے ہوئے یا پگھلے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے 464
- ۳۵- بَابُ الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّورَةِ باب: جانور کے چہرے پر داغ دینا اور نشان لگانا 466
- ۳۶- بَابُ: إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً فَلْيَبِجْ بَعْضُهُمْ غَنَمًا باب: جب جماعت مجاہدین کو غنیمت ملے اور ان میں سے

أَوْ إِلَّا بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِ لَمْ تُؤْكَلْ

کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر  
بکریوں یا اونٹوں کو ذبح کر دیں تو ایسا گوشت کھانا  
نا جائز ہے

467

۳۷- بَابُ: إِذَا نَذَرَ بَعِيرٌ لِقَوْمٍ فَرَمَاهُ بَعْضُهُمْ بِسَهْمٍ  
فَقَتَلَهُ فَأَرَادَ صَلَاحَهُمْ فَهُوَ جَائِزٌ

باب: اگر کسی قوم کا اونٹ بھاگ نکلے اور ان میں سے کوئی  
خیر خواہی کے جذبے سے تیر مار کر ہلاک کر دے تو  
ایسا کرنا جائز ہے

468

۳۸- بَابُ أَكْلِ الْمُضْطَرِّ

باب: مجبور کے لیے (مردار) کھانا

469

473

قربانیوں سے متعلق احکام و مسائل

۷۲ کتاب الاضاحی

باب: قربانی کرنا سنت ہے

475

باب: امام کالوگوں میں قربانیاں تقسیم کرنا

477

باب: مسافروں اور عورتوں کی طرف سے قربانی کرنا

477

باب: قربانی کے دن گوشت کی خواہش کرنا

478

باب: جس نے کہا کہ قربانی صرف دسویں تاریخ کو ہے

479

باب: عید گاہ میں قربانی (کو ذبح کرنے) اور نحر کرنے کا بیان

481

باب: نبی ﷺ کا سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی

481

کرنا، ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دونوں فریہ تھے

482

باب: نبی ﷺ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرماتا: "تم بکری کے

482

یک سالہ بچے کی قربانی کر لو لیکن تمہارے بعد کسی

482

دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا" کا بیان

484

باب: جس نے قربانیاں اپنے ہاتھ سے ذبح کیں

485

باب: جس نے کسی دوسرے کی قربانی ذبح کی

486

باب: قربانی کا جالور نماز عید کے بعد ذبح کرنا چاہیے

487

باب: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ اپنی قربانی

487

دوبارہ کرے

488

باب: ذبیحہ کی گردن پر پاؤں رکھنا

489

۱- بَابُ سُنَّةِ الْأَضْحِيَّةِ

۲- بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ الْأَضَاحِيِّ بَيْنَ النَّاسِ

۳- بَابُ الْأَضْحِيَّةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَاءِ

۴- بَابُ مَا يُسْتَهَى مِنَ اللَّحْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

۵- بَابُ مَنْ قَالَ: أَلْأَضْحَى يَوْمَ النَّحْرِ

۶- بَابُ الْأَضْحَى وَالنَّحْرِ بِالْمُضَلَّى

۷- بَابُ أَضْحِيَّةِ النَّبِيِّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَفْرَتَيْنِ، وَنَذَرُ:

سَمِينَيْنِ

۸- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي بُرْدَةَ: «صَحَّ بِالْجَذَعِ

مِنَ الْمَعْرِ، وَلَنْ تَعْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ»

۹- بَابُ مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ

۱۰- بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةً غَيْرَهُ

۱۱- بَابُ الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

۱۲- بَابُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَعَادَ

۱۳- بَابُ وَضْعِ الْقَدَمِ عَلَى صَفْحِ الذَّبِيحَةِ

- ۱۴- بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الذَّنْحِ باب: ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہنا 490
- ۱۵- بَابُ: إِذَا بَعَثَ بِهِدِيهِ لِلذَّبْحِ لَمْ يَحْرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ باب: جب کوئی اپنی قربانی (کے) بھیجے تاکہ وہاں ذبح کی جائے تو اس صورت میں اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہوگی 490
- ۱۶- بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الْأَصَاغِي وَمَا يُزَوَّدُ مِنْهَا باب: قربانی کا گوشت کتنا کھایا جائے اور کتنا ذخیرہ کیا جائے 491

- ۱- وَبَابُ [قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالنَّبَذُ وَالْأَسْهَابُ وَالْأَذْلَمُ يَجْمَعُ﴾ آيَةِ (الْمَائِدَةِ: ۹۰)] باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانے گندے اور شیطانی کام ہیں“ کا بیان 499
- ۲- بَابُ الْخَمْرِ مِنَ الْعَنْبِ وَغَيْرِهِ باب: انگور اور دوسری چیزوں کی شراب کا بیان 502
- ۳- بَابُ: نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ باب: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو وہ مکھی اور پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی 504
- ۴- بَابُ: الْخَمْرُ مِنَ الْعَسَلِ وَهُوَ الْبُتْعُ باب: شہد سے تیار کردہ شراب کا بیان جسے بچ کہا جاتا ہے 505
- ۵- بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْخَمْرَ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ مِنَ الشَّرَابِ باب: خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانپ لے 507
- ۶- بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ يَسْتَجِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ باب: جو شخص شراب کا نام بدل کر اسے اپنے لیے حلال خیال کرے 509
- ۷- بَابُ الْأَنْتِثَاذِ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالتَّوْرِ باب: برتنوں اور پتھر کے پیالوں میں نبیذ بنانا 510
- ۸- بَابُ تَرْخِيصِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ التَّهْيِ باب: ممانعت کے بعد نبی ﷺ کا ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دینا 511
- ۹- بَابُ تَقْيِيعِ التَّمْرِ مَا لَمْ يُسْكِرْ باب: کھجور کا شربت نوش کرنا بشرطیکہ نشہ آور نہ ہو 513
- ۱۰- بَابُ الْبَادَقِ باب: باذن کا بیان 514
- ۱۱- بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ لَا يَخْلُطُ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا، وَأَنَّ لَا يَجْعَلُ إِدَامِينَ فِي إِدَامِ باب: جس انسان کی یہ رائے ہو کہ تازہ اور خشک کھجوروں کو ملا کر نبیذ نہ بنائی جائے جبکہ وہ نشہ آور ہو اسی طرح دو سالن ایک جگہ جمع نہ کیے جائیں 515



- باب: دودھ نوش کرنا 517
- باب: میٹھا پانی تلاش کرنا 521
- باب: دودھ، پانی کے ساتھ ملا کر پینا 522
- باب: شیریں شربت اور شہد کا شربت نوش کرنا 524
- باب: کھڑے کھڑے پانی پینا 525
- باب: جس نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے پیا 526
- باب: پینے پلانے میں دائیں جانب والا زیادہ حق دار ہے، پھر اس کی دائیں جانب والا 527
- باب: کیا کوئی دائیں جانب بیٹھنے والے سے اجازت لے کر بائیں جانب بڑے آدمی کو دے سکتا ہے؟ 528
- باب: حوض سے منہ لگا کر پانی پینا 529
- باب: چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا 530
- باب: برتن ڈھانپ کر رکھنا 530
- باب: مکھیزے کا منہ اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینا 532
- باب: مکھیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینا 532
- باب: برتن میں سانس لینے کی ممانعت 534
- باب: پانی دو یا تین سانس میں پینا چاہیے 534
- باب: سونے کے برتنوں میں پینا 535
- باب: چاندی کے برتن استعمال کرنا 535
- باب: پیالوں اور کٹوروں میں پینا 537
- باب: نبی ﷺ کے پیالے اور آپ کے برتنوں میں کھانا پینا 537
- باب: برکت والا اور متبرک پانی اور اس کا پینا 539

- ۱۲- بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ
- ۱۳- بَابُ اسْتِغْذَابِ الْمَاءِ
- ۱۴- بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ
- ۱۵- بَابُ شَرَابِ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ
- ۱۶- بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا
- ۱۷- بَابُ مَنْ شَرِبَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ
- ۱۸- بَابُ: أَلَا يَمْنَنَ فَلَا يَمْنَنَ، فِي الشُّرْبِ
- ۱۹- بَابُ: هَلْ يَسْتَأْذِنُ الرَّجُلُ مَنْ عَنْ يَمِينِهِ فِي الشُّرْبِ لِيُعْطِيَ الْأَكْبَرَ؟
- ۲۰- بَابُ الْكَزْعِ فِي الْحَوْضِ
- ۲۱- بَابُ خِدْمَةِ الصَّغَارِ الْكِبَارِ
- ۲۲- بَابُ تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ
- ۲۳- بَابُ اخْتِيَابِ الْأَسْقِيَةِ
- ۲۴- بَابُ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السَّقَاءِ
- ۲۵- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ
- ۲۶- بَابُ الشُّرْبِ بِنَفْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ
- ۲۷- بَابُ الشُّرْبِ فِي آيَةِ الذَّهَبِ
- ۲۸- بَابُ آيَةِ الْفِضَّةِ
- ۲۹- بَابُ الشُّرْبِ فِي الْأَفْدَاحِ
- ۳۰- بَابُ الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ ﷺ وَآيَتِهِ
- ۳۱- بَابُ شُرْبِ الْبَرَكَةِ وَالْمَاءِ الْمُبَارَكِ

- ۲- بَابُ شِدَّةِ الْمَرِيضِ باب: بیماری کی شدت 546
- ۳- بَابُ: أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءَ الْأَنْبِيَاءِ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ بَاب: لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی 547
- ۴- بَابُ وَجُوبِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ باب: بیمار کی مزاج پر سی واجب ہے 547
- ۵- بَابُ عِيَادَةِ الْمُغْمَى عَلَيْهِ باب: بے ہوش شخص کی عیادت کرنا 549
- ۶- بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ باب: گردش خون کے رکنے سے بے ہوش ہونے والے کی فضیلت 549
- ۷- بَابُ فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهُ باب: اس شخص کی فضیلت جس کی بینائی جاتی رہے 551
- ۸- بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ الرِّجَالِ باب: عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا 552
- ۹- بَابُ عِيَادَةِ الصَّبِيَّانِ باب: بچوں کی عیادت کرنا 553
- ۱۰- بَابُ عِيَادَةِ الْأَعْرَابِ باب: دیہاتیوں کی عیادت کرنا 554
- ۱۱- بَابُ عِيَادَةِ الْمُشْرِكِ باب: مشرک کی عیادت کرنا 555
- ۱۲- بَابُ: إِذَا عَادَ مَرِيضًا، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً باب: جب کسی مریض کی عیادت کی، وہیں نماز کا وقت ہو گیا تو وہ لوگوں کو نماز باجماعت پڑھائے 556
- ۱۳- بَابُ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ باب: مریض پر ہاتھ رکھنا 556
- ۱۴- بَابُ مَا يُقَالُ لِلْمَرِيضِ وَمَا يُجِيبُ باب: عیادت کے وقت مریض سے کیا کہا جائے اور وہ کیا جواب دے؟ 558
- ۱۵- بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ رَاكِبًا، وَمَا شَبَّاهُ، وَرِدْفًا عَلَى الْحِمَارِ باب: سوار ہو کر یا پیڈل یا گدھے پر پیچھے بیٹھ کر عیادت کرنے کے لیے جانا 559
- ۱۶- بَابُ مَا رُخِّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ: إِنِّي وَجِعٌ، أَوْ وَرَأْسَاهُ، أَوْ اسْتَدَّ بِي الْوَجَعُ باب: مریض کو اجازت ہے کہ وہ کہے: مجھے تکلیف ہے، یا ہائے میرا سر درد یا میری تکلیف بہت بڑھ گئی ہے 561
- ۱۷- بَابُ قَوْلِ الْمَرِيضِ: قُومُوا عَنِّي باب: مریض کا یہ کہنا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ 565
- ۱۸- بَابُ مَنْ ذَهَبَ بِالصَّبِيِّ الْمَرِيضِ لِيُدْعَى لَهُ باب: بیمار بچے کو کسی کے پاس لے جانا تاکہ اس کے لیے دعا کی جائے 566
- ۱۹- بَابُ تَمَنِّي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ باب: بیمار آدمی کا موت کی خواہش کرنا 566

- باب: عیادت کرنے والا مریض کے لیے شفا یابی کی دعا کرے 569
- باب: عیادت کرنے والے کا مریض کے لیے وضو کرنا 570
- باب: جس نے وبا اور بخار دور کرنے کے لیے دعا کی 571
- ۲۰- بَابُ دُعَاءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ
- ۲۱- بَابُ وَضُوءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ
- ۲۲- بَابُ مَنْ دَعَا بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْحُمَى

## 573 علاج و علاج کا بیان

## ۷۶ کتاب الطب

- باب: اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی اس کے لیے شفا بھی نازل کی 574
- باب: کیا مرد، عورت ایک دوسرے کا علاج کر سکتے ہیں؟ 576
- باب: شفا تین چیزوں میں ہے 576
- باب: شہد سے علاج کرنا 578
- باب: اونٹنی کے دودھ سے علاج کرنا 580
- باب: اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنا 581
- باب: کلونجی کا بیان 581
- باب: مریض کے لیے حریرہ بنانا 583
- باب: ناک میں دوا ڈالنا 584
- باب: قطہ ہندی یا قطہ بحری سے سحوط کرنا 584
- باب: سینگی کس وقت لگوائی جائے؟ 585
- باب: دوران سفر اور حالت احرام میں سینگی لگوانا 586
- باب: بیماری کی وجہ سے سینگی لگوانا 587
- باب: سر میں سینگی لگوانا 588
- باب: آدھے پاپورے سردرد کے لیے سینگی لگوانا 589
- باب: تکلیف کی وجہ سے سرمندوانا 590
- باب: جس نے خود کو داغ دیا یا دوسرے کو داغا اور اس کی فضیلت جو خود کو نہ داغے 590
- باب: آنکھوں میں تکلیف کے باعث اٹھا اور سرمہ لگانا 593
- ۱- بَابُ: مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً
- ۲- بَابُ: هَلْ يَدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَالْمَرْأَةُ الرَّجُلَ؟
- ۳- بَابُ: الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ
- ۴- بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ
- ۵- بَابُ الدَّوَاءِ بِالْبُيَاضِ الْإِبِلِ
- ۶- بَابُ الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ
- ۷- بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ
- ۸- بَابُ الثَّلْبِينَةِ لِلْمَرِيضِ
- ۹- بَابُ السَّعُوطِ
- ۱۰- بَابُ السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبُحْرِيِّ
- ۱۱- بَابُ: أَيَّةُ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ
- ۱۲- بَابُ الْحَجَمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِحْرَامِ
- ۱۳- بَابُ الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ
- ۱۴- بَابُ الْحِجَامَةِ عَلَى الرَّأْسِ
- ۱۵- بَابُ الْحَجَمِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالضَّدَاعِ
- ۱۶- بَابُ الْحَلْقِ مِنَ الْأَدَى
- ۱۷- بَابُ مَنْ أَكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ، وَفَضْلُ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ
- ۱۸- بَابُ الْإِنْتِمِدِ وَالْكُخْلِ مِنَ الرَّمَدِ

- ۱۹- بَابُ الْجُدَامِ باب: کوڑھ کا مرض 594
- ۲۰- بَابُ: أَلْمَنِ شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ باب: من، آنکھ کے لیے شفا ہے 595
- ۲۱- بَابُ اللَّذُودِ باب: مریض کے منہ میں ایک طرف دوا ڈالنا 596
- ۲۲- بَابُ: باب: بلا عنوان 598
- ۲۳- بَابُ الْعُذْرَةِ باب: تالوگر جانے کا بیان 599
- ۲۴- بَابُ دَوَاءِ الْمَبْطُونِ باب: اسہال کا علاج 600
- ۲۵- بَابُ: لَا صَفَرٌ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبُطْنَ باب: صفر، یعنی پیٹ کی بیماری کے متعلق جان لیوا ہونے کا عقیدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا 601
- ۲۶- بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ باب: ذات الجنب کا بیان 602
- ۲۷- بَابُ حَرْقِ الْخَصِيرِ لِيَسَدَّ بِهِ الدَّمُ باب: زخم کا خون بند کرنے کے لیے چٹائی کو جلانا 604
- ۲۸- بَابُ: أَلْحَمَى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ باب: بخار، دوزخ کی بھاپ سے ہے 604
- ۲۹- بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تَلَايِمُهُ باب: جہاں آب و ہوا موافق نہ ہو وہاں سے کسی دوسری جگہ جانا 606
- ۳۰- بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الطَّاعُونِ باب: طاعون کا بیان 607
- ۳۱- بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ باب: طاعون میں صبر کر کے وہیں رہنے والے شخص کے اجر کا بیان (گوا سے طاعون نہ ہو) 612
- ۳۲- بَابُ الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوَّذَاتِ باب: قرآن اور معوذات پڑھ کر دم کرنا 613
- ۳۳- بَابُ الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ باب: سورۃ فاتحہ سے دم جھاڑ کرنا 616
- ۳۴- بَابُ الشَّرُوطِ فِي الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ باب: سورۃ فاتحہ سے دم کرنے میں کوئی شرط عائد کرنا 618
- ۳۵- بَابُ رُقِيَةِ الْعَيْنِ باب: نظر بد لگ جانے سے دم کرنا 619
- ۳۶- بَابُ: الْعَيْنُ حَقٌّ باب: نظر بد برحق ہے 620
- ۳۷- بَابُ رُقِيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ باب: سانپ اور بچھو کے ڈسنے پر دم کرنا 620
- ۳۸- بَابُ رُقِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ باب: نبی ﷺ کا خود دم کرنا 621
- ۳۹- بَابُ التَّمْطِ فِي الرُّقَى باب: جھاڑ پھونک کرتے وقت تھو تھو کرنا 624
- ۴۰- بَابُ مَسْحِ الرَّاقِيِ الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى باب: دم کرنے والے کا متاثرہ جگہ پر دایاں ہاتھ پھیرنا 627
- ۴۱- بَابُ: الْمَرْأَةُ تَرْقِي الرَّجُلَ باب: عورت مرد کو دم کر سکتی ہے 628



- ۶۲۸ باب: دم جھاز نہ کرنے کی فضیلت
- ۶۳۰ باب: بدگھوئی لینے کا بیان
- ۶۳۲ باب: نیک فال لینے کا بیان
- ۶۳۲ باب: ہامہ کوئی شے نہیں
- ۶۳۳ باب: کہانت کا بیان
- ۶۳۶ باب: جادو کا بیان
- ۶۳۹ باب: شرک اور جادو انتہائی ہلاکت خیز ہیں
- ۶۳۹ باب: کیا جادو نکالا جائے؟
- ۶۴۲ باب: جادو کا بیان
- ۶۴۳ باب: بعض تقاریر جادو اثر ہوتی ہیں
- ۶۴۴ باب: عجوہ کھجور کے ذریعے سے علاج کرنا
- ۶۴۵ باب: ہامہ کوئی چیز نہیں
- باب: (امراض کے طبی طور پر) متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں
- ۶۴۹ باب: نبی ﷺ کو زہر دیے جانے کا بیان
- باب: زہر پینے، اس کے ذریعے سے علاج کرنے، نیز خطرناک اور ناپاک دوا کے استعمال کرنے کی ممانعت
- ۶۵۲ باب: گدھی کے دودھ کا بیان
- ۶۵۳ باب: جب برتن میں مکھی گر جائے
- ۴۲- بَابُ مَنْ لَمْ يَزِقْ
- ۴۳- بَابُ الطَّيْرِ
- ۴۴- بَابُ الْفَالِ
- ۴۵- بَابُ: لَا هَامَةَ
- ۴۶- بَابُ الْكِهَانَةِ
- ۴۷- بَابُ السَّحْرِ
- ۴۸- بَابُ: الشَّرْكَ وَالسَّحْرُ مِنَ الْمُؤَبَقَاتِ
- ۴۹- بَابُ: هَلْ يَسْتَخْرِجُ السَّحْرُ؟
- ۵۰- بَابُ السَّحْرِ
- ۵۱- بَابُ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا
- ۵۲- بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلْسَّحْرِ
- ۵۳- بَابُ: لَا هَامَةَ
- ۵۴- بَابُ: لَا عَذْوَى
- ۵۵- بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي سَمِّ النَّبِيِّ ﷺ
- ۵۶- بَابُ شُرْبِ السَّمِّ وَالِدَّوَاءِ بِهِ، وَمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالْخَيْبِ
- ۵۷- بَابُ أَلْبَانِ الْأُنْثَى
- ۵۸- بَابُ: إِذَا وَقَعَ الذَّبَابُ فِي الْإِنَاءِ

- ۱- وَ [بَابُ] قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِبِئَادِهِ﴾ [الاعراف: ۳۲]
- ۲- بَابُ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءٍ
- ۳- بَابُ التَّشْمِيرِ فِي الثِّيَابِ
- باب: ارشاد باری تعالیٰ: ”آپ کہہ دیں کہ کس نے وہ زیب و زینت کی چیزیں حرام کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں“ کا بیان
- باب: جس نے تکبر کے بغیر اپنی چادر کو زمین پر گھسیٹا
- باب: کپڑا سمیٹنا

- ۶۶۰ باب: جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہودہ آگ میں ہوگا
- ۶۶۱ باب: جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹا
- ۶۶۴ باب: ڈورے دار چادر کا بیان
- ۶۶۵ باب: چادروں کا بیان
- ۶۶۶ باب: قمیص پہننا
- ۶۶۸ باب: قمیص کا گریبان سینے وغیرہ کے پاس ہو
- ۶۶۹ باب: جس نے دوران سفر میں تنگ آستینوں والا جبہ پہنا
- ۶۷۰ باب: دوران جنگ میں اونی جبہ پہننا
- ۶۷۱ باب: قبا اور ریشمی فروج کا بیان
- ۶۷۲ باب: لمبی ٹوپوں کا بیان
- ۶۷۳ باب: پاجامہ یا شلوار پہننے کا بیان
- ۶۷۴ باب: گچڑیوں کا بیان
- ۶۷۵ باب: سر اور کچھ چہرہ ڈھانپنے (ڈھانٹا باندھنے) کا بیان
- ۶۷۷ باب: خود پہننے کا بیان
- ۶۷۸ باب: دھاری دار، یعنی اور اونی چادروں (کملیوں) کا بیان
- ۶۸۱ باب: کملیوں اور حاشیہ دار اونی چادروں کا بیان
- ۶۸۳ باب: اشتمال الصماء کا بیان
- ۶۸۵ باب: ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا
- ۶۸۵ باب: کالی کملی کا بیان
- ۶۸۷ باب: سبز کپڑوں کا بیان
- ۶۸۸ باب: سفید کپڑوں کا بیان
- ۶۹۰ باب: مردوں کے لیے کس حد تک ریشم پہننا جائز ہے
- ۶۹۴ باب: پہنے بغیر ریشم کو صرف ہاتھ لگانا
- ۶۹۴ باب: ریشم بچھانے کا بیان
- ۶۹۵ باب: ریشمی دھاری دار کپڑے پہننے کا بیان
- باب: خارش کی وجہ سے مردوں کو ریشمی کپڑے پہننے کی
- ۴- بَابُ مَا أَشْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ
- ۵- بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخَيْلَاءِ
- ۶- بَابُ الْإِزَارِ الْمُهْدَبِ
- ۷- بَابُ الْأَزْدِيَّةِ
- ۸- بَابُ لُبْسِ الْقَمِيصِ
- ۹- بَابُ جَنْبِ الْقَمِيصِ مِنْ عِنْدِ الصَّدْرِ وَغَيْرِهِ
- ۱۰- بَابُ مَنْ لَبَسَ جُبَّةَ ضَيْقَةِ الْكُمَيْنِ فِي السَّفَرِ
- ۱۱- بَابُ لُبْسِ جُبَّةِ الصُّوفِ فِي الْغَزْوِ
- ۱۲- بَابُ الْقَبَاءِ وَقُرُوجِ حَرِيرِ
- ۱۳- بَابُ الْبَرَانِسِ
- ۱۴- بَابُ السَّرَاوِيلِ
- ۱۵- بَابُ الْعَمَائِمِ
- ۱۶- بَابُ التَّقْنِيعِ
- ۱۷- بَابُ الْمَغْفَرِ
- ۱۸- بَابُ الْبُرُودِ وَالْجَبْرِ وَالشَّمْلَةِ
- ۱۹- بَابُ الْأَكْسِيَّةِ وَالْخَمَائِصِ
- ۲۰- بَابُ اسْتِمَالِ الصَّمَاءِ
- ۲۱- بَابُ الْأَحْتِيَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ
- ۲۲- بَابُ الْخَمِيصَةِ السَّوْدَاءِ
- ۲۳- بَابُ الثِّيَابِ الْخَضِرِ
- ۲۴- بَابُ الثِّيَابِ الْبَيْضِ
- ۲۵- بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِلرِّجَالِ وَقَدَرِ مَا يَجُوزُ مِنْهُ
- ۲۶- بَابُ مَنْ مَسَّ الْحَرِيرَ مِنْ غَيْرِ لُبْسٍ
- ۲۷- بَابُ افْتِرَاشِ الْحَرِيرِ
- ۲۸- بَابُ لُبْسِ الْقَسِّيِّ
- ۲۹- بَابُ مَا يُرَحَّصُ لِلرِّجَالِ مِنَ الْحَرِيرِ لِلْحِكَّةِ

رخصت کا بیان

696

697

باب: عورتوں کے لیے ریشمی لباس  
باب: نبی ﷺ اپنے لیے کس قسم کا لباس اور بستر تجویز کرتے تھے

699

702

باب: جو شخص نیا لباس پہنے اسے کیا دعا دی جائے؟

703

باب: مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کی ممانعت

704

باب: زعفران سے رنگا ہوا کپڑا

704

باب: سرخ کپڑے کا بیان

705

باب: سرخ زین پوش کا بیان

706

باب: صاف چمڑے اور غیر دباغت شدہ چمڑے کی جوتی پہننا

708

باب: پہلے دائیں پاؤں میں جوتا پہنے

709

باب: صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے

709

باب: پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اتارے

باب: جوتی کے دو تھے ہونا اور جس نے ایک تسمہ بھی کافی خیال کیا

710

خیال کیا

710

باب: چمڑے کے سرخ خیمے کا بیان

711

باب: چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا

712

باب: سونے کے ٹہن لگے ہوئے کپڑے پہننا

713

باب: سونے کی انگوٹھیوں کا بیان

715

باب: چاندی کی انگوٹھی کا بیان

716

باب: بلا منوان

718

باب: انگوٹھی کا گھینہ

718

باب: لوہے کی انگوٹھی کا بیان

720

باب: انگوٹھی پر کوئی نقش کندہ کرنا

721

باب: انگوٹھی چھنگلیا میں پہننا

باب: کسی چیز یا اہل کتاب وغیرہ کی طرف لکھ جانے

۳۰- بَابُ الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ

۳۱- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَجَوَّزُ مِنَ اللِّبَاسِ

وَالنِّسْطِ

۳۲- بَابُ مَا يُدْعَى لِمَنْ لَبَسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

۳۳- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّرَعُّفِ لِلرِّجَالِ

۳۴- بَابُ الثَّوْبِ الْمُرْعَفِ

۳۵- بَابُ الثَّوْبِ الْأَخْمَرِ

۳۶- بَابُ الْبِشْرَةِ الْحُمْرَاءِ

۳۷- بَابُ النَّعَالِ السَّيِّئَةِ وَغَيْرِهَا

۳۸- بَابُ: يَبْدَأُ بِالنَّعْلِ الْيُمْنَى

۳۹- بَابُ: لَا يَمْشِي فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ

۴۰- بَابُ: يَنْتَعِلُ النَّعْلَ الْيُسْرَى

۴۱- بَابُ قِيَالَيْنِ فِي نَعْلٍ، وَمَنْ رَأَى قِيَالًا وَاحِدًا

وَأَسْعَا

۴۲- بَابُ الْقُبَّةِ الْحُمْرَاءِ مِنْ أَدَمَ

۴۳- بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْحَصِيرِ وَتَحْوِهِ

۴۴- بَابُ الْمُرَرِّ بِالذَّهَبِ

۴۵- بَابُ خَوَاتِمِ الذَّهَبِ

۴۶- بَابُ خَاتَمِ الْفِضَّةِ

۴۷- بَابُ:

۴۸- بَابُ فَصِّ الْخَاتَمِ

۴۹- بَابُ خَاتَمِ الْحَدِيدِ

۵۰- بَابُ نَقْشِ الْخَاتَمِ

۵۱- بَابُ الْخَاتَمِ فِي الْخِنْصَرِ

۵۲- بَابُ اتِّخَاذِ الْخَاتَمِ لِيُخْتَمَ بِهِ الشَّيْءُ أَوْ

- 722 والے خطوط پر مہر لگانے کے لیے انگٹھی بنانا
- 722 باب: جس نے انگٹھی کا عکس تھیلی کی طرف کیا
- باب: نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ”کوئی شخص اپنی انگٹھی پر
- 723 آپ کا نقش کندہ نہ کرے“ کا بیان
- 724 باب: کیا انگٹھی کا نقش تین سطروں میں کندہ کرایا جائے؟
- 725 باب: عورتوں کے لیے انگٹھی کا بیان
- 726 باب: عورتوں کے لیے سادہ اور خوشبودار ہار پہننے کا بیان
- 726 باب: ہار مستعار (ادھار) لینا
- 727 باب: عورتوں کے لیے بالیاں پہننے کا بیان
- 728 باب: بچوں کے لیے ہاروں کا بیان
- باب: عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرنے والے مرد اور
- 729 مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں
- باب: عورتوں سے مشابہت کرنے والے زنانوں کو گھروں
- 730 سے نکلنے کا بیان
- 731 باب: مونچھیں کتر دانا
- 733 باب: ناخن کاٹنا
- 734 باب: ڈاڑھی بڑھانا
- 736 باب: بڑھاپے کے متعلق روایات کا بیان
- 738 باب: بالوں کو خضاب لگانا
- 739 باب: بیچ دار (گھنگریالے) بالوں کا بیان
- 744 باب: تلخید کا بیان
- 745 باب: بالوں میں مانگ نکالنا
- 746 باب: گیسور کھٹے کا بیان
- 747 باب: قزع کا بیان
- 749 باب: بیوی کا اپنے ہاتھوں سے شوہر کو خوشبو لگانا
- 749 باب: سر اور ڈاڑھی کو خوشبو لگانا
- لِيُكْتَبَ بِهِ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ
- ۵۳- بَابُ مَنْ جَعَلَ قَصَّ الْخَاتَمِ فِي بَطْنِ كَفِّهِ
- ۵۴- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَا يُنْقَشُ عَلَى نَفْسِ خَاتَمِهِ»
- ۵۵- بَابُ: هَلْ يُجْعَلُ نَفْسُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ؟
- ۵۶- بَابُ الْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ
- ۵۷- بَابُ الْقَلَائِدِ وَالسَّخَابِ لِلنِّسَاءِ
- ۵۸- بَابُ اسْتِعَارَةِ الْقَلَائِدِ
- ۵۹- بَابُ الْقُرْطِ لِلنِّسَاءِ
- ۶۰- بَابُ السَّخَابِ لِلصَّبِيَّانِ
- ۶۱- بَابُ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ
- ۶۲- بَابُ إِخْرَاجِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الْبُيُوتِ
- ۶۳- بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ
- ۶۴- بَابُ تَقْلِيمِ الْأَطْفَارِ
- ۶۵- بَابُ إِعْفَاءِ اللَّحْيِ
- ۶۶- بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الشَّيْبِ
- ۶۷- بَابُ الْخِضَابِ
- ۶۸- بَابُ الْجَعْدِ
- ۶۹- بَابُ التَّلْبِيدِ
- ۷۰- بَابُ الْفَرْقِ
- ۷۱- بَابُ الذَّوَائِبِ
- ۷۲- بَابُ الْقَرَعِ
- ۷۳- بَابُ تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِيَدَيْهَا
- ۷۴- بَابُ الطَّيِّبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ



- 750 باب: کنگھی کرنا ۷۵- بَابُ الْأَمِشَاطِ
- 751 باب: حائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کرنا ۷۶- بَابُ تَرْجِيلِ الْحَائِضِ زَوْجَهَا
- 751 باب: کنگھی کرتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا ۷۷- بَابُ التَّرْجِيلِ، وَالتَّيْمُنِ فِيهِ
- 752 باب: کستوری کا بیان ۷۸- بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الْمِسْكِ
- 752 باب: خوشبو لگانا مستحب ہے ۷۹- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الطِّيبِ
- 753 باب: خوشبو کو رو نہیں کرنا چاہیے ۸۰- بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ الطِّيبَ
- 753 باب: ذریعہ کا بیان ۸۱- بَابُ الذَّرِيعَةِ
- 754 باب: خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی عورتیں ۸۲- بَابُ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ
- 755 باب: مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنا ۸۳- بَابُ وَضْلِ الشَّعْرِ
- 758 باب: ابرو کے بال باریک کرنے والی عورتیں ۸۴- بَابُ الْمُتَمَصِّصَاتِ
- 759 باب: مصنوعی بال لگوانے والی عورت کا بیان ۸۵- بَابُ الْمُؤْصُولَةِ
- 761 باب: سرمہ بھرنے والی عورت کا بیان ۸۶- بَابُ الْوَأَشِمَةِ
- 762 باب: سرمہ بھروانے والی عورت کا بیان ۸۷- بَابُ الْمُشْتَوِشِمَةِ
- 763 باب: تصاویر کا بیان ۸۸- بَابُ التَّصَاوِيرِ
- 764 باب: قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کی سزا کا بیان ۸۹- بَابُ عَذَابِ الْمُصَوِّرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
- 765 باب: تصاویر کو توڑ دینے کا بیان ۹۰- بَابُ نَقْضِ الصُّورِ
- 767 باب: وہ تصاویر جو پاؤں تلے روندی جائیں ۹۱- بَابُ مَا وَطِئَ مِنَ التَّصَاوِيرِ
- 768 باب: جس نے تصویروں (والے گدے) پر بیٹھنا پسند نہ کیا ۹۲- بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقُعُودَ عَلَى الصُّورِ
- 770 باب: تصاویر والے کپڑے میں نماز پڑھنے کی کراہت ۹۳- بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي التَّصَاوِيرِ
- 771 باب: جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ۹۴- بَابُ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ
- 772 باب: جو اس گھر میں داخل نہ ہو جس میں تصویریں ہوں ۹۵- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ
- 772 باب: جس نے فوٹو گرافر پر لعنت کی ۹۶- بَابُ مَنْ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ
- 772 باب: جو تصویر بنائے گا قیامت کے دن اس پر زور ڈالا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے گا ۹۷- بَابُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً كُفِّلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفَخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ
- 773 باب: کسی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا ۹۸- بَابُ الْأَرِزْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ

775	باب: ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا	۹۹- بَابُ الثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ
775	باب: سواری کا مالک کسی کو اپنے آگے بٹھا سکتا ہے	۱۰۰- بَابُ حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ
776	باب: آدمی کا سواری پر کسی مرد کو پیچھے بٹھانا	۱۰۱- بَابُ إِزْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ
777	باب: سواری پر عورت اپنے محرم مرد کے پیچھے بیٹھ سکتی ہے	۱۰۲- بَابُ إِزْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ ذَا مَحْرَمٍ
778	باب: چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنا	۱۰۳- بَابُ الْإِسْتِلْقَاءِ وَوَضْعِ الرَّجُلِ عَلَى الْأُخْرَى





## نکاح کا لغوی و اصطلاحی مفہوم، اہمیت و افادیت اور شرائط

نکاح کے لغوی معنی ہیں: دو چیزوں کو ملا دینا اور جمع کرنا اور حقیقی معنی کی تین صورتیں ہیں: ○ عقد کے حقیقی معنی نکاح اور مجازی معنی مباشرت، یعنی جماع کرنا ہیں۔ اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ ○ عقد مباشرت میں حقیقت اور نکاح میں مجاز ہے۔ اسے فقہائے احناف نے اختیار کیا ہے۔ ○ عقد، نکاح اور مباشرت دونوں میں مشترک ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق یہ معنی قرین قیاس ہیں۔ ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ عرب لوگ اس میں لطیف سا فرق کرتے ہیں۔ جب وہ کہیں کہ فلاں شخص نے فلاں عورت یا فلاں لڑکی سے نکاح کیا ہے تو اس سے ان کی مراد عقد ہے اور اگر یہ کہیں کہ فلاں مرد نے اپنی عورت یا اپنی بیوی سے نکاح کیا ہے تو اس سے مراد دہلی (مباشرت) ہے۔ نکاح کے لغوی معنی کی تفصیل کے پیش نظر اس کے اصطلاحی معنی میں معمولی سا اختلاف واقع ہوا ہے مگر ان تمام تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جو دو مسلمان مرد اور عورت یا مسلمان مرد اور کتا بیہ عورت جائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل اور عصمت و عزت کی حفاظت کے لیے کرتے ہیں۔ جس طرح دیگر تمام معاملات میں دو آدمی آپس میں معاہدہ کرتے ہیں اور معاہدہ کرنے کے بعد دونوں پر اس وقت تک اس کی پابندی ضروری ہوتی ہے جب تک یہ یقین نہ کر لیا جائے کہ اس معاہدے کو باقی رکھنے میں کسی نہ کسی فریق کا کوئی مادی یا اخلاقی نقصان یقینی ہے، اس لیے شریعت نکاح کے تعلق کو بھی ایک مضبوط معاہدہ قرار دیتی ہے اور اس معاہدے کو اس وقت تک توڑنے کی اجازت نہیں دیتی جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کے توڑنے ہی میں اچھائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس معاہدے کو عقدِ نکاح سے تعبیر کیا ہے۔ عقدِ نکاح کے معنی گرہ دینے اور مضبوط باندھنے کے ہیں، یعنی نکاح کے ذریعے سے دونوں میاں بیوی مل کر اور بندھ کر ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں اور اس عالم رنگ و بو میں ایک صالح معاشرہ تشکیل دینے کا معاہدہ کرتے ہیں جس پر ایک صالح تہذیب اور پاکیزہ تمدن کا دار و مدار ہے۔ قرآن کریم نے نکاح کے مقابلے میں سفاح (بدکاری) کا لفظ اس مقصد کے پیش نظر استعمال کیا ہے کہ جس طرح نکاح کے ذریعے سے ایک پاکیزہ خاندان اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے اسی طرح سفاح کے ذریعے سے خاندان کے وجود اور معاشرے کی پاکیزگی میں ایک ایسا خلا پیدا ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی مضبوط تمدن پروان نہیں چڑھ سکتا۔ قرآن کریم نے بدکار مردوں کے لیے مُسَافِحِین اور فاحشہ عورتوں کے لیے مُسَافِحَات کا لفظ استعمال کیا ہے، نیز قرآن کریم نے بار بار سفاح سے بچنے کی تاکید کی ہے اور نکاح



کے ذریعے سے پاک دامنی کی ترغیب دی ہے۔

ہمارے نزدیک عقد نکاح کی دو حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت سے اس کا تعلق عبادات سے ہے اور دوسری حیثیت سے اس کا تعلق معاملات سے ہے۔ عبادات سے اس کا تعلق اس طرح ہے کہ عقد نکاح کے بعد اولاد کی تربیت، والدین اور دیگر رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک، نیز ان کے حقوق کی ادائیگی شریعت میں عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ خاندانی تعلقات کے ذریعے سے انسان بے شرمی اور بے حیائی سے محفوظ رہتا ہے اور بہت سے مواقعوں پر ظلم و زیادتی سے بچتا ہے اور یہ تعلقات آپس میں بھرداری کے جذبات کی پرورش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلقات کو مضبوط کرتے ہیں۔ عقد نکاح کا معاملات سے تعلق اس طرح ہے کہ ان کے ذریعے سے حقوق العباد ادا کرنے کی ابتدا ہوتی ہے اور اس میں کچھ مالی لین دین بھی ہوتا ہے، نیز اس عقد نکاح میں خرید و فروخت کی طرح ایجاب و قبول ہوتا ہے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے، یعنی عقد نکاح کا معاملہ دیوانی قانون کے تحت آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔“<sup>1</sup> دوسرے مقام پر اس رشتہ ازدواج کو ایک نعمت قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس نے نسب اور سسرال کا سلسلہ چلایا۔“<sup>2</sup>

ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہمارے ہاں عورت بہو بن کر آتی ہے تو اس سے نسبی رشتے داری محکم و مضبوط ہوتی ہے اور جب ہماری بیٹیاں دوسروں کے ہاں بہو بن کر جاتی ہیں تو اس سے سسرالی رشتہ مضبوط ہوتا ہے، پھر ان دونوں قسم کی رشتے داریوں کے باہمی تعلقات سے پورا معاشرہ جڑ جاتا ہے اور ایک ہی جیسا تمدن وجود میں آتا ہے۔ عقد نکاح کی اس اہمیت کے پیش نظر قرآن و حدیث میں اس کے متعلق تفصیل سے احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان کے حقوق و آداب کو ایک خاص انداز سے ذکر کیا گیا ہے تاکہ انسانی تہذیب کی یہ بنیادی اہمیت اپنی جگہ پر برقرار رہے، بصورت دیگر یا تو پوری عمارت زمین بوس ہو جائے گی یا ایسی ٹیڑھی اور کمزور ہوگی جس کے گرنے کا ہر وقت خطرہ لگا رہے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت اس کی اہمیت و افادیت، شرائط، حقوق و آداب اور مسائل و احکام کو بیان کیا ہے اور انھیں آسان اور سادہ اسلوب و طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اس کے لیے دو سو اٹھائیس (228) مرفوع احادیث کا انتخاب

کیا ہے، جن میں پینتالیس (45) متعلق اور متابع کی حیثیت سے ہیں۔ مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام سے چھتیس (36) آثار بھی نقل کیے ہیں، پھر انھوں نے ان احادیث و آثار پر تقریباً ایک سو پچیس (125) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں اور ہر عنوان ایک مستقل فتوے کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر عنوان کو قرآنی آیات اور احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے۔ اس عنوان میں صرف نکاح کے مسائل ہی نہیں بلکہ اس کے متعلقات کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بہر حال اس نکاح کے ذریعے سے ایک اجنبی اپنا اور ایک بے گانہ یگانہ بن جاتا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ایک مرد کسی کا باپ اور کسی کا بیٹا بنتا ہے، کسی کا دادا اور کسی کا پوتا ہوتا ہے، کسی کا ماموں اور کسی کا چچا ہوتا ہے، کسی کا بھائی اور کسی کا بہنوئی بنتا ہے۔ اس تعلق کی بنیاد پر ایک عورت کسی کی ماں، کسی کی دادی، کسی کی نانی، کسی کی بیٹی اور کسی کی بہن بنتی ہے، گویا تمام تعلقات نکاح کی پیداوار ہیں۔ انھی تعلقات سے انسان مہر و محبت، الفت و مودت، ادب و تمیز، شرم و حیا اور عفت و پاکبازی سیکھتا ہے۔ اگر نکاح کو ہٹا لیا جائے یا نکاح کی رسم تو ہو لیکن اس کے حقوق و آداب اور حدود و شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس کے ذریعے سے جو معاشرہ تشکیل پائے گا اس میں الفت و محبت، ہمدردی و غمگساری اور خوش خلقی کے بجائے ظلم و زیادتی، سردمہری، بے شرمی اور بے حیائی کا دور دورہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کے ذریعے سے ان تمام مذموم صفات کی روک تھام کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، پھر اس جوڑے کے ذریعے سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتوں کے حقوق کا لحاظ رکھو، اللہ تعالیٰ تمہارا مکمل طور پر نگران ہے۔“<sup>۱</sup>

اس آیت کو عقد نکاح کے موقع پر خطبہ نکاح میں پڑھا جاتا ہے تاکہ رشتہ نکاح کی یہ ذمہ داری اور فرض ذہن میں تازہ ہو جائے کہ یہ رشتہ تعلقات جوڑنے کے لیے قائم کیا جا رہا ہے توڑنے کے لیے نہیں اور یہ چھوٹا سا خاندان جو آج وجود میں آ رہا ہے یہ پہلی تجربہ گاہ ہے۔ اگر وہ اس چھوٹے سے کنبے کا حق ادا نہ کر سکا تو خاندان، معاشرے اور پوری انسانی دنیا کا حق بھی ادا نہ کر سکے گا۔ اس سلسلے میں ہماری گزارش ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ احادیث اور اخذ کردہ احکام و مسائل کا مطالعہ اس نیت سے کیا جائے کہ ہم نے اپنی زندگی میں ایک انقلاب لانا ہے اور دنیا میں ایک صالح معاشرہ قائم کرنا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس معیار کے مطابق پورا اترنے کی توفیق دے۔ آمین۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 67 - كِتَابُ النِّكَاحِ

### نکاح سے متعلق احکام و مسائل

باب: 1- نکاح کی رغبت دلانا

(۱) بَابُ التَّرْغِيبِ فِي النِّكَاحِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔“

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳]

وضاحت: اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب ہے کیونکہ امر کا صیغہ طلب کا تقاضا کرتا ہے۔ اس امر کا کم از کم درجہ استحباب ہے جو ترغیب کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں ہے: ”تم حلال پاکیزہ چیزوں کو حرام کر کے اپنے آپ پر زیادتی نہ کرو۔“<sup>۱</sup> اس میں طیب کو ترک کرنے کی بھی اور اس کے مرتکب کو زیادتی کرنے والا کہا گیا ہے۔<sup>۲</sup>

[5063] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ تین آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آئے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ جب انہیں (اس کی) خبر دی گئی تو انہوں نے اسے کم خیال کیا، کہنے لگے کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے کیا مقابلہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ بخش دیے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔

۵۰۶۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الطَّوِيلُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَانَتْهُمْ تَقَالُوهَا فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَأَنَا أَصْلَى اللَّيْلِ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أَفْطِرُ،



تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے اور آپ نے ان سے پوچھا: ”کیا تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ خبردار! اللہ کی قسم! میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اس کے علاوہ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔“

وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «أَنْتُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذًا وَكَذَا؟ أَمَّا وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتَقَاتُكُمْ لَهُ، لِكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي».

🌟 فوائد و مسائل: ① اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اس میں بے جا رہبانیت اور بلاوجہ ترک دنیا کا تصور نہیں ہے کیونکہ یہ دین فطرت ہے اور عورتوں سے نکاح نہ کرنا فطرت کی خلاف ورزی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام ﷺ کے متعلق فرمایا: ”آپ سے پہلے ہم نے بہت سے رسول بھیجے اور انھیں ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔“<sup>۱</sup> عام طور پر جاہل لوگ خیال کرتے ہیں کہ نکاح کرنا اور بال بچوں والا ہونا تو دنیا دار قسم کے لوگوں کا کام ہے۔ لیکن ان کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ بشر ہی تھے اور بشری تقاضوں کو پورا کرنے والے تھے۔ ② درج بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اسی قسم کی فکری اصلاح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے تارک دنیا ہونا ضروری نہیں بلکہ ایسا کرنا اپنی فطرت سے جنگ کرنا ہے۔ شادی نکاح کرنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے جو اس سے روگردانی کرتا ہے اس کا تعلق دین اسلام سے کٹ جاتا ہے۔ واللہ أعلم۔

[5064] حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق سوال کیا: ”اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں دو دو، خواہ تین تین، خواہ چار چار سے تم نکاح کر لو۔ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے یا لونڈی جو تمہاری ملکیت میں ہو۔ اس صورت میں قوی امید ہے کہ تم ظلم و زیادتی نہیں کرو گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

۵۰۶۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَمِيعٍ حَسَّانَ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِسُوا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُ الْيَتَامَىٰ﴾ وَلَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٌ وَنُكْتٌ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا [النساء: ۳] قَالَتْ: يَا ابْنَ أَخْتِي، الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلِيَّهَا فَيَرْغَبُ فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا،



نے فرمایا: اے بھانجے! آیت کریمہ میں ایسی یتیم لڑکی کا ذکر ہے جو اپنے سرپرست کی پرورش میں ہو اور وہ اس کے مال و متاع اور حسن و جمال کی وجہ سے اس کی طرف مائل ہو اور اس سے معمولی حق مہر کے بدلے شادی کرنا چاہتا ہو تو آیت کریمہ میں ایسے شخص کو یتیم لڑکی سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں، اگر اس کے ساتھ انصاف کر سکتا ہو اور پورا حق مہر دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو اجازت ہے۔ بہر حال ایسے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زیر پرورش (یتیم بچیوں) سے نکاح کرنے کے بجائے دوسری عورتوں سے شادی کر لیں۔

يُرِيدُ أَنْ يَنْزَوِجَهَا بِأَذْنِي مِنْ سُنَّةِ صَدَاقِهَا، فَتُحْوَلُ أَنْ يَنْكَحُوهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا فَيَكْمِلُوا الصَّدَاقَ، وَأَمَرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهَا مِنَ النِّسَاءِ. [راجع: ۲۴۹۴]

🌞 **فوائد ومسائل:** ① اس حدیث میں حق مہر پورا دینے کی نیت سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ اس سے شرمگاہ کی حفاظت، نسل کی ضمانت اور نو مولود کی سفارش کی توقع ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ نا تمام بچہ بھی اپنے والدین کی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرے گا۔ ② بہر حال نکاح بظاہر دنیوی معاملہ نظر آتا ہے لیکن جب مصالح اور اغراض دینیہ پر غور کیا جاتا ہے تو اس کا تعلق امور دینیہ اور عبادت سے ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ”تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی ہوں کیونکہ میں قیامت کے دن امت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“<sup>۱</sup> اس حدیث میں صیغہ امر موجود ہے جس کا ادنیٰ مرتبہ استحباب ہے اور اگر شہوت کے غلبے کی وجہ سے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو نکاح کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 2- نبی ﷺ کے فرمان: ”جو تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کو محفوظ کرتا ہے“ نیز کیا وہ جسے نکاح کی حاجت نہ ہو نکاح کرے؟ کا بیان

(۲) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ اسْتَطَاعَ [مِنْكُمْ] الْبَاءَةَ فَلْيَنْزَوِجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَخْصَنُ لِلْفَرْجِ». وَهَلْ يَنْزَوِجُ مَنْ لَا أَرْبَ لَهُ فِي النِّكَاحِ؟

🌞 **وضاحت:** اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متعدد مقامات پر متصل سند سے بیان کیا ہے۔<sup>۲</sup> اس عنوان کے دو اجزاء ہیں: ۱۔ جس میں نکاح کی ذمہ داری ادا کرنے کی ہمت ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے۔ ۲۔ جس کے لیے نکاح کی ضرورت نہ ہو

اسے نکاح کرنا ضروری نہیں۔ عنوان کے دونوں اجزاء کو درج ذیل احادیث سے ثابت کیا ہے۔

۵۰۶۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ بِمَنْى فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَخَلَيْتَا فَقَالَ عُثْمَانُ : هَلْ لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي أَنْ نُزَوِّجَكَ بِكَرًا تُذَكِّرُكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ؟ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى هَذَا أَشَارَ إِلَيَّ فَقَالَ : يَا عَلْقَمَةُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ : أَمَّا لَيْتُنْ قُلْتُ ذَلِكَ، لَقَدْ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ : «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ» . [راجع: ۱۹۰۵]

[5065] حضرت علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ملاقات کی اور انھوں نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمن! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ پھر وہ دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ (اس دوران میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمن! کیا آپ پسند کریں گے کہ ہم آپ کا نکاح کسی کنواری لڑکی سے کر دیں جو آپ کے گزشتہ ایام کی یاد تازہ کر دے؟ چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے، اس لیے انھوں نے مجھے اشارہ فرمایا اور کہا: علقمہ! ادھر آؤ۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ یہ کہہ رہے تھے: اگر آپ کا پروگرام ہو تو نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا: ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہیے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھ لے کیونکہ ان سے نفسانی خواہشات ٹوٹ جاتی ہیں۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خستہ حال دیکھا تو انھیں احساس ہوا کہ یہ خستہ حالی نوجوان بیوی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے تو انھوں نے کنواری نوجوان لڑکی سے شادی کی پیش کش فرمائی کیونکہ نوجوان لڑکی سے شادی کرنا نشاط و قوت کا باعث ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے علمی مشاغل کی وجہ سے اس مخلصانہ پیشکش کو قبول کرنے سے معذرت کر لی اور نوجوان شاگرد حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے لیے سفارش کر دی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اور پیش کردہ حدیث سے اشارہ فرمایا کہ نکاح سنت ضرور ہے لیکن اگر کسی کو حاجت نہ ہو تو اس کے لیے ضروری نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بے رغبتی کا مظاہرہ کیا۔ ③ ”وَجَاءَ“ کے لغوی معنی خفی ہونا ہیں لیکن خفی ہونے کی کسی حالت میں اجازت نہیں ہے بلکہ اس کا متبادل یہ ہے کہ شہوت توڑنے کے لیے روزے رکھے جائیں۔ یاد رہے کہ ایک در روزے کسر شہوت کے لیے کافی نہیں بلکہ التزام سے روزے رکھنا شہوت توڑنے کا موجب بنتا ہے۔

## (۳) بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيَصُمْ

باب: 3- جو نکاح (کے لوازمات) کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے

۵۰۶۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنْ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصْرِ وَأَخْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ». [راجع: ۱۹۰۵]

[5066] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نوجوان رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ”نوجوانو! جو کوئی تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کر لے کیونکہ نکاح کا عمل آنکھ کو بہت زیادہ نیچے رکھنے والا اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا، اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ یہ اس کے لیے شہوت توڑنے والے ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) حدیث میں الْبَاءَةُ سے جسمانی اور مالی طاقت مراد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا خطاب ان نوجوانوں سے ہے جنہیں عورتوں کی خواہش ہو اور وہ اس خواہش کو نظر انداز نہ کر سکتے ہوں۔ (۲) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہوت کا جوش کم کرنے کے لیے دوائی وغیرہ سے علاج کرانا جائز ہے تاکہ جوش جاتا رہے اور انسان پرسکون ہو کر زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔ بالکل نسل بندی کر کے شہوت ختم کر دینا صحیح نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان کو نکاح کی قدرت حاصل ہو جائے تو اسے ندامت و شرمساری کا سامنا کرنا پڑے۔ (۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہوت توڑنے کے لیے غیر فطری اشیاء کا استعمال جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایسے انسان کے لیے روزے رکھنے تجویز فرمائے ہیں لیکن ایک دو روزے تو شہوت کو ابھارنے کا باعث ہوتے ہیں، اس لیے کثرت سے روزے رکھنا شہوت کے جوش کو کم کرنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

## (۴) بَابُ كَثْرَةِ النِّسَاءِ

باب: 4- تعدد ازواج کا بیان

وضاحت: رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو اس وقت آپ کی نو بیویاں تھیں۔ دعوت و تبلیغ کے پیش نظر آپ نے اتنی عورتوں سے نکاح کیا۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ ایک آدمی بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔

[5067] حضرت عطاء سے روایت ہے، انھوں نے کہا

۵۰۶۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا



کہ ہم ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھے جو مقام سرف میں پڑھا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، تم جب ان کا جنازہ اٹھاؤ تو اسے جھٹکے نہ دینا اور نہ زور، زور سے حرکت دینا بلکہ آہستہ آہستہ نرمی سے لے کر چلو۔ بلاشبہ نبی ﷺ کے پاس (وفات کے وقت) نبیویاں تھیں، ان میں سے آٹھ کے لیے تو آپ نے باری مقرر کر رکھی تھی لیکن ایک کی باری نہیں تھی۔

هَشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ: حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُونَةَ بِسَرِفٍ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَذِهِ زَوْجَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْسَهَا فَلَا تُزْغِرُوهَا وَلَا تُزَلِّزُوهَا وَارْفُقُوا، فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ تِسْعٌ، كَانَ يُقْسِمُ لِإِمَانٍ وَلَا يُقْسِمُ لَوَاحِدَةٍ.

🌟 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے مقام سرف پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا اور اسی مقام پر ان کی وفات ہوئی۔ یہ مقام مکہ مکرمہ سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کی بیک وقت نو (9) بیویاں تھیں، ان میں سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی بڑھاپے کی وجہ سے باری مقرر نہ تھی بلکہ انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے حقوق کا خیال رکھتے تھے تو ہمیں بھی ان کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی زندگی اور موت کے بعد مکرم و تعظیم میں فرق نہیں آنا چاہیے۔ بیک وقت نو (9) بیویاں رکھنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ وہ اہل ایمان کی مائیں قرار دی گئیں اور آپ کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا۔ امت کے افراد کو بیک وقت صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ وہ بھی عدل و انصاف کے ساتھ مشروط ہے۔ قرآن کریم نے وضاحت کی ہے کہ اگر عدل و انصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک بیوی پر اکتفا کیا جائے۔<sup>1</sup> ③ تعدد ازواج کے سلسلے میں ہم افراط و تفریط کا شکار ہیں، چنانچہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام میں تعدد ازواج کی کوئی حد مقرر نہیں اور قرآن کریم میں جو دو، دو، تین تین اور چار چار کے الفاظ آئے ہیں وہ بطور محاورہ ہیں لیکن یہ موقف دو لحاظ سے غلط ہے: ایک یہ کہ اگر اجازت عام ہوتی تو صرف یہ الفاظ کافی تھے: ”دوسری عورتوں سے شادی کر لو جو تمہیں پسند ہوں“ چار تک تعین کرنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ سنت نے چار تک حد مقرر کر دی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہما جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان میں سے چار کا انتخاب کرلو۔“<sup>2</sup> حدیث کی وضاحت کے بعد کسی مسلمان کا شیوہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری بات کرے۔ اس سلسلے میں تفریط یہ ہے کہ صرف ایک عورت سے شادی کی جائے۔ ان لوگوں کے ہاں تعدد ازواج کی اجازت ہنگامی اور جنگی حالات میں تھی، یہ حضرات مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تمہیں خدشہ ہو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی کافی ہے۔“<sup>2</sup> پھر اس سورت میں ہے: ”اگر تم چاہو بھی کہ اپنی بیویوں کے ساتھ انصاف کرو تو تم ایسا نہ کر سکو گے۔“<sup>3</sup> گویا پہلے تعدد ازواج کی جو مشروط اجازت دی گئی تھی اسے آئندہ



آیت سے ختم کر دیا گیا۔ یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ مذکورہ آیت میں مذکور ہے: ”لہذا اتنا تو کرو کہ بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ اور دوسری کو ٹکلتا ہوا چھوڑ دو“ اور جن باتوں کی طرف عدم انصاف کا اشارہ ہے اس سے مراد وہ امور ہیں جو انسان کے اختیار میں نہیں اور انصاف کا مطالبہ صرف ان باتوں میں ہے جو اس کے اختیار میں ہیں جیسے نان و نفقہ، اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اور شب ببری کے سلسلے میں باری مقرر کرنا وغیرہ، چنانچہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ”یا اللہ! جن باتوں میں مجھے اختیار ہے ان میں سب بیویوں سے ایک جیسا سلوک کرنا ہوں اور جو باتیں میرے اختیار میں نہیں تو وہ مجھے معاف فرمادے۔“<sup>۱</sup> امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ قلبی تعلقات میں انسان بے اختیار ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۰۶۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَطَوَّفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَهُ تِسْعُ نِسْوَةٍ. وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۲۶۸]

[5068] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے تھے جبکہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔ (امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، ان سے یزید بن زریع نے، ان سے سعید نے، ان سے قتادہ نے، ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے پھر یہی حدیث بیان کی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں نو (9) ازواج مطہرات کے ذکر سے کثرت کو ثابت کیا ہے لیکن یہ نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ امت کے لیے چار سے زیادہ بیویوں کو بیک وقت جمع کرنا جائز نہیں۔ ان کے ساتھ عدل و انصاف کی شرط لگائی گئی ہے، بصورت دیگر ایک پر اکتفا کیا جائے۔ ② جو نو بیویاں آخری زندگی تک آپ کے نکاح میں تھیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ③ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، ④ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ⑤ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، ⑥ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ⑦ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، ⑧ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، ⑨ حضرت زینب رضی اللہ عنہا، ⑩ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، ⑪ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ان میں سے آٹھ کے لیے باری مقرر تھی، البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ نو بیویاں ہونے کے باوجود آپ کے عادلانہ رویے کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی بیوی کو شکایت کا موقع نہیں ملا۔ ③ دور حاضر میں کچھ روشن خیال لوگ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کو مذموم فعل قرار دیتے ہیں۔ اس مغربی تحفیل کی دو بنیادیں ہیں: پہلی بنیاد فحاشی، بدکاری، داشتائیں رکھنے کی عام اجازت اور جنسی آوارگی ہے جسے مغربی معاشرے میں مستحسن فعل کہا جاتا ہے اور دوسری بنیاد مادیت پرستی ہے جس میں ہر شخص یہ تو چاہتا ہے کہ اس کا معیار زندگی بلند ہو اور اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلانے مگر ان پر چونکہ بے پناہ اخراجات اٹھتے ہیں جو ہر انسان پورے نہیں کر سکتا، لہذا وہ اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہی نہ ہو یا ہو تو کم از کم، یعنی ”بچے دو ہی اچھے“ کا مصداق ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ بیوی ایک بھی نہ ہو بلکہ اس ذمے داری کو اٹھانے کے بجائے بدکاری سے ہی کام چلتا رہے لیکن اسلام سب

① سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2134.

سے زیادہ زور ہی مرد اور عورت کی عفت پر دیتا ہے اور ہر طرح کی فحاشی کو مذموم فعل قرار دیتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ مرد تو اپنی جوانی کے ایام میں اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے مگر عورت کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ اسے ہر ماہ ایام حیض میں اس فعل سے نفرت ہوتی ہے، پھر حمل کی صورت میں، اس کے بعد ایام رضاعت میں بھی وہ اس فعل کی طرف راغب نہیں ہوتی، البتہ اپنے خاوند کی محبت اور اصرار کے بعد اس کام پر آمادہ ہو جائے تو الگ بات ہے۔ بسا اوقات عورت انکار بھی کر دیتی ہے لیکن مرد اتنی مدت تک صبر نہیں کر سکتا۔ اب اس کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو نکاح کرے یا فحاشی کی طرف مائل ہو جائے۔ اسلام نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے۔ وہ اس کی عفت و عصمت کی حفاظت کے ساتھ اسے جنسی خواہش مٹانے کی اجازت دیتا ہے۔ عقل کے اعتبار سے اس میں بالکل کوئی خرابی نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۰۶۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ: [5069] حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَمَامِيِّ، انھوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا: شادی کر لو کیونکہ اس امت کے جو بہترین شخص خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَخْبَرَهَا نِسَاءً۔

🌞 فوائد و مسائل: ﴿۱﴾ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ایک انسان کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ ان میں انصاف کیا جائے اور انسان ان کے حقوق ادا کرنے کی ہمت رکھتا ہو، البتہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے۔ ﴿۲﴾ رسول اللہ ﷺ نے عمر کے آخر میں نو بیویاں رکھی تھیں۔ اتنی بیویاں رکھنے کا مقصد نعوذ باللہ شہوت رانی یا عیاشی نہ تھا بلکہ دینی اور بہت سے دنیاوی مصالح کا فرماتھے۔ ان میں بھی کئی ایک بوڑھی بیوہ تھیں جنہیں صرف ملی اور قومی مفاد کے پیش نظر آپ ﷺ نے نکاح میں قبول فرمایا تھا۔ ﴿۳﴾ اس پر بھی بعض مغرب زدہ آزاد خیال عورتوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مرد تو چار چار عورتوں سے شادی کرے اور عورت صرف ایک ہی شوہر پر اکتفا کرے؟ اس قسم کا اعتراض تو کوئی گھٹیا اور انتہائی بے حیا عورت ہی کر سکتی ہے کہ اسے بھی بیک وقت چار مردوں سے شادی کی اجازت ہونی چاہیے جبکہ اسلام کے عادلانہ قانون میں اگر مرد چار بیویاں رکھ لے تو اس سے نسب میں کوئی اختلاط پیدا نہیں ہوتا اور نہ وراثت کے مسائل میں کوئی الجھن ہی پیش آتی ہے۔ اس کے برعکس اگر عورت دو مردوں سے اختلاط رکھے تو اس سے نسب بھی مشکوک ہو جاتا ہے کیونکہ نسب کا تعلق مرد سے ہے، عورت سے نہیں۔ اور میراث کے مسائل میں بھی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر عورت کو چار شوہر رکھنے کی اجازت دی جائے تو وہ رہے گی کس کے گھر میں؟ اس کے نان و نفقہ اور اس کی اولاد کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ اس اعتراض کو ہم ایک دوسرے زاویے سے دیکھتے ہیں کہ جنسی خواہش جیسے انسانوں میں ہوتی ہے ایسے حیوانات میں بھی ہے اور مرد کو تو چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے جبکہ ہم گوالوں کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے دودھ کے لیے بیس بیس بھینسیں رکھی ہوتی ہیں اور ان کے ہاں بھینسا صرف ایک ہوتا ہے۔ کیا ایسا بھی کسی نے دیکھا ہے

کہ کسی گوالے نے بھینسے تو میں رکھے ہوں اور بھینس صرف ایک ہی ہو؟ اب خود ہی غور فرمائیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

(۵) بَابُ مَنْ هَاجَرَ أَوْ عَمِلَ خَيْرًا لِتَزْوِيجِ  
امْرَأَةٍ فَلَهُ مَا نَوَى

باب: 5- جو شخص ہجرت یا کوئی نیک عمل کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے کرتا ہے تو اسے اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا

۵۰۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الْعَمَلُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ».

[راجع: ۱]

[5070] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”عمل کا ثواب نیت کے مطابق ہوگا اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے، اس لیے جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے، اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کا ثواب ہوگا اور جس شخص کی ہجرت دنیا کمانے یا کسی عورت سے شادی رچانے کے لیے ہے تو اس کی ہجرت اسی کام کے لیے ہوگی جس کے لیے اس نے وطن چھوڑا ہے۔“

🕌 فوائد و مسائل: ① عنوان میں دو چیزیں تھیں: ایک ہجرت اور دوسرا عمل خیر۔ حدیث میں ہجرت کا ذکر وضاحت کے ساتھ ہے اور عمل خیر کو اس پر قیاس کر کے ثابت کیا کیونکہ ہجرت بھی عمل خیر ہے۔ ② حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ بھی اس عنوان کے تحت پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کی طرف حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو بھی آپ سے نکاح میں دلچسپی تھی لیکن ان کا کفر درمیان میں حائل تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے ابو طلحہ! آپ جیسے آدمی کا پیغام مسترد نہیں کیا جاسکتا لیکن رکاوٹ یہ ہے کہ آپ کافر ہیں جبکہ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو میرا یہی حق مہر ہوگا اور کسی چیز کا مطالبہ نہیں ہوگا، چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور نکاح کے وقت ان کا اسلام ہی حق مہر ٹھہرا۔ راوی حدیث حضرت ثابت کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے بڑھ کر کسی خاتون کا حق مہر نہیں سنا جس نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو ہی اپنا حق مہر ٹھہرایا۔<sup>۱</sup> بہر حال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مذکورہ عمل خیر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کا باعث ہوا۔



## (۶) بَابُ تَزْوِیجِ الْمُعْسِرِ الَّذِي مَعَهُ الْقُرْآنُ وَالْإِسْلَامُ

باب: 6- کسی ایسے تنگ دست کی شادی کر دینا جس کے پاس صرف قرآن اور اسلام ہے

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کے متعلق حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے جسے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

**وضاحت:** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر متصل سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی دوران میں ایک صحابی اٹھے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو کوئی حاجت نہیں تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ”جاؤ، کچھ نہ کچھ لے کر آؤ، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“ اس نے کہا: میرے پاس تو صرف ایک چادر ہے، آپ اس میں سے آدھی اسے دے دیں۔ آپ نے فرمایا: ”آدھی چادر کس کام آئے گی؟ کیا تجھے قرآن یاد ہے؟“ اس نے کہا: فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: ”میں تجھے ان سورتوں کے عوض اس کا مالک بناتا ہوں۔“ اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک تنگ دست انسان کا نکاح چند سورتیں یاد کرانے کے بدلے کر دیا تھا۔

۵۰۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا نَسْتَخْصِي؟ فَهَنَّا عَنْ ذَلِكَ. [راجع: ۴۶۱۵]

[5071] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا کرتے تھے جبکہ ہمارے ساتھ بیویاں نہ تھیں، اس لیے ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا ہم خود کو خسی نہ کر لیں؟ آپ نے ہمیں اس سے منع فرمادیا۔

**فوائد و مسائل:** ① اس حدیث کی عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خسی ہونے سے منع فرمادیا، حالانکہ وہ بیویوں کے محتاج تھے اور تنگ دست و مفلس بھی تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ قرآن کریم بھی یاد تھا، گویا قرآن کے بدلے انھیں نکاح کرنے کی اجازت دی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث تو اس کے متعلق واضح تھی اور اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان چھوٹا ہو یا بڑا اس کے لیے خسی ہونا حرام ہے کیونکہ اس میں قطع نسل، تکلیف اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا ہے۔ یہی حکم ہر اس حیوان کے لیے ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، لیکن جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اسے بچپن میں خسی کرنا جائز ہے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو جائے۔ ③ واضح رہے کہ دور حاضر کی نسل بندی بھی خسی ہونے کے مترادف ہے جو کسی بھی مسلمان کے لیے کسی صورت میں جائز



نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۷) بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِأَخِيهِ: انْظُرْ أَيَّ  
رَوْجَتِي شِئْتُ حَتَّى أَنْزِلَ لَكَ عَنْهَا

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ .

ہے۔

باب: 7- کسی شخص کا اپنے بھائی سے یہ کہنا: ”میری  
دو بیویوں میں سے جس کو پسند کر لو میں اسے تمھاری  
خاطر طلاق دیتا ہوں“ کا بیان

یہ روایت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کی

وضاحت: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا  
بھائی چارہ قائم کر دیا گیا۔ انھوں نے اپنا نصف مال دینے کی پیش کش کی، مزید کہا: میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جو آپ کو  
پسند ہو، آپ اس کا انتخاب کریں۔ میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس سے نکاح کر لیں  
لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خیر و برکت کی دعا کرتے ہوئے اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا۔<sup>1</sup>

[5072] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،  
انھوں نے کہا کہ جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (مدینہ طیبہ)  
آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع انصاری  
رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ انصاری کی دو بیویاں  
تھیں۔ انھوں نے بیویوں میں سے ایک اور مال میں سے  
نصف دینے کی انھیں پیش کش کی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف  
رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے اہل و عیال اور مال و متاع  
میں برکت فرمائے! آپ مجھے بازار کا راستہ بتادیں، چنانچہ  
وہ بازار گئے اور وہاں سے کچھ گھی اور کچھ پنیر کی خرید و  
فروخت کی اور نفع حاصل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دنوں کے  
بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان پر زعفران  
کی زردی لگی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:  
”عبدالرحمن! یہ کیا ہے؟“ انھوں نے کہا: میں نے ایک  
انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ نے پوچھا:

۵۰۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ شُعْبَانَ،  
عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ  
قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَأَخَى النَّبِيُّ  
ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ،  
وَعِنْدَ الْأَنْصَارِيِّ امْرَأَتَانِ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ  
يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ، فَقَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي  
أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُونِي عَلَى السُّوقِ، فَأَتَى  
السُّوقَ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَشَيْئًا مِنْ سَمْنٍ فَرَأَاهُ  
النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضْرٌ مِنْ صُفْرَةٍ،  
فَقَالَ: «مَهَيْمُ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ؟»، فَقَالَ:  
تَزَوَّجْتُ أَنْصَارِيَّةً، قَالَ: «فَمَا سُقَّتْ؟» قَالَ:  
وَزَنَ نَوَاقٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: «أَوَلَمْ وَلَوْ بِشَاةٍ».

[راجع: ۲۰۴۹]

”اسے مہر میں کیا دیا ہے؟“ انھوں نے کہا: گٹھلی بھر سونا۔  
آپ نے فرمایا: ”ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ انصار میں کس قدر ایثار و ہمدردی کے جذبات تھے! انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی بیویوں تک کی پیش کش کر دی کہ جو بیوی تمہیں پسند ہو میں اسے طلاق دیتا ہوں، عدت ختم ہونے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔ لیکن مہاجرین کی خود داری اور عزت نفس بھی قابلِ تعریف ہے کہ انھوں نے اس پیش کش کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ بازار کا راستہ اختیار کیا تاکہ محنت مزدوری کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے نکاح کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ کو زردی لگنے کی وجہ یہ تھی کہ عورتوں کی خوشبو میں زعفران ہوتا تھا، اس بنا پر عورتوں کی خوشبو رنگدار ہوتی تھی۔ بیوی کے اختلاط سے تازہ خوشبو ان کے کپڑوں کو لگ گئی، انھوں نے جان بوجھ کر زعفرانی رنگ استعمال نہیں کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

### (۸) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ

### باب: 8- مجرد رہنے اور خُصی ہونے کی ممانعت

🌞 وضاحت: لغوی اعتبار سے تَبَتُّل کے معنی انقطاع کے ہیں۔ اصطلاح میں عورتوں سے انقطاع اور ترک نکاح مراد ہے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو تَبَتُّل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد ترک نکاح نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ عیسائیوں کے ہاں تَبَتُّل یعنی ترک نکاح رائج تھا جبکہ ہماری شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ نسل زیادہ ہو اور کفار کے خلاف جہاد کے لیے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔

۵۰۷۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ: سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ يَقُولُ: رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ ابْنِ مَطْعُونٍ التَّبَتُّلَ، وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَأَخْتَصَمِينَا.

[انظر: ۵۰۷۴]

[5073] حضرت سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رحمہ اللہ کے مجرد رہنے کو مسترد کر دیا۔ اگر آپ انھیں اجازت دے دیتے تو ہم خُصی ہو جاتے۔

۵۰۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ يَقُولُ: لَقَدْ رَدَّ ذَلِكَ، يَعْني النَّبِيُّ ﷺ، عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ وَلَوْ أَجَازَ لَهُ التَّبَتُّلُ لَأَخْتَصَمِينَا. [راجع: ۵۰۷۳]

[5074] حضرت سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رحمہ اللہ کو عورتوں سے الگ رہنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اگر آپ انھیں اجازت دے دیتے تو ہم آپ کو خُصی کر لیتے۔

🌞 فوائد و مسائل: (۱) طبرانی کی روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! مجھ پر تجرہ کی زندگی بہت گراں ہے۔ آپ مجھے خصی ہونے کی اجازت دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ تم روزے رکھا کرو۔“<sup>۱</sup> اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تھی جسے راوی نے تہجیل سے تعبیر کیا ہے۔ ان کا مقصد تھا کہ بنیاد ہی کو ختم کر دیا جائے تاکہ ”نہ رہے بانس نہ بجے بانسری“ کیونکہ وجودِ شہوت، تہجیل کے منافی ہے، اس لیے اختفاء متعین ہے۔ اس سے ممانعت کا مقصد تکثیر نسل ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان تھوڑے رہ جائیں اور کفار کی کثرت ہو جائے۔<sup>۲</sup> (۲) بہر حال اسلام میں مجرد رہنے کو بہتر جاننے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ نکاح سے بے رغبتی کرنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے۔

۵۰۷۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا نَعْرُوْهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَقُلْنَا: أَلَا نَسْتَخْصِي؟ فَهَنَّا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَتَكَبَّحَ الْمَرْأَةَ بِالثُّوبِ، ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَبِيبَتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ﴾ الْآيَةَ [المائدة: ۸۷]. [راجع: ۶۱۵]

[5075] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ آپ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔ پھر آپ نے ہمیں اس امر کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض (محدود مدت کے لیے) نکاح کر لیں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں، انھیں حرام قرار نہ دو۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) یہ آیت کریمہ تہجیل اور خصی ہونے کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں پاکیزہ اور حلال چیزوں کو اپنے آپ پر حرام کر لینا ہے جس کی آیت میں ممانعت ہے۔ (۲) محدود مدت تک کے لیے نکاح کرنے کو متعہ کہا جاتا ہے۔ اسے ایک غزوے میں حلال کیا گیا تھا، آخر کار غزوۂ اوطاس کے بعد قطعی طور پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، پھر انھوں نے اسے ترک کر دیا۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ بعد میں نکاح متعہ کو حرام کر دیا گیا۔<sup>۳</sup> (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ کی شان نزول اس طرح مروی ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اللہ کے رسول! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے عورتوں کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اس وجہ سے میں نے اپنے لیے گوشت حرام کر لیا ہے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔<sup>۴</sup>

۱. المعجم الكبير للطبراني: 38/9، رقم الحديث: 8320. 2 فتح الباري: 149/9. 3 السنن الكبرى للبيهقي: 207/7.

4. فتح الباري: 150/9. 4. جامع الترمذي، تفسير القرآن، حديث: 3054، وعمدة القاري: 152/14.



[5076] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نوجوان مرد ہوں اور مجھے خود پر زنا کا خوف ہے اور میرے پاس مال بھی نہیں جس کے عوض عورتوں سے نکاح کر لوں۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے پھر یہی عرض کی تو آپ بدستور خاموش رہے۔ میں نے پھر اپنی بات دہرائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! جو تو کرنے والا ہے اس پر قلم خشک ہو چکا ہے، خواہ خسی ہو یا نہ ہو۔“

۵۰۷۶ - وَقَالَ أَصْبَغُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَرِيدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنَتَ، وَلَا أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِمِ عَلَى ذَلِكَ أَوْ ذَرْ».

فوائد و مسائل: رحمہ اللہ اس حدیث میں فعل امر طلب کے لیے نہیں کہ خسی ہونے کے متعلق کچھ نرم گوشہ اختیار کیا گیا ہے بلکہ اس مقام پر یہ فعل تہدید کے لیے ہے کہ تم کچھ کرو یا نہ کرو، تقدیر الہی بہر حال نافذ ہو کر رہے گی۔ خسی ہونے یا نہ ہونے سے تقدیر الہی متاثر نہیں ہوگی۔ رحمہ اللہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسر شہوت کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا تھا، لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو روزے رکھنے کے متعلق نہیں کہا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دیگر اصحاب کی طرح اکثر و بیشتر روزے سے ہی رہتے تھے، نیز رسول اللہ ﷺ نے انھیں نکاح متعہ کی بھی اجازت نہیں دی کیونکہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جبکہ نکاح متعہ کے لیے کچھ نہ کچھ تو عورت کو دینا پڑتا ہے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے انھیں خسی ہونے کی اجازت نہیں دی۔

#### باب: 9- کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنا

#### (۹) بَابُ نِكَاحِ الْأَبْكَارِ

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَائِشَةَ: لَمْ يَنْكِحِ النَّبِيُّ ﷺ بَكْرًا غَيْرَكَ.

وضاحت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ اس وقت کہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں اور آخرت کے متعلق بہت ڈرتی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔ آپ کی صفائی آسمان سے نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ سے بہتر سلوک فرمائے گا۔<sup>۱</sup>



[5077] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے بتائیں کہ اگر آپ کسی دادی میں پڑاؤ کریں، وہاں ایک درخت ہو جس میں اونٹ پڑ گئے ہوں اور ایک ایسا درخت ہو جس میں سے کچھ نہ کھایا گیا ہو تو آپ کس درخت سے اپنے اونٹ کو کھلائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”اس درخت سے جو کسی اونٹ کو نہ کھلایا گیا ہو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اشارہ اس طرف تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

۵۰۷۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتُ وَادِيًا وَفِيهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا وَوَجَدْتُ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا، فِي أَبْهَا كُنْتُ تُرْبِعُ بَعِيرَكَ؟ قَالَ: «فِي النَّبِيِّ لَمْ يُزْنَعْ مِنْهَا»، يَعْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكَرٍّ غَيْرَهَا.

🌞 فوائد و مسائل: (۱) اس حدیث سے کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب ایک بیوہ عورت سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟ وہ تیرے ساتھ دل لگی کرتی اور تو اس کے ساتھ دل لگی کرتا۔“ (۲) اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو کیونکہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں۔ ان کا رحم شفاف ہوتا ہے اور وہ تھوڑی چیز پر راضی ہو جاتی ہیں۔“ (۳) امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ کسی خاص مقصد کے لیے بیوہ کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، عام طور پر نکاح کے لیے کنواری کو ترجیح دی جائے۔

[5078] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے تم خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ ایک آدمی تمھیں ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے اس کپڑے کو کھولا تو اس میں تمھاری صورت تھی۔ میں نے (دل میں) کہا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور شرمندہ تعبیر کرے گا۔“

۵۰۷۸ - حَدَّثَنَا عُيَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أُرَيْتُكَ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ، إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكَ فِي سَرَفَةٍ حَرِيرٍ فَيَقُولُ: هَذِهِ امْرَأَتُكَ، فَأَحْسِنُفَهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ، فَأَقُولُ: إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُنْصِبُهُ». [راجع: ۳۸۹۵]

🌞 فوائد و مسائل: (۱) رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ حتیٰ اور یقینی تھا، البتہ علماء نے اس کے تین معانی بیان کیے ہیں: ۱۔ یہ خواب اپنے ظاہر پر ہو جو تعبیر کا محتاج نہیں لیکن آپ نے اسے بصورت شک اس لیے بیان کیا کہ مذکورہ خواب اپنے ظاہر پر ہے یا تعبیر کا محتاج ہے۔ ۲۔ اگر یہ دنیا کی بیوی ہے تو اللہ اس خواب کو ضرور پورا کرے گا اور یہ بات ہو کر رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس میں شک تھا کہ یہ آپ کی دنیوی بیوی ہے یا آخرت میں ملنے والی شریک حیات ہے۔ ۳۔ آپ کو اس میں کسی قسم کا شک

نہیں تھا، آپ نے شک کی صورت میں ایک مبنی بر حقیقت خبر دی۔ یہ بلاغت کی ایک قسم ہے جسے مَزْجُ الشَّكِّ بِالْيَقِينِ کہا جاتا ہے۔<sup>۱</sup> ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جامع ترمذی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو فرشتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔<sup>۲</sup>

### (۱۰) بَابُ تَرْوِيجِ النِّبَاتِ

### باب: 10 - شوہر دیدہ عورتوں سے نکاح کرنا

وَقَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَعْرِضْنِ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ».

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کی مجھے پیش کش نہ کرو۔“

وضاحت: اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث نمبر: 5160 کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا: ”تم اپنی لڑکیوں سے نکاح کے لیے مجھے پیش کش نہ کرو۔“ کسی عورت کا اپنی لڑکی سے نکاح کی پیشکش کرنا اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ شادی شدہ ہو اور شادی شدہ عورت ہی شوہر دیدہ ہوتی ہے۔<sup>③</sup>

۵۰۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةٍ، فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَتَنَخَّسَ بَعِيرِي بِعَنْزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجُودٍ مَا أَنْتَ رَأَى مِنَ الْإِبِلِ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «مَا يُعْجِلُكَ؟» قُلْتُ: كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرسٍ، قَالَ: «أَبْكُرَا أَمْ نَيْبَا؟» قُلْتُ: نَيْبَا، قَالَ: «فَهَلَا جَارِيَةٌ تَلَا عِبْهَا وَتُلَا عِبُكَ؟» قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ، قَالَ: «أَمْهَلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيْ عِشَاءً - لِكَيْ تَمْتَسِطَ الشَّعْبَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةَ». [راجع: ۴۴۳]

[5079] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک غزوے سے نبی ﷺ کے ہمراہ واپس آئے تو میں نے اپنے ست رفتار اونٹ پر چلنے میں جلدی کی۔ اس دوران میں میرے پیچھے سے ایک سوار مجھے آکر ملا اور اس نے میرے اونٹ کو اپنا چھوٹا سانپ مارا۔ اس وجہ سے میرا اونٹ تیزی سے چلنے لگا جیسا کہ کسی عمدہ اونٹ کی چال تم نے دیکھی ہوگی۔ میں نے دیکھا تو وہ نبی ﷺ تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ”تمہیں کس چیز کی جلدی ہے؟“ میں نے کہا: میری نئی شادی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا: ”کنواری سے یا بیوہ سے؟“ میں نے کہا: بیوہ سے۔ آپ نے فرمایا: ”کسی کنواری سے شادی کیوں نہ کی تاکہ تو اس سے دل لگی کرتا اور وہ تجھ سے خوش طبعی کرتی۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر جب ہم مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: ”تھوڑی دیر ٹھہر

جاؤ، رات کے وقت گھروں میں جاؤ، تاکہ پر آگندہ بالوں والی کنگھی کر لے اور جن کے شوہر موجود نہیں تھے وہ اپنے زیر ناف بال صاف کر لیں۔“

[5080] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ”تم نے کیسی عورت سے شادی کی ہے؟“ میں نے کہا: ایک بیوہ سے شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کنواری لڑکیوں کے ساتھ اگھیلیاں کرنے سے اجتناب کرتے ہو؟“ راوی حدیث (شعبہ) نے کہا: میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے ذکر کی تو انھوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کنواری لڑکی سے (شادی) کیوں نہ کی تو اس سے ہنسی مذاق کرتا وہ تجھ سے کھیل کود کرتی؟“

۵۰۸۰ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَارِبٌ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: تَزَوَّجْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا تَزَوَّجْتَ؟» فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا، فَقَالَ: «مَا لَكَ وَلِلْعَذَارَى وَلِعَابِهَا؟» فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ فَقَالَ عَمْرٍو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «هَلَّا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟»

[راجع: ۴۴۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے شوہر دیدہ سے نکاح کا جواز ثابت کیا ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کنواری سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو بیوہ سے نکاح کرنا رائج ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے دوسرے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دریافت کرنے پر انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میری چھ سات بہنیں ہیں، اگر ان جیسی کسی کنواری لڑکی سے شادی کرتا تو ان کی تربیت کیسے ہوتی؟ میں نے اس لیے شوہر دیدہ کا انتخاب کیا ہے تاکہ انھیں امور خانہ داری سے آگاہ کرے اور یہ کام کوئی تجربہ کار عورت ہی سرانجام دے سکتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس وضاحت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے فعل کی تحسین فرمائی۔ ② واضح رہے کہ برصغیر میں پہلے پہلے مسلمانوں کے ہاں بیوگان سے نکاح کرنے کو معیوب خیال جاتا تھا، حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اس رسم بد کے خلاف جہاد کیا اور عملاً اسے ختم کیا۔ واللہ المستعان۔

### (۱۱) بَابُ تَزْوِيجِ الصَّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ

باب: ۱۱- کم عمر لڑکی کا عمر رسیدہ مرد سے نکاح کرنا

[5081] حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

۵۰۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عِرَاكِ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ



النَّبِيِّ ﷺ خَطَبَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّمَا أَنَا أَخُوكَ، فَقَالَ: «أَنْتَ أَخِي فِي دِينِ اللَّهِ وَكِتَابِهِ وَهِيَ لِي حَلَالٌ».

کرنے کا پیغام بھیجا تو انھوں نے عرض کی: ”میں تو آپ کا بھائی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اللہ کی کتاب کے مطابق میرے دینی بھائی ہو۔ وہ (عائشہ) میرے لیے حلال ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی خواہش کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: وہ تو آپ کی بھتیجی ہے اور بھتیجی سے نکاح درست نہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ تم میرے دینی اور اسلامی بھائی ہو اور اسلامی اخوت، نکاح میں رکاوٹ نہیں بنتی، البتہ حقیقی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے مرد سے نکاح جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ذکر کریں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ اس سے نکاح کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کلام ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ”انھیں کہو کہ تم میرے دینی بھائی ہو، اس لیے تمھاری بیٹی میرے لیے حلال ہے۔“ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی بات ذکر کی تو انھوں نے کہا: جاؤ، رسول اللہ ﷺ کو بلا لاؤ، چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کروایا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے کلام کو اپنا کلام قرار دیا کیونکہ وہ آپ کی طرف سے وکیل تھیں۔<sup>1</sup>

باب: 12- کس عورت سے نکاح کرے؟ کون سی عورت بہتر ہے؟ اور اپنی نسل کے لیے کون سی عورتیں منتخب کرنا بہتر ہے، مگر یہ واجب نہیں

(۱۲) بَابُ: إِلَى مَنْ يَنْكِحُ؟ وَأَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ وَمَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَخَيَّرَ لِنُطْفِهِ، مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ

[5082] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہترین عورت قریش کی نیک عورت ہے جو اپنے بچے سے اس کی صغرنی میں بہت زیادہ محبت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال و اسباب کی بہت اچھی حفاظت کرنے والی ثابت ہوتی ہے۔“

۵۰۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَالِحٌ نِسَاءٌ قُرَيْشٍ، أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ» . [راجع: ۳۴۳۴]



🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا قائم کردہ یہ عنوان تین اجزاء پر مشتمل ہے: پہلا حکم حدیث سے ثابت ہوا کہ جو نکاح کرنا چاہے وہ قریش کی عورتوں سے نکاح کرے۔ دوسرا جز بھی حدیث سے ثابت ہوا کہ بہترین عورتیں قریش کی خواتین ہیں اور تیسرا جز بطور لزوم ثابت ہوا کہ جب قریش کی عورتیں بہترین ہیں تو نسل کے لیے ان کا انتخاب کرنا چاہیے۔ ② اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خاندانی اعتبار سے قریشی عورتیں نکاح میں لائی جائیں کیونکہ یہ اپنے خاوندوں کے حقوق کی بہت پاسداری اور ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، فضول خرچی کر کے ان کے مال کو تباہ نہیں کرتیں، نیز بچوں کی تربیت و نگہداشت کرنے میں ذمہ دار ثابت ہوتی ہیں۔<sup>1</sup>

باب: 13- لونڈیاں رکھنا اور جس نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا

(۱۳) بَابُ اتِّخَاذِ السَّرَارِيِّ، وَمَنْ أَعْتَقَ جَارِيَةً ثُمَّ تَزَوَّجَهَا

🌞 وضاحت: سَرَارِي، سُرِّيَّة کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ لونڈی ہے جو مباشرت کے لیے رکھی جائے۔ انھیں سَرَارِي اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ شوہر اپنی بیوی سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے: ”سراری سے نکاح کرو کیونکہ ان کے رحم پاکیزہ اور بابرکت ہوتے ہیں۔“ لیکن اس حدیث کی سند انتہائی کمزور ہے۔<sup>2</sup>

[5083] حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے پاس لونڈی ہو وہ اس کو اچھی تعلیم سے آراستہ کرے، پھر اسے اچھے آداب سکھائے، اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس کے لیے دو گنا اجر ہے۔ اور جو کوئی اہل کتاب سے اپنے نبی پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرتے ہوئے مجھ پر ایمان لے آئے تو اس کے لیے بھی دو گنا اجر ہے۔ اور جو غلام اپنے آقاؤں کا حق ادا کرے اور اپنے رب کا بھی حق ادا کرے تو اسے بھی دو گنا ثواب ملے گا۔“

۵۰۸۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيُّ: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ عِنْدَهُ وَلِيدَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، وَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ - يَغْنِي - بِي فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا مَمْلُوكٍ أَدَّى حَقَّ مَوْلَاهُ وَحَقَّ رَبِّهِ فَلَهُ أَجْرَانِ».

فہمی نے کہا: یہ حدیث کسی معاوضے کے بغیر لے جاؤ، جبکہ پہلے اس سے کم مسائل (معلوم کرنے) کے لیے آدمی کو

قَالَ الشَّعْبِيُّ: خُذْهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، قَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيهَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

(۱) فتح الباری: 187/9. (2) المعجم الأوسط للطبرانی: 187/8، رقم الحديث: 8353، و سلسلة الأحاديث الضعيفة:

مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَعْتَقَهَا ثُمَّ أَصْدَقَهَا». [راجع: ۹۷]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور اسے حق مہر بھی ادا کیا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① حدیث میں ذکر کردہ اشخاص کے علاوہ درج ذیل حضرات کو دو گنا اجر ملے گا: ○ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ○ وہ شخص جو مشقت اور تکلیف کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ ○ جو اپنے قربت داروں کو صدقہ دیتا ہے۔ ○ جو حاکم اپنے اجتہاد سے صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ ○ جو کسی دوسرے کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ ○ جس نے یتیم سے نماز پڑھی، پھر پانی دستیاب ہونے پر وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی۔ ② کچھ اہل علم لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کو مکروہ خیال کرتے ہیں، چنانچہ ایک خراسانی نے امام شعبی رحمہ اللہ سے پوچھا: ہمارے ہاں اہل خراسان کہتے ہیں جو آدمی لونڈی آزاد کر کے اس سے نکاح کرتا ہے وہ اس آدمی کی طرح ہے جو قربانی کے اونٹ پر سواری کر لیتا ہے۔ اس کی تردید میں امام شعبی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی سے اس کی کراہت منقول ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنا دو گنے اجر کا باعث ہے۔<sup>۱</sup>

۵۰۸۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَبْرِ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «لَمْ يَكُذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: بَيْنَمَا إِبْرَاهِيمُ مَرَّ بِجَبَّارٍ وَمَعَهُ سَارَةٌ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَأَعْطَاهَا هَاجِرًا، قَالَتْ: كَفَّ اللَّهُ يَدَ الْكَافِرِ وَأَخْلَدَ مِنِّي آجَرَ». قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَنِلْتَكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ. [راجع: ۲۲۱۷]

[5084] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بظاہر تین خلاف واقعہ باتیں کی ہیں: ایک یہ کہ آپ کا گزر ایک ظالم بادشاہ کے پاس سے ہوا جبکہ آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی حضرت سارہ تھیں۔ اس کے بعد مکمل حدیث بیان کی، (اس میں ہے کہ) اس (بادشاہ) نے بی بی ہاجرہ دے کر ان کو رخصت کیا۔ حضرت سارہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کا ہاتھ مجھ سے روک رکھا اور مجھے خدمت کے لیے ہاجرہ بھی عنایت کر دی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آسمان کے پانی سے گزر اوقات کرنے والو! یہی ہاجرہ تمھاری والدہ ہیں۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① آسمان کے پانی سے مراد آب زمزم ہے۔ اہل عرب کو طہارت نسب کی وجہ سے بنی ماء السماء کہا جاتا ہے۔ ② حضرت ہاجرہ اس ظالم بادشاہ کی بیٹی تھیں، اس نے حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام کی کرامات کو دیکھا تو

اپنی اور بیٹی کی سعادت مندی خیال کی کہ اپنی بیٹی حضرت سارہ کی خدمت گزاری کے لیے انھیں بہہ کر دی، پھر حضرت سارہ نے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہہ کر دی جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے کہا کہ ہاجرہ مجھے بہہ کر دو تو انھوں نے وہ آپ کو بہہ کر دی۔ جب ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ کو غیرت دامن گیر ہوئی، آخر کار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وہاں سے لاکر وادی غیر ذی زرع میں آباد کر دیا۔<sup>۱</sup> بہر حال حضرت ہاجرہ ایک شاہی خاندان کی بیٹی تھیں جن کی قسمت میں ام اسماعیل بننے کی سعادت ازل سے لکھی ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

[5085] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے خیبر اور مدینے کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا اور اسی مقام پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت کی۔ پھر میں نے آپ کے ویسے کے لیے مسلمانوں کو دعوت دی۔ اس دعوت ولیمہ میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت ہی تھا، تاہم دسترخوان بچانے کا حکم دیا گیا اور اس پر کھجور، پنیر اور گھی ڈال دیا گیا۔ یہی آپ ﷺ کا ولیمہ تھا۔ کچھ مسلمانوں نے کہا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین سے ہے یا آپ کی لونڈی، اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا: اگر آپ ﷺ نے ان کے لیے پردے کا اہتمام فرمایا تو وہ ام المؤمنین ہیں اور اگر پردے کا حکم نہ دیا تو آپ کی باندی ہے۔ بعد ازاں جب آپ نے وہاں سے کوچ کیا تو ان کے لیے اپنی سواری پر اپنے پیچھے جگہ بنائی، نیز ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔

۵۰۸۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ، فَمَا كَانَ فِيهَا خُبْزٌ وَلَا لَحْمٌ، أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَأُلْقِيَ فِيهَا مِنَ الثَّمَرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَكَانَتْ وَلِيمَتُهُ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، فَقَالُوا: إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنْ لَمْ يَحْجُبَهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ. [راجع: ۳۷۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اس طرح ثابت کیا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ابتدائی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کی بیوی اور لونڈی ہونے میں تردد تھا، اسی تردد سے لونڈی رکھنے کا جواز ثابت کیا ہے، لیکن بعد میں انھیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے حرم میں داخل فرمایا ہے اور وہ امہات المؤمنین میں شامل ہو چکی ہیں۔ ② اس کی عنوان سے مطابقت اس طرح بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا۔



باب: 14 - جس نے لونڈی کی آزادی ہی کو اس کا حق مہر قرار دیا

(۱۴) بَابُ مَنْ جَعَلَ عِتْقَ الْأَمَةِ صَدَاقَهَا

[5086] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔

۵۰۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَشُعَيْبِ بْنِ الْحَبَّابِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا.

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جنگ خیبر میں گرفتار ہوئی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔ اکثر اہل علم کا موقف ہے کہ ظاہر حدیث کے پیش نظر لونڈی کی آزادی اس کا حق مہر ہو سکتی ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں وضاحت ہے۔ اس کے علاوہ طبرانی کی روایت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میری آزادی ہی میرا مہر قرار پائی۔<sup>۱</sup> ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہر کے پیش نظر متقدمین میں سے سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، طاؤس، زہری، ثوری، ابو یوسف، امام احمد اور اسحاق رحمہم کا موقف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لونڈی کو اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ اس کی آزادی ہی اس کا حق مہر قرار پائے گی تو عقد نکاح، آزادی اور حق مہر صحیح ہے اور ایسا کرنا جائز ہے، جبکہ کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا، کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ دلائل کے اعتبار سے پہلا موقف زیادہ مضبوط ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>۲</sup>

باب: 15 - تنگ دست اور مفلس کا شادی کرنا

(۱۵) بَابُ تَزْوِيجِ الْمُفْسِرِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔“

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ [النور: ۳۲]

🌟 وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ہے کہ ناداری، صحت نکاح کے لیے مانع نہیں ہے، ہاں اگر نکاح کے بعد نان و نفقہ نہ ہو تو الگ بات ہے۔ بعض دفعہ نکاح، تنگ دست انسان کے لیے باعث خیر و برکت بن جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے رزق میں فراوانی آ جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں واضح طور پر اشارہ فرمایا ہے۔

[5087] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت

۵۰۸۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ



میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں حاضر خدمت ہوں اور اپنی ذات آپ کو بہہ کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر اوپر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر اپنی نگاہ نیچے کی اور سر مبارک جھکا لیا۔ جب اس خاتون نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ تب آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس کچھ مال ہے؟“ اس نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے گھر جاؤ، ممکن ہے کہ وہاں سے کوئی چیز مل جائے۔“ چنانچہ وہ گئے اور واپس آ کر کہا: اللہ کی قسم! میں نے وہاں کچھ نہیں پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دیکھو اگر لوہے کی انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔“ وہ گیا اور واپس آ کر عرض کی: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول! میرے پاس لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے، البتہ میرے پاس یہ لنگی ہے..... حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر نہ تھی..... اس آدمی نے کہا کہ اس عورت کے لیے لنگی کا نصف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ عورت تیرے ازار کو کیا کرے گی؟ اگر تو نے اسے باندھ لیا تو اس کے لیے کچھ نہ ہوگا اور اگر اس نے اوڑھ لیا تو تیرے لیے کچھ نہ ہوگا۔“ چنانچہ وہ صاحب بیٹھ گئے حتیٰ کہ جب مجلس لمبی ہو گئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پیٹھ پھیر کر جاتے دیکھ کر واپسی کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے، اس نے چند سورتوں کے نام شمار کیے۔ آپ نے دوبارہ پوچھا: ”کیا تم زبانی پڑھ

السَّاعِدِيّ قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جِئْتُ أَهْبُ لَكَ نَفْسِي، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَاطَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتْ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَرَوِّجِيهَا، فَقَالَ: «وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟» قَالَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: «إِذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا؟» فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللَّهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ.» فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي - قَالَ سَهْلٌ: مَا لَهُ رِذَاءٌ - فَلَهَا نِصْفُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ؟ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ. وَإِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ.» فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ، فَرَأَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: «مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» قَالَ: مَعِيَ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، عَدَدَهَا، فَقَالَ: «تَقْرَأُ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «إِذْهَبْ فَقَدْ مَلَكَتْكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.»

[راجع: ۲۳۱۰]

سکتے ہو؟“ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”اس قرآن کی بدولت جو تمہارے پاس ہے، میں نے اس عورت کا تمہیں مالک بنا دیا ہے۔“

🌟 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ وقتی طور پر اگر کوئی نادار یا مفلس ہے تو یہ ناداری نکاح میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں مذکور ایک نادار و مفلس شخص کا نکاح قرآن کی چند سورتوں کے بدلے میں کر دیا تھا، اگر ناداری و مفلسی رکاوٹ کا باعث ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کا نکاح نہ کرتے۔ ② تنگدست آدمی نکاح کر سکتا ہے۔ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی تنگدستی دور کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن اس وعدے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی محتاج شادی کرے گا شادی کے بعد وہ مال دار اور غنی ہو جائے گا بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان نکاح کے بعد احساس ذمہ داری کی وجہ سے پوری طرح محنت کرنے لگتا ہے جو پہلے نہیں کرتا تھا۔ کبھی بیوی اس کے کسب معاش کے سلسلے میں معاون بن جاتی ہے، کبھی بیوی کے کنبے والے اس سلسلے میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں، کبھی مرد کے لیے کمائی اور آمدنی کی ایسی راہیں کھل جاتی ہیں جس کا اسے پہلے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ بہر حال مفلسی اور ناداری کو نکاح کے لیے رکاوٹ خیال نہیں کرنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ رزق کی تنگی اور فراخی کا انحصار نہ نکاح کرنے پر ہے اور نہ مجرد رہنے پر، لہذا اس بنا پر نکاح سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقتی طور پر تنگ دستی کو نکاح میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد رزق کے دروازے اس کے لیے کھول دے۔<sup>1</sup>

باب: 16۔ ہم پہلے ہونے میں دینداری کا لحاظ کرنا

(۱۶) بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا، پھر اسے نسب اور سسرال والا بنایا۔“

وَقَوْلُهُ: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾ [الفرقان: ۵۴]

🌟 وضاحت: اکفء، کفو کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: ہم مثل اور ہم پلہ۔ شادی کرتے وقت دین میں ہم پلہ ہونا ضروری ہے، لہذا ایک مسلمان عورت کا نکاح کا فرمرد سے نہیں ہو سکتا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک نکاح کے وقت میاں بیوی کا صرف دین میں متحد ہونا ضروری ہے، اس کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً: سید، شیخ، مغل، ارائیں، رانا، بلوچ اور پٹھان جو مسلمان ہوں وہ سب ایک دوسرے کے لیے ہم پلہ ہیں۔ لیکن کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ دین کے علاوہ نسب اور خاندان کا بھی لحاظ ہونا چاہیے لیکن مہاجرین صحابہ کا انصار کی عورتوں سے نکاح کرنا اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ہم پلہ ہونے میں صرف دین کا ہونا ضروری ہے باقی سب کچھ اضافی اور ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے اور پیش کردہ احادیث بھی اسی موقف کی تائید کرتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۰۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُثْبَةَ بْنَ رَيْبَةَ بْنَ عَبْدِ شَمْسٍ - وَكَانَ مِنْ شُهَدَاءِ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ - تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدًا بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ رَيْبَةَ وَهُوَ مَوْلَى لِمَرْأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَمَا تَبَنَّى النَّبِيُّ ﷺ زَيْدًا، وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ ﴿ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَمَوْلَاهُمْ﴾ فَرَدُّوا إِلَى آبَائِهِمْ، فَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ لَهُ أَبٌ كَانَ مَوْلَى وَأَخًا فِي الدِّينِ. فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرِو الْقُرَشِيِّ ثُمَّ الْعَامِرِيُّ - وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ بْنِ عُثْبَةَ - النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا نَرَى سَالِمًا وَلَدًا، وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ مَا قَدْ عَلِمْتُ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. [راجع: ۴۰۰۰]

[5088] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جنہوں نے نبی ﷺ کے ہمراہ غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے حضرت سالم بن معقل رضی اللہ عنہ کو لے پا لیا (منہ بولا بیٹا) بنایا، پھر ان کا نکاح اپنی بھتیجی حضرت ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے کر دیا۔ یہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا لے پا لیا قرار دیا تھا۔ دور جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی کسی کو لے پا لیا بناتا تو لوگ اسے اسی کی طرف نسبت کر کے پکارا کرتے تھے اور اسے وراثت میں حصہ دار بناتے تھے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی: ”انہیں ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے پکارو۔“ اس آیت کے نزول کے بعد لوگ انہیں ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے پکارنے لگے، البتہ جس کے باپ کا علم نہ ہوتا اسے مولیٰ اور دینی بھائی کہا جاتا۔ اس حکم کے بعد حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو القرشی العامری رضی اللہ عنہا نبی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اپنے حقیقی بیٹے جیسا خیال کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو حکم اتارا ہے وہ آپ کو معلوم ہے، پھر آخر تک حدیث بیان کی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① پوری حدیث اس طرح ہے کہ حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! اب سالم بالغ ہو چکا ہے اور حضرت ابو حذیفہ کو اس کا گھر میں آنا جانا بہت گراں گزرتا ہے، اب آپ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تم اسے دودھ پلا دو۔“ چنانچہ اس نے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیا تو وہ اس کے رضاعی بیٹے کی طرح ہو گیا۔ ② اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے مگر حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بھتیجی سے ان کا نکاح کر دیا جو شرعاً قریش میں سے تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم پہلے ہونے میں صرف دین کا لحاظ ہی کافی ہے، اگر اس کے ساتھ ساتھ خاندان اور نسب میں یکسانیت ہو تو بہتر لیکن خاندان اور برادری کو اولین حیثیت نہیں دینی چاہیے۔ جو لوگ دین کو چھوڑ کر صرف برادری ازم کا خیال رکھتے ہیں انہیں آئندہ بہت مشکلات، آزمائشوں اور تکلیفوں سے گزرنا



پڑتا ہے اور اگر صرف وینداری کو پیش نظر رکھا اور خاندان کو ثانوی حیثیت دی تو ان شاء اللہ دین کی برکت سے یہ رشتہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ واللہ اعلم۔

[5089] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے فرمایا: ”شاید تمھارا حج کرنے کا ارادہ ہے؟“ انھوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں تو خود کو بیمار پاتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم حج کا احرام باندھ لو، البتہ شرط لگا کر یوں کہہ دو: اے اللہ! میں اس وقت حلال ہو جاؤں گی جب تو مجھے روک لے گا۔“ اور یہ خاتون حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

۵۰۸۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا: «لَعَلَّكَ أَرَدْتِ الْحَجَّ»، قَالَتْ: وَاللَّهِ لَا أَجِدُنِي إِلَّا وَاجِعَةً، فَقَالَ لَهَا: «حُجِّي وَاشْتَرِطِي، قُولِي: اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي». وَكَانَتْ تَحْتَ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نسبی اعتبار سے عمر و کندی کے بیٹے تھے لیکن اسود بن عبد یغوث نے انھیں لے پا لک بنایا تھا، اس لیے انھیں مقداد بن اسود کہا جانے لگا۔ انھوں نے قریش سے عہد و پیمان کر رکھا تھا اس بنا پر حلیف قریش تھے، البتہ ان کی شادی ایک ہاشمی خاتون حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے ہوئی جو حسب و نسب کے اعتبار سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ چونکہ اسلام میں حسب و نسب کی ثانوی حیثیت ہے، اس لیے اس کی پروا نہ کرتے ہوئے ان کی شادی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کر دی گئی۔ ② اس میں تنبیہ ہے کہ حسب و نسب پر دین کو ترجیح دی جائے، چنانچہ حدیث میں ہے: ”جب تمھارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے دین و اخلاق کو ترجیح دی جائے اور نسب و خاندان کی ثانوی حیثیت ہے۔

[5090] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”عورت سے چار خصلتوں کے پیش نظر نکاح کیا جاتا ہے: مال، نسب، خوبصورتی اور دینداری۔ تمھارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں! تم دیندار عورت سے شادی کر کے کامیابی حاصل کرو۔“

۵۰۹۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرُبَّتْ بِذَلِكَ».



🌞 فوائد و مسائل: ① نکاح کے موقع پر حسب و نسب کا خیال رکھنا مصالح اور فوائد سے خالی نہیں لیکن دینداری اور اخلاق و کردار کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ② مال میں ہم پہلہ ہونا ضروری نہیں جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو ایک تاجر اور مال دار شخص تھے انھوں نے اپنی ہمشیر کا نکاح حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جو ایک حبشی غلام تھے۔ ③ اسی طرح حسب و نسب میں بھی ہم پہلہ ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو کہ غلام تھے) کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو ایک قریشی خاتون تھیں) سے کر دیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔ ④

[5091] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا: ”اس شخص کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا: یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ پیغام نکاح بھیجے تو اس سے نکاح کر دیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر کوئی بات کرے تو اسے غور سے سنا جائے۔ حضرت سہل نے کہا: اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ اتنے میں ایک دوسرا شخص وہاں سے گزرا جو مسلمانوں کے محتاج اور غریب لوگوں سے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟“ صحابہ نے عرض کی: یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام نکاح بھیجے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کرے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پہلے شخص جیسے لوگوں سے اگر زمین بھر جائے تو ان سے یہ فقیر مومن بہتر ہے۔“

۵۰۹۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَزَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا؟» قَالُوا: حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ يُسْتَمَعَ، قَالَ: ثُمَّ سَكَتَ، فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فَقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: «مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا؟» قَالُوا: حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا». [انظر: ۶۴۴۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① بہتر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرضی طور پر اس طرح کے مال داروں سے دنیا بھر جائے تو ان کے مقابلے یہ اکیلا غریب شخص درجے میں بڑھ کر ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: غریب دیندار لوگ مال داروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی بے دین آدمی کتنا ہی بڑا مال دار ہو وہ ایک دین دار عورت کا ہم پہلہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے مقابلے میں ایک دین دار غریب شخص کو ترجیح دی جائے گی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حدیث میں ذکر کردہ فقیر کی ذکر کردہ مال دار پر فضیلت ثابت ہوئی لیکن اس سے ہر فقیر کی ہر قسم کے غنی پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔<sup>①</sup> ③ حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ دین کی وجہ سے اس فقیر کی غنی پر فضیلت ثابت ہوئی کہ وہ ہر عورت کے لیے ہم پلہ بن سکتا ہے۔ بہر حال دین داری کو ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے۔<sup>②</sup>

باب: 17- ہم پلہ ہونے میں مال داری کو ملحوظ رکھنا،  
نیز مفلس آدمی کا مال دار عورت سے نکاح کرنا

(۱۷) بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الْمَالِ، وَتَزْوِيجِ  
الْمُقِلِّ الْمُتْرَةِ

[5092] حضرت عروہ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل آیت کے متعلق سوال کیا: ”اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے متعلق انصاف نہیں کر سکو گے.....“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! مذکورہ آیت میں اس یتیم لڑکی کا حکم بیان ہوا ہے جو اپنے سرپرست کی پردوش میں ہو اور وہ اس کی خوبصورتی اور مال داری کی وجہ سے اس میں دلچسپی رکھتا ہو کہ اس سے نکاح کر لے لیکن اس کا حق مہر پورا پورا ادا نہ کرے۔ اس قسم کے سرپرستوں کو اپنی زیر کفالت یتیم بچیوں سے نکاح کرنا منع قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اس صورت میں ان سے نکاح کرنے کی اجازت ہے جب وہ ان کا حق مہر انصاف کے ساتھ پورا پورا ادا کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو انھیں زیر کفالت بچیوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”اور وہ (لوگ) آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں.....“ آخر تک۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ یتیم لڑکیاں اگر خوبصورت اور مال دار ہوں تو ان سے نکاح اور ان کے

۵۰۹۲ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ﴿وَأَنْ يَخْفَتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى﴾ [النساء: ۳] قَالَتْ: يَا ابْنَ أَخْتِي، هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلِيَّهَا فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا وَيُرِيدُ أَنْ يَنْقُصَ صَدَاقَهَا، فَتُهَوِّا عَنْ نِكَاحِهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأَمَرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ. قَالَتْ: وَاسْتَفْتَى النَّاسَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَسْتَغْفِرُونَكَ فِي الْيَتَامَى﴾ [النساء: ۱۲۷] فَأَنْزَلَ اللَّهُ لَهُمْ، أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبَةً عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكَوْهَا وَأَخْلَوْا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ، قَالَتْ: فَكَمَا يَتَرَكَوْنَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطَوْهَا حَقَّهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ. [راجع:

نسب میں دلچسپی رکھتے ہیں اور پورا پورا حق مہر ادا کر کے ان سے نکاح کر لیتے ہیں لیکن اگر ان میں حسن کی کمی اور مال کی قلت ہو تو پھر ان کی طرف رغبت نہیں ہوتی بلکہ انھیں چھوڑ کر دوسری عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے: جیسے وہ اس وقت یتیم لڑکی کو چھوڑ دیتے ہیں جب وہ نادار ہو اور خوبصورت نہ ہو ایسے ہی انھیں اس وقت بھی چھوڑ دینا چاہیے جب وہ مال دار اور خوبصورت ہو، البتہ اگر اس کے حق میں انصاف کریں اور حق مہر پورا پورا ادا کریں تو اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔

☀ فائدہ: اس عنوان کے دو جز ہیں: ○ ہم پلہ ہونے میں مال داری کو ملحوظ رکھنا۔ ○ مفلس آدمی کا مال دار عورت سے نکاح کرنا۔ جب متعقدست آدمی بوجہ قلت مال یا مال دار آدمی بوجہ بخل عورت کا حق مہر پورا ادا نہ کر سکے تو مال دار عورت سے اسے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس سے عنوان کا پہلا جز ثابت ہوا اور اگر اس کا حق مہر پورا پورا ادا کر دے تو اسے نکاح کرنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ عورت اس سے زیادہ مال دار ہو۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یتیم لڑکی مال دار ہو اور اس کا سرپرست متعقدست ہو تو حق مہر پورا پورا ادا کرنے کی صورت میں اسے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ اس سے مال داری میں ہم پلہ ہونا ثابت ہوا۔<sup>(۱)</sup>

باب: 18- عورت کی نحوست سے پرہیز کرنے کا بیان

(۱۸) بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”بے شک تمھاری بیویوں سے اور تمھاری اولاد میں سے کچھ تمھارے دشمن ہیں۔“

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ﴾ [التغابن: ۱۴]

☀ وضاحت: عورت کی نحوست اس کا بدخلق اور نافرمان ہونا ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں اس کا اشارہ ہے کہ تمام بیویوں اور تمام اولاد کو دشمن قرار نہیں دیا بلکہ بعض بیویوں اور بعض اولاد کو دشمن کہا ہے۔ یہی دورشتے ہیں جو انسان کے بہت قریب اور سب سے عزیز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہوں تو دوست اور اگر نافرمان ہیں تو دشمن ہیں۔ اس سے عورت کی نحوست کا پتا چلتا ہے کہ اس کی نحوست اس کا نافرمان ہونا ہے۔

[5093] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نحوست، عورت، مکان اور

۵۰۹۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمِ ابْنِ



عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «الشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ، وَالذَّارِ، وَالْفَرَسِ». [راجع: ۲۰۹۹]

گھوڑے میں ہوتی ہے۔“

۵۰۹۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْقَلَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَكَرُوا الشُّؤْمَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ». [راجع: ۲۰۹۹]

[5094] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس نحوست کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر نحوست کسی چیز میں ہو تو مکان، عورت اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے۔“

۵۰۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْمَسْكَنِ». [راجع: ۲۸۵۹]

[5095] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی چیز میں (نحوست) ہے تو وہ گھوڑے، عورت اور مکان میں ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) احادیث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ مذکورہ تینوں چیزیں ہی منحوس ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر نحوست کا وجود ہے تو وہ ان تین چیزوں میں ہو سکتی ہے وہ بھی تمام میں نہیں بلکہ کچھ میں ہوتی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نیک عورت، اچھا مکان اور بہترین سواری کا میسر آنا ابن آدم کی نیک بختی اور بری عورت، گندا مکان، ناکارہ سواری کا ہونا ابن آدم کی بد بختی ہے۔“ (۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین چیزیں منحوس ہیں: ایک عورت، جسے تو دیکھے تو وہ تجھے بری لگے اور تجھ سے بد بانی کرے، دوسرا ست گھوڑا، اگر تو اسے مارے تو تجھے مشقت اٹھانا پڑے اور اگر اسے کچھ نہ کہے تو تجھے ساتھیوں تک نہ پہنچا سکے، تیسرا وہ مکان جو تنگ و تاریک ہو جس میں تجھے نفع بہت کم ہو۔“ (۳) دراصل شؤم کے دو معنی ہیں: ایک نحوست اور اس کا بے برکت ہونا اور دوسرے طبیعت پر کسی چیز کا ناگوار ہونا اور اس کا قابل نفرت ہونا۔ جن روایات میں شؤم کی نفی ہے اس سے مراد پہلے معنی ہیں اور جن میں اثبات ہے اس سے مراد دوسرے معنی ہیں۔ ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہماری بہترین رہنمائی فرمائی ہے کہ اگر انسان کسی مکان میں سکونت کو اچھا نہیں سمجھتا کیونکہ وہ تنگ و تاریک ہے تو وہاں سے نقل مکانی کر لے اور اگر عورت بد خلق اور بانجھ ہے اس کے ساتھ مباشرت بے سود ہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر گھوڑا اڑیل یا ست رفتار ہے تو اسے فروخت کر دے اور خود سے پریشانی کو دور کرے۔ واللہ اعلم۔



۵۰۹۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلِيمَانَ النَّبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُمَانَ النَّهْدِيَّ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ».

[5096] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے نحوست کے بارے میں یہ حدیث بیان کر کے نحوست کی نوعیت کو متعین کیا ہے کہ اس سے مراد دور جاہلیت کی نحوست نہیں، یعنی اگر کسی کام کے لیے جاتے وقت سامنے عورت آگئی تو اسے منحوس خیال کرتے ہوئے کام سے واپس آجائے بلکہ اس سے مراد اس کی بدزبانی اور ایذا رسانی ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں دوسری اشیاء کی نسبت عورتوں کا فتنہ زیادہ خطرناک بتایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”لوگوں کے لیے شہوات کی محبت کو مزین کیا گیا ہے، یعنی عورتوں اور بیٹوں کی محبت۔“ ① اس آیت کریمہ میں سرفہرست عورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ شہوت میں اصل عورتیں ہیں اور ان کا فتنہ بہت سخت ہے کیونکہ یہ مردوں کو قطع رحمی اور اللہ تعالیٰ کی معصیت پر ابھارتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: ”عورتوں سے بچو کیونکہ پہلا پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں رونما ہوا وہ عورتوں کی وجہ سے تھا۔“ ② کہا جاتا ہے کہ زر، زمین اور زن فتنوں کی بنیاد ہیں۔ بعض دفعہ عورتوں کے فتنے میں قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ عورتوں کی بابت فسادات تاریخ انسانی میں ہمیشہ ہوتے چلے آئے ہیں۔ قرآن کریم نے عزیز مصر اور زنان مصر کے فتنے کو نمایاں طور پر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”بلاشبہ تم عورتوں کا مکرو فریب بہت بھاری ہوتا ہے۔“ ③

باب: 19 - آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں ہونا

(۱۹) بَابُ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

۵۰۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رِبْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثَ سِنِينَ: عَتَقْتُ فَخَيْرْتُ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ»، وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبَرَمَةً عَلَى النَّارِ فَقُرْبَ إِلَيْهِ خَبَزٌ وَأَذَمٌ مِنْ أَدَمِ الْبَيْتِ فَقَالَ: «أَلَمْ

[5097] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تین سنین قائم ہوئی ہیں: انھیں آزاد کیا گیا اور اختیار دیا گیا، نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ولاء کا تعلق آزاد کرنے والے کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔“ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ایک ہانڈی چولہے پر تھی۔ آپ کے لیے روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا میں نے ہنڈیا نہیں

دیکھی؟“ عرض کی گئی۔ وہ تو اس گوشت کی تھی جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقے میں ملا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اس کے لیے صدقہ تھا اور (اب) ہمارے لیے (اس کی طرف سے) تحفہ ہے۔“

أَرَأَيْتَ الْبُرْمَةَ؟ فَقِيلَ: لَحْمٌ تُصَدَّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، فَقَالَ: «هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَكِنَّا هَدِيَّةٌ». [راجع: ۴۵۶]

**فوائد و مسائل:** ① حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو جب آزادی ملی تو انھیں اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں تو اپنے شوہر سے اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہیں اور اگر چاہیں تو اس کے ہاں رہ سکتی ہیں۔ یہ اختیار اس بنا پر دیا گیا کہ آزادی کے وقت ان کا شوہر غلام تھا جیسا کہ ایک روایت میں اس کی وضاحت ہے۔ ② جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا گیا تو انھوں نے اپنے خاوند مغیث سے علیحدگی کو اختیار کیا، وہ گلی کوچوں میں ان کے پیچھے روتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے سفارش فرمائی: ”تم اسے خاوند کی حیثیت سے قبول کر لو۔“ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر، اگر سفارش ہے تو میں معذرت کرتی ہوں۔ آپ نے اس کا برانہ منایا۔ ③ اگر آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں رہنا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی سفارش کیوں فرماتے؟ ④ اس سفارش سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ آزاد عورت کا غلام کے نکاح میں رہنا جائز ہے۔ اس کی تفصیل ہم کتاب الطلاق میں بیان کریں گے۔ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى۔

باب: 20- چار عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں نہ لائے

(۲۰) بَابُ: لَا يَنْزَوِجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”دو دو، تین تین اور چار چار (بیویوں سے نکاح کرو)۔“

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ [النساء: ۳]

حضرت زین العابدین علی بن حسین کہتے ہیں کہ دو یا تین یا چار جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے: ”دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے فرشتے۔“ یہاں دو پروں والے یا تین پروں والے یا چار پروں والے فرشتے مراد ہیں۔

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: يَغْنِي مَثْنَى أَوْ ثَلَاثَ أَوْ رُبَاعَ. وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أَوَّلُ أَجْنَعِهِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ [فاطر: ۱۶]

**وضاحت:** امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں وادّ جمع کے لیے نہیں بلکہ اَوّ کے معنی دیتی ہے جیسا کہ امام زین العابدین سے منقول ہے۔ یہ تفسیر افسوس کی تردید کے لیے ہے جو بیک وقت نو عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ ان

رافضیوں کو کم از کم اپنے امام معصوم کی پیروی کرنی چاہیے۔ باقی رہا ان کے خلاف عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کا بیک وقت نو بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھنا، تو یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۰۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ ﴿وَأِنْ خَفْتُمْ أَلَّا تُقْبِلُوا فِي الْيَمِينِ﴾ [النساء: ۳] قَالَتْ: هِيَ الْيَمِينَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ وَهُوَ وَلِيُّهَا فَتَزَوَّجُهَا عَلَى مَالِهَا وَيُسِيءُ صُحْبَتَهَا وَلَا يَعْدِلُ فِي مَالِهَا. فَلْيَتَزَوَّجْ مَا طَابَ لَهُ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهَا مَثْنَى وَثَلَاثَ وَرَبَاعَ. [راجع: ۲۴۹۴]

[5098] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ درج ذیل آیت کے متعلق فرماتی ہیں: ”اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم بچیوں کے متعلق انصاف نہیں کر سکو گے.....“ انھوں نے فرمایا: یتیم بچی کسی سرپرست کے زیر کفالت ہوتی، وہ اس کے مال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کر لیتا لیکن اس سے اچھا سلوک نہ کرتا اور نہ اس کے مال کے متعلق عدل و انصاف ہی سے کام لیتا، اسے حکم دیا گیا کہ ان کے علاوہ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، خواہ دو دو سے یا تین تین سے یا چار چار سے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اسلامی شریعت میں بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے۔ چار کی اجازت بھی عدل و انصاف کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت ہے: ② حضرت غیلان رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان میں سے چار کا انتخاب کر لو اور باقی عورتوں کو اپنے سے جدا کر دو۔“ ③ حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جب مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان میں سے چار پسند کر لو۔“ ④ نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو ان کی پانچ بیویاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ”چار کو رکھ لو اور دوسری، یعنی پانچویں کو چھوڑ دو۔“ ⑤ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ عنوان کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا حکم اجماع سے ثابت ہے۔

باب: 21- ”اور تمھاری وہ مائیں (بھی حرام ہیں) جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہے“ اور جو رشتہ خون سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہو جاتا ہے

(۲۱) بَابُ: ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾ [النساء: ۲۳]، وَيَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.

🌞 وضاحت: مذکورہ عنوان ایک آیت کریمہ کا حصہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں تین قسم کے رشتوں کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے۔

1: سنن ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 1953، 2 سنن أبی داود، الطلاق، حدیث: 2241، 3 السنن الکبری للبیہقی: 184/7،

4: فتح الباری: 174/9.



ان میں ایک دودھ کے ذریعے سے حرام ہونے والے رشتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے دودھ کے احکام و مسائل کا آغاز کیا ہے، پھر ایک حدیث بیان کر کے ان رشتوں کی مزید وضاحت کی ہے۔ بہر حال دودھ پینے سے ایسا رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت، اس کا خاوند، اس کی بیٹی، ماں، بہن، پوتی، نواسی، پھوپھی، خالہ، باپ، بیٹا، دادا، نانا، بھائی، پوتا، نواسا اور چچا یہ سب شیر خوار کے محرم ہو جاتے ہیں بشرطیکہ پانچ مرتبہ دودھ پیا ہو اور مدت رضاعت، یعنی دو سال کے اندر پیا ہو۔ لیکن جس لڑکے یا لڑکی نے دودھ پیا، اس کا باپ یا بھائی، بہن یا ماں، نانی، خالہ اور ماموں وغیرہ دودھ پلانے والی یا اس کے شوہر پر حرام نہیں ہوں گے، گویا قاعدہ یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کی طرف سے تو سب لوگ دودھ پینے والے کے محرم ہو جاتے ہیں لیکن دودھ پینے والے کی طرف سے وہ خود یا اس کی اولاد ہی محرم ہوتی ہے، اس کے باپ، بھائی، چچا، ماموں اور خالہ وغیرہ محرم نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم۔

[5099] ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف فرما تھے اور انھوں (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے سنا کہ کوئی صاحب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ شخص آپ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میرا خیال ہے یہ فلاں شخص ہے۔“ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کا نام لیا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ فلاں، جو ان کے رضاعی چچا تھے، اگر زندہ ہوتے تو میرے پاس آسکتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، دودھ بھی ان رشتوں کو محرم بنا دیتا ہے جنھیں خون بنا تا ہے، یعنی دودھ پینے سے وہی رشتہ قائم ہو جاتا ہے جو خون سے قائم ہوتا ہے۔“

۵۰۹۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَرَاهُ فَلَانًا» - لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرِّضَاعَةِ - قَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ كَانَ فَلَانٌ حَيًّا - لِعَمَّهَا مِنَ الرِّضَاعَةِ - دَخَلَ عَلَيَّ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ، أَلَرِّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ». [راجع: ۲۶۶۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① رضاعی چچا کی دو صورتیں ممکن ہیں: ایک یہ ہے کہ والد کے ہمراہ جس نے دودھ پیا ہے وہ اولاد کے لیے رضاعی چچا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس عورت کا دودھ پیا جائے اس کے خاوند کا بھائی دودھ پینے والے کا رضاعی چچا ہوگا۔ ② رضاعت سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور اجنبیت ختم ہو جاتی ہے، یعنی جس عورت کا دودھ پیا جائے وہ ماں اور عورت کا شوہر باپ اور اس کا بھائی ماموں اور اس کی بہن رضاعی خالہ بن جاتی ہے۔ لیکن وراثت اور اخراجات کی ذمہ داری اس رضاعت سے ثابت نہیں ہوتی۔ ③ اس مسئلے میں امت کا اتفاق ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ دودھ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں



لیکن رضاعت کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے: ◦ کم از کم پانچ مرتبہ دودھ پیا جائے۔ ◦ مدت رضاعت، یعنی دو سال کے اندر اندر دودھ پیا جائے۔ اگر کسی نے ایک یا دو مرتبہ دودھ پیا یا مدت رضاعت کے بعد دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۵۱۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَلَا تَنْزَوِجُ ابْنَةَ حَمْزَةَ؟ قَالَ: «إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ».

[5100] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے عرض کی گئی: آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، یعنی رضاعی بھتیجی ہے۔“

وَقَالَ بِشْرُ بْنُ عَمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ مِثْلَهُ. [راجع: زید سے اسی طرح اس حدیث کو سنا۔]

بشر بن عمر نے کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا، انھوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے اسی طرح اس حدیث کو سنا۔

[۲۶۴۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! رشتے ناتے کے لحاظ سے آپ کا رحمان قریش کی طرف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آپ کے پاس کچھ ہے جسے میں پسند کروں۔“ انھوں نے کہا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر سے شادی کر لیں جو آپ کے چچا کی بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔“ ② حضرت حمزہ اور رسول اللہ ﷺ نے ابولہب کی لوٹڈی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا، اس لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی تھے اور نسب کے اعتبار سے آپ کے چچا تھے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی ثویبہ لوٹڈی کا دودھ پیا تھا وہ بھی آپ رضاعی بھائی تھے جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ ③ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے نام کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں: امامہ، عمارہ، سلمیٰ، عائشہ، فاطمہ، امۃ اللہ اور یعلیٰ وغیرہ۔ بعض مؤرخین نے ام فضل بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ اس کی کنیت ہے۔ ④

۵۱۰۱ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! انْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ؟ فَقَالَ: «أَوْ تُحْبِبِينَ ذَلِكَ؟»، فَقُلْتُ: نَعَمْ لَسْتُ

[5101] حضرت ام المومنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ میری بہن، جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی دختر ہے، سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”تم اسے پسند کرو گی؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ اب بھی تو میں آپ کی اکیلی بیوی نہیں ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میری بہن میرے ساتھ خیر و برکت میں شریک ہو۔

① صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: 3581 (1446)، ② صحیح البخاری، النکاح، حدیث: 5101، ③ فتح الباری: 9/178.

نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے حلال نہیں۔“ میں نے عرض کی: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”وہ بیٹی جو ام سلمہ کے بطن سے ہے؟“ میں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ میری رہبر (پہلے خاوند سے اولاد، سوتیلی بیٹی) نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ تم مجھ پر اپنی بہنیں اور بیٹیاں نکاح کے لیے نہ پیش کیا کرو۔“ عروہ نے کہا: ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے کسی عزیز نے اسے (خواب میں) بری حالت میں دیکھا، اس نے پوچھا: تجھ پر کیا ہوتی؟ اس نے کہا: جب سے میں تم سے جدا ہوا ہوں مجھے کبھی آرام نہیں ملا، سوائے اس بات کے کہ میں اس انگلی سے پانی پلایا جاتا ہوں۔ یہ بھی اس وجہ سے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرِ أُخْتِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي»، قُلْتُ: فَإِنَّا نَحَدِّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ، «بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رِبِّيَّةً فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّهَا لَا بَنَتْهُ أُخِي مِنْ الرِّضَاعَةِ، أَرْضَعْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثَوْبَةً، فَلَا تَعْرِضَنَّ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ». قَالَ عُرْوَةُ: وَثَوْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ، وَكَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ النَّبِيَّ ﷺ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشْرَ حَبِيبَةٍ: قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيتِ؟ قَالَ: أَبُو لَهَبٍ: لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سَقِيتُ فِي هَذِهِ بَعَثَاتِي ثَوْبَةً. [انظر:

[۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۱۲۳، ۵۳۷۲]

فوائد و مسائل: ① حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بہن سے نکاح کی پیش کش کی لیکن آپ نے اسے شرف قبولیت سے نہ نوازا کیونکہ وہ بہنیں بیک وقت کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ ممکن ہے کہ اس کی حرمت کا سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو علم نہ ہوا یا وہ اسے آپ کی خصوصیت کے طور پر جائز سمجھتی ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح کے احکام دوسروں سے مختلف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب لوگوں کی یہ بات پہنچی کہ آپ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے وضاحت فرمائی: وہ بھی میرے لیے حلال نہیں ہے اور اس کی حرمت کے دو سبب ہیں: ایک تو یہ کہ وہ میرے زیر پرورش ہے، یعنی ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ میری رضاعی بہن تھی ہے کیونکہ مجھے اور اس کے والد ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا تھا، اس بنا پر تم اپنی بہنیں اور بیٹیاں نکاح کے لیے مجھے پیش نہ کیا کرو۔ ② اس حدیث کی مطابقت عنوان کے دوسرے جز سے ہے کہ جو رشتہ نسب کے سبب حرام ہے وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ضروری تنبیہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نسبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی پیر کے دن پیدائش ہوئی تو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے جا کر اسے خوشخبری سنائی، اس خوشی میں اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جب وہ مرا تو ایک سال بعد خواب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اسے انتہائی بری حالت میں دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ مرنے کے بعد

مجھے کبھی راحت نصیب نہیں ہوئی صرف پیر کے دن عذاب میں کچھ تخفیف ہو جاتی ہے۔<sup>(۱)</sup> صحیح بخاری کی اس روایت اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی وضاحت سے جشن میلاد کا جواز کشید کیا جاتا ہے کہ اگر ابولہب کو رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے دن پانی دیا جاتا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے وقت خوشی کا اظہار کیا تھا اور اس خوشی میں اپنی لوٹڈی کو آزاد کر دیا تھا، اہل ایمان کو اس دن بڑھ چڑھ کر خوشی کا اہتمام کرنا چاہیے اور امید رکھنی چاہیے کہ اللہ کے ہاں اس خوشی کی بنا پر خیرات و برکات حاصل ہوں گی؟ اس استدلال پر ہماری گزارشات حسب ذیل ہیں: ○ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں نبوت ملنے کے بعد تینیس (23) مرتبہ آپ کی پیدائش کا دن آیا، آپ نے جشن میلاد کا نہ خود اہتمام کیا اور نہ اس کے اہتمام ہی کا حکم دیا، یہ اس لیے کہ شریعت میں جشن میلاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے خلفائے اربعہ سے بھی اس کے متعلق کچھ منقول نہیں۔ ○ رسول اللہ ﷺ ہر چہرہ کا روزہ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام رحمہ اللہ نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: ”اس دن میں پیدا ہوا تھا اور اسی دن مجھے نبوت ملی تھی۔“<sup>2</sup> ہمیں اس دن روزے کا اہتمام کرنا چاہیے، وہ بھی ہر پیر کو، لیکن سال کے بعد جشن میلاد منانا اور جلوس نکالنا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اتفاق سے بقول ان کے رسول اللہ ﷺ کا یوم پیدائش بھی بارہ ربیع الاول ہے جسے چند سال پہلے بارہ وفات کہا جاتا تھا۔ صحابہ کرام رحمہ اللہ پر یہ دن بہت بھاری تھا حتیٰ کہ حضرت عمر رحمہ اللہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت فاطمہ رحمہ اللہ تو آپ کی وفات کی وجہ سے بہت بڑھال تھیں لیکن ہم اس دن جشن منائیں اور خوشی کا اظہار کریں ایسا کرنا صحابہ کرام سے محبت کے منافی ہے۔ ○ مذکورہ روایت مرسل ہے اور قرآن کریم کے مخالف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ہم ان کے اعمال کی طرف توجہ دیں گے اور انہیں اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے۔“<sup>3</sup> جبکہ مرسل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو لہب کو آزادی کی وجہ سے پانی دیا جائے گا، نیز حضرت عباس رحمہ اللہ نے کفر کی حالت میں یہ خواب دیکھا جو قابلِ حجت نہیں ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔ بہر حال اس روایت سے جشن میلاد کا جواز کشید نہیں کیا جاسکتا اور نہ شریعت ہی میں ایسے کاموں کی کوئی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 22- جس نے کہا: دو سال کے بعد رضاعت معتبر نہیں

(۲۲) بَابُ مَنْ قَالَ: لَا رَضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”پورے دو سال کی مدت اس شخص کے لیے ہے جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہتا ہو۔“ رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنِمَّ الرِّضَاعَةَ﴾ [البقرة: ۲۳۳] وَمَا يُحَرِّمُ مِنْ قَلِيلِ الرِّضَاعِ وَكَثِيرِهِ.

وضاحت: یہ عنوان دو اجزاء پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہیں: ○ مدت رضاعت دو سال ہے اس کے بعد رضاعت کا

① فتح الباری: 181/9، 2، صحیح مسلم، الصیام، حدیث: 2747 (1162)، 197، ③ الفرقان 25: 23.



اعتبار نہیں۔ ○ رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے تین مقام پر مدت رضاعت کا ذکر کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا بچہ پوری مدت دودھ پے تو مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔“<sup>۱</sup> اس آیت میں وضاحت ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدت رضاعت دو سال ہے، اس سے کم مدت کی رضاعت بھی ہو سکتی ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور دو سال اس کے دودھ چھڑانے میں لگے۔“<sup>۲</sup> اس میں بھی مدت رضاعت کا بیان ہے کہ وہ دو سال ہے۔ تیسرے مقام پر فرمایا: ”اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگے۔“<sup>۳</sup> سورۃ بقرہ میں رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال بیان ہوئی تھی، یہاں حمل اور رضاعت کی مدت 30 ماہ فرمائی، گویا حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہوئی، اس سے کم کا حمل نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: کسی رضاعت کا اعتبار نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال کے دوران میں ہو۔<sup>۴</sup> اس عنوان کا دوسرا جز یہ ہے کہ رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن کریم نے مطلق رضاعت کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن یہ موقف صحیح احادیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک دو دفعہ دودھ چوسنے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔“<sup>۵</sup> دیگر احادیث میں وضاحت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قرآن میں یہ حکم نازل کیا گیا تھا کہ کم از کم یقینی طور پر دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ہوتی تھی، یہ حکم یقینی طور پر پانچ مرتبہ پینے سے منسوخ ہو گیا۔<sup>۶</sup> نیز حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ اس نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو پانچ مرتبہ دودھ پلایا تو وہ اس کے بچے کی جگہ ہو گیا۔<sup>۷</sup> واضح رہے کہ ایک دفعہ دودھ پینے سے مراد یہ ہے کہ جب بچہ اپنی ماں کا پستان منہ میں لے کر چوسنا شروع کر دے اور پھر کسی عارضے کے بغیر اپنی مرضی سے چھوڑ دے تو یہ ایک دفعہ دودھ پینا ہے۔ رضاعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دودھ موجود ہو اور بچے کا اسے پینا بھی یقینی ہو، خالی پستان منہ میں ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

[5102] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس ایک آدمی تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کا چہرہ متغیر سا ہو گیا، گویا آپ نے اس کی موجودگی کو برا محسوس کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”خوب غور کیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں؟ رضاعت تو بھوک سے ثابت ہوتی ہے۔“

۵۱۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ، كَأَنَّهُ كَرِهَ ذَلِكَ، فَقَالَتْ: إِنَّهُ أَخِي، فَقَالَ: «انْظُرْنَ مَنْ» إِخْوَانُكُمْ فَإِنَّمَا الرِّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ.

[راجع: ۲۶۴۷]

1 البقرة: 233. 2 لقمان: 14. 3 الأحقاف: 15. 4 السنن الكبرى للبيهقي: 442/7. 5 صحيح مسلم، الرضاع، حديث: 3590 (1450). 6 صحيح مسلم، الرضاع، حديث: 3597 (1452). 7 سنن أبي داود، النكاح، حديث: 2061.



**فوائد ومسائل:** ① دودھ کا رشتہ اس وقت قائم ہوتا ہے جب صغیر بچپن، یعنی بالکل ہی چھوٹی عمر میں دودھ پیا جائے۔ اس کی مدت قرآن کریم نے دو سال بیان کی ہے، یعنی اس رضاعت کا اعتبار کیا جائے گا جو بچے کو دوسرے ہر قسم کے کھانے سے بے نیاز کر دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رضاعت وہ ہے جو ہڈی کو مضبوط کرے اور گوشت پیدا کرے۔ ② یعنی وہ دودھ رضاعت کی حرمت کا باعث ہوگا جو گوشت پیدا کرے، اس سے ہڈیاں مضبوط ہوں اور وہ جسم کا حصہ بنے جیسا کہ دیگر احادیث میں اس کی وضاحت ہے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے اور وہ اس وقت معتبر ہوگی جب بھوک کو مٹائے اور گوشت کو پیدا کرے، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ رضاعت حرمت کا سبب ہوگی جو بچے کی انتڑیوں کے کھلنے کا باعث ہو اور یہ دودھ چھرانے سے پہلے پہلے ہو۔“ ④

### باب: 23 - لبن فحل کا بیان

### (۲۳) بَابُ لَبَنِ الْفَحْلِ

**وضاحت:** اگر کوئی بچہ کسی اجنبی عورت کا دودھ پیتا ہے جبکہ اس عورت کا دودھ اس کے خاوند کی وجہ سے ہے تو کیا بچے اور اس خاوند کے درمیان حرمت رضاعت ہوگی یا نہیں؟ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ عورت کا خاوند اس بچے کا رضاعی باپ ہوگا کیونکہ عورت کے دودھ میں اس کا حصہ ہے۔ مرد کی طرف دودھ کی نسبت مجازی ہے کیونکہ وہ عورت کے دودھ کا سبب ہے۔ لبن فحل کی یہی حقیقت ہے۔

[5103] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو قیس کا بھائی الفح آیا اور اس نے گھر آنے کی اجازت طلب کی جبکہ وہ آپ کا رضاعی چچا تھا۔ یہ پردے کی آیات اترنے کے بعد کا واقعہ ہے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:) میں نے انھیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسے اجازت دے دیا کروں۔

۵۱۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقَعِيسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمَّهَا مِنَ الرِّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ، فَأَبَيْتُ أَنْ أَذِنَ لَهُ، فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَذِنَ لَهُ. [راجع: ۲۶۴۴]

**فوائد ومسائل:** ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ دودھ پینے سے صرف عورت کے ساتھ رشتہ رضاعت قائم ہوتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں اس کی تفصیل ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس الفح آئے تو میں نے پردہ کر لیا۔ انھوں نے کہا: آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں جبکہ میں آپ کا چچا ہوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ کیسے؟ انھوں نے کہا: آپ کو میرے بھائی کی بیوی

نے دودھ پلایا ہے۔ میں نے کہا: مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے اس کے شوہر نے تو نہیں پلایا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: ”وہ تیرا چچا ہے اور تیرے پاس آسکتا ہے۔“<sup>(۱)</sup> اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے تمام رشتے دار دودھ پینے والے کے عزیز و اقارب بن جاتے ہیں اور عورت کا خاندان اس کا رضاعی باپ بن جاتا ہے۔<sup>(۲)</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ اگر ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں، ان میں سے ایک نے کسی لڑکے کو اور دوسری نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو اس لڑکے اور لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں لبنِ فحل کا اعتبار ہوگا، چونکہ دودھ خاندن کی وجہ سے آتا ہے، اس لیے اس کے اثرات دونوں بیویوں میں ہوں گے اور ان کے دودھ پلانے سے حرمت رضاعت قائم ہوگی۔<sup>(۳)</sup>

### باب: 24- دودھ پلانے والی عورت کی شہادت

### (۲۴) بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

☆ وضاحت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اگر دودھ پلانے والی عورت قسم اٹھا کر شہادت دے کہ اس نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے تو اس کی شہادت قبول ہوگی۔ امام زہری، ادزاعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم بھی یہی کہتے ہیں۔<sup>(۴)</sup> ابن بطال نے بڑی عجیب بات کہی ہے کہ رضاعت کے متعلق صرف ایک عورت کی گواہی قبول نہ کرنے پر اجماع ہے، حالانکہ اسلاف میں ایک جماعت نے صرف ایک عورت کی گواہی کو معتبر خیال کیا ہے۔<sup>(۵)</sup>

[5104] حضرت عقبہ بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ فام عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں اسی وقت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ فام عورت نے آکر کہا ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، حالانکہ وہ جھوٹ بولتی ہے۔ آپ ﷺ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں نے آپ کے چہرہ انور کی طرف آکر عرض کی: وہ عورت جھوٹ کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اب اس بیوی سے کیسے نکاح رہ سکے گا جبکہ اس عورت نے تمہیں دودھ پلانے کی شہادت دی ہے؟ اس عورت کو اپنے سے الگ کر دو۔“ (راوی حدیث) اسماعیل بن علیہ نے اپنی شہادت

۵۱۰۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ - قَالَ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ لِكُنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ - قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ، فَقَالَتْ: أَرْضَعْتُكُمَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ فَجَاءَتْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ لِي: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، وَهِيَ كَاذِبَةٌ. فَأَعْرَضَ عَنِّي فَأَتَيْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، قُلْتُ: إِنَّهَا كَاذِبَةٌ، قَالَ: «كَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمْتَ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا؟ دَعَهَا عَنْكَ». وَأَشَارَ إِسْمَاعِيلُ

بِأَضْبَعِيهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى، يَحْكِي أَيُّوبَ. اور درمیان والی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ شیخ محترم نے اس طرح اشارہ کیا تھا۔ [راجع: ۸۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے زبان سے بھی فرمایا: اس عورت سے علیحدگی اختیار کر لو اور فراق کے متعلق انگلیوں سے اشارہ بھی فرمایا۔ ② کچھ حضرات کا خیال ہے کہ رضاعت کے سلسلے میں ایک عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احتیاط کے طور پر یہ حکم دیا مگر ایسا کہنا درست نہیں۔ حلال و حرام کے معاملے میں آپ نے ایک عورت کی شہادت کو قبول کر کے یہ حکم دیا تھا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ رضاعت کے متعلق صرف ایک عورت کی گواہی معتبر ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ③ وہ عورت جس سے حضرت عقبہ بن حارث نے نکاح کیا تھا وہ ابواہاب بن عزیز تمیمی کی بیٹی تھی۔ جب سیاہ فام عورت نے دودھ پلانے کی خبر دی تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں تو اس کا علم نہیں ہے اور نہ تو نے اس سے پہلے ہمیں بتایا ہے، پھر انھوں نے سسرال والوں سے دریافت کیا تو انھوں نے بھی بتایا کہ ہم قطعی طور پر اس معاملے سے بے خبر ہیں، پھر انھوں نے مدینہ طیبہ کا سفر اختیار کیا تاکہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں۔ آخر کار انھوں نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا۔<sup>۱</sup> واضح رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہی الفاظ کے ساتھ ایک عنوان کتاب الشہادات میں بھی قائم کیا ہے۔

باب: 25- کون سی عورتیں حلال اور کون سی حرام ہیں

(۲۵) بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں حرام ہیں..... سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ إِلَى ﴿عَلَيْمًا حَكِيمًا﴾ الْآيَةُ [النساء: ۲۴، ۲۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ سے مراد خاوند والی آزاد عورتیں ہیں، وہ بھی حرام ہیں۔ ﴿إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی اس کے غلام کے نکاح میں ہو تو وہ اس سے واپس لے سکتا ہے، یعنی طلاق دلو کر خود اپنی بیوی بنا سکتا

وَقَالَ أَنَسٌ: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ ﴿إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ. وَقَالَ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَ حَتَّى يُؤْمِنَ﴾ [البقرة: ۲۲۱]. وَقَالَ ابْنُ



عَبَّاسٍ: مَا زَادَ عَلَىٰ أَرْبَعٍ فَهُوَ حَرَامٌ كَأُمِّهِ وَابْنَتِهِ وَأُخْتِهِ۔  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا اسی طرح حرام ہے جیسا کہ اپنی ماں، بیٹی اور بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

وضاحت: حضرت انس رضی اللہ عنہ قرآنی آیت کے ضمن میں: ﴿إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی لونڈی کسی غلام کے نکاح میں دے دی ہو تو جب چاہے اس سے واپس لے سکتا ہے لیکن جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ جب اس نے لونڈی کا نکاح کسی غلام سے کر دیا ہے تو طلاق کا حق بھی اسی غلام کو ہوگا، لونڈی کا مالک اس سے چھین نہیں سکتا۔ اور آیت کا محل وہ جنگی عورتیں ہیں جن کے شوہر زندہ ہوں، استبرائے رحم کے بعد ان سے مباشرت کرنا جائز ہے۔

[5105] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نسب سے سات عورتیں حرام ہیں اور سسرال کے ذریعے سے بھی سات عورتیں حرام ہیں، پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی: ”تم پر تمھاری مائیں حرام ہیں.....“ حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ان کی بیوی دونوں سے نکاح کر کے بیک وقت اپنے پاس رکھا۔ حضرت ابن سیرین نے کہا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ایک بار تو اسے مکروہ کہا پھر کہنے لگے کہ اس میں چنداں حرج نہیں۔ حضرت حسن بن حسن بن علی نے اپنے دونوں چچا کی دو بیٹیوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں ایک رات جمع کیا۔ حضرت جابر بن زید (تابعی) نے اسے مکروہ خیال کیا کیونکہ اس میں قطع رحمی کا اندیشہ ہے لیکن یہ حرام نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سالی سے زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی۔ یحییٰ کندی، امام شععی اور ابو جعفر سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے کسی بچے کے ساتھ برا کام کیا تو وہ اس کی ماں

۵۱۰۵ - وَقَالَ لَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنِي حَبِيبٌ عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: حَرْمٌ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ، وَمِنَ الصَّهْرِ سَبْعٌ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ الْآيَةَ وَجَمَعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ ابْنَتِهِ عَلِيٍّ وَامْرَأَةٍ عَلِيٍّ. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً، ثُمَّ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ. وَجَمَعَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ ابْنَ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمِّ فِي لَيْلَةٍ، وَكَرِهَهُ جَابِرُ ابْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيعَةِ، وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَهُ ذَلِكَ﴾ [النساء: ۲۴] وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا زَنَى بِأَخْتِ امْرَأَتِهِ لَمْ تَحْرُمَ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ. وَيُرْوَى عَنْ يَحْيَى الْكِنْدِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِي جَعْفَرٍ فِيمَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ: إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمُّهُ. وَيَحْيَى هَذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ لَمْ يَتَابَعِ عَلَيْهِ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا زَنَى بِهَا لَا تَحْرُمُ



کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا۔ بچی کندی غیر معروف آدمی ہے اور اس مسئلے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنی ساس سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی لیکن ابو نصر نامی راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ بیوی حرام ہو جائے گی لیکن ابو نصر کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع معروف نہیں۔ البتہ عمران بن حصین، جابر بن زید رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور بعض اہل عراق سے مروی ہے کہ بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیوی حرام نہیں ہوگی تا آنکہ اس کی ماں کو زمین سے ملا دے، یعنی اس سے جماع کرے۔ سعید بن مسیب، حضرت عروہ اور امام زہری رحمہم نے اسے (مذکورہ صورت میں بیوی کے ساتھ رہنا) جائز قرار دیا ہے۔ امام زہری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حرام نہیں ہوتی لیکن یہ مرسل روایت ہے۔

عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ. وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي نَضْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَرَّمَهُ، وَأَبُو نَضْرٍ هَذَا لَمْ يُعْرِفْ بِسَمَاعِهِ مِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَيُرْوَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَالْحَسَنِ وَبَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ: يَحْرُمُ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَا تَحْرُمُ عَلَيْهِ حَتَّى يُلْزَقَ بِالْأَرْضِ، يَعْنِي بُجَامِعَ. وَجَوْرَةَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُزْرَةَ وَالزُّهْرِيَّ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَحْرُمُ. وَهَذَا مُرْسَلٌ.

🌞 فوائد ومسائل: ① اس روایت کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی ایک چیزوں کو بیان کیا ہے جنہیں ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نسب کی وجہ سے سات عورتیں حرام ہیں اور سسرال کی وجہ سے بھی سات عورتیں حرام ہیں، لیکن آیت کریمہ میں سات نسبی عورتوں کا ذکر ہے، مثلاً: ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی لیکن سسرال کی طرف سے سات عورتوں کا ذکر نہیں، البتہ رضاعت کو سسرال سے تعبیر کریں تو سات عورتیں حسب ذیل ہیں: رضاعی ماں، رضاعی بہن، ساس، رپیہ، بہو، سالی اور شادی شدہ عورت۔ ان محرمات میں سات نسبی ہیں اور سات نسبی، جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ② آیت کریمہ میں بیک وقت دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان دو عورتوں کو عقد نکاح میں جمع کیا جو ایک دوسری کے چچا کی بیٹی تھیں۔ اس سے مراد محمد بن علی کی بیٹی اور عمر بن علی کی بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسری کے چچا کی بیٹی ہے۔ امام مالک اسے مکروہ خیال کرتے ہیں حرام قرار نہیں دیتے۔ حضرت جابر بن زید نے مکروہ کی علت قطع رحمی بیان کی ہے۔ بہر حال ایسا کرنا حرام نہیں ہے۔ ③ اگر کسی نے سالی سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی جیسا کہ جمہور ائمہ کا موقف ہے کیونکہ زنا حرام ہے اس کا اثر حلال چیز پر نہیں پڑتا، پھر شریعت میں نکاح کا اطلاق عقد پر ہوتا ہے محض ولی پر نہیں ہوتا، لیکن امام ثوری اور اہل کوفہ کا موقف ہے کہ سالی سے زنا کرنا بیوی کے حرام ہونے کا باعث ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف کو محل نظر قرار دیا ہے۔

(۲۶) بَابُ: ﴿وَرَبِّبْنَكُمْ اَلَّتِي فِي حُجُورِكُمْ  
مِّنْ اُنْسَاكُمُ اَلَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾

[النساء: ۲۳]

باب: 26- ارشاد باری تعالیٰ ”اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں (پرورش پارتی) ہوں بشرطیکہ تم اپنی بیویوں سے صحبت کر چکے ہو“ کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَلدُّخُولُ وَالْمَسِيرُ  
وَاللَّمَّاسُ هُوَ الْجِمَاعُ، وَمَنْ قَالَ: بَنَاتُ  
وَلَدَهَا هُنَّ مِنْ بَنَاتِهَا فِي التَّحْرِيمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ  
ﷺ لَا مَحَبَّةَ: «لَا تَعْرِضَنَّ عَلَيَّ بَنَاتُكَ وَلَا  
أَخَوَاتُكَ» وَكَذَلِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْأَبْنَاءِ هُنَّ  
حَلَائِلُ الْأَبْنَاءِ. وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيبَةُ وَإِنْ لَمْ  
تَكُنْ فِي حَجَرِهِ؟ وَدَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رِبِيبَةً لَهُ إِلَى  
مَنْ يَكْفُلُهَا. وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ ابْنَ ابْنَتِهِ ابْنًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دخول، مسیس اور لماس سے مراد جماع ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بیوی کی اولاد کی بیٹیاں بھی حرمت میں بیٹیوں جیسی ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ”تم میرے لیے اپنی بیٹیاں اور بہنیں نہ پیش کیا کرو۔“ اسی طرح بیٹوں کی اولاد کی بیویاں بھی بیٹوں کی بیویوں جیسی ہیں۔ کیا اگر ربیبہ زیر پرورش نہ ہو تو اسے ربیبہ کا نام دیا جاسکتا ہے؟ نبی ﷺ نے اپنی ربیبہ ایک ایسے شخص کے حوالے کی جو اس کی کفالت کرے۔ نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے بیٹے کو بیٹا کہا۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں تین مسائل بیان کیے ہیں: ۱۔ دخول کی تفسیر کیا ہے؟ ۲۔ بنات الاولاد بھی بنات کے حکم میں ہیں۔ ۳۔ ربیبہ کسے کہتے ہیں؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ دخول، تقشی، انشاء، مباشرت، رفت اور لمس جماع کو کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ باحیا اور کریم ہے، اس لیے جس چیز کے متعلق جیسے چاہتا ہے کنایہ کرتا ہے۔ ① بنات اولاد، یعنی پوتی اور نواسی حرمت میں بیٹی کی طرح ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”تم مجھے اپنی بیٹیاں اور بہنیں نکاح کے لیے نہ پیش کیا کرو۔“ ② اس مقام پر پوتی اور نواسی بھی بیٹی کے حکم میں ہے، نیز ربیبہ بیوی کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو اس کے پہلے خاوند سے ہو، خواہ وہ دوسرے خاوند کی پرورش میں نہ ہو۔ مذکورہ آیت کریمہ میں ﴿حُجُورُكُمْ﴾ کا خطاب عادت اور غلبے کے طور پر ہے، مفہوم مخالف مراد نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مفہوم مخالف کے طور پر بیوی کی اس بیٹی سے نکاح جائز کہتے ہیں جو اس کے زیر پرورش نہ ہو اگرچہ اس سے دخول کر چکا ہو جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ان کا فتویٰ مذکور ہے۔ ③ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کی لڑکی کا زیر پرورش ہونا حرمت کے لیے شرط نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت ام سلمہ کو نوفل اشجعی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تا کہ وہ اس کے دودھ کا بندوبست کرے، چنانچہ وہ زینب کو اپنے ساتھ لے گیا، پھر جب واپس آیا تو

رسول اللہ ﷺ نے اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا: وہ اپنی رضاعی ماں کے پاس ہے۔<sup>۱</sup> اس سے معلوم ہوا کہ ربیبہ کی حرمت کے لیے اس کا گود میں ہونا ضروری نہیں ہے۔<sup>۲</sup>

[5106] حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے کوئی دلچسپی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں اسے کیا کروں گا؟“ میں نے عرض کی: آپ اس سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟“ میں نے کہا: میں آپ کی اکیلی بیوی تو نہیں ہوں۔ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آپ کی زوجیت میں جو میرا شریک ہو وہ میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے حلال نہیں۔“ میں نے عرض کی: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ام سلمہ کی بیٹی کو؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(وہ میری ربیبہ ہے۔) اگر وہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ ثویبہ نے مجھے اور اس کے والد (ابوسلمہ) کو دودھ پلایا ہے۔ مجھے نکاح کے لیے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی پیش کش نہ کیا کرو۔“

۵۱۰۶ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ لَكَ فِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ؟ قَالَ: «فَأَفْعَلُ مَاذَا؟»، قُلْتُ: تَنْكِحُ، قَالَ: «أَتُحِبِّينَ؟»، قُلْتُ: لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرَكَنِي فِيكَ أُحْتَبِي، قَالَ: «إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي»، قُلْتُ: بَلَّغْنِي أَنَّكَ تَخْطُبُ، قَالَ: «ابْنَةُ أُمِّ سَلَمَةَ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي مَا حَلَلْتُ لِي، أَرْضَعْتَنِي وَأَبَاَهَا ثَوَيْبَةً، فَلَا تَعْرِضَنَّ عَلَيَّ بَنَاتُكَ وَلَا أَخَوَاتُكَ».

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: دُرَّةُ بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ. [راجع: ۵۱۰۱]

لیث نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ اس کا نام دُرہ بنت ام سلمہ ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① مدینہ طیبہ میں منافقین کے پروپیگنڈے سے یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یہ بات کہی کہ آپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی دختر سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے حلال ہی نہیں ہے اور اس کی دود جو ہات ہیں: ایک تو وہ ربیبہ ہے، یعنی اس کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا میری بیوی ہے اور دوسری یہ کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے کیونکہ مجھے اور اس کے والد ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا تھا۔“ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے لیث کی روایت سے ثابت کیا

① المستدرک للحاکم: 565/1، رقم: 2077. 2 فتح الباری: 199/9.



ہے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کا نام درہ تھا جیسا کہ آئندہ ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے۔<sup>(۱)</sup> کچھ حضرات نے اس لڑکی کا نام زینب بتایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: اس کا نام درہ ہے زینب نہیں۔<sup>(۲)</sup>

باب: 27- ارشاد باری تعالیٰ: ”(یہ بھی حرام ہے کہ) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو مگر جو پہلے ہو چکا ہے“ کا بیان

(۲۷) بَابُ: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ [النساء: ۲۳]

[5107] حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ میری بہن ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمھیں یہ پسند ہے؟“ میں نے عرض کی: جی ہاں، میں تھا تو آپ کی بیوی نہیں ہوں۔ اور مجھے زیادہ پسند ہے کہ میری بہن بھی خیر و برکت میں میرے ساتھ شریک ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے حلال نہیں۔“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہمیں تو یہ خبریں مل رہی ہیں کہ آپ ابو سلمہ کی بیٹی درہ کو پیغام نکاح بھیجنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”وہ جو ام سلمہ کی دختر ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اگر وہ میری گود میں نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھے نکاح کے لیے پیش نہ کیا کرو۔“

۵۱۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْكِحْ أُخْتِي بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: «وَتُحْيِينَ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي خَيْرِ أُخْتِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَوَاللَّهِ إِنَّا لَتَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: «بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ؟»، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَوَاللَّهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّهَا لَا بِنْتُ أُخْتِي مِنَ الرِّضَاعَةِ، أَرْضَعْتَنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثَوْبَةُ، فَلَا تَعْرِضَنَّ عَلَيَّ بَنَاتُكُنَّ وَلَا أَخَوَاتُكُنَّ». [راجع: ۵۱۰۱]

🌟 فوائد و مسائل: (۱) دو بہنوں کا بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ وہ بہنیں، خواہ حقیقی ہوں یا مادری یا پدری، خواہ نسبی ہوں یا رضاعی کسی صورت میں ایسا کرنا جائز نہیں، البتہ ایک کی وفات یا طلاق کی صورت میں عدت گزارنے پر دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت فیروز دیلمی رحمہ اللہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح



میں دو بہنیں تھیں، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے ہاں دو بہنیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔“<sup>(۱)</sup> امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا: ”تم اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کی مجھے پیش کش نہ کیا کرو۔“ بہر حال امت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے، بالاتفاق دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

باب: 28- کسی عورت سے اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے

(۲۸) بَابُ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا

وضاحت: اس کا مطلب یہ ہے کہ بیک وقت پھوپھی اور بھتیجی، نیز خالہ اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے، ایسا کرنا حرام ہے۔

۵۱۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا. وَقَالَ دَاوُدُ وَابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

[5108] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عورت سے اس کی پھوپھی پر اور اس کی خالہ پر نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ داؤد اور ابن عون نے بواسطہ شعبی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۵۱۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا». [انظر: ۵۱۱۰]

[5109] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورت اور اس کی پھوپھی کو ایک عقد میں جمع نہ کیا جائے اور نہ عورت اور اس کی خالہ ہی کو ایک عقد میں جمع کیا جائے۔“

۵۱۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُوَيْبٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، وَالْمَرْأَةُ وَخَالَتِهَا. فَتَرَى خَالَهَ أَبِيهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ. [راجع: ۵۱۰۹]

[5110] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت اور اس کی پھوپھی، نیز عورت اور اس کی خالہ کو ایک عقد میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بیوی کے باپ کی خالہ کو بھی اسی درجے میں رکھا گیا ہے۔

۵۱۱۱ - لِأَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَرَّمُوا مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ. [راجع: ۲۶۴۴]

[5111] کیونکہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انھوں نے فرمایا: جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں انھیں رضاعت سے بھی حرام قرار دو۔

🌞 فوائد و مسائل: ① پھوپھی کے لفظ میں دادا کی بہن، نانا کی بہن، ان کے باپ کی بہن، اسی طرح خالہ کے لفظ میں نانی کی بہن اور نانی کی ماں سب داخل ہیں۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا منع ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد تصور کریں تو دوسری عورت سے اس کا نکاح جائز نہ ہو، البتہ اپنی بیوی کے ماموں کی بیٹی، چچا کی بیٹی، پھوپھی کی بیٹی سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔ ② ابن حبان کی روایت میں اس کی علت بیان کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم ایسا کرو گے تو قطع رحمی کے مرتکب ہو گے۔“ ③ بیوی کے باپ کی خالہ کو بھی اس درجے میں رکھا گیا ہے۔ اس سے مراد رضاعی خالہ ہے کیونکہ اس کے بعد رضاعت کا مسئلہ بیان ہوا ہے، یعنی خالہ سے مراد عام ہے، خواہ نسبی ہو یا رضاعی، اس عورت کی اپنی ہو یا اس کے باپ کی، بہر حال اس سے کئی ایک فروعات نکلتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

### باب: 29- وہ سہ کا نکاح

[5112] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا۔ اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح (کسی کے ساتھ) اس شرط کے ساتھ کرے کہ وہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرے گا اور ان دونوں کا کوئی حق مہر مقرر نہ ہو۔

### (۲۹) بَابُ الشُّغَارِ

۵۱۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشُّغَارِ. وَالشُّغَارُ: أَنْ يُزَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوَّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ، لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ. [انظر:

[۲۹۶۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نکاح شغار، اسلام میں نہیں ہے۔“ ② صحیح بخاری کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ شغار کی تعریف حضرت نافع نے کی ہے۔ ③ اس میں حق مہر کی قید اتفاقی ہے، اصل مشروط تبادلہ نکاح ہی شغار ہے، خواہ اس میں حق مہر کی تعیین ہو یا نہ ہو جیسا کہ حضرت عباس بن عبد اللہ بن عباس نے عبد الرحمن بن حکم سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور عبد الرحمن نے اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، ان دونوں نے حق مہر بھی مقرر کیا تھا تو

۱: صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان: 426/9، رقم: 4116، وفتح الباری: 202/9. 2: صحیح مسلم، النکاح، حدیث:

3465 (1415). 3: صحیح البخاری، الحیل، حدیث: 6960.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم کی طرف سے ایک مکتوب کے ذریعے سے ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دی اور لکھا کہ یہی وہ شعار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔<sup>۱</sup> اگرچہ فقہائے کوفہ نے مہر مثل کی ادائیگی سے اسے جائز قرار دیا ہے لیکن یہ موقف واضح احادیث کے خلاف ہے۔ ہاں، اگر اتفاقی طور پر تبادلہ نکاح ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔<sup>۲</sup> اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک لڑکی کو اس کی غلطی کی وجہ سے طلاق ملتی ہے تو دوسری لڑکی کا گھر بلا وجہ اجڑ جاتا ہے، اس لیے شریعت نے مشروط تبادلہ نکاح سے منع فرمادیا۔ واللہ اعلم۔

(۳۰) بَابُ: هَلْ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا  
لِأَخِي؟

باب: 30- کیا عورت خود کو کسی کے لیے ہبہ کر سکتی ہے؟

وضاحت: لفظ نکاح یا تزویج کے بغیر صرف ہبہ سے نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ جمہور علماء کے نزدیک ایسا نکاح صحیح نہیں کیونکہ حق مہر کے بغیر صرف ہبہ سے نکاح ہونا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ دوسروں کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

۵۱۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ مِنَ اللَّائِي وَهَبَتْ أَنْفُسَهُنَّ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَمَا تَسْتَحْيِي الْمَرْأَةَ أَنْ تَهَبَ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ؟ فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿زُجَّجِي مَنْ تَسَاءَلْنَهُنَّ﴾ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ.

[5113] حضرت ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کیا تھا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عورت کو شرم نہیں آتی وہ اپنے آپ کو کسی مرد کے لیے ہبہ کرتی ہے؟ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ”(اے پیغمبر!) تو اپنی جس بیوی کو چاہے پیچھے ڈال دے۔“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے اب پتہ چلا ہے کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں کس قدر جلدی کرتا ہے۔

رَوَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْمَوْدُبِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، وَعَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ. [راجع: ۴۷۸۸]

اس حدیث کو ابو سعید مودب، محمد بن بشر اور عبدہ نے ہشام سے، انھوں نے اپنے والد عروہ سے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ وہ ایک دوسرے سے حدیث میں کچھ اضافہ کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تین قسم کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی تھی۔ ان میں سے تیسری قسم ان عورتوں کی تھی جو بذاتِ خود اپنے آپ کو نکاح کے لیے پیش کریں۔ اگر اپنا نفس ہبہ کرنے والی کوئی عورت آپ کو پسند آجائے تو



اس کا حق مہر کچھ نہیں ہوگا اور نہ ولی کی اجازت اور گواہوں کی ضرورت ہی ہوگی۔ عورت کا اپنا نفس ہبہ کر دینا ہی نکاح سمجھا جائے گا۔ ایسی عورتوں کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذکورہ حدیث میں تبصرہ کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیتی تھیں۔ میں کہتی: بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ کوئی عورت اپنا آپ کسی کو ہبہ کر دے، لیکن قرآن کریم نے تبصرہ فرمایا: ”یہ رعایت صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مسلمانوں کے لیے نہیں۔“<sup>(۱)</sup> ② ہبہ عورت کے حکم میں اختلاف ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے یا یہ حکم عام ہے؟ اس اختلاف کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں لفظ ”ہل“ سے اشارہ کیا ہے۔ بہر حال دوسرے مسلمانوں کے لیے حکم ہے کہ وہ نکاح کی دیگر شرائط پوری کریں، یعنی ولی کی اجازت، گواہوں کی موجودگی اور حق مہر کی تعیین وغیرہ اس کے بعد نکاح صحیح ہوگا۔ واللہ اعلم۔

### باب: 31- محرم آدمی کا نکاح کرنا

### (۳۱) بَابُ نِكَاحِ الْمُحْرَمِ

[5114] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح کیا۔

۵۱۱۴ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أُنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرَمٌ. [راجع: ۱۸۳۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت احرام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور شب زفاف کے وقت آپ احرام کی پابندیوں سے آزاد تھے اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات مقام سرف میں ہوئی۔<sup>(۲)</sup> ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ نکاح عمرہ القضاء کے موقع پر ہوا۔<sup>(۳)</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اس سلسلے میں منع کی کوئی حدیث ذکر نہیں کی صرف ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پر اکتفا کیا ہے جو جواز کے لیے واضح ہے۔<sup>(۴)</sup> ② ہمارے رجحان کے مطابق احرام والا آدمی نہ تو خود نکاح کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے شخص ہی کا نکاح کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”احرام والا آدمی خود اپنا نکاح کرے، نہ کسی دوسرے کا نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح ہی بھیجے۔“<sup>(۵)</sup> خود صاحب واقعہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت ہم دونوں مقام سرف میں حلال تھے۔<sup>(۶)</sup> حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ جو ان دونوں کے درمیان قاصد تھے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے، شب زفاف کے وقت بھی حلال تھے اور میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا۔<sup>(۷)</sup> ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کسی وجہ سے وہم ہو گیا ہو

1 صحیح البخاری، التفسیر، حدیث: 4788. 2 صحیح البخاری، المغازی، حدیث: 4258. 3 صحیح البخاری، المغازی، حدیث: 4259. 4 فتح الباری: 207/9. 5 صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3449 (1409). 6 سنن أبي داود، المناسک، حدیث: 1843. 7 جامع الترمذی، الحج، حدیث: 841.

جیسا کہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وہم ہو گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حلال کیا تھا۔<sup>(۱)</sup> کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں، اس لیے وہ ان کا حال زیادہ جانتے تھے لیکن یزید بن اہم کی بھی خالہ تھیں، انھوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بحالت حلال کیا تھا۔<sup>(۲)</sup> ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک تھلید ہدی سے آدمی محرم بن جاتا ہو، جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی قربانیوں کو ہار پہنا دیے ہیں تو اس سے قیاس کر لیا کہ آپ محرم ہیں، حالانکہ اس وقت آپ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ بہر حال اہل حدیث حضرات کا موقف ہے کہ احرام والا آدمی نہ اپنا نکاح کرے اور نہ کسی دوسرے کا نکاح کرائے اور نہ کسی کو پیغام نکاح ہی بھیجے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ایک مرد اور عورت کو الگ الگ کر دیا تھا جنھوں نے احرام کی حالت میں نکاح کیا تھا۔<sup>(۳)</sup>

باب: 32- نبی ﷺ نے آخر کار نکاح متعہ سے منع فرمادیا

(۳۲) تَابَ نَبِيُّ ﷺ عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ  
أَخِيرًا

وضاحت: کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک نکاح کر لینے کو متعہ کہتے ہیں، مثلاً: دو یا تین دن یا اس کے علاوہ کوئی بھی مقررہ مدت ہو۔ اخیراً سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح متعہ پہلے جائز تھا۔ جائز ہونے کے بعد اسے ممنوع قرار دیا گیا۔ ضرورت کے پیش نظر نکاح متعہ کئی مرتبہ جائز ہوا بالآخر اسے ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا کیونکہ اس سے نکاح کے حقیقی مقاصد پورے نہیں ہوتے۔ اس نکاح میں طلاق، عدت اور میراث نہ ہوتی تھی، وقت پورا ہونے پر خود بخود علیحدگی عمل میں آ جاتی۔

۵۱۱۵ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِمَا: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَبِيرٍ. [راجع: ۴۱۶]

[5115] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے وقت متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا۔

نوائد و مسائل: پہلے نکاح متعہ حلال اور مباح تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں، اس لیے ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم خود کو خفی کیوں نہ کر لیں؟ لیکن آپ نے ہمیں اس اقدام سے باز رکھا، پھر ہمیں اس امر کی رخصت دی کہ ہم کسی

(۱) سنن أبی داود، المناسک، حدیث: 1845، (2) صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3453 (1411)، (3) فتح الباری: 208/9.

عورت سے کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے عوض نکاح کر لیں، پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”اے ایمان والو! اپنے اوپر ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں۔“<sup>(۱)</sup> بہر حال نکاح متعہ پہلے مجبوری کے پیش نظر حلال تھا، اس کے بعد اسے ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔<sup>(۲)</sup>

۵۱۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُسْأَلُ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَرَخَّصَ، فَقَالَ لَهُ مُوَلَّى لَهُ: إِنَّمَا ذَلِكَ فِي الْحَالِ الشَّدِيدِ، وَفِي النِّسَاءِ قِلَّةٌ أَوْ نَحْوُهُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَعَمْ.

[5116] حضرت ابو جمرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے عورتوں سے نکاح متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کی اجازت دی۔ پھر ان کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری، عورتوں کی کمی یا اس جیسی دیگر صورتوں میں ہوگی؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ہاں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کے فتوے نے بہت شہرت حاصل کر لی ہے اور اس کے متعلق شعراء نے شعر کہنے شروع کر دیے ہیں تو انھوں نے فرمایا: میں نے تو اس طرح کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ وہ تو ایک اضطراری صورت، یعنی مجبوری کی حالت میں تھا جیسا کہ مجبوری کے وقت مرد اور خنزیر کے گوشت کا کھانا جائز ہے۔ میں نے ایسے سخت حالات کے متعلق نرم گوشہ اختیار کیا تھا۔ میرے نزدیک نکاح متعہ حرام ہے۔<sup>(۳)</sup> ② پیش کردہ روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کی رخصت اضطراری حالت میں دی تھی، اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نعم کہا اور خاموش ہو گئے اور غلام کو کوئی جواب نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے فتوے سے رجوع کر چکے تھے۔ واللہ اعلم۔

۵۱۱۷، ۵۱۱۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرُو، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَا: كُنَّا فِي جَيْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُمْ أَنْ تَسْتَمْتِعُوا فَاسْتَمْتِعُوا.

[5118, 1517] حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک لشکر میں تھے تو رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا: تمہیں نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لہذا تم نکاح متعہ کر سکتے ہو۔

🌞 فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے نکاح متعہ کے متعلق نبی کا عنوان قائم کیا ہے جبکہ اس حدیث میں اس کی اجازت کا ذکر ہے؟



در اصل صحیح مسلم میں ہے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں اس سے منع کر دیا گیا، <sup>۱</sup> اگرچہ ایک روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں اس سے منع فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا ہی حکم کے پیش نظر اس سے منع کیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک نکاح متعہ کی اجازت دی تھی، پھر اس سے منع کر دیا تھا۔ <sup>۲</sup> ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ نکاح متعہ کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ <sup>۳</sup>

۵۱۱۹ - وَقَالَ ابْنُ أَبِي ذُنُبٍ: حَدَّثَنِي إِيَّاسُ ابْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: «أَيُّمَا رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعَشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلَاثُ لَيَالٍ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَزَايَدَا أَوْ يَتَنَارَكَا تَنَارَكَا»، فَمَا أَذْرِي أَشْيَاءَ كَانَتْ لَنَا خَاصَّةً، أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً.

[5119] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جو مرد اور عورت آپس میں (نکاح متعہ پر) اتفاق کر لیں تو وہ آپس میں تین راتیں گزار سکتے ہیں، اس کے بعد اگر چاہیں تو مدت کو زیادہ کر لیں یا ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیں۔“ میں نہیں جانتا کہ یہ رخصت صرف ہمارے لیے تھی یا یہ حکم سب لوگوں کے لیے عام تھا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَدْ بَيَّنَّهٗ عَلِيُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ مَنْسُوخٌ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ نکاح متعہ منسوخ ہے۔

🌞 فَوَائِدُ وَمَسْأَلٌ: (۱) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سہیلی کے حوالے سے ان مقامات کی تفصیل دی ہے جہاں متعہ کی حرمت کا ذکر ہوا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں: ○ خیبر ○ عمرۃ القنواء ○ فتح مکہ ○ غزوہ اوطاس ○ غزوہ تبوک ○ حجۃ الوداع۔ پھر انھوں نے لکھا ہے کہ سہیلی نے غزوہ حنین کا ذکر نہیں کیا یا تو ان سے سہو ہو گیا ہے یا انھوں نے جان بوجھ کر اسے چھوڑ دیا ہے کیونکہ راویوں کی غلطی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ روایات کی چھان بین کرنے کے بعد انھوں نے کہا کہ غزوہ خیبر اور فتح مکہ کے علاوہ کوئی صحیح اور صریح حدیث باقی نہیں رہی۔ (۲) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نکاح متعہ کی تحریم اور اباحت دو مرتبہ ہوئی ہے: غزوہ خیبر سے پہلے مباح تھا، خیبر میں اس کی حرمت کا حکم ہوا، پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کی اباحت کا حکم ہوا اور وہی اوطاس کا سال ہے، اس کے بعد ہمیشہ کے لیے اسے حرام کر دیا گیا۔ <sup>۴</sup> حضرت سبرہ جعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔“ <sup>۵</sup> حضرت

۱: صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3418 (1405)، 2 سنن ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 1963، 3 السنن الکبریٰ للبیہقی: 206/7، وفتح الباری: 216/9، 4: فتح الباری: 212/9، 5: صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3419 (1406)۔

عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین مرتبہ اجازت دی، پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم! مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاح متعہ کا علم ہوا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کروں گا۔<sup>①</sup> ③ اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ صرف شیعہ رافضی اس کی اباحت کے قائل و فاعل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ مجھے کا ناخ، طلاق، عدت اور میراث ہے، یعنی اگر متعہ جائز ہوتا تو طلاق کا وجود نہ ہوتا اور نہ ضابطہ وراثت ہی پر عمل ہوتا۔<sup>②</sup>

باب: 33- عورت کا اپنے آپ کو کسی نیک مرد کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کرنا

(۳۳) بَابُ عَرَضِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا عَلَى الرَّجُلِ الصَّالِحِ

51201 | حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، ان کے پاس ان کی صاحبزادی بھی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے آپ ﷺ کو اپنے نفس کی پیش کش کی اور کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے کہا: وہ عورت بہت کم حیا والی تھی، وائے رسوائی! ہائے بے شری! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عورت تجھ سے بہتر تھی کہ اس نے نبی ﷺ کے متعلق اپنی رغبت کا اظہار کیا اور آپ کو اپنی ذات کے متعلق پیش کش کی۔

۵۱۲۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ قَالَ: سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ ابْنَتُهُ لَهُ. قَالَ أَنَسٌ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَاكَ بِي حَاجَةٌ؟ فَقَالَتْ بِنْتُ أَنَسٍ: مَا أَقَلَّ حَيَاءَهَا، وَاسْوَأَتَاهَا وَاسْوَأَتَاهَا، قَالَ: هِيَ خَيْرٌ مِنْكَ، رَغِبْتُ فِي النَّبِيِّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا. [انظر: ۶۱۲۳]

فوائد و مسائل: ① اگر کوئی عورت خود کو کسی کے لیے بہہ کرتی ہے تو ہے کی پیش کش صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے ہو سکتی تھی کہ اس میں حق مہر یا ولی کی اجازت اور گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں، البتہ کسی نیک انسان کو نکاح کی پیش کش کرنا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے پیش کش کرنے کا مسئلہ ثابت کیا ہے کہ باضابطہ طور پر نکاح کی پیش کش کرنے میں بالکل کوئی حرج نہیں ہے۔<sup>③</sup> ② اس حدیث میں عورت کی فضیلت ثابت ہوئی کہ اس نے اعلیٰ خصائل پر مشتمل بزرگ سے نکاح کی درخواست کی لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے اس کی طرف توجہ نہ دی، صرف ظاہری صورت کو دیکھ کر اعتراض کر دیا۔ ہاں، اگر کوئی عورت دنیاوی اغراض و مقاصد کی وجہ سے کسی کو نکاح کی پیش کش کرتی ہے تو یہ پرلے درجے کی بے حیائی اور رسوائی

۱ سنن ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 1963. 2 المصنف لعبد الرزاق: 505/7، رقم: 14046، وفتح الباری: 216/9.

3 فتح الباری: 219/9.

بات ہے۔ <sup>(۱)</sup> واللہ اعلم۔

۵۱۲۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ امْرَأَةً عَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ زَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ: «مَا عِنْدَكَ؟» قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: «إِذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لَا، وَاللَّهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي وَلَهَا نِصْفُهُ - قَالَ سَهْلٌ: وَمَا لَهُ رِذَاءٌ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَمَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ؟ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ»، فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى إِذَا طَالَ مَجْلِسُهُ قَامَ فَرَأَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَعَاهُ أَوْ دَعِيَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ: «مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» فَقَالَ لَهُ: مَعِيَ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، لِسُورٍ يُعَدَّدُهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمَلَكْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ۲۳۱۰]

[5121] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ کو اپنے نفس کی پیش کش کی۔ ایک شخص نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کے رسول! مجھ سے اس کا نکاح کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرے پاس اسے دینے کے لیے کیا ہے؟“ اس نے کہا: میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”جاؤ تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“ چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر عرض کی: اللہ کی قسم! مجھے تو کچھ نہیں ملا اور نہ لوہے کی انگوٹھی ہی دستیاب ہوئی ہے، البتہ یہ میرا تہبند ہے، اس میں سے نصف اسے دے دیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر نہیں تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ اس تہبند کو کیا کرے گی؟ اگر تو نے اسے پہنا تو اس پر کچھ نہیں ہوگا اور اگر اس نے پہنا تو تیرے پاس کچھ نہیں ہوگا۔“ پھر وہ آدمی بیٹھ گیا اور تادیر بیٹھا رہا۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگا تو نبی ﷺ نے اسے دیکھ کر اپنے پاس بلایا یا اسے بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟“ اس نے آپ ﷺ سے کہا: مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ اس نے چند سورتوں کو شمار کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہم نے تجھے اس کا مالک بنادیا اس وجہ سے جو تجھے قرآن یاد ہے، یعنی اسے ان سورتوں کی تعلیم دو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے بھی عورت کا خود کو نیک مرد پر پیش کرنے کا جواز ثابت کیا ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے جبکہ وہ اس کی بزرگی اور صلاحیت میں رغبت رکھتی ہو۔ اس میں کوئی عار والی بات نہیں ہے۔ ② دنیوی غرض کی وجہ سے ایسا کرنا بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ اگرچہ کسی عورت کا خود کو بطور بہہ پیش کرنا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے



لیکن اس حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی نیک آدمی اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ بہر حال ایسا کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر بزرگ آدمی نکاح میں دلچسپی رکھے تو اس سے نکاح کرے۔ اگر نکاح کی رغبت نہ ہو تو خاموش رہے۔ صراحت کے ساتھ جواب دے کر عورت کی حوصلہ شکنی نہ کرے۔<sup>①</sup>

### (۳۴) بَابُ عَرَضِ الْإِنْسَانِ ابْنَتَهُ أَوْ أُخْتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ

### باب: 34- کسی انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کو اہل خیر سے نکاح کے لیے پیش کرنا

[5122] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت حفصہ بنت عمر خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے بیوہ ہو گئیں..... اور خنیس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انھیں حفصہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کی پیش کش کی، انھوں نے کہا کہ میں اس معاملے میں غور و فکر کروں گا۔ چند دن گزر جانے کے بعد پھر میری ان سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا: میرے لیے یہ امر ظاہر ہوا ہے کہ میں ان دونوں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے (ان سے) کہا: اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا تم سے نکاح کر دوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان کے عدم التفات کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت زیادہ غصہ آیا۔ ابھی چند دن گزرے ہوں گے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کا آپ سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ جب آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کی مجھے پیش کش کی تھی تو

۵۱۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حَذَافَةَ السَّهْمِيِّ، - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَتَوَفَّيَ بِالْمَدِينَةِ - فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي، فَلَبِثْتُ لَيْالِي ثُمَّ لَقِيتَنِي فَقَالَ: قَدْ بَدَأَ لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا. قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ الصَّدِيقَ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتُ عُمَرَ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، وَكُنْتُ أَوْجَدُ عَلَيْهِ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ، فَلَبِثْتُ لَيْالِي ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ، فَلَقِيتَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْتُ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا، قَالَ عُمَرُ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ

میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، شاید آپ کو اس بات سے تکلیف ہوئی ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آپ نے مجھے اس کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تھی تو مجھے جواب دینے سے کوئی امر مانع نہ تھا سوائے اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مجھ سے کیا تھا، اس لیے میں آپ کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ اپنا ارادہ ترک کر دیتے تو میں اسے قبول کر لیتا۔

فِيمَا عَرَضَتْ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِي سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبِلْتُهَا. [راجع: ۴۰۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنی بیٹی سے نکاح کی کسی نیک مرد کو پیش کش کر سکتا ہے، اور اس میں کوئی بے عزتی اور توہین والی بات نہیں ہے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر زیادہ ناراض ہونا اس لیے تھا کہ انھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت تھی اور جہاں محبت زیادہ ہو وہاں ناراضی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلے خاموشی اختیار کر کے پھر معذرت کی تھی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف خاموشی اختیار کیے رکھی۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے قابل اعتماد ساتھی سے یہ ذکر کرنا جائز ہے کہ وہ فلاں عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، حالانکہ ابھی تک اسے پیغام نکاح بھی نہیں بھیجا تھا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی تقویٰ شعار کو اپنی بیٹی یا بہن سے نکاح کی پیش کش کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔

[5123] حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ ذرہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں ام سلمہ کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح کروں؟ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی وہ میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ اس کے والد (حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ) میرے رضاعی بھائی تھے۔“

۵۱۲۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: إِنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّكَ نَاكِحٌ ذُرَّةَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَعْلَى أُمِّ سَلَمَةَ؟ لَوْ لَمْ أَنْكِحْ أُمَّ سَلَمَةَ مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّ أَبَاهَا أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ».

[راجع: ۵۱۰۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق یہ روایت لا کر ایک دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں وضاحت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بہن سے نکاح کی پیش کش کی تھی۔ ② اس پیش کش کو

رسول اللہ ﷺ نے اس لیے رد کر دیا کہ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔ ② بہر حال یہ ثابت ہوا کہ کسی نیک صالح مرد کو اپنی بہن، بیٹی وغیرہ سے نکاح کی پیش کش کی جاسکتی ہے اور اس میں کوئی عاریا بے عزتی والی بات نہیں ہے۔

(۳۵) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَسْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِيمَ اللَّهِ﴾ الْآيَةُ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿عَفْوٌ حَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۳۵]

باب: 35- ارشاد باری تعالیٰ: ”اگر تم (بیواؤں کو) اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دو یا یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں تم پر کوئی گناہ نہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے.....“ کا بیان

أَكْنَسْتُمْ: أَضْمَرْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ، وَكُلُّ شَيْءٍ صُنَّتُهُ وَأَضْمَرْتُهُ فَهُوَ مَكْنُونٌ.

﴿اَكْنَسْتُمْ﴾ کے معنی ہیں: جو تم اپنے دلوں میں چھپا کر رکھو۔ ہر وہ چیز جس کی تو نگہبانی کرے اور اسے چھپا کر رکھے وہ مکنون ہے۔

وضاحت: پوری آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ”ایسی بیواؤں کو اگر تم اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دے دو یا یہ بات اپنے دل میں چھپائے رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ تم انھیں (دل میں) ضرور یاد رکھو گے لیکن ان سے خفیہ معاہدہ نہ کرنا، ہاں جو بات کرنی ہو وہ معروف طریقے سے کرو مگر جب تک ان کی عدت نہ گزر جائے عقد نکاح کا عزم مت کرو اور جان لو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، لہذا اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے حد معاف کرنے والا نہایت بردبار ہے۔“<sup>۱</sup> اس آیت کریمہ میں چار احکام بیان ہوئے ہیں جن میں دو جائز اور دو ناجائز ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ۱۔ اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دینا جائز ہے۔ ۲۔ دل میں اس سے نکاح کی خواہش رکھنا بھی جائز ہے۔ ۳۔ دوران عدت میں اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ۴۔ دوران عدت میں اس سے نکاح کا خفیہ معاہدہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ واضح رہے کہ یہ احکام اس عورت سے متعلق ہیں جس کا خاندان فوت ہو چکا ہو اور وہ عدت کے ایام گزار رہی ہو، البتہ جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو اس کے ساتھ اشارتاً بھی ایسی بات کرنا ناجائز اور حرام ہے جو نکاح یا عزم نکاح پر دلالت کرتی ہوں۔ واللہ اعلم۔

[5124] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”ایسی عورتوں کو اشارے کے ساتھ پیغام نکاح دو۔“ یعنی میں شادی کا ارادہ رکھتا ہوں، میری آرزو ہے کہ مجھے نیک بیوی میسر ہو جائے۔

۵۱۲۴ - وَقَالَ لِي طَلَّقْ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿فِي مَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ﴾ يَقُولُ: إِنِّي أُرِيدُ التَّزْوِيجَ وَلَوِ دِدْتُ أَنَّهُ يُيسِّرُ لِي امْرَأَةً صَالِحَةً.



حضرت قاسم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا (کہ وہ کہے): بلاشبہ تو میرے ہاں قابل احترام اور معزز ہے۔ بے شک میں تیرے متعلق نیک جذبات رکھتا ہوں یقیناً اللہ تیری طرف خیر و برکت بھیجے والا ہے۔ یا اس طرح کے اور الفاظ کہے۔

وَقَالَ الْقَاسِمُ: يَقُولُ: إِنَّكَ عَلَيَّ كَرِيمَةٌ وَإِنِّي فِيكَ لَرَاغِبٌ، وَإِنَّ اللَّهَ لَسَائِقٌ إِلَيْكَ خَيْرًا أَوْ نَحْوَ هَذَا.

حضرت عطاء نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: (نکاح کے لیے صرف) اشارہ کرے واضح طور پر نہ کہے، مثلاً یوں کہے: مجھے نکاح کی ضرورت ہے، تو بڑی خوش قسمت ہے، الحمد للہ تم اچھی عورت ہو۔ اور عورت اس کے جواب میں کہے: جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں میں اسے سن رہی ہوں لیکن (صراحت کے ساتھ) کسی بات کا وعدہ نہ کرے۔ عورت کا سر پرست بھی اس کے علم کے بغیر کوئی وعدہ نہ کرے۔ اگر کسی عورت نے دوران عدت میں کسی آدمی سے نکاح کا وعدہ کر لیا، بعد میں اس کے ساتھ نکاح رچا لیا تو ان دونوں میں جدائی نہیں کرائی جائے گی۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: يُعَرِّضُ وَلَا يَبُوحُ، يَقُولُ: إِنَّ لِي حَاجَةً وَأَبْشِرِي وَأَنْتِ بِحَمْدِ اللَّهِ نَافِقَةٌ، وَتَقُولُ هِيَ: قَدْ أَسْمَعُ مَا تَقُولُ. وَلَا تَعْدُ شَيْئًا، وَلَا يُوَاعِدُ وَلِئِذَا بَغَى عِلْمُهَا، وَإِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِي عِدَّتِهَا ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدَ لَمْ يَفْرَقْ بَيْنَهُمَا.

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: ”تم ان سے خفیہ معاہدہ نہ کرو۔“ اس سے مراد چھپ کر بدکاری کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، آپ نے ﴿حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتْبُ أَجَلَهُ﴾ کے متعلق فرمایا کہ اس سے مراد عورت کا اپنی عدت پوری کر لینا ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا﴾ أَلَزْنَا: وَيَذْكُرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ﴾ إِنْقِضَاءُ الْعِدَّةِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے دوران عدت میں عورت کو پیغام دینے یا نہ دینے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بیان کی ہے جبکہ مرفوع احادیث بھی کتب احادیث میں مروی ہیں، مثلاً: رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، جو آخری طلاق ملنے پر عدت کے ایام گزار رہی تھیں، سے فرمایا: ”جب تمہارے عدت کے ایام گزر جائیں تو مجھے اطلاع دینا۔“ ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران عدت میں پیغام بھیجا: ”اپنے متعلق میرے مشورے کے بغیر جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کر لینا۔“ ② ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: جو عورت بھی دوران عدت میں ہو اسے واضح طور پر پیغام نکاح دینا

① صحیح مسلم، الطلاق، حدیث: 3697 (1480). 2. سنن أبي داود، الطلاق، حدیث: 2286.

حرام ہے، خواہ عدت وفات میں ہو یا عدت طلاق میں۔ اور عدت طلاق خواہ رجعی ہو یا بائنہ۔ یہ حکم ہر قسم کی عورت سے متعلق ہے، البتہ اشارہ اور تعریض عدت وفات میں جائز ہے جبکہ رجعی طلاق کی عدت میں جائز نہیں۔<sup>۱</sup> مقصد یہ ہے کہ بیوہ عورت کو دوران عدت میں پیغام نکاح کا اشارہ تو دیا جاسکتا ہے مگر واضح الفاظ میں کوئی بات کرنا درست نہیں۔ عدت کے بعد وضاحت کے ساتھ گفتگو کی جاسکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی اجازت موجود ہے۔

### (۳۶) بَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ قَبْلَ التَّزْوِجِ

باب: 36- نکاح سے پہلے عورت کو ایک نظر دیکھنا

وضاحت: جس عورت سے نکاح کرنا ہو اسے نکاح سے پہلے ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے: ○ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ”کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟“ انھوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے دیکھ لو، امید ہے کہ ایسا کرنے سے تمھارے درمیان الفت پیدا ہو۔“<sup>۲</sup> ○ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔“<sup>۳</sup> ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کے متعلق کوئی بات ڈال دے تو پھر اس امر میں کوئی حرج نہیں کہ وہ شخص اسے دیکھ لے۔“<sup>۴</sup> اگر کسی وجہ سے اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنا ممکن نہ ہو تو کسی قابل اعتماد عورت کو بھیج کر اس کے متعلق معلومات لی جاسکتی ہیں جیسا کہ ہمارے برصغیر میں یہی طریقہ رائج ہے۔ واللہ اعلم۔

[5125] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تمھیں خواب میں دیکھا کہ فرشتہ تمھیں ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تمھارے چہرے سے نقاب الٹا تو وہ تو وہی تھی۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: اگر یہ واقعی اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔“

۵۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَرَيْتَكَ فِي الْمَنَامِ يَجِيءُ بِكَ الْمَلَكُ فِي سَرَفَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي: هَذِهِ امْرَأَتُكَ، فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكَ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتَ هِيَ، فَقُلْتُ: إِنَّ يَكُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُمَضِّهِ». [راجع: ۳۸۹۵]

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث سے استدلال دو امر پر موقوف ہے: ○ رسول اللہ ﷺ نے حضرت

① فتح الباری: 224/9. ② مسند أحمد: 245/4. ③ سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2082. ④ سنن ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 1864.

عائشہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے خواب برحق اور سچے ہوتے ہیں۔ اس کا خواب میں دیکھنا ایسا ہے گویا آپ نے اسے بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حقیقت کے اعتبار سے دیکھا تھا، آپ کی تصویر نہیں دکھائی گئی تھی جیسا کہ واضح طور پر حدیث کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت سن طفولیت کا دور تھا لیکن نکاح سے پہلے اپنی ملکیت کو دیکھ لینے کا حکم اس سے ثابت ہوتا ہے۔<sup>(۱)</sup> نکاح سے پہلے عورت کو ایک نظر دیکھ لینے میں مصلحت یہ ہے کہ اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور مزید رغبت کا باعث بنے۔ واللہ اعلم۔

[5126] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں آپ کی خدمت میں خود کو بہہ کرنے کے لیے آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، اپنی نظر کو اس کی طرف اونچا کیا، پھر اسے نیچا کر لیا، پھر سر مبارک جھکا لیا۔ جب خاتون نے دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں تو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟“ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اپنے گھر جاؤ، شاید کوئی چیز مل جائے“ چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں نے وہاں کچھ نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: ”پھر جاؤ، شاید لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔“ وہ دوبارہ گیا اور واپس آ کر کہا: اللہ کے رسول! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرا یہ تہبند حاضر ہے..... حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس اوڑھنے کی چادر بھی نہ تھی..... اس آدمی نے کہا: اس خاتون کو اس تہبند سے نصف دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے

۵۱۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جِئْتُ لِأَهْبَ لَكَ نَفْسِي، فَتَنْظُرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ إِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَاطَأَ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتْ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيُّ رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَرُوجْنِيهَا، فَقَالَ: «وَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟» قَالَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «اذْهَبْ إِلَى أَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا»، فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ فَقَالَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا، قَالَ: «انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ فَقَالَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَلَكِنْ هَذَا إِزَارِي - قَالَ سَهْلٌ: مَا لَهُ رِذَاءٌ - فَلَهَا نِصْفُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ؟ إِنْ لَيْسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَيْسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ شَيْءٌ». فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتَّى طَالَ مَجْلِسُهُ، ثُمَّ قَامَ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ



بِهِ فَدُعِي، فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: «مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» قَالَ: مَعِيَ سُورَةُ كَذَا، وَسُورَةُ كَذَا، وَسُورَةُ كَذَا، عَادَهَا، قَالَ: «أَتَقْرَأُ هُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «أَذْهَبَ فَقَدْ مَلَكَتْكُمْ بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ۲۳۱۰]

فرمایا: ”وہ تیرے تہمند کو کیا کرے گی؟ اگر تو اسے پہنے گا تو اس کے لیے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ اسے پہنے گی تو اس سے تجھ پر کچھ نہیں ہوگا۔“ اس کے بعد وہ بیٹھ گیا اور دیر تک وہاں براجمان رہا، پھر اٹھ کر چلا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ آخر کار آپ نے حکم دیا اور اسے بلا لیا گیا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟“ اس نے عرض کی: فلاں فلاں اور فلاں سورت مجھے یاد ہے، اس نے ان سورتوں کو شمار کیا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم ان سورتوں کو زبانی پڑھ لیتے ہو؟“ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”جاؤ، میں نے اس قرآن کے بدلے میں جو تمہیں یاد ہے اس خاتون کا عقد تجھ سے کر دیا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے بہت سے مسائل اخذ کیے ہیں۔ اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جب اس خاتون نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہبہ کیا تو آپ نے اسے دیکھا اور اس کی طرف اپنی نظر مبارک اٹھائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی ضرورت کے پیش نظر اجنبی عورت کو دیکھا جاسکتا ہے لیکن بلاوجہ اجنبی عورت کو دیکھنے کی سخت ممانعت ہے۔ ② ایک دوسرے انداز سے بھی عنوان کو ثابت کیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ شخص نے اس عورت کو دیکھا اور پسند کرنے کے بعد اس سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کچھ حضرات نکاح سے پہلے اپنی منگیتر کو دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ وہ اجنبی ہے اور اجنبی کو دیکھنا جائز نہیں لیکن مذکورہ احادیث سے اس موقف کی تردید ہوتی ہے۔<sup>۱</sup>

باب: ۳۷- جس نے کہا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا

(۳۷) بَابُ مَنْ قَالَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں (اپنے خاندانوں سے نکاح کرنے سے) مت روکو۔“ اس حکم میں شوہر دیدہ اور

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَهُنَّ أَجَلُهُنَّ فَلَا تَعْضِلُوهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۳۲] فَدَخَلَ فِيهِ الشَّيْبُ وَكَذَلِكَ الْبِكْرُ. وَقَالَ: ﴿وَلَا تُنكِحُوا

الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ﴿البقرة: ۲۲۱﴾ وَقَالَ: کنواریاں سب شامل ہیں، نیز اللہ کا فرمان ہے: ”تم (اپنی عورتوں کا) مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ (مشرک مرد) ایمان لے آئیں۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”جو عورتیں خاوند نہیں رکھتیں تم ان کا نکاح کر دو۔“

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ دراصل ایک حدیث ہے جسے حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے، آپ نے فرمایا: ”ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔“<sup>①</sup> چونکہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں تھی، اس لیے حسب عادت اسے عنوان میں بیان کر دیا۔ اس کے معنی صحیح اور شریعت کی منشا کے مطابق تھے، اس لیے اسے ثابت کرنے کے لیے تین آیات پیش کیں۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے سرپرست کو روکا ہے کہ وہ عورتوں کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اگر عورتیں خود بخود نکاح کرنے کی مجاز ہیں تو سرپرستوں کو اس سے منع کرنے کا کیا مطلب؟ اسی طرح دوسری اور تیسری آیت میں نکاح کی نسبت مردوں کی طرف کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے نکاح کا حق ان کے سرپرستوں کو ہے، عورت کو خود اپنا نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ پھر دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رحمہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔“ آپ نے تین مرتبہ یہ الفاظ استعمال فرمائے۔<sup>②</sup> حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ وہ اپنا نکاح خود ہی کرے، بلاشبہ وہ عورت بدکار ہے جو اپنا نکاح خود کر لیتی ہے۔“<sup>③</sup>

۵۱۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النِّكَاحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ: فَنِكَاحُ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ النُّوْمِ، يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلَيْتَهُ أَوْ ابْنَتَهُ فَيُضْهِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا. وَنِكَاحُ الْآخَرِ: كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهَّرَتْ مِنْ

[51271] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رحمہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ دور جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں: ایک صورت تو یہی تھی جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں، ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجتا، پھر اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے کہتا جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی: تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کر لے، اس مدت میں شوہر خود اس سے جدا رہتا اور اس

① سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2085. 2 سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2083. 3 سنن ابن ماجه، النکاح، حدیث:

سے ہم بستر نہ ہوتا، پھر جب اس غیر مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے اس نے منہ کالا کیا تھا، اس کے بعد اگر خاوند کی طبیعت چاہتی تو اس سے صحبت کرتا، اور ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ ان کا لڑکا اچھا اور خوبصورت پیدا ہو۔ یہ نکاح ”نکاح استبضاع“ کہلاتا تھا۔ تیسری صورت یہ تھی کہ چند آدمی جو دس سے کم ہوتے کسی عورت کے پاس باری باری جاتے اور ان میں سے ہر ایک اس سے ہم بستر ہوتا، پھر جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنم دیتی تو وضع حمل کے چند دن بعد وہ ان تمام مردوں کو بلاتی، اس موقع پر ان میں سے کوئی آدمی انکار نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے تو وہ ان سے کہتی کہ تم اپنے حال کو خوب جانتے ہو! اب میں نے یہ بچہ جنم دیا ہے (پھر وہ کہتی: اے فلاں! یہ بچہ تیرا ہے وہ جس کا چاہتی نام لے لیتی، پھر وہ لڑکا اس کا سمجھا جاتا اور وہ شخص اس سے انکار کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھی صورت یہ تھی کہ بہت سے لوگ ایک فاحشہ عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو نہیں روکتی تھی۔ یہ فاحشہ ہوتی تھیں جنہوں نے اپنے دروازوں پر جھنڈے لگا رکھے تھے جو ان کے لیے امتیازی نشان کی حیثیت رکھتے تھے، جو کوئی بھی ان کے پاس جانے کی خواہش رکھتا ان کے پاس چلا جاتا۔ جب ان میں سے کوئی عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنم دیتی تو اس کے پاس آنے جانے والے سب لوگ جمع ہو جاتے اور کسی قیافہ شناس کو بلاتے، وہ جس کے ساتھ بچے کی مشابہت دیکھتا، اس کے ساتھ بچے کو لاحق کر دیتا، پھر وہ بچہ اس کا بیٹا کہا جاتا۔ وہ آدمی اس کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔ جب حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاح کا لحد م کر دیے، صرف اس نکاح

طَمَنُهَا: أَرْسَلِي إِلَى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ، وَتَعْتَزُّلُهَا زَوْجَهَا وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَايَةِ الْوَلَدِ، فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الْأَسْتِبْضَاعِ. وَنِكَاحُ آخَرُ: يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُونَ الْعَشْرَةِ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ وَمَرَّ لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا، تَقُولُ لَهُمْ: قَدْ عَرَفْتُمْ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ، تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ. وَنِكَاحُ الرَّابِعِ: يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ لَا تَمْنَعُ مَنْ جَاءَهَا، وَهِنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا لِمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ، فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَّةُ ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَأَطَنَ بِهِ وَدَعِيَ ابْنَهُ، لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ، فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَذَا نِكَاحُ الْجَاهِلِيَّةِ كُلُّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ.



کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔

🌞 **فوائد ومسائل:** ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دور جاہلیت کے صرف چار نکاحوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ نکاح کی تین قسمیں اور تھیں جنہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان نہیں کیا اور وہ یہ ہیں: ○ خفیہ نکاح: جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہ خفیہ طور پر آشنا بنانے والی نہ ہوں۔“<sup>۱</sup> دور جاہلیت میں لوگ کہتے تھے کہ خفیہ بدکاری میں کوئی حرج نہیں، البتہ علانیہ بدکاری قابل مذمت ہے۔ ○ نکاح متعہ: عارضی طور پر چند دنوں کے لیے نکاح کرنا۔ اسے اسلام نے ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے۔ ○ نکاح بدل: دور جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے سے کہتا تو اپنی بیوی میرے حوالے کر دے، میں اپنی بیوی تیرے حوالے کر دیتا ہوں۔ چونکہ یہ نکاح بے غیرتی اور بے حیائی پر مشتمل تھے۔ اس لیے اسلام نے حرام کر دیا۔ صرف نکاح کی پہلی صورت کو برقرار رکھا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی پہلی صورت سے عنوان ثابت کیا ہے کہ نکاح سرپرست کے اختیار میں ہے کیونکہ حدیث میں اس امر کی وضاحت ہے کہ ایک مرد عورت کے سرپرست کو پیغام نکاح بھیجتا اور وہ حق مہر ٹھہرا کر اپنی زیر پرورش کا اس سے نکاح کر دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے۔

[5128] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کریمہ ”وہ آیات جو کتاب میں یتیم لڑکیوں کے بارے میں تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جنہیں تم وہ کچھ نہیں دیتے جو ان کے لیے مقرر ہو چکا ہے اور تم چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو۔“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: یہ آیت ایسی یتیم لڑکی کے متعلق نازل ہوئی تھی جو کسی شخص کے زیر پرورش ہوتی، شاید وہ اس کے مال و جائیداد میں شریک ہوتی اور وہی آدمی لڑکی کا زیادہ حقدار ہوتا جبکہ وہ اس سے روگردانی کرتا، چنانچہ اس کے مال کے باعث کسی اور سے اس کا نکاح کرنے سے بھی پہلو تہی کرتا، مبادا کوئی دوسرا اس کے مال میں شریک ہو جائے، اس لیے وہ کسی مرد سے اس کی شادی نہیں ہونے دیتا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اس کے مال میں حصہ دار بنے۔

۵۱۲۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَمَا يُنْكَرُ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوَفُّوهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَرَغْبُونَ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ ﴿١٢٧﴾ [النساء: ۱۲۷] قَالَتْ: هَذَا فِي الْيَتِيمَةِ الَّتِي تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ شَرِيكَتَهُ فِي مَالِهِ وَهُوَ أَوْلَى بِهَا، فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَنْكِحَهَا فَيَبْغِضُهَا لِمَالِهَا وَلَا يُنْكِحَهَا غَيْرُهُ، كَرَاهِيَةٍ أَنْ يَشْرَكَهُ أَحَدٌ فِي مَالِهَا. [راجع: ۲۴۹۴]

🌞 **فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نکاح منعقد ہونے کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے، اس کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا، چنانچہ مذکورہ حدیث کے مطابق زیر پرورش لڑکی کا ولی نہ خود اس کا نکاح کرتا اور نہ کسی دوسرے ہی سے نکاح کرنے

دیتا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا کہ ولی کو نکاح کا اختیار ہے۔ اگر عورت اپنا نکاح خود کر سکتی تو ولی اسے کیونکر روک سکتا تھا، لہذا نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے، البتہ ایک حدیث میں ہے: ”شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کے متعلق اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔“<sup>۱</sup> یہ حدیث مذکورہ احادیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس کے مطابق شوہر دیدہ کو اپنے خاوند کے متعلق انتخاب کا زیادہ حق دیا گیا ہے، انتخاب کے بعد ولی کی اجازت سے نکاح ہو سکے گا۔ واللہ اعلم۔

[5129] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے بیوہ ہوئیں..... وہ (ابن حذافہ رضی اللہ عنہ) نبی ﷺ کے اصحاب سے تھے اور غزوہ بدر میں شریک تھے، ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انھیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پیش کش کی اور ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اس معاملے کے متعلق غور کروں گا۔ چند دن میں نے انتظار کیا، اس کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا: میرے لیے یہ ظاہر ہوا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دوں۔

۵۱۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُمَرَ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ ابْنِ حَذَافَةَ السَّهْمِيِّ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَهْلِ بَدْرِ تُوفِّيَ بِالْمَدِينَةِ - فَقَالَ عُمَرُ: لَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ، فَقَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي، فَلَبِثْتُ لَيَالِي ثُمَّ لَقِيتُ فَقَالَ: بَدَأَ لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا. قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ. [راجع: ۴۰۰۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حق ولایت ختم نہیں ہوا بلکہ وہی مختلف حضرات کو ان کے ساتھ نکاح کرنے کی پیش کش کرتے ہیں۔ اگر وہ اس کے مجاز نہ ہوتے تو یہ اقدام نہ کرتے۔ ② بعض حضرات عقد نکاح کو خرید و فروخت کے معاملے پر قیاس کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جیسے بیع کے انعقاد میں محض بیچنے اور خریدنے والے کی رضامندی ہی کافی ہوتی ہے اسی طرح نکاح میں بھی لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ہی کافی ہے۔ لیکن یہ قیاس نص کے مقابلے میں ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں، اس لیے یہ قیاس باطل اور بے اصل ہے۔ ③ بہر حال عورت کے نکاح کے لیے سرپرست کی اجازت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ ولی سے مراد باپ ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں دادا، پھر بھائی، اس کے بعد چچا ہے۔ اختلاف کی صورت میں قریبی ولی کو ترجیح ہوگی۔ اگر دونوں ولی برابر حیثیت رکھتے ہوں تو اختلاف کی

صورت میں حاکم یا پنچایت کو حق ولایت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

[5130] حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ یہ آیت: ”عورتوں کو (نکاح کرنے سے) مت روکو“ میرے متعلق نازل ہوئی۔ ہوا یوں کہ میں نے اپنی بہن کا نکاح ایک آدمی سے کر دیا، اس نے اسے طلاق دے دی۔ جب عدت ختم ہو گئی تو وہی شخص میری بہن سے دوبارہ نکاح کرنے کا پیغام لے کر آیا۔ میں نے اسے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ (اپنی بہن کا) نکاح کر دیا، اسے تیری بیوی بنایا اور تمہیں عزت دی لیکن تم نے اسے طلاق دے دی، اب پھر تم اس سے نکاح کا پیغام لے کر آئے ہو، اللہ کی قسم! اب ایسا ہرگز نہیں ہوگا، میں تمہیں وہ کسی صورت میں نہیں دوں گا۔ وہ شخص کوئی برا آدمی نہ تھا اور عورت کی بھی خواہش تھی کہ وہ اس کے پاس چلی جائے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ”تم عورتوں کو (نکاح کرنے سے) مت روکو“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں ابھی اس پر عمل درآمد کرتا ہوں، چنانچہ اس نے اپنی ہمیشہ کا نکاح اس سے کر دیا۔

۵۱۳۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي [عَمْرٍو] قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ، قَالَ: زَوَّجْتُ أَخْتًا لِي مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا، حَتَّى إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ لَهُ: زَوَّجْتُكَ وَأَفْرَسْتُكَ وَأَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقَتْهَا، ثُمَّ جِئْتُ تَخْطُبُهَا؟ لَا، وَاللَّهِ لَا تَعُودُ إِلَيْكَ أَبَدًا. وَكَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهِ وَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُرِيدُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ فَقُلْتُ: الْآنَ أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَزَوَّجْهَا إِنِّيَا. [راجع: ۴۵۲۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① پوری آیت اس طرح ہے: ”اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو تم انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں، بشرطیکہ وہ آپس میں اچھے اور جائز طریقے سے راضی ہو جائیں۔“ اس آیت کریمہ میں اگرچہ نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہے لیکن اس سے سرپرست کا حق ولایت ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم ان کے نکاح میں رکاوٹ نہ بنو۔ اگر ان کا اختیار نہیں ہے تو انھیں رکاوٹ بننے کا کیا حق ہے؟ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ عورت کو کلی طور پر آزاد نہ چھوڑا جائے، اس لیے نکاح کے معاملات میں بہت سے مصالح کے پیش نظر ولی کی اجازت لازمی قرار دی گئی ہے۔ جو لوگ ولی کا ہونا بطور شرط تسلیم نہیں کرتے ان کا موقف انتہائی محل نظر ہے۔ ② درحقیقت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اعتدال اور عدل و انصاف قائم کیا جائے لیکن ہمارے مجتہدین کرام نے ایک طرف تو بالغہ کو مطلق العنان کر دیا کہ وہ جب چاہے جس سے چاہے اپنا نکاح کرے، اسے کسی سرپرست کی ضرورت نہیں۔ اور دوسری طرف یہ اندھیر مگر یہ کہ اگر کوئی شخص دھوکے سے ایجاب و قبول کے الفاظ عورت سے کہلوائے جنھیں وہ سمجھتی ہو تو وہ بھی قید نکاح میں آجائے



گی اور اسے اس سے گلو خلاصی کا کوئی اختیار نہیں۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس افراط و تفریط کے درمیان اعتدال کا پہلو اختیار کیا ہے اور اس اعتدال کو احادیث سے ثابت کیا۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ استنباط مسائل میں لوگوں کی مصلحتوں پر گہری نظر رکھتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ نصوص کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ آگے چل کر ایک دوسرا عنوان ان الفاظ سے قائم کرتے ہیں: [بَابُ لَا يَنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبَكَرَ وَالْتَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهُمَا] ”باپ یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص کسی کنواری یا شوہر دیدہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا۔“ ان دونوں ابواب سے مقصود یہ ہے کہ نہ تو عورت مطلق العنان ہے کہ وہ جب چاہے جہاں چاہے اپنی شادی رچالے اور نہ وہ اس قدر مجبور و مقہور ہی ہے کہ اس کا سر پرست جب چاہے جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے اور وہ مجبور ہو کر خاموش رہے بلکہ اس کی وضاحت کے لیے انھوں نے ایک مزید عنوان ان الفاظ سے قائم کیا ہے: [بَابُ إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ] ”جب باپ اپنی بیٹی کا نکاح زبردستی کر دے جبکہ بیٹی اسے ناپسند کرتی ہو تو ایسا نکاح مردود ہے۔“

باب: 38- اگر عورت کا سر پرست خود اس سے نکاح کرنا چاہے (تو کیا جائز ہے؟)

(۳۸) بَابُ: إِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جبکہ وہ خود ہی اس کے قریبی رشتہ دار تھے، آخر انھوں نے ایک دوسرے شخص سے کہا تو اس نے ان کا نکاح پڑھا دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ام حکیم بنت قارظ سے کہا: کیا تم اپنا معاملہ میرے حوالے کرتی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح نے کہا: ایسی صورت میں وہ دو گواہوں کے سامنے اس عورت سے کہہ دے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا ہے، یا عورت کے قبیلے والوں سے کسی آدمی کو مقرر کر دے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے عرض کی: میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں تو آپ میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیں۔

وَخَطَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ امْرَأَةً هِيَ أَوْلَى النَّاسِ بِهَا فَأَمَرَ رَجُلًا فَرَزَّوَجَهُ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لِأُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ قَارِظٍ: أَتَجْعَلِينَ أَمْرَكَ إِلَيَّ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ: قَدْ تَزَوَّجْتُكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ: لِيُشْهَدَ: أَنِّي قَدْ نَكَحْتُكَ، أَوْ لِيَأْمُرَ رَجُلًا مِنْ عَشِيرَتِهَا. وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَتْ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَهَبْ لَكَ نَفْسِي، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَرَزَّوَجْنِيهَا.

وضاحت: اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی سرپرست اپنی زیر پرورش لڑکی سے خود نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا دوسرا ولی اس کا نکاح کرے گا یا حاکم وقت یہ ذمے داری ادا کرے گا یا خود ہی اپنا نکاح پڑھ لے گا کسی دوسرے ولی کی ضرورت نہیں ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے متعلق دو ٹوک فیصلہ نہیں کیا۔ لیکن اس کے تحت جو آثار پیش کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رجحان جواز کی طرف ہے۔ حضرت عطاء کا اثر تو واضح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کوئی دوسرا سرپرست اس کا نکاح پڑھائے کیونکہ اس کا خود نکاح پڑھنا ایسے ہے جیسے خود اپنے آپ سے کوئی چیز خریدنا ہے۔ نکاح میں تین چیزیں انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہیں: نکاح کرنے والا، یعنی ناکح، جس سے نکاح کیا جائے، یعنی منکوحہ، نکاح کرانے والا، یعنی منکح جسے ولی کہا جائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس مسئلے میں سلف کا اختلاف ہے۔ حضرت اوزاعی، ربیعہ، ثوری، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام لیث رحمہم کہتے ہیں کہ سرپرست اپنی زیر پرورش سے خود بھی نکاح پڑھ سکتا ہے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ وہ اپنا نکاح خود نہیں پڑھ سکتا بلکہ حاکم وقت یا کوئی اس کے ہم پلہ یا اس سے تعلق رکھنے والا سرپرست نکاح کرے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ولایت، نکاح کے لیے بنیادی شرط ہے، اس بنا پر نکاح کرنے والا خود سرپرست بن کر اس کی اجازت دے اور نکاح پڑھائے ایسا نہیں ہو سکتا۔<sup>۱</sup> بہر حال ہمارے رجحان کے مطابق عورت کا ولی خود اپنے آپ سے نکاح کر سکتا ہے وگرنہ بہتر ہے کہ نکاح کروانے والا کوئی دوسرا ہو۔ واللہ اعلم۔

[5131] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”لوگ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تمہیں ان کے متعلق مسئلہ بتاتا ہے.....“ اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو کسی کے زیر کفالت ہوتی اور وہ اس کے مال میں بھی حصہ دار ہوتی، وہ اس سے نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی نہ رکھتا اور نہ کسی دوسرے سے نکاح کر دینا پسند کرتا، مبادا وہ بھی اس کے مال میں شریک ہو جائے۔ اس بنا پر وہ لڑکی کو نکاح سے روکے رکھتا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا دیا۔

۵۱۳۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فِي قَوْلِهِ: ﴿وَسَتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ﴿إِلَى آخِرِ الْآيَةِ﴾ (النساء: ۱۲۷) قَالَ: هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ الرَّجُلِ قَدْ شَرَكْتُهُ فِي مَالِهِ فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوَّجَهَا غَيْرَهُ فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ فَيَحْبِسُهَا، فَهَذَا هُمُ اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ. [راجع: ۲۴۹۴]

نوائد و مسائل: ① اس مقام پر یہ حدیث مختصر طور پر بیان ہوئی ہے، البتہ دوسری روایت میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر زیر پرورش بچی خوبصورت اور مال دار ہوتی تو سرپرست خود اس کے ساتھ نکاح میں دلچسپی رکھتا لیکن اس کے حق مہر کے متعلق بے انصافی سے کام لیتا اور اگر بد صورت ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح میں دلچسپی رکھتا اور نہ کسی دوسرے ہی سے نکاح کرتا،

اس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔<sup>(۱)</sup> اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے سرپرست حضرات کو عتاب فرمایا ہے کہ وہ خوبصورت نہ ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ نکاح کرنے سے بے رغبتی کیوں رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرپرست خود اپنے ساتھ نکاح کر سکتا ہے کیونکہ حرام کام کے ترک پر عتاب کرنا درست نہیں، لہذا اپنی زیر پرورش بچی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

[5132] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے خود کو آپ ﷺ پر پیش کیا۔ آپ نے اس عورت کو اوپر سے نیچے تک دیکھا آپ کا (اس سے شادی کا) ارادہ نہ بنا۔ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟“ اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا لوہے کی انگلی بھی نہیں؟“ اس نے کہا کہ لوہے کی انگلی بھی میرے پاس نہیں، لیکن میں اپنی اس چادر کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں، آدھی اسے دیتا ہوں اور آدھی اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا تو نہیں ہو سکتا، اچھا بتاؤ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟“ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”جاؤ، اس حفظ قرآن کے عوض میں نے اس سے تیری شادی کر دی۔“

۵۱۳۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ: حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسًا فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ تَعْرِضُ نَفْسَهَا عَلَيْهِ، فَخَفَضَ فِيهَا الْبَصَرَ وَرَفَعَهُ فَلَمْ يُرِدْهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: زَوِّجْنَاهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «أَعِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟»، قَالَ: مَا عِنْدِي مِنْ شَيْءٍ، قَالَ: «وَلَا خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ؟»، قَالَ: وَلَا خَاتَمٌ [مِنْ حَدِيدٍ]، وَلَكِنْ أَشَقُّ بُرْدَتِي هَذِهِ فَأَعْطِيهَا النِّصْفَ وَأَخْذُ النِّصْفَ، قَالَ: لَا، هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اذْهَبْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ۲۳۱۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہر اس شخص کے ولی ہیں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو، لہذا جب آپ نے اس مفلس آدمی کا نکاح اس عورت سے کر دیا تو آپ نے یہ نکاح ولی ہونے کی حیثیت سے کیا۔<sup>(۲)</sup> لیکن اس مطابقت میں بہت بعد ہے کیونکہ عنوان یہ ہے کہ ولی خود اپنے ساتھ نکاح کرے لیکن اس حدیث میں جس کے ساتھ عورت کا نکاح کیا گیا وہ ولی کے علاوہ کوئی دوسرا ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے خود کو پیش کرنے والی سے اعراض فرمایا، اگر آپ نکاح کرتے تو خود اپنے آپ کے ولی ہوتے یا کسی دوسرے کو نکاح کرانے کا حکم دیتے تو اس اطلاق سے عنوان ثابت ہوتا ہے۔ لیکن صحیح جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا کہ خود اپنے آپ سے نکاح کرائیں یا



ولی کے بغیر نکاح کریں یا بغیر گواہوں کے یا لفظ ہبہ کے ساتھ نکاح کریں آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔<sup>(۱)</sup> واللہ اعلم۔<sup>(۲)</sup> ہمارے رجحان کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اگر اس عورت کو پسند کرتے تو خود اپنا نکاح اس سے کر لیتے۔ واللہ اعلم۔

### (۳۹) بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصَّغَارَ

باب: 39- آدمی اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَالَّتِي لَمْ يَحْضَنْ﴾ [الطلاق: ۴] فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوغِ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آیا“ اللہ تعالیٰ نے عورت کی بلوغت سے پہلے اس کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے۔

وضاحت: والد کو اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنے کا پورا پورا اختیار ہے، چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں ایک آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے اور یہ استدلال بہت عمدہ ہے کیونکہ تین ماہ عدت، طلاق کے بغیر نہیں ہوتی اور طلاق نکاح کے بغیر نہیں ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ کسمن اور نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینا درست ہے۔

۵۱۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأَدْخَلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا. [راجع: ۳۸۹۴]

[5132] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا جبکہ وہ چھ برس کی تھیں اور ان کی رخصتی ہوئی جبکہ وہ نو برس کی تھیں اور وہ آپ کے پاس نو برس رہیں۔

فوائد ومسائل: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کیا جبکہ وہ نابالغہ تھیں۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ آدمی اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے۔ امام مہلب نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ والد اپنی چھوٹی بچی کا نکاح کر سکتا ہے اگرچہ وہ اس وقت ہم بستری کی متحمل نہ ہو۔<sup>(۲)</sup> اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے شرمہ کا رد کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ موقف کتاب و سنت کے خلاف ہے، اس لیے قابل التفات نہیں۔<sup>(۳)</sup> واضح رہے کہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت سات سال کی عمر کا ذکر ہے۔<sup>(۴)</sup> لیکن یہ بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے خلاف ہے۔ ممکن ہے آپ کی عمر نکاح کے وقت چھ سال سے کچھ مہینے زیادہ ہو، اس لیے جنہوں نے سات سال کہا ہے انہوں نے اس کسر کو پورا عدد شمار کیا اور جنہوں نے چھ سال کا ذکر کیا ہے انہوں نے کسر کو سرے سے شمار ہی نہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

① فتح الباری: 238/9. ② فتح الباری: 238/9. ③ سنن ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 1877.

باب: 40- باپ، اپنی بیٹی کا نکاح حاکم وقت سے کر سکتا ہے

(۴۰) بَابُ تَزْوِيجِ الْآبِ ابْنَتَهُ مِنَ الْإِمَامِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام میرے پاس بھیجا تو میں نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔

وَقَالَ عُمَرُ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ حَفْصَةَ فَأَنْكَحْتُهُ.

[5134] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جب ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال کی تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی تو عمر نو سال کی تھی۔ حضرت ہشام نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہاں نو برس تک رہیں۔

۵۱۳۴ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ. فَقَالَ هِشَامُ: وَأُنِشْتُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَهُ تِسْعَ سِنِينَ. [راجع:

[۳۸۹۴]

☀️ فائدہ: اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ ولی خاص کو ولی عام پر ترجیح دی جائے گی اور باپ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے میں حاکم وقت سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ اور حاکم وقت کی ولایت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب ولی خاص نہ ہو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ولی خاص تھے انھوں نے اپنے حق ولایت کو استعمال کرتے ہوئے ولی عام، یعنی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ ہے کہ ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح کیا۔<sup>①</sup>

باب: 41- حاکم وقت بھی ولی ہے

(۴۱) بَابُ: اَلْسُلْطَانُ وَلِيٌّ

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”ہم نے اس قرآن کے بدلے جو تجھے یاد ہے اس عورت کا نکاح تجھ سے کر دیا۔“

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ»

وضاحت: جس عورت کا کوئی بھی سرپرست نہ ہو تو وقت کا حاکم اس کا سرپرست ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں اور جس کا کوئی ولی نہ ہو تو حاکم وقت اس کا سرپرست ہوگا۔<sup>②</sup>

[5135] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

۵۱۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا

مَا لِكَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي وَهَبْتُ مِنْ نَفْسِي، فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَالَ رَجُلٌ: زَوَّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُضِدُّقُهَا؟» قَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي، فَقَالَ: «إِنْ أُعْطِيَتْهَا إِيَّاهُ جَلَسْتَ لَا إِزَارَ لَكَ، فَالْتَمِسْ شَيْئًا»، فَقَالَ: مَا أَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ: «الْتَمِسْ وَلَوْ كَانَ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَلَمْ يَجِدْ، فَقَالَ: «أَمَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟» قَالَ: نَعَمْ، سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، لِسُورٍ سَمَّاهَا، فَقَالَ: «زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع:

[۲۳۱۰]

انہوں نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: میں خود کو آپ کے لیے بہہ کرتی ہوں، پھر وہ دیر تک وہاں کھڑی رہی۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا: اگر آپ کو اس کی ضرورت نہ ہو تو مجھ سے اس کا نکاح کر دیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”کیا تیرے پاس اسے مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟“ اس نے کہا: میرے پاس اس تہبند کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم اپنا تہبند اسے دے دو گے تو تمہارے پہننے کے لیے کوئی تہبند نہیں ہو گا، کوئی اور چیز تلاش کر لو۔“ اس نے عرض کی: میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”کچھ تو تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“ تاہم اسے وہ بھی نہ مل سکی تو آپ نے اسے فرمایا: ”کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، فلاں، فلاں سورت یاد ہے، اس نے چند سورتوں کا نام لیا۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاء، ہم نے تیرا نکاح اس عورت سے کر دیا اس قرآن کے بدلے جو تجھے یاد ہے۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا سرپرست حاکم وقت ہے، نیز جب لڑکی اپنا ہم پلہ پائے اور اس کا سرپرست نکاح نہ کرے تو حاکم وقت اس کا سرپرست ہوگا، چنانچہ وہ اس کا نکاح کر دے گا۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے اور حاکم وقت ہر اس عورت کا ولی ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔“ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ”خیر خواہ سرپرست یا حاکم وقت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“ ④ ⑤ ہمارے رجحان کے مطابق اگر حاکم وقت تک عورت کی رسائی نہ ہو سکے تو گاؤں کے معزز آدمی پنچایت کے طور پر اس کی سرپرستی کریں اور اس عورت کا نکاح کر دیں۔ واللہ اعلم۔ رسول اللہ ﷺ اپنے دور میں حاکم وقت بھی تھے، اس لیے آپ نے اس عورت کا نکاح ایک مفلس اور نادار سے کر دیا۔ جن احادیث میں حاکم وقت کی سرپرستی کی صراحت ہے وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہ تھیں، اس لیے اس حدیث سے اپنا مدعا ثابت کیا ہے۔“

۱. عمدة القاري: 88/14، 2. جامع الترمذي، النکاح، حدیث: 1101، 3. المعجم الأوسط للطبرانی: 1/318، رقم: 525، و إرواء الغلیل: 239/6، 4. فتح الباری: 239/9.



(۴۲) بَابُ : لَا يُنْكَحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ  
وَالنَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهُمَا

باب: 42- باپ اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا کنواری  
یا بیوہ کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا

وضاحت: اس عنوان کی حسب ذیل چار صورتیں ممکن ہیں: ○ باپ کسی کنواری کا نکاح کرے۔ ○ باپ شوہر دیدہ کا نکاح کرے۔ ○ باپ کے علاوہ کوئی دوسرا کنواری کا نکاح کرے۔ ○ باپ کے علاوہ کوئی دوسرا شوہر دیدہ کا نکاح کرے۔ اگر چھوٹی بڑی لڑکی ہو تو مزید صورتیں بن سکتی ہیں۔<sup>۱</sup>

[5136] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے پوچھ نہ لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے۔“ صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کنواری کی اجازت کس طرح ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(پیغام نکاح سن کر) اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔“

۵۱۳۶ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: «لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: «أَنْ تَسْكُتَ». [انظر: ۶۹۶۸، ۶۹۷۰]

[5137] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کنواری لڑکی تو شرماتی ہے (اس لیے بول نہیں سکتی) تو آپ نے فرمایا: ”اس کی خاموشی ہی اس کی رضامندی ہے۔“

۵۱۳۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى عَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِي، قَالَ: «رِضَاهَا صَمْتُهَا». [انظر: ۶۹۴۶، ۶۹۷۱]

فوائد و مسائل: ① شوہر دیدہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا، نکاح کرنے والا باپ ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا۔ اس میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ اسی طرح اس امر میں بھی اتفاق ہے کہ کنواری نابالغہ کا نکاح اس کا باپ ہی کر سکتا ہے۔ شوہر دیدہ نابالغہ اور کنواری بالغہ کے متعلق اختلاف ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کنواری ہو یا بیوہ، چھوٹی ہو یا بڑی، نکاح کے وقت اس کی رضامندی بنیادی شرط ہے، حدیث کے ظاہری الفاظ کا بھی یہی تقاضا ہے، نیز بیوہ سے مشورہ اور کنواری سے اجازت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوہ منہ سے بول کر اپنی رضامندی

کا اظہار کرے کیونکہ اپنے سابقہ تجربے کی وجہ سے اس کے بول کر کہنے میں کسی قسم کی حیا مانع نہیں ہوتی لیکن کنواری حیا کے مارے اپنی رائے کا اظہار نہیں کر سکتی، اس لیے اس کی خاموشی ہی اجازت سمجھی جائے گی۔ (۱) فقہاء نے اس کے متعلق مزید وضاحت کی ہے کہ اجازت لیتے وقت اس کا ہنس وینا بھی اجازت کی علامت ہے لیکن اگر مذاق کے طور پر ہنسے تو یہ رضا مندی نہیں ہوگی۔ اس کا مذاق یا خوشی سے ہنسنا حالات و قرآن سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اگر اجازت کے وقت وہ رو پڑے تو یہ اجازت کی علامت نہیں۔ لیکن بعض اوقات خوشی کے موقع پر بھی آنسو آجاتے ہیں، پھر آنسوؤں کے متعلق بھی تفصیل ہے: اگر آنسو گرم ہیں تو اجازت نہیں اور اگر آنسو ٹھنڈے ہیں تو یہ اجازت کی علامت ہیں کیونکہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں جبکہ غم اور پریشانی میں آنسو گرم آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب: 43- اگر کسی نے اپنی بیٹی کا (زبردستی) نکاح کر دیا جبکہ وہ اس (نکاح) کو ناپسند کرتی ہو تو وہ نکاح باطل ہے

(۴۳) بَابُ: إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ

☆ وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا جائے تو اس کا نکاح باطل ہے اور یہ حکم کنواری اور شوہر دیدہ دونوں کو شامل ہے۔ اگرچہ پیش کردہ حدیث میں بیوہ کا ذکر ہے، تاہم کنواری لڑکی کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم۔

[5138] حضرت خنساء بنت خدام انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جبکہ وہ شیبہ (شوہر دیدہ) تھیں۔ انھیں یہ نکاح منظور نہیں تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اس کا نکاح فسخ کر ڈالا۔

۵۱۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُجَمِّعِ ابْنِ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَّةَ، عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامِ الْأَنْصَارِيَّةِ: أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ نَيْبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَزَدَ نِكَاحَهُ. [انظر: ۵۱۳۹، ۶۹۴۵، ۶۹۶۹]

[5139] حضرت عبدالرحمن بن یزید اور مجمع بن یزید سے روایت ہے کہ خدام نامی ایک آدمی نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح کرایا تھا، پھر سابقہ حدیث کی طرح بیان کیا۔

۵۱۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى: أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ وَمُجَمِّعَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَجُلًا يُدْعَى خِدَامًا أَنْكَحَ ابْنَتَهُ لَهُ. نَحْوَهُ.

[راجع: ۵۱۳۸]

☀️ **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں صراحت ہے کہ مذکورہ عورت بیوہ تھی۔ ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ ایک انصاری نے خنساء بنت خدام سے نکاح کیا اور وہ غزوہٴ اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کے والد نے اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: میرا نکاح میرے والد نے کر دیا ہے جبکہ میرا دیور جو میرے بچوں کا چچا ہے، مجھے پسند ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے والد کا کیا ہوا نکاح مسترد کر دیا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خنساء رضی اللہ عنہا کی پہلے شوہر سے اولاد بھی تھی۔ ③ بہر حال جس لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا جائے تو اسے اپنا نکاح فسخ کرانے کا پورا پورا اختیار ہے، لڑکی خواہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ۔ اگرچہ کچھ روایات میں کنواری لڑکی کی بھی صراحت ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے زوجین کے درمیان تفریق کرادی۔ ④ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی کا نکاح اس کے والد نے کر دیا جبکہ وہ اس نکاح سے راضی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے نکاح برقرار رکھنے کا اختیار دے دیا۔ ⑤ مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منکوحہ بیوہ ہو یا کنواری اگر اس کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا جائے تو اسے مسترد کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

#### (۴۴) بَابُ تَزْوِيجِ النِّبَمَةِ

#### باب: 44- یتیم لڑکی کا نکاح کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہیں کر سکو گے تو (دوسری عورتوں سے) نکاح کر لو۔“ اور اگر کسی نے سرپرست سے کہا کہ میرا نکاح اس لڑکی سے کر دو تو دلی کچھ دیر خاموش رہا، یا کہا: تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے پاس اتنا اتنا ہے، یا دونوں خاموش رہے، پھر اس (سرپرست) نے کہا: میں نے اس سے تیرا نکاح کر دیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی ﷺ سے مراد ہے۔

لَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِسُوا﴾ [النساء: ۵۸] وَإِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ: زَوِّجْنِي فَلَانَّةَ فَمَكَثَ سَاعَةً أَوْ قَالَ: مَا مَعَكَ؟ فَقَالَ: مَعِيَ كَذَا وَكَذَا، أَوْ لَبِنًا ثُمَّ قَالَ: زَوِّجْتُكُمَهَا، فَهُوَ جَائِزٌ، فِيهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

☆ **وضاحت:** واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی کی سرپرستی میں خوبصورت اور مال دار یتیم لڑکی پرورش پاتی تو سرپرست خود اس سے نکاح کر لیتا لیکن حق مہر کے سلسلے میں عدل و انصاف سے کام نہ لیتا۔ مذکورہ آیت میں اس قسم کے سرپرستوں کو خطاب کیا گیا ہے کہ اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم ان کے حقوق پورے نہیں کر سکو گے تو ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لو جن کے حقوق تم پورے کر

۱ المصنف للعبد الرزاق: 148/6، رقم: 10309، طبع مؤسسة الرسالة، وفتح الباری: 245/9، ② فتح الباری: 245/9،

③ سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2096.



سکتے ہو۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باپ کے علاوہ دوسرے کو بھی کسی لڑکی کا نکاح کرنے کا حق ہے۔ آیت کریمہ میں یتیم لڑکیوں سے عاقلہ بالغہ مراد ہیں اور زمانہ ماضی کے اعتبار سے انھیں یتیم کہا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس عنوان میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو مسئلے بیان کیے ہیں: ○ یتیم لڑکیوں کا نکاح کرنا، اسے آیت کریمہ سے ثابت کیا ہے۔ ○ ایجاب وقبول کے درمیان کچھ فاصلہ ہو جائے تو یہ نقصان دہ نہیں بشرطیکہ مجلس ایک ہو اور ان میں ولی اور طالب کسی ایسے کام میں مصروف نہ ہو جو اس کی روگردانی پر دلالت کرتا ہو۔ ایجاب وقبول کے درمیان فاصلے کی تین صورتیں ہیں: ○ طالب کہے کہ میرا فلاں لڑکی سے نکاح کرو لیکن ولی جواب میں کچھ وقت تاخیر کر دے۔ ○ نکاح سے متعلق گفتگو میں مصروف ہو جائے، مثلاً: حق مہر کے متعلق اس سے معلومات حاصل کرنے لگے۔ ○ ولی اور طالب دونوں کچھ دیر کے لیے خاموش رہیں۔ آخر کار ولی کہہ دے کہ میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو ان تینوں صورتوں میں نکاح جائز ہے کیونکہ مجلس ایک ہے اور دونوں میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا جو نکاح کے منافی ہو یا ان کی روگردانی پر دلالت کرتا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان تمام مسائل کو حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ایک حدیث سے ثابت کیا ہے جو پہلے کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

[5140] حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور عرض کی: اے اماں جان! اس آیت کریمہ کی تفسیر کیا ہے: ”اور اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں نکاح کر لو۔“ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یہ وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے سرپرست کی کفالت میں ہوتی وہ اس کی مالداری اور خوبصورتی میں دلچسپی رکھتا۔ (اور اپنے ساتھ نکاح کر لیتا) لیکن اس کے حق مہر میں کمی کر دیتا، اس لیے ایسی یتیم بچیوں سے انھیں نکاح کرنے سے روک دیا گیا مگر یہ کہ انھیں پورا پورا حق مہر دیں، نیز بصورت دیگر انھیں دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے) فرمایا: اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ آیت نازل فرمائی: ”لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اللہ

۵۱۴۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَهَا: يَا أُمَّتَاهُ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى﴾ إِلَى ﴿مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ؟﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا ابْنَ أُخْتِي، هَذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلِهَا قَبِيرٌ عَبَّ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا، وَيُرِيدُ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ صَدَاقِهَا، فَتُهَوَّ عَنْ نِكَاحِهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُمْ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿وَسْتَغْنَوْنَكَ فِي النِّسَاءِ﴾ إِلَى ﴿وَرَعِبُونَ أَنْ تَنْكَحُوهُمْ﴾، فَأَنْزَلَ اللَّهُ لَهُمْ فِي هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ مَالٍ وَجَمَالٍ رَعِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَنَسَبِهَا وَالصَّدَاقِ، وَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبًا

تعالیٰ تمھیں ان کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اور اس بارے میں بھی جو یتیم عورتوں سے متعلق اس کتاب میں پہلے سے سنایا جا چکا ہے۔ جن کے مقررہ حقوق تو تم دیتے نہیں ہو لیکن ان سے نکاح کرنے میں بہت دلچسپی رکھتے ہو۔“ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ یتیم لڑکی جب خوبصورت اور مالدار ہو تو تم اس کے نکاح، نسب اور حق مہر میں دلچسپی رکھتے ہو اور جب وہ خوبصورت نہ ہو اور کم مالدار کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی رغبت نہ ہو تو اسے چھوڑ دیتے ہو۔ اور ان کے علاوہ دوسری عورتیں اپنے حوالہ عقد میں لے آتے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جیسے وہ عدم رغبت کی صورت میں چھوڑ دیتے ہیں تو ان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ جب ان میں دلچسپی رکھیں تو ان سے نکاح کریں الا یہ کہ ان سے انصاف کریں اور انھیں پورا پورا حق مہر ادا کریں۔

عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرْكُوهَا وَآخِذُوا بِغَيْرِهَا مِنَ النِّسَاءِ. قَالَتْ: فَكَمَا يَتْرَكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا وَيُعْطُوا حَقَّهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ. [راجع: ۲۴۹۴]

🌞 فائدہ: یتیم لڑکیوں کے سرپرست ان سے نکاح کرنے کے سلسلے میں کئی طرح کی بے انصافیوں کا ارتکاب کرتے تھے جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء، آیت: 3 میں نوٹس لیا، پھر ان بے انصافیوں سے بچنے کے لیے ایسی یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں نے یہ محتاط رویہ اختیار کیا کہ ان سے نکاح کرنا ہی چھوڑ دیا لیکن یہ رویہ بھی کئی طرح سے نقصان دہ ثابت ہوا کیونکہ جس قدر اخوت اور بہتر سلوک انھیں سرپرستوں سے نکاح کرنے میں میسر آسکتا تھا غیروں کے ساتھ نکاح کرنے میں وہ میسر آ ہی نہ سکتا تھا، بعض دفعہ ان کی زندگی انتہائی تلخ ہو جاتی، اس آخری آیت کے ذریعے سے سرپرستوں کو ان کے زیر کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان کے حق مہر میں کمی نہ کی جائے اور ان سے طے کردہ معاملات بھی ضرور پورے کیے جائیں، پھر دوسرے حقوق جو دراخت وغیرہ سے متعلق ہیں انھیں بھی ضرور پورا کیا جائے۔

باب: 45- جب پیغام نکاح دینے والا کسی سرپرست (سے) کہے: میرا فلاں لڑکی سے نکاح کر دو تو وہ کہے: میں نے اتنے حق مہر کے عوض تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ یہ نہ کہے کیا تو راضی ہے یا تو نے قبول کیا؟

(۴۵) بَابُ: إِذَا قَالَ الْخَاطِبُ: زَوِّجْنِي فُلَانَةً، فَقَالَ: قَدْ زَوَّجْتُكَ بِكَذَا وَكَذَا، جَازَ النِّكَاحُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ لِلزَّوْجِ: أَرْضَيْتِ، أَوْ قِيلَتْ؟

[5141] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور خود کو آپ پر پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے آج کل کسی دوسری عورت کی حاجت نہیں۔“ ایک آدمی نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے (اسے) فرمایا: ”تیرے پاس کیا ہے؟“ اس نے کہا: میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے کچھ نہ کچھ تو دینا پڑے گا، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔“ اس نے پھر عرض کی: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”تو نے کچھ قرآن یاد کیا ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، اتنا اتنا قرآن یاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا اس قرآن کے بدلے جو تمہیں یاد ہے۔“

۵۱۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الثُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ رَاضِيٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَ: «مَا لِي الْيَوْمَ فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ»، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ زَوِّجْنِيهَا، قَالَ: «مَا عِنْدَكَ؟»، قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: «أَعْطِيهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، قَالَ: «فَمَا عِنْدَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟»، قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: «فَقَدْ مَلَكَتْكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ۲۳۱۰]

**فوائد و مسائل:** ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو سر سے پاؤں تک ایک نظر دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ضرورت تھی لیکن اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ ② شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکاح کی خاطر نہ دیکھا ہو۔ چونکہ آپ ساری امت کے باپ اور آپ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں، اس لیے آپ کے لیے دیکھنا جائز تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی اور مصلحت کے پیش نظر اسے دیکھا ہو۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ مرد کا سر پرست سے درخواست کرنا ہی قبول کے قائم مقام تھا، اس کے بعد اظہار قبول کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد، عورت دونوں کے سر پرست تھے اور آپ ہی ایجاب و قبول کے متولی تھے، اس لیے قبول کا اظہار نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

باب: 46- کوئی بھی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ بھیجے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا اسے ترک کر دے

(۴۶) بَابُ: لَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَدَعُ

**وضاحت:** اگر پہلا پیغام نکاح بھیجنے والا نکاح کرے گا تو دوسرے کو اس سے نکاح کی امید ختم ہو جائے گی اور اگر وہ ترک کر دے گا تو دوسرے کے لیے پیغام دینا جائز ہے۔



[5142] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ ایک آدمی دوسرے کی خرید و فروخت پر خرید و فروخت کرے اور (اس سے بھی منع فرمایا کہ) اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر کوئی دوسرا پیغام بھیجے حتیٰ کہ پہلا پیغام دینے والا اس سے پہلے ترک کر دے یا وہ اسے اجازت دے دے۔

۵۱۴۲ - حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبِيعَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَتَرَكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ. [راجع: ۲۱۳۹]

[5143] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”خود کو بدگمانی سے دور رکھو کیونکہ بدگمانی جھوٹی بات ہے۔ جاسوسی نہ کرو اور نہ کسی کی ٹوہ ہی میں لگے رہو۔ ایک دوسرے سے بغض بھی نہ رکھو بھائی بھائی بن کر رہو۔“

۵۱۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَأْتُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا إِخْوَانًا». [انظر: ۶۰۶۶، ۶۰۶۷، ۶۷۲۴]

[5144] (نیز آپ نے فرمایا:) ”کوئی آدمی اپنے بھائی کی متنگی پر متنگی نہ کرے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا متنگی ترک کر دے۔“

۵۱۴۴ - «وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَتَرَكَ أَوْ يَأْذَنَ». [راجع: ۲۱۴۰]

**فوائد و مسائل:** ① دیانت و امانت کا تقاضا ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے سودے یا اس کی متنگی کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے، ہاں وہ خود چھوڑ دے یا اجازت دے تو الگ بات ہے۔ ② یہ امتناعی حکم اس صورت میں ہے کہ عورت کا میلان ہو جائے اور متنگی طے پا جائے کیونکہ فاطمہ بنت قیس کو جب طلاق ہوئی تو عدت ختم ہونے کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ نے اسے پیغام نکاح بھیجا۔ اس سلسلے میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ کیا تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا۔ اس صورت میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا میلان کسی طرف نہیں ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کا مشورہ دے دیا۔ ③ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعے سے امتناعی حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ یہ موقف محل نظر ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ امتناعی حکم اس صورت میں ہے جب پہلے شخص نے جائز طور پر پیغام نکاح بھیجا ہو۔ اگر اس کا پیغام نکاح بھیجنا ہی جائز نہ تھا، مثلاً: اس نے دوران عدت میں پیغام نکاح بھیجا تو اس صورت میں عدت ختم ہونے کے بعد کوئی بھی پیغام نکاح بھیج سکتا ہے اور پہلا پیغام کالعدم ہوگا۔ ④

## (۴۷) بَابُ تَفْسِيرِ تَرْكِ الْخِطْبَةِ

باب: 47- پیغام نکاح چھوڑ دینے کی وجہ بیان کرنا

[5145] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ..... جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ سے کر دیتا ہوں۔ میں کئی راتیں آپ کی طرف سے جواب کے انتظار میں رہا، اس دوران میں رسول اللہ ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے: بلاشبہ تمہاری پیش کش کے جواب میں کوئی چیز حائل نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق علم تھا کہ آپ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرما رہے تھے، اور میں آپ کے راز کو افشا نہیں کرنا چاہتا تھا، اگر آپ ﷺ چھوڑ دیتے تو میں آپ کی پیش کش قبول کر لیتا۔

۵۱۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ - حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ - قَالَ عُمَرُ: لَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَتُكْخِنُكَ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ، فَلَبِثْتُ لَيَالِي ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُنْشِئَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا لَمَبِلْتَهَا.

یونس، موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی عتیق نے زہری سے روایت کرنے میں شعیب کی متابعت کی ہے۔

تَابَعَهُ يُونُسُ وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [راجع: ۴۰۰۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کش قبول نہ کرنے کی وجہ بیان کی ہے کہ ان کی معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہتے تھے، یعنی رسول اللہ ﷺ کا رجحان اور جھکاؤ معلوم ہو گیا تھا، اس لیے ان کی پیش کش کو قبول کرنا جائز نہ تھا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کی رضامندی معلوم ہو جائے تو ایسے حالات میں بھی منگنی نہیں کرنی چاہیے، ہاں جب کسی کے وہم و گمان میں بھی کوئی جھکاؤ نہ ہو تو ایسے حالات میں منگنی کی جاسکتی ہے۔ ③ ترک خطبہ کی تفسیر پہلے عنوان سے ہو چکی ہے، اس عنوان سے مراد معذرت خواہی ہے اور ترک خطبہ کی وجہ بیان کرنا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رشیدہ قبول نہ کرنے کی معذرت کی تھی۔ واللہ اعلم۔<sup>۱</sup>

## (۴۸) بَابُ الْخُطْبَةِ

## باب: 48- خطبہ نکاح کا بیان

[5146] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ دو آدمی مشرق کی جانب سے آئے اور ان دونوں نے (موثر) خطبہ پڑھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”بعض بیانِ جادواثر ہوتے ہیں۔“

۵۱۴۶ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا». [انظر: ۵۷۶۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① ان میں سے ایک کا نام زبیر قان بن بدر اور دوسرے کا عمرو بن اہتم تھا۔ یہ دونوں بنو تمیم قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ نو ہجری میں مدینہ طیبہ آئے اور ان کا خطبہ کمال فصاحت و بلاغت پر مشتمل تھا۔ ② یہ دونوں حضرات اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاجت کے وقت خطبہ پڑھنا عرب کے ہاں ایک قدیم رسم ہے تاکہ لوگوں کے دل مائل ہوں، غالباً اس لیے عقد نکاح کے وقت خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے اشارہ فرمایا ہے کہ خطبہ نکاح بھی صاف صاف اور متوسط ہونا چاہیے۔ اس میں تکلف اور بناوٹ وغیرہ نہ ہو۔ اس سے مقصود کسی باطل کو ثابت کرنا نہ ہو جیسا کہ قوت گویائی میں ماہر لوگ کرتے ہیں۔ عقد نکاح کے وقت خطبہ کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں کے دل مانوس ہوں اور ان میں نفرت کے جذبات پیدا نہ ہوں۔ ایسے مواقع پر اچھا کلام باعث مسرت اور اثر انگیز ہوتا ہے۔ اس میں نکاح کی اہمیت و افادیت اور معاشرتی زندگی کے اصول و ضوابط بیان کیے جائیں۔ خطبہ نکاح میں جن آیات قرآنیہ کا انتخاب کیا جاتا ہے ان میں یہی معاشرتی اصول بیان ہوئے ہیں۔ ہم ایسے موقع پر ان اصولوں کی خوب وضاحت کرتے ہیں۔ وہ اصول حسب ذیل ہیں: ④ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ ⑤ صلہ رحمی کی عادت اختیار کی جائے۔ ⑥ قول و گفتار میں دوغلہ پن نہ ہو بلکہ وہ قول سدید پر مشتمل ہو۔ ⑦ کتب حدیث میں یہ خطبہ ”خطبہ الحاجہ“ کے نام سے مروی ہے۔ ⑧ نکاح کے وقت خطبہ ضروری نہیں کہ اس کے بغیر نکاح نہ ہوتا ہو بلکہ اہل علم نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بعض اہل ظاہر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کے ہاں نکاح کے لیے خطبہ شرط ہے اور اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا لیکن یہ قول شاذ اور خلاف عقل و نقل ہے۔ ⑨

## (۴۹) بَابُ ضَرْبِ الدُّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيمَةِ

## باب: 49- نکاح اور ولیمے کے وقت دف بجانا

🌞 وضاحت: دف میں گھگر وکی جھکار نہیں ہوتی بلکہ وہ موسیقی کے بغیر سادہ ہوتی ہے۔ خوشی کے موقع پر اسے بجانے میں کوئی

۱ عمدة القاري: 98/14. 2 آل عمران 3: 102. 3 النساء 4: 1. 4 الأحزاب 33: 70. 5 جامع الترمذي، النكاح، حديث:

1105. 6 فتح الباري: 253/9.



حرج نہیں۔ دیہاتوں میں اس کا متبادل گھڑ اور پرات وغیرہ ہے جسے ایسے موقع پر بجایا جاتا ہے۔ موسیقی کے ساتھ گانا بجانا اور حیا سوز غزلیہ اشعار پڑھنا حرام اور ناجائز ہے۔

۵۱۴۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ قَالَ: قَالَتِ الرَّبِيعَةُ بِنْتُ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْخُلُ حِينَ بُنِيَ عَلِيٌّ، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، فَجَعَلْتُ جَوَازِيَّاتٍ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالْأُفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ، فَقَالَ: «دَعِي هَذِهِ وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتَ تَقُولِينَ». [راجع: ۴۰۱]

[5147] حضرت خالد بن ذکوان سے روایت ہے، وہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ جب میری رخصتی ہوئی تو نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے، جیسے تو میرے پاس بیٹھا ہے۔ اس دوران میں ہماری چھوٹی چھوٹی بچیوں نے دف بجانا شروع کر دیا اور میرے آباء جو غزوہ بدر میں شہید ہو چکے تھے ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ ان میں سے ایک بچی نے اچانک کہہ دیا: ہم میں ایک نبی ہے جو ان باتوں کی خبر رکھتا ہے جو آئندہ کل ہونے والی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کہنا چھوڑ دو اور وہی کچھ کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔“

فوائد ومسائل: ① مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے آج بھی نکاح یا ویسے کے موقع پر دف کا استعمال جائز ہے اور اس کے ساتھ اشعار بھی پڑھے جاسکتے ہیں: ○ دف صرف ایک طرف سے بجائی جاتی ہے اور اس کے بجانے سے سادہ سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس میں گھنگرو کی جھکار نہیں ہونی چاہیے۔ ○ دف بجاتے وقت دیگر آلات موسیقی استعمال نہ کیے جائیں کیونکہ ان آلات کی حرمت پر قرآن و حدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔ ○ خوشی کے موقع پر صرف رزمیہ اشعار پڑھے جائیں جو شجاعت و بہادری پر مشتمل ہوتے ہیں، بزمیہ قسم کے اشعار پڑھنے سے اجتناب کیا جائے جو بیجان انگیز اور عشقیہ ہوتے ہیں۔ ○ جو ان عورتیں اس میں حصہ نہ لیں بلکہ نابالغ بچیاں ہی ایسے موقع پر گنجائش سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اگر بچیوں کے اشعار پڑھنے سے کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو ان پر بھی پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ ○ یہ اہتمام ایسے حلقے میں ہو جہاں عزیز واقارب ہوں، اجنبی لوگوں کا دل بہلانے کے لیے اس قسم کی محفل کا اہتمام کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ ○ وہ اشعار خلاف شریعت مضامین پر مشتمل نہ ہوں۔ اگر شریعت سے متصادم اشعار ہوں تو ان پر پابندی لگانا شریعت کا عین تقاضا ہے۔ مذکورہ شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے خوشی کے موقع پر دف کے ساتھ اشعار پڑھے جاسکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء کے بستر پر ان کے پاس بیٹھے۔ یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کر سکتے تھے اور اسے دیکھ بھی سکتے تھے جیسا کہ آپ ام حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لے جاتے، ان کے گھر آرام فرماتے اور وہ آپ کے سر مبارک کو آرام پہنچاتی تھیں، حالانکہ وہ آپ کی محرمہ نہ تھیں اور نہ ان کے ساتھ زوجیت ہی کا تعلق تھا۔ ①

(۵۰) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَا تَنْبَغُ إِلَّا حَدِّثُوهُنَّ فَمَا تَخْلَعْنَ﴾ [النساء: ۴۰]

مَدَقَاتِیْنِ مَخْلَعَةٍ [النساء: ۴۰]

باب: 50- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور عورتوں کو ان کے

حق مہر خوشی سے ادا کرو“ کا بیان

زیادہ سے زیادہ اور کم از کم جو مہر کی مقدار جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تم نے ان میں سے کسی کو مالی کثیر عطا کیا ہو تو (طلاق کے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔“ نیز فرمان الہی ہے: ”یا تم نے ان کے لیے کچھ مقرر کیا ہو۔“ حضرت اہل بیتؑ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(کچھ نہ کچھ ڈھونڈو) خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“

وَكَثْرَةُ الْمَهْرِ وَأَذْنَى مَا يَجُوزُ مِنَ الصَّدَاقِ. وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا تَنْبَغُ إِلَّا حَدِّثُوهُنَّ فَمَا تَخْلَعْنَ﴾ [النساء: ۴۰] وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أَوْ تَقْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ [البقرة: ۲۳۶] وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ».

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ اس عنوان سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حق مہر کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے تین آیات اور ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ پہلی آیت میں صدقات اور تیسری آیت میں فريضة کا لفظ مطلق ہے، پھر حضرت اہل بیتؑ کی حدیث میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم از کم کی تعیین میں کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ پھر دوسری آیت میں حق مہر کے متعلق لفظ قنطار آیا ہے جس کے معنی ہیں: ڈھیروں دولت۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ حق مہر کی بھی کوئی حد مقرر نہیں ہے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حق مہر کم رکھنے کے متعلق خطبہ دیا تو ایک عورت پکار اٹھی کہ آپ کیسے پابندی لگا سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ”اگرچہ تم اپنی کسی بیوی کو ایک خزانہ بطور حق مہر دے چکے ہو۔“ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ ہمارے رجحان کے مطابق بیوی کا حق مہر خاوند کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہیے جس پر فریقین راضی اور مطمئن ہوں اور اس کا معاملہ نکاح سے پہلے طے کر لینا چاہیے تاکہ عقد نکاح کے وقت کسی قسم کی بد مزگی پیدا نہ ہو۔

[5148] حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک عورت سے ایک گھٹلی کے وزن کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا۔ نبی ﷺ نے شادی کی خوشی ان میں دیکھی تو ان سے پوچھا، انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے ایک گھٹلی کے برابر (سونے

۵۱۴۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاقٍ، فَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ بَشَاشَةَ الْعُرْسِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ

① المصنف لعبد الرزاق: 180/6، رقم: 10420، یہ واقعہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، البتہ مسئلہ فی نفسہ اسی طرح ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں حضرت عمرؓ کا حق مہر کے بارے میں خطبہ دینا ثابت ہے۔ دیکھیے: سنن ابی داؤد، النکاح، حدیث: 2106.

کے عوض) نکاح کیا ہے۔

نَوَاقٍ. [راجع: ۲۰۴۹]

حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے گٹھلی کے وزن کے برابر سونے پر نکاح کیا تھا۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاقٍ مِنْ ذَهَبٍ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے حق مہر ہونے کا ذکر ہے لیکن یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ وہ گٹھلی کتنی مقدار کی تھی، نیز بڑی تھی یا چھوٹی تھی اور اس کا وزن کتنا تھا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وضاحت سن کر خاموشی اختیار کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق مہر کی مقدار معین نہیں ہے، فریقین جس پر اتفاق کر لیں اور راضی ہو جائیں وہ مہر سمجھا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مقصود ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ آج کل محض نام و نمود کی خاطر ہزاروں حق مہر باندھ لیتے ہیں، بعد میں اس کی ادائیگی کا نام تک نہیں لیتے۔ بیوی بے چاری رواداری میں خاموش رہتی ہے۔ ایسے حضرات کو چاہیے کہ وہ اتنا ہی حق مہر رکھیں جسے آسانی اور خوشی کے ساتھ ادا کر سکیں۔ اس سلسلے میں انانیت اور جھوٹی عزت نفس کو نظر انداز کریں۔ ③ واضح رہے کہ حق مہر لڑکی کا حق ہے۔ اگر وہ کسی دباؤ کے بغیر اپنی رضا و رغبت سے تمام یا کچھ حصہ معاف کر دے تو یہ اس کی فیاضی اور دریادلی ہے، بصورت دیگر سارا حق مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵۱) بَابُ التَّزْوِيجِ عَلَى الْقُرْآنِ وَبِغَيْرِ صَدَاقٍ

باب: 51- قرآنی تعلیم کے عوض نکاح کرنا اور مہر ذکر کیے بغیر شادی رچانا

🌞 وضاحت: جب نکاح کے وقت مہر کی مقدار مقرر نہ ہو یا سرے سے اس کا ذکر ہی نہ کیا جائے تو اس مہر کی وہ مقدار ہوگی جسے شرع میں مہر مثل کہا جاتا ہے اور یہ عورت کے باپ کے کنبے کی عورتوں کے مہر پر قیاس کر کے مقرر کیا جاتا ہے، مثلاً: اس کی پدری بہنیں یا پھوپھیاں یا چچا زاد بہنیں، ان کا حق مہر دیکھا جائے گا۔ واضح رہے کہ مہر مثل صرف ان صورتوں میں لیا جاتا ہے جن میں نکاح شرعاً جائز اور صحیح ہو۔ ناجائز نکاح میں اگر حق مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو مہر مثل نہیں دیا جائے گا۔

[5149] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں صحابہ کی جماعت کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، اتنے میں ایک خاتون کھڑی ہوئی اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ کے لیے ہیہ کرتی ہوں۔ آپ اس بارے میں اپنی رائے

۵۱۴۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ يَقُولُ: إِنِّي لَفِي الْقَوْمِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ قَامَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَزَوِّجْهَا



قائم کر لیں۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کھڑی ہوئی اور کہا: اللہ کے رسول! میں نے اپنے آپ کو آپ کے لیے بہہ کر دیا ہے آپ جو چاہیں کریں۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ تیسری مرتبہ کھڑی ہوئی اور عرض کی: اس نے اپنا آپ آپ کے لیے بہہ کر دیا ہے، اس میں اپنی رائے دیکھیں۔ تب ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس کچھ ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”جاؤ، تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“ چنانچہ وہ گیا اور تلاش کیا، پھر واپس آ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے وہاں کچھ نہیں پایا، لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: ”تمہارے پاس کچھ قرآن ہے؟“ اس نے کہا: جی ہاں، مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ، میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا اس قرآن کے عوض جو تجھے یاد ہے۔“

رَأَيْكَ، فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا، ثُمَّ قَامَتْ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَفِيهَا رَأَيْكَ، فَلَمْ يُجِبْهَا شَيْئًا، ثُمَّ قَامَتْ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ: إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لَكَ فَرَفِيهَا رَأَيْكَ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْكِحْنِيهَا، قَالَ: «هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟»، قَالَ: لَا، قَالَ: «إِذْهَبْ فَاطْلُبْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَ وَطَلَبَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: مَا وَجَدْتُ شَيْئًا وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، قَالَ: «هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟» قَالَ: مَعِيَ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا، قَالَ: «إِذْهَبْ فَقَدْ أَنْكَحْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع: ۲۳۱۰]

🌟 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے نکاح کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن تو اپنا معاملہ میرے حوالے کر دے۔“ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور ایک آدمی کو بلا کر کہا: ”میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح اس سے کروں، کیا تو راضی ہے؟“ اس نے کہا: جو آپ نے انتخاب کیا وہ مجھے پسند ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس کا نکاح کر دیا۔<sup>۱</sup> ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالی حق مہر کے بغیر رسول اللہ ﷺ نے محض قرآن کی تعلیم دینے پر اس کا نکاح کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی ثابت کیا ہے کہ نکاح کے لیے مالی حق مہر کا ہونا ضروری نہیں بلکہ فریقین جس پر اتفاق کر لیں وہ حق مہر ہو سکتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا تو انھوں نے جواب دیا کہ تیرے جیسے آدمی کا پیغام مسترد نہیں کیا جاسکتا لیکن تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں، ایسے حالات میں میرا نکاح آپ سے حلال نہیں ہے، ہاں اگر تو مسلمان ہو جائے تو تیرا اسلام ہی میرا حق مہر ہوگا اور میں اس کے علاوہ آپ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہی اسلام لانا ہی ان کا حق مہر ٹھہرا۔<sup>۲</sup> امام نسائی نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ التَّزْوِيجِ عَلَى سُورٍ مِنَ الْقُرْآنِ] ”اسلام لانے کے عوض نکاح کرنا۔“ اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے

مروی حدیث پر انھوں نے یہ باب قائم کیا ہے: [التَّزْوِیجُ عَلَى الْإِسْلَامِ] ”کسی سورت کی تعلیم کے عوض نکاح کرنا۔“ معلوم ہوا کہ نکاح کے لیے مالی حق مہر کا ہونا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۵۲) بَابُ الْمَهْرِ بِالْمَرْوُضِ، وَخَاتَمِ مِنْ حَدِيدٍ

باب: 52- سامان اور لوہے کی انگوٹھی بطور مہر دینا

[5150] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: ”تم نکاح کرو اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی کے عوض ہی ہو۔“

۵۱۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ: «تَزَوَّجْ وَلَوْ بِخَاتَمٍ مِنْ حَدِيدٍ». [راجع: ۲۳۱۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① لوہے کی انگوٹھی کے عوض نکاح کرنا تو نص حدیث سے ثابت ہے، اس کے علاوہ دیگر سامان وغیرہ کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے، الغرض نکاح کا معاملہ انتہائی آسان ہے، ہم نے خواہ مخواہ اسے مشکل بنا دیا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ حق مہر کے لیے نقدی کا ہونا ضروری نہیں، اس کے علاوہ کسی بھی سامان کو، خواہ وہ معمولی ہو، حق مہر ٹھہرایا جاسکتا ہے بشرطیکہ فریقین اس پر راضی اور مطمئن ہوں۔ واللہ اعلم۔

### (۵۳) بَابُ الشُّرُوطِ فِي النِّكَاحِ

باب: 53- نکاح کے وقت شرائط پیش کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حقوق کا قطعی فیصلہ شرائط کو پورا کرنے پر موقوف ہے۔ حضرت مسور بن خرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اپنے داماد کا ذکر کرتے ہوئے سنا، آپ نے دامادگی کے متعلق اس کی تعریف کی اور خوب تعریف فرمائی، چنانچہ آپ نے فرمایا: ”اس نے میرے ساتھ جو بات کی اسے سچا کر دکھایا اور میرے ساتھ جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا۔“

وَقَالَ عُمَرُ: مَقَاطِعُ الْحُقُوقِ عِنْدَ الشُّرُوطِ، وَقَالَ الْمِسُورُ بْنُ مَخْرَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ صَهْرًا لَهُ فَأَتْنِي عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ فَأَحْسَنَ، قَالَ: «حَدَّثَنِي فَصَدَّقَنِي، وَوَعَدَنِي فَوَفَّى لِي».

🌞 وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے قبل ازیں کتاب الشروط میں ایک عنوان انھی الفاظ سے قائم کیا تھا: [بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ] ”نکاح کے وقت مہر کے متعلق شرائط لگانا۔“ وہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی معلق روایت اور موصول حدیث پیش کی تھی۔ بہر حال نکاح کے وقت شرائط کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ جن کا پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً: یہ شرط لگانا

جائے کہ خاوند، اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کا معاملہ کرے گا۔ ○ جن کا پورا کرنا ناجائز ہے، مثلاً: وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے گا۔ شرعاً ایسی شرط منع ہے۔ ○ جن کے پورا کرنے میں اختلاف ہے، مثلاً: خاوند کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کرے گا۔ بہر حال جو شرائط کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں ان کا پورا کرنا ضروری ہے اور وہ کون سی شرائط ہیں جو ناجائز اور حرام ہیں؟ وہ آئندہ باب میں بیان ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے جس داماد کی تعریف کی تھی وہ حضرت ابو العاص بن ربیع ہیں جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر انھیں اس شرط پر رہا کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دلہن کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا: ”اس نے جو وعدہ کیا اسے نبھایا اور جو بات کی اسے سچا کر دکھایا۔“ واللہ اعلم۔

۵۱۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَحَقُّ مَا أَوْفَيْتُمْ مِنَ الشَّرْطِ أَنْ تُوَفُّوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ». [راجع: ۲۷۲۱]

[5151] حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”وہ شرائط جن کا پورا کرنا انتہائی ضروری ہے، وہ ہیں جن کی بدولت تم لوگوں نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔“

فائدہ: نکاح کے وقت فریقین کے درمیان جو شرائط رکھی جائیں، ان کا پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً: مرد دوسری شادی نہیں کرے گا یا اسے ملک سے باہر نہیں لے جائے گا یا اسے اتنا خرچہ دے گا یا گھر میں نوکرانی کا بندوبست کرے گا وغیرہ۔ ایسی شرائط کا پورا کرنا خاوند پر لازم ہے، بصورت دیگر عورت کو حق ہوگا کہ وہ حاکم وقت کے پاس فریاد کرے اور اسے خاوند سے علیحدگی کی درخواست دے۔ ہاں اگر کوئی شرط کتاب و سنت کے خلاف ہو تو اس کا توڑنا لازم ہے، مثلاً: خاوند اس سے مباحثت نہیں کرے گا وغیرہ تو ایسی شرائط کو پورا نہیں کیا جائے گا۔

#### باب: 54- وہ شرطیں جو نکاح میں جائز نہیں

#### (۵۴) بَابُ الشَّرْطِ النَّهْيِ لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی عورت (عقد نکاح کے وقت) اپنی بہن (سوکن) کی طلاق کی شرط نہ لگائے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: لَا تَشْتَرِطُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا.

[5152] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی کسی بہن (سوکن) کی طلاق کی شرط لگائے تاکہ اس کا حصہ خود سمیٹ لے کیونکہ اسے تو وہ

۵۱۵۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ زَكَرِيَّا - هُوَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ - عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَجِلُّ لِامْرَأَةٍ تَسْأَلُ



طَلَّاقَ أُخْتَيْهَا لِتُسْتَفْرَغَ صَخْفَتُهَا، فَإِنَّمَا لَهَا مَا كُفِّرَ لَهَا جَوَاسُ كَقَدَرِ لَهَا» [راجع: ٢١٤٠]

☀ فائدہ: اس سے پہلے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ شرائط جنہیں پورا کرنا انتہائی ضروری ہے، وہ ہیں جن کی بدولت شرمگاہوں کو حلال کیا گیا ہے۔ اس عنوان میں کچھ استثنائی صورتیں بیان کی گئی ہیں، یعنی جن شرائط سے کسی دوسرے کے حقوق متاثر ہوتے ہوں انہیں پورا کرنا ضروری نہیں ہے، مثلاً: ○ کوئی عورت اس شرط پر شادی کرتی ہے کہ خاوند اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے گا۔ اس شرط سے پہلی بیوی کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، لہذا اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ ○ کوئی عورت اس شرط پر شادی کرتی ہے کہ خاوند اس سے ہم بستری نہیں کرے گا۔ اس سے خاوند کا حق صحبت متاثر ہوتا ہے، لہذا اسے بھی پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ ○ کوئی مرد اس شرط پر کسی عورت سے شادی کرتا ہے کہ وہ اسے اپنے پاس نہیں رکھے گا۔ اس شرط سے خود بیوی کا حق معاشرت متاثر ہوتا ہے، لہذا اسے پورا نہیں کیا جائے گا۔ ○ مرد اور عورت اس شرط پر شادی کریں کہ دونوں اپنے والدین سے بائیکاٹ کریں گے۔ اس شرط سے دونوں کے والدین کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، لہذا اسے بھی پورا نہیں کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ ایسی کسی بھی شرط کی خلاف ورزی پر عقد نکاح متاثر نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

#### باب: 55 - دلھے کا زرد رنگ کا استعمال کرنا

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس امر کو نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

[5153] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان پر زرد رنگ کے نشانات تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ نے پوچھا: ”اسے حق مہر کتنا دیا ہے؟“ انھوں نے کہا: گٹھلی کے وزن کے برابر سونا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ولیمہ ضرور کرو، خواہ ایک بکری ہی ذبح کرو۔“

#### (۵۵) بَابُ الصُّفْرَةِ لِلْمَنْزُوجِ

رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۵۱۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ وَبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: «كَمْ سُمِّتَ إِلَيْهَا؟» قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَوَلَمْ وَلَوْ بِشَاةٍ».

[راجع: ۲۰۴۹]

☀ فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے دلھے کے لیے زرد رنگ کا جواز ثابت کیا ہے۔ دراصل انھوں نے اس انداز کی دو مختلف احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے: ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے لیے زعفرانی رنگ ممنوع قرار

دیا ہے۔ ان کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ اس امتناعی حکم سے دلہا مستثنیٰ ہے۔ اس کے لیے اس رنگ کے استعمال کی رخصت معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>1</sup> (2) نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”مردوں کی خوشبو کا رنگ مخفی اور مہک نمایاں اور عورتوں کی خوشبو کی مہک مخفی اور رنگ نمایاں ہوتا ہے۔“ جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہو اس کے لیے رنگ دار خوشبو کے استعمال کی اجازت ہے تاکہ نکاح کا اعلان ہو جو شریعت کا مقصود ہے۔ اس امر کا اشارہ ایک دوسری حدیث سے بھی ملتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کے رنگین خوشبو لگی دیکھی تو آپ نے فرمایا: ”کیا تیری بیوی ہے؟“ اس نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: ”اسے دھو ڈالو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔“ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے دھو ڈالا اور آئندہ نہ لگانے کا عزم کر لیا۔<sup>3</sup>

### باب: 56- بلا عنوان

### (۵۶) بَابُ:

[5154] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تو مسلمانوں کو خوب سیر ہو کر کھانا کھلایا، پھر آپ باہر تشریف لے گئے جیسا کہ آپ نکاح کے موقع پر کرتے تھے اور امہات المؤمنین کے گھروں میں تشریف لائے۔ آپ ان کے لیے دعا فرماتے اور وہ آپ کے لیے دعا کرتیں۔ پھر آپ واپس آئے تو وہاں دو آدمی دیکھے تو لوٹ گئے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور نے آپ کو ان کے جانے کی خبر دی۔

۵۱۵۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَزَيْنَبَ فَأَوْسَعَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا فَخَرَجَ كَمَا يَصْنَعُ إِذَا تَزَوَّجَ، فَأَتَى حُجْرَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ يَدْعُو وَيَدْعُونَ لَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَرَأَى رَجُلَيْنِ فَرَجَعَ لَا أَذْرِي أَخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ بِخُرُوجِهِمَا. [راجع: ۴۷۹۱]

فائدہ: یہ عنوان پہلے باب کا تتمہ اور مکملہ ہے۔ پہلے میں دلہے کے لیے زرد رنگ کے استعمال کا جواز ثابت کیا تھا لیکن اس عنوان کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلہے کے لیے اس قسم کے رنگ کا استعمال ضروری نہیں کیونکہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر زرد رنگ کے استعمال کا کوئی ذکر روایات میں نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ دلہے کے لیے جائز تو ہے لیکن ضروری نہیں۔ واللہ اعلم۔

### باب: 57- دلھے کو کن الفاظ میں دعا دی جائے؟

### (۵۷) بَابُ: كَيْفَ يُدْعَى لِلْمُتَزَوِّجِ؟

[5155] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ

۵۱۵۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا

1 فتح الباري: 276/9. 2 سنن النسائي، الزينة، حديث: 5120. 3 سنن النسائي، الزينة، حديث: 5121. 4 فتح الباري:

نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زردی کا نشان دیکھا تو فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے گٹھلی کی مقدار سونے کے عوض نکاح کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمھیں برکت دے، ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی ہو۔“

حَمَّادٌ - هُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، قَالَ: «مَا هَذَا؟» قَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: «بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، أَوْلِمَ وَلَوْ بِشَاةٍ». [راجع: ٢٠٤٩]

**فوائد و مسائل:** ① دور جاہلیت میں دلھے کو رفاء اور بنین کے الفاظ سے دعا دی جاتی تھی جس کے معنی ہیں کہ تمھارے اندر اتفاق رہے اور تمھیں زرینہ اولاد ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ کے بجائے بَارَكَ اللَّهُ لَكَ..... کے الفاظ سے دعا سکھائی ہے۔ چونکہ دور جاہلیت کی دعا میں اللہ کا نام نہیں تھا اور اس میں لڑکیوں سے نفص کی بو آتی تھی، اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے دلھے کے لیے اللہ کی طرف سے خیر و برکت کی دعا سکھائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دلھے کو ان الفاظ میں دعا دیتے: [بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ] ② ایک دفعہ قاضی شریح کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آتے ہی اپنی شادی کی اطلاع دی تو انھوں نے بالرفاء والبنین کے الفاظ سے مبارک دی۔ ممکن ہے کہ قاضی شریح کو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی نبی کا علم نہ ہوا ہو۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ کی دعا میں اس قدر جامعیت ہے کہ اس میں دنیا اور آخرت سے متعلق ہر قسم کی بھلائی آ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ ②

(۵۸) يَابُ الدِّهَاءِ لِلنِّسْوَةِ اللَّاتِي يُهْدِينَ  
الْعُرُوسَ وَاللَّعْرُوسَ

باب: 58- جو عورتیں دلھن کو دلھے کے پاس لے جائیں ان کے لیے اور دلھن کے لیے دعا کرنا

[5156] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو میرے ساتھ میری والدہ تشریف لائیں اور انھوں نے مجھے ایک گھر میں پہنچا دیا جہاں انصار کی کچھ خواتین موجود تھیں۔ انھوں نے یوں دعا دی: ”تمھارا آنا خیر و برکت پر ہوا اور اللہ کرے تمھارا نصیب بھی اچھا ہو۔“

۵۱۵۶ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَنِي أُمِّي فَأَدْخَلَنِي الدَّارَ، فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ: عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَاتِ، وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ. [راجع: ۳۸۹۴]

**فوائد و مسائل:** ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے انھیں رخصتی کے لیے تیار کیا اور انصار کی



خواتین نے ان کے لیے، جو عورتیں ان کے ہمراہ تھیں، نیز دلہن کے لیے خیر و برکت کی دعا کی کہ تم سب خیر و برکت پر آئی ہو۔  
 (۲) زمانہ قدیم سے یہ عادت چلی آرہی ہے کہ جب دلہن کی والدہ اسے لے کر دلہے کے گھر آتی ہے تو اس کے ہمراہ کچھ نہ کچھ خواتین ضرور آتی ہیں۔ ان سب کے لیے انصار کی خواتین نے دعا کی جو دلہن کے آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ہاں موجود تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند احمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ سیدہ ام رومان رحمہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بٹھا دیا اور کہا: اللہ کے رسول! یہ آپ کی بیوی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لیے بابرکت بنائے۔<sup>(۱)</sup>

### (۵۹) بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبِنَاءَ قَبْلَ الْغَزْوِ

۵۱۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ [رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ] عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «غَزَا نَبِيُّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتَّبِعُنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَنْبَغِيَ بِهَا وَلَمْ يَبْنِ بِهَا». [راجع: ۳۱۲۴]

### باب: 59- جس نے جنگ سے پہلے رخصتی کو پسند کیا

[5157] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جنگ کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے کہا: جس شخص نے نکاح کیا ہے اور ابھی تک بیوی سے صحبت نہیں کی وہ میرے ساتھ جنگ کے لیے نہ جائے۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) جہاد میں شرکت کے لیے اس کا دل ہر قسم کی آلائش سے پاک ہونا چاہیے، اس بنا پر اگر کسی نے نکاح کیا اور بیوی کی رخصتی نہیں ہوئی اور میاں بیوی دونوں اکٹھے نہیں ہوئے تو اسے چاہیے کہ جنگ میں جانے سے پہلے پہلے اپنی بیوی کو گھر لے آئے اور اس سے مباشرت کرے تاکہ ہر قسم کے خیالات سے اس کا دل جہاد کے لیے فارغ ہو جائے۔ (۲) علامہ ابن منیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: اس سے عام لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو یہ ذہن رکھتے ہیں کہ نکاح سے پہلے حج کرنا چاہیے تاکہ عفت و عصمت کی حفاظت یقینی ہو جائے، حالانکہ اسے حج کرنے سے پہلے نکاح کرنا چاہیے تاکہ اس کا دل برے خیالات سے پاک ہو جائے، پھر حج کرنے سے اس کی روحانیت میں اضافہ ہو۔<sup>(۲)</sup>

### (۶۰) بَابُ مَنْ بَنَى بِامْرَأَةٍ وَهِيَ بِنْتُ نَسِيعٍ مِثْنِ

۵۱۵۸ - حَدَّثَنَا قَيْصَةُ بْنُ عُبَّانَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سَيْتٍ مِثْنِ، وَبَنَى بِهَا

### باب: 60- جس نے نوسال کی بیوی سے ہم بستری کی

[5158] حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جبکہ وہ چھ برس کی تھیں۔ اور آپ نے ان سے خلوت فرمائی جبکہ وہ نو برس کی تھیں اور وہ

وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا. [راجع: آپ ﷺ کے ساتھ نو برس تک رہیں۔

[۳۸۹۴]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو برس تھی اور آپ ﷺ بالغ ہو چکی تھیں۔ دراصل بلوغ کا تعلق موسم اور آب و ہوا کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ گرم خطوں میں بلوغ جلدی آ جاتا ہے جبکہ سرد علاقوں میں اس میں دیر ہو جاتی ہے۔ پھر انسانی صحت کا بھی اس میں بہت عمل دخل ہے۔ کمزور اور نحیف عورت جلدی بالغ ہو جاتی ہے جبکہ صحت مند عورتوں کو دیر سے بلوغ آتا ہے۔ بعض اہل علم نے اس مقام پر بہت تکلفات سے کام لیا ہے، حالانکہ عرب جیسے علاقوں میں نو برس کی عمر میں لڑکی کا بالغ ہونا بعید از عقل بات نہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ برصغیر کے علاقے میں بھی نو برس میں کچھ بچیاں بالغ ہو جاتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب: 61- دوران سفر میں شب زفاف منانا

(۶۱) بَابُ الْبِنَاءِ فِي السَّفَرِ

[5159] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ اور خیبر کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا۔ وہاں آپ نے حضرت صفیہ بنت حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت فرمائی، میں نے مسلمانوں کو آپ کے ویسے میں بلایا لیکن اس دعوت میں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔ آپ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور اس پر کھجور، گھی اور پنیر رکھ دیا گیا۔ یہی آپ ﷺ کا ولیمہ تھا۔ مسلمانوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا کہ یہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا آپ نے انھیں لوٹھی ہی رکھا ہے؟ چنانچہ انھوں نے (فیصلہ کرتے ہوئے) کہا: اگر آپ ﷺ نے ان کو پردے میں رکھا تو امہات المؤمنین میں سے ہیں اور اگر پردے میں نہ رکھا تو وہ آپ کی باندی ہیں۔ جب سفر کا آغاز ہوا تو آپ نے ان کے لیے اپنی سواری کے پیچھے جگہ بنائی اور ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا۔

۵۱۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثًا يَبْنِي عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتُ حُبَيْبٍ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَلِيمَتِهِ، فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ، أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَأُلْقِيَ فِيهَا مِنَ الثَّمَرِ وَالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ، فَكَانَتْ وَلِيمَتُهُ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: إِحْدَى أُمَهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ؟ فَقَالُوا: إِنَّ حَجَبَهَا فَهِيَ مِنْ أُمَهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَأَ لَهَا خَلْفَهُ وَمَدَّ الْحِجَابَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّاسِ. [راجع: ۳۷۱]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① عرب میں یہ رسم تھی کہ وہ شب زفاف کے وقت دلہا اور دلہن کے لیے ایک الگ خیمہ لگانے کا اہتمام کرتے تاکہ وہ اس میں خلوت کریں، اسے بنا سے تعبیر کیا جاتا۔ ویسے اس سے مراد جماع کرنا اور خلوت اختیار کرنا

ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے اپنے حرم میں داخل فرمایا: دوران سفر میں آپ برابر تین دن تک ان کے پاس رہے کیونکہ وہ شوہر دیدہ تھیں۔ کنواری کے ساتھ ابتدا میں سات دن رہنے کی اجازت ہے، اس کے بعد باری کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند کے نکاح میں دوسری عورتیں بھی ہوں۔ اگر تنہا ایک ہی بیوی ہے تو پھر باری وغیرہ کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کے موقع پر ولیمہ ہونا چاہیے تاکہ لوگوں میں نکاح کی شہرت ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

باب: 62- سواری یا روشنی کے بغیر دن کے وقت نئی دلہن سے خلوت کرنا

(۶۲) بَابُ الْبِنَاءِ بِالنَّهَارِ بِغَيْرِ مَرْكَبٍ وَلَا نِيرَانٍ

[5160] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو میری والدہ میرے پاس آئیں اور (تنہا) مجھے ایک گھر میں پہنچا دیا۔ وہاں مجھے کسی بات سے گھبراہٹ نہ ہوئی ہاں، رسول اللہ ﷺ اچانک میرے پاس چاشت کے وقت آئے (اور مجھ سے خلوت فرمائی)۔

۵۱۶۰ - حَدَّثَنَا فَرَوَةُ بْنُ أَبِي الْمَعْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَنَنِي أُمِّي فَأَذْخَلَنِي الدَّارَ، فَلَمْ يَرْغُبْنِي إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضُحًى. [راجع: ۳۸۹۴]

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کے پاس جانا رات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دن کے اوقات میں بھی خلوت اختیار کی جاسکتی ہے۔ ② دن میں سواری یا دلہن کے لیے چراغاں کا اہتمام ضروری نہیں بلکہ دلہن کے آگے آگے چراغاں کرنا کفار کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں محض کے گورنر جناب عبداللہ بن قرظ شمالی تھے، ان کے سامنے سے ایک دلہن گزری جس کے آگے آگے لوگوں نے چراغاں کر رکھا تھا۔ آپ نے انھیں درے مار کر منتشر کیا اور وہاں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تم نے یہاں چراغاں کیا ہے اور یہ کافروں کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو ختم کر دیا ہے تم پھر سے اس کا اہتمام کر رہے ہو۔ عصر حاضر میں رسم حنا، یعنی مہندی کی رسم اور اس میں موم بتیوں کے ذریعے سے چراغاں کرنا بھی مسلمانوں کی رسم نہیں بلکہ غیروں کی ہے۔<sup>۱</sup>

باب: 63- عورتوں کے لیے نخل کے پھونے یا باریک پردے لگانا

(۶۳) بَابُ الْأَنْمَاطِ وَنَحْوِهَا لِلنِّسَاءِ

وضاحت: نمط، نمط کی جمع ہے۔ عربی لغت میں پھونے اور پردے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہودج کے اوپر جو کپڑا



ہوتا ہے اسے بھی نمط کہا جاتا ہے۔ ہماری زبان میں اسے مندا بولتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۱۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «هَلِ اتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا؟» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَنْتَى لَنَا أَنْمَاطٌ؟ قَالَ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ». [راجع: ۳۶۳۱]

[5161] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم نے مندے بنا لیے ہیں؟“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے لیے مندے کہاں سے آئے؟ آپ نے فرمایا: ”عنقریب تمہارے لیے مندے ہوں گے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی کا ایک مندا تھا۔ انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے ہم سے دور کر دو تو وہ جواب دیتی: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: ”عنقریب تمہارے لیے مندے ہوں گے۔“ میں اس کی یہ بات سن کر اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مندوں کا استعمال جائز ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو آپ اس سے منع فرما دیتے لیکن رشم کے مندوں کی ممانعت دیگر احادیث سے ثابت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلھن کے لیے اس قسم کے تکلفات جائز ہیں لیکن شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

باب: 64- وہ عورتیں جو دلھن کو شوہر کے پاس لے جائیں اور خیر و برکت کی دعا کریں

(۶۴) بَابُ النِّسْوَةِ الَّتِي يُهْدِيَنَّ الْمَرْأَةَ إِلَى زَوْجِهَا وَدَعَايَهُنَّ بِالْبَرَكَةِ

[5162] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ایک دلھن کو انصاری دلہا کے پاس لے گئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ! کیا تمہارے پاس کوئی دل لگی کا سامان نہیں تھا؟ کیونکہ انصار کو ایسے موقع پر دی لگی پسند ہوتی ہے۔“

۵۱۶۲ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا زَفَّتْ امْرَأَةً إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ: «يَا عَائِشَةُ، مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهُوٌّ؟ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ».

🌞 فوائد و مسائل: ① عربوں کے ہاں یہ قدیم عادت ہے کہ کچھ عورتیں دلھن کا بناؤ سنگھار کر کے اسے دلہا کے لیے پیش کرتی ہیں اور اسے مبارک باد دیتی ہیں۔ اسلام نے بھی اس عادت کو برقرار رکھا ہے۔ ② اگرچہ اس حدیث میں مبارک باد کا ذکر نہیں ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے ان روایات کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے اپنی زیر کفالت بچی کی شادی ایک انصاری سے کی اور میں ان عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے اس کا بناؤ سنگھار کر کے دلہا کے پیش کیا۔ جب میں لوٹ کر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ”تم نے وہاں جا کر کیا کیا؟ میں نے کہا: ہم نے سلام کیا اور اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت کی دعا کی، اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے ساتھ دل لگی کا سامان لے کر جاتیں تو بہتر ہوتا کیونکہ انصار کو یہ بات بہت پسند ہے۔“<sup>(۱)</sup>

### (۶۵) بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْعُرُوسِ

### باب: 65- دھن کو تحائف دینا

[5163] حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہمارے سامنے سے بنو رفاعہ کی مسجد میں گزر ہوا، میں نے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ نبی ﷺ کا معمول تھا آپ جب بھی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف سے گزرتے تو ان کے پاس جاتے اور انھیں سلام کرتے۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دلہا بنے تو مجھے (میری والدہ) ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کو کوئی تحفہ بھیجیں تو بہتر ہے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے ضرور بھیجیں، چنانچہ انہوں نے کھجور، گھی اور بنیر ملا کر ایک ہانڈی میں حلوہ بنایا اور مجھے دے کر آپ ﷺ کے پاس روانہ کیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا: ”اسے رکھ دو۔“ پھر حکم دیا: ”فلاں فلاں لوگوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔“ آپ نے ان کا نام لیا۔ اور جو بھی آدمی تجھے راستے میں ملے اسے میری طرف سے دعوت دے دو۔“ چنانچہ مجھے آپ نے جو حکم دیا تھا میں نے اس کی تعمیل کی۔ جب میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں سے گھر بھرا ہوا ہے۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ اس حلوے پر رکھ دیے اور جو اللہ کو منظور تھا وہ اپنی زبان سے پڑھا، اس کے

۵۱۶۳ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي عُمَانَ، وَاسْمُهُ الْجَعْدُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَرَرْنَا فِي مَسْجِدِ بَنِي رِفَاعَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا مَرَّ بِجَنَابَاتِ أُمَّ سُلَيْمٍ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عُرُوسًا بَرِيئَةً، فَقَالَتْ لِي أُمُّ سُلَيْمٍ: لَوْ أَهْدَيْنَا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ هَدِيَّةً، فَقُلْتُ لَهَا: إِنْ عَلِيٍّ، فَعَمَدْتُ إِلَى تَمْرِ وَسَمْنٍ وَأَقِطٍ فَاتَّخَذْتُ حَيْسَةً فِي بُرْمَةٍ، فَأَرْسَلْتُ بِهَا مَعِيَ إِلَيْهِ، فَاَنْطَلَقْتُ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لِي: «ضَعُهَا»، ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَالَ: «أَذْغُ لِي رِجَالًا - سَمَاهُمْ - وَأَذْغُ لِي مَنْ لَقِيتَ»، قَالَ: فَفَعَلْتُ الَّذِي أَمَرَنِي فَرَجَعْتُ فَإِذَا الْبَيْتُ غَاصَّ بِأَهْلِهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو عَشْرَةَ عَشْرَةً يَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَقُولُ لَهُمْ: «اذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا بِيَلَيْهِ»، قَالَ: حَتَّى تَصَدَّعُوا كُلُّهُمْ عَنْهَا فَخَرَجَ مِنْهُمْ مَنْ خَرَجَ وَبَقِيَ نَفَرٌ يَتَحَدَّثُونَ، قَالَ: وَجَعَلْتُ أَغْتَمُّ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ نَحْوَ الْمُحْجَرَاتِ

وَحَرَجْتُ فِي إِثْرِهِ فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ قَدْ ذَهَبُوا، فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ الْبَيْتَ وَأَرَخَيْتُ الشَّرَّ وَإِنِّي لَفِي الْحُجْرَةِ، وَهُوَ يَقُولُ: «يَتَأْتِيكَ الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَبِطٍ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْشَرُوا وَلَا مُسْتَفْسِدِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَعِجُ مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَعِجُ مِنَ الْحَقِّ» [الاحزاب: ٥٣] . قَالَ أَبُو عُمَيْرٍ: قَالَ أَنَسٌ: إِنَّهُ خَدَمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ . [راجع: ٤٧٩]

بعد دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلانا شروع کیا۔ آپ ان سے فرماتے تھے: ”اللہ کا نام لے کر ہر آدمی اپنے آگے سے کھائے۔“ بہر حال سب لوگ کھا کر گھر سے باہر چل دیے، البتہ تین آدمی گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور مجھے ان کے نہ جانے سے رنج پیدا ہوا۔ آخر کار نبی ﷺ اپنی بیویوں کے حجروں کی طرف گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گیا، میں نے (آپ ﷺ سے) کہا: لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔ اس وقت آپ واپس آ کر گھر میں داخل ہوئے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں ابھی حجرے ہی میں تھا کہ آپ (سورہ احزاب کی) یہ آیات پڑھ رہے تھے: ”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر جب کھانے کے لیے اندر آنے کی اجازت دی جائے، وہاں بیٹھ کر کھانا کھانے کا انتظار نہ کرو، البتہ جب تمہیں بلایا جائے تو اندر جاؤ اور کھانے سے فارغ ہوتے ہی واپس چلے آؤ، باتوں میں لگ کر وہاں بیٹھے نہ رہو، یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔“ ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بے شک میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت انجام دی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ دلہا اور دلہن کو تحائف بھیجنا مستحب ہے۔ اسلام سے پہلے بھی انھیں شادی کے موقع پر تحائف بھیجے جاتے تھے۔ اسلام نے دور جاہلیت کی اس رسم کو برقرار رکھا اور اسے پسندیدہ قرار دیا ہے۔ تحفہ اگرچہ مقدار میں کم ہو وہ محبت اور الفت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے ذریعے سے بے تکلفی کو فروغ ملتا ہے جو آپس کے میل جول کی بنیاد ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اسی اصول کے مطابق قلیل مقدار میں تحفہ بھیجا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں خوب خوب برکت ڈال دی۔ ② بعض حضرات نے اس حدیث کے متعلق ایک اشکال ظاہر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے پر گوشت اور روٹی کھلائی تھی جبکہ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حلوے سے ویسے کی دعوت کی؟ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوشت اور روٹی کھانے کے دوران میں ہی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرف سے حلوہ آگیا جو



سویت ڈش کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس بنا پر ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔<sup>۱</sup> واللہ اعلم۔

### (۶۶) بَابُ اسْتِعَارَةِ الثَّيَابِ لِلْعُرُوسِ وَعَبِيرِهَا

باب: 66- لہن کے لیے کپڑے وغیرہ مستعار لینا

[5164] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار مستعار لیا اور وہ کہیں گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے چند صحابہ کرام کو اسے تلاش کرنے کے لیے روانہ کیا۔ راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو انھوں نے وضو کے بغیر نماز ادا کی۔ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو انھوں نے آپ سے شکایت کی۔ اس وقت حتم کی آیت نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے! اللہ کی قسم! جب آپ پر کوئی مشکل وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دیا اور مسلمانوں کے لیے وہ خیر و برکت کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

۵۱۶۴ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَذْرَكْتَهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلُّوا بِغَيْرِ وُضُوءٍ، فَلَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ ﷺ شَكَّوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ فَتَزَلَّتْ آيَةُ التَّيْمِمِ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا، فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكَ مِنْهُ مَخْرَجًا، وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةٌ. [راجع: ۳۳۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمیشہ سے ہار ادھار لیا تو اگرچہ آپ اس وقت لہن نہ تھیں، مگر عورت جب اپنے خاوند کے لیے زینت کی خاطر اشیاء ادھار لے سکتی ہے تو لہن کے لیے تو ایسی چیزیں لینا بالاولیٰ جائز ہوا۔ ② ہمارے رجحان کے مطابق اس عنوان کے مطابق وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ میرے پاس ایک چادر تھی جسے ہر عورت زینت کے لیے مجھ سے ادھار لیتی تھی۔<sup>۲</sup> ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ الاسْتِعَارَةِ لِلْعُرُوسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ] ”شب زفاف کے وقت لہن کے لیے کوئی چیز ادھار لینا۔“<sup>۳</sup> حدیث میں ہار کا ذکر ہے جبکہ عنوان میں کپڑے وغیرہ کے الفاظ ہیں۔ دراصل ہار اور کپڑے دونوں ملبوسات میں سے ہیں جن سے لہن وغیرہ کو آراستہ کیا جاتا ہے، بنا بریں ایسی چیزیں ادھار لی جاسکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۶۷) بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ

باب: 67- جب شوہر اپنی بیوی کے پاس آئے تو کیا کہے؟

[5165] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں

۵۱۶۵ - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی انسان اپنی بیوی سے ہم بستر ہو تو یہ دعا پڑھے: ”بسم اللہ، اے اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس سے دور رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔“ پھر اگر اس موقع پر ان کے لیے بچہ مقدر ہو یا اس کا فیصلہ ہو جائے تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمَّا لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ يَقُولُ حِينَ يَأْتِي أَهْلَهُ: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، ثُمَّ قَدَّرَ بَيْنَهُمَا فِي ذَلِكَ أَوْ قُضِيَ وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا». [راجع: ۱۴۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① شیطان کے تکلیف نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے باپ کے ساتھ اس کی ماں سے جماع میں وہ شریک نہ ہو سکے گا جیسا کہ امام مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان جماع میں شریک ہو جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس معنی کو ”اقرب“ قرار دیا ہے۔ ② بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کچھ بچوں کی شکل و صورت تو ماں باپ جیسی ہوتی ہے لیکن عادات و خصائص شیطان جیسے ہوتے ہیں، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جب کائنات کے چودھری کی بنیاد رکھی جا رہی ہوتی ہے تو حضرت انسان نفسا نفسی کے عالم میں اپنی ثبوت کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اللہ کے نام کو فراموش کر دیتا ہے۔ اس نحوست کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد شیطانی اثرات سے محفوظ نہیں رہتی۔ واللہ أعلم۔ ③ اس حدیث میں قضا و قدر کا ذکر ہے۔ قضا اجمالی طور پر امر کلی کا نام ہے جو ازل میں ثابت ہے جبکہ قدر اس کی تفصیلات کا نام ہے جو مستقبل میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق اشارہ ہے: ”ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم انہیں ایک معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔“ ④

### باب: 68- ولیمہ برحق اور ثابت ہے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”ولیمہ کرو، خواہ ایک بکری ہی ہو۔“

🌞 وضاحت: ولیمہ، بیوی سے پہلی دفعہ ملاپ کے بعد ہوتا ہے اور یہ دعوت سنت مؤکدہ ہے۔ اسے قبول کرنے کی بھی بہت زیادہ تاکید ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ برا طعام ولیمہ کا طعام ہے کیونکہ اس میں مال داروں کو دعوت دی جاتی ہے اور مسکینوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ③

۵۱۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: [5166] حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو

① فتح الباری: 286/9، ② الحجر: 21، 15، وعملة القاري: 123/14، ③ صحيح مسلم، النكاح، حديث: 3521 (1432).

میری عمر دس برس تھی، میری مائیں مجھے نبی ﷺ کی خدمت کرنے کا ہمیشہ حکم دیتی تھیں۔ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی۔ نبی ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت میری عمر بیس برس تھی۔ جب پردے کے احکام نازل ہوئے تو میں انھیں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں کہ کب نازل ہوئے۔ سب سے پہلے پردے کا حکم اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نکاح کے بعد اپنے گھر لائے اور نبی ﷺ ان کے دلہا بنے تھے۔ آپ نے لوگوں کی دعوت کی اور انھیں بلایا۔ لوگوں نے کھانا کھایا اور چلے گئے لیکن کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دیر تک بیٹھے رہے۔ اس دوران میں نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ باہر چلا گیا تاکہ یہ لوگ بھی چلے جائیں۔ نبی ﷺ چلتے رہے اور میں بھی آپ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس آئے تو آپ کو خیال آیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہوں گے، اس لیے آپ واپس آئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ جب آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں سے نہیں اٹھے، لہذا آپ وہاں سے پھر واپس تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے پر پہنچے تو معلوم ہوا وہ لوگ جا چکے ہیں، چنانچہ آپ واپس آئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آ گیا۔ اب وہ لوگ (واقعی) جا چکے تھے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردے کی آیات نازل ہوئیں۔

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّهُ كَانَ ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ مَقْدَمَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَكَانَ أُمَّهَاتِي يُوَاطِّنُنِي عَلَى خِدْمَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ، وَتُوفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا ابْنُ عَشْرِينَ سَنَةً، فَكُنْتُ أَعْلَمُ النَّاسِ بِشَأْنِ الْحِجَابِ حِينَ أَنْزَلَ، وَكَانَ أَوَّلُ مَا أَنْزَلَ فِي مُبْتَنَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَا عَرُوسًا، فَدَعَا الْقَوْمَ فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ ثُمَّ خَرَجُوا وَبَقِيَ رَهْطٌ مِنْهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَطَالُوا الْمُكُثَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ وَخَرَجْتُ مَعَهُ لِكَيْ يَخْرُجُوا فَمَشَى النَّبِيُّ ﷺ وَمَشَيْتُ حَتَّى جَاءَ عَتَبَةُ حُجْرَةَ عَائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا دَخَلَ عَلَى زَيْنَبَ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ لَمْ يَقُومُوا، فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَرَجَعْتُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا بَلَغَ عَتَبَةُ حُجْرَةَ عَائِشَةَ وَظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا، فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ خَرَجُوا، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَهُ بِالسَّيْرِ وَأَنْزَلَ الْحِجَابَ.

[راجع: ۴۷۹۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① ولیمہ مشروع اور ثابت ہے۔ اس میں کھانے کے متعلق کمی بیشی کی کوئی قید نہیں بلکہ حسب ضرورت اور حسب توفیق ویسے کا کھانا تیار کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ویسے میں کھجور اور ستوکا اہتمام کیا



تھا۔ <sup>(۱)</sup> لیکن ویسے کا کھانا تناول کرنا ضروری نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”اگر چاہے تو کھائے اگر چاہے تو چھوڑ دے۔“ <sup>(۲)</sup> دعوت ولیمہ میں غیر شرعی کام ہو رہے ہوں تو اس میں شرکت سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

### (۶۹) بَابُ الْوَلِيمَةِ وَلَوْ بِشَاةٍ

باب: 69- ولیمہ کا اہتمام کرنا اگرچہ ایک بکری سے ہو

[5167] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جب انھوں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی: ”تم نے اسے کتنا مہر دیا ہے؟“ انھوں نے کہا: گھٹلی کی مقدار سونا (بطور مہر دیا ہے)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب لوگ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو مہاجرین نے انصار کے ہاں قیام کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر رہائش اختیار کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں آپ کو آدھا مال دیتا ہوں اور آپ کے لیے اپنی ایک بیوی سے دستبردار ہو جاتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل و عیال اور مال و اسباب میں برکت دے، پھر وہ بازار گئے اور خرید و فروخت کرنے لگے، انھوں نے وہاں سے پنیر اور گھی نفع میں کمایا۔ اس کے بعد انھوں نے شادی کی تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”دعوت ولیمہ کا اہتمام کرو، خواہ ایک بکری ہی سے ہو۔“

۵۱۶۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ: «كَمْ أَصْدَقْتَهَا؟» قَالَ: وَزَنَ نَوَاقٍ مِنْ ذَهَبٍ. وَعَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ نَزَلَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ فَنَزَلَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ عَلَى سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ: أَقَاسِمُكَ مَالِي وَأَنْزِلُ لَكَ عَنْ إِحْدَى امْرَأَتَيَّ، قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، فَخَرَجَ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَ وَاشْتَرَى، فَأَصَابَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ فَتَزَوَّجَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوَّلِمَ وَلَوْ بِشَاةٍ». [راجع: ۲۰۴۹]

☀️ فوائد و مسائل: <sup>(۱)</sup> دعوت ولیمہ میں افضل یہ ہے کہ گوشت کا اہتمام کیا جائے اور وہ بھی چھوٹا، یعنی بکری وغیرہ کا ہونا چاہیے لیکن ویسے کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے۔ <sup>(۲)</sup> اس سلسلے میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا جائے: ○ دعوت ولیمہ کا حسب توفیق اہتمام کرنا چاہیے، اس سلسلے میں قرض لینے سے اجتناب کرے۔ ○ نمود و نمائش سے دور رہے کیونکہ ریاکاری سے نیکی، گناہ میں بدل جاتی ہے۔ ○ فضول خرچی اور اسراف سے بھی کنارہ کش رہے کیونکہ یہ عادت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ ○ دعوت ولیمہ میں غرباء و مساکین کو نظر انداز نہ کیا جائے بصورت دیگر یہ بدترین کھانا شمار ہوگا۔ ○ دعوت ولیمہ میں فواحش و منکرات کے اہتمام سے بچنا بھی ضروری ہے۔

(۱) جامع الترمذی، النکاح، حدیث: 1095. 2 صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3518 (1430).

۵۱۶۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا  
حَمَّادُ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَوْلَمَ النَّبِيُّ  
عَلَى شَيْءٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ، أَوْلَمَ  
بِشَاةٍ. [راجع: ۴۷۹۱]

[5168] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت زینب جیسا ولیمہ اپنی بیویوں میں سے کسی کا نہیں کیا۔ ان کا ولیمہ آپ نے ایک بکری ذبح کر کے کیا تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر ہی کر دیا تھا، اس بنا پر اس نکاح کی آپ کو بہت زیادہ خوشی تھی۔ ولیمے کا اہتمام بھی فراخ دلی سے فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گوشت اور روٹی خوب پیٹ بھر کر کھائی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی شیرینی کے طور پر طلحہ تیار کیا اور آپ کو بطور تحفہ پیش کیا۔ آپ نے وہ بھی مہمانوں کو کھلایا۔ ② ولیمے میں کمی بیشی کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ آج خطرناک گرانی کے دور میں ہمیں کفایت شعاری سے کام لینا چاہیے، ریاکاری اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔

۵۱۶۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ  
عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عَتَقَهَا صَدَاقَهَا،  
وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ. [راجع: ۳۷۱]

[5169] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا، پھر ان سے نکاح کر لیا اور ان کا آزاد کرنا ہی حق مہر قرار پایا، پھر آپ نے ان کا ولیمہ ملیدہ سے کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ولیمے میں گوشت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ حالات و ظروف کے مطابق کسی بھی چیز سے ولیمہ کیا جاسکتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ چونکہ سفر میں تھے، اس لیے آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمے میں کھجور، گھی، اور پنیر سے ملیدہ تیار کرایا اور مدعوین کی خاطر تواضع کی۔ وہ ملیدہ کس قدر مزے دار ہوگا جسے خود رسول اللہ ﷺ نے تیار کرایا۔

۵۱۷۰ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا  
زُهَيْرٌ عَنْ بَيَّانٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: بَنَى  
النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ فَأَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رَجُلًا إِلَى  
الطَّعَامِ. [راجع: ۴۷۹۱]

[5170] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک خاتون سے نکاح کیا اور مجھے دعوت دینے کے لیے بھیجا تو میں نے لوگوں کو طعام کے لیے بلایا۔

🌞 فائدہ: اس حدیث میں خاتون سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ ایک روایت میں یہ وضاحت ہے کہ جب لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو دو آدمی وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے، پھر اس روایت میں آیت حجاب کے نزول کا ذکر ہے۔<sup>۱</sup>

(۷۰) بَابُ مَنْ أَوْلَمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ

باب: 70- جس نے کسی ایک بیوی سے نکاح کے وقت دوسری بیوی سے زیادہ ولیمہ کیا

وضاحت: ولیمہ کرنے میں مساوات اور برابری شرط نہیں بلکہ حسب استطاعت اس میں کی بیشی ہو سکتی ہے جیسا کہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے ولیموں کی وضاحت ہوئی ہے۔

۵۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: ذَكَرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسٍ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا، أَوْلَمَ بِشَاوٍ [راجع: ۴۷۹۱]

[5171] حضرت ثابت سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو کسی بیوی کا اس قدر ولیمہ کرتے نہیں دیکھا جس قدر آپ نے ان کا ولیمہ کیا۔ ایک بکری سے کیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ولیمہ زیادہ کرنے میں رازیہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کیا کہ اس نے بذریعہ وحی آپ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے نبی! ہم نے اس (زینب رضی اللہ عنہا) کا نکاح آپ سے کر دیا ہے۔“ ② رسول اللہ ﷺ نے عمرہ قضا کے موقع پر جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے ویسے میں کئی بکریاں ذبح کیں۔ شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ویسے میں حاضر نہ تھے، اس لیے انھوں نے اپنے علم کے مطابق بیان کیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ سب سے زیادہ تھا۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے فتح خیبر کے بعد نکاح کیا تھا، اس وقت فتح خیبر کے باعث وسعت زیادہ ہو گئی تھی، اس بنا پر یہ ولیمہ دوسروں کی نسبت زیادہ تھا۔ ②

(۷۱) بَابُ مَنْ أَوْلَمَ بِأَقَلِّ مِنْ شَاوٍ

باب: 71- جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا

۵۱۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ: أَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنٍ مِنْ شَعِيرٍ.

[5172] حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ دو مد جو سے کیا۔



☀️ فوائد و مسائل: ① حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھ سے نکاح کیا تو مجھے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ٹھہرایا۔ میں نے وہاں ایک مٹکے میں کچھ جو دیکھے۔ میں نے انھیں نکال کر پیسا، پھر انھیں ہنڈیا میں ڈالا اور ان میں کچھ چربی ڈالی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت ولیمہ تھی۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ تھوڑے سے کھانے کا بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ انسان اپنی وسعت کے مطابق اس کا اہتمام کر سکتا ہے۔ ③ البتہ جو ویسے میں زیادہ کھانے کا اہتمام کرے وہ افضل ہے کیونکہ اس طرح نکاح کا اعلان زیادہ ہوتا ہے اور اہل و مال میں برکت کا باعث ہے کیونکہ ویسے میں آنے والے بکثرت دعائیں کرتے ہیں۔ ④

باب: 72- دعوت ولیمہ اور دیگر قسم کی دعوتوں کو قبول کرنا ثابت ہے اور جس نے سات یا اس سے کم دیش دنوں تک ولیمہ جاری رکھا

(۷۲) بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الْوَلِيمَةِ وَالِدَّعْوَةِ وَمَنْ أَوْلَمَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ وَنَحْوَهُ

وَلَمْ يُؤَقِّتِ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ . نبی ﷺ نے (ویسے کے لیے صرف) ایک یا دو دن مقرر نہیں فرمائے۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک دعوت ولیمہ وغیرہ کا قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم ثابت ہے اور آپ کا حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ آجائے۔ جمہور علماء کے نزدیک دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے اور اس کے علاوہ دیگر دعوتیں قبول کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور دعوت ولیمہ کا قبول کرنا اس لیے واجب ہے کہ اس میں نکاح کا اعلان اور اظہار ہوتا ہے، نیز امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ ویسے کے لیے دنوں کی تعداد سنت سے ثابت نہیں۔ غالباً امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امام ابن سیرین نے مدینہ طیبہ میں سات دن تک ولیمہ کیا اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدعو کیا۔ جب انصار کا دن تھا تو اس میں حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔ حضرت ابی جحش روزے سے تھے۔ دوسروں نے کھانا کھایا لیکن حضرت ابی جحش ان کے لیے دعائے خیر کرتے رہے، پھر واپس چلے گئے۔ ⑤ البتہ ایک حدیث کے مطابق پہلے دن ولیمہ حق ہے، دوسرے دن معروف اور تیسرے دن ریا کاری ہے ⑥ لیکن یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی تالیف التاریخ الکبیر میں صراحت کی ہے۔ ⑦ بہر حال ہمارے رجحان کے مطابق جہاں تک ممکن ہو ولیمہ کرنا ضروری ہے، کسی مجبوری سے نہ کر سکے تو اور بات ہے۔ اگر اللہ توفیق دے تو یہ دعوت کئی دنوں تک جاری رکھی جاسکتی ہے لیکن نمود و نمائش اور ریا کاری کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے، بصورت دیگر ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

1 فتح الباری: 298/9، 2، عمدة القاری: 127/14، 3، السنن الكبرى للبيهقي: 261/7، 4، سنن أبي داود، الأ طعمة، حدیث: 3745، 5، فتح الباری: 302/9.

[5173] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو دعوت ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو اسے ضرور جانا چاہیے۔“

۵۱۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا». [انظر: ۵۱۷۹]

☀ فوائد و مسائل: ① ولیمہ وہ دعوت ہے جو شادی کے موقع پر بیوی سے ملاپ کے بعد کی جاتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو دعوت ولیمہ ضرور کرنی چاہیے اور اس میں شرکت کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اگر روزے دار ہے تب بھی حاضر ہوتا کہ اس نکاح کا خوب اعلان و اظہار ہو۔ ② اس حدیث میں شرکت کے لیے امر کا صیغہ آیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صیغہ امر سے اس میں شرکت کا وجوب ثابت کیا ہے، نیز اس اطلاق سے دنوں کی کوئی تعیین ثابت نہیں ہوتی، لہذا حسب توفیق اسے کئی دنوں تک جاری رکھا جاسکتا ہے۔

[5174] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”قیدی کو رہائی دلاؤ۔ دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرو اور بیمار کی بیمار پرسی کرو۔“

۵۱۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «فُكُّوا الْعَائِنِي، وَأَجِيبُوا الدَّاعِي، وَعُودُوا الْمَرِيضَ». [راجع: ۳۰۴۶]

☀ فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں لفظ ”داعی“ عام ہے جو ہر قسم کی دعوت کرنے والے کو شامل ہے، خواہ کوئی دعوت ولیمہ کرے یا کوئی اور دعوت، بہر حال دعوت قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ اس حدیث میں بھی امر کا صیغہ آیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ② جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے کیونکہ اس میں اعلان نکاح کو تقویت ملتی ہے لیکن دوسری دعوتیں قبول کرنا مستحب ہے۔ واضح رہے کہ جس قسم کی بھی دعوت ہو دعوت کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو ضرور شرکت کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

[5175] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے ہمیں سات کام کرنے کا حکم دیا اور سات اشیاء سے منع فرمایا: آپ نے ہمیں بیمار پرسی کرنے، جنازہ پڑھنے، چھینک لینے والے کو جواب دینے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، سلام کہنے اور داعی کی

۵۱۷۵ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ: قَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِبَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجِنَازَةِ، وَتَسْمِيَةِ

دعوت قبول کرنے کا حکم دیا، اور ہمیں سونے کی انگوٹھی پہننے، چاندی کے برتن استعمال کرنے، ریشمی گدے، ریشمی کپڑے، موٹے اور باریک ریشم کے استعمال سے منع فرمایا۔

الْعَاطِسِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي. وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ آيَةِ الْفِضَّةِ، وَعَنْ الْمَبَايِرِ، وَالْقَسِيَةِ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَالذِّيْبَاجِ.

ابو عوانہ اور شیبانی نے اشعث سے لفظ إفشاء السلام روایت کرنے میں ابو الاحوص کی متابعت کی ہے۔

تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَالشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَشْعَثَ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ. [راجع: ۱۲۳۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① مذکورہ باتیں صرف چھ ہیں۔ راوی سے ساتویں بات رہ گئی ہے، وہ خالص ریشمی کپڑا پہننے سے منع کرنا ہے۔ ② قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے کو قسم دے کر کام کہے تو اس کی قسم کی لاج رکھنی چاہیے اور اگر وہ گناہ کا کام نہ ہو تو اسے ضرور پورا کرنا چاہیے۔ اس حدیث کے مطابق إجابة الداعي، یعنی دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کے متعلق صیغہ امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔<sup>۱</sup>

[5176] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی پر دعوت دی۔ اس دن حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کی بیوی لوگوں کی خدمت کر رہی تھی اور وہی دلہن تھی۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جانتے ہو کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کون سا مشروب پیش کیا تھا؟ انھوں نے رات کے وقت کچھ کھجوریں پانی میں بھگو دی تھیں۔ پھر جب (صبح کے وقت) آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے وہی مشروب نوش کرنے کے لیے پیش کیا۔

۵۱۷۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي عُرْسِهِ وَكَانَتْ امْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خَادِمَتَهُمْ وَهِيَ الْعُرُوسُ، قَالَ سَهْلٌ: تَذَرُونَ مَا سَقَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَكَلَ سَقَتْهُ إِيَّاهُ. [انظر: ۵۱۸۲، ۵۱۸۳، ۵۵۹۱، ۵۵۹۷، ۶۶۸۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کا نام مالک بن ربیعہ ہے جو ساعدہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ ان کی بیوی کا نام سلامہ بنت وہب ہے۔ مذکورہ واقعہ نزول حجاب، یعنی پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ ② دعوت ولیمہ قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہاں کوئی غیر شرعی کام نہ ہوں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک دعوت میں گئے، وہاں انھوں نے جانداروں کی تصاویر دیکھیں تو واپس آگئے



اور شرکت نہ کی۔<sup>(۱)</sup>

باب: 73- جس نے (کسی کی) دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی

(۷۳) بَابُ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ

51771 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہا کرتے تھے: بدترین کھانا اس ویسے کا کھانا ہے جس کے لیے دولت مند کو دعوت دی جاتی ہے اور فقراء کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور جس نے دعوت ترک کر دی (قبول نہ کی) اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

۵۱۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيَمَةِ، يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ، وَيَتْرَكُ الْفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ.

🌞 فوائد و مسائل: (۱) مطلق طور پر طعام ولیمہ برا نہیں بلکہ جب اس میں یہ وصف ہو کہ امیروں کو دعوت دی جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے تو ویسے کا کھانا بدترین کھانا ہوگا، اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جب کسی دعوت میں امیروں کو خاص طور پر مدعو کیا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے تو ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ایسی دعوت قبول نہ کریں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: تم دعوت میں نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہو کیونکہ ایسے لوگوں کو بلاتے ہو جو نہیں آنا چاہتے اور جو آنا چاہتے ہیں تم انھیں نظر انداز کر دیتے ہو۔<sup>(۲)</sup> حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: وہ دعوت ولیمہ انتہائی بری ہے جس میں ان لوگوں کو بلایا جائے جن کے پیٹ بھرے ہوں اور بھوکوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔<sup>(۳)</sup> (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ویسے کی دعوت ضرور قبول کرنی چاہیے کیونکہ عصیان کا اطلاق کسی واجب اور ضروری حکم کو چھوڑنے پر ہوتا ہے۔<sup>(۴)</sup>

باب: 74- جس نے سری پائے کی دعوت قبول کی

(۷۴) بَابُ مَنْ أَجَابَ إِلَى كُرَاعٍ

51781 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے سری پائے کی دعوت دی جائے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا۔“

۵۱۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ دُعِيتُ إِلَى كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ»

(۱) عمدة القاري: 133/14، فتح الباري: 305/9، الف المعجم الكبير للطبراني: 123/12، رقم: 12754، 4 عمدة

القاري: 134/14.

وَلَوْ أَهْدَيْتَنِي إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ». [راجع: ۲۵۶۸] اور اگر مجھے سری پائے کا ہدیہ دیا جائے تو میں ضرور قبول کروں گا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دعوت ولیمہ میں اگر صرف سری پائے ہی کا اہتمام ہو تو بھی اسے ضرور قبول کرنا چاہیے۔ اسے ٹھکرانے سے اجتناب کرنا ہوگا۔ ② اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی کمال تواضع اور حسن خلق کا پتا چلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوت قبول کرنے کی رغبت اس لیے دلائی ہے کہ یہ محبت والفت میں اضافے کا باعث ہے، نیز دعوت کا اہتمام کرنے والے کے لیے خوشی و مسرت کا ذریعہ ہے، نیز آپس میں مل بیٹھنے کا بہترین موقع ہے۔ ③ بہر حال کسی وقت بھی اپنے بھائی کی دل شکنی نہیں کرنی چاہیے اگرچہ وہ معمولی چیز کی دعوت دے۔ غریبوں کی دعوت میں نہ جانا اور ان سے نفرت کرنا یہ فرعونیت ہے۔ ایسے متکبر لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیڑے کوڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ واللہ المستعان۔

باب: 75- شادی وغیرہ میں دعوت دیے والے کی دعوت قبول کرنا

(۷۵) بَابُ إِجَابَةِ الدَّاعِي فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهِ

[5179] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہیں اس (ولیمے) کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو۔“ راوی نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اگر روزے سے ہوتے تو بھی شادی اور غیر شادی کی دعوت میں ضرور شرکت کرتے۔

۵۱۷۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَجِيبُوا هَذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ لَهَا». قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَأْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَهُوَ صَائِمٌ. [راجع: ۵۱۷۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① دعوت ولیمہ میں شرکت کرنی چاہیے، وہاں جا کر کھانا کھانا ضروری نہیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو، وہاں جا کر اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔“ ② اگر کسی نے نفلی روزہ رکھا ہے تو دعوت کی خاطر اسے توڑا بھی جاسکتا ہے کیونکہ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور آپس میں میل ملاپ پیدا ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے دعوت طعام کا اہتمام کیا تو کسی نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے بھائی نے تمہیں دعوت دی

ہے اور اس سلسلے میں اس نے تکلف سے کام لیا ہے، تم روزہ چھوڑ دو اگر چاہو تو اس کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لو۔“<sup>(۱)</sup> لیکن اس کی سند کمزور ہے، البتہ یہ متابعت و شواہد میں پیش کی جاسکتی ہے۔<sup>(۲)</sup>

باب: 76- عورتوں اور بچوں کا شادی میں جانا

(۷۶) بَابُ ذَهَابِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ إِلَى الْعُرْسِ

وضاحت: شاید کسی کے دل میں عورتوں اور بچوں کی شادی میں شرکت مکروہ ہو، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ ان کا شادی میں شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

۵۱۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَبْصَرَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءً وَصِيبَانًا مُقْبِلَيْنِ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ مُمْتَنِّيًا فَقَالَ : «اللَّهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ» . [راجع : ۳۷۸۵]

[5180] حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے چند عورتوں اور بچوں کو ایک شادی سے واپس آتے دیکھا تو آپ مارے خوشی کے جلدی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”اللہ کی قسم! تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔“

فوائد ومسائل: ① یہ عورتیں اور بچے انصار کے تھے اور ان حضرات نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں جگہ دی اور آپ کے ساتھ مل کر کفار و مشرکین کا مقابلہ کیا، اس بنا پر آپ ﷺ ان کی عورتوں اور بچوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے قوت سے کھڑے ہوئے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عورتوں اور بچوں کو شادی یا ویسے میں شرکت کی دعوت دی جائے تو انھیں بھی اسے قبول کرنا چاہیے بشرطیکہ کسی قسم کے فتنے کا ڈر نہ ہو اور عورتوں کا دعوت میں جانے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لینا بھی ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 77- جب دعوت کے موقع پر کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو کیا اسے واپس آ جانا چاہیے؟

(۷۷) بَابُ : هَلْ يَرْجِعُ إِذَا رَأَى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ نے (ویسے والے) گھر میں ایک تصویر دیکھی تو واپس آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابویوب انصاری کی دعوت کی تو انھوں نے

وَرَأَى ابْنُ مَسْعُودٍ صُورَةً فِي الْبَيْتِ فَرَجَعَ . وَدَعَا ابْنُ عُمَرَ أَبَا أَيُّوبَ فَرَأَى فِي الْبَيْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : غَلَبْنَا عَلَيْهِ

(۱) المعجم الكبير للطبراني: 4/152، رقم: 3264، طبع مكتبة المعارف. 2، فتح الباري: 9/308.



ان کے گھر میں دیوار پر پردہ پڑا ہوا دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (معذرت کرتے ہوئے) کہا: عورتوں نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوسرے لوگوں کے متعلق تو مجھے اندیشہ تھا لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ خیال نہ تھا۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے ہاں کھانا نہیں کھاؤں گا پھر وہ واپس چلے گئے۔

النِّسَاءُ. فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ أَخْشَى عَلَيْهِ فَلَمْ أَكُنْ أَخْشَى عَلَيْكَ، وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا، فَرَجَعَ.

وضاحت: اکثر روایات میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ واقعہ مردی ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اس قسم کا معاملہ پیش آیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے حضرت سالم کی شادی کی، اس موقع پر عورتوں نے گھر کی دیواروں پر زینت کے لیے سبز پردے لٹکا دیے۔ جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے فرمایا: تم دیواروں پر فضول پردے لٹکاتے ہو، اس کے بعد آپ واپس چلے گئے۔<sup>(۱)</sup>

[5181] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک چھوٹا سا تصویر والا قالین خریدا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے (گھر میں لٹکتے) دیکھا تو دروازے ہی پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہ گئے۔ مجھے آپ کے چہرہ انور پر کراہت کے آثار محسوس ہوئے تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کے حضور توبہ کرتی ہوں! میں نے کون سا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ قالین کیسا ہے؟“ میں نے عرض کی: یہ تو میں نے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ کبھی آپ اس کو بچھا کر بیٹھیں اور کبھی اس کا تکیہ بنالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تصویریں بنانے والے قیامت کے دن عذاب دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں روح ڈالو اور اسے زندہ کرو۔“ پھر فرمایا: ”جس گھر میں یہ تصویریں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے یقیناً نہیں آتے۔“

۵۱۸۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا اشْتَرَتْ ثَمْرَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَأَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا بَالُ هَذِهِ الثَّمْرَةِ؟»، قَالَتْ: فَقُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِنَتْعِدَّ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيَقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ»، وَقَالَ: «إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ». [راجع: ۲۱۰۵]

🌞 **فوائد ومسائل:** ① رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اس لیے داخل نہ ہوئے کہ اس میں تصاویر تھیں اور یہ ان منکرات شرعیہ میں سے ہے جن کے ہوتے ہوئے وہاں جانا منع ہے کیونکہ تصاویر کی موجودگی رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کے دخول کے لیے رکاوٹ کا باعث تھی، لہذا ایسی دعوت میں بھی شریک نہیں ہونا چاہیے جہاں خلاف شرع کام ہوں۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس دعوت میں حرام کام ہوتا ہو اگر اس کے ازالے پر قادر ہو تو شریک ہو کر اسے دور کرے اگر اس کے ازالے پر قدرت نہ ہو تو واپس آ جائے اور کھانا نہ کھائے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، ① مثلاً: وہاں لوگ شراب پیتے ہوں یا فاحشہ عورتوں کا ناچ گانا ہو تو ایسی دعوت میں شرکت نہ کرنا بہتر ہے۔ ② لیکن یہ سب کچھ حاضری کے بعد ہے اور اگر حاضری سے پہلے ہی علم ہو جائے تو دعوت قبول ہی نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

باب : 78 - شادی بیاہ میں عورت کا مردوں کی خدمت کے لیے کھڑے ہونا اور بذات خود ان کی خدمت کرنا

(۷۸) بَابُ قِيَامِ الْمَرْأَةِ عَلَى الرِّجَالِ فِي الْمَرْسِي وَخِدْمَتِهِمْ بِالنَّفْسِ

[5182] حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے شادی کی تو انھوں نے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت طعام دی، اس موقع پر کھانا ان کی دلہن ام اسید رضی اللہ عنہا نے خود ہی تیار کیا اور خود ہی مردوں کو پیش کیا۔ انھوں نے پتھر کے ایک بڑے پیالے میں رات کے وقت کھجوریں بھگو دی تھیں، پھر جب نبی ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو ام اسید رضی اللہ عنہا نے ہی شربت تیار کیا اور آپ ﷺ کو بطور تحفہ پیش کیا۔

۵۱۸۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ قَالَ: لَمَّا عَرَّسَ أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَرْبَةً إِلَيْهِمْ إِلَّا أَمْرَأَتُهُ أُمُّ أُسَيْدٍ، بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِي تَوْرِ مِنْ حِجَارَةٍ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا فَرَّغَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ أَمَاتَتْهُ لَهُ فَسَقَتْهُ نُحْفَةً بِذَلِكَ. [راجع: ۵۱۷۶]

🌞 **فوائد ومسائل:** ① اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت دلہن بھی فرائض میزبانی ادا کر سکتی ہے اور پردے کے ساتھ وہ گھر میں کام کاج کر سکتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے بیوی کا خاوند اور مہمانوں کی خدمت کرنا ثابت ہوتا ہے، خاوند کے علاوہ دوسرے لوگوں کی خدمت اس وقت جائز ہے جب کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور عورت بھی پردے کی پابندی کرے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے اس طرح کی خدمت لے سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ③

① المعجم الكبير للطبراني: 275/1، رقم: 444، طبع مكتبة المعارف. ② فتح الباري: 310/9. ③ فتح الباري: 312/9.

### (۷۹) بَابُ النَّقِيعِ وَالشَّرَابِ الَّذِي لَا يُسْكِرُ فِي الْعُرْسِ

۵۱۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ: أَنَّ أَبَا أُسَيْدَ السَّاعِدِيِّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ فَكَانَتْ امْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ الْعُرُوسُ. فَقَالَتْ - أَوْ قَالَ - : أَتَذَرُونَّ مَا أَنْقَعَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ. [راجع: ۵۱۷۶]

### باب: 79- شادی کے موقع پر جوس اور اپنا مشروب پیش کرنا جو نشہ آور نہ ہو

[5183] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنی شادی کے موقع پر نبی ﷺ کو مدعو کیا تو اس دن ان کی بیوی ہی مدعوین کی خدمت گزار تھی جبکہ وہ ابھی دلہن تھی۔ انھوں نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے کون سا جوس رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا؟ میں نے رات کے وقت ہی ایک پتھر کے پیالے میں کچھ کھجوریں بھگو دیں (اور ان کا جوس رسول اللہ ﷺ کو پلایا تھا)۔

🌞 فوائد و مسائل: ① عنوان میں نقیع کے بعد شراب کا ذکر کیا گیا ہے جو فقہی اصطلاح میں عام کا خاص پر عطف ہے۔ ② مشروب کے لیے شرط ہے کہ اس میں نشہ نہ ہو کیونکہ نشہ آور کوئی بھی مشروب استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ ③ یاد رہے کہ نقیع وہ کھجوریں ہیں جو پانی میں ڈال دی جائیں تاکہ ان کی مٹھاس نکل آئے، جسے ہماری زبان میں کھجور کا جوس (نبیذ) کہتے ہیں۔ ④ عربوں کے ہاں کھجور ایک مرغوب اور بکثرت ملنے والا میوہ ہے۔ کھانے میں اور شربت بنانے میں عرب اسی کو استعمال کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۸۰) بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِنَّمَا الْمَرْأَةُ كَالضَّلْعِ».

۵۱۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «الْمَرْأَةُ كَالضَّلْعِ إِنْ أَقْمَمْتَهَا كَسَرَتْهَا وَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ».

[راجع: ۲۳۳۱]

### باب: 80- عورتوں کے معاملے میں نرمی کرنا

نبی ﷺ نے فرمایا: ”عورت پسلی کی مانند ہے۔“

[5184] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورت پسلی کی طرح ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے۔ اگر تم اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے میڑھے پن کی موجودگی میں فائدہ حاصل کرتے رہو۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے: ”عورت آپ کے مزاج کے مطابق بالکل سیدھی نہیں ہوگی، اس لیے اس میں ٹیڑھ کے ہوتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا ٹوٹ جانا اسے طلاق مل جاتا ہے۔“ ② ایک دوسری روایت میں ہے: ”پہلی کا ٹیڑھا حصہ اوپر کی طرف ہوتا ہے۔“ ③ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ عورت کا ٹیڑھا پن بھی اوپر کی طرف، یعنی زبان کی جانب ہے، اس لیے عورت کی زبان درازی اور سخت گوئی پر صبر کرتے ہوئے زندگی کے دن بسر کیے جائیں۔ ④ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت ذات سے نرمی اور رواداری سے کام لینا چاہیے۔ نتیجے میں گھرا جڑ جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۸۱) بَابُ الْوَصَاةِ بِالنِّسَاءِ

### باب: 81- عورتوں سے حسن سلوک کی بابت نبی ﷺ کی وصیت

[5185] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ پر ایمان اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔“

۵۱۸۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْجَعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِي جَارَهُ». [انظر: ۶۰۱۸، ۶۱۳۶، ۶۱۳۸، ۶۴۷۵]

[5186] ”اور عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ پہلی سے پیدا شدہ ہیں اور پہلی کا سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہوتا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے۔ اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ مسلسل ٹیڑھی ہوتی چلی جائے گی، اس لیے عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو۔“

۵۱۸۶ - «وَأَسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلْعِ أَغْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبَتْ نَفِيمُهُ كَسَرَتْهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا». [راجع: ۳۳۳۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① عورت کا اوپر والا حصہ سر ہے جس میں زبان ہوتی ہے اور اس کی زبان درازی اور خش گوئی سے ہی انسان کو زیادہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی طبیعت اور اس کے مزاج میں ٹیڑھ پن ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کی جائے اور اس کے ٹیڑھے پن پر صبر کیا جائے اور اس کے سیدھا کرنے میں زیادہ حرص نہ کی جائے۔ اگر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ مزید بگڑ جائے گی، لہذا اس کے معاملے میں

① صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: (715)3643. 2 صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: (715)3644.

میانہ روی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ ③ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کا بالکل سیدھا ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ اگر پانی سر سے گزر جائے تو اس پہلی کو توڑ دیا جائے، یعنی اسے طلاق دے کر ذہنی بوجھ کو ہلکا کیا جاسکتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

۵۱۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالْإِنْسِاطَ إِلَى نِسَائِنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ هَيْبَةً أَنْ يَنْزِلَ فِيْنَا شَيْءٌ، فَلَمَّا تُوَفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ تَكَلَّمْنَا وَانْبَسَطْنَا.

[5187] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی بیویوں سے کھل کر باتیں کرنے اور زیادہ بے تکلفی سے اس اندیشے کی بنا پر پرہیز کرتے تھے کہ مبادا ہمارے متعلق کوئی حکم نازل ہو جائے۔ جب نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تو پھر ہم نے ان سے خوب کھل کر گفتگو کی اور بے تکلفی سے خوش طبعی کرنے لگے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① عورتوں سے گپ شب لگانے کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ مار پٹائی تک نوبت آجاتی ہے کیونکہ اپنے اہل خانہ سے کھل کر بات کرے گا تو خاوند کو ان کا نازخرد برداشت کرنا ہوگا۔ بعض اوقات اس دوران میں عورتیں خاوند کی پاسداری بھی ملحوظ نہیں رکھ پاتیں جس سے نافرمانی کا ظہور ہوتا ہے، پھر معاملہ زد و کوب تک جا پہنچتا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو عورتوں کے معاملے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرے اور غصے و طیش کے وقت حوصلے سے کام لے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما بھی بعض اوقات آپ کی باتوں کا جواب دیتی تھیں بلکہ رات بھر آپ کو چھوڑ دیتی تھیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق عورتوں کے ساتھ اعلیٰ سلوک یہ ہے کہ ان سے گپ شب کرے اور معاملات میں ان کی عقلی استعداد کو ضرور مد نظر رکھے۔

باب: 82- (ارشاد باری تعالیٰ): ”تم خود کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ“ کا بیان

(۸۲) بَابُ: ﴿قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

[التحریم: ۶]

[5188] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک گنہگار ہے اور ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ حاکم وقت نگہبان ہے، اسے بھی پوچھا جائے گا۔ مرد، اپنے اہل خانہ کا گنہگار ہے، اس سے سوال و جواب ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے

۵۱۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ: فَإِلَّا مَامَ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ

زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ. [راجع: ۸۹۳]

گھر کی نگران ہے، اس سے بھی پوچھا جائے گا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے، اسے پوچھا جائے گا۔ الغرض تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے سوال ہوگا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① انسان کی بیوی بچوں پر لفظ اہل کا اطلاق ہوتا ہے۔ بیوی کے لیے اہلیہ کا اطلاق اسی سے ماخوذ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا مطلب ہے کہ تم اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو۔ انھیں گناہ کرنے سے باز رکھو، نیک کام کرنے پر آمادہ کرو۔ انھیں آداب و اخلاق سکھاؤ، شر اور سرکشی سے منع کرو۔ قرآن کریم میں اپنے اہل و عیال کے متعلق درج ذیل دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے: ”وہ (رحمن کے بندے) دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔“ ② بیوی اور اولاد سے انسان کو فطری طور پر محبت ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ دونوں اس کے لیے آزمائش کا ذریعہ بن جاتے ہیں، لہذا ہر مسلمان کو ان کے حق میں دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ اللہ کے نافرمان اور دین سے بیگانہ نہ رہ کر جہنم کا ایندھن اور اس کے لیے پریشانیوں کا باعث نہ بنیں۔ بہتر انسان وہ ہے جو خود بھی نیک ہو اور اپنے بیوی بچوں کے حق میں بھی خیر خواہی کے جذبات رکھے، محبت اور نرمی سے گھر کا نظام بہتر بنائے، اپنے اہل خانہ سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے اور انھیں جہنم سے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔

باب: 83- بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا

(۸۳) بَابُ حُسْنِ الْمَعَاشِرَةِ مَعَ الْأَهْلِ

[5189] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: گیارہ عورتوں کا ایک اجتماع ہوا اور انھوں نے یہ طے کیا کہ وہ اپنے شوہروں کے متعلق کوئی چیز مخفی نہیں رکھیں گی، چنانچہ پہلی نے کہا: میرا شوہر ایک دبلے اونٹ کا گوشت ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا ہو، نہ تو وہاں جانے کا راستہ ہووار ہے کہ آسانی سے چڑھ کر اسے لایا جائے اور نہ وہ گوشت ایسا عمدہ ہے کہ اسے ضرور لایا جائے۔

۵۱۸۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَلَسَ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً: فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقِدْنَ أَنْ لَا يَخْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا. قَالَتْ الْأُولَى: زَوْجِي لَحْمٌ جَمَلٍ غَثٌ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ، لَا سَهْلٍ فَيُرْتَمَى، وَلَا سَمِينٍ فَيَسْتَقْلُ.

دوسری نے کہا: میں اپنے خاوند کا حال بیان کروں تو

قَالَتِ الثَّانِيَةُ: زَوْجِي لَا أَبْتُ خَبْرَهُ، إِنِّي



کہاں تک کروں! میں ڈرتی ہوں کہ سب کچھ بیان نہ کر سکوں گی، اس کے باوجود اگر بیان کروں تو اس کے کھلے اور چھپے عیب سب بیان کر سکتی ہوں۔

أَخَافُ أَنْ لَا أَذْكُرَهُ، إِنْ أَذْكُرُهُ أَذْكُرُ عَجْرَهُ وَبُجْرَهُ.

تیسری نے کہا: میرا شوہر دراز قد کمزور ہے، اگر عیب بیان کروں تو طلاق تیار ہے اور اگر خاموش رہوں تو معلق رہوں گی۔

قَالَتِ الثَّالِثَةُ: زَوْجِي الْعَسَنُ إِنْ أَنْطَقَ أَطْلُقُ، وَإِنْ أَسْكُتَ أَعْلَقُ.

چوتھی نے کہا: میرا خاوند شب تہامہ کی طرح معتدل ہے۔ نہ گرم ہے اور نہ ٹھنڈا۔ اس سے مجھے کوئی خوف ہے اور نہ اکتاہٹ کا اندیشہ۔

قَالَتِ الرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلِيلٌ يَهَامَةُ لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ، وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَامَةَ.

پانچویں نے کہا: میرا شوہر اگر گھر میں آئے تو چھپتے کی طرح ہے اور اگر باہر جائے تو مثل شیر ہے۔ گھر میں جو چیز چھوڑ جاتا ہے اس کے متعلق باز پرس نہیں کرتا۔

قَالَتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهَدَّ وَإِنْ خَرَجَ أَسَدَ، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهْدَ.

چھٹی نے کہا: میرا شوہر اگر کھانا شروع کرے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے اور جب پینے لگتا ہے تو ایک بوند بھی نہیں چھوڑتا۔ اور جب لیٹتا ہے تو تنہا ہی اپنے اوپر کپڑا لپیٹ لیتا ہے میرے کپڑے میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالتا کہ میرا دکھ درد معلوم کرے۔

قَالَتِ السَّادِسَةُ: زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفٌّ، وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنْ اضْطَجَعَ التَّفَّ، وَلَا يُوَلِّجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ.

ساتویں نے کہا: میرا خاوند جاہل یا مست ہے۔ صحبت کے وقت اپنا سینہ میرے سینے سے لگا کر اوندھا پڑ جاتا ہے۔ دنیا کی ہر بیماری اس میں موجود ہے۔ اگر تو بات کرے تو سر پھوڑ دے یا جسم زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِي عَيَّيَاءُ أَوْ عَيَّيَاءُ طَبَّاقَاءُ، كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ، شَجَلِكِ أَوْ فَلَكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكَ.

آٹھویں نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے۔ اس کی خوشبو زعفران کی خوشبو ہے۔

قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ أَرْزَبٍ، وَالرَّيْبُ رَيْبُ زَرْزَبٍ.

نویں نے کہا: میرا خاوند اونچے گھروالا، اس کا شمیر

قَالَتِ التَّاسِعَةُ: زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ،

بند بڑا دراز، بہت راکھ والا اور اس کا گھر محفل خانے کے قریب ہے۔

طَوِيلُ النَّجَادِ، عَظِيمُ الرَّمَادِ، قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ.

دسویں نے کہا: میرا خاوند مالک ہے اور مالک کے کیا ہی کہنے! اس سے بہتر کوئی نہیں دیکھا گیا۔ اس کے اونٹ باڑوں میں جانے والے زیادہ ہیں اور چراگا ہوں میں جانے والے بہت کم ہیں۔ جب وہ باجے کی آواز سنتے ہیں تو انھیں اپنے ذرع ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ، مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ، لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ، قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ، وَإِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمَزْهَرِ أَتَيْنَ أَنْهَنَ هَوَالِكِ.

گیارہویں نے کہا: میرا شوہر ابو زرع ہے۔ ابو زرع کے کیا کہنے! اس نے زیورات سے میرے کان بھر دیے۔ مجھے کھلا کھلا کر میرے دونوں بازو چربی سے بھر دیے۔ مجھے اس نے ایسا خوش و خرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں مبتلا ہوں۔ مجھے اس نے ایک ایسے (غریب) گھرانے میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزارا کرتے تھے، وہاں سے مجھے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا کہ مجھے گھوڑوں، اونٹوں اور کھیت کھلیان سب کا مالک بنا دیا۔ وہ خوش اخلاق اس قدر ہے کہ میری کسی بات پر مجھے برا بھلا نہیں کہتا۔ اس کے ہاں میں جب سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں، جب میں چیتی ہوں تو خوب اطمینان سے سیراب ہو کر چیتی ہوں۔

قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ: زَوْجِي أَبُو زَرَعٍ، فَمَا أَبُو زَرَعٍ؟ أَنَسَ مِنْ حُلِيِّ أُذُنِي، وَمَلَأَ مِنْ شَحْمِ عَضُدِي، وَبَجَجَنِي فَبَجَحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي، وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُبَيْمَةِ بِشَقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ، وَدَائِسٍ وَمُتَقٍّ، فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلَا أَقْبَحُ، وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ، وَأَشْرَبُ فَأَتَفْتَحُ.

ابو زرع کی ماں! تو میں اس کی کیا خوبیاں بیان کروں۔ اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے ہیں، اس کا گھر بھی بہت وسیع ہے۔

أُمُّ أَبِي زَرَعٍ، فَمَا أُمُّ أَبِي زَرَعٍ؟ عُكُومُهَا رَدَاحٌ، وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ.

ابو زرع کا بیٹا، وہ کیسی شان والا ہے! وہ چھریے بدن والا کہ تنگی تلوار کے برابر اس کے سونے کی جگہ ہے، چھوٹی بکری کے ایک بچے کی دتی سے اس کا پیٹ بھر جاتا ہے۔

إِبْنُ أَبِي زَرَعٍ، فَمَا ابْنُ أَبِي زَرَعٍ؟ مَضْجِعُهُ كَمَسَلِ شَطْبِيَّةٍ، وَيُسْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ.

ابوزرع کی بیٹی، اس کے کیا کہنے! وہ اپنے باپ کی فرمانبرداری، ماں کی اطاعت گزار، موٹی تازی، بھرپور کپڑے زیب تن کرنے والی کہ سوکن کے لیے جلن کا باعث ہے۔

بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ؟ طَوُوعُ أَبِيهَا، وَطَوُوعُ أُمِّهَا، وَمِلٌّ كِسَائِهَا، وَغَيْظُ جَارَتِهَا.

ابوزرع کی لونڈی! وہ بھی بہت شان و شوکت والی ہے۔ گھر کی بات باہر جا کر نہیں کرتی۔ کھانے تک کی چیز بلا اجازت نہیں لیتی اور ہمارا گھر خس و خاشاک سے نہیں بھرتی۔

جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ؟ لَا تَبْتُ حَدِيثَنَا تَبْثِيًا، وَلَا تُنْقُثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيًا، وَلَا تَمْلَأُ بَيْنَنَا تَغْشِيًا.

اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ابوزرع باہر گیا جبکہ دودھ سے برتن بھرے ہوئے تھے اور ان سے کھن نکالا جا رہا تھا، اس دوران میں اس نے ایک عورت دیکھی جس کے دو بچے چیتوں کی طرح تھے اور اس کی کمر کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے۔ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے کر اس سے نکاح کر لیا۔

قَالَتْ: خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمَخَضُ، فَلَقِيَّ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ، يُلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَضِرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقْنِي وَنَكَحَهَا.

اس کے بعد میں نے ایک دوسرے شریف مال دار سے نکاح کر لیا جو عربی گھوڑے پر سواری کرتا اور ہاتھ میں نیزہ پکڑتا تھا۔ اس نے مجھے بہت سی نعمتیں اور ہر قسم کے جانور دیے، نیز مال و اسباب میں سے ہر قسم کا جوڑا، جوڑا عطا کیا۔ اس نے یہ بھی کہا: اے ام زرع! تم خود بھی کھاؤ پیو اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی خوب کھلاؤ پلاؤ۔ لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی تمام عطاؤں کو جمع کروں تو ابوزرع کا چھوٹے سے چھوٹا برتن بھی نہ بھر سکے۔

فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا، رَكِبَ سَرِيًّا، وَأَخَذَ خَطِيًّا، وَأَرَاخَ عَلَيَّ نَعْمًا ثَرِيًّا، وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا، وَقَالَ: كُلِّي أُمَّ زَرْعٍ، وَمِيرِي أَهْلَكَ. قَالَتْ: فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آيَةِ أَبِي زَرْعٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ! میں بھی تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ام زرع کے لیے ابوزرع تھا۔“

قَالَتْ عَائِشَةُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «كُنْتُ لَكَ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ».

(ایک روایت کے مطابق راوی حدیث) حضرت ہشام نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: ”وہ لونڈی ہمارے گھر میں کوڑا

قَالَ سَعِيدُ بْنُ سَلَمَةَ: قَالَ هِشَامُ: وَلَا تُعْشُّ بَيْنَنَا تَغْشِيًا.



کچرا جمع کر کے اسے میلا کچلا نہیں کرتی۔“

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَأَتَقَمَّحُ، بِالْمِيمِ، وَهَذَا أَصَحُّ.  
ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: کچھ راویوں نے فَأَتَقَمَّحُ کو نون کے بجائے میم کے ساتھ، یعنی فَأَتَقَمَّحُ پڑھا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے سلسلے میں حدیث ام زرع بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں کوئی افسانوی آمیزش نہیں بلکہ ایک حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، بلکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے، چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”میری تیرے ساتھ وہی حیثیت ہے جو ابو زرع کی ام زرع کے ساتھ تھی۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! ابو زرع کون تھا؟ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ② اس واقعے میں دور جاہلیت میں اندرون خانہ کی خوب عکاسی کی گئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد تو ابو زرع کے کردار کو نمایاں کرنا ہے کیونکہ عورتوں سے حسن معاشرت کو اسی کردار سے ثابت کیا گیا ہے۔ دراصل عورت ذات اپنے خاوند کے سلسلے میں کچھ بخیل ثابت ہوئی ہے۔ وہ اس کی فداکاری، جاں نثاری اور وفاداری کو کھلے دل سے تسلیم نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اکثر عورتیں جو جہنم کا ایندھن بنیں گی، ان میں یہی ”ناشکری“ ہوگی لیکن اس حدیث کے مطابق ام زرع نے تو کمال کر دکھایا ہے۔ اس نے ابو زرع کی ہی تعریف نہیں کی بلکہ اس نے ابو زرع کی ماں، ابو زرع کے بیٹے، اس کی بیٹی اور اس کی لونڈی کی بھی خوب تعریف کی ہے۔ ابو زرع کی محبت تو اس کے دل کے نہاں خانے میں اس طرح پیوست ہو چکی تھی کہ طلاق ملنے کے بعد بھی وہ اسے فراموش نہیں کر پائی بلکہ اس کی مہر و وفا کو بڑے خوبصورت الفاظ میں بیان کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”محبت تو پہلے حبیب کے لیے ہی ہوتی ہے۔“ ③ خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے عائشہ! میں بھی تیرے لیے اسی طرح ہوں جس طرح ام زرع کے لیے ابو زرع تھا، بلکہ میں تو اس سے بڑھ کر ہوں کیونکہ اس نے زندگی کے آخری حصے میں ام زرع کو طلاق دے دی تھی لیکن میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! میرے لیے آپ کی حیثیت ابو زرع سے بھی بڑھ کر ہے۔ ④ دل چاہتا ہے کہ اس حدیث کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کروں اور اس میں بیان کردہ بیویوں کے اپنے خاوندوں کے متعلق جذبات کی تشریح کروں لیکن اس وضاحت و تشریح میں کچھ رکاوٹیں حائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جس مقصد کے لیے یہ حدیث پیش کی ہے ہم نے اسے کھول کر بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

۵۱۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ،  
[5190] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حبشی لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں سے کھیل

① السنن الکبریٰ للنسائی: 385/5، رقم: 9139، وفتح الباری: 318/9، ② فتح الباری: 341/9، ③ المعجم الکبیر للطبرانی: 164/23، 171، 173، وفتح الباری: 341/9.

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ الْحَبَشُ يَلْعَبُونَ بِحِجَابِهِمْ فَيَسْتُرْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَنْظُرُ، فَمَا زِلْتُ أَنْظُرُ حَتَّى كُنْتُ أَنَا أَنْصَرِفُ فَأَقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السَّنِّ تَسْمَعُ اللَّهْوَ. [راجع: ٤٥٤]

رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چھپالیا اور میں ان کے کرتب دیکھ رہی تھی۔ میں مسلسل محفوظ ہوتی رہی حتیٰ کہ خود ہی تھک کر لوٹ آئی۔ تم ایک نوخیز لڑکی کی رغبت کا اندازہ کرو جو دیر تک ان کا کھیل دیکھتی رہی اور ان کے نغمے سنتی رہی ہو۔

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی تصویر کشی کی ہے کہ آپ بہت دیر تک مسجد میں کھڑے رہے۔ آپ ﷺ نے خود بھی فن حرب (جنگی کرتب) کا مشاہدہ کیا اور مجھے بھی دکھایا تاکہ ضرورت کے وقت عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ رہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ دیکھتے وقت میرا رخسار آپ ﷺ کے رخسار کے اوپر تھا، حتیٰ کہ جب میں خود اکٹا گئی تو آپ نے فرمایا: ”تو سیر ہو گئی ہے؟“ میں نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: ”اب چلی جاؤ۔“ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے پاکیزہ جذبات کا کس قدر احترام کرتے تھے۔

### (۸۴) بَابُ مَوْحِظَةِ الرَّجُلِ ابْتِغَاءَ لِحَالِ زَوْجِهَا

### باب: 83- شوہر کے معاملات میں آدمی کا اپنی لخت جگر کو نصیحت کرنا

[5191] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میرے دل میں یہ خواہش رہی کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی ان دو بیویوں کے متعلق سوال کروں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”اگر تم دونوں (بیویاں) اللہ کے حضور توبہ کرتی ہو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔“ حتیٰ کہ آپ نے حج کیا اور میں بھی آپ کے ہمراہ حج کے لیے گیا، چنانچہ جب وہ ایک دفعہ راستے سے ایک طرف ہوئے تو میں بھی پانی کا ایک برتن لے کر ان کے ہمراہ راستے سے الگ ہو گیا۔ پھر جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی

۵۱۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ أَبِي ثَوْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ الْمَرَاتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ نُبَوَّأَ إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَعَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ [التحریم: ۴] حَتَّى حَجَّ وَحَجَّجْتُ مَعَهُ، وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِإِذَاوَةٍ فَتَبَرَّرْتُ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مِنَ الْمَرَاتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنْ نُبَوَّأَ إِلَى اللَّهِ

۱۱۱۱، انھوں نے وضو کیا تو میں نے ان سے عرض کی: اے امیر المؤمنین! نبی ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے وہ دو کون سی تھیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل راہِ راست سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔“ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس! تم پر حیرت ہے، وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

پھر آپ نے تفصیل سے یہ واقعہ بیان کرنا شروع کیا۔ انھوں نے فرمایا: میں اور میرے انصاری پڑوسی جو بنو امیہ بن زید سے تھے، ہم عوالی مدینہ میں رہتے تھے۔ ہم نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ حاضری دیتے اور دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جب میں آتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں اسے بتاتا اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر رعب و دبدبہ رکھتے تھے لیکن جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو دیکھا کہ انصاری عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں، چنانچہ ہماری عورتیں انصاری عورتوں کے آداب سیکھنے لگیں۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے مجھے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ میں نے اس کے جواب دینے پر جب ناگواری کا اظہار کیا تو اس نے کہا: میرا جواب دینا تمہیں برا کیوں لگا ہے؟ اللہ کی قسم! نبی ﷺ کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں، حتیٰ کہ بعض تو آپ سے دن سے رات تک الگ رہتی ہیں۔ میں یہ بات سن کر کانپ اٹھا اور کہا: ان میں سے جس نے بھی یہ رویہ اختیار کیا ہے وہ یقیناً بڑے خسارے میں ہے، پھر میں نے اپنے کپڑے پہنے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ پھر میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا

فَقَدْ صَعَتَ قُلُوبُكُمَا ۖ قَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، هُمَا عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ.

ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرَ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهُمْ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا نَتَنَاقَشُ النَّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْزِلُ يَوْمًا، وَأَنْزَلَ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِمَا حَدَّثَ مِنْ خَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ أَوْ غَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَكُنَّا مَعَشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ، فَصَحِبْتُ عَلَى أَمْرَائِي فَرَاغَعْتَنِي، فَأُنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي، قَالَتْ: وَلِمَ تُنْكَرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ؟ فَوَاللَّهِ إِنْ أَرْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنِي، وَإِنْ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ، فَأَفْزَعَنِي ذَلِكَ فَقُلْتُ لَهَا: قَدْ حَابَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْهُمْ. ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَنَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: أَيُّ حَفْصَةَ، أَتُعَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ النَّبِيَّ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: قَدْ حَبَبْتَ وَخَسِرْتَ، أَفَتَأْمِنِينَ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ لِعُضَبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَهْلِكِي؟ لَا



اور اس سے کہا: اے حصہ! کیا تم میں سے کچھ بیویاں دن سے رات تک نبی ﷺ کو ناراض رکھتی ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: پھر تم نے خود کو خسارے میں ڈال لیا ہے اور سراسر نقصان میں رکھا ہے۔ کیا تمہیں اس امر کا اندیشہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غصے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا، پھر تم تباہ ہو جاؤ گی۔ خبردار! تم نبی ﷺ سے زیادہ مطالبات نہ کیا کرو اور نہ کسی معاملے میں آپ کو جواب ہی دیا کرو اور نہ آپ سے علیحدہ ہی رہو۔ اگر تمہیں کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ تمہاری سوکن جو تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور نبی ﷺ کو تم سے زیادہ پیاری ہے، اس کی وجہ سے تم کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ ان کا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہمیں معلوم ہوا تھا کہ عسائی ہمارے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعل بندی کر رہے ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک دن میرے انصاری ساتھی اپنی باری کے دن دربار رسالت گئے ہوئے تھے، وہ رات گئے واپس آئے تو میرا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹانا شروع کر دیا اور کہا: کیا عمر گھر میں موجود ہیں؟ میں گھبراہٹ کے عالم میں باہر نکلا تو اس نے کہا: آج تو بہت بڑا حادثہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: کیا بات ہوئی؟ کیا عسائی چڑھ آئے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں بلکہ معاملہ اس سے بھی زیادہ ہولناک اور خطرناک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: حصہ تو نقصان میں پڑ گئی اور نامراد ہو گئی۔ میں تو پہلے ہی خیال کیا کرتا تھا کہ عنقریب ایسا ہو جائے گا۔ پھر میں نے اپنے کپڑے پہن لیے اور نماز فجر نبی ﷺ کے ہمراہ ادا کی۔ آپ تو بالا خانہ میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر

تَسْتَكَثِّرِي النَّبِيَّ ﷺ وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ وَسَلِّبِي مَا بَدَا لَكَ وَلَا يَغْرُتُكَ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكَ أَوْضَأَ مِنْكَ وَأَحَبَّ إِلَيَّ النَّبِيَّ ﷺ - يُرِيدُ عَائِشَةُ - قَالَ عُمَرُ: وَكُنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّ عَسَانَ تَنْعِلُ الْخَيْلَ لِنَغْزُونَ، فَتَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْنَا عِشَاءً فَضْرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ: أَأَنْتُمْ هُوَ؟ فَفَرَعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ حَدَّثَ الْيَوْمَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قُلْتُ: مَا هُوَ؟ أَجَاءَ عَسَانُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَأَهْوَلُ، طَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ - وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ، فَقَالَ: اعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْوَاجَهُ - فَقُلْتُ: خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، قَدْ كُنْتُ أَظُنُّ هَذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَشْرُبَةً لَهُ فَأَعْتَزَلَ فِيهَا، وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيكَ؟ أَلَمْ أَكُنْ حَذَرْتُكَ هَذَا؟ أَطَلَقَكُنَّ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَتْ: لَا أَذْرِي، هَا هُوَ ذَا مُعْتَزِلٍ فِي الْمَشْرُبَةِ.

تنبہائی اختیار کر لی۔ میں حصہ کے پاس گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہے، میں نے کہا: اب روتی کیا ہو؟ میں نے تمہیں پہلے متنبہ نہیں کیا تھا؟ کیا نبی ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے، آپ ﷺ تو اس وقت بالا خانہ میں تشریف رکھے ہوئے ہیں۔

میں وہاں سے نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں منبر کے ارد گرد کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر تک ان کے ہمراہ بیٹھا رہا، پھر جب پریشانی کا مجھ پر غلبہ ہوا تو میں اس بالا خانے کے پاس آیا جہاں نبی ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کے ایک حبشی غلام سے کہا: عمر کے لیے اندر جانے کی اجازت لو۔ غلام اندر گیا اور نبی ﷺ سے گفتگو کر کے واپس آ گیا۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کی تھی اور تمہارا ذکر بھی کیا تھا لیکن آپ نے خاموشی اختیار کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پھر واپس ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا جو منبر کے ارد گرد تھے۔ پھر جب پریشانی نے زور مارا تو دوبارہ آکر غلام سے کہا: عمر کے لیے اندر آنے کی اجازت لو۔ اس غلام نے واپس آکر دوبارہ کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے تمہارا ذکر کیا تو آپ خاموش رہے۔ میں پھر واپس آ گیا منبر کے پاس جو لوگ تھے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرا غم پھر غالب آیا تو میں نے پھر غلام کے پاس آکر اس سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو۔ غلام اندر گیا اور واپس آکر اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ ﷺ سے تمہارا ذکر کیا تو آپ خاموش رہے۔ میں وہاں سے واپس آ رہا تھا کہ غلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ نبی ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔

فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ بَنِيكَ بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرَبَةَ الَّتِي فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدٌ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ الْغُلَامُ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: كَلَّمْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَّتْ، فَأَنْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَّتْ، فَارْجِعْتُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَّتْ، فَلَمَّا وَلِيتُ مُنْصَرِفًا، قَالَ: إِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوَنِي فَقَالَ: قَدْ أَذِنَ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ.

میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رسیوں سے بنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جسم مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی پچھونا نہ تھا، بان کے نشانات آپ کے پہلو مبارک پر پڑے تھے اور جس ٹیکے پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے کھڑے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے میری طرف ایک نظر اٹھا کر فرمایا: ”نہیں۔“ میں نے (خوشی کی وجہ سے) نعرۂ تکبیر بلند کیا اور آپ کو خوش کرنے کے لیے کہا: اللہ کے رسول! آپ کو معلوم ہے کہ ہم قریش کے لوگ عورتوں کو دبا کر رکھتے تھے۔ پھر جب ہم مدینہ طیبہ میں ان لوگوں کے پاس آئے تو یہاں ان پر ان کی عورتوں کا غلبہ تھا۔ یہ سن کر نبی ﷺ مسکرا دیے۔ پھر میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک دفعہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تھا اور اس سے کہا تھا: اپنی اس سوکن کی وجہ سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا کیونکہ وہ آپ سے زیادہ خوبصورت اور آپ سے زیادہ نبی ﷺ کو پیاری ہے۔ ان کا اشارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ میری یہ بات سن کر نبی ﷺ دوبارہ مسکرا دیے۔ میں نے جب آپ کا تبسم دیکھا تو بیٹھ گیا۔ پھر میں نے نظر اٹھا کر آپ ﷺ کے گھر کا جائزہ لیا، اللہ کی قسم! میں نے وہاں تین کچی کھالوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہ دیکھی۔

میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ آپ کی امت پر وسعت کرے، فارس اور روم کے لوگوں کو وسعت اور فراخی دی گئی ہے اور انھیں دنیا کا وافر حصہ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُصْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَرُ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ، مُتَّكِئًا عَلَى وَسَادَةٍ مِنْ أَدَمَ حَشَوُهَا لَيْفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَطَلَقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ إِلَيَّ بَصَرَهُ فَقَالَ: «لَا»، فَقُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعَشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: لَا يَغْرَنُكَ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكَ أَوْضًا مِنْكَ وَأَحَبَّ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ - يُرِيدُ عَائِشَةَ - فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ تَبَسُّمَةً أُخْرَى، فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهْبَةِ ثَلَاثَةِ.

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اذْعُ اللَّهُ فَلْيُوسِّعْ عَلَيَّ أَمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وَسَّعَ عَلَيْهِمْ وَأَعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: «أَوْ فِي هَذَا أَنْتَ



نبی ﷺ ابھی تک ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ”اے ابن خطاب! تمہاری نظر میں بھی یہ چیزیں اہمیت رکھتی ہیں؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہیں جو بھلائی ملنے والی تھی وہ سب اس دنیا میں دے دی گئی ہے۔“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں۔

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ إِنَّ أَوْلَيْكَ قَوْمٌ قَدْ عَجَلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْ لِي.

بہر حال نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے انتیس دن تک علیحدگی اختیار کیے رکھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا ایک راز افشا کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”میں مہینہ بھر اپنی ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا۔“ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا تو آپ کو اس کا بہت رنج ہوا تھا۔ پھر جب انتیس دن گزر گئے تو آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور بیویوں کے گھروں میں جانے کی ابتدا ان سے کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم اٹھائی تھی کہ ہمارے گھروں میں مہینہ بھر تشریف نہیں لائیں گے، آج آپ نے انیسویں رات کی صبح کی ہے۔ میں نے تو رگن رگن کر یہ دن گزارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ مہینہ انتیس کا ہے۔“ واقعی وہ مہینہ انتیس دن ہی کا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آیاتِ تخیر نازل فرمائیں اور آپ اپنی تمام ازواج میں سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ ہی کا انتخاب کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی تمام دوسری ازواج کو اختیار دیا تو سب نے وہی کچھ کیا جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔

فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ قَالَ: «مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا»، مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعُ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ كُنْتَ قَدْ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّمَا أَصْبَحْتَ مِنْ تِسْعِ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، أَعْدَهَا عَدَاً. فَقَالَ: «الشَّهْرُ تِسْعُ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً» - وَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً - قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى آيَةَ التَّخْبِيرِ فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ فَاخْتَرْتُهُ ثُمَّ خَيْرَ نِسَاءَهُ كُلَّهُنَّ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ. [راجع: ۸۹]

فوائد ومسائل: ۱) اس طویل اور لمبی حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے متعلق وعظ و نصیحت کرتا رہے، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دو ٹوک

الفاظ میں وعظ فرمایا کہ بیٹی تم خود کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قیاس نہ کرو۔ وہ تو رسول اللہ ﷺ کی چہیتی ہیں۔ انھیں اپنے حسن و جمال اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پر بہت ناز ہے۔ اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کہنا، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کو تنگ نہ کرنا۔ (2) واقعی گھریلو معاملات بہت نازک ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ابتدا میں بہت معمولی ہوتے ہیں لیکن اگر ذرا سی غفلت اور سستی کی جائے تو نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت حال اختیار کر لیتے ہیں، خصوصاً عورت اگر کسی اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اسے طبعی طور پر اپنے باپ، بھائی اور خاندان پر ناز ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں وہ اپنے خاوند کو خاطر میں نہیں لاتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کی اس قسم کی نفسیات کو خوب سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے بروقت اس بات کا نوٹس لیا اور اپنی بیٹی کو سمجھایا۔ باپ کو چاہیے کہ وہ پہلے دن ہی سے اپنی بیٹی کو کہہ دے کہ اب تیری خوشحالی و بدحالی تیرے خاوند سے وابستہ ہے جبکہ جنت اور جہنم کا باعث بھی تیرا خاوند ہی ہے۔ تو امید ہے کہ عائلی زندگی جنت کی نظیر ثابت ہوگی۔ واللہ المستعان۔ (3) وہ قصہ کیا تھا جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی؟ اور وہ راز کیا تھا جسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ظاہر کیا؟ اللہ تعالیٰ کا عتاب کس بات پر ہوا؟ ان تمام باتوں کی تفصیل ہم کتاب التفسیر میں بیان کر آئے ہیں، اسے وہاں ایک نظر دیکھ لیا جائے۔

باب: 85- شوہر کی اجازت سے بیوی کا نفلی روزہ رکھنا

(۸۵) بَابُ صَوْمِ الْمَرْأَةِ بِإِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا

**وضاحت:** فرض روزہ رکھنے میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں کیونکہ رمضان میں شوہر بھی روزے سے ہوتا ہے، البتہ نفلی روزہ رکھنے کے لیے شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ قضائے رمضان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ وہ ایام حیض کی وجہ سے رمضان کے روزوں کی قضا ماہ شعبان میں دیتی تھیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی شعبان کے مہینے میں اکثر روزے سے ہوتے تھے۔ بہر حال اس سلسلے میں خاوند کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔

۵۱۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ». [راجع: ۲۰۶۶]

[5192] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اگر شوہر گھر میں موجود ہو تو کوئی عورت اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔“

**فائدہ:** خاوند کی اطاعت فرض ہے اور نفلی روزہ ایک اضافی عبادت ہے، لہذا کسی صورت میں نفل کو فرض پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، ہاں اگر شوہر سفر میں ہو تو عورت اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ سکتی ہے کیونکہ اس وقت شوہر اس سے کوئی خدمت نہیں لے سکتا۔

باب: 86- جب کوئی عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گزارے

(۸۶) بَابُ: إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مَهَا جِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے لفظ پر اعتماد کرتے ہوئے اس عورت کا حکم بیان نہیں کیا کیونکہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی عورت نافرمانی کی وجہ سے لعنت کی مستحق ہے۔

[5193] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“

۵۱۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ أَنْ تَعْبِيَ لَعْنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ».

[راجع: ۳۲۳۷]

فائدہ: عام طور پر بیوی خاوند کا ملاپ رات کے وقت ہوتا ہے، اس لیے ”صبح تک“ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ورنہ یہ حکم دن رات دونوں وقتوں کو شامل ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس ذات قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو آسمان والا اس پر سخت ناراض ہوتا ہے حتیٰ کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔“ اس روایت میں رات کا ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ حکم رات اور دن دونوں کو شامل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب خاوند اس پر ناراض ہو تو وہ لعنت کی حق دار ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند اگر ناراض نہ ہو تو عورت لعنت کی زد میں نہیں آئے گی۔<sup>۲</sup>

[5194] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی عورت اپنے شوہر کے بستر سے الگ ہو کر رات گزارے تو اس کے واپس آنے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“

۵۱۹۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَفَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ مَهَا جِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعْنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَرْجِعَ».

[راجع: ۳۲۳۷]

فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی: ایک بھگوڑا غلام



حتیٰ کہ وہ واپس آجائے اور دوسری وہ عورت جس نے اپنے شوہر کی نافرمانی کی حتیٰ کہ وہ اس سے باز آجائے۔“ (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کو شوہر کی موافقت کرنی چاہیے اور اس کا خیال رکھنا چاہیے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا ترک جماع پر صبر کرنا مرد سے قویٰ ہے۔ مرد اس معاملے میں بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ (۳)

باب: 87- شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کسی کو گھر میں نہ آنے دے

(۸۷) بَابُ: لَا تَأْذَنُ الْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا لِأَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ

[5195] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے جبکہ اس کا شوہر موجود ہو۔ اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔ اور جو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرے تو شوہر کو بھی اس کا آدھا ثواب ملے گا۔“

۵۱۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدِّي إِلَيْهِ شَطْرَهُ».

[راجع: ۲۰۶۶]

اس حدیث کو ابو زناد نے بھی موسیٰ سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روزہ رکھنے کے متعلق بیان کیا ہے۔

وَرَوَاهُ أَبُو الزِّنَادِ أَيْضًا عَنْ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الصَّوْمِ.

فائدہ: شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر آنے کی اجازت دینے سے اس کے دل میں بدگمانی پیدا ہونے کا خطرہ ہے جو آئندہ عائلی زندگی میں زہر گھول سکتی ہے، لیکن اس ممانعت سے ضروریات مستثنیٰ ہیں، مثلاً: کسی کا اس گھر میں حق ہو یا وہ کوئی ایسی جگہ ہو جو مہمانوں کے لیے مخصوص ہو۔ (۳) بعض لوگوں نے عورت کے باپ کو بھی اس سے مستثنیٰ کیا ہے لیکن ہمارے رجحان کے مطابق وہ بھی اس امتناعی حکم میں شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 88- بلا عنوان

(۸۸) بَابُ

[5196] حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میں جنت کے

۵۱۹۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: أَخْبَرَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ عَنِ

دروازے پر کھڑا ہوا تو بیشتر لوگ جو اس میں آئے تھے وہ مساکین تھے جبکہ مال دار لوگوں کو جنت کے دروازے پر روک دیا گیا تھا، البتہ اہل جہنم کو جہنم میں جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والی اکثر عورتیں تھیں۔“

النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: «قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةً مَن دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةً مَن دَخَلَهَا النِّسَاءُ». [انظر: ٦٥٤٧]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر خواب کی حالت میں دیکھا تھا اور آپ نے جو دیکھا وہ ہر حق تھا۔ اکثر عورتیں چونکہ اپنے خاوندوں کی نافرمان ہوتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر لوگوں کو گھر میں بلا لیتی ہیں، اس بنا پر جہنم کی حق دار ہوئیں۔ ② اس حدیث پر کوئی عنوان قائم نہیں کیا گیا بلکہ یہ عنوان سابق ہی کا نتیجہ اور تکملہ ہے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے جو عورتیں دوزخ میں دیکھیں وہ نافرمان عورتیں تھیں اور وہ دوزخ میں مسلمان مردوں سے زیادہ ہوں گی کیونکہ وہ اپنے شوہروں کی نافرمان اور گستاخ تھیں۔ ①

باب: 89- عشیر، یعنی خاوند کی ناشکری کرنا

(۸۹) بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ، وَهُوَ الزَّوْجُ

عشیر، شریک کو بھی کہتے ہیں۔ یہ لفظ معاشرہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ملا دینے کے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

وَهُوَ الْخَلِيطُ مِنَ الْمُعَاشِرَةِ فِيهِ عَنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

🌞 وضاحت: عربی زبان میں لفظ عشیر کے دو معنی ہیں: ایک خاوند اور دوسرا شریک۔ اس لفظ کا مأخذ معاشرہ ہے جس کے معنی ہیں: آپس میں میل ملاپ رکھنا۔ چونکہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے ملتی ہے اور شریک بھی اپنے دوسرے شریک سے میل ملاقات رکھتا ہے۔ اس لیے عشیر کا نام دیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے تاکہ اس عشیر سے فرق اور امتیاز ہو جائے جو کثرت میں استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں دسواں حصہ۔<sup>2</sup>

[5197] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز گریں پڑھی۔ آپ نے سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار طویل قیام کیا، پھر لمبا رکوع کیا، رکوع سے سر اٹھا کر پھر لمبا قیام فرمایا اور یہ

٥١٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ الْفَقِيهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ

قیام پہلے قیام سے کچھ مختصر تھا، پھر آپ نے دوسرا طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا، پھر سر اٹھایا، اس کے بعد سجدہ کیا اور کھڑے ہو گئے۔ پھر طویل قیام کیا جو پہلی رکعت کے قیام سے مختصر تھا۔ پھر آپ نے طویل رکوع کیا جو پہلی رکعت کے رکوع سے کم تھا، پھر اپنا سر اٹھایا اور طویل قیام کیا۔ یہ قیام پہلے سے کچھ کم تھا، پھر رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کچھ کم طویل تھا، پھر سر اٹھایا اور سجدے میں چلے گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انھیں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، اس لیے جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کو یاد کرو۔“

قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتٌ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْكُرُوا اللَّهَ».

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ کھڑے کھڑے کوئی چیز پکڑ رہے تھے۔ پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے جنت دیکھی تھی یا مجھے دکھائی گئی تھی۔ میں نے اس کا خوشہ توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔ اگر میں اسے توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔ اور میں نے دوزخ کو بھی دیکھا۔ میں نے آج جیسا قبیح منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ دوزخ میں اکثریت عورتوں کی تھی۔“ لوگوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ایسا کیوں تھا؟ آپ نے فرمایا: ”ان کے کفر کی وجہ سے۔“ کہا گیا: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ فرمایا: ”نہیں، بلکہ وہ اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور اس کے احسان کو فراموش کر دیتی ہیں۔ اگر تم ان میں

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هَذَا، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكْعُكَعْتَ، فَقَالَ: «إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ - أَوْ أَرَيْتُ الْجَنَّةَ - فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنُقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُ مِنْهُ مَا بَقِيََتِ الدُّنْيَا، وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ». قَالُوا: لِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «بِكُفْرِهِنَّ»، قِيلَ: يَكْفُرْنَ بِاللَّهِ؟ قَالَ: «يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ».



سے کسی ایک کے ساتھ زندگی بھر بھی حسن سلوک کا معاملہ کرو،  
پھر وہ تمہاری طرف سے کوئی تقصیر دیکھے تو فوراً کہہ دیتی ہے  
کہ میں نے تو تم سے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔“

☀️ فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو دوزخ کا ایک منظر پیش کیا گیا جو نافرمان اور معصیت شعار عورتوں سے متعلق ہے۔  
وہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے حقوق کی ناشکری کرتی رہتی ہیں جبکہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے اور یہی گناہ ان کے دوزخ میں  
جانے کا سبب ہے۔ ② حدیث میں جو عورتوں کی فطرت بیان ہوئی ہے وہ جہنمی برحقیقت ہے۔ بہت کم نیک بخت عورتیں ایسی ہوتی  
ہیں جو خاندان کی فرمانبرداری اور اطاعت شعار ہوں اور خاندان کی طرف سے روکھی سوکھی پر شکر گزار ہوں۔ ①

[5198] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،  
وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میں  
نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت ناوار  
لوگوں کی تھی۔ پھر میں نے ایک نظر سے دوزخ کو دیکھا تو  
اس کے اندر رہنے والی اکثر عورتیں تھیں۔“ اس روایت کو ابو  
رجاء سے بیان کرنے میں ایوب اور سلم بن زریر نے عوف  
کی متابعت کی ہے۔

۵۱۹۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ: حَدَّثَنَا  
عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ  
ﷺ قَالَ: «اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ  
أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ  
أَهْلِهَا النِّسَاءَ». تَابَعَهُ أَيُّوبُ وَسَلْمُ بْنُ زَرْبِرٍ.  
[راجع: ۳۲۴۱]

☀️ فائدہ: عورتوں کی اکثریت کا دوزخ میں ہونا ان کے داخل ہونے کے وقت ہے اور اس کا سبب خاندان کی ناشکری اور  
احسان فراموشی ہے۔ آخر کار مختلف سفارشوں سے انھیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے رویے پر نظر ثانی  
کریں اور اپنے خاندانوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں بلکہ ان کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری کو اپنا نصب العین  
بنائیں۔ واللہ المستعان۔

باب: 90 - تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے

(۹۰) بَابُ: لِرِزْوِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ

اسے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

قَالَ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

☀️ وضاحت: اس سے پہلے خاندان کا بیوی کے ذمے حق بیان ہوا تھا، اب اس کے برعکس خاندان کے ذمے بیوی کے حق کا بیان  
ہے کہ وہ اس کے جنسی حق کو فراموش نہ کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو بیان کیا ہے اس  
میں یہ الفاظ ہیں: ”تیرے اہل و عیال کا بھی تجھ پر حق ہے جسے تو نے بہر صورت ادا کرنا ہے۔“ ۲

① فتح الباری: 371/9. ② صحیح البخاری، الصوم، حدیث: 1968.

[5199] حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عبداللہ! مجھے تیرے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دن میں روزے سے ہوتے ہو اور رات کو نماز میں کھڑے رہتے ہو، کیا یہ صحیح ہے؟“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا مت کرو، روزہ بھی رکھو اور اظہار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور آرام بھی کرو۔ یقیناً تمھارے جسم کا تم پر حق ہے، تمھاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔“

۵۱۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو ابْنُ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَا عَبْدَ اللَّهِ، أَلَمْ أُخْبِرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟» قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِرِزْوَجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا» . [راجع: ۱۱۳۱]

🌞 نوائد و مسائل: ① بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ خاوند اس کے نان و نفقہ کا بندوبست کرے بلکہ وہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ اس کی جنسی خواہش کو پورا کرے۔ ② اس امر کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرتا اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی ایسا کرتا ہے تو اسے جماع کا پابند کیا جائے، بصورت دیگر ان میں علیحدگی کرادی جائے، بہر حال یہ معاملہ فریقین کی ہمت، چاہت اور فرصت پر موقوف ہے۔ اسے بالکل ہی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور نہ دن رات اس میں مصروف رہنے کی حماقت ہی کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

باب: ۹۱- عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے

(۹۱) بَابُ: الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا

[5200] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔ حاکم وقت بھی نگہبان ہے اور آدمی اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔ الغرض تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی نگہبانی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔“

۵۲۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْأَمِيرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» . [راجع: ۸۹۳]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اللہ تعالیٰ نے نیک بیویوں کے اوصاف ان الفاظ میں بیان کیے ہیں: ”نیک عورتیں وہ ہیں جو شوہروں کی فرمانبرداری اور ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوں۔“ ② اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خاوند کی عدم موجودگی میں گھر، اولاد اور اس کے مال و متاع کی ذمہ دار ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی غیر مرد کو گھر میں داخل نہ ہونے دے اور نہ خود کسی غیر مرد سے آزادانہ میل میلاپ یا خوش طبعی کی باتیں ہی کرے، نیز وہ شوہر کے مال کی امان ہو، اسے فضول کاموں میں خرچ نہ کرے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور نہ چوری چھپے خاوند کا مال اپنے میکے والوں کو دینا ہی شروع کر دے۔ اسی طرح وہ اس کی اولاد کی نگہداشت و تربیت کرے۔ ③ مذکورہ حدیث کے مطابق جب ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی تو بیوی سے شوہر کے گھر کے متعلق بھی سوال ہوگا کہ اس نے اپنے شوہر کے گھر کی نگرانی کی ہے یا نہیں۔ واللہ المستعان۔

(۹۲) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿الزَّجَّالُ

قَوْمُكَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳۴]

باب : 92- ارشاد باری تعالیٰ: ”مرد، عورتوں کے معاملات کے منتظم و نگران ہیں“ کا بیان

[5201] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے قسم اٹھائی کہ ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے، چنانچہ آپ اپنے بالا خانہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ پھر انتیس دن کے بعد نیچے آئے تو آپ سے عرض کی گئی: اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم اٹھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: ”بے شک مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔“

۵۲۰۱ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَلَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا وَقَعَدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ فَتَزَلَّ لَيْتَعٍ وَعِشْرِينَ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ أَلَيْتَ شَهْرًا، قَالَ: «إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ». [راجع: ۳۷۸]

🌞 **فائدہ:** اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ خاوند کو قسم اٹھا کر عورت کے قریب نہ جانے کا اختیار ہے لیکن عورت کو اس قسم کا اختیار نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت محکوم ہے اور مرد حاکم ہے جیسا کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ مناسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی دقت نظر کے مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ایک دوسری مناسبت جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حدیث کی مناسبت آیت کے ان الفاظ سے ہے: ﴿وَأَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ ”انھیں بستر سے الگ کر دو۔“ ان کو الگ کر دینا ہی ایلاء کے مناسب ہے۔<sup>۲</sup> یہ مناسبت امام بخاری رحمہ اللہ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ یہ تو بہت ظاہر اور نمایاں ہے۔ واللہ اعلم۔



(۹۳) بَابُ هَجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ نِسَاءَهُ فِي غَيْرِ بَيُونِهِنَّ

باب: 93- نبی ﷺ کا اپنی بیویوں کو چھوڑ کر ان کے گھروں کے علاوہ دوسری جگہ سکونت اختیار کرنا

وَيُذَكِّرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفَعَهُ: «وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: ”عورت سے تنہائی گھر ہی میں ہو۔“ لیکن پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں۔

وضاحت: عنوان سابق میں جس آیت کو ذکر کیا گیا تھا اس میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا ذکر تھا، اب یہ گوشہ نشینی گھر میں یا گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ ایلاء کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے مطابق عمل کیا تھا اور جس حدیث میں گھر کے اندر تنہائی اختیار کرنے کا ذکر ہے وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔<sup>1</sup>

[5202] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے قسم اٹھائی کہ آپ اپنی بعض بیویوں کے گھر میں مہینہ بھر نہیں آئیں گے لیکن جب انیس دن گزر گئے تو صبح یا شام کے وقت ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ سے عرض کی گئی: اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ مہینہ بھر ان کے گھر تشریف نہیں لائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک مہینہ انیس روز کا بھی ہوتا ہے۔“

۵۲۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَبِيئٍ: أَنَّ عِكْرَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَفَ: لَا يَدْخُلُ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ يَوْمًا غَدَا عَلَيْهِنَّ أَوْ رَاحَ، فَقِيلَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، حَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا، قَالَ: «إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا». [راجع:

[۱۹۱۰]

[5203] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک دن ہم نے صبح کے وقت دیکھا کہ نبی ﷺ کی بیویاں رو رہی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے اہل خانہ بھی جمع تھے۔ میں مسجد میں گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ

۵۲۰۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا أَبُو يَعْفُورٍ قَالَ: تَذَاكُرْنَا عِنْدَ أَبِي الضَّحَى فَقَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: أَصْبَحْنَا يَوْمًا وَنِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ

مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو نبی ﷺ کی طرف گئے جبکہ آپ بالا خانے میں تھے لیکن انھیں کسی نے جواب نہ دیا۔ انھوں نے پھر سلام کیا تو بھی کسی طرف سے جواب نہ آیا۔ پھر سلام کیا تو بھی جواب نہ آیا۔ پھر جب کسی نے انھیں آواز دی تو وہ نبی ﷺ کے پاس اوپر پہنچ گئے، اور جاتے ہی عرض کی: آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ”نہیں، البتہ مہینہ بھران کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی ہے۔“ اس کے بعد آپ انتیس دن تک بالا خانہ میں ٹھہرے، پھر اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے آئے۔

يَبْكِينَ، عِنْدَ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ أَهْلُهَا، فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا هُوَ مَلَأٌ مِنَ النَّاسِ، فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَعِدَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي غُرْفَةٍ لَهُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، فَنَادَاهُ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَطَلَقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَقَالَ: «لَا، وَلَكِنْ آَلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا». فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ.

فوائد ومسائل: ① خاوندوں کو عورتوں کی نافرمانی اور ان کی منہ زوری سے روکنے کے لیے تین اقدام کرنے کی اجازت دی گئی ہے: ① وعظ و نصیحت ② اپنے بستروں سے انھیں علیحدہ کرنا ③ انھیں ہلکا پھلکا زد و کوب کرنا۔ ان سے علیحدگی اختیار کرنے کی دو صورتیں ممکن ہیں: ① گھر میں رہتے ہوئے ان سے قطع تعلقی کر لی جائے۔ ② گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں خلوت نشینی اختیار کی جائے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت کیا ہے کہ گھر کے علاوہ دوسری جگہ میں بھی علیحدگی ہو سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ موقع محل اور عورت کے مزاج کے مطابق کسی بھی جگہ کو گوشہ نشینی کے لیے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ بعض دفعہ گھر میں علیحدگی کا رگڑ ثابت ہوتی ہے جبکہ کسی موقع پر گھر کے علاوہ دوسری جگہ پر علیحدگی اختیار کرنا مفید ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ①

#### باب: 94- عورتوں کو مارنے کی کراہت

#### (۹۴) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ضَرْبِ النِّسَاءِ

ارشاد باری تعالیٰ: ”ان عورتوں کو مارو“ اس سے مراد ایسی مار ہے جو سخت نہ ہو۔

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَأَضْرِبُوهُنَّ﴾ [النساء: ۳۴] أَيْ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ.

[5204] حضرت عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص بھی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹے جس طرح

۵۲۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ

امْرَأَتُهُ جَلَدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يَجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ»۔ غلام کو پیٹا جاتا ہے، پھر دن کے آخر میں اس سے ہم بستری (راجع: ۳۳۷۷) بھی کرتا ہے۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حدیث کے مطابق بیوی کو مارنا درست نہیں جبکہ قرآن میں اس کی اجازت دی گئی ہے؟ ان میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ ایسی مار نہ ہو جس سے زخم آجائیں، چنانچہ حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ اگر عورتیں کھلی بے حیائی کریں تو تم انہیں بستر سے علیحدہ کر دو اور ایسی مار دو کہ انہیں چوٹ نہ آئے۔<sup>۱</sup> ② بہر حال چند شرائط کے ساتھ عورتوں کو مارنے کی اجازت ہے: ○ اسے غلاموں کی طرح بے تحاشانہ مارے ○ بیوی کے منہ پر نہ مارے ○ ایسی مار نہ ہو جس سے کوئی زخم آجائے یا کوئی ہڈی پھٹی ٹوٹ جائے۔ ان حدود و قیود کے ساتھ خاوند کو مجبوری کی حالت میں بیوی کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ③ واضح رہے کہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر خاوند اپنی بیوی کو مار سکتا ہے: ○ نماز چھوڑنے پر ○ غسل بروقت نہ کرنے پر ○ زینت ترک کرنے پر ○ اپنے پاس بلانے کے باوجود اس کے نہ آنے پر ○ بلا اجازت گھر سے باہر جانے پر۔ اس بنا پر بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے خاوند کی مرضی و اس کی اطاعت گزار ہو بشرطیکہ وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو۔

### (۹۵) بَابُ: لَا تُطِيعُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي مَعْصِيَةٍ

باب: 95- کوئی عورت گناہ کے کام میں اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرے

[5205] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قبیلہ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ اس (بے چاری) کے سر کے بال بیماری کی وجہ سے گر گئے۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے شوہر نے مجھے اس کے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا مت کرو کیونکہ اس طرح بال ملانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔“

۵۲۰۵ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ - هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ - عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجَتْ ابْنَتَهَا فَمَمَّعَتْ شَعْرَ رَأْسِهَا، فَجَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَتْ: إِنَّ زَوْجَهَا أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ فِي شَعْرِهَا، فَقَالَ: «لَا، إِنَّهُ قَدْ لَعِنَ الْمُؤَصِّلَاتِ». [انظر: ۵۹۳۴]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کو خوش رکھنے کے لیے غیر شرعی خوبصورتی کرنا جائز نہیں۔ آج کل کی روشن خیال خواتین مصنوعی خوبصورتی کے لیے بہت سے غیر شرعی کام کرتی ہیں جو مردوں کے لیے باعث کشش ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک مصنوعی بالوں کی وگ استعمال کرنا ہے۔ یہ اس لیے ممنوع ہے کہ ایسا کام فاجر اور بے حیا عورتیں کرتی ہیں، نیز یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ ② بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر شریعت کے خلاف حکم



دے تو عورت کو چاہیے کہ وہ حکم نہ مانے، ایسے حالات میں اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور نہ یہ فعل خاوند کی نافرمانی ہی کے زمرے میں آئے گا۔ واللہ المستعان۔

باب: 96- (ارشاد باری تعالیٰ): ”اگر عورت کو اپنے خاوند سے بدسلوکی یا بے رنجی کا اندیشہ ہو“ کا بیان

(۹۶) بَابُ: ﴿وَإِنْ أَمْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا شُورًا أَوْ إِعْرَاصًا﴾ [النساء: ۱۲۸]

[5206] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے درج ذیل آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے نفرت یا ردگردانی کا خطرہ محسوس کرے۔“ انھوں نے فرمایا: اس آیت کریمہ میں ایسی عورت کا بیان ہے جو کسی مرد کے پاس ہو جو اس سے میل جول نہ رکھتا ہو بلکہ اسے طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے علاوہ کسی دوسری عورت سے شادی رچانے کا پردہ گرام رکھتا ہو لیکن اس کی موجودہ بیوی اپنے خاوند سے کہے: مجھے اپنے ساتھ ہی رکھو اور طلاق نہ دو، تم میرے علاوہ کسی بھی عورت سے شادی کر سکتے ہو، میرے نان و نفقہ سے بھی تم آزاد ہو، نیز تم پر میری باری کی بھی کوئی پابندی نہیں۔ اس آیت کریمہ میں اس قسم کی باتوں کا ذکر ہے: ”ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ باہمی صلح کر لیں اور صلح بہر حال بہتر ہے۔“

۵۲۰۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ﴿وَإِنْ أَمْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا شُورًا أَوْ إِعْرَاصًا﴾ قَالَتْ: هِيَ الْمَرْأَةُ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَا يَسْتَكْثِرُ مِنْهَا فَيُرِيدُ طَلَاقَهَا وَيَتَزَوَّجُ غَيْرَهَا، تَقُولُ لَهُ: أُمْسِكْنِي وَلَا تُطَلِّقْنِي، ثُمَّ تَزَوَّجُ غَيْرِي، فَأَنْتَ فِي حِلٍّ مِنَ النِّقَاحِ عَلَيَّ وَالْقِسْمَةِ لِي، فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصَالَحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ). [راجع:

[۲۴۵۰]

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے طلاق دینے کا خطرہ لاحق ہوا تو انھوں نے آپ سے عرض کی: آپ مجھے طلاق نہ دیں، میں اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیتی ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت مذکورہ آیت نازل ہوئی، گویا میاں بیوی جس شرط پر بھی صلح کر لیں وہ جائز ہے۔ ② اس آیت کریمہ میں صلح سے مراد مہر کم کرنا یا بالکل معاف کر دینا، اپنی باری چھوڑ دینا، نان و نفقہ سے دستبردار ہو جانا اور شوہر کو کوئی ایسی چیز ہبہ کرنا جس سے اس کا میلان ہو۔ بہر حال طلاق دینے سے صلح بہتر ہے کیونکہ اس سے باہمی جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی صلح پر امت کا اتفاق ہے۔ ③

## (۹۷) بَابُ الْعَزْلِ

## باب: ۹۷- عزل کا بیان

وضاحت: جب خاوند، بیوی سے ہم بستر ہو تو انزال کے وقت آگے تناسل باہر کر لینا تاکہ مادہ منویہ رحم میں نہ گرے اور بیوی حاملہ نہ ہو، اس عمل کو عزل کہا جاتا ہے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر عزل کے قائل اور فاعل تھے لیکن اسے بنیاد بنا کر ضبط ولادت کے متعلق ایک تحریک چلانا کسی صورت میں صحیح نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔ وبالله التوفیق۔

۵۲۰۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ

عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [انظر:

[۵۲۰۸، ۵۲۰۹]

۵۲۰۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرُو: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ. [راجع: ۵۲۰۷]

۵۲۰۹ - وَعَنْ عَمْرُو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ:

كُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ. [راجع: ۵۲۰۷]

فوائد و مسائل: ① دور حاضر میں عالمی سطح پر منصوبہ بندی کے متعلق بہت پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں عزل کو بطور

دلیل پیش کیا جاتا ہے، اس لیے ہم اس کی شرعی حیثیت واضح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تحریک ضبط ولادت کی بنیاد روز اول ہی سے تو انین فطرت سے تصادم اور احکام شریعت سے بغاوت پر رکھی گئی ہے کیونکہ اس کے پس منظر میں یہ سوچ کارفرما ہے کہ زمینی پیداوار اور وسائل معاش انتہائی محدود ہیں اور اس کے مقابلے میں شرح پیدائش غیر محدود ہے، لہذا اس ”بحران“ پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ بچے کم از کم پیدا کیے جائیں تاکہ معیار زندگی پست ہونے کے بجائے بلند ہو۔ لیکن قرآن کریم سرے سے اس انداز فکر ہی کو غلط قرار دیتا ہے اور بار بار اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ رزق دینا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے، وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ رازق بھی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”زَمِينَ پر چلنے پھرنے والا کوئی

[5207] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عزل کیا کرتے تھے۔

[5208] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم عزل کیا کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔

[5209] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہم عزل کیا کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔

جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔<sup>①</sup> انسان کا صرف اتنا کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے خزانوں سے اپنا رزق تلاش کرنے کے لیے محنت کرے۔ منصوبہ بندی کی یہ تحریک اس لیے بھی مزاج اسلام کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو امت مسلمہ کی سلامتی سے بڑھ کر اور کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ بے شمار دشمنوں میں گھرے ہوئے مٹھی بھر مسلمان ہر وقت خطرے میں پڑے رہیں، اس لیے وہ مسلمانوں کو اپنی افرادی قوت بڑھانے کے لیے بطور خاص حکم دیتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: ”تم نکاح کے لیے ایسی عورتوں کا انتخاب کرو جو زیادہ محبت کرنے کے ساتھ ساتھ بچے زیادہ جننے والی ہوں، قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کثرت امت کی بنا پر دیگر تمام انبیاء سے بڑھ کر ہوں گے۔“<sup>②</sup> یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلا وجہ مجرد زندگی بسر کرنے سے منع فرمایا ہے۔<sup>③</sup> اللہ تعالیٰ نے مرد کو کاشکار اور عورت کو اس کی کھیتی قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں۔“<sup>④</sup> کوئی بھی عقلمند اپنی کھیتی کو برباد نہیں کرتا بلکہ اس سے پیداوار لینے کے لیے اپنے وسائل بروئے کار لاتا ہے۔ لیکن منصوبہ بندی کی تحریک کا مقصد اس کھیتی کو بنجر اور بے کار کرنا ہے۔ دور جاہلیت میں اندیشہ مفلسی اور حد سے بڑھے ہوئے جذبہ بغیرت کے پیش نظر ضبط ولادت کے لیے قتل کا طریقہ رائج تھا۔ اسلام نے آتے ہی اس ظالمانہ طریقے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔<sup>⑤</sup> مسلمانوں میں چند مخصوص حالات کے پیش نظر عزل کا رجحان پیدا ہوا جس کی درج ذیل وجوہات تھیں: ○ آزاد عورت سے اس لیے عزل کیا جاتا تھا کہ ان کے نزدیک استقرار حمل (حمل بٹھرنے) سے شیر خوار بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ ○ لونڈی سے اس لیے کیا جاتا تھا کہ اس سے اولاد نہ ہو کیونکہ ام ولد ہونے کی صورت میں اسے فروخت نہیں کیا جاسکتا بلکہ اسے اپنے پاس رکھنا ہوگا۔ چونکہ ابتدا میں عزل کے عدم جواز کے متعلق کتاب و سنت میں کوئی وضاحت نہ تھی، اس بنا پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر عزل کی ضرورت محسوس کی اور اس پر عمل بھی کیا جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہم کے متعلق روایات میں ہے۔<sup>⑥</sup> رسول اللہ ﷺ کو جب بعض صحابہ کے ذریعے سے اس کی خبر ہوئی تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور آپ کی خاموشی کو رضا پر محمول کرتے ہوئے اس پر عمل کیا گیا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عزل کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی لیکن اس کے باوجود آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔<sup>⑦</sup> جب رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے مختلف حالات کے پیش نظر مختلف جوابات دیے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ اظہار تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ”کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو؟ قیامت تک جو بچے پیدا ہونے والے ہیں وہ تو پیدا ہو کر رہیں گے۔“<sup>⑧</sup> ○ ”اگر تم ایسا نہ کرو تو تمھارا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔“<sup>⑨</sup> ○ راوی کہتا ہے کہ ”لا علم“ کے الفاظ نبی کے زیادہ قریب ہیں۔ ایک دوسرا راوی کہتا ہے کہ اس انداز گفتگو کے ذریعے سے آپ نے عزل کے ارتکاب سے ڈانٹا ہے۔<sup>⑩</sup> ○ ”تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کو پیدا کرنا ہے وہ ضرور پیدا ہوگا۔“<sup>⑪</sup> ○ ”تم چاہو تو

① ہود 11:6. ② مسند أحمد: 158/3. ③ مسند أحمد: 158/3. ④ البقرة 2:223. ⑤ الموطا للإمام مالك، الطلاق، باب العزل. ⑥ صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3561 (1440). ⑦ صحیح البخاری، النکاح، حدیث: 5209. ⑧ صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3544 (1438). ⑨ صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3550 (1438). ⑩ صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3544 (1438).



عزل کر لو مگر جو بات تقدیر میں لکھی ہے وہ تو ہو کر رہے گی۔“ ① ”ایسا کرنا خفیہ طور پر اپنی اولاد کو زندہ درگور کرنا ہے۔“ ② ان روایات کے پیش نظر اہل علم صحابہ کرام اسے مکروہ خیال کرتے تھے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔ ③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عزل کو اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔ ④ ان مختلف جوابات میں سے کسی ایک جواب کو چھانٹ کر اس پر تحریک ضبط تولید کی بنیاد رکھنا عقل مندی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اسے انفرادی طور پر کسی مجبوری کے پیش نظر ضبط ولادت کے لیے دلیل بنایا جاسکتا ہے لیکن ایک عمومی تحریک جاری کر دینے کا جواز اس سے کشید نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے نزدیک موجودہ تحریک اور عزل میں کئی طرح سے فرق کیا جاسکتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: ⑤ اپنے مخصوص حالات کی بنا پر عزل کرنا میاں بیوی کا ایک انفرادی معاملہ ہے، مثلاً: حمل ٹھہرنے میں عورت کی جان کو خطرہ ہو یا اس کی صحت کو غیر معمولی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسے حالات میں اگر کسی ماہر ایماندار ڈاکٹر کے مشورے سے ضبط ولادت کے لیے عزل یا کوئی اور جدید طریقہ اختیار کر لیا جائے تو جائز ہے اور میاں بیوی کا ایک پرائیویٹ معاملہ ہے لیکن ایک قوی پالیسی کے طور پر ان کے حقوق پر شیخون مارنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور نہ بطور فیشن ہی اسے عمل میں لانے کی گنجائش ہے۔ ⑥ عزل پر عمل کرنے سے حمل کا نہ ہونا یقینی نہیں بلکہ متصور ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک واقعے سے معلوم ہوتا ہے۔ ⑦ ان کے ہاں احتیاط کے باوجود حمل ٹھہر گیا تھا لیکن منصوبہ بندی کا جو طریق کار ہے اس کے مطابق عمل کرنے سے حمل کا نہ ہونا یقینی ہے، لہذا عزل کو منصوبہ بندی کے لیے دلیل کے طور پر پیش کرنا یا اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ ⑧ جس عورت سے عزل کیا گیا ہو اگر اس کا خاندان فوت ہو جائے یا اسے طلاق مل جائے تو طلب اولاد کے لیے اس سے شادی کی جاسکتی ہے، اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں، جبکہ بعض حالات میں منصوبہ بندی پر عمل کرنے والی خاتون کے لیے یہ مشکل پیش آسکتی ہے، یعنی اگر اس نے ہمیشہ کے لیے اولاد نہ ہونے والی ادویات یا آلات استعمال کیے ہیں تو اس سے اولاد کا طلب گار کیونکر شادی کرے گا۔ بہر حال منصوبہ بندی کے ناجائز اور حرام ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اگر تحریک منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے وسیع پیمانے پر ایسے طریقوں کو لوگوں میں عام کر دیا جائے یا ایسے آلات و ادویات کو عام لوگوں کی دسترس تک پہنچا دیا جائے جن سے مرد جنسی بے راہ روی سے باہم لذت اندوز تو ہوتے رہیں مگر حمل ٹھہرنے کا اندیشہ نہ ہو جیسا کہ آج کل گلی کوچوں میں اس کے مراکز کھولے جا رہے ہیں تو اس کا انجام کثرت سے بے حیائی اور اخلاقی تباہی کی صورت میں رونما ہوگا جیسا کہ اب وہ ممالک اس تحریک منصوبہ بندی کے انجام بد سے بچ رہے ہیں جن میں اس کا تجربہ کیا گیا ہے، لہذا ایک خود دار اور باغیرت مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ اس بے دینی اور بے حیائی پر مبنی تحریک کو سہارا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وبا سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

۵۲۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَشْمَاءَ: [5210] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَّةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ

۱ مسند أحمد: 3/312، ۲ صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3550 (1442)۔ ۳ جامع الترمذی، النکاح، حدیث: 1138۔

۴ الموطا للإمام مالک، الطلاق، باب العزل، ۵ صحیح مسلم، النکاح، حدیث: 3556 (1439)۔

سے عزل کیا۔ پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو؟“  
تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات فرمائے۔ پھر گویا ہوئے: ”قیامت تک جو روح بھی پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔“

الرُّهْرِيُّ، عَنْ ابْنِ مُحَبَّرٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: أَصَبْنَا سَبِيًّا فَكُنَّا نَعْزِلُ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «أَوْ إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ؟» - قَالَهَا ثَلَاثًا - مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَانَتْهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا هِيَ كَانَتْهُ. [راجع: ۲۲۲۹]

باب: 98- ارادہ سفر کے وقت بیویوں کے درمیان  
قرعہ اندازی کرنا

(۹۸) بَابُ الْفُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا

وضاحت: ایک شخص کی متعدد بیویاں ہیں اور وہ سفر کرنا چاہتا ہے، اس کی خواہش ہے کہ ایک بیوی کو ہمراہ لے جائے۔ چونکہ استحقاق میں سب برابر ہیں، اس لیے قرعہ اندازی کے ذریعے سے فیصلہ کرے کہ کس کو ساتھ لے جانا ہے۔ جس کا نام قرعے میں نکل آئے اسے سفر میں ہمراہ لے جائے۔ ہاں، اگر سب بیویاں کسی ایک کو ساتھ لے جانے پر اتفاق کر لیں تو پھر قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں کیونکہ باقی بیویوں نے ایثار کر کے اپنا حق ختم کر دیا ہے۔

[5211] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی کرتے، چنانچہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کا قرعہ نکلا۔ نبی ﷺ رات کو دوران سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آج تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں آپ کے اونٹ پر سواری کرتی ہوں تاکہ تم بھی نئے مناظر دیکھ سکو اور میں بھی نئے مناظر کا مشاہدہ کروں؟ انھوں نے یہ تجویز قبول کر لی اور وہ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس تشریف لائے اور اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام کیا، پھر (وہاں سے) روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب ایک مقام پر پہنچا تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو گم

۵۲۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ابْنُ أَيْمَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَفْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَطَارَتِ الْفُرْعَةُ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ بِاللَّيْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَةَ يَتَحَدَّثُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ: أَلَا تَرْكَبِينَ اللَّيْلَةَ بَعِيرِي وَأَرْكَبُ بَعِيرَكَ تَنْظُرِينَ وَأَنْظُرِي؟ فَقَالَتْ: بَلَى، فَرَكِبْتُ فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَيْهِ حَفْصَةُ فَسَلَّمَ عَلَيْهَا ثُمَّ سَارَ حَتَّى نَزَلُوا وَافْتَقَدَتْهُ عَائِشَةُ، فَلَمَّا نَزَلُوا جَعَلَتْ رَجُلَيْهَا بَيْنَ الْأَذْخِرِ وَتَقُولُ: رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا.

پایا، لوگوں کے پڑاؤ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پاؤں اذخر گھاس میں ڈال لیے اور کہنے لگیں: اے اللہ! مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھے ڈس لے، میری طاقت نہیں کہ میں آپ ﷺ کو اس کے متعلق کچھ کہہ سکوں۔

**فوائد و مسائل:** ① بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کچھ بیویوں کا گھر میں موجود رہنا زیادہ بہتر ہوتا ہے اور کچھ عورتیں سفر میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں، ایسے حالات میں قرعہ اندازی ضروری نہیں ہاں، جب تمام بیویوں کے حالات ایک جیسے ہوں تو قرعہ اندازی کے ذریعے سے فیصلہ کیا جائے تاکہ دوسری بیویوں کو شکوہ و شکایت کا موقع نہ ملے۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس امر کو ثابت کیا ہے۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے فراق اور آپ کی جدائی کی وجہ سے چاہتی تھیں کہ کوئی زہریلا جانور مجھے ڈس لے تاکہ موت کی بنا پر نبی ﷺ کی جدائی کے دکھ اور تکلیف سے نجات مل جائے یا میری مصیبت کا سن کر آپ ﷺ تشریف لے آئیں جس سے فراق اور جدائی کا غم دور ہو جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ تو پہلے تشریف لائے تھے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی کوتاہی کی وجہ سے خود محروم رہ گئیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بھی اس میں کوئی قصور نہیں تھا، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مارے رنج کے خود کو کونسنے لگیں اور اپنے پاؤں گھاس میں ڈال لیے جس میں زہریلے کیڑے بکثرت رہتے تھے۔

(۹۹) بَابُ الْمَرْأَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا  
لِضَرَّتِهَا، وَكَيْفَ يَقْسِمُ ذَلِكَ؟

باب: 99- کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو ہبہ کر دے تو پھر تقسیم کیسے ہوگی؟

[5212] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دی تھی اور نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس خود ان کی باری کے دن اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن رہتے تھے۔

۵۲۱۲ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ.

[راجع: ۲۵۹۳]

**فوائد و مسائل:** ① ایک روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب عمر رسیدہ ہو گئیں اور انھیں خطرہ محسوس ہوا کہ رسول اللہ ﷺ انھیں اپنے سے جدا کر دیں گے تو انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا۔ ② جب کوئی اپنی باری کا دن سوکن کو ہبہ کر دے تو اسے وہی دن ملے گا جو اس کی باری کا ہے۔ اگر اس کے متصل ہے تو مسلسل دو دن اس کے ہوں گے، بصورت دیگر ان دنوں میں



فصل ہوگا۔ اگر باقی بیویاں اگلے دنوں پر راضی ہوں تو اسے اکٹھے دو دن بھی مل سکتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

### باب: 100 - بیویوں کے درمیان مساوات کرنا

(ارشاد باری تعالیٰ): ”تسمیں اپنی بیویوں کے درمیان عدل اور برابری کرنے کی طاقت نہیں..... اور اللہ بڑی وسعت والا، خوب حکمت والا ہے۔“

### (۱۰۰) بَابُ الْعَدْلِ بَيْنَ النِّسَاءِ

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَأَسْعَا حَكِيمًا﴾ [النساء: ۱۲۹، ۱۳۰]

**وضاحت:** باب میں بیویوں کے درمیان مساوات کا ذکر ہے جبکہ آیت کریمہ میں اس عدل و انصاف کی نفی کی گئی ہے۔ اس تضاد کا جواب یہ ہے کہ باطنی میلان اور قلبی محبت میں تم مساوات نہیں کر سکتے کیونکہ یہ چیزیں تمہارے اختیار میں نہیں ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ باری مقرر کرتے اور انصاف سے کام لیتے تھے، پھر اللہ سے ان الفاظ میں دعا کرتے: ”اے اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں اور جس چیز کا میں مالک نہیں اس کے متعلق مجھے ملامت نہ کرنا۔“<sup>(۲)</sup> امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان ثابت کرنے کے لیے صرف آیت کریمہ پر اکتفا کیا ہے۔ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہ تھی، لہذا اسے ذکر نہیں کیا۔ شریعت نے چار عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ عدل و انصاف کی تاکید کی ہے کیونکہ عام حالات میں متعدد بیویوں کے درمیان انصاف قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنے کی تاکید ہے۔ اگر انصاف کیا جائے تو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

### باب: 101 - جب شوہر دیدہ کی موجودگی میں کسی کنواری سے نکاح کرے

### (۱۰۱) بَابُ: إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى النَّيْبِ

[5213] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا لیکن انھوں نے کہا: سنت یہ ہے کہ جب آدمی کسی (شوہر دیدہ بیوی کی موجودگی میں) کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن گزارے اور جب کنواری کی موجودگی میں شوہر دیدہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن رہے۔

۵۲۱۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَكِنْ قَالَ: السُّنَّةُ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، وَإِذَا تَزَوَّجَ النَّيْبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا. [انظر: ۵۲۱۴]

**فوائد و مسائل:** ① یہ مسنون اس لیے ہے کہ کنواری میں شرم و حیا زیادہ ہوتی ہے۔ وہ محبت اور مہر و وفا کی بھی زیادہ حقدار

① فتح الباری: 388/9. ② سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2134.

ہے، لہذا اس کے لیے سات دن مقرر کیے گئے ہیں تاکہ اس کی وحشت دور ہو جائے اور اس کا دل لگ جائے، نیز وہ آسانی اور شوہر کی نرمی کو پسند کرتی ہے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے تین دن اس لیے مقرر ہیں کہ وہ جلدی مانوس ہو جاتی ہے اور ماحول میں کھل مل جاتی ہے۔ اس نے چونکہ شوہر کا تجربہ کیا ہوتا ہے اور جماع کی وجہ سے اس کی حیا بھی کم ہوتی ہے۔ ② واضح رہے کہ یہ ایام ہوں گے جو میل ملاپ میں مانع نہ ہوں اور ان میں عورت کو حیض نہ آتا ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱۰۲) بَابُ: إِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبُ عَلَى الْبِكْرِ

باب: 102- جب کنواری بیوی کی موجودگی میں کسی شوہر دیدہ سے شادی کرے

[5214] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص شوہر دیدہ بیوی کی موجودگی میں کسی کنواری سے شادی کرے تو اس کے ہاں سات دن تک قیام کرے، پھر باری کا آغاز کرے۔ اور جب کسی کنواری بیوی کی موجودگی میں کسی شوہر دیدہ سے شادی کرے تو اس کے ساتھ تین دن تک قیام کرے، پھر باری کا اہتمام کرے۔

۵۲۱۴ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ رَاشِدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَخَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مِنَ السَّنَةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ، وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبُ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ.

ابو قلابہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔

قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ: إِنَّ أَنَسًا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

(راوی حدیث) خالد نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ وَخَالِدٍ، قَالَ خَالِدٌ: وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ: رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۵۲۱۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① کچھ حضرات کا موقف ہے کہ شوہر دیدہ اور کنواری کے لیے تین دن ہی قیام کیا جائے ان کا کہنا ہے کہ کنواری کے پاس سات دن اور شوہر دیدہ کے پاس تین دن عدل و انصاف کے منافی ہے لیکن یہ موقف مذکورہ احادیث کے خلاف ہے، نیز ایک دوسری حدیث میں اس کی مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: ”آپ کا خاندان میرے ہاں انتہائی قابل احترام ہے، اگر آپ چاہتی ہیں تو آپ کے لیے سات دن تک قیام کر سکتا ہوں لیکن اس صورت میں باقی بیویوں کے پاس بھی سات سات دن رہوں گا، پھر باری مقرر کی جائے گی۔ اور

اگر آپ چاہیں تو آپ کے ہاں تین دن قیام کر کے اس کے فوراً بعد باری مقرر کر دی جائے گی۔“ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ میرے پاس تین دن ہی قیام رکھیں۔<sup>1</sup>

باب: 103 - جس نے اپنی بیویوں سے صحبت کر کے آخر میں ایک ہی غسل کیا

(۱۰۳) بَابُ مَنْ طَافَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ

[5215] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے خبر دی کہ نبی ﷺ (بعض اوقات) ایک رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے اور ان دنوں آپ کی نوبتوں پر تھیں۔

۵۲۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ، وَلَهُ يَوْمٌ يَسْمَعُ نِسْوَةً. [راجع: ۲۶۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں گیارہ بیویوں کا ذکر ہے۔<sup>۲</sup> دراصل رسول اللہ ﷺ کی نوبتوں اور دو باندیاں تھیں۔ رادی حدیث قتادہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ میں اتنی طاقت تھی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔<sup>۳</sup> ② یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اس قدر ریاضت کہ کئی کئی دن بھوک سے گزر جاتے کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ آپ روزوں میں وصال کرتے، بعض اوقات بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت بھی آ جاتی، اس کے باوجود آپ میں اس قدر مردانگی قوت تھی۔ اتنی قوت ہوتے ہوئے صرف گیارہ عورتوں پر اکتفا کرنا آپ کے کمال تقویٰ پر دلالت کرتا ہے۔ واضح رہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر احرام سے پہلے آپ نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایک رات میں وقت گزارا تھا۔<sup>۴</sup>

باب: 104 - مرد کا اپنی بیویوں کے پاس دن کے اوقات میں جانا

(۱۰۴) بَابُ دُخُولِ الرَّجُلِ عَلَى نِسَائِهِ فِي النَّيِّمِ

[5216] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان میں سے کسی ایک کے قریب

۵۲۱۶ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ

① صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: 3622 (1460). 2 صحیح البخاری، الغسل، حدیث: 268. ③ صحیح البخاری، الغسل، حدیث: 268. ④ صحیح البخاری، الغسل، حدیث: 267.



مِنْ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَذْنُو مِنْ  
إِحْدَاهُنَّ، فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ مَا  
كَانَ يَحْتَبِسُ. [راجع: ۴۹۱۲]

ہوتے۔ آپ ﷺ ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس  
تشریف لے گئے تو پہلے جتنا وقت ٹھہرا کرتے تھے اس سے  
زیادہ وقت ان کے پاس ٹھہرے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب عصر کے بعد دوسری بیویوں کے پاس ٹھہرتے تو ان سے کسی کے ساتھ ہم  
بستر نہیں ہوتے تھے۔ ② کیونکہ باری مقرر کرنے کے بعد صحبت کا حق صرف اس بیوی کا ہے جس کی اس دن باری ہو۔ کسی  
ضرورت کے تحت دوسری بیوی کے پاس آنے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہاں زیادہ دیر تک قیام نہ کرے۔ ③ بعض علماء  
نے یہ بھی لکھا ہے کہ باری کا تعلق صرف اوقات شب کے لیے ہے، دن میں چونکہ دیگر مصروفیات ہوتی ہیں، اس لیے دن کے  
اوقات میں باری وغیرہ کا اہتمام ضروری نہیں۔ واللہ اعلم۔<sup>(۲)</sup>

باب: 105- اگر مرد یا امراض کسی ایک بیوی کے  
ہاں گزارنے کے لیے دوسری بیویوں سے اجازت  
لے اور وہ اس کی اجازت دے دیں

(۱۰۵) بَابُ: إِذَا اسْتَأْذَنَ الرَّجُلُ نِسَاءَهُ فِي  
أَنْ يُمَرِّضَ فِي بَيْتِ بَعْضِهِنَّ فَأَذِنَ لَهُ

🕌 وضاحت: کسی ہنگامی ضرورت کے پیش نظر مقررہ باری سے بالاتر ہو کر کسی دوسری بیوی کے پاس رات گزارنا جائز ہے  
بشرطیکہ تمام بیویاں اجازت دے دیں جیسا کہ بیماری کے ایام کسی ایک بیوی کے ہاں گزارنا، بہر حال اس کے جواز میں کوئی  
اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم۔

[5217] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ  
ﷺ کی جس بیماری میں وفات ہوئی، اس میں پوچھا کرتے  
تھے: ”کل میری باری کس کے پاس ہے؟ میں کل کہاں  
ہوں گا؟ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار تھا،  
چنانچہ آپ کو تمام ازواج نے اجازت دے دی کہ آپ  
جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
کے گھر کا انتخاب کیا حتیٰ کہ ان کے ہاں آپ کی وفات  
ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اسی  
دن وفات پائی جس دن میرے گھر میں آپ کے آنے کی

۵۲۱۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي  
سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ: قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ:  
أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ  
فِيهِ: «أَيْنَ أَنَا عَدَا؟ أَيْنَ أَنَا عَدَا؟» - يُرِيدُ يَوْمَ  
عَائِشَةَ - فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ،  
فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا، قَالَتْ  
عَائِشَةُ: فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيْهِ  
فِيهِ فِي بَيْتِي، فَقَبَضَهُ اللَّهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي

وَسُخْرِي، وَخَالَطَ رِيقَهُ رِيقِي. [راجع: ۱۸۹۰]

باری تھی۔ (یہ حسن اتفاق تھا کہ) اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو وفات دی تو آپ کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا اور آپ کا لعاب وہن میرے لعاب وہن سے مل گیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے بطور مہربانی ان سے اجازت حاصل کرتے تھے، آپ تقسیم کے پابند نہیں تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ”آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس بلاؤ۔“ ② لعاب وہن ملنے کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری لمحات میں تازہ مسواک طلب فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دانتوں سے مسواک نرم کر کے آپ کو دی تھی۔ آپ کی نرم کی ہوئی مسواک سے رسول اللہ ﷺ نے دندان مبارک اور منہ میں مسواک کی، اس طرح دونوں لعاب مل گئے۔ ②

باب: 106 - آدمی کا اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کے ساتھ زیادہ محبت کرنا

(۱۰۶) بَابُ حُبِّ الرَّجُلِ بَعْضَ نِسَائِهِ  
الْفَضْلُ مِنْ بَعْضٍ

وضاحت: اہل دل کی اصطلاح میں میلان قلب کسی چیز کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے کہ انسان اکثر اوقات دل و زبان سے اسے یاد کرتا رہے۔ محبت، طبعی ہوتی ہے کب سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس میں انسان بے بس ہوتا ہے، لہذا کسی بیوی سے اس کی کسی خاص ادا کی بنا پر زیادہ محبت ہو سکتی ہے۔ دوسری بیویوں کے مقابلے میں محبت کا زیادہ ہونا قابل مواخذہ نہیں ہے۔

۵۲۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ: يَا بُنَيَّةُ، لَا يَغُرُّكَ هَذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا، [وَأَحَبُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِيَّاهَا - يُرِيدُ عَائِشَةَ - فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَبَسَّمَ. [راجع: ۱۸۹۰]

[5218] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے میری پیاری بیٹی! یہ خاتون تجھے مغرور نہ کر دے جسے اپنے حسن اور رسول اللہ ﷺ کی اس کے ساتھ محبت پر بہت ناز ہے۔ آپ کا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے یہی بات رسول اللہ ﷺ کے سامنے دہرائی تو آپ مسکرا دیے۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری بیویوں کی نسبت زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہی تو آپ نے اس کا انکار نہیں کیا، جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ انداز قابل ملامت نہیں ہے۔

جب کوئی آدمی اپنی دوسری بیویوں کے ساتھ نان و نفقہ کے معاملے میں برابری کرتا ہے لیکن طبعی میلان اور قلبی جھکاؤ کسی ایک طرف زیادہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اسی محبت کے پیش نظر فرماتے تھے: ”اے اللہ! جس کا مجھے اختیار نہیں بلکہ تیرے اختیار میں ہے اس کے متعلق مجھے ملامت نہ کرنا۔“<sup>(۱)</sup> (۲) محبت میں عدل کی استطاعت نہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو وہی تکلیف دیتا ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو۔ کسی سے محبت کا زیادہ ہونا انسان کے اختیار میں نہیں، لہذا یہ قابل مواخذہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱۰۷) بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنْكُلْ، وَمَا يُنْهَى مِنَ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ

باب: 107- نایافتہ کے باوجود خود کو سیرِ ظاہر کرنا اور سوکن کے لیے جلن کا سامان پیدا کرنا جائز نہیں

وضاحت: بھوکا ہونے کے باوجود خود کو سیر شدہ ظاہر کرنے میں دو جرم ہیں: ایک سیر شدگی کا فقدان دوسرا باطل کا اظہار۔ مقصود یہ ہے کہ کسی عورت کو اس کے خاوند نے کچھ نہیں دیا لیکن اپنی سوکن کا دل جلانے کے لیے کہے کہ مجھے خاوند نے وہ کچھ دیا ہے جو کسی کے پاس نہیں۔ اس قسم کی ریاکاری ممنوع ہے۔

[5219] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کی: اللہ کے رسول! میری ایک سوکن ہے، کیا مجھے گناہ تو نہیں ہوگا اگر میں اپنے خاوند کی دی ہوئی چیز کو خوب بڑھا چڑھا کر ظاہر کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو نہ دیا جائے اس کا خوب بڑھا کر اظہار کرنے والا ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا ہے۔“

۵۲۱۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ: حَدَّثَنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ نَوْبِي زَوْراً».

فوائد و مسائل: (۱) مُتَشَبِّعُ کے معنی ہیں: سیرابی کو ظاہر کرنا، حالانکہ وہ سیر شدہ نہیں ہے۔ اسے کپڑوں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ سیرابی یا کپڑے دونوں انسان کو چھپا لیتے ہیں، ایک باطنی طور پر دوسرا ظاہری لحاظ سے۔ (۲) بعض حضرات نے دو جھوٹے کپڑوں کے یہ معنی کیے ہیں کہ ایک جھوٹا آدمی، جھوٹی گواہی دینے کے لیے شریف آدمی کی چادر اور تہبند پہن لے تاکہ جھوٹے آدمی کی شرافت ظاہر ہو۔ اس طرح بعض عورتیں اپنی قمیص کے نیچے دوسرے رنگ والا باڈر لگا لیتی ہیں تاکہ وہ دو قمیص ظاہر



ہوں۔ ③ عورت کی طرف سے یہ مذموم حرکت ہے کہ وہ اپنی سوکن کا دل جلانے کے لیے کہے کہ خاوند نے مجھے یہ کچھ دیا ہے، حالانکہ اس نے اسے کچھ نہ دیا ہو۔ یہ عورت اس جھوٹے شخص کی طرح ہے جو ریا کاری کے طور پر زاہدوں جیسے کپڑے پہن لیتا ہے، حالانکہ وہ زاہد نہیں ہے۔<sup>(۱)</sup>

### (۱۰۸) بَابُ الْغَبْرَةِ

### باب: 108- غیرت کا بیان

وراد نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ سے) کہا: اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو ذرہ بھر درگزر کیے بغیر اسے فوراً قتل کر دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم سعد کی غیرت پر اظہار حیرت کرتے ہو، میں اس سے بڑھ کر غیرت مند ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔“

وَقَالَ وَرَّادٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ: قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسِّنْفِ، غَيْرَ مُضْفِحٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ؟ لَأَنَا أَغَيْرُ مِنْهُ، وَاللَّهِ أَغَيْرُ مِنِّي».

وضاحت: غیرت، تغیر قلب سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: غصے کا غلبہ جو کسی مخصوص چیز میں شرکت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ غیور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ میاں بیوی میں غیرت بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النکاح میں اسے بیان کیا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت کا سن کر انصار بولے: اللہ کے رسول! ہمارے سردار کے مزاج میں واقعی بہت غیرت ہے۔ آپ انھیں ملامت نہ کریں۔ انھوں نے ہمیشہ کنواری لڑکی سے شادی کی۔ جب کسی بیوی کو طلاق دیتے ہیں تو ان کی غیرت کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ان کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرے۔<sup>(۲)</sup>

[5220] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا غیرت مند نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی دوسرا اپنی تعریف پسند کرنے والا نہیں۔“

۵۲۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ أَغَيْرُ مِنَ اللَّهِ، مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ، وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَذْحُ مِنَ اللَّهِ». [راجع: ۶۳۴]

فوائد و مسائل: ① غیرت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس طرح دوسری صفات ہیں۔ ہم اسے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور اس کی کوئی تاویل نہیں کرتے۔ ② اللہ تعالیٰ کا مدح کو پسند کرنا لوگوں کی مصلحت کے لیے ہے تاکہ وہ اس پر لوگوں کو ثواب عطا

فرمائے کیونکہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی تعریف ملا اعلیٰ میں کرتا ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدح و ثنا سے بے نیاز ہے۔ لوگوں کی مدح اللہ تعالیٰ کو نفع نہیں دیتی اور نہ اس کا ترک ہی اسے نقصان دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدح میں تسبیح و تحلیل اور دیگر اذکار ہیں۔

۵۲۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : « يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ، مَا أَحَدٌ أُغْيِرَ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَزَيِّي عَبْدُهُ أَوْ أُمَّتُهُ تَزَيِّي ، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا » . [راجع : ۱۰۴۴]

[5221] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے امت محمد! اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی غیرت مند نہیں کہ وہ اپنے بندے یا بندگی کو بدکاری میں مبتلا دیکھے۔ اے امت محمد! اگر تم وہ جان لو جو کچھ میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت تھوڑا ہنسوا اور زیادہ روتے رہو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی غیرت کا ذکر ہے جسے اپنے حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق کوئی تاویل کرنا اسلاف کے طریقے کے خلاف ہے۔ ② اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے زنا کی نحوست کو بیان کیا ہے کہ آپ اس کے انجام کو خوب جانتے ہیں، نیز آپ نے فرمایا: ”آخرت کے احوال جو میرے پیش نظر ہیں اگر تمہیں ان کی اطلاع ہو جائے تو ہر وقت روتے رہو اور تمہیں کبھی ہنسنا نصیب نہ ہو۔“ واللہ اعلم۔

۵۲۲۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّ عُرْوَةَ بِنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَتْ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ : أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « لَا شَيْءَ أَغْيِرُ مِنَ اللَّهِ » .

[5222] حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔“

۵۲۲۳ - وَعَنْ يَحْيَى : أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ . حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : « إِنَّ اللَّهَ يَغَارُ ، وَغَيْرُهُ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ » .

[5223] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ کو غیرت اس پر آتی ہے جب بندہ مومن وہ کام کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک بندہ مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کا ارتکاب کر کے اس کی غیرت کو چیلنج نہ کرے کیونکہ جب ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے فوراً تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ ② بعض لوگ غیرت کی تاویل کرتے ہیں کہ اس سے

مراد غضب ہے جو غیرت کو لازم ہے، لیکن ہمارے رجحان کے مطابق اس کی تادیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اسے اپنے حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ دوسری صفات میں کہا جاتا ہے۔

[5224] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کی پاس پانی لانے والے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوار روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام، الغرض کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی ان کے گھوڑے کو چارہ ڈالتی اور پانی پلاتی تھی، نیز ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی تھی۔ میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ میری ہمسایاں انصاری عورتیں روٹیاں پکا دیتی تھیں۔ وہ بڑی اچھی اور باوفا خواتین تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو رسول اللہ ﷺ نے انھیں دی تھی، میں وہاں سے اپنے سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے دو میل کے فاصلے پر تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی جبکہ گٹھلیاں میرے سر پر تھیں کہ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ کے ہمراہ قبیلہ انصار کے چند لوگ بھی تھے۔ آپ نے مجھے بلایا اور اپنے اونٹ کو بٹھانے کے لیے اُخ اُخ کیا۔ آپ چاہتے تھے کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں لیکن مجھے مردوں کے ہمراہ چلنے میں شرم محسوس ہوئی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بہت ہی با غیرت انسان تھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کر رہی ہوں، اس لیے آپ آگے بڑھ گئے۔ اس کے بعد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو ان سے اس واقعے کا ذکر کیا کہ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تھی جبکہ میرے سر پر گٹھلیاں تھیں۔ آپ کے ہمراہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے سوار کرنے کے لیے اپنا اونٹ بٹھایا لیکن مجھے شرم دامن گیر

۵۲۲۴ - حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ وَلَا شَيْءٍ غَيْرِ نَاصِحٍ وَغَيْرِ فَرَسِهِ فَكُنْتُ أَغْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْقِي الْمَاءَ وَأُخْرِزُ غَرَبَهُ وَأُعْجِنُ، وَلَمْ أَكُنْ أَحْسِنُ أَخْبِرُ، فَكَانَ يَخْبِرُ جَارَاتِ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكُنْتُ نِسْوَةً صَدِيقٍ، وَكُنْتُ أَتَقْلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثِي فَرَسَخٍ، فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلَى رَأْسِي، فَلَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ: «إِخْ، إِخْ»، لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ، فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أُسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ، وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ، فَعَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنِّي قَدْ اسْتَحْيَيْتُ فَمَضَى، فَجِئْتُ الزُّبَيْرَ فَقُلْتُ: لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَعَلَى رَأْسِي النَّوَى وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَأَنَاخَ لِارْتِكَابٍ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ وَعَرَفْتُ غَيْرَتَكَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَحَمْلُكَ النَّوَى كَانَ أَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ رُكُوبِكَ مَعَهُ، قَالَتْ: حَتَّى أُرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ بِخَادِمٍ تَكْفِينِي سِيَّاسَةَ الْفَرَسِ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَنِي. [راجع: ۳۱۵۱]



ہوئی اور تمھاری غیرت کا بھی خیال آیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! تمھارا سر پر گٹھلیاں اٹھانا مجھ پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ گراں تھا۔ وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام میرے پاس بھیج دیا، وہ گھوڑے کے متعلق سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہو گئی گویا انھوں نے مجھے آزاد کر دیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ ارضی الاث کیا تھا، وہ اس کے مالک نہ تھے بلکہ اس سے حاصل شدہ منافع لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اسے مستثنیٰ نہیں کیا جیسا کہ پانی لانے والے اونٹ اور گھوڑے کو مستثنیٰ کیا تھا، نیز بعض ضروریات زندگی مکان، لباس اور طعام وغیرہ کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا، حالانکہ یہ سہولیات بھی انھیں مدینہ طیبہ میں میسر تھیں۔ ② اس حدیث میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا ذکر ہے جسے ثابت کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھنے میں کوئی عار نہ تھی اور نہ یہ غیرت ہی کے منافی تھا، البتہ سر پر گٹھلی اٹھانے میں لوگ ذلت و خواری محسوس کرتے ہیں اور اسے قلت غیرت پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے شوہر نامدار جہاد میں مصروف رہتے تھے، اس لیے گھر اور باہر کا کام کاج حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن امور کا شوہر محتاج ہو، انھیں بجالانا بیوی کی ذمہ داری ہے۔ واللہ اعلم۔

[5225] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ اپنی ایک بیوی کے ہاں تشریف رکھے ہوئے تھے، اس وقت ایک دوسری بیوی نے آپ کے لیے ایک پیالے میں کھانے کی کوئی چیز بھیجی۔ جس بیوی کے گھر میں آپ تشریف فرما تھے اس نے خادم کے ہاتھ کو مارا تو پیالہ گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ نبی ﷺ نے پیالے کے ٹکڑے جمع کیے، پھر جو کھانا اس پیالے میں تھا اسے بھی جمع کرنے لگے، پھر فرمایا: ”تمھاری ماں کو غیرت آگئی ہے۔“ پھر خادم کو روک رکھا حتیٰ کہ اس بیوی کے گھر سے پیالہ لایا گیا جس کے پاس آپ قیام پذیر تھے۔ اس کے بعد صحیح پیالہ اس بیوی کو بھیجا جس کا پیالہ توڑ دیا گیا تھا اور شکستہ (ٹوٹا ہوا) پیالہ اس بیوی کے گھر رہنے دیا جس نے اسے توڑا تھا۔

۵۲۲۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُليَّةَ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلْتُ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِصُحْفَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتِ النَّبِيَّ ﷺ فِي بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصُّحْفَةُ فَأَنْفَلَقَتْ، فَجَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَقَى الصُّحْفَةَ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ الَّذِي كَانَ فِي الصُّحْفَةِ وَيَقُولُ: «غَارَتْ أُمُّكُمْ»، ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتَّى أَتَى بِصُحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَيْتِهَا، فَدَفَعَ الصُّحْفَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ كَسِرَتْ صُحُفَتُهَا، وَأَمْسَكَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ كَسِرَتْ فِيهِ. [راجع: ۲۴۸۱]

☀ فائدہ: عورت کی فطرت میں ہے کہ وہ سوکن پر غیرت کرتی ہے اور یہ شروع سے ہوتا آرہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے پیالہ تو واپس کر دیا لیکن غیرت والی بیوی سے اور کوئی مواخذہ نہیں کیا کیونکہ عورت جب غیرت میں آتی ہے تو شدت غضب کی وجہ سے اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ بہر حال غیرت اور رشک عورتوں کا خاصہ ہے، شاذ و نادر ہی کوئی عورت اس سے پاک ہوتی ہے۔<sup>1</sup>

[5226] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”میں جنت کے اندر داخل ہوا یا جنت میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے کہا: یہ محل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کے اندر جاؤں لیکن رک گیا کیونکہ تمھاری غیرت کا مجھے علم تھا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں اے اللہ کے نبی! کیا میں نے آپ پر غیرت کرنا تھی؟

۵۲۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنِّدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «دَخَلْتُ الْجَنَّةَ - أَوْ أَتَيْتُ الْجَنَّةَ - فَأَبْصَرْتُ قَصْرًا فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَلَمْ يَمْنَعْنِي إِلَّا عِلْمِي بِغَيْرَتِكَ»، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَوْ عَلَيْكَ أَغَارُ؟. [راجع: ۳۶۷۹]

[5227] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے خود کو بحالت خواب جنت میں دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت محل کے کونے میں بیٹھی وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ فرشتے نے کہا: یہ محل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ مجھے عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت یاد آگئی تو وہاں سے واپس چلا آیا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو مجلس میں تھے رو پڑے اور عرض کی: اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں؟

۵۲۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جُلُوسٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرِ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا لِعُمَرَ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ قَوْلَيْتُ مُذْبِرًا». فَبَكَى عُمَرُ وَهُوَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ قَالَ: أَوْ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغَارُ؟. [راجع: ۳۲۴۲]

☀ فوائد و مسائل: ① پہلی حدیث میں احتمال تھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے بیداری کے عالم میں جنت کا مشاہدہ کیا ہو لیکن

دوسری حدیث نے اس احتمال کو ختم کر دیا کہ جنت میں بحالت بیداری نہیں بلکہ خواب میں داخل ہوئے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری حدیث غالباً اس لیے ذکر کی ہے۔<sup>①</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رونا خوشی کی بنا پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ تاجیز پر یہ عنایت فرمائی کہ بہشت بریں میں میرے لیے عالی شان محل تیار کیا۔ آپ نے اپنے جذبات کا اظہار اس لیے کیا کہ آپ تو رسول اللہ ﷺ کے خادم اور آپ کی بیویاں اور جنت میں ملنے والی حوریں سب آپ کی خادماں ہیں، بھلا ایسے حالات میں آپ رسول اللہ ﷺ کے متعلق کس طرح غیرت کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب : 109- عورتوں کا غیرت کرنا اور ان کا غضب ناک ہونا

(۱۰۹) بَابُ غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ

وضاحت: کچھ غیرت عورتوں میں فطری ہوتی ہے جس پر مواخذہ اور پکڑ نہیں ہے لیکن جب یہ غیرت حد سے گزر جائے تو ملامت کے قابل ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے جسے ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک غیرت اللہ کو پسند ہے۔ وہ گناہ کے کام پر غیرت کرنا ہے۔ اور دوسری غیرت اللہ کو ناپسند ہے، یعنی گناہ کے کاموں کے علاوہ غیرت کرنا۔“<sup>②</sup>

[5228] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ پر خوش ہوتی ہو اور جب مجھ پر ناراض ہوتی ہو“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں نہیں، مجھے رب محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم!“ میں نے عرض کی: ہاں اللہ کے رسول، اللہ کی قسم! غصے کے وقت بھی میں صرف آپ کا نام زبان پر نہیں لاتی۔ (دل میں آپ کی محبت میں غرق ہوتی ہوں۔)

۵۲۲۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتُ عَنِّي رَاضِيَةً ، وَإِذَا كُنْتُ عَلَيَّ غَضَبِي» ، قَالَتْ : فَقُلْتُ : مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ؟ فَقَالَ : «أَمَّا إِذَا كُنْتُ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكَ تَقُولِينَ : لَا وَرَبَّ مُحَمَّدٍ ، وَإِذَا كُنْتُ غَضَبِي قُلْتُ : لَا وَرَبَّ إِبْرَاهِيمَ» ، قَالَتْ : قُلْتُ : أَجَلْ ، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ .

[انظر: ۶۰۷۸]

فوائد و مسائل: ① اگر بیوی اپنے خاوند کی بدکاری اور اس کی طرف سے اپنی حق تلفی پر غیرت کرے اور ناراضی کا اظہار کرے تو یہ غیرت اور ناراضی جائز ہے اور اگر کسی قسم کی دلیل کے بغیر محض شکوک و شبہات کی بنا پر غیرت اور غصہ کرتی ہے تو اس قسم کی غیرت ناپسندیدہ اور گناہ ہے۔ ② واضح رہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں غرق رہتی تھیں، ظاہر میں



غصے کی وجہ سے آپ کا نام نہیں لیتی تھیں۔ یہ غصہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بطور ناز و محبویت ہوا کرتا تھا۔ اس حالت میں بھی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا نام لیتی تاکہ محبویت کے دائرے سے کسی طرح بھی خارج نہ ہوں۔ (۱)

[5229] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں آتی تھی جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ بکثرت ان کا تذکرہ اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس امر کی وجہ کی گئی کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری دے دیں جو موتیوں سے بنایا گیا ہے۔

۵۲۲۹ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا غَرِثُ عَلَى امْرَأَةٍ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا غَرِثُ عَلَى خَدِيجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِيَّاهَا وَنَتَائِهِ عَلَيْهَا، وَقَدْ أُوجِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ لَهَا فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ. (راجع: ۲۸۱۶)

🌞 فوائد و مسائل: (۱) عورت کا خاندان کی دوسری بیوی پر غیرت کا سبب یہ ہے کہ اس کے خیال میں وہ دوسری بیوی سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر اس وجہ سے غیرت کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ بکثرت انھیں یاد کرتے رہتے تھے اور کثرت ذکر کثرت محبت پر دلالت کرتا ہے۔ (۲) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر غیرت کرتی تھیں لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کچھ زیادہ ہی غیرت کا مظاہرہ ہوتا تھا، حالانکہ وہ وفات پا چکی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ایک بوڑھی عورت کی تعریف کیا کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اس سے بہتر بیوی مجھے نہیں دی۔“ (۳) رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی غیرت کے اظہار پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ ان کی غیرت قابل مواخذہ نہ تھی کیونکہ سوکن کے متعلق ایسی غیرت طبعی ہوتی ہے۔ (۴)

(۱۱۰) بَابُ ذَبِّ الرَّجُلِ عَنِ ابْنَتِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ

باب: ۱۱۰ - انصاف و غیرت کے پیش نظر مرد کا اپنی بیٹی کی طرف سے دفاع کرنا

[5230] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر کھڑے یہ فرماتے ہوئے سنا: ”ہشام بن مغیرہ کے خاندان نے مجھ

۵۲۳۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمُسَوْرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ:

① فتح الباری: 405/9، 2 صحیح البخاری، مناقب الأنصار، حدیث: 3821، ومسنند أحمد: 117/6، 118، واللفظ له.

③ فتح الباری: 405/9.

سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ میں اجازت نہیں دیتا، پھر اجازت نہیں دیتا، ایک بار بھی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں، اگر ابن ابی طالب کا پروگرام ہے تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو میرا جگر گوشہ ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی کرتی ہے اور جو اس کے لیے تکلیف دہ ہے وہ میرے لیے بھی باعث اذیت ہے۔“

«إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يُنْكَحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَلَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي، يُرِيدُنِي مَا أَرَاهَا، وَيُوْذِنُنِي مَا آذَاهَا». [راجع: ۹۷۲]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابو جہل کی بیٹی کے نکاح کی بات چلی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: لوگوں کے بقول آپ اپنی بیٹیوں کی خاطر کسی کی ناراضی مول نہیں لیتے ہیں، دیکھیں میرے شوہر حضرت علی، ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ”میں فاطمہ کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔“ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ارادہ ترک کر دیا۔<sup>(۱)</sup> ایک دوسری روایت میں ہے: ”میں فاطمہ کو اس کے دین کے متعلق آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا اور نہ میں حلال ہی کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے رسول کی بیٹی کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔“<sup>(۲)</sup> ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عار باپ میں ہو وہ اولاد میں بھی باقی رہتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکی کو اللہ کے دشمن کی بیٹی قرار دیا، اسی طرح آباء و اجداد کی شرافت اولاد کے لیے باعث افتخار ہوتی ہے۔<sup>(۳)</sup> بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح جائز تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہو۔ واللہ اعلم۔<sup>(۴)</sup>

### (۱۱۱) بَابُ: يَقُولُ الرَّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَتَرَى الرَّجُلَ الْوَاحِدَ يَتَّبِعُهُ أَرْبَعُونَ نِسْوَةً يَلْذَنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرَّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ».

باب: ۱۱۱- مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوتی چلی جائیں گی

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تو ایک آدمی کو دیکھے گا کہ چالیس عورتیں اس کی ہمراہی میں ہوں گی اور اس کی پناہ میں رہیں گی کیونکہ مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔“

1 صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، حدیث: 3729. 2 صحیح البخاری، فرض الخمس، حدیث: 3110.

3 فتح الباری: 408/9.

☆ وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی اس حدیث کو موصولاً بیان کیا ہے۔<sup>(۱)</sup> یہ چالیس عورتیں لونڈیاں ہوں گی یا آدمی کی رشتہ دار بہنیں بیٹیاں ہوں گی جن کے شوہر نہیں ہوں گے اور وہ صلہ رحمی کے طور پر انھیں اپنی کفالت میں رکھے گا۔<sup>(۲)</sup>

۵۲۳۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْخَوْضِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ أَحَدٌ غَيْرِي، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ، وَيَقِلَّ الرَّجَالُ، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخُمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيْمُ الْوَاحِدُ». [راجع: ۸۰]

[5231] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں تمھیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا تمھیں یہ حدیث بیان نہیں کرے گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین اٹھالیا جائے گا، جہالت زیادہ ہو جائے گی، بدکاری بکثرت ہوگی، شراب نوشی زیادہ ہوگی، مرد کم رہ جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی منتقم ہوگا۔“

☆ فائدہ: مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت جنگی حالات کے پیش نظر ہوگی یا افزائش کا نتیجہ ہوگا، چنانچہ آج کل اکثر نوبیاہتا جوڑوں میں لڑکیوں کی پیدائش زیادہ ہے۔

باب: 112 - محرم کے علاوہ کوئی آدمی کسی اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے، نیز جس کا خاوند غائب ہو اس کے ہاں داخلہ بھی ممنوع ہے

(۱۱۲) بَابُ: لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا ذُو مَعْرَمٍ، وَالْدُّخُولُ عَلَى الْمُغَيَّبَةِ

☆ وضاحت: محرم وہ رشتے دار ہے جس کے ساتھ عورت کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ اس عنوان میں دو حکم بیان ہوئے ہیں: ۱۔ غیر محرم کے لیے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنے کی حرمت۔ ۲۔ جس کا شوہر غائب ہو اس کے گھر جانے کی ممانعت۔ پہلا حکم تو بطور نص ثابت ہے جبکہ دوسرا استنباط سے ثابت کیا گیا ہے۔<sup>(۳)</sup>

۵۲۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُثْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِيَّاكُمْ

[5232] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خود کو اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے دور رکھو“ ایک انصاری نے دریافت کیا: اللہ



وَالذُّخُونَ عَلَى النِّسَاءِ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَرَأَيْتَ الْحَمَمُ؟ قَالَ: «الْحَمَمُ: الْمَوْتُ».

کے رسول! دیور، جیٹھ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: ”دیور تو موت ہے۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حموسے مراد شوہر کے وہ رشتے دار ہیں جو اس کے باپ اور بیٹوں کے علاوہ ہوں، یعنی شوہر کے بھائی، بھتیجے، بھانجے اور چچا، ماموں وغیرہ کیونکہ یہ رشتے دار عورت کے محرم نہیں ہیں۔ اگر شوہر فوت ہو جائے یا بیوی کو طلاق مل جائے تو ان کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے ان رشتے داروں کو موت قرار دیا ہے کہ عام طور پر ان سے غفلت اور سستی کی جاتی ہے، اس بنا پر خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں۔ یہ حضرات خاوند کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی سے خلوت کرتے ہیں تو اگر معاملہ بوس و کنار تک محدود ہو تو دین کی ہلاکت اور اگر بدکاری تک نوبت پہنچ جائے تو جان کی ہلاکت ہے۔ اس میں عورت کی بھی ہلاکت ہے کہ شوہر کو پتا چلنے کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا یا غیرت میں آکر قتل کر دے گا۔ ③ غور و فکر کرنے سے یہ حدیث مذکورہ بالا دونوں مسائل کے لیے دلیل بن سکتی ہے۔ واللہ المستعان۔

۵۲۳۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ»، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اِمْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَةً وَانْحَبِثْتُ فِي غَزْوَةٍ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: «ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ». [راجع: ۱۸۶۲]

[5233] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے تنہائی میں نہ ملے مگر جب قریبی رشتہ دار موجود ہوں۔“ ایک آدمی اٹھ کر عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے ارادے سے سفر پر جا رہی ہے جبکہ میرا نام فلاں فلاں جنگ میں شرکت کے لیے لکھ لیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① شوہر پر بیوی کی حفاظت و صیانت ضروری ہے، اس لیے حج کے لیے اس کا ساتھ جانا ضروری ہے۔ جہاد کا فریضہ دوسرے لوگ ادا کر سکتے ہیں اور اس کے قائم مقام ہو سکتے ہیں لیکن عورت کے ساتھ محرم کے علاوہ اور کوئی نہیں جاسکتا۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے، خواہ وہ کتنی مال دار ہو۔ ①

باب: 113 - مرد، لوگوں کی موجودگی میں اجنبی عورت سے تنہائی کر سکتا ہے

(۱۱۳) بَابُ مَا يَجُوزُ أَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ عِنْدَ النَّاسِ

🌞 **وضاحت:** امام بخاری رحمہ اللہ نے ”لوگوں کی موجودگی“ کی شرط لگا کر یہ ثابت کیا ہے کہ اجنبی عورت سے لوگوں کے سامنے تو

بات کی جاسکتی ہے لیکن لوگوں سے چھپ کر بات کرنا جائز نہیں۔<sup>①</sup>

[5234] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے تنہائی میں گفتگو کی اور فرمایا: ”اللہ کی قسم! بلاشبہ تم سب لوگوں سے مجھے زیادہ محبوب ہو۔“

۵۲۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَخَلَا بِهَا فَقَالَ: «وَاللَّهِ إِنَّكُمْ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ». [راجع: ۳۷۸۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ عورت کے ساتھ اس کی اولاد بھی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورت کا تنہائی میں کسی سے راز کی بات کرنا جائز ہے جب فتنے کا خوف نہ ہو۔ لیکن اس قسم کی تنہائی لوگوں کے سامنے ہو۔ ایسے حالات میں اس حد تک خلوت کرنے کی اجازت ہے کہ حاضرین میں سے کوئی بھی اس عورت کی بات نہ سن سکے اور نہ کسی کو اس کا شکوہ ہی معلوم ہو۔ ③ حدیث میں اگرچہ لوگوں کی موجودگی کا ذکر نہیں ہے، تاہم اتنا تو پتا چلتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا کلام سنا تھا۔ اس سے ان کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔<sup>۳</sup>

باب: 114 - جو لوگ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، ان کا عورت کے پاس جانا منع ہے

(۱۱۴) بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ دُخُولِ الْمُتَشَبِّهِينَ  
بِالنِّسَاءِ عَلَى الْمَرْأَةِ

[5235] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دفعہ ان کے ہاں تشریف فرما تھے جبکہ گھر میں ایک منخٹ (مہجرا) بھی تھا۔ اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد اللہ بن امیہ سے کہا: اگر کل اللہ تعالیٰ نے تمہیں طائف میں فتح دی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی دکھاؤں گا۔ جب وہ سامنے سے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکن پڑتے ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو یہ شکن اٹھ ہو جاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے (اس کی بات سن کر) فرمایا: ”آئندہ یہ منخٹ تمہارے پاس نہ آئے۔“

۵۲۳۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّتٌ، فَقَالَ الْمُخَنَّتُ لِأَخِي أُمِّ سَلَمَةَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ: إِنْ فَتَحَ اللَّهُ لَكُمْ الطَّائِفَ عَدَا أَدُلُّكَ عَلَى ابْنَةِ غِيلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَدْخُلَنَّ هَذَا عَلَيْكُمْ». [راجع: ۴۳۲۴]

🌟 فوائد و مسائل: ❶ ہجرات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو پیدائشی ہوتے ہیں، وہ تو عورتوں کے حکم میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے منع نہیں فرمایا۔ دوسرے وہ جو تکلف سے ہجڑے بنتے ہیں، یہ حرکت قابل مذمت ہے اور ایسے لوگوں کو عورتوں کے پاس آنا منع ہے۔ ❷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان لوگوں سے بھی عورتوں کو پردہ کرنا چاہیے جو عورتوں کے حسن و قبح (خوبصورتی اور بدصورتی) کو پہچانتے ہوں اگرچہ وہ زنانے اور ہجڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ ❸ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے تمام ہجڑوں کو مدینہ طیبہ سے نکال دیا تھا تاکہ یہ مدینے کی فضا خراب نہ کریں۔ واللہ اعلم۔

باب: 115- عورت اہل جہش (اجنبیوں) کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو

(۱۱۵) بَابُ نَظَرِ الْمَرْأَةِ إِلَى الْجَنْبِشِ وَنَحْوِهِمْ مِنْ غَيْرِ رِبَّةٍ

[5236] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ میرے لیے اپنی چادر سے پردہ کیے ہوئے تھے اور میں جہشی لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں جنگی کرتب کا مظاہرہ کر رہے تھے، آخر کار میں ہی تھک گئی۔ اس واقعے سے تم خود اندازہ لگا لو کہ ایک کم عمر لڑکی جسے کھیل تماشہ دیکھنے کا شوق ہو کتنی دیر تک دیکھتی رہی ہوگی۔

۵۲۳۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ عَمِيْسَى، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْجَنْبِشَةِ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَشَامُ، فَافْتَدَرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السَّنِّ الْحَرِيصَةَ عَلَى اللَّهْوِ. [راجع: ۴۵۴]

🌟 فوائد و مسائل: ❶ اہل جہش سات ہجری میں مدینہ طیبہ آئے تھے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر سولہ برس تھی اور یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کسی بھی غیر مرد کو دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا خطرہ نہ ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ اس موقف کی تائید ایک جاری عمل سے بھی ہوتی ہے کہ عورتوں کا مسجد میں آنا جانا جائز ہے، وہ نقاب پہن کر مساجد، بازار اور سفر میں جاسکتی ہیں تاکہ مرد حضرات ان کے چہرے نہ دیکھیں اور مردوں کو نقاب پہننے کا حکم نہیں تاکہ انھیں عورتیں نہ دیکھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں مردوں اور عورتوں کا حکم الگ الگ ہے۔ واللہ اعلم۔ ❷ ❸ ہمارے رجحان کے مطابق عورتوں کا جہاد میں جانا، زنجیوں کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کا کھانا پکانا بکثرت احادیث سے ثابت ہے، یہ تمام امور مردوں کو دیکھے بغیر ممکن نہیں ہیں، لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف صحیح ہے، البتہ یہ جواز صرف اس صورت میں ہوگا جب فتنے کا خطرہ نہ ہو جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں وضاحت کی ہے۔ اگر فتنے فساد کا خطرہ ہو تو عورت کا غیر مرد کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہوگا۔ واللہ المستعان۔



## (۱۱۶) بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ لِحَوَائِجِهِنَّ

۵۲۳۷ - حَدَّثَنَا فَرَوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْتُ سَوْدَةَ بِنْتُ زَمْعَةَ لَيْلًا فَرَأَاهَا عُمَرُ فَعَرَفَهَا فَقَالَ: إِنَّكَ وَاللَّهِ يَا سَوْدَةُ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا، فَرَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ وَهُوَ فِي حُجْرَتِي يَتَعَشَّى، وَإِنَّ فِي يَدِهِ لَعَرَقًا. فَأَنْزَلَ عَلَيْهِ فَرُفِعَ عَنْهُ وَهُوَ يَقُولُ: «قَدْ أَذِنَ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ». [راجع: ۱۴۶]

## باب: ۱۱۶- عورتوں کا اپنے کام کاج کے لیے باہر نکلنا

[5236] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا اور پہچان گئے، پھر کہا: اللہ کی قسم! اے سودہ! تو ہم سے چھپ نہیں سکتی ہو۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب نبی ﷺ کے پاس واپس آئیں تو انھوں نے آپ سے اس امر کا ذکر کیا جبکہ آپ ﷺ اس وقت میرے گھر میں شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں گوشت والی ایک ہڈی تھی، اس وقت آپ پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لیے باہر جاسکتی ہو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① جن امور کے لیے عورتوں کا باہر جانا مباح ہو، مثلاً: والدین کی زیارت اور عزیز و اقارب سے ملاقات تو ایسے کاموں کے لیے انھیں باہر جانے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ ضروری حاجات کے لیے بھی ان کا باہر جانا جائز ہے۔ ② آج کے نازک دور میں ضروریات زندگی اور معاشی جدوجہد اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اکثر مواقع پر عورتوں کا بھی گھر سے باہر نکلنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اسلام نے کوئی تنگی نہیں رکھی، ہاں یہ ضروری ہے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے پردہ کر کے باہر نکلیں۔ واللہ اعلم۔

## (۱۱۷) بَابُ اسْتِثْلَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

۵۲۳۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِذَا اسْتَأْذَنَتْ امْرَأَةٌ أَحَدَكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعُهَا». [راجع: ۸۶۵]

## باب: ۱۱۷- عورت کا مسجد وغیرہ کی طرف جانے کے لیے اپنے شوہر سے اجازت طلب کرنا

[5238] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کے لیے اجازت طلب کرے تو وہ (خاوند) اسے نہ روکے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں شوہر کی اجازت سے مساجد میں پردے کے ساتھ نماز کے لیے جاسکتی ہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے مسجد اور غیر مسجد کی طرف جانے کا عنوان قائم کیا جبکہ حدیث صرف مساجد کے متعلق لائے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: غیر مسجد کو مسجد پر قیاس کیا ہے لیکن اس کے لیے بھی حالات کا سازگار اور پر امن ہونا شرط ہے۔ ② بازار میں جانے کے لیے اس وقت رخصت ہوگی جب اسے شرعی ضرورت کے تحت کوئی حاجت ہو، بلا وجہ تفریح کے لیے جانا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 118 - رشتہ رضاعت کی بنا پر عورتوں کے پاس آنا اور انھیں دیکھنا حلال ہے

(۱۱۸) بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ إِلَى النِّسَاءِ فِي الرِّضَاعِ

5239 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میرا رضاعی چچا آیا اور اس نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے اسے اجازت دینے سے انکار کر دیا تا آنکہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لوں۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ”بلاشبہ وہ تمہارا چچا ہے اور اسے اندر آنے دو۔“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے (اس کے) مرد نے دودھ نہیں پلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ تمہارا چچا ہے اور وہ تمہارے پاس آسکتا ہے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ واقعہ ہم پر پردے کی پابندی عائد ہونے کے بعد کا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا: دودھ پلانے سے بھی وہی رشتہ حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔

۵۲۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَ عَمِّي مِنَ الرِّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: «إِنَّهُ عَمَلُكَ فَأَذْنِي لَهُ»، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا أَرْضَعْتَنِي الْمَرْأَةَ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّهُ عَمَلُكَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكَ»، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَذَلِكَ بَعْدَ أَنْ ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ. [راجع: ۲۶۴۴]

🌞 فائدہ: یہ حدیث ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے کہ عورتوں پر غیر مردوں کا داخل ہونا جائز ہے جبکہ وہ دودھ کا رشتہ رکھتے ہوں کیونکہ دودھ کا رشتہ خون کے رشتے کے برابر ہے لیکن اجنبیوں کی طرح قریبی رشتے داروں کو بھی اجازت حاصل کر کے داخل ہونا چاہیے کیونکہ اگر اچانک آئیں گے تو ممکن ہے کہ وہ ان سے ایسی چیز دیکھ لیں جس پر ان کے لیے اطلاع پانا جائز نہیں یا وہ ایسی حالت میں ہوں جس پر مطلع ہونے کو اچھا خیال نہ کرتی ہوں، البتہ بیوی کے ہاں اجازت کے بغیر آنا جائز ہے کیونکہ اسے ہر حالت میں دیکھنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ ماں، بہن، بیٹی اور دوسرے محارم اجازت میں مساوی ہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۱۱۹) بَابُ: لَا تَبَاشِيرِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ فَتَنَعَتْهَا لِزَوْجِهَا

باب: 119- کوئی عورت دوسری سے (بے ستر ہو کر) نہ  
چمٹے کہ وہ اپنے خاوند سے اس کی تصویر کشی کرے

[5240] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،  
انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہیں ہونا چاہیے  
کہ کوئی عورت دوسری عورت سے بے ستر چمٹے، پھر وہ اپنے  
خاوند سے اس طرح تصویر کشی کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا  
ہے۔“

۵۲۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا  
سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ  
ﷺ: «لَا تَبَاشِيرِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ فَتَنَعَتْهَا لِزَوْجِهَا  
كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا». [انظر: ۵۲۴۱]

☀ فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم امتناعی اس لیے جاری فرمایا کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی دوسری عورت کا حسن و  
جمال بیان کرے گی تو اس کے آزمائش میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ اگر اسے دوسری عورت کا حسن پسند آگیا تو وہ اپنی  
بیوی کو طلاق دے کر اس سے نکاح کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر وہ عورت پہلے سے منکوحہ ہوگی تو پھر اس شخص کے اپنی بیوی سے  
تعلقات خراب ہو جائیں گے اور اس کی بیوی کی، اس کے ہاں قدر و منزلت نہ رہے گی۔ اور اگر اس نے کسی عورت کی بد صورتی  
بیان کی تو یہ غیبت کے زمرے میں آئے گی جو شرعاً حرام ہے۔

[5241] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت  
ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کسی عورت کو  
دوسری عورت سے (بے ستر ہو کر) اس طرح نہیں ملنا چاہیے  
کہ وہ اس کا حلیہ اپنے شوہر سے بیان کرے گویا وہ اسے  
دیکھ رہا ہے۔“

۵۲۴۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ:  
حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي  
شَقِيقٌ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ  
ﷺ: «لَا تَبَاشِيرِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ فَتَنَعَتْهَا لِزَوْجِهَا  
كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا». [راجع: ۵۲۴۰]

☀ فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے: ”کوئی مرد کسی دوسرے مرد کا متر اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کا ستر نہ  
دیکھے۔“ ② امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے پیش نظر لکھا ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے آدمی کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح  
ایک عورت کا دوسری عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی ناجائز ہے، نیز کسی مرد کا غیر عورت کے ستر کی طرف اور عورت کا غیر مرد کے  
ستر کی طرف دیکھنا حرام ہے، البتہ میاں بیوی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ③ بہر حال یہ حرکت باعث لعنت ہے لیکن آج کے مغرب  
زدہ لوگ عام گزرگاہوں پر کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، اس طرح وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں، مسلمانوں کو ایسی  
گندمی تقلید سے بچنا چاہیے۔



(۱۲۰) بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا طُوقَ لِّلنِّيلَةِ  
عَلَى نِسَائِي

باب: 120- کسی مرد کا یہ کہنا کہ آج رات میں اپنی تمام  
بیویوں کے پاس ضرور جاؤں گا

وضاحت: اگر کوئی خاوند اپنی متعدد بیویوں کی باری اس طرح سے شروع کرے تو جائز ہے لیکن باری مقرر ہو جانے کے بعد ایسا کرنا جائز نہیں۔ ہاں، اگر سب اجازت دے دیں اور راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔<sup>①</sup>

[5242] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت سلیمان بن داود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج رات میں اپنی سو بیویوں کے پاس ضرور جاؤں گا۔ ہر بیوی ایک لڑکا جنم دے گی تو سولہ کے ایسے پیدا ہوں گے جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ فرشتے نے ان سے کہا: ان شاء اللہ کہہ لیجیے، لیکن انھوں نے ان شاء اللہ نہ کہا اور وہ بھول گئے، چنانچہ وہ تمام بیویوں کے پاس گئے لیکن ایک کے سوا کسی بیوی کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوا۔ اس نے بھی ادھورا بچہ جنم دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی مراد بر آتی اور ان کی خواہش پوری ہونے کی امید زیادہ ہوتی۔“

۵۲۴۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: «قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: لَا طُوقَ لِّلنِّيلَةِ بِجَمَاعَةٍ امْرَأَةٍ، تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: قُلْ: إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ، فَأَطَافَ بِهِنَّ، وَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةً يَضِفُ إِنْسَانٍ»، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، لَمْ يَخْنَثْ، وَكَانَ أَرْجَى لِحَاجَتِهِ» [راجع: ۲۸۱۹].

نوائد و مسائل: ① مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں ایک ہزار عورت تھیں جن میں تین سو عورتیں آزاد اور سات سو باندیاں تھیں۔ چونکہ ایک عدد دوسرے عدد کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے روایات میں تعداد کے متعلق تضاد نہیں ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مردی قوت بہت دی ہوئی تھی، اس لیے ان کا اتنی عورتوں سے ملاپ کرنا خلاف عقل نہیں ہے۔

(۱۲۱) بَابُ: لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا إِذَا أَطَالَ  
الغَيْبَةَ مَخَافَةَ أَنْ يُخَوَّنَهُمْ أَوْ يُلْتَمِسَ  
عَثَرَاتِهِمْ

باب: 121- جب کوئی لمبی غیر حاضری کرے تو رات کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس نہ آئے، ایسا کرنے سے اندیشہ ہے کہ انھیں خیانت کی طرف منسوب کرے گا یا ان کی لغزشیں تلاش کرے گا

[5243] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کسی شخص کے رات کے وقت اپنے گھر آنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔

۵۲۴۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دَثَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوقًا. [راجع: ۴۴۳]

[5244] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے اگر کوئی زیادہ دیر تک گھر سے دور رہا ہو تو یکا یک رات کے وقت اپنے گھر نہ آجائے۔“

۵۲۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمْ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا». [راجع: ۴۴۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں اس کی علت بیان ہوئی ہے کہ طویل غیر حاضری کی وجہ سے اہل خانہ کی لغزشیں نہ پکڑی جائیں، پھر گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ ایک غزوے سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ”اچانک رات کے وقت گھر نہ جاؤ۔“ آپ نے کسی قاصد کو بھیج کر منادی کرائی کہ ہم آرہے ہیں۔“ ② آج کل کے ترقی یافتہ دور میں دور دراز سے آنے والے حضرات اس حدیث پر اس طرح عمل کر سکتے ہیں کہ بذریعہ فون، ایس ایم ایس، ای میل اپنے اہل خانہ کو اطلاع کر دیں کہ ہم فلاں دن اتنے بجے تک گھر آئیں گے۔ اگر حدیث پر عمل کرنے کی نیت ہوگی تو امید ہے یہ اطلاع باعث ثواب ہوگی۔ واللہ اعلم۔

### باب: 122 - فرزند طلب کرنا

### (۱۲۲) بَابُ طَلَبِ الْوَلَدِ

🌞 وضاحت: شادی کا مقصد باہمی ملاپ سے صرف لطف اندوز ہونا نہ ہو بلکہ غرض طلب اولاد ہونی چاہیے اگرچہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے لیکن حدیث میں الْكَيْسِ کی تفسیر الْوَلَد سے کی گئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تفسیر سے اسی مقصد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

[5245] حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ جب ہم واپس آئے تو میں اپنے ست رفتار اونٹ کو تیز چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دوران میں میرے پیچھے

۵۲۴۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ سَيَّارٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَالْتَقْتُ فَإِذَا

سے ایک سوار میرے قریب آیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ نے فرمایا: ”اس قدر جلدی کیوں کر رہے ہو؟“ میں نے عرض کی: میں نے نئی شادی کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کنواری عورت سے شادی کی ہے یا شوہر دیدہ کو بیاہ لائے ہو؟“ میں نے کہا: بیوہ سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا: ”کنواری سے کیوں نہ شادی کی تاکہ تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے اور وہ تیرے ساتھ کھیلتی؟“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے اور اپنے گھروں میں جانا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ذرا ٹھہر جاؤ، رات ہونے کے بعد گھر جانا تاکہ پراگندہ بالوں والی کنگھی کر لیں اور جن کے خاوند غائب تھے وہ زیر ناف بال صاف کر لیں۔“

راوی کہتا ہے کہ مجھ سے ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ”اے جابر! خوب، خوب کیس کرو۔“ کیس کے معنی جماع کے وقت اولاد کی طلب کرنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں رات کے وقت داخل ہونے سے مراد عشاء کا وقت ہے تاکہ اس حدیث کا پہلی احادیث سے تعارض نہ ہو جن میں رات کے وقت گھر آنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ اگر بیوی کو اطلاع ہو جائے تو رات کے کسی حصے میں گھر آنا جائز ہے۔

[5246] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم رات کے وقت (اپنے شہر) آؤ تو اپنے اہل خانہ کے پاس رات کے وقت مت آؤ جب تک وہ عورتیں جن کے خاوند تا دیر باہر رہے ہیں اپنے زیر ناف بال صاف نہ کر لیں اور پراگندہ بالوں میں کنگھی نہ کر لیں۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”تجھ پر جماع کرنے سے فرزند کی طلب ضروری ہے۔“

أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَا يُعْجِلُكَ؟»، قُلْتُ: إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُزْسٍ، قَالَ: «فَبِكْرًا تَزَوَّجْتَ أَمْ نَيْبًا؟» قُلْتُ: بَلْ نَيْبًا، قَالَ: «فَهَلَّا جَارِيَةً تَلَا عِبْهَا وَتَلَا عِبُكَ؟» قَالَ: «فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ: «أُمِّهْلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيْ عِشَاءً - لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ».

قَالَ: وَحَدَّثَنِي الثَّقَةُ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: «الْكَيْسَ الْكَيْسَ يَا جَابِرُ»، يَعْنِي الْوَلَدَ. [راجع: ٤٤٣]

٥٢٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلْتَ لَيْلًا فَلَا تَدْخُلْ عَلَى أَهْلِكَ حَتَّى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةَ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةَ»، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَعَلَيْكَ بِالْكَيْسِ الْكَيْسِ». [راجع: ٤٤٣]



تَابَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي: «الْكَيْسِ».

عبداللہ نے وہب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے نبی ﷺ سے کیس کے الفاظ بیان کرنے میں شعی کی متابعت کی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ بیوی سے جماع کا مقصد محض لطف اندوزی نہیں ہونا چاہیے بلکہ فرزند کے حصول کی نیت ہونی چاہیے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اولاد کی طلب کرو اور اس کی تلاش میں رہو، اولاد ثمرۃ قلب اور نور چشم ہے اور ہانچہ عورت سے اجتناب کرو۔“ ② انسان کو نکاح کرتے وقت یہ عظیم مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ نیک اولاد پیدا ہو جو مرنے کے بعد دنیا میں اچھی نشانی کے طور پر باقی رہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے۔ باقیات صالحات (باقی رہنے والی نیکیوں) میں نیک اولاد کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اور فرمانبردار اولاد عطا فرمائے۔ آمین۔

باب: 123- خاندان سفر سے آئے تو عورت زیر ناف  
بال صاف کرے اور پرانگندہ بالوں میں کنگھی کرے

(۱۲۳) بَابُ: تَسْتَحِدُّ الْمَغِيْبَةَ وَتَمْسِطُ  
الشَّعِثَةَ

[5247] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ ایک غزوے میں تھے۔ واپسی کے وقت جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو میں اپنے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے لگا تو میرے پیچھے سے ایک سوار آیا اور میرے قریب پہنچ کر اپنی چھڑی سے میرے اونٹ کو ٹھونکا۔ اس سے میرا اونٹ بڑی اچھی چال چلنے لگا جیسا کہ تم نے اچھی چال چلنے والے اونٹ کو دیکھا ہوگا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تم نے شادی کر بھی لی ہے؟“ عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ”کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے نکاح کیا ہے؟“ میں نے کہا: شوہر دیدہ سے نکاح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟ تم اس کے

۵۲۴۷ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيبًا مِنَ الْمَدِينَةِ تَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي فَتَحَسَّنَ بَعِيرِي بِعَتْرَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَسَارَ بَعِيرِي كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَأَيْتَ مِنَ الْإِبِلِ، فَالْتَقَتُ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ: «أَتَزَوَّجَتْ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «أَبَكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟»، قَالَ: قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: «فَهَلَّا يَكْرًا ثَلَاثًا عَلَيْهَا وَثَلَاثًا عَلَيْكَ»، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ: «أَمْهَلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلًا - أَيَّ عِشَاءَ

- لِكَيْ تَمْشِطَ الشَّعْثَةَ، وَتَسْتَحِدَّ الْمُنْيَةَ. [راجع: ۴۴۳]

ساتھ کھیلے وہ تیرے ساتھ کھیلے۔“ پھر جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو اپنے گھروں میں جانے لگے۔ آپ نے فرمایا: ”مٹھر جاؤ، عشاء کے وقت گھروں کو جاؤ تاکہ بکھرے بالوں والی عورت کنگھی کر لے اور شہر سے غائب خاوند والی عورت اپنے زیر ناف بال صاف کر لے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① لیلہ کی تفسیر عشاء سے کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے بظاہر دو متضاد روایات کو جمع کیا ہے، یعنی رات کو گھر جانے سے مراد اس کا پہلا حصہ ہے اور جہاں ممانعت ہے اس سے مراد رات کا درمیانی یا آخری حصہ ہے۔ ② بہر حال جس عورت کا خاوند دیر تک باہر رہا ہو، جب اسے اپنے شوہر کی آمد کا پتا چلے تو زیب و زینت میں کوئی کمی نہ کرے۔ اپنے زیر ناف بال صاف کر لے تاکہ خاوند کو کسی بھی پہلو سے ناگواری نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱۲۴) بَابُ: ﴿وَلَا يَتَّبِعُونَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِيُعَلِّمَهُنَّ﴾ [النور: ۳۱]

باب: 124- (ارشاد باری تعالیٰ): ”عورتیں اپنی زینت

۵۲۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ بِأَيِّ شَيْءٍ دُوي جُرْحُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ، فَسَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ - وَكَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ - فَقَالَ: وَمَا بَقِيَ لِلنَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَعَلَيَّ يَأْتِي بِالْمَاءِ عَلَى ثُرْسِيهِ، فَأَخِذَ حَصِيرٌ فَحَرَّقَ فَحَسِي بِهِ جُرْحُهُ. [راجع: ۲۴۳]

[5248] حضرت ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگوں نے اس امر میں اختلاف کیا کہ غزوہ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے زخم کی مرہم پئی کس چیز سے کی گئی تھی؟ انھوں نے اس سلسلے میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے رابطہ کیا..... وہ مدینہ طیبہ میں نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آخری صحابی تھے جو باقی رہے..... انھوں نے فرمایا: واقعی لوگوں میں کوئی بھی باقی نہیں رہا جو اس معاملے میں مجھ سے زیادہ جاننے والا ہو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے چہرہ انور سے خون صاف کرتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے۔ (جب خون بند نہ ہوا تو) پھر ایک بوریا جلا کر اس کی راکھ سے زخم بھر دیا گیا۔

🌞 فائدہ: اس آیت کریمہ میں باپ کے سامنے اپنی زینت کھولنے کی اجازت کا بھی ذکر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس سلسلے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لائے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد گرامی رسول اللہ ﷺ کا زخم دھویا اور اس میں بوریا جلا کر اس کی راکھ بھری۔ اس کام میں زینت کھولنے کی ضرورت پڑی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے باپ کے سامنے زینت کھول سکتی

ہے۔ لیکن اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کتاب النکاح میں میاں بیوی کے مسائل بیان ہو رہے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں ذکر کیا ہے کہ عورت اپنے خاوند کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے۔ اس حدیث کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے شوہر نامدار حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو پانی لانے کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ اس سلسلے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زینت، یعنی چہرہ اور ہاتھ وغیرہ چھپانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اسی سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 125 - (ارشاد باری تعالیٰ): ”وہ بچے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے“ کا بیان

(۱۲۵) بَابُ: ﴿وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ﴾

[النور: ۵۸]

[5249] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان سے کسی آدمی نے پوچھا: کیا تم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ اور اگر میرا مقام و مرتبہ آپ ﷺ کے ہاں نہ ہوتا تو میں اپنی صغریٰ کی وجہ سے ایسے موقع پر حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے، لوگوں کو لیے نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ انھوں نے اس نماز کے لیے اذان و اقامت کا ذکر نہیں کیا۔ پھر آپ عورتوں کے پاس آئے، انھیں وعظ و نصیحت فرمائی، نیز انھیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھیں۔ اپنے زیورات حضرت بلال کے حوالے کر رہی تھیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ دونوں اپنے گھر واپس تشریف لے آئے۔

۵۲۴۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَأَلَهُ رَجُلٌ: شَهِدْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعِيدَ أَضْحَىٰ أَوْ فِطْرًا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ، يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ - وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً - ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْنَهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ يَدْفَعْنَ إِلَى بِلَالٍ، ثُمَّ ارْتَفَعَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ. [راجع: ۹۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① عنوان کا مطلب یہ ہے کہ جو بچے ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچے وہ عورتوں کے پاس جاسکتے ہیں اور انھیں دیکھ سکتے ہیں، ان سے پردہ کرے کی ضرورت نہیں، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عورتوں کو اپنے زیورات کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھا، یعنی عورتوں نے اپنے ہار اور اپنی بالیاں اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ مقصد



یہ ہے کہ اس موقع پر جو کچھ عورتوں سے رونما ہوا اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مشاہدہ کیا کیونکہ وہ کمن تھے اور وہ ان سے پردہ نہ کرتی تھیں۔ ② ممکن ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے انھوں نے پردہ کیا ہو۔ زیورات ان کے حوالے کرنے کا مطلب بے پردہ ہونا نہیں ہے۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مشاہدے سے عنوان ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۲۶) بَابُ [قَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ هَلْ  
أَعْرَسْتُمْ اللَّيْلَةَ] وَ طَعْنِ الرَّجُلِ ابْنَتَهُ فِي  
الْخَاصِرَةِ عِنْدَ الْعِنَابِ

باب: 126- آدمی کا اپنے ساتھی سے کہنا: کیا تم نے  
آج جماع کیا ہے؟ اور کسی آدمی کا غصے کی وجہ سے  
اپنی بیٹی کی کمر میں چوک مارنا

[5250] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور غصے کی وجہ سے میری کمر میں اپنے ہاتھ سے چوک مارنے لگے۔ میں اس لیے حرکت نہ کر سکی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک میری ران پر رکھا ہوا تھا۔

۵۲۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا  
مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ،  
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: عَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَجَعَلَ  
يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتَيَّ فَلَا يَمْنَعُنِي مِنْ  
التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَأْسُهُ عَلَى  
فَخْذِي. [راجع: ۳۳۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک سفر کا واقعہ بیان کیا ہے۔ جب ان کا ہارگم ہو گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اس ہار کی بازیابی کے لیے ایک بے آب و گیاہ میدان میں رکنا پڑا۔ اس دوران میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو کافی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، بالآخر آیت تیمم نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر بیان فرمائی ہے۔ ② اس عنوان کے دو حصے ہیں: ایک آدمی کا دوسرے ساتھی سے کہنا کہ آج تم نے جماع کیا ہے؟ آدمی کا اپنی بیٹی کے پہلو میں غصے کے وقت ہاتھ مارنا۔ دوسرا حصہ تو ذکر کردہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے، البتہ پہلے حصے کے متعلق کوئی دلیل نہیں ذکر کی گئی۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: امام بخاری رحمہ اللہ اس کے متعلق کوئی حدیث لکھنا چاہتے تھے لیکن وقت نہ ملا یا شرط کے مطابق روایت نہ مل سکی، اس لیے بیاض چھوڑ دیا۔ ③ لیکن ہمیں اس موقف سے اتفاق نہیں ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس اعتراض کے درج ذیل دو جواب ہیں: ۱۔ اس حدیث میں ہے کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک رکھا ہوا تھا۔ میاں بیوی کو اس حالت میں دیکھنا جائز ہے تو یہ پوچھنا بھی جائز ہے کہ آج رات تم ہم بستر ہوئے تھے یا نہیں۔ بنیادی طور پر ان دونوں معاملات کا تعلق شرم و حیا سے ہے، جب ایک جائز ہے تو دوسرا بھی جائز ہونا چاہیے۔ ۲۔ بسا اوقات امام بخاری رحمہ اللہ پڑھنے والوں کی ذہنی صلاحیت بڑھانے کے لیے حدیث ذکر نہیں کرتے تاکہ قارئین خود اپنے ذہن پر زور دے کر اس خلا کو پر کر سکیں، چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا تو انھوں نے اپنے بیٹے کی وفات کے موقع پر اپنے

خاند سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے عجیب و غریب معاملہ کیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جب صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم نے آج رات جماع کیا ہے؟“ ابو طلحہ نے کہا: جی ہاں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔<sup>(۱)</sup> امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کئی مرتبہ اپنی صحیح میں بیان کیا ہے، اس کے بعد یہ کہنا کہ آپ کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ مل سکی اس لیے بیاض چھوڑ دیا اسے کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے، پھر صحیح بخاری لکھنے کے بعد (90) نوے ہزار شاگردوں کو اس صحیح بخاری کا درس دیا تو اس دعویٰ کو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وقت نہ مل سکا اس لیے عنوان کے مطابق حدیث ذکر نہ کر سکے۔<sup>(۲)</sup> بہر حال ہمارے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بطور قیاس اس عنوان کے پہلے حصے کو ثابت کیا ہے یا قارئین کو خود غور کرنے کی ترغیب دینے کے لیے اسے حدیث کے بغیر رہنے دیا ہے تاکہ قاری خود اپنی استعداد کو بروئے کار لائے اور مناسب حدیث درج کرے۔ واللہ اعلم۔



(۱) صحیح البخاری، العقیقہ، حدیث: 5470.

## طلاق کا معنی و مفہوم اور اس کی مسنون اور غیر مسنون صورتیں

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلے رشتہ نکاح قائم کرنے اور پھر اسے باقی رکھنے کے لیے جو قانونی، اخلاقی اور شرعی ہدایات تھیں انھیں بیان کیا تھا۔ چونکہ وجود کے اعتبار سے نکاح، طلاق سے پہلے ہوتا ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے احکام و مسائل کے بیان کو بھی اسی اعتبار سے ملحوظ رکھا ہے، اس لیے اب طلاق کے متعلق شرعی ہدایات بیان کی جائیں گی۔

طلاق کے لغوی معنی بندھن کھولنا ہیں اور شرعی اصطلاح میں اس گروہ اور بندھن (عقد) کے کھول دینے کو طلاق کہتے ہیں جو نکاح کے ذریعے سے لگائی گئی تھی۔ یہ دور جاہلیت کی اصطلاح ہے جسے اسلام نے بھی باقی رکھا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کبھی طلاق ناجائز ہوتی ہے، جیسے دوران حیض میں طلاق دی جائے یا بیک وقت تینوں طلاقیں دے دی جائیں اور کبھی مکروہ جو بلا سبب محض شہوت رانی اور نئی دلہن کی ہوس میں ہو جبکہ حالات بھی سازگار ہوں۔ بعض اوقات طلاق واجب ہوتی ہے، جب بیوی اور خاوند کے درمیان اس حد تک مخالفت ہو کہ کسی طرح بھی اتفاق ممکن نہ ہو اور فریقین کے نمائندے طلاق ہونے کو ہی مناسب خیال کریں۔ کبھی مستحب بھی ہوتی ہے، جب عورت نیک چلن نہ ہو اور کبھی طلاق جواز کے درجے میں ہوتی ہے، جب بیوی کی طرف دلی آمادگی نہ ہو اور خاوند اس کا خرچہ وغیرہ ناپسند اور اسے بے فائدہ خیال کرے۔<sup>①</sup> زندگی کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل ہمارے دین میں موجود نہ ہو جبکہ باقی ادیان میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی، چنانچہ یہودی مذہب میں خاوند کو صرف تحریری شکل میں طلاق دینے کا حق ہے۔ اس کے بغیر زبانی طلاق دینے کی اجازت نہیں ہے، نیز طلاق کے بعد خاوند کو اپنی بیوی سے رجوع کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ اس کے برعکس عیسائی اور ہندو مذہب میں انتہائی سنگین حالات میں بھی خاوند کو طلاق دینے کا حق نہیں جبکہ دین اسلام اس قسم کی افراط و تفریط سے بالا ہو کر ایک معتدل راستے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر ہم اعتدال پسندی کا مظاہرہ کریں تو زندگی کے کسی موڑ پر ہمیں پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس اعتدال کی تفصیل حسب ذیل ہے: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے رشتے کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے، پھر خاوند کو بیوی کے لیے اور بیوی کو خاوند کے لیے سکون و اطمینان کا ذریعہ بنایا ہے، اس طرح کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے طالب بھی ہیں اور مطلوب بھی اور دونوں میں اس قدر محبت رکھ دی ہے کہ وہ ایک دوسرے پر فدا ہونے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اسی جذبہ فداانیت کا نتیجہ ہے کہ



دونوں اپنے مقدس رشتے کو زندگی بھر نبھانے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ○ اس رشتے کی خشت اول یہ ہے کہ نکاح سے پہلے اپنی بننے والی بیوی کو سرسری نظر سے دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ شکل و صورت کی ناپسندیدگی آئندہ اختلاف اور علیحدگی کا باعث نہ ہو۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ”تو نے اسے دیکھا ہے؟“ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے دیکھ لو اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں الفت پیدا ہو جائے۔“ ○ نکاح کے بعد خاوند کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے حسن سلوک اور رواداری سے پیش آئے اور اس سے اچھا برتاؤ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ان بیویوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔“ <sup>2</sup> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اہل ایمان میں سب سے کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہوں۔“ <sup>3</sup> ○ خاوند کو اس بات کا بھی پابند کیا گیا ہے کہ اپنی بیوی کی معمولی معمولی لغزشوں کو خاطر میں نہ لائے بلکہ اس کی اچھی خصلتوں کی وجہ سے اس کی کوتاہیوں کو نظر انداز کرتا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناگوار ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائی رکھ دی ہو۔“ <sup>4</sup> ○ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”کوئی مومن اپنی مومنہ بیوی سے نفرت اور بغض نہ رکھے، اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو ضرور کوئی دوسری پسند بھی ہوگی۔“ <sup>5</sup>

○ رسول اللہ ﷺ نے خاوند کو عورت کی ایک فطری کمزوری سے بھی آگاہ کیا ہے تاکہ یہ جلد بازی میں کوئی ایسا اقدام نہ کر بیٹھے جس پر وہ آئندہ نادم و پریشان ہو، آپ نے فرمایا: ”عورت پسلی کی طرح ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس ٹیڑھ کی موجودگی میں فائدہ اٹھاتے رہو۔“ <sup>6</sup> صحیح مسلم میں ہے: ”اس کا توڑ دینا اسے طلاق دینا ہے۔“ <sup>7</sup> ○ خاوند اس بات کا بھی پابند ہے کہ اگر بیوی میں کوئی ناقابل برداشت چیز دیکھے تو طلاق دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ ممکن حد تک اصلاح احوال کی کوشش کرے جس کے تین قرآنی مراحل حسب ذیل ہیں: ○ پہلا قدم یہ ہے کہ بیوی کو نری سے سمجھایا جائے اور اسے اس کے اختیار کیے ہوئے رویے کے انجام سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ محض اپنی بہتری اور مفاد کی خاطر گھر کی فضا کو خراب نہ کرے۔ ○ اگر خاوند کے سمجھانے بچانے کا اثر قبول نہیں کرتی تو خاوند اس سے الگ کسی دوسرے کمرے میں سونا شروع کر دے اور اس سے میل جول بند کر دے۔ اگر بیوی میں کچھ سمجھ بوجھ ہوگی تو وہ اس کی سرد جنگ کو برداشت نہیں کر سکے گی۔ ○ اگر خاوند کے اس اقدام

① سنن ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 1865. ② النساء 4: 19. ③ مسند أحمد: 250/2. ④ النساء 4: 19. ⑤ مسند أحمد: 329/2. ⑥ صحیح البخاری، النکاح، حدیث: 5184. ⑦ صحیح مسلم، الرضاع، حدیث: 3643 (715).

پر بیوی کو ہوش نہیں آتا تو پھر آخری حربے کے طور پر مارنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کی چند ایک شرائط حسب ذیل ہیں: ○ مارتے وقت اسے برا بھلا نہ کہا جائے اور گالی گلوچ نہ دی جائے۔ ○ اس کے چہرے پر نہ مارا جائے۔<sup>(۱)</sup> ایسی مار نہ ہو جس سے زخم ہو جائیں یا نشان پڑ جائیں۔<sup>(۲)</sup>

ان حدود و قیود کے ساتھ خاوند کو بحالت مجبوری بیوی کو احتیاط کے ساتھ مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ○ ایسے حالات میں بیوی کو بھی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنا مقام خاوند کے ہاں دیکھتی رہے کہ کیا ہے۔ خاوند اس کے لیے جنت ہے اور وہی اس کے لیے آگ بھی ہے۔<sup>(۳)</sup> نیز جب بھی دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی جنتی بیویوں میں سے ایک حور کہتی ہے: اللہ تجھے برباد کر دے! اسے تکلیف نہ دے۔ یہ تو تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب یہ تجھے چھوڑ کر ہمارے ہاں آجائے گا۔<sup>(۴)</sup> ○ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف انتہائی سنگین صورت اختیار کر جائے کہ مذکورہ تینوں مراحل کا رگڑ ثابت نہ ہوں تو فریقین اپنے اپنے خاندان میں سے ثالث منتخب کریں جو پوری صورت حال سمجھ کر نیک نیتی سے اصلاح کی کوشش کریں اور بروقت مداخلت کر کے حالات پر کنٹرول کریں۔ اگر ان کی نیت بھلائی کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں موافقت کی ضرورت کوئی راہ پیدا کرے گا۔ یہ ثالث میاں بیوی کی طرف سے ایک ایک، دو، دو اور تین تین بھی ہو سکتے ہیں۔ جو بات بھی میاں بیوی کو تسلیم ہو اختیار کی جاسکتی ہے۔<sup>(۵)</sup> ○ اگر مذکورہ جملہ اقدامات سے حسن معاشرت کی کوئی صورت پیدا ہوتی نظر نہ آئے تو اسلام اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ ایک گھرانے میں ہر وقت کشیدگی کی فضا قائم رہے اور دونوں میاں بیوی کے لیے وہ گھر جہنم بنا رہے۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں، خواہ مرد طلاق دے دے یا عورت خلع لے لے، پھر دونوں کا اللہ مالک ہے، وہ ان کے لیے کوئی نہ کوئی متبادل صورت پیدا کر دے گا۔<sup>(۶)</sup> لیکن مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا ہوگا: ○ ایسے حالات میں اگرچہ طلاق دینا جائز ہے، لیکن شریعت نے اسے ناپسند کیا ہے۔ طلاق دینے والے کو یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی بھر اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے صرف تین اختیارات دیے ہیں۔ وقفے وقفے سے دو مرتبہ طلاق دینے سے رجوع کا اختیار بھی اسے دیا گیا ہے اور تیسری طلاق ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے، اس کے بعد عام حالات میں رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ ○ طلاق دیتے وقت اسے دیکھنا ہوگا کہ اس کی بیوی بحالت حیض نہ ہو۔ شریعت نے اس حالت میں طلاق دینے سے منع کیا ہے تاکہ طلاق وقتی کراہت اور کسی عارضی ناگواری کی وجہ سے نہ ہو، نیز طلاق دیتے وقت اس

۱۔ مسند أحمد: 251/2، وسنن أبي داود، حدیث: 2142۔ (۲) مسند أحمد: 73، 72/5۔ 3 مسند أحمد: 341/4۔ (۴) سنن

ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 2014۔ 5 النساء: 35۔ 6 النساء: 130۔

بات کا بھی خیال رکھے کہ اس طہر میں بیوی سے ہم بستری بھی نہ کی ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: ”بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دو جس میں اس سے ہم بستری نہ کی ہو۔“<sup>(۱)</sup> ○ حالت حمل میں بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ بات غلط مشہور ہو چکی ہے کہ دوران حمل میں دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوتی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے: ”اسے حالت طہر یا حالت حمل میں طلاق دو، یہ طلاق جائز اور مباح ہے۔“<sup>(۲)</sup> ○ شریعت نے طلاق دینے کا اختیار خاوند کو دیا ہے، عورت کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ خود طلاق دے تاکہ کم عقلی کی بنا پر فطرتی جلد بازی میں کسی معمولی سی بات پر یہ اقدام نہ کر بیٹھے۔ ○ اگر خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا عزم کر لیا ہے تو قرآن وحدیث کی ہدایات کے مطابق وہ صرف ایک طلاق دے، خواہ وہ تحریر کر کے دے یا زبانی کہے۔ اس کے بعد بیوی کو اس کے حال پر چھوڑ دے تاکہ سوچ بچار کے راستے بند نہ ہوں اور فریقین سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اپنے آخری اقدام پر غور و فکر کر سکیں۔ ایسے حالات میں بیک وقت تین طلاقیں دینے سے شریعت نے انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی تھیں تو آپ نے فرمایا: ”میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے۔“ آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ ایک آدمی آپ کا اظہار ناراضی دیکھ کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اسے قتل کر دوں،<sup>(۳)</sup> تاہم ایسا اقدام کرنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی۔<sup>(۴)</sup> ○ ایک طلاق دینے کے بعد رشتہ ازدواج ختم نہیں ہوتا بلکہ دوران عدت میں اگر میاں بیوی میں سے کوئی فوت ہو جائے تو انھیں ایک دوسرے کی وراثت سے باقاعدہ حصہ ملتا ہے۔ بہر حال خاوند کو شریعت نے ہدایت کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کسی واضح برائی کی مرتکب ہوں۔“<sup>(۵)</sup> ○ طلاق کے بعد عورت نے عدت کے دن گزارنے ہیں جن کا شمار انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس پر کئی ایک نازک اور قانونی مسائل کا انحصار ہے۔ مختلف حالات کے پیش نظر عدت کے ایام بھی مختلف ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے: ○ نکاح کے بعد اگر رخصتی عمل میں نہیں آئی تو ایسی عورت پر کوئی عدت نہیں ہے۔<sup>(۶)</sup> ○ مطلقہ بیوی اگر حمل سے ہو تو اس کی عدت بچہ جنم دینے تک ہے۔<sup>(۷)</sup> ○ اگر حمل کے بغیر حیض منقطع ہے، یہ انقطاع بچپن، بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ہو سکتا ہے تو ایسے حالات میں تین قمری مہینے عدت کے طور پر گزارنے ہوں گے۔ اگر مہینوں کا شمار نہ ہو سکے تو 90 دن پورے کیے جائیں۔ اگر عورت کو ایام آتے ہوں تو تین حیض مکمل کرنا ہوں گے۔<sup>(۸)</sup> ایسی صورت حال کے

① صحیح البخاری، التفسیر، حدیث: 4908. ② صحیح مسلم، الطلاق، حدیث: 3659 (1471). ③ سنن النسائي،

الطلاق، حدیث: 3430. ④ سنن النسائي، الطلاق، حدیث: 3435. ⑤ الطلاق 1: 65. ⑥ الأحزاب 33: 49. ⑦ الطلاق

4: 65. ⑧ البقرة 2: 228.



پیش نظر تین ماہ یا نوے دن پورے کرنے کی ضرورت نہیں۔ ○ دورانِ عدت میں خاوند کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اسے بسانے اور آباد کرنے کی نیت ہو اسے روک کر مزید تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہو۔<sup>①</sup>

اس رجوع کے لیے کسی قسم کے کفارے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر عدت گزر جائے تو بھی نئے سرے سے نکاح کر کے اپنا گھر آباد کیا جاسکتا ہے۔<sup>②</sup> لیکن اس نکاح کے لیے عورت کی رضامندی، سرپرست کی اجازت، حق مہر کی تعیین اور گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، نیز رجوع کا حق پہلی اور دوسری طلاق کے بعد ہے۔ ○ اگر رجوع کا پروگرام نہ ہو تو عدت گزرنے کے بعد عورت خود بخود آزاد ہو جائے گی۔ اس کے لیے کسی مزید اقدام کی ضرورت نہیں ہے لیکن ایسے حالات میں اسے الزام تراشی یا بدتمیزی سے رخصت نہ کیا جائے بلکہ اس سلسلے میں اس کے جو حقوق ہیں انھیں فیاضی سے ادا کیا جائے۔ قرآن کریم نے ہدایت کی ہے کہ مطلقہ عورتوں کو بھی معروف طریقے سے کچھ دے کر رخصت کرو۔ ایسا کرنا اہل تقویٰ کے لیے ضروری ہے۔<sup>③</sup> ○ اگر تیسری طلاق بھی دے دی جائے تو رشتہ ازدواج ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جاتا ہے، تاہم عورت کے لیے عدت گزارنا ضروری ہے لیکن عام حالات میں اس سے رجوع نہیں ہو سکے گا۔ اب رجوع کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ عورت کسی سازش کے طور پر نہیں بلکہ آباد ہونے کی نیت سے آگے کسی اور آدمی سے نکاح کرے اور وہ خاوند اس سے ہم بستری کے بعد اسے اپنی مرضی سے طلاق دے یا فوت ہو جائے تو عدت طلاق یا عدت وفات گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔<sup>④</sup> ○ اگر عورت خاوند کی طرف سے بے اتفاقی کا شکار ہے اور وہ طلاق دے کر اسے فارغ بھی نہیں کرتا تو ایسی حالت میں عورت کو اختیار ہے کہ وہ بذریعہ عدالت اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے یا خود اس سے کوئی معاملہ طے کر کے طلاق حاصل کر لے، جیسا کہ خلع میں ہوتا ہے۔<sup>⑤</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف طلاق کے مسائل ہی بیان نہیں کیے بلکہ خلع، لعان اور ظہار کے متعلق بہت سی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک سواٹھارہ (118) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں چھبیس (26) معلق اور باقی بانوے (92) متصل سند سے بیان کی ہیں۔ ان میں بانوے (92) مکرر اور باقی چھبیس (26) خالص ہیں۔ مرفوع احادیث کے علاوہ آپ نے مختلف مسائل کے استنباط کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے نوے (90) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ ان احادیث و آثار پر آپ نے تریپن (53) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں جن سے ان کی فقہی بصیرت اور ناقدانہ نظر کا پتا چلتا ہے۔ آخر میں آپ نے عدت اور اس کی اقسام، پھر اس کے آداب، نیز مہر کے متعلق احکام و مسائل بھی بیان کیے ہیں۔ اللہ کی توفیق سے ہم نے امام بخاری رحمہ اللہ کے اختیار کیے ہوئے موقف کو

واضح کرنے کے لیے جا بجا نوٹ لکھے ہیں۔ اگر ان میں کوئی کام کی چیز ہے تو وہاں صرف اللہ کا فضل کا فرما ہے اور اگر کوئی غلط بات نوک قلم پر آگئی ہے تو وہ ہماری کم فہمی اور کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قیامت کے دن محدثین کی جماعت میں سے اٹھائے اور خدام حدیث کی فہرست میں شامل کرے۔ آمین یا رب العالمین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 68 - كِتَابُ الطَّلَاقِ

### طلاق سے متعلق احکام و مسائل

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ”اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے آغاز میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو“ کا بیان

(۱) [بَابُ] وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ [الطلاق: ۱]

أَحْصَيْنَاهُ کے معنی ہیں: ہم نے اس کو محفوظ کیا اور اسے شمار کیا۔

﴿أَحْصَيْنَاهُ﴾ [یس: ۱۲]: حَفِظْنَاهُ وَعَدَدْنَاهُ.

سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ حالت طہر میں، عورت سے ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے، پھر طلاق پر دو گواہ مقرر کرے۔

وَطَلَّاقُ السُّنَّةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جَمَاعٍ وَيُشْهَدُ شَاهِدَيْنِ.

وضاحت: بیوی کو طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب وہ ایام حیض سے فارغ ہو تو آغاز طہر ہی میں اور ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے دے، پھر پوری عدت گزر جانے دی جائے، عدت کے بعد عورت بائن ہو جائے گی۔ اس طرح طلاق دینے سے دو فائدے ہوتے ہیں: ایک تو عدت کے آخری وقت تک مرد کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے، دوسرے یہ کہ طلاق کے بعد بھی نئے سرے سے نکاح کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

[5251] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

۵۲۵۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ



”عبداللہ سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ پھر اسے اپنے نکاح میں باقی رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اسے حیض آئے، پھر اس سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے اور اگر چاہے تو ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے۔“

الْخَطَّابِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهَرُ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهَرُ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمْسَ، فِتْلِكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ».

[راجع: ۴۹۰۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اور مذکورہ حدیث سے طلاق کا مسنون طریقہ بتایا ہے کہ خاوند جس طہر میں طلاق دینا چاہے اس میں اپنی بیوی سے ملاپ نہ کرے، پھر ایک ہی بار کی طلاق کو کافی سمجھے اور پوری عدت گزر جانے دے۔ اس طرح عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ غیر مسنون طلاق کی صورتیں درج ذیل ہیں: ○ حالت حیض میں طلاق دی جائے۔ ○ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ملاپ کر چکا ہے۔ ○ بیک وقت تین طلاقیں دے۔ ○ ایک طہر میں ہی الگ الگ موقع پر تین طلاقیں دے۔ ان میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ طریقہ طلاق حرام ہے۔ خاوند اس سے گناہ گار ہوگا، تاہم طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ خاوند نے معصیت اور حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ② واضح رہے کہ طلاق اور رجوع میں گواہ بنانے کا بھی حکم ہے اگرچہ رجوع اور طلاق کے لیے گواہی اس طرح شرط نہیں ہے کہ اس کے بغیر رجوع اور طلاق غیر مؤثر ہوتے ہیں بلکہ گواہ بنانے کا حکم برکتی احتیاط ہے تاکہ بعد میں کوئی فریق کسی واقعے کا انکار نہ کرے اور جھگڑا اور اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں باسانی فیصلہ ہو سکے، نیز شکوک و شبہات کا دروازہ بھی بند ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

(۲) بَابُ: إِذَا طَلَّقَ الْحَائِضُ تَعْتَدُ بِذَلِكَ

الطَّلَاقِ

باب: 2- جب حائضہ کو طلاق دے دی جائے تو یہ

طلاق بھی شمار ہوگی

[5252] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”اسے چاہیے کہ رجوع کرے۔“ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اس طلاق کو شمار کیا جائے گا؟ انھوں نے جواب دیا اور کیا ہوگا؟

۵۲۵۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «لِيُرَاجِعْهَا»، قُلْتُ: تُحْتَسَبُ؟ قَالَ: فَمَهْ؟ [راجع: ۴۹۰۸]

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ

قنادہ نے یونس بن جبیر کے ذریعے سے حضرت ابن عمر

عُمَرَ قَالَ: «مُرُهُ فَلْيُرَاجِعَهَا»، قُلْتُ: تُحْتَسِبُ؟  
 قَالَ: «أَرَأَيْتَهُ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحَمَقَ؟»  
 ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے حکم دو کہ رجوع کرے۔“ میں نے پوچھا: کیا یہ طلاق شمار کی جائے گی؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا تو کیا سمجھتا ہے اگر عبداللہ عاجز ہو جائے اور حماقت کا مرتکب ہو تو کیا طلاق واقع نہ ہوگی؟

۵۲۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيْقِهِ.  
 [۵۲۵۳] حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ طلاق مجھ پر شمار کی گئی۔  
 [راجع: ۴۹۰۸]

☀ فائدہ: دوران حیض میں دی گئی طلاق کے متعلق اختلاف ہے کہ نافذ ہوگی یا نہیں؟ جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ اس انداز سے طلاق دینا اگرچہ خلاف سنت ہے، تاہم طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس کچھ حضرات کا خیال ہے کہ دوران حیض میں دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوگی کیونکہ یہ طلاق خلاف سنت ہے اور خلاف سنت کام مردود ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف جمہور اہل علم کے مطابق ہے کہ دوران حیض میں دی گئی طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں: ○ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خود کہتے ہیں کہ طلاق مجھ پر شمار کر لی گئی تھی جیسا کہ درج بالا قول میں صراحت ہے۔ ○ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کا حکم دیا اور رجوع ہمیشہ طلاق کے بعد ہوتا ہے اور اس رجوع کو لغوی قرار دینا سخن سازی اور سب زوری ہے۔ ○ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے جو طلاق دی ہے وہ ایک ہے۔“ ○ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ طلاق جو اس نے دی ہے اسے شمار کیا جائے گا۔“ ○ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ ○ ائمہ حدیث نے اس حدیث میں اس اضافے کو ”منکر“ قرار دیا ہے۔ ○ صحیح ہونے کی صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقہ کار کو درست خیال نہ فرمایا۔ واللہ اعلم۔

(۳) بَابُ مَنْ طَلَّقَ، وَهَلْ يَوَاجِبُهُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالطَّلَاقِ؟

باب: 3- جس نے عورت کو طلاق دی اور کیا طلاق دیتے وقت بیوی سے مخاطب ہونا ضروری ہے؟

🕌 وضاحت: اس عنوان کے دو اجزاء ہیں: ○ کیا نکاح کے بعد طلاق دینا جائز بھی ہے؟ ○ کیا طلاق کے لیے بیوی کا ہونا ضروری ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے ہر دو اجزاء کو درج ذیل احادیث سے ثابت کیا ہے۔

1 سنن الدار قطنی: 9/4، 2 السنن الکبریٰ للبیہقی: 236/7، 3 سنن أبی داود، الطلاق، حدیث: 2185، 4 فتح الباری:

[5254] حضرت اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے دریافت کیا: نبی ﷺ کی وہ کون سی بیوی تھی جس نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی؟ تو انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت عروہ نے بتایا، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ دختر جون کو جب رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا اور آپ ﷺ اس کے قریب گئے تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”تو نے بڑی عظیم ذات کے ذریعے سے پناہ مانگی ہے، لہذا تو اپنے اہل خانہ کے ہاں چلی جا۔“

ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا: اس حدیث کو حجاج بن ابی یوسف نے اپنے دادا سے، انھوں نے امام زہری سے اور انھوں نے عروہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

🌞 نو اند مسائل: ① اس حدیث سے عنوان کے ہر دو اجزاء ثابت ہوئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس بیوی سے فرمایا: ”تم اپنے میکے چلی جاؤ“ اس سے مراد طلاق تھی۔ معلوم ہوا کہ نکاح کے بعد طلاق دینا جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحیت نہیں ہے۔ ② اسی طرح آپ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا، اس سے عنوان کا دوسرا جز ثابت ہوا۔ لیکن بہتر ہے کہ طلاق دیتے وقت بیوی کو منہ در منہ نہ کہے۔ اس میں آسانی بھی ہے اور بیوی کے ساتھ نرمی کرنا بھی ہے۔ ہاں، اگر ضرورت ہو تو بیوی کے سامنے بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ بہر حال اس معاملے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ طلاق دینا خاوند کا اپنا اختیار ہے، وہ اپنا اختیار جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔

[5255] حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے۔ چلتے چلتے ہم ایسے باغ میں پہنچ گئے جسے شوط کہا جاتا تھا۔ ہم اس کے درو دیوار کے درمیان جا کر بیٹھ گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ یہاں بیٹھ جاؤ۔“ اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ وہاں جو نیہ لائی گئی تھی۔ اسے ایک گھر میں بٹھایا گیا جو کھجوروں کے جھنڈ میں تھا اور وہ امیرہ بنت نعمان بن شراحیل کا تھا۔

۵۲۵۴ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: أَيُّ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ؟ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ، فَقَالَ لَهَا: «لَقَدْ عَذَّبَ بِعَظِيمٍ، الْحَقِيقِي بِأَهْلِكَ».

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَسِينٍ عَنْ جَدِّهِ، عَنِ الزُّهْرِيَّ: أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ.

۵۲۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ غَسِيلٍ عَنْ حَمْرَةَ بِنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى انْطَلَقْنَا إِلَى حَائِطٍ يُقَالُ لَهُ: الشُّوْطُ، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى حَائِطَيْنِ فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اجْلِسُوا هَاهُنَا» وَدَخَلَ، وَقَدْ أُتِيَ بِالْجَوْنِيَّةِ، فَأَنْزَلَتْ فِي بَيْتٍ فِي نَحْلِ فِي بَيْتٍ



اس کے ساتھ دیکھ بھال کے لیے ایک دایہ بھی تھی۔ جب نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا: ”تو اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے۔“ اس نے جواب دیا: کیا کوئی شہزادی اپنے آپ کو ایک عام آدمی کے حوالے کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے سر پر رکھا تاکہ اسے سکون حاصل ہو۔ اس نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو نے ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے جس کے ذریعے سے پناہ مانگی جاتی ہے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا: ”اے ابواسید! اسے دو رازقیہ کپڑے پہنا کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔“

[5257, 5256] حضرت سہل بن سعد اور ابواسید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا تھا، پھر جب وہ آپ کے پاس لائی گئی تو آپ نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا جسے اس نے ناپسند کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کو سامان دے کر تیار کرے اور اسے دو رازقیہ کپڑے پہننے کے لیے دے دے۔“

حضرت عباس بن سہل بن سعد سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔

أُمَيْمَةُ بِنْتُ التَّعْمَانِ بْنِ شَرَّاحِيلَ وَمَعَهَا ذَايُتُهَا حَاضِنَةٌ لَهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: «هَبِي نَفْسِكَ لِي»، قَالَتْ: وَهَلْ تَهَبُ الْمَلَائِكَةُ نَفْسَهَا لِلشُّوْقَةِ؟ قَالَ: فَأَهْوَى يَدَهُ بِيَدِهِ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ، فَقَالَتْ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ، فَقَالَ: «قَدْ عُدْتُ بِمَعَاذِي»، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ: «يَا أَبَا أُسَيْدٍ، احْمِسْهَا رَازِقِيَيْنِ، وَالْحِفْهَا بِأَهْلِهَا». [انظر: ٥٢٥٧]

٥٢٥٦، ٥٢٥٧ - وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّسَابُورِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ وَأَبِي أُسَيْدٍ قَالَا: تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ أُمَيْمَةَ بِنْتُ شَرَّاحِيلَ، فَلَمَّا أُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهُ إِلَيْهَا، فَكَأَنَّهَا كَرِهَتْ ذَلِكَ، فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ أَنْ يُجَهِّزَهَا وَيَكْسُوَهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَيْنِ. [راجع: ٥٢٥٥]

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ حَمْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ بِهِذَا. [انظر: ٥٦٣٧]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا ”بنت جون“ سے باضابطہ نکاح ہوا تھا لیکن خلوت کے وقت اسے شیطان نے ورغلا یا تو اس نے آپ کے حق میں گستاخی کا ارتکاب کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی کیفیت اور رویہ دیکھ کر کنائے سے طلاق دے دی اور عزت و آبرو کے ساتھ اسے رخصت کر دیا۔ ② اس سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان کے ہر دو اجزاء کو ثابت کیا ہے کہ نکاح

کے بعد طلاق دینا جائز ہے، خواہ وہ طلاق اشارے کنائے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، پھر طلاق منہ در منہ بھی دی جاسکتی ہے اور بیوی کو مخاطب کیے بغیر بھی اس سے علیحدگی اختیار کی جاسکتی ہے۔ (۳) روایات میں ہے کہ وہ عورت زندگی بھر نام نہی اور کہتی رہی کہ میں انتہائی بد بخت ہوں۔ افسوس کہ دشمنان اسلام نے اس واقعے کو بہت اچھالا ہے، حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف عقل ہو۔ واللہ المستعان۔ (۴) حضرت سہل کی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کیا ہے، اسے ایک نظر ملاحظہ کر لیا جائے۔<sup>(۱)</sup>

[5258] ابو غلاب یونس بن جبیر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی: ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب وہ بحالت حیض تھی؟ انھوں نے کہا: تم ابن عمر کو جانتے ہو؟ ابن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ بیوی سے رجوع کرے۔ پھر جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس وقت اگر وہ چاہے تو طلاق وے دے۔ سائل نے پوچھا: کیا آپ رضی اللہ عنہما نے اسے طلاق شمار کیا تھا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر کوئی عاجز رہے اور حماقت کا ثبوت دے تو اس کا کیا علاج ہے؟

۵۲۵۸ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي غَلَابِ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ؟ فَقَالَ: أَتَعْرِفُ ابْنَ عُمَرَ؟ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَأَتَى عُمَرَ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَإِذَا طَهَّرَتْ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقَهَا، قُلْتُ: فَهَلْ عَدَّ ذَلِكَ طَلَاقًا؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحَمَقَ؟ [راجع: ۴۹۰۸]

🌞 فوائد و مسائل: (۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری ایک بیوی سے مجھے بہت محبت تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ انھوں نے مجھے طلاق دینے کا حکم دیا لیکن میں نے آپ کا کہا نہ مانا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میرے متعلق آپ سے عرض کیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے فرمایا: ”اپنے باپ کا کہا مانو۔“ چنانچہ میں نے اسے طلاق دے دی۔ (۲) ممکن ہے کہ یہ وہی عورت ہو جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بحالت حیض طلاق دی تھی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس کے متعلق مسئلہ دریافت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ (۳) بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت کیا ہے کہ نکاح کے بعد طلاق دی جاسکتی ہے اور طلاق کے لیے بیوی کو مخاطب کرنا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم۔

① صحیح البخاری، الأشربة، حدیث: 5637. ② مسند أحمد: 20/2. ③ فتح الباری: 448/9.

## (۴) بَابُ مَنْ جَوَّزَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ

## باب: 4- جس نے تین طلاقیں دینا جائز قرار دیا

لَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكُهُ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحُ بِالْحَسَنِ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”طلاق دوبار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح اسے اپنے پاس رکھا جائے یا بھلے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے۔“

وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فِي مَرِيضٍ طَلَّقَ: لَا أَرَى أَنْ تَرْتِ مَبْتُونَةٌ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: تَرْتُهُ. وَقَالَ ابْنُ شُبْرَمَةَ: تَزَوُّجٌ إِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ؟ فَرَجَعَ عَنْ ذَلِكَ.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کسی بیمار شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی تو وہ اس کی وارث نہیں ہوگی۔ امام شعی نے کہا کہ وہ وارث ہوگی۔ حضرت ابن شبرمہ نے (امام شعی سے) کہا: کیا وہ عورت عدت گزرنے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ ابن شبرمہ نے کہا: اگر اس کا دوسرا خاوند بھی مر جائے تو (کیا وہ دونوں کی وارث ہوگی؟) اس پر امام شعی نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے ذریعے سے ان حضرات کی تردید کی ہے جن کا موقف ہے کہ تین طلاقیں دینا جائز نہیں ہے، پھر جو حضرات اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں ان کے متعلق دو احتمال ہیں: وہ بینونت کبریٰ کو مکروہ خیال کرتے ہیں، یعنی تینوں طلاقیں دے کر ایسی علیحدگی نہ ہو کہ دوبارہ آپس میں اکٹھے نہ ہو سکتے ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو بدنی سزا دیتے تھے جو اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دیتا تھا قطع نظر اس کے کہ یہ طلاقیں وقفہ وقفہ سے دی جائیں یا یکبار ہی دے ڈالی جائیں۔ اگر کوئی یکبار تین طلاقیں دیتا ہے تو ایک طلاق بھی شمار نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے متعلق اظہار ناراضی فرمایا تھا۔ کچھ اہل ظاہر اور شیعہ حضرات کا یہی موقف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان حضرات کی تردید کی ہے جو تین طلاقیں دینے کو مکروہ خیال کرتے ہیں، خواہ متفرق طور پر ہوں یا یکبار دی گئی ہوں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں آیت کریمہ کا حوالہ دیا ہے کہ تینوں طلاقیں دی جاسکتی ہیں خواہ متفرق ہوں یا یکبار۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کے مطابق دو طلاقوں کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ اگر دو طلاقیں جمع ہو سکتی ہیں تو تین اکٹھی بھی دی جاسکتی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو بات لکھی ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے: ”ایک شخص نے مرض موت میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دی، یعنی تین طلاقیں دے دیں تاکہ وہ اس کی وارث نہ ہو۔ وہ ابھی زندہ تھا کہ عدت پوری ہوگئی۔ امام شعی نے کہا کہ عدت پوری ہونے کے بعد بھی وہ اس کی وارث ہوگی۔ ابن شبرمہ



نے اس پر ایک استحالہ پیش کیا کہ عدت گزرنے کے بعد کیا وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟ امام فہمی نے جواب دیا کہ ہاں کر سکتی ہے۔ ابن شبرمہ نے کہا: اگر دوسرا خاندان فوت ہو جائے تو وہ اس کی بھی وارث ہوگی؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہی حالت میں دو شوہروں کی وارث ہوگی، حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سن کر امام فہمی نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام فہمی اور ابن شبرمہ کے مکالمے سے ثابت کیا ہے کہ تینوں طلاقیں دی جاسکتی ہیں۔ اگر متفرق ہیں تو اس سے بینونت کبریٰ واقع ہوگی اور اگر یکبار ہیں تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ ایک ہی ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے قطعاً یہ بات ثابت نہیں کی کہ یکبار تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ آیت کریمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے متفرق طور پر طلاق دینا ثابت ہوتا ہے کیونکہ لفظ ”مرتات“ مرۃ کا متثنیہ ہے جس کے معنی ہیں ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ، یعنی وقفے کے ساتھ۔ یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اکٹھی دو طلاقیں دی جائیں جیسا کہ ایک آیت میں ہے: ”اے ایمان والو! تمہارے غلاموں اور ان لڑکوں پر جو ابھی حد بلوغ کو نہ پہنچے ہوں لازم ہے کہ تین بار اجازت لے کر گھروں میں داخل ہوا کریں۔“ (۱) اس آیت کریمہ میں لفظ ”مرتات“، مرۃ کی جمع ہے جس کے معنی ”تین دفعہ“ ہیں جو وقفے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کی گئی آیت میں بھی وقفے کے ساتھ طلاقیں دینا مراد ہے نہ کہ اکٹھی یکبار طلاقیں دینا۔ یکبارگی تین طلاقیں دینے کی حیثیت ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بإذن اللہ تعالیٰ۔

[5259] حضرت سہل بن سعد ساعدی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عویمر عجلانی رحمہ اللہ، حضرت عاصم بن عدی انصاری رحمہ اللہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے عاصم! تمہارا کیا خیال ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو کیا وہ اسے قتل کر سکتا ہے، اس صورت میں تم اس (شوہر) کو بھی قتل کر دو گے یا پھر وہ (شوہر) کیا کرے؟ اے عاصم! میرے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر بتاؤ، چنانچہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے جب یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سوالات کو ناپسند فرمایا اور انھیں معیوب قرار دیا حتیٰ کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ پر یہ بات بہت گراں گزری، جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ جب حضرت عاصم رحمہ اللہ اپنے گھر آئے تو حضرت عویمر رحمہ اللہ نے آکر ان سے پوچھا: اے عاصم! رسول اللہ ﷺ نے آپ

۵۲۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُؤَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيْقَتْلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَسَأَلَ عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَ عُؤَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ عَاصِمٌ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ

الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللَّهِ لَا أَنتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَبَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَادْهَبْ فَأْتِ بِهَا». قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا فَرَعَا قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمْسَكْتُهَا، فَطَلَقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

سے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے تو مجھے آفت میں ڈال دیا ہے کیونکہ جو سوال تم نے پوچھا وہ رسول اللہ ﷺ کو بہت ناگوار گزرا۔ حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھے بغیر نہیں رہوں گا، چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت آپ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو پائے تو آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ اسے قتل کر دے؟ اس صورت میں آپ لوگ اسے بھی قتل کر دیں گے یا پھر اسے کیا کرنا چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں وحی نازل فرمائی ہے، اس لیے تم جاؤ اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لاؤ۔“ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر دونوں میاں بیوی نے لعان کیا، میں اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اگر (اب بھی) میں اسے اپنے پاس رکھوں تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) میں نے اس پر جھوٹ بولا تھا، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قبل ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ يَلُكُ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ. [راجع: ۴۲۳]

ابن شہاب نے کہا: پھر لعان کرنے والوں کے لیے یہی طریقہ جاری ہو گیا۔

🌟 فوائد و مسائل: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں دی جاسکتی ہیں، لیکن کیا تینوں نافذ ہوں گی یا ایک؟ اس حدیث سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ہمارے رجحان کے مطابق حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ نے جذبات میں یہ کام کر ڈالا۔ شاید انھیں معلوم نہ تھا کہ خود لعان کرنے سے ہی خاندانِ بیوی کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اس وجہ سے انکار نہیں کیا کہ لعان کرنے سے وہ عورت اس کی بیوی نہیں رہتی، لہذا تین طلاقیں کیا اگر وہ ہزار طلاق بھی

دے دے تو بھی بے سود اور بے کار ہیں ہاں، اگر لعان نہ ہوتا تو آپ اس کا ضرور انکار کرتے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو آپ بہت ناراض ہوئے اور آپ نے غصے ہو کر فرمایا: ”میری موجودگی میں تم لوگوں نے اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا ہے۔“ آپ کی برہی کو دیکھ کر ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں میں اسے قتل کر دوں۔<sup>(۱)</sup> جو حضرات اس حدیث سے یہ مسئلہ کشید کرتے ہیں کہ ایک ہی بار اکٹھی طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں ان کا یہ موقف انتہائی محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

[5260] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہا کی بیوی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! رفاعہ رضی اللہ عنہا نے مجھے طلاق دی ہے، وہ بھی ایسی جس سے ہمارے تعلقات ختم ہو گئے ہیں۔ میں نے اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا ہے۔ اس کے پاس تو کپڑے کے پھندے کی طرح ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شاید تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو؟ لیکن اب تو اس کے پاس نہیں جاسکتی تا آنکہ وہ تیرا مزنا نہ چکھ لے اور تو اس سے لطف اندوز نہ ہو جائے۔“

۵۲۶۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ امْرَأَةً رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ الزُّبَيْرِ الْقُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَعَلَّكَ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكَ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ». [راجع: ۲۶۳۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① فَبَتَّ طَلَاقِي کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے طلاق کے ذریعے سے میرے ساتھ کھل طور پر تعلق قطع کر دیا ہے۔ اس سے بعض حضرات نے اخذ کیا ہے کہ اس نے مجھے یکبار تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں لیکن یہ مفہوم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے خلاف ہے۔ ② امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ تینوں طلاقیں دینا جائز ہیں اور بَيْنُونَتِ کُبْرٰی میں کوئی قباحہ نہیں جیسا کہ تیسری طلاق کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسے وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں اور یہ آخری طلاق تھی جس کے ذریعے سے ان کے تعلقات ختم ہو چکے تھے، چنانچہ ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔ اس عورت نے کہا: اس نے مجھے تینوں طلاقوں میں سے آخری طلاق بھی دے ڈالی ہے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ آیت سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیوی کو وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں۔ ④



[5261] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس کی بیوی نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔ دوسرے خاوند نے بھی اسے طلاق دے دی۔ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا پہلے شوہر کے لیے اب یہ عورت حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس سے لطف اندوز ہو جیسا کہ پہلا شوہر ہوا تھا۔“

۵۲۶۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَةً ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: «لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسْبَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْأَوَّلُ». [راجع: ۲۶۳۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں، بلکہ متبادر یہی ہے کہ اس نے وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ یکبارگی تین طلاقیں دینے سے تو صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ آئندہ ثابت ہوگا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں جن سے بیہونت کبریٰ عمل میں آتی ہے، ان میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ایک طلاق دے کر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اپنی عدت پوری کرے، تاہم وقفے وقفے سے طلاق کا نصاب پورا کیا جاسکتا ہے۔

### ”تین طلاقیں کا مسئلہ“

مسئلہ طلاق انتہائی نزاکت کا حامل ہے لیکن ہم اس سلسلے میں بہت غفلت کا شکار ہیں۔ جب بھی گھر میں کوئی ناچاقی سنگین صورت حال اختیار کرتی ہے تو ہم غصے میں آکر فوراً طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیتے ہیں یا طلاق حلالہ ایک ہی کاغذ پر لکھ کر اسے اپنے آپ پر حرام کر لیتے ہیں، پھر جب ہوش آتا ہے تو در کی خاک چھاننا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ اہل علم کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تینوں ہی نافذ ہو جاتی ہیں اور ہمیشہ کے لیے طلاق دینے والے کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے، پھر اس بیوی کو اس کے لیے حلال کرنے کی خاطر نیک اخلاق، حیا سوز، بدنام زمانہ حلالہ کا مشورہ دیا جاتا ہے، جو نہ صرف بے شری اور بے حیائی ہے بلکہ مخالفین اسلام کو اس قسم کی ایمان شکن حرکات کی آڑ میں اسلام پر حملہ آور ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اگر سوچا جائے تو حلالہ تو طلاق دینے والے کا ہونا چاہیے تھا جس نے یہ حرکت کی ہے لیکن ہمارے ہاں عورت کو تنہا مشق بنایا جاتا ہے اور اس کی عصمت و عزت کو داغدار کیا جاتا ہے، جبکہ حدیث میں حلالہ کرنے اور جس کے لیے حلالہ کیا جاتا ہے دونوں کو ملعون کہا گیا ہے۔<sup>۱</sup> اور رسول اللہ ﷺ نے حلالہ نکالنے والے کو کرائے کا ساغڈ کہا ہے۔<sup>۲</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ ایسے حلالہ کرنے والے اور نکلوانے والے دونوں کو زنا کی سزا دی جائے گی۔<sup>۳</sup> بعض اوقات یہ بے بس لیکن غیرت مند عورت اس

① سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2076. ② سنن ابن ماجہ، النکاح، حدیث: 1936. ③ السنن الکبریٰ للبیہقی:

قلم وزیادتی کا طلاق دینے والے اور اپنے رشتے داروں سے یوں انتقام لیتی ہے کہ رات ہی رات وہ حلالہ کرنے والے سے سیٹ ہوگئی اور اس نے جوڑے نے عہد و پیمان کر لیا اور اپنے نکاح کو پائیدار کر لیا۔ اس طرح حلالہ نگوانے والے کی سب امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ایسے واقعات آئے دن اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تیرکمان سے نکل جاتا ہے اور ٹھکانے پر بیٹھ جاتا ہے۔ کتاب و سنت کے مطابق ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق شمار ہوتی ہے بشرطیکہ طلاق دینے کا پہلا یا دوسرا موقع ہو، اب دورانِ عدت میں خاوند کو بلا تجدید نکاح رجوع کا حق ہے اور عدت گزارنے کے بعد بھی نئے نکاح سے رجوع ہو سکتا ہے۔ اس نے نکاح کی چار شرائط حسب ذیل ہیں: ۱ عورت کے سر پرست اس کی اجازت دیں۔ ۲ عورت بھی طلاق دینے والے کے ہاں رہنے پر آمادہ ہو۔ ۳ حق مہر بھی نئے سرے سے مقرر کیا جائے۔ ۴ گواہ بھی موجود ہوں۔ اگرچہ اس انداز سے طلاق دینا اسلام میں انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں، آپ کو جب اس بات کا علم ہوا تو غصے کی وجہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”تم نے میری زندگی میں اللہ کے احکام سے کھیلنا شروع کر دیا ہے۔“ آپ کی ناراضی کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اسے قتل کر دوں۔<sup>۱</sup> اس انداز سے دی ہوئی طلاق کے رجعی ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں: ۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالہ دور حکومت میں ایک مجلس کی تین طلاقیں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس گنجائش سے غلط فائدہ اٹھانا شروع کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تادیبی طور پر تین طلاقیں نافذ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔<sup>۲</sup> واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام تعزیری تھا کیونکہ آپ عمر کے آخری حصے میں اپنے اس فیصلے پر اظہارِ افسوس فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حافظ ابن قیم نے محدث ابوبکر اسماعیلی کی تصنیف، مسند عمر، کے حوالے سے لکھا ہے۔<sup>۳</sup>

۲ حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد انھیں اپنی بیوی کے فراق میں انتہائی افسوس ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب معاملہ پہنچا تو آپ نے انھیں بلایا اور دریافت فرمایا: ”طلاق کیسے دی تھی؟“ انھوں نے کہا: ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو ایک رجعی طلاق ہے اگر چاہو تو رجوع کر لو۔“ چنانچہ انھوں نے رجوع کر کے دوبارہ اپنا گھر آباد کر لیا۔<sup>۴</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مسئلہ طلاق ثلاثہ کے متعلق ایک فیصلہ کن نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے جس کی اور کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔<sup>۵</sup> قرآن و حدیث کا یہی فیصلہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہے، اس کے علاوہ ہمارے ہاں رائج الوقت عائلی قوانین اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی یہ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ واللہ المستعان۔ واضح رہے کہ ہمارے ہاں ایک مجلس کی تین طلاقیں کو تین ہی شمار کرنے پر اجماع کا دعویٰ کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔ علمی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ تطلیق ثلاثہ کے متعلق مندرجہ ذیل چار

① سنن النسائي، الطلاق، حدیث: 3430. ② صحيح مسلم، الطلاق، حدیث: 3673 (1472). ③ إغاثة اللهفان:

336/1. ④ مسند أحمد: 265/1. ⑤ فتح الباري: 450/9.

قسم کے گروہ پائے جاتے ہیں: ○ پہلا گروہ سنت نبوی کو ہر زمانے میں معمول بہ جانتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو ہنگامی اور تعزیری خیال کرتا ہے۔ ان کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی شمار ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے۔ ○ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ واقعی دائمی ہے۔ ان کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تینوں ہی نافذ العمل ہیں۔ پھر ان کی طرف سے بدنام زمانہ حلالہ کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ ○ تیسرے گروہ کے نزدیک اس انداز سے دی ہوئی تین طلاقیں فضول اور خلاف سنت ہیں، لہذا ایک بھی واقع نہیں ہوگی۔ ان کے ہاں ایسا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت رد کے قابل ہوتی ہے۔ ○ کچھ قلیل تعداد میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک ایک غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوگی اور اگر مدخولہ کو دی جائیں تو تینوں نافذ ہوں گی۔ غور فرمائیں کہ جس مسئلے میں اتنا اختلاف ہو کہ اس میں چار گروہ پائے جائیں اسے کس طرح اجماعی قرار دیا جاسکتا ہے! ہمارے رجحان کے مطابق ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا دور جاہلیت کی یادگار ہے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پھر لوٹ آئی ہے۔ اس کا دروازہ سختی سے بند کرنا چاہیے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے بدنی سزا ہونی چاہیے تاکہ حلالے جیسے گندے اور بدترین اقدام کی حوصلہ شکنی ہو۔ واللہ اعلم۔

#### (۵) بَابُ مَنْ خَيَّرَ أَزْوَاجَهُ

#### باب: 5- جس نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیں اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں دنیا کا متاع دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں۔“

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿قُلْ لَا تَزْنِيكَ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْكُمْ أُمِّيْعَكُمْ وَأَسْرِعَكُمْ سَرَاعًا جَمِيلًا﴾ [الاحزاب: ۲۸]

وضاحت: خاوند اگر اپنی بیوی کو طلاق یا عدم طلاق کا اختیار دیتا ہے تو محض اختیار دینے سے طلاق شمار نہیں ہوگی، ہاں، عورت اگر اپنی ذات کو اختیار کرتی ہے تو طلاق ہو جائے گی۔

[5262] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کیا، اس اختیار دینے کو کچھ بھی شمار نہ کیا گیا۔

۵۲۶۲ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَيَّرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْتَرْنَا اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذَلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا. [انظر: ۵۲۶۳]

[5263] حضرت مسروق سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تنجیر کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تھا۔ کیا

۵۲۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْخِيَرَةِ فَقَالَتْ: خَيَّرَنَا النَّبِيُّ



ﷺ، أَفَكَانَ طَلَقًا؟ قَالَ مَسْرُوقٌ: لَا أَبَالِي، أَخَيْرُهَا وَاحِدَةٌ أَوْ مِائَةٌ بَعْدَ أَنْ تَخْتَارَنِي. محض یہ اختیار طلاق بن جاتا؟ حضرت مسروق نے کہا: اگر اختیار کے بعد عورت میرا انتخاب کرے تو مجھے کوئی پروا نہیں چاہے میں ایک مرتبہ اختیار دوں یا سو مرتبہ۔ [راجع: ۵۲۶۲]

فوائد ومسائل: ① جب بیوی خاوند کو اختیار کرے تو محض اختیار دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہاں، اگر وہ خود کو اختیار کرے تو طلاق ہو جائے گی۔ اس پر تقریباً تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صرف اختیار دینے سے طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، خواہ وہ خاوند کو اختیار کرے۔<sup>①</sup> لیکن مذکورہ احادیث اس موقف کی تردید کرتی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وضاحت کرنے کے بعد اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔<sup>②</sup>

(۶) بَابُ: إِذَا قَالَ: فَارْتُكِّ، أَوْ سَرَحْتَكَ، أَوْ الْخَلِيَّةَ، أَوْ النَّبْرِيَّةَ، أَوْ مَا شِئْنِي بِهِ الطَّلَاقُ فَهُوَ عَلَى نَبِيِّهِ

باب: 6- جب کسی نے (اپنی بیوی سے) کہا: میں نے تجھے جدا کر دیا، میں نے تجھے رخصت کر دیا، یا کہا: تو رہائشہ ہے یا الگ ہے، یا ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق مراد لی جاسکتی ہو تو وہ اس کی نیت پر موقوف ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تم انھیں خوش اخلاقی کے ساتھ رخصت کرو۔“ نیز فرمایا: ”میں تمھیں اچھی طرح چھوڑ دیتا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے: ”طلاق کے بعد یا تو اسے قاعدے کے مطابق رکھ لینا ہے یا خوش اخلاقی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“ اور فرمایا: ”یا انھیں اچھے انداز سے جدا کر دو۔“

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَسَرَّحُوهُمْ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [الأحزاب: ۴۹] وَقَالَ: ﴿وَأَسْرَحَكَ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [۲۸] وَقَالَ تَعَالَى: ﴿فَأَمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِحْ بِإِحْسَنٍ﴾ [البقرة: ۲۲۹] وَقَالَ: ﴿أَوْ فَارِقُوهُمْ بِمَعْرُوفٍ﴾ [الطلاق: ۲].

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین مجھے فراق کا مشورہ نہیں دے سکتے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَدْ عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا بِأَمْرَانِي بِفِرَاقِهِ.

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں ایسے الفاظ ذکر کیے ہیں جو طلاق کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں، مثلاً: خاوند اپنی بیوی سے کہتا ہے: ”فَارْتُكِّ“ یا ”سَرَحْتَكَ“ پھر انھوں نے ان کے مطابق ایسی آیات ذکر کی ہیں جن میں یہ الفاظ طلاق کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ لفظ فراق بھی طلاق کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے فراق کا مشورہ ہرگز نہیں دیں گے۔<sup>③</sup> اسی طرح لفظ خَلِيَّةٌ اور نَبْرِيَّةٌ ہے۔ اگر

① جامع الترمذی، الطلاق واللعان، حدیث: 1179، 2 فتح الباری: 457/9، ② صحیح البخاری، التفسیر، حدیث: 4785.

ان میں طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی، بصورت دیگر کوئی چیز واقع نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ صریح الفاظ میں نیت کو نہیں دیکھا جاتا، البتہ اشارے اور کنائے کے الفاظ استعمال کرنے میں معاملہ خاوند کی نیت پر موقوف ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس سلسلے میں لفظ صریح صرف ”طلاق یا اس کا اشتقاق“ ہے۔ اس کے علاوہ جتنے الفاظ ہیں جن میں فراق اور علیحدگی کے معنی پائے جاتے ہیں وہ غیر صریح ہیں، ان میں خاوند کی نیت کو دیکھا جائے گا۔ اگر کوئی شخص طلاق کے متعلق بھی نہیں جانتا کہ یہ لفظ بیوی سے علیحدگی کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کی بھی نیت کو دیکھا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا: مجھے کسی چیز سے تشبیہ دو تو اس نے کہا: تو ہرنی ہے۔ اس نے کہا: نہیں کسی اور چیز سے تشبیہ دو تو خاوند نے کہا: تو کبوتروں کی طرح ہے۔ عورت نے کہا: میں اس وقت راضی ہوں گی جب تو مجھے یہ الفاظ کہے گا: أَنْتِ خَلِيَّةٌ طَالِيٍّ ”تو ایسی اونٹنی ہے جو رہائی پانے والی آزاد ہے۔“ خاوند نے یہ لفظ کہے تو وہ خوش ہو گئی کہ مجھے طلاق مل گئی ہے۔ آدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اپنا ماجرایان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ تیری بیوی ہے اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ۔<sup>①</sup>

باب: 7- جس نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے

(۷) بَابُ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ

امام حسن بصری نے کہا: اس صورت میں فتویٰ اس کی نیت پر ہوگا۔ دیگر اہل علم نے کہا ہے کہ جب کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ انھوں نے بیوی کو طلاق اور فراق کے باعث حرام کیا ہے۔ یہ اس شخص کی طرح نہیں جو خود پر کھانا حرام کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حلال کھانے کو حرام نہیں کہہ سکتے جبکہ طلاق والی عورت کو حرام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ ثلاثہ کے متعلق فرمایا ہے: ”وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔“

وَقَالَ الْحَسَنُ: نَيْتُهُ، وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ: إِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْهِ، فَسَمَوْهُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ، وَلَيْسَ هَذَا كَالَّذِي يُحَرِّمُ الطَّعَامَ لِأَنَّهُ لَا يُقَالُ لِلطَّعَامِ الْحِلُّ: حَرَامٌ، وَيُقَالُ لِلْمُطَلَّقَةِ: حَرَامٌ. وَقَالَ فِي الطَّلَاقِ ثَلَاثًا: لَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کا جواب ذکر نہیں کیا، یعنی بیوی کو خود پر حرام کہنے کی وجہ سے طلاق ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اس سلسلے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔ ہمارے نزدیک رائج بات یہ ہے کہ عورت کو خود پر حرام کر لینے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ قسم ہے اور اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے۔

[5264] حضرت نافع سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب ایسے شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو وہ کہتے: اگر تو ایک بار یا دو بار طلاق دیتا تو رجوع کر سکتا تھا کیونکہ نبی ﷺ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ لیکن جب تو نے تین طلاقیں دے دیں تو وہ عورت اب تجھ پر حرام ہوگئی حتیٰ کہ وہ تیرے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے۔

۵۲۶۴ - وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَالَ: لَوْ طَلَّقَتْ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهِذَا، فَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا حَرُمْتُ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْجَحَ زَوْجًا غَيْرَكَ. [راجع: ۴۹۰۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں اہل علم کا قول ذکر کیا تھا کہ بیوی کا حرام ہونا اور کھانے کا حرام ہونا دو الگ الگ مسئلے ہیں۔ کھانے کو حرام کہنا تحریم مباح کی قسم ہے جس کی اجازت نہیں ہے لیکن بیوی کو طلاق کی وجہ سے حرام کہا جاسکتا ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کسی نے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ حرام ہو جائے گی، یعنی اس حدیث میں بیوی پر حرام کا لفظ بولا گیا ہے۔ بہر حال تحریم حلال اپنے اطلاق پر نہیں ہے۔ بیوی کے لیے تو جائز ہے لیکن کھانے کے لیے جائز نہیں ہے۔ ② ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک جب کوئی اپنی بیوی کو اپنے آپ پر حرام کر لیتا ہے تو یہ اس کی نیت پر موقوف ہے کہ اس سے اس کی مراد طلاق ہے یا قسم۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان کے بعد حسن بصری کے قول کا حوالہ دیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ اختلافی مسائل میں مختلف اہل علم کے اقوال ذکر کر کے اپنا رجحان بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

[5265] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس نے کسی دوسرے آدمی سے شادی کر لی، پھر اس نے بھی اسے طلاق دے دی۔ اس دوسرے شوہر کے پاس کپڑے کے پلو کی طرح تھا۔ عورت کو اس سے پورا مزانہ ملا جیسا کہ وہ چاہتی تھی۔ آخر اس نے تھوڑے ہی دن رکھ کر اسے طلاق دے دی۔ وہ عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی تھی۔ پھر میں نے ایک دوسرے شخص سے نکاح کیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس کے پاس کپڑے کے پلو کے علاوہ اور کچھ نہیں

۵۲۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ فَطَلَّقَهَا وَكَانَتْ مَعَهُ مِثْلُ الْهُذْبَةِ فَلَمْ يَصِلْ مِنْهُ إِلَى شَيْءٍ تُرِيدُهُ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ طَلَّقَهَا فَأَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ زَوْجِي طَلَّقَنِي، وَإِنِّي تَزَوَّجْتُ زَوْجًا غَيْرَهُ فَدَخَلَ بِي وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ الْهُذْبَةِ فَلَمْ يَقْرَنْنِي إِلَّا هَنَةً وَاحِدَةً لَمْ يَصِلْ مِنِّي إِلَى شَيْءٍ، أَفَأَجِلُ لَزَوْجِي الْأَوَّلِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا



تَحْلِينَ لِرِزْوَجِكَ الْأَوَّلِ حَتَّى يَذُوقَ الْآخَرَ تها۔ وہ ایک ہی مرتبہ میرے پاس آیا اور وہ بھی بے کار۔ کیا اب میں پہلے خاوند کے لیے حلال ہو گئی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”تو اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ دوسرا تجھ سے لطف اندوز ہو اور تو اس سے لطف اندوز ہو۔“

☀ فائدہ: اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: ”تیرے خاوند نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں، اس لیے تو اس کے لیے حلال نہیں۔“ آپ نے تین طلاقیں کے بعد عورت کے لیے حرام کا اطلاق کیا، لیکن یہ حرمت کھانے کے حرام کرنے کی طرح نہیں ہے کیونکہ کھانے کو حرام قرار دینا یہ بندے کے اختیار میں نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن عورت کو حرام قرار دینا یہ بندے کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ اس کی طلاق کا مالک ہے۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان حسن بصری کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 8- (اے نبی!) آپ خود پر وہ چیز حرام کیوں کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے

(۸) بَابُ: ﴿لِمَ تَحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾

[التحریم: ۱]

[5266] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ پر اپنی بیوی حرام کر لیتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں بہترین نمونہ ہے۔

۵۲۶۶ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ: سَمِعَ الرَّبِيعَ بْنَ نَافِعٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ يَغْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِذَا حَرَّمَ امْرَأَتَهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. [راجع: ۴۹۱۱]

☀ فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے آپ پر حرام قرار دے دے تو وہ قسم شمار ہوگی اور اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان نے اپنی بیوی کو حرام قرار دیتے وقت کوئی نیت نہ کی ہو تو اس وقت اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لونڈی کو اپنے نفس پر حرام کر لیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ ③ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھول دینا مقرر کر دیا ہے۔“ ④ یعنی قسم کا کفارہ دے دیا جائے۔ بعض حضرات کے نزدیک قسم کا کفارہ بھی اس وقت ہوگا جب کسی چیز کو حرام قرار دیتے وقت قسم اٹھائی ہو، بصورت دیگر حرام کر لینا ایک لغو حرکت ہوگی جس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۲۶۷ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الصَّبَاحِ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: زَعَمَ عَطَاءٌ: أَنَّهُ سَمِعَ عُيَيْدَ بْنَ غَمَيْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبِ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا، فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ: أَنَّ آيَتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَلْتَقُلْ: إِنِّي لَأَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرٍ، أَكَلْتُ مَغَافِيرَ؟ فَدَخَلَ عَلَيَّ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: «لَا بَأْسَ، شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَكِنْ أَعُوذُ لَهُ»، فَتَرَلْتُ ﴿يَتَأَيَّأُ إِلَيْكَ لِمَ نَحْرُمُ مَا أَمَلَ اللَّهُ لَكَ﴾ إِلَى ﴿إِنْ نُنَوِّبًا إِلَى اللَّهِ﴾ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ ﴿وَرَادَ أَسَرَ إِلَيْكَ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا﴾ لِقَوْلِهِ: «بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا». [راجع: ۴۹۱۲]

[5267] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے اور ان کے ہاں شہد نوش کرتے تھے۔ میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی ﷺ تشریف لائیں وہ آپ سے کہے کہ میں آپ سے مغفیر کی بو پاتی ہوں، کیا آپ نے مغفیر کھایا ہے؟ چنانچہ آپ ﷺ دونوں میں سے ہر ایک کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ سے یہی بات کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی بات نہیں، میں نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے، اب دوبارہ نہیں پیوں گا۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ”اے نبی! آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے..... اگر تم دونوں توبہ کرلو۔“ یہ خطاب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے ہے۔ ”اور جب نبی نے کسی بیوی سے راز کی بات کی۔“ تو اس سے مراد آپ کا یہ کہنا ہے: ”میں نے (مغفیر نہیں بلکہ) شہد پیا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① جو حضرات کہتے ہیں کہ بیوی کو خود پر حرام قرار دینے سے کچھ لازم نہیں آتا انھوں نے اسی آیت سے دلیل لی ہے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف کی تردید کی ہے کہ یہ آیت شہد کے حرام کرنے پر نازل ہوئی تھی، عورت کے حرام کرنے پر نہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ طبعاً بہت نفاست پسند تھے۔ آپ کو بہت نفرت تھی کہ آپ کے بدن یا کپڑوں سے کسی قسم کی بو آئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات خوشبو سے معطر رہتے تھے۔ شہد کو حرام کر دینے کی بھی یہی وجہ تھی۔ چونکہ آپ نے قسم بھی اٹھائی تھی جیسا کہ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، ① اس لیے آپ کو قسم کا کفارہ دینے کے متعلق کہا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف یہ تھا کہ بیوی کو حرام کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ قسم کا کفارہ دینا ہوگا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو اپنے آپ پر حرام کر لیا ہے تو انھوں نے فرمایا: تو غلط کہتا ہے۔ وہ تجھ پر حرام نہیں ہوئی، پھر آپ نے سورہ تحریم کی پہلی آیت پڑھی اور فرمایا کہ تجھے ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ ②

۵۲۶۸ - حَدَّثَنَا فَرَوَةُ بْنُ أَبِي الْمَعْرَاءِ: حَدَّثَنَا [5268] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے

① صحیح البخاری، التفسیر، حدیث: 4912، 2 سنن النسائي، الطلاق، حدیث: 3449.

فرمایا: رسول اللہ ﷺ شہد اور بیعتی چیز بہت پسند کرتے تھے۔ اور جب نماز عصر سے فراغت کے بعد آپ واپس آتے تو اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور بعض کے قریب بھی ہوتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ہاں معمول سے زیادہ کچھ وقت قیام کیا۔ مجھے اس پر غیرت آئی تو میں نے اس کے متعلق پوچھا۔ مجھے بتایا گیا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی رشتہ دار خاتون نے شہد کا ڈبہ دیا ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے کچھ پلایا ہے۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کی روک تھام کے لیے کوئی حیلہ کرتی ہیں، چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ ﷺ عنقریب تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔ جب تمہارے قریب آئیں تو آپ سے کہنا کہ آپ نے مغایرہ کھا رکھا ہے؟ (ظاہر ہے کہ) آپ ﷺ اس کے جواب میں انکار کریں گے۔ اس وقت کہنا: پھر یہ ناگوار سی ہو کیسی ہے جو آپ سے مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ آپ فرمائیں گے کہ حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔ اس پر کہنا کہ شاید مکھی نے مغایرہ کے درخت کا رس چوسا ہے۔ میں بھی آپ سے یہی عرض کروں گی۔ اے صفیہ! تم نے بھی یہی کہنا ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ابھی آپ ﷺ نے دروازے پر قدم رکھا تھا تو تمہاری ہیبت کی وجہ سے میں نے ارادہ کیا کہ میں وہ بات رسول اللہ ﷺ سے کہہ دوں جو تم نے مجھے کہی تھی، چنانچہ آپ ﷺ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے قریب ہوئے تو انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے مغایرہ کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں۔“ انھوں نے عرض کی: پھر یہ ناگوار سی ہو کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے تو حفصہ نے شہد کا

عَلَيْ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَى، وَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ، فَيَذْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ، فَدَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ، فَاحْتَبَسَ أَكْثَرَ مَا كَانَ يَحْتَبِسُ فَعِزْتُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ، فَقِيلَ لِي: أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةَ عَسَلٍ فَسَقَتِ النَّبِيَّ ﷺ مِنْهُ شَرْبَةً، فَقُلْتُ: أَمَا وَاللَّهِ لَتَحْتَالَنَ لَهُ: فَقُلْتُ لِسُودَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: إِنَّهُ سَيَذْنُو مِنْكَ، فَإِذَا دَنَا مِنْكَ فَقُولِي: أَكَلْتُ مَغَايِرَ؟ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكَ: لَا، فَقُولِي لَهُ: مَا هَذَا الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ؟ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكَ: سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ، فَقُولِي لَهُ: جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ، وَسَأَقُولُ ذَلِكَ، وَقُولِي أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ ذَلِكَ، قَالَتْ: تَقُولُ سُودَةُ: فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَبَادِيَهُ بِمَا أَمَرْتَنِي بِهِ فَرَقَا مِنْكَ، فَلَمَّا دَنَا مِنْهَا قَالَتْ لَهُ سُودَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكَلْتُ مَغَايِرَ؟ قَالَ: «لَا»، قَالَتْ: فَمَا هَذَا الرِّيحُ الَّتِي أَجِدُ مِنْكَ؟ قَالَ: «سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ»، فَقَالَتْ: جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ، فَلَمَّا دَارَ إِلَيَّ قُلْتُ لَهُ نَحْوُ ذَلِكَ، فَلَمَّا دَارَ إِلَيَّ صَفِيَّةُ قَالَتْ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ، فَلَمَّا دَارَ إِلَيَّ حَفْصَةُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَسْقِيكَ مِنْهُ؟ قَالَ: «لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ»، قَالَتْ: تَقُولُ سُودَةُ: وَاللَّهِ لَقَدْ حَرَمْنَا، قُلْتُ لَهَا: اسْكُتِي.



شر بت پلایا ہے۔“ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر کہا: شاید شہد کی مکھی نے مغایر کے درخت کا رس چوسا ہو گا۔ پھر جب آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی اسی طرح کہا۔ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے اسی بات کو دہرایا۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں آپ کو وہ شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: ”مجھے اس کی ضرورت نہیں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آپ ﷺ کو روکنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: ابھی خاموش رہو۔

**فوائد ومسائل:** ① ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دو گروپ تھے: ایک گروپ میں حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ اس گروپ کی کمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ دوسرے گروپ میں حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام سلمہ اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ اس کی قیادت حضرت زینب کرتی تھیں۔ بعض اوقات رقابت اور طبعی غیرت کی وجہ سے باہمی حیلہ سازی ہوتی رہتی تھی۔ مذکورہ واقعہ بھی اسی قسم کی طبعی غیرت کا نتیجہ ہے۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام سب سے اعلیٰ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ان سے خائف رہتی تھیں۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعے سے ثابت کیا ہے کہ مذکورہ واقعہ تحریم شہد سے متعلق ہے، اپنے آپ پر عورت حرام کر لینے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عورت کو خود پر حرام کر لینا اور نوعیت رکھتا ہے جبکہ کھانا حرام کرنا ایک دوسری نوعیت رکھتا ہے۔ ان میں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی خاوند، بیوی کو اپنے آپ پر حرام کرتا ہے تو اس کی نیت کو دیکھا جائے گا اور کھانا حرام کرنے سے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ واللہ اعلم۔ ④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے شہد نوش کیا تھا لیکن یہ روایت مرسل اور شاذ ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ ⑤

باب: 9- نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی

(۹) بَابُ: لَا طَلَّاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! جب تم اہل ایمان خواتین سے نکاح کرو، پھر تم انھیں ہاتھ لگانے سے

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ

پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمھارے لیے کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرنے لگو، لہذا انھیں کچھ سامان دے کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دو۔“

تَسَوُّهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمَعِيَهُنَّ وَسِرْجُوهُنَّ سَرَكَأَ جَمِلاً ﴿٤٩﴾ [الاحزاب: ٤٩]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمن، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابان بن عثمان، علی بن حسین، قاضی شریح، سعید بن جبیر، قاسم، سالم، طاؤس، حسن بصری، عکرمہ، عطاء، عامر بن سعد، جابر بن زید، نافع بن جبیر، محمد بن کعب، سلیمان بن یسار، مجاہد، قاسم بن عبدالرحمن، عمرو بن ہرم ازدی اور امام شعبی رحمہم اللہ سے روایات منقول ہیں کہ ایسے حالات میں طلاق نہیں پڑے گی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: جَعَلَ اللَّهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ. وَيُرْوَى فِي ذَلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ وَأَبَانَ ابْنِ عُثْمَانَ وَعَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ وَشُرَيْحَ وَسَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ وَالْقَاسِمَ وَسَلِّمَ وَطَاوُسَ وَالْحَسَنَ وَعِكْرِمَةَ وَعَطَاءَ وَعَامِرَ بْنَ سَعْدٍ وَجَابِرَ بْنَ زَيْدٍ وَنَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَمُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ وَسَلِيمَانَ بْنَ يَسَّارٍ وَمُجَاهِدَ وَالْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَمْرٍو بْنَ هَرِمٍ وَالشَّعْبِيَّ: أَنَّهَا لَا تَطْلُقُ.

☆ وضاحت: نکاح سے پہلے طلاق کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ کسی بھی اجنبی عورت سے کہا جائے کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ ۲۔ یوں کہا جائے کہ اگر میں اس سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے۔ ان دونوں صورتوں میں طلاق نہیں ہوگی کیونکہ حضرت مسور بن خرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔“<sup>۱</sup> حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک مرفوع حدیث مروی ہے۔<sup>۲</sup> رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں کوئی طلاق نہیں ہے۔“<sup>۳</sup> امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق، صرف نکاح کے بعد ہی ہو سکتی ہے، نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا: اگر کوئی کہتا ہے کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس کی کوئی حیثیت نہیں، پھر انھوں نے مذکورہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید میں دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اور تین تیس (23) تابعین عظام رحمہم اللہ کا حوالہ دیا ہے جو اپنے دور کے بہت بڑے فقیہ اور عالم گزرے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان حضرات کے اقوال کی تخریج کی ہے۔<sup>۴</sup>

1 سنن ابن ماجہ، الطلاق، حدیث: 2048. 2 سنن ابن ماجہ، الطلاق، حدیث: 2049. 3 سنن ابن ماجہ، الطلاق،

حدیث: 2047. 4 فتح الباری: 474/9.

(۱۰) بَابُ: إِذَا قَالَ لِمَرْأَتِهِ وَهُوَ مُكْرَهُ:  
هَذِهِ أُخْتِي، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِسَارَةَ: هَذِهِ أُخْتِي، وَذَلِكَ فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

باب: 10- اگر کوئی دہاؤ میں آکر اپنی بیوی سے کہے  
کہ یہ میری بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوتا

نبی ﷺ نے فرمایا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر (اپنی بیوی) سارہ کے متعلق کہا تھا: یہ میری بہن ہے۔“

☆ وضاحت: اگر کوئی حالت اکراہ میں اپنی بیوی کو بہن کہہ دے تو اس سے نہ طلاق پڑتی ہے اور نہ کوئی کفارہ ہی ادا کرنا ہوتا ہے۔ بطور دلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کا حوالہ دیا ہے کہ انھوں نے ایک ظالم بادشاہ کے خوف کی وجہ سے اپنی بیوی حضرت سارہ کو بہن کہہ دیا تھا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو وہ ظالم آپ کو قتل کر دیتا اور بیوی بھی چھین لیتا کیونکہ وہ معمولی مخالفت کی وجہ سے قتل کر دیتا تھا، اس بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اسے بہن کہنے پر مجبور تھے۔ چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھا، اس لیے طلاق نہیں ہوئی اور نہ کوئی کفارہ ہی دینا پڑا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ متصل سند سے بھی بیان کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱۱) بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُزْهِ،  
وَالشُّكْرَانِ وَالْمَجْنُونِ وَأَمْرِهِمَا، وَالْفَلَطِ،  
وَالشَّيْئَانِ فِي الطَّلَاقِ، وَالشُّرْكِ وَغَيْرِهِ

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ  
أَمْرٍ مَّا نَوَى» وَتَلَا الشَّعْبِيُّ «لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ  
نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا» [البقرة: ۲۸۶]. وَمَا لَا يَجُوزُ  
مِنْ إِقْرَارِ الْمُوسُوسِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّذِي  
أَقْرَأَ عَلَى نَفْسِهِ: «أَبْكَ جُنُونٌ؟»

باب: 11- وہاؤ میں آکر اور مجبوری، نشہ یا جنون کی  
حالت میں طلاق کا حکم، نیز بھول چوک کر طلاق دینے  
یا شرک کرنے کا بیان

ارشاد نبوی ہے: ”تمام کام نیت سے صحیح ہوتے ہیں اور ہر انسان کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے نیت کی ہو۔“ امام شعبی نے اس سلسلے میں یہ آیت تلاوت فرمائی: ”(اے ہمارے رب! ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو اس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔“ نیز وسواسی اور مجنون کا اقرار بھی صحیح نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جو زنا کا اقرار کر رہا تھا: ”کیا تو دیوانہ ہے؟“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری اونٹنیوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے ہیں۔ نبی ﷺ نے حضرت حمزہ

وَقَالَ عَلِيٌّ: بَقَرَ حَمْرَهُ خَوَاصِرَ شَارِفِي  
فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمْرَهُ، فَإِذَا حَمْرَهُ قَدْ



ﷺ کو ملامت کرنا شروع کر دی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ تو نشے میں دھت ہے اور اس کی آنکھیں سرخ ہیں، اسی حالت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: کیا تم سب میرے باپ کے غلام نہیں ہو؟ نبی ﷺ نے انھیں بھانپ لیا کہ وہ تو نشے سے چور ہیں، اس لیے آپ وہاں سے نکل کر واپس چلے آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

ثَمِلَ مُحَمَّرَةً عَيْنَاهُ، ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدُ لِأَيِّ؟ فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ، فَمَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجنون اور نشے والے کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وَقَالَ عُثْمَانُ: لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانٍ طَلَاقٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نشے والے اور مجبور شخص کی طلاق نہیں ہوگی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ.

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر طلاق کا وسوسہ دل میں آئے تو (جب تک زبان سے ادا نہ کرے) طلاق نہیں پڑے گی۔

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لَا يَجُوزُ طَلَاقُ الْمُوسُوسِ.

حضرت عطاء نے کہا کہ جب کوئی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اسے شرط سے معلق کر سکتا ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا بَدَأَ بِالطَّلَاقِ فَلَهُ شَرْطُهُ.

حضرت نافع نے کہا: اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے بائن طلاق ہے، پھر وہ نکل کھڑی ہوئی تو.....؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس صورت میں عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر نہ نکلے تو طلاق نہیں پڑے گی۔

وَقَالَ نَافِعٌ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ إِنْ خَرَجَتْ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بَتَّتْ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ تَخْرُجْ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

ابن شہاب زہری نے کہا: اگر کوئی آدمی اس طرح کہے کہ اگر میں نے ایسا ایسا نہ کیا تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں، تو اس سے پوچھا جائے گا کہ جس وقت اس نے یہ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ - فِيمَنْ قَالَ: إِنْ لَمْ أَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا فَأَمْرَأَتِي طَالِقٌ ثَلَاثًا - : يُسْأَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقْدٌ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ بِتِلْكَ الْيَمِينِ،

بات کہی تھی اس کی نیت کیا تھی؟ اگر مدت معین کا ذکر کرے اور اس پر اس کے دل نے عقد کیا تھا تو معاملہ اس کے دین و امانت پر چھوڑ دیا جائے گا۔

فَإِنْ سَمِيَ أَجَلًا أَرَادَهُ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِينَ حَلَفَ جُعِلَ ذَلِكَ فِي دِينِهِ وَأَمَانَتِهِ.

ابراہیم خنی نے کہا: اگر کوئی اپنی بیوی سے یوں کہے کہ اب مجھے تیری ضرورت نہیں تو اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ دوسری زبان والوں کی طلاق اپنی اپنی زبان میں ہوگی۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنْ قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي بِكَ، نِيَّتُهُ، وَطَلَّاقُ كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ.

حضرت قتادہ نے کہا: جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تجھے حمل ہو جائے تو تجھے تین طلاقیں ہیں تو وہ ہر طہر میں بیوی سے ایک مرتبہ جماع کرے، اگر اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو اسے بائن طلاق ہو جائے گی۔

وَقَالَ قَتَادَةُ: إِذَا قَالَ: إِذَا حَمَلْتُ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا، يَعْشَاهَا عِنْدَ كُلِّ طَهْرٍ مَرَّةً، فَإِنْ اسْتَبَانَ حَمَلُهَا فَقَدْ بَانَ مِنْهُ.

امام حسن بصری نے کہا: اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تو اپنے میکے چلی جا تو اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا قَالَ: الْحَقِي بِأَهْلِكَ، نِيَّتُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: طلاق تو بوقت ضرورت دی جاتی ہے لیکن غلام آزاد کرنے میں اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ، وَالْعَتَاقُ مَا أُريدَ بِهِ وَجْهُ اللَّهِ.

امام زہری نے کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: تو میری بیوی نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر اس نے طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: إِنْ قَالَ: مَا أَنْتِ بِأُمْرَأَتِي، نِيَّتُهُ، وَإِنْ نَوَى طَلَاقًا فَهُوَ مَا نَوَى.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تین حضرات سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: ایک مجنون جب تک وہ تندرست نہ ہو، دوسرا بچہ جب تک وہ جوان نہ ہو، تیسرا سونے والا جب تک وہ بیدار نہ ہو، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر طلاق جائز ہے مگر ناقص عقل والے کی طلاق جائز نہیں۔

وَقَالَ عَلِيُّ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَفِيْقَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ. وَقَالَ عَلِيُّ: وَكُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ، إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ.

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ طلاق ایک اختیاری چیز ہے، یعنی جب بندہ اپنے اختیار سے اسے عمل میں لائے تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ جب بھی اس کا اختیار چھین لیا جائے گا تو بے اختیاری کے عالم میں طلاق وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوگا، مثلاً: ایک آدمی سخت غصے میں اول فول بک رہا ہے، شدت جذبات میں اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ منہ سے کیا نکال رہا ہے، ایسے حالات میں اگر بیوی کو طلاق کہہ دیتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بھی ”اغلاق“ کے معنی غضب کیے ہیں۔<sup>1</sup> اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”طلاق اور آزادی اغلاق میں نہیں ہوتی۔“<sup>2</sup> اس حدیث کے دو مفہوم بیان کیے جاتے ہیں: ۱۔ زبردستی لی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۲۔ غصے کی حالت میں بھی طلاق نہیں ہوتی جبکہ انسان کی عقل پر پردہ پڑا ہوا ہو۔ اسی طرح مجبوری کی حالت میں بھی انسان بے بس ہوتا ہے اور بے اختیار ہو کر طلاق دیتا ہے، لہذا اس حالت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن معمولی دھمکی طلاق کے لیے رکاوٹ نہیں بنے گی۔ جبر کا اعتبار اس وقت ہوگا جب دھمکی دینے والا اسے مار دینے یا عضو ضائع کر دینے کی دھمکی دے اور وہ اپنی دھمکی کے مطابق عمل کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو تو ایسی حالت میں جبری طلاق کا اعتبار نہیں ہوگا۔ معمولی مار پیٹ یا مصنوعی اسلحے کی دھمکی یا گھر سے نکال دینے کا ڈر جبر و اکراہ میں کارگر نہیں ہوگا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت بہت سے مسائل کو جمع کیا ہے جن کی تفصیل فتح الباری میں دیکھی جاسکتی ہے، نیز طلاق کی مختلف قسمیں ذکر کی ہیں جن کا دار و مدار نیت پر ہے۔ نیت و ارادے کے بغیر کوئی بھی عمل معتبر نہیں ہوتا، لہذا طلاق بھی نیت کے بغیر معتبر نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۵۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا  
قَتَادَةُ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ  
تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ  
تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ».

[5269] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان خیالات کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں پیدا ہوں جب تک ان کے مطابق عمل نہ کریں یا زبان پر نہ لائیں۔“

وَقَالَ قَتَادَةُ: إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ. [راجع: ۲۵۲۸]

قنادہ نے کہا: اگر کسی نے اپنے دل میں طلاق دی تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

فوائد و مسائل: ۱۔ اگر کسی کے دل میں طلاق دینے کا خیال پیدا ہوا تو محض خیال دوسو سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس قسم کی طلاق کو خیالی طلاق کہتے ہیں۔ اس قسم کی طلاق واقع ہونے کی دو شرطیں ہیں: ۱۔ دل کے خیالات کو کاغذ پر تحریر کر دے، یعنی خیالات کو عمل میں لے آئے۔ ۲۔ دل کے دوسو سے کو زبان پر لے آئے، یعنی انھیں کلام کی شکل دے دے۔ اگر طلاق کو ہوا یا پانی پر لکھا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ہوا یا پانی پر لکھنے کی حیثیت بھی خیالات و وسوسوں کی ہے۔ ۳۔ حدیث النفس، دوسو سے

۱۔ سنن أبي داود، الطلاق، حدیث: 2193. ۲۔ سنن ابن ماجہ، الطلاق، حدیث: 2046.



کہتے ہیں، اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا، البتہ ابن سیرین اس قسم کی طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں۔ مذکورہ حدیث سے ان حضرات کی تردید مقصود ہے۔<sup>①</sup>

[5270] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے کہا کہ اس نے بدکاری کی ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا تو وہ بھی اس طرف پھر گیا جدھر آپ نے اپنا چہرہ کیا تھا اور اپنی ذات کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”تم پاگل تو نہیں ہو، کیا تم شادی شدہ ہو؟“ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے عید گاہ میں رجم کر دیا جائے۔ جب اسے پتھر لگے تو بھاگ نکلا حتیٰ کہ اسے حرہ کے پاس دھریا گیا، پھر اسے جان سے مار دیا گیا۔

۵۲۷۰ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّهِ الَّذِي أَعْرَضَ فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَدَعَاهُ فَقَالَ: «هَلْ بِكَ جُنُونٌ؟» هَلْ أَحْصَيْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ بِالْمُصْلَى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتَّى أَذْرَكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ. [انظر: ۵۲۷۲، ۶۸۱۴، ۶۸۱۶،

۶۸۲۰، ۶۸۲۶، ۷۱۶۸]

[5271] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آتے ہی آپ کو آواز دی: اللہ کے رسول! اس کم بخت نے زنا کیا ہے، اس نے خود کو مراد لیا۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا لیکن اس نے بھی اپنا رخ اوھر کر لیا جس طرف آپ ﷺ کا چہرہ انور تھا۔ اس نے کہا: اللہ کے رسول اس نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی منہ موڑ لیا لیکن وہ پھر اس طرف آگیا جدھر آپ ﷺ کا رخ انور تھا اور یہی بات کہی۔ آپ ﷺ نے پھر اس سے اعراض فرمایا۔ پھر جب وہ چوتھی مرتبہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے سامنے آگیا اور اپنے خلاف چار مرتبہ زنا کی شہادت دی تو

۵۲۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْآخِرَ قَدْ زَنَى - يَعْنِي نَفْسَهُ - فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْآخِرَ قَدْ زَنَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحَّى لَهُ الرَّابِعَةَ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ فَقَالَ: «هَلْ بِكَ جُنُونٌ؟» قَالَ: لَا، فَقَالَ النَّبِيُّ

ﷺ: «اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ»، وَكَانَ قَدْ أَحْصَنَ. [انظر: ٦٨١٥، ٦٨٢٥، ٧١٦٧]

رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ”کیا تو دیوانہ ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”اسے لے جاؤ اور سنگسار کر دو“ کیونکہ وہ شادی شدہ تھا۔

٥٢٧٢ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا أَذْلَقْتُهُ الْحِجَارَةَ جَمَزَ حَتَّى أَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ، فَرَجَمْنَاهُ حَتَّى مَاتَ. [راجع: ٥٢٧٠]

[5272] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے اسے سنگسار کیا تھا۔ ہم نے اسے مدینہ طیبہ کی عید گاہ میں رجم کیا تھا۔ جب اسے پتھر پڑے تو بھاگ نکلا لیکن ہم نے اسے حرہ میں دھریا اور وہاں سنگسار کیا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا۔

فوائد و مسائل: ① یہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے خود کو پیش کیا اور جان دینا گوارا کر لی مگر آخرت کا عذاب پسند نہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کے بھاگ جانے کا سنا تو فرمایا: ”تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ شاید وہ توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کر دیتا۔“ ② ان احادیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ”کیا تجھے جنون ہے؟“ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے عنوان ثابت کیا ہے کہ اگر وہ دیوانہ ہوتا تو اس کا اقرار معتبر نہ ہوتا۔ جب حدود میں اس کا اقرار معتبر نہیں ہے تو طلاق میں بھی قابل اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ طلاق میں عاقل ہونا بنیادی شرط ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 12- خلع کا بیان، نیز اس میں طلاق کیسے ہوگی؟

(١٢) بَابُ الْخُلْعِ وَكَيْفَ الطَّلَاقِ فِيهِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم ان بیویوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ ہاں، اگر زن و شوہر کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔“

وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا ءَاتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ [البقرة: ٢٢٩]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خلع جائز ہے اس میں حاکم وقت کے فیصلے کی ضرورت نہیں۔

وَأَجَازَ عُمَرُ الْخُلْعَ دُونَ السُّلْطَانِ.

وَأَجَازَ عُثْمَانُ الْخُلْعَ دُونَ عِقَاصِ رَأْسِهَا . حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر قسم کے مال سے خلع کی اجازت دی ہے، البتہ سر کے بالوں کو باندھنے والے چٹلے سے نہیں ہونا چاہیے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ: ﴿إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُعِيَمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ فِيمَا افْتَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ فِي الْعِشْرَةِ وَالصُّحْبَةِ، وَلَمْ يَمُتْ قَوْلُ الشُّفَهَاءِ: لَا يَجِلُّ حَتَّى تَقُولَ: لَا أَغْتَسِلُ لَكَ مِنْ جَنَابَةٍ . حضرت طاووس نے کہا: خلع اس وقت ہونا چاہیے جب دونوں اپنے فرائض ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ نے بے وقوفوں کی بات نہیں کہی کہ خلع اس وقت ہی جائز ہے جب عورت کہے: میں تیرے جنابت سے غسل نہیں کروں گی۔

وضاحت: لفظ خلع ”خلع الثوب“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی کپڑے اتارنا ہیں۔ قرآن کریم کے واضح اور صاف بیان کے مطابق عورت مرد کے لیے اور مرد عورت کے لیے لباس ہے۔<sup>۱</sup> چونکہ میاں بیوی خلع کے ذریعے سے ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں، اس لیے اس کا نام خلع رکھا گیا ہے۔ حسی لباس اتارنا خلع خاء کے ذریعے اور معنوی لباس اتارنا خلع خاء کے پیش کے ساتھ ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں خلع یہ ہے کہ عورت مہر میں وصول کی ہوئی رقم شوہر کو واپس دے کر اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ اس کی مشروعیت کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ”اگر میاں بیوی کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر (خلع میں) کوئی گناہ نہیں ہے۔“<sup>۲</sup> اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی شکل و صورت یا سیرت و اخلاق یا دین و شریعت یا عمر میں بڑا ہونے یا کمزور ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو اور اسے خطرہ ہو کہ خاندان کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کر سکے گی تو اس کے لیے جائز ہے کہ مال وغیرہ بطور فدیہ دے کر خلع اور علیحدگی اختیار کرے۔ لیکن بلا وجہ عورت کا شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو عورت کسی معقول وجہ کے بغیر اپنے خاندان سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔“<sup>۳</sup> اسے دو طرح سے عمل میں لایا جاسکتا ہے: ۱۔ خلع پر میاں بیوی دونوں راضی ہوں اور گھر میں ہی معاملہ طے کر کے ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔ ۲۔ اگر ان کا آپس میں اتفاق نہ ہو سکے تو حاکم وقت ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دے گا۔ مرد کو طلاق دینے کا اختیار ہے لیکن اگر عورت پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ اسے طلاق بھی نہ دے اور حسن معاشرت کا مظاہرہ بھی نہ کرے تو عورت کو اپنے خاندان سے خلاصی حاصل کرنے کا پورا پورا حق ہے، اسی کو اسلام نے خلع سے تعبیر کیا ہے کہ وہ کچھ دے دلا کر حاکم وقت کے ذریعے سے اپنے خاندان سے خلاصی حاصل کر لے۔

۵۲۷۳ - حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَبِيلٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی، نبی ﷺ کی خدمت میں

① البقرة: 2: 187. ② البقرة: 2: 229. ③ سنن أبي داود، الطلاق، حديث: 2226.



حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں، البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم ان کا دیا ہوا باغ واپس کر سکتی ہو؟“ اس نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت ثابت سے) فرمایا: ”باغ قبول کر کے اس کو آزاد کر دو۔“

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ امْرَأَةً ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ أُمِّ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أُعْتِبَ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَتُرَدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيثَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اقْبَلِ الْحَدِيثَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً».

ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ”عن ابن عباس“ کا ذکر کرنے میں ازہر بن جمیل کی متابعت نہیں کی گئی (بلکہ اس طریق سے دوسروں نے مرسل روایت بیان کی ہے)۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: لَا يَتَابَعُ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [انظر: ۵۲۷۴، ۵۲۷۵، ۵۲۷۶، ۵۲۷۷]

[5274] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی کی بہن نے آپ ﷺ سے عرض کی۔ پھر یہ حدیث بیان کی، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو اس کا باغ واپس کرے گی؟“ عرض کیا: جی ہاں، چنانچہ اس نے باغ واپس کر دیا تو آپ ﷺ نے حضرت ثابت کو حکم دیا کہ وہ اسے آزاد کر دے۔

۵۲۷۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ أُخْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي، بِهَذَا. وَقَالَ: «تُرَدِّينَ حَدِيثَهُ؟»، قَالَتْ: نَعَمْ، فَرَدَّيْتُهَا وَأَمَرَهُ يُطَلِّقَهَا.

ابراہیم بن طہمان نے خالد عن عکرمہ کے ذریعے سے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا۔ اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”تم اسے طلاق دے دو۔“

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَطَلَّقَهَا». [راجع: ۵۲۷۳]

[5275] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے دین اور ان کے اخلاق کے متعلق کوئی شکایت نہیں لیکن میں اس کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکتی۔

۵۲۷۵ - وَعَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةً ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَا أُعْتِبُ عَلَى ثَابِتِ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ، وَلَكِنِّي لَا أُطِيقُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

ﷺ: «فَتَرَدُّنَ عَلَيْهِ حَدِيثَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر کیا تم اس کا باغ واپس کر سکتی ہو؟“ اس نے کہا: جی ہاں۔ [راجع: ۵۲۷۳]

فوائد ومسائل: (۱) ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی قسم کی بد اخلاقی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا، البتہ وہ شکل و صورت کے اعتبار سے اتنے خوبصورت نہ تھے جبکہ ان کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے بہت حسن و جمال دے رکھا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن کسی جھگڑے کی وجہ سے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے مارا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا، اسی وجہ سے ان کی بیوی میں نفرت کے جذبات پرورش پا چکے تھے۔ اس نے اپنی نفرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر نہ ہوتا تو جب یہ میرے پاس آئے تھے میں ان کے منہ پر تھوک دیتی۔ (۲) خلع کی صورت میں بیوی کو حق مہر واپس کرنا ہوتا ہے اور خاوند بھی حق مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ”وہ اس سے اپنا باغ وصول کرے اور زیادہ کچھ نہ لے۔“ (۳) لیکن بیوی اپنی مرضی سے اپنی جان چھڑانے کے لیے حق مہر سے کچھ زیادہ دینا چاہے تو جائز ہے کیونکہ شریعت میں اس کی ممانعت موجود نہیں اور جن روایات میں زیادہ دینے کی ممانعت ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۲۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ الْمُخَرَّمِيُّ: حَدَّثَنَا قُرَادُ أَبُو نُوحٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَارِثٍ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ ثَابِتَ بْنِ قَيْسٍ بْنِ شَمَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَنْقَمْتُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ، إِلَّا أَنِّي أَخَافُ الْكُفْرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَتَرَدُّنَ عَلَيْهِ حَدِيثَهُ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، فَزِدْتُ عَلَيْهِ وَأَمَرَهُ فَفَارَقَهَا. [راجع: ۵۲۷۳]

[5276] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اللہ کے رسول! میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی ویداری اور اس کے اچھے خلق کا انکار نہیں کرتی لیکن میں اسلام میں رہتے ہوئے ناسپاسی اور ناشکری سے ڈرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو اس کا باغ اسے واپس کر دے گی؟“ اس نے کہا: جی ہاں۔ چنانچہ اس نے ان کا باغ واپس کر دیا، اور انھوں نے آپ ﷺ کے حکم سے اسے جدا کر دیا۔

فوائد ومسائل: (۱) یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ اس لیے لائے ہیں کہ سابقہ احادیث میں جو اسے طلاق کا حکم دیا گیا تھا اس سے مراد لغوی طلاق ہے، یعنی اسے چھوڑ دے، اس سے اصطلاحی طلاق مراد نہیں ہے، چنانچہ اس حدیث میں ہے کہ تو اسے جدا کر دے۔ (۲) ہمارے رجحان کے مطابق خلع فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں کیونکہ: خلع کی عدت ایک حیض ہے جبکہ طلاق کی عدت

① سنن ابن ماجہ، الطلاق، حدیث: 2057، وفتح الباری: 495/9، ② سنن ابن ماجہ، الطلاق، حدیث: 2056.

تین حیض ہے۔ ۵ خلع میں مرد کو رجوع کا حق نہیں جبکہ طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کا حق ہوتا ہے۔ ۶ خلع میں مرد اپنا دیا ہوا حق مہر واپس لے سکتا ہے جبکہ طلاق میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ۷ خلع حالت حیض میں بھی جائز ہے جبکہ طلاق حالت حیض میں منع ہے۔ ۸ خلع کے بعد میاں بیوی نئے سرے سے نکاح کر کے اکٹھے ہو سکتے ہیں جبکہ طلاق کا نصاب پورا ہونے کے بعد عام حالات میں میاں بیوی اکٹھے نہیں ہو سکتے، البتہ دوسری جگہ شادی کرنا پھر مکمل طور پر ہم بستر ہونے کے بعد اگر طلاق مل جائے تو پہلے خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۲۷۷ - حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي يُونُسَ، عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ جَمِيلَةَ، فَذَكَرَ وَاقِعَةَ بَيَانَ كَيْفَ، اس میں خاتون کا نام جمیلہ آیا ہے۔  
[الحَدِيثُ: [راجع: ۵۲۷۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ جس عورت نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے خلع لیا تھا اس کا نام جمیلہ ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع لینے والی عبداللہ بن ابی کی بیٹی زینب تھی۔ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں اس کا نام مریم مغالیہ مذکور ہے۔ ② صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق وہ عبداللہ بن ابی کی بہن تھی۔ ③ اکثر روایات میں اس کا نام حبیبہ بنت سہل آیا ہے۔ ④ ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے متعدد عورتوں سے شادی کی اور وہ ان سے بذریعہ خلع فارغ ہوئیں۔ ⑤ واللہ اعلم۔

(۱۳) بَابُ الشَّقَاقِ، وَمَهْلُ يُسَبِّرُ بِالْخُلْعِ  
عِنْدَ الضَّرُورَةِ؟

باب: 13- میاں بیوی میں ناچاقی کا بیان اور کیا  
بوقت ضرورت خلع کے لیے اشارہ کیا جاسکتا ہے؟

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا﴾  
[النساء: ۳۵]

🌟 وضاحت: مقرر کیے گئے دونوں نمائندے اگر میاں بیوی کے درمیان صلح کرادیں تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا کوئی راستہ نکال دے گا جیسا کہ آیت میں مذکور ہے اور اگر دونوں اس نتیجے پر پہنچیں کہ علیحدگی ضروری ہے تو میاں بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں جبکہ کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ جدائی کے لیے ان کی اجازت ضروری ہے۔

۵۲۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ  
[5278] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،

① سنن ابن ماجہ، الطلاق، حدیث: 2058. ② صحیح البخاری، الطلاق، حدیث: 5274. ③ سنن أبی داود، الطلاق، حدیث: 2227، وسنن النسائي، الطلاق، حدیث: 3493، والموطأ: 564/2. ④ فتح الباري: 494/9.



ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ بَنِي الْمُغْيِرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يَنْكِحَ عَلِيُّ ابْنَتَهُمْ، فَلَا آذَنُ». [راجع: ۹۲۶]

انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بنو مغیرہ نے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی سے کر دیں لیکن میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر ناراضی کا اظہار فرمایا کہ اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے رسول کی لخت جگر ایک گھر میں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس عقد عانی پر راضی نہ تھیں، اس بنا پر سیدہ فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف متوقع تھا تو رسول اللہ ﷺ نے آئندہ آنے والی ناچاقی کا دفاع کیا کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں تاکہ شروع ہی سے خلع کا سد باب ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس مناسبت کو عمدہ قرار دیا ہے۔ (۲) رسول اللہ ﷺ نے عقد عانی کی اجازت نہ دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشارہ دیا کہ وہ نکاح نہ کرے، جب عدم نکاح کا اشارہ دیا جاسکتا ہے تو نکاح کو ختم کرنا، جو خلع کی صورت میں ہوتا ہے، اس کا بھی بوقت ضرورت اشارہ دیا جاسکتا ہے۔

باب: 14- لونڈی کا فروخت کرنا طلاق نہیں

(۱۴) بَابُ: لَا يَكُونُ بَيْعُ الْأَمَةِ طَلَاً

🌟 وضاحت: بعض اہل علم کا خیال ہے کہ شادی شدہ لونڈی کو اگر فروخت کر دیا جائے تو بیچنے سے خود بخود طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جبکہ جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ لونڈی کو فروخت کرنا طلاق نہیں ہے کیونکہ طلاق کا اختیار خاوند کو ہے۔ جب وہ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے طلاق دے گا تو طلاق ہوگی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مؤخر الذکر موقف اختیار کیا ہے۔

[5279] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انھیں آزاد کیا گیا تو انھیں اپنے شوہر کے بارے میں اختیار دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ولاء کا حق دار وہی ہے جو اسے آزاد کرے۔“ تیسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو ایک ہنڈیا میں گوشت پک رہا تھا لیکن جب کھانا پیش کیا گیا

۵۲۷۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سَنٍ، إِحْدَى السَّنَيْنِ: أَنَّهَا أُعْتِقَتْ فَخُبِرَتْ فِي زَوْجِهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ». وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْبَرَمَةُ

تو روٹی اور گھر کا سالن ہی تھا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا میں ہنڈیا نہیں دیکھ رہا جس میں گوشت تھا؟“ اہل خانہ نے عرض کی: جی ہاں، لیکن وہ گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقے میں ملا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ نے فرمایا: ”اس (بریرہ رضی اللہ عنہا) کے لیے صدقہ اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔“

تَقُولُ بِلَحْمٍ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأَذْمٌ مِنْ أَدَمِ الْبَيْتِ فَقَالَ: «أَلَمْ أَرِ الْبُرْمَةَ فِيهَا لَحْمٌ؟» قَالُوا: بَلَى، وَلَكِنْ ذَاكَ لَحْمٌ تَصَدَّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، قَالَ: «عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ». [راجع: ۴۵۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں چار مسئلے معلوم ہوئے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد عورت کی طرح عدت گزارنے کا حکم دیا۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو تین حیض بطور عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔ ③ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آزاد ہوئیں تو انھیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا، اگر محض بیع سے طلاق واقع ہو جاتی تو اختیار دینے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اختیار دینے کا مطلب ہے کہ وہ ابھی اپنے خاوند کے نکاح میں ہے، جب آزاد ہونے سے طلاق واقع نہیں ہوتی تو بیچنے سے بطریق ادنی طلاق نہیں ہوگی۔ ④ بہر حال منکوحہ لونڈی کا مالک حق طلاق سے محروم ہے۔ اسے طلاق دینے کا اختیار اس کے خاوند کو ہے جو فر دخت کرنے سے ختم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

باب: 15- جو لونڈی کسی غلام کی منکوحہ ہو تو آزادی کے بعد اسے اختیار ہے

(۱۵) بَابُ خِيَارِ الْأَمَةِ تَحْتَ الْعَبْدِ

[5280] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے اسے، یعنی بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو بحالت غلام دیکھا ہے۔

۵۲۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُهُ عَبْدًا، يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ. [انظر: ۵۲۸۱، ۵۲۸۲، ۵۲۸۳]

[5281] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: وہ، یعنی بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر مغیث جو فلاں قبیلے کا غلام تھا۔ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں اس کے پیچھے روتا پھرتا ہے۔

۵۲۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ: حَدَّثَنَا وَهَبُ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ذَاكَ مُغِيثُ عَبْدِ بَنِي فُلَانٍ - يَعْنِي زَوْجَ بَرِيرَةَ - كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتْبُعُهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ يَبْكِي عَلَيْهَا. [راجع: ۵۲۸۰]

[5282] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت

۵۲۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

الْوَهَابِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ، يُقَالُ لَهُ: مُغِيثٌ، عَبْدًا لِنَبِيِّ فُلَانٍ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ وَرَاءَهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ. [راجع: ٥٢٨٠]

ہے، انھوں نے فرمایا: بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا جسے مغیث کہا جاتا تھا، وہ بنو فلان کا غلام تھا۔ گویا میں اسے اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ طیبہ کے راستوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے گھومتا پھرتا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ان روایات سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت ان کے شوہر حضرت مغیث رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ اگر منکوحہ لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا شوہر غلام ہو تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس کے نکاح میں رہے یا نہ رہے جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اختیار دیا تو انھوں نے اپنی ذات کو اختیار کیا، اپنے شوہر کو اختیار نہیں کیا۔ ② دراصل نکاح رضا مندی کا سودا ہے۔ لونڈی کو نکاح کے وقت اپنے شوہر کے انتخاب کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ مالک نے جس شخص سے اس کا نکاح کر دیا ہو وہ اسے پسند نہ کرتی ہو، اس لیے آزادی کے بعد اسے اختیار دیا گیا ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے کہ لونڈی کو یہ اختیار اس وقت ہو گا جب آزادی ملنے کے وقت اس کا خاندان غلام ہو، اگر وہ آزاد ہے تو پھر اسے اختیار نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 16 - حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کے متعلق نبی ﷺ کا سفارش کرنا

(۱۶) بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي زَوْجِ بَرِيرَةَ

۵۲۸۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ: مُغِيثٌ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبَّاسٍ: «يَا عَبَّاسُ، أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثِ بَرِيرَةَ، وَمِنْ بَغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا؟»، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ رَاجَعْتَهُ؟»، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ»، قَالَتْ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ. [راجع: ۵۲۸۰]

[5283] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے جنھیں مغیث کہا جاتا تھا۔ گویا وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے جب وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے روتے ہوئے گھوم رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے عباس! کیا تمھیں مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی مغیث سے نفرت پر حیرت نہیں؟“ آخر نبی ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”تم اب بھی مغیث کے متعلق فیصلہ بدل لو۔“ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔“ اس پر



حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے مغیث کے پاس رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔

☀️ **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے حکم اور آپ کی سفارش میں فرق معلوم ہوا کہ آپ کا حکم تو وجوب کے لیے ہے جس کا ماننا ضروری ہے لیکن سفارش قبول کرنا ضروری نہیں۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے جواب میں سفارش قبول نہ کرنے کا عذر بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے کوئی غرض نہیں ہے اور نہ ان سے رجوع ہی کرنے میں میری کوئی بھلائی پوشیدہ ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی تھی، اس کے باوجود اس نے انکار کر دیا کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفارش کرتے ہوئے فرمایا: ”تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو کیونکہ وہ تیری اولاد کا باپ ہے۔“ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام، عالم اور صاحب اختیار سے رعایا کی ضرورت پوری کرنے کے لیے سفارش کرائی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 17- بلا عنوان

[5284] حضرت اسود سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا تو بریرہ رضی اللہ عنہا کے آقاؤں نے انکار کر دیا۔ وہ ولاء اپنے لیے ہونے کی شرط لگاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء تو اس کے لیے ہے جو اسے آزاد کرے۔“

نبی ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور کہا گیا: یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ بریرہ کے لیے صدقہ تھا ہمارے لیے ہدیہ ہے۔“

شعبہ کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو اس کے شوہر کے متعلق اختیار دیا گیا۔

### (۱۷) بَابُ:

۵۲۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ: أَنَّ عَائِشَةَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ، فَأَبَى مَوَالِيهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «اشْتَرِيَهَا وَأَغْنِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ».

وَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِلَحْمٍ: فَقِيلَ: إِنَّ هَذَا مَا تُصَدِّقُ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: «هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَكِنَّا هَدِيَّةٌ». [راجع: ۴۵۶]

حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَزَادَ: فَخُيِّرَتْ مِنْ زَوْجِهَا.

☀️ **فائدہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو بلا عنوان رکھا ہے کیونکہ یہ پہلے باب سے متعلق ہے۔ یہ حدیث کئی مرتبہ پہلے گزر چکی ہے اور اس سے بے شمار فقہی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بہت سے احکام کی نشاندہی کی ہے جو آٹھ

صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اہل علم حضرات کو ان کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف کس قدر وسعت علم رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ساتھ جنت الفردوس میں جمع کرے۔

باب: 18- ارشاد باری تعالیٰ: ”تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں، البتہ مومن لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ مشرک عورت تمہیں بھلی معلوم ہو“ کا بیان

(۱۸) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَكُمْ مُمْسِكَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ﴾ [البقرة: ۲۲۱]

[5285] حضرت نافع سے روایت ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نصرانیہ اور یہودیہ عورت سے نکاح کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے مشرک عورت سے نکاح حرام قرار دیا ہے اور میں اس سے بڑا کوئی شرک نہیں جانتا کہ عورت کہے: اس کا رب عیسیٰ ہے، حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں۔

۵۲۸۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ نِكَاحِ النِّصْرَانِيَّةِ وَالْيَهُودِيَّةِ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْمُشْرِكَاتِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا أَعْلَمُ مِنَ الْإِشْرَافِ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنْ أَنْ تَقُولَ الْمَرْأَةُ رَبُّهَا عِيسَى، وَهُوَ عَبْدٌ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ.

فوائد و مسائل: ① حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ انفرادی رائے ہے، دیگر صحابہ نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ سورہ مائدہ کی درج ذیل آیت سے منسوخ ہے: ”اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں۔“ ② شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی ہو کہ اہل کتاب مشرک عورتوں سے نکاح جائز نہیں، حالانکہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ انھوں نے اہل کتاب خواتین سے نکاح کیا۔ ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسلمانوں کو عار دلانا چاہتے ہوں کہ وہ ایسی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن کا دامن شرک سے آلودہ ہے۔ ایسے حالات میں بیوی خاوند کے درمیان ہم آہنگی کیسے ہو سکے گی اور ان میں محبت و الفت کیونکر پیدا ہو سکے گی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ نہیں بلکہ ان سے دور رہنے کا مشورہ ہے کہ اس قسم کے میاں بیوی میں اتفاق و یگانگت پیدا نہیں ہوگی جو نکاح کے اہم مقاصد سے ہے۔ یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی طرف شذوذ کی نسبت نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

باب: 19- مشرک عورتوں میں سے جو مسلمان ہو جائیں ان سے نکاح اور ان کی عدت کا بیان

(۱۹) بَابُ نِكَاحِ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعَدَّتِهِنَّ

[5286] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین نبی ﷺ اور اہل ایمان کے نزدیک دو طرح کے تھے: ایک حربی مشرک جن سے آپ ﷺ جنگ کرتے تھے اور مشرک آپ سے جنگ کرتے تھے اور دوسرے معاہدہ کرنے والے مشرک جن سے نہ آپ لڑتے اور نہ وہ آپ سے جنگ کرتے تھے۔ جب اہل حرب کی کوئی عورت ہجرت کر کے آتی تھی تو اسے پیغام نکاح نہ بھیجا جاتا یہاں تک کہ اسے حیض آتا، پھر وہ اس سے پاک ہو جاتی۔ جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا۔ اگر اس کے نکاح کرنے سے پہلے اس کا شوہر بھی مسلمان ہو جاتا اور ہجرت کر کے آ جاتا تو وہ اسے واپس کر دی جاتی۔ اگر ان میں سے کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آتے تو دونوں آزاد ہوتے اور انھیں دوسرے مہاجر مسلمانوں کے برابر مقام ملتا..... عطاء نے مشرکین اہل عہد کا حال حضرت مجاہد کی حدیث کی طرح ذکر کیا..... اور اگر مشرکین اہل عہد سے کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آتے تو وہ مشرکین کو واپس نہ کیے جاتے بلکہ ان کی قیمت ادا کی جاتی۔

[5287] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریبہ بنت ابوامیہ، سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ انھوں نے اسے طلاق دے دی تو اس سے معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا۔ اور ام حکم بنت ابوسفیان عیاض بن غنم فہری کی بیوی تھی، انھوں نے اسے طلاق دی تو اس سے عبد اللہ بن عثمان ثقفی نے نکاح کر لیا۔

۵۲۸۶ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَنَّ أَبَا هِشَامٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى مَنزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُؤْمِنِينَ: كَانُوا مُشْرِكِي أَهْلِ حَرْبٍ يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُونَهُ، وَمُشْرِكِي أَهْلِ عَهْدٍ لَا يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُونَهُ، فَكَانَ إِذَا هَاجَرَتْ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبْ حَتَّى تَحْبِضَ وَتَطْهَرَ، فَإِذَا طَهَّرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ، فَإِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَنْكِحَ رُدَّتْ إِلَيْهِ، وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَمَةٌ، فَهَمَا حُرَّانِ، وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِينَ - ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيثِ مُجَاهِدٍ - وَإِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ لِلْمُشْرِكِينَ أَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوا، وَرُدَّتْ أَمَّا نُهُمْ.

۵۲۸۷ - وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: كَانَتْ قَرِيبَةُ ابْنَةُ أَبِي أُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ - وَكَانَتْ أُمُّ الْحَكَمِ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنَمٍ الْفَهْرِيِّ - فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ.

🌞 فوائد و مسائل: ① آغاز ہجرت میں ایک معاشرتی مسئلہ مسلمانوں کے لیے کئی الجھنوں کا باعث بن گیا تھا وہ یہ کہ مکے میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو خود تو مسلمان ہو چکے تھے مگر ان کی بیویاں کافر تھیں یا بیویاں مسلمان ہو چکی تھیں مگر ان کے شوہر کافر تھے۔ ہجرت کرنے سے یہ مسئلہ مزید سنگین ہو گیا۔ اس اعتبار سے ہجرت کرنے والوں کی تین قسمیں تھیں: ۱۔ میاں بیوی دونوں



ہجرت کر کے مکے سے نکل آئے جیسے حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ۔ ایسے لوگوں کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ○ خاوند ہجرت کر کے مدینے آگیا مگر اس کی بیوی بحالت کفر کے ہی میں مقیم رہی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینے آگئے مگر ان کی دو بیویاں بحالت کفر کے ہی میں تھیں۔ ○ بیوی مسلمان ہو کر مدینے آگئی مگر اس کا کافر شوہر کے میں رہا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینے آگئیں مگر ان کا کافر شوہر ابو العاص کے ہی میں رہا۔ مردوں کے لیے یہ مسئلہ اتنا سنگین نہ تھا کیونکہ وہ دوسرا نکاح کر سکتے تھے مگر عورتوں کے لیے اتنی مدت تک رشتہ ازدواج میں منسلک رہنا بہت مشکل تھا، اس لیے قرآن میں ان کا حل یوں پیش کیا گیا کہ ایسی عورتیں کافروں کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان عورتوں ہی کے لیے حلال ہیں۔“ (۱) اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ○ اختلاف دین سے نکاح خود بخود ختم ہو جاتا ہے، یعنی کافر شوہر اور مومن بیوی یا مومن مرد اور کافر بیوی کا نکاح خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔ ○ اختلاف دارین سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یعنی خاوند دار الاسلام میں ہے اور بیوی دار الحرب میں ہے تو نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا کیونکہ اب یہ رشتہ قائم رکھنا محال ہے۔ کافر عورت اگر مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائے تو تین حیض عدت گزار کر عقد ثانی کر سکتی ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونے اور ہجرت کرنے کی وجہ سے اب آزاد عورتوں میں شامل ہوگئی جن کی عدت تین حیض ہے۔ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ”تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔“ (۲) اسی قاعدے کی بنا پر قریبہ بنت ابی امیہ اور ام حکم بنت ابی سفیان دونوں کافر عورتوں کو طلاق دی گئی تو انھوں نے عدت گزار کر عقد ثانی کیا۔ واللہ اعلم۔

### (۲۰) بَابُ : إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُسْرِكَةُ أَوْ النَّصْرَانِيَّةُ نَحَتَ الذَّمِّيُّ أَوْ الْحَرَبِيُّ

وَقَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرِّمَتْ عَلَيْهِ.

وَقَالَ دَاوُدُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ: سُنِّلَ عَطَاءٌ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ ثُمَّ أَسْلَمَ زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ، أَهْيَ امْرَأَتُهُ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَصَدَاقٍ.

### باب: 20- جب کوئی مشرک یا نصرانیہ جو کسی ذمی یا حربی کے نکاح میں تھی مسلمان ہو جائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی نصرانی عورت اپنے خاوند سے تھوڑی دیر پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے۔

عطاء سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو ذمی قوم سے تعلق رکھتی ہو اور اسلام قبول کرے، اس کے بعد اس کا شوہر بھی دوران عدت میں مسلمان ہو جائے تو کیا وہ اس کی بیوی خیال کی جائے گی؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں، البتہ اگر وہ چاہے تو نئے حق مہر کے ساتھ نیا نکاح کرے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: إِذَا أَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿لَا مَنِّ جِلٌّ لَكُمْ وَلَا مُمْ يَحِلُّونَ لَكُمْ﴾ [المنحة: ۱۰].

مجاہد نے فرمایا: اگر شوہر، بیوی کی عدت کے دوران میں مسلمان ہو گیا تو اسے چاہیے کہ اس سے نکاح کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”نہ مومن عورتیں مشرک مردوں کے لیے حلال ہیں اور نہ مشرک مرد، مومن عورتوں کے لیے حلال ہیں۔“

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ فِي مَجُوسِيَّيْنِ أَسْلَمَا: هُمَا عَلَى نِكَاحِهِمَا، فَإِذَا سَبَقَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَأَبَى الْآخَرُ بَاقَتْ، لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَيْهَا.

حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ، مجوسی میاں بیوی کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر وہ دونوں اکٹھے مسلمان ہو جائیں تو دونوں اپنے نکاح پر باقی رہیں گے اور جب ان میں کوئی پہلے مسلمان ہو جائے اور دوسرا اسلام لانے سے انکار کر دے تو عورت اس سے جدا ہو جائے گی، اس کے خاوند کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: امْرَأَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ جَاءَتْ إِلَى الْمُسْلِمِينَ، أَيْعَاوَضُ زَوْجَهَا مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأَنفَعُوا﴾ [المنحة: ۱۰]؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ أَهْلِ الْعَهْدِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: هَذَا كُلُّهُ فِي صَلَاحِ بَيْنِ النَّبِيِّ ﷺ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ.

ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا کہ مشرکین کی کوئی عورت جب مسلمانوں کے پاس آئے تو کیا اس کے خاوند کو کوئی معاوضہ دیا جائے گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جو کچھ ان مشرکین نے خرچ کیا ہے وہ ان کو دے دو؟“ انھوں نے کہا کہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ ایک معاہدہ تھا جو نبی ﷺ اور اہل عہد (مشرکین) میں طے پایا تھا، چنانچہ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ سب احکام اس صلح سے متعلق ہیں جو نبی ﷺ اور کفار قریش کے مابین طے پائی تھی۔

☆ وضاحت: جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اس کی کئی صورتیں ہیں: ○ مسلمان ہونے کے بعد دارالکفر ہی میں رہائش پذیر رہے، دارالاسلام منتقل نہ ہو۔ ○ اسلام لانے کے بعد کوئی ایک دارالاسلام چلا آئے۔ احناف کے نزدیک نفس اسلام کی وجہ سے ان میں علیحدگی نہیں کی جائے گی بلکہ دارین کا مختلف ہونا ضروری ہے، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی عیسائی عورت اپنے خاوند سے پہلے مسلمان ہو جائے، خواہ ایک لمحہ پہلے اسلام لے آئے تو وہ کافر خاوند حرام ہو جائے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۲۸۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ: حَدَّثَنِي يُونُسُ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوَّجَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: كَانَتْ الْمُؤْمِنَاتُ إِذَا هَاجَرْنَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمْتَحِنُهُنَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ أَقَرَّ بِهَذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ أَقَرَّ بِالْمُحَنَةِ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَقَرَزْنَ بِذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «انْطَلِقْنَ فَقَدْ بَايَعْتُنَّ»، لَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، غَيْرَ أَنَّهُ بَايَعَهُنَّ بِالْكَلامِ، وَاللَّهِ مَا أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللَّهُ، يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ: «قَدْ بَايَعْتُنَّ»، كَلَامًا. [راجع: ۲۷۱۳]

[5288] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب اہل ایمان خواتین ہجرت کر کے نبی ﷺ کی طرف آئیں تو آپ ان کا امتحان لیتے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! جب مومن خواتین تمھارے پاس ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو.....“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مومنات میں سے جو جو عورت اس شرط کا اقرار کر لیتی وہ امتحان میں کامیاب خیال کی جاتی، چنانچہ جب وہ اس شرط کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ ان سے فرماتے: ”اب جاؤ، میں نے تم سے عہد لے لیا ہے۔“ اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہیں چھوا۔ آپ ﷺ ان خواتین سے زبانی کلامی بیعت لیتے تھے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے صرف ان چیزوں پر عہد لیا جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ بیعت لینے کے بعد آپ ان سے فرماتے: ”میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔“ یہ آپ صرف زبان سے کہتے تھے۔

🌟 فوائد و مسائل: ❶ لوگوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے، البتہ ہجرت کر کے آنے والی خواتین کا ظاہری طور پر امتحان لینا ضروری قرار پایا کہ واقعی وہ مسلمان ہیں اور محض اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر آئی ہیں، کوئی دنیوی یا نفسانی غرض تو اس ہجرت کا سبب نہیں ہے؟ کہیں اپنے خاندانوں سے ناراض ہو کر یا خانگی معاملات اور گھریلو جھگڑوں سے تنگ آکر یا محض سیر و سیاحت یا کوئی دوسری غرض تو اس ہجرت کا سبب نہیں بنی؟ ❷ اس حکم کے مخاطب چونکہ مومن حضرات ہیں، رسول اللہ ﷺ نہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس غرض کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا تھا اور وہی مدینہ طیبہ پہنچنے والی خواتین کا امتحان لیتے تھے۔ اس امتحان کے بعد ان مہاجر عورتوں بلکہ عام خواتین اسلام کو بیعت کا حکم ہوا اور یہ بیعت خود رسول اللہ ﷺ لیتے تھے کیونکہ بیعت سے متعلق آیت کے مخاطب آپ ہی ہیں اور جن گناہوں سے بچنے کی بیعت لی جاتی تھی وہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور ان کا اس وقت عرب میں عام رواج تھا۔ اس بیعت کی تفصیل سورہ محتہ آیت 12 میں بیان ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔



(۲۱) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرِيصٌ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ﴾ [البقرة: ۲۲۶]

باب: 21- ارشاد باری تعالیٰ: ”جو لوگ اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھالیں، ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے“ کا بیان

وضاحت: اپنی بیوی سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھانے کو ایلاء کہا جاتا ہے۔ اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ شوہر اپنی اہلیہ سے چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک ہم بستر نہ ہونے کی قسم اٹھالے۔ اگر کسی نے تین ماہ تک تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھائی تو اس کی تین صورتیں ہیں: ○ تین ماہ کے اندر بیوی سے تعلق قائم کر لیا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا کیونکہ اس نے اپنی قسم کو توڑا ہے۔ ○ اگر تین ماہ کے بعد تعلق قائم کیا تو اس نے اپنی قسم کو پورا کر لیا، اس صورت میں اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ ○ تین ماہ کے بعد تعلق قائم نہیں کرتا تو اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ اگر وہ رجوع نہ کرے تو اسے حاکم وقت کے پاس لایا جائے اور اس وقت تک اسے نہ چھوڑا جائے یہاں تک کہ وہ طلاق دے دے، یعنی چار ماہ گزرنے کے بعد خود بخود طلاق نہیں ہوگی بلکہ شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ حقوق زوجیت ادا کرے یا طلاق دے۔

[5289] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھائی۔ ان دنوں آپ کے پاؤں کو موج بھی آگئی تھی۔ آپ بالا خانے میں انتیس دن تک ٹھہرے رہے، پھر اترے تو حاضرین نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک ماہ تک بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔“

۵۲۸۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: أَلَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ وَكَانَتْ انْفَكَّت رَجُلُهُ، فَأَقَامَ فِي مَشْرِئِهِ لَهُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: «الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ». [راجع: ۳۷۸]

فائدہ: بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ شرعی ایلاء نہیں کیونکہ اس میں چار ماہ تک تعلق نہ رکھنے کی قسم کھائی جاتی ہے، لہذا اس حدیث کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔ لیکن ہمیں اس موقف سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ ایلاء چار ماہ سے کم مدت کے لیے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس سے مقصود عورت کا دماغ درست کرنا ہے اور وہ عورت کے مزاج کے مطابق چار ماہ سے کم مدت کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ اگر چار ماہ سے کم مدت کے لیے ایلاء نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سے ایسا واقع نہ ہوتا۔ قرآن کریم کے مطابق ایلاء کرنے والے کے لیے مہلت چار ماہ ہے، اس کے بعد دیگر کارروائی ہوگی۔

[5290] حضرت نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس

۵۲۹۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ:

ایلاء کے متعلق فرمایا کرتے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ فِي

إِلَّا بِلَاءِ الَّذِي سَمَّى اللَّهُ تَعَالَى: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدَ الْأَجَلِ إِلَّا أَنْ يُمْسِكَ بِالْمَعْرُوفِ أَوْ يَعْرِمَ بِالطَّلَاقِ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں سوائے اس امر کے کہ وہ اپنی بیوی کو قاعدے کے مطابق اپنے پاس رکھے یا پھر طلاق دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایلاء کرنے والے کی مدت جب پوری ہو جائے تو اس کے سامنے دو راستے ہیں: ① اپنی بیوی سے تعلق قائم کرے اور معروف طریقے کے مطابق اسے اپنے پاس رکھے۔ ② وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے فارغ کر دے۔ ③ چار ماہ کے بعد وہ رجوع کرے، یعنی اس سے ہم بستر ہو۔ اگر کوئی شخص خود یا بیوی کے بیمار ہونے یا دیگر کسی وجہ سے جماع نہ کر سکے تو زبانی رجوع کرے۔<sup>۱</sup>

۵۲۹۱ - وَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ: إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ يُوقَفُ حَتَّى يُطَلَّقَ وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتَّى يُطَلَّقَ. وَيُذَكَّرُ ذَلِكَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَعَائِشَةَ وَاثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

[5291] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو اسے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے یہاں تک کہ وہ طلاق دے۔ اور طلاق اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک وہ خود طلاق نہیں دے گا۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو درداء، حضرت عائشہ اور دیگر بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اہل علم کا اس امر میں اختلاف ہے کہ ایلاء کرنے کے بعد اگر چار ماہ گزر جائیں تو عورت خود بخود مطلقہ ہو جائے گی یا اسے طلاق دے کر فارغ کرنا ہوگا؟ اہل کوفہ کا موقف ہے کہ ایلاء کی مدت چار ماہ گزرنے کے بعد عورت کو خود بخود طلاق ہو جاتی ہے، اسے طلاق دینے کی ضرورت نہیں جبکہ دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ مدت ایلاء چار ماہ گزرنے کے بعد شوہر کو اختیار ہے رجوع کرے یا طلاق دے۔ اس کے طلاق دیے بغیر عورت مطلقہ نہیں ہوگی کیونکہ قرآن میں ہے: ”اگر وہ طلاق ہی کا عزم کر لیں تو اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔“<sup>۲</sup> عزم طلاق اور ہے اور عملاً طلاق دینا اور چیز ہے۔ ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ مدت ایلاء چار ماہ گزرنے کے بعد خاوند اگر طلاق دے گا تو عورت فارغ ہوگی بصورت دیگر وہ مطلقہ نہیں ہوگی۔ اگر وہ رجوع نہ کرے اور نہ طلاق ہی دے تو عدالتی چارہ جوئی سے کام لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

باب: ۲۲ - جو شخص گم ہو جائے تو اس کی بیوی اور مال کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲۲) بَابُ حُكْمِ الْمَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ، وَمَالِهِ

حضرت ابن مسیب نے فرمایا: جب کوئی شخص جنگ کی صف میں عین لڑائی کے موقع پر گم ہو جائے تو اس کی بیوی سال بھر انتظار کرے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِذَا فَقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصْ أَمْرَأَتَهُ سَنَةً.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی خریدی۔ آپ اس کے مالک کو ایک سال تک تلاش کرتے رہے لیکن وہ نہ مل سکا۔ وہ کہیں گم ہو گیا۔ پھر انھوں نے ایک ایک، دو، دو، درہم فقراء کو دینے شروع کر دیے، نیز وہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ فلاں شخص (بائع) کی طرف سے ہیں، اگر وہ آگیا تو ثواب میرے لیے اور قیمت کی ادائیگی بھی میرے ذمے ہوگی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ تم بھی گری پڑی چیز کے ساتھ اسی طرح سلوک کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فرمایا۔

وَأَشْتَرَى ابْنُ مَسْعُودٍ جَارِيَةً فَالْتَمَسَ صَاحِبُهَا سَنَةً فَلَمْ يَجِدْهُ وَفَقِدَ فَأَخَذَ يُعْطِي الدَّرْهَمَ وَالذَّرْهَمَيْنِ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ عَنْ فُلَانٍ فَإِنْ أَتَى فُلَانٌ فَلِي وَعَلَيَّ، وَقَالَ: هُكَذَا فَافْعَلُوا بِاللُّقْطَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ.

امام زہری نے اس قیدی کے متعلق فرمایا جس کے رہنے کی جگہ معلوم ہو: اس کی بیوی نکاح نہ کرے اور نہ اس کا مال تقسیم ہی کیا جائے، پھر جب اس کے متعلق خبر ملنا بند ہو جائے تو اس کا حکم بھی مفقود النحر جیسا ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَسِيرِ يُغْلَمُ مَكَانُهُ: لَا تَزَوِّجْ أَمْرَأَتَهُ وَلَا يُقْسَمُ مَالُهُ، فَإِذَا انْقَطَعَ خَبَرُهُ فَسَنَّتْهُ سَنَةً الْمَفْقُودِ.

☆ وضاحت: گمشدہ شوہر کو فقہی اصطلاح میں مفقود النحر کہتے ہیں۔ اس کی بیوی کے متعلق احکام کا تعلق کتاب الطلاق سے ہے اور مال کا تعلق فرائض کے احکام سے متعلق ہے۔ جس عورت کا خاندان گم ہو جائے اس کے آگے نکاح کرنے کے متعلق علمائے امت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا موقف ہے کہ مفقود کی بیوی اس وقت تک اس کی زوجیت سے فارغ نہیں ہو سکتی جب تک گم ہو جانے والے شوہر کی موت کا علم نہ ہو جائے۔ کتب فقہ میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے کہ مفقود کے ہم عمر لوگ جب تک زندہ ہوں، اس وقت تک دوسرے مرد سے اس کا نکاح درست نہیں ہے۔ مسلک احناف میں یہ روایت بھی ہے کہ ہم عمر لوگوں کی موت کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ اس کا تعین حاکم کی صوابدید پر ہے جبکہ بعض حضرات نے طبعی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے مدت انتظار کے وقت کا تعین کیا ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں: کچھ حضرات نے نوے (90) سال اور بعض نے پچھتر (75) اور ستر (70) سال بھی کہا ہے۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک زوجہ مفقود کی مدت انتظار چار سال ہے۔ ان کے اختیار کردہ موقف کی بنیاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ جس عورت کا



خاوند گم ہو جائے اور اس کا علم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ عورت چار سال تک انتظار کرے، پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر چاہے تو دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔<sup>(۱)</sup> ہمارے رجحان کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ کا موقف صحیح ہے کیونکہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے کی تائید حاصل ہے۔ معاشرتی حالات بھی اس کا تقاضا کرتے ہیں، تاہم مدت انتظار کا تعین حالات و ظروف کے تحت کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ زمانے میں اطلاعات کے ذرائع اس قدر وسیع، زیادہ اور تیز ترین ہیں جن کا تصور بھی زمانہ قدیم میں محال تھا۔ آج ہم کسی شخص کے گم ہونے کی اطلاع، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے سے ایک دن میں ملک کے کونے کونے تک پہنچا سکتے ہیں بلکہ انٹرنیٹ کے ذریعے سے چند منٹوں میں اس کی تصویر بھی دنیا کے چپے چپے میں پہنچائی جاسکتی ہے، اس لیے اس مدت کو مزید کم کیا جاسکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان ایک سال مدت انتظار کی طرف ہے، چنانچہ وہ اس عنوان کے تحت حدیث لفظ لائے ہیں کہ کسی کا گرا پڑا سامان ملے تو اس کا سال بھر اعلان کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کرنے سے بھی یہی مقصود ہے کیونکہ نکاح کوئی دھاگہ نہیں جسے آسانی سے توڑ دیا جائے اور یہ ایک حق ہے جو مرد کے لیے لازم ہو چکا ہے۔ اس عقدہ نکاح (نکاح کی گرہ) کو کھولنے کا مجاز عورت کا شوہر ہے لیکن تکلیف اور پریشانی کے خاتمے کے لیے عدالت شوہر کے قائم مقام ہو کر نکاح فسخ کر سکتی ہے جیسا کہ خلع وغیرہ میں ہوتا ہے، اس لیے گم شدہ خاوند سے خلاصی کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ یہ عورت عدالت کی طرف رجوع کرے۔ رجوع سے پہلے جتنی مدت گزر چکی ہوگی اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے ہاں بعض عورتیں مدت دراز انتظار کرنے کے بعد عدالت کے نوٹس میں لائے بغیر یا اس کا فیصلہ حاصل کرنے سے پہلے نکاح کر لیتی ہیں، ان کا یہ اقدام انتہائی محل نظر ہے، چنانچہ امام مالک سے پوچھا گیا: اگر کوئی عورت عدالت کے نوٹس میں لائے بغیر اپنے گم ہو جانے والے شوہر کا چار سال تک انتظار کرے تو کیا اس مدت کا اعتبار کیا جائے گا؟ امام مالک نے جواب دیا: اگر وہ اس طرح بیس سال بھی گزار دے تو بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔<sup>(۲)</sup> لہذا مدت انتظار کی ابتدا اس وقت سے کی جائے گی جس وقت حاکم وقت خود بھی تفتیش کر کے گم ہونے والے کے بارے میں مایوس ہو جائے۔ عدالت میں پہنچنے اور اس کی تفتیش سے پہلے خواہ کتنی مدت گزر چکی ہو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ جس عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے وہ عدالت کی طرف رجوع کرے، پھر اگر عدالت بعد از ثبوت اس نتیجے پر پہنچے کہ واقعی شوہر کی کوئی اطلاع اور خبر نہیں ہے بلکہ وہ گم ہو گیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عورت کو مزید ایک سال تک انتظار کرنے کا حکم دے۔ اگر شوہر اس مدت میں نہ آئے تو عدالت ایک سال کی مدت کے اختتام پر نکاح فسخ کر دے گی، پھر عورت اپنے شوہر کو مردہ تصور کر کے عدت و فوات، یعنی چار ماہ دس دن گزارنے کے بعد نکاح مانی کرنے کی مجاز ہوگی۔

۵۲۹۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُتَنَبِّئِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ، [5292] يَزِيدُ مَوْلَى مُبْعُثٍ سَے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے گم شدہ بکری کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اے پکڑ لو کیونکہ یا تو وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی تک“

فَقَالَ: «خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذُّبِّ». وَسُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ، فَغَضِبَ وَاحْمَرَّتْ وَجَنَّتْهُ، وَقَالَ: «مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا الْحِذَاءُ وَالسَّقَاءُ، تَشْرَبُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا». وَسُئِلَ عَنِ اللَّقْطَةِ، فَقَالَ: «اعْرِفْ وَكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، وَعَرَفُهَا سَنَةٌ، فَإِنْ جَاءَ مَنْ يَعْرِفُهَا، وَإِلَّا فَاخْطِطْهَا بِمَا لِكَ».

قَالَ سُفْيَانُ: فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ [قَالَ سُفْيَانُ]: وَلَمْ أَحْفَظْ عَنْهُ شَيْئًا غَيْرَ هَذَا فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ حَدِيثَ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُتَنَبِّعِ فِي أَمْرِ الضَّالَّةِ هُوَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ يَحْيَى: وَيَقُولُ رَبِيعَةُ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُتَنَبِّعِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ سُفْيَانُ: فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ فَقُلْتُ لَهُ: [راجع: ۹۱]

منجج جائے گی یہ بھی بھڑائیے لیکن سچو اور سچی بات، اور اچھا اللہ سے گم شدہ آدمی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ غضبناک ہوئے حتیٰ کہ آنسو کے دونوں رخساروں پر جو گہرے ندکیپے فرمایا: ”مجھے اس سے کیا غرض ہے؟ اس کے لئے پھر اس کا جو تار ہے اور پانی کا میٹیر ہے آپ کی پیار ہے گا اور اگر وہ توئی سے چرتا رہے گا یہاں تک اس کا مالک اسے مل جائے گا۔“ گری پرستی رقم کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے عرض کیا: ”اس کی تھیلی اور سر پہنچان بچکان لو لو ہا یک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو، اگر اس کو پہچاننے والا کوئی آجائے تو ٹھیک ہے، یعنی اسے دو بصورتوں میں دیکھالے اسے اسے مال کے ساتھ ملاوے۔“

سفیان نے کہا: میں ربیعہ بن ابوعبدالرحمن سے ملا مگر ان سے سوائے اس حدیث کے مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا میں نے پوچھا کہ مجھے بتاؤ: یزید بن ابی مہزیج کی حدیث کمال اللہ مال کے بارے میں زید بن خالد نے کہی ہے اس نے کہا ابھی ہاں! یحییٰ نے کہا: ربیعہ نے اس کو یزید سے، انھوں نے زید بن خالد سے ذکر کیا ہے سفیان نے کہا: پھر میں نے اسے ربیعہ سے ملاقات کی اور ان سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا۔

**فوائد و مسائل:** ⑤ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کے رجحان کا پتا چلتا ہے کہ زوجہ مفقودہ کے انتظار کا وقت ایک سال مقرر کیا جاسکتا ہے کیونکہ گم شدہ خاوند کا حال بھی گم شدہ چیز کی طرح ہے کہ بذریعہ عدالت عدالت بھریاں کا تلاش کیا جائے جسے ملنے دے کہ ایک سال انتظار کا حکم عدالت اس صورت میں دے گی جب عموماً کے پاس مائیں مدنی کے لئے ناجائز ملاقات و ملاقات، بصورت دیگر عدالت بوجہ عدم موجودگی فقہ فی الفور نکاح منع کر سکتی ہے۔ اسناد اگرچہ دور ان حدیث کا دور ان حدیث کا خاوند آجائے تو اسے اس کی بیوی مل جائے گی۔ اگر نکاح ثانی کر لینے کے بعد پہلا خاوند آیا تو اسے بیوی سے مجرم ملو بلائے گا۔

بھی واضح رہے کہ تفتیش کے اخراجات بھی عورت کے ذمے ہیں بشرطیکہ وہ صاحب حیثیت ہو بصورت دیگر بیت المال تفتیش کے اخراجات برداشت کرے۔ اگر بیت المال موجود نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی طرف سے اس ستم زدہ عورت کے





**وضاحت:** شوہر کا اپنی بیوی کو اپنی کسی محرم عورت کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جسے دیکھنا اس کے لیے حرام ہو ظہار کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس وقت اس سے زوجیت کا تعلق رکھنا حرام ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کا کفارہ ادا کرے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ اگر اس کی ہمت نہیں تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ (60) مساکین کو کھانا کھلائے۔ ہمارے رجحان کے مطابق بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے دیگر محرمات کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صرف ”امہات“ کا ذکر کیا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ صریح: اس طرح کہا جائے: اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّي ”تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔“ ان الفاظ کے استعمال سے بالاتفاق ظہار ہو جاتا ہے۔ ۲۔ کنایہ: اپنی بیوی سے یوں کہے: اَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ اُمِّي ”تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے۔“ اس میں دونوں احتمال ہیں: معزز ہونے کا بھی اور حرام ہونے کا بھی، اس کا حکم نیت سے ملحق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ کے ذکر سے حدیث مرفوعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس کا سبب نزول ہے۔ آپ نے صحیح البخاری میں ایک مقام پر تعلیقاً اس حدیث کا مختصر ذکر کیا ہے۔<sup>(۱)</sup> جس خاتون سے ظہار ہوا وہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں اور اسلام میں یہ پہلا ظہار تھا۔<sup>(۲)</sup> واضح رہے کہ غلام اور آزاد کے ظہار میں کوئی فرق نہیں کیونکہ شریعت نے ان میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، اسی طرح ان کا کفارہ بھی ایک جیسا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

#### (۲۴) بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الطَّلَاقِ وَالْأُمُورِ

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يُعَذَّبُ اللَّهُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَكِنْ يُعَذَّبُ بِهَذَا»، وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ.

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: أَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ أَنْ خُذِ النِّصْفَ.

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكُسُوفِ، فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا وَهِيَ تُصَلِّي أَيُّ نَعَمْ.

#### باب: 24- طلاق اور دیگر امور میں اشارہ کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آنکھ سے آنسو بہانے پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس وجہ سے دیتا ہے“ اور آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میری طرف اشارہ کیا کہ نصف قرض لے لو۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز گرہن پڑھی تو میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: لوگ کیا کر رہے ہیں؟ وہ اس وقت نماز پڑھ رہی تھیں تو انھوں نے اپنے سر سے سورج کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا: کیا یہ نشانی ہے؟ انھوں نے اپنے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ جماعت کے لیے آگے بروہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابوقاۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے محرم کے لیے شکار کے متعلق فرمایا: ”تم میں سے کسی نے شکاری کو شکار مارنے کے لیے کہا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اس کا گوشت کھاؤ۔“

**وضاحت:** امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ آثار و تعلیقات سے اشارے کی اہمیت کو واضح کیا ہے کہ اس سے طلاق وغیرہ ہو جاتی ہے، زبان سے اور انگی ضروری نہیں۔ اس موقف کی تائید رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان سے ہوتی ہے، جب آپ ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا: ”اللہ کہاں ہے؟“ تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے آزاد کرو یہ مومن ہے۔“<sup>(۱)</sup> رسول اللہ ﷺ نے ایمان جوین کی بنیاد ہے اس کے متعلق اشارے پر حکم فرمایا اور اس کا اعتبار کیا تو دیگر امور میں بطریق اولیٰ جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے اشارے سے طلاق دی تو اس کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ پیش کردہ معلق روایات سے امام بخاری رحمہ اللہ کی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ شریعت میں تمام امور کے لیے اشارے کا اعتبار کیا جاتا ہے تو طلاق میں بھی اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہمارے رجحان کے مطابق یہ عنوان اور پیش کردہ معلق اور مرفوع روایات آئندہ عنوان ”لعان“ کے لیے بطور تنجید ہے جس میں کوئی حرج کے لعان اور اس کی طلاق کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ واللہ المستعان۔

[5293] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور جب بھی آپ رکن (حجر اسود) کے پاس تشریف لاتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے

لَا يَأْتِيَنَّكَ الْكُفْرُ طَوْعًا أَوْ نَهْيًا وَيَذَرِكُنِي إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَلَمْ يَشْهَدْكُمْ لِي بِرَبِّهِمْ وَأَنَا نَذِيرٌ  
لَهُمْ الْإِسْلَامُ فَذَرِكُنِي إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَلَمْ يَشْهَدْكُمْ لِي بِرَبِّهِمْ وَأَنَا نَذِيرٌ

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبِّي بِبَيْدِهِ لَا يَخْرُجُ بِي مِنْ بَيْتِي وَلَا يَأْتِيَنِي مِنْ بَيْتِي إِلَّا بِإِذْنِي

يَوْمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قِيَادَةً قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِينَ: «أَجِدُ مِنْكُمْ أَمْرَهُ أَنْ يَجْعَلَ عَلَيْهَا، أَوْ أَشْيَاءَ الْبَهَائِ» قَالُوا: لَا، قَالَ: «فَكُلُوا».

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: «لَا يَأْتِيَنِي مِنْ بَيْتِي إِلَّا بِإِذْنِي»

۵۲۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَحْيَى: عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ خَالِدٍ سَأَلَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى بَعْضِ رُكْنَيْ حُكْمَانَا لَتْنِي حَبْلِي بِالْحَجَرِ، لَأَسْأَلَنَّ إِلَيْهِ وَكَبَّرْتُ لِمَا جَعَلَ بَيْنَهُمَا

وَقَالَتْ زَيْنَبُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فُتِحَ مِنْ

رَدْمٌ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَهَذِهِ، وَعَقَدَ تِسْعِينَ. [راجع: ۳۳۴۶]

۵۲۹۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ عليه السلام: «فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةٌ لَا يُوَفَّقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللَّهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ»، وَقَالَ بِيَدِهِ وَوَضَعَ أُنْمُلَتَهُ عَلَى بَطْنِ الْوُسْطَى وَالْخَنْصَرِ، قُلْنَا: يُزْهَدُهَا. [راجع: ۹۳۵]

۵۲۹۵ - قَالَ: وَقَالَ الْأَوْسِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: عَدَا يَهُودِيٌّ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى جَارِيَةٍ فَأَخَذَ أَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَيْهَا، وَرَضَخَ رَأْسَهَا، فَأَتَى بِهَا أَهْلُهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهِيَ فِي آخِرِ رَمَقٍ وَقَدْ أَضْمِتَتْ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ قَتَلَكَ؟ فُلَانٌ؟» لِيُغَيِّرَ الَّذِي قَتَلَهَا، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا، قَالَ: فَقَالَ لِرَجُلٍ آخَرَ غَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا فَأَشَارَتْ أَنْ لَا، فَقَالَ: «فَفُلَانٌ؟» لِقَاتِلِهَا، فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَضَخَ رَأْسَهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ. [راجع: ۲۴۱۳]

فرمایا: ”یاجوج ماجوج کا سورج اُن کی لٹکیاں کھل جائے گا اور آپ نے توبہ (۹۰) کے عہد کی گرجا گاہی پلنبی رہا تھا“ [5294] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابو القاسم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جمعہ کے دن ایک گھڑی ہے جس میں مسلمان کو اتفاق ہو کہ کسی شخص کو مار کر نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اپنے ہر وہ بھلائی والے بگڑھن کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ آپ نے اشارہ کیا کہ یہ سورج اپنے پورے مانی اور چھوٹی انگلی پر رکھ دے۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ گھڑی کی قلمب کو میان کی رہے پڑھنا یا: ”یاجوج ماجوج“۔ [5295] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک لڑکی پر اس طرح زیادتی کی کہ اس کے ہر پورے ہاتھ لیے، پھر اس کا سر پتھر سے کچل دیا۔ لڑکی کے گھر والے اسے بائیں حالت رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے کہ وہ زندگی کے آخری سانس لے رہی تھی اور وہ بول نہیں سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ کیا فلاں شخص نے قتل کیا ہے؟“ آپ نے اصل قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لیا تو اس نے سر سے اشارہ کیا: ”نہیں“۔ پھر آپ نے کسی دوسرے شخص کا نام لیا وہ بھی لاپرواہی سے اشارہ کیا: ”نہیں“۔ پھر آپ نے اس کے قاتل کا نام لے کر پوچھا: ”فلاں نے؟“ تو اس نے اشارہ کیا: ”ہاں“ (اس نے قتل کیا ہے)۔ اسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس قاتل کے متعلق حکم دیا تو اس کا سر بھی نو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔ لیکن سچے آ



[5296] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”فقد ادرہ سے آئے گا“ اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

۵۲۹۶ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْفِتْنَةُ مِنْ هَاهُنَا»، وَأَشَارَ إِلَى الْمَشْرِقِ. [راجع: ۳۱۰۴]

[5297] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا: ”اترو اور میرے لیے ستو تیار کرو۔“ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ تھوڑی سی دیر کر لیں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اترو اور میرے لیے ستو تیار کرو۔“ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ تھوڑی سی مزید دیر کر لیں تو اچھا ہے کیونکہ ابھی دن کھڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ کہا: ”اترو اور میرے لیے ستو تیار کرو۔“ چنانچہ وہ اترا اور تیسری مرتبہ کہنے سے اس نے ستو تیار کر دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں نوش جاں کیا پھر اپنے دست مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے آ رہی ہے تو روزہ رکھنے والا اپنا روزہ افطار کر دے۔“

۵۲۹۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ أُمْسَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ أُمْسَيْتَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، ثُمَّ قَالَ: «انْزِلْ فَاجْدَحْ»، فَتَزَلَّ فَجَدَحَ لَهُ فِي الثَّلَاثَةِ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ». [راجع: ۱۹۴۶]

[5298] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کسی کو بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے۔ وہ تو اس لیے اذان دیتا ہے تاکہ تم میں سے تہجد پڑھنے والا اپنے گھر لوٹ آئے، اس لیے نہیں کہ فجر یا صبح ہو چکی ہے۔“ یزید بن زریع راوی نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، پھر ایک کو دوسرے پر دراز کر دیا۔

۵۲۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ - أَوْ قَالَ: أَذَانُهُ - مِنْ سَحُورِهِ، فَإِنَّمَا يُنَادِي - أَوْ قَالَ: يُؤذِّن - لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ - كَأَنَّهُ يَغْنِي - الصُّبْحُ أَوْ الْفَجْرُ. وَأَظْهَرَ يَزِيدُ يَدَيْهِ ثُمَّ مَدَّ إِحْدَاهُمَا مِنْ

۵۲۹۹ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ لَدُنْ نَذِيئَتِهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ شَيْئًا إِلَّا مَادَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُجِنَّ بَنَانُهُ وَتَغْفُو أَثَرُهُ، وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ يُنْفِقُ إِلَّا لَزِمَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا فَهُوَ يُوسَعُهَا وَلَا تَسْغُرُ»، وَيُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ إِلَى حَلْقِهِ. [راجع: ۱۴۴۳]

[5299] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «بخیل اور مال خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جنھوں نے چھاتی سے گردن تک لوہے کا لباس پہن رکھا ہے۔ سخی جب بھی کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو اس کی زرہ جلد پر ڈھیلی ہو جاتی ہے حتیٰ کہ پاؤں کی اگلیوں تک پہنچ جاتی ہے بلکہ اس کے چلنے کے نشانات کو مٹا دیتی ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چپک جاتا ہے۔ وہ اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کھلتا نہیں ہے۔» (اس وقت) آپ ﷺ اپنی انگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ان تمام احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے مخصوص اوقات میں مخصوص اشارات کا ذکر ہے، چنانچہ پہلی حدیث میں آپ نے اپنی اگلیوں سے توے (90) کی گرہ لگائی جو اشارے ہی کی ایک قسم ہے۔ دوسری حدیث میں جمعہ کی مبارک گھڑی کی قلت کو اشارے سے بیان کیا۔ تیسری حدیث میں قصاص کے لیے سر کے اشارے کو قابل اعتبار سمجھا اور یہودی کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ جب آپ نے قصاص کو اشارے سے ثابت کیا ہے تو طلاق میں تو بطریق اولیٰ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے ثابت کیا ہے کہ بعض اوقات اشارہ، بولنے کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس سے احکام بلکہ قصاص جیسا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ان میں کچھ اشارے ایسے بھی ہیں جن کی وضاحت زبان سے کی جاسکتی تھی لیکن آپ نے ان کی وضاحت اشارے سے کی ہے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ جو انسان بول نہ سکتا ہو تو اس کے اشارے پر عمل ہوگا اور اسے معتبر خیال کیا جائے گا۔ ③ اگرچہ ان احادیث میں کوئی حدیث بھی عنوان کی خبر اول، یعنی اشارے سے طلاق پر دلالت نہیں کرتی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارے سے ثابت شدہ امور پر طلاق کو قیاس کیا ہے۔ ان امور میں سے ایک قصاص بھی ہے جو قدر و منزلت اور اہمیت میں طلاق سے کہیں بڑھ کر ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 25- لعان کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں..... اگر وہ (مرد) بچوں میں سے ہو۔“

### (۲۵) بَابُ اللَّعَانِ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ يَزْمُونَ أَرْوَاحَهُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ [النور: ۶]





وَقَالَ حَمَّادٌ: الْأَخْرَسُ وَالْأَصَمُّ إِنَّ قَالَ  
حضرت حماد نے کہا: اگر گونگا اور بہرا اپنے سر سے اشارہ  
کریں تو جائز ہے۔

☆ وضاحت: لعان، باب مفاعله کا مصدر ”لعن“ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی بیوی، شوہر کا رحمت الہی سے دور ہونا ہیں۔ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو ایک مخصوص طریقے سے لعان کیا جاتا ہے جو سورہ نور آیت: 6 تا 9 میں موجود ہے۔ اس عمل کو لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں پانچویں مرتبہ جھوٹے پر لعنت کی جاتی ہے۔ لعان کے نتیجے میں میاں بیوی دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جاتی ہے اور بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور وہ اس کی وارث ہوگی۔ اگر اس کے بعد کوئی شخص بچے کی وجہ سے اس عورت پر تہمت لگائے تو اسے اتنی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔ اگر شوہر بیوی پر تہمت کے بعد گواہ نہیں لاتا تو اس پر حد قذف واجب ہے لیکن اگر لعان کر لیتا ہے تو حد ختم سا قحط ہو جائے گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت لعان کے متعلق صرف ایک مسئلہ واضح کیا ہے کہ اگر گونگا آدمی اشارے سے اپنی بیوی پر تہمت لگاتا ہے اور اشارے سے اس کا مقصد اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے تو اس صورت میں گونگا بھی لعان کر سکے گا جبکہ کچھ اہل علم کو اس موقف سے اختلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حدود کے متعلق گونگے کا اشارہ معتبر نہیں ہوگا، یعنی اگر گونگا انسان کسی اجنبی عورت پر اشارے کے ساتھ زنا کی تہمت لگائے اور زنا ثابت نہ کر سکے تو ان حضرات کے نزدیک گونگے پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر گونگا اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اس کے پاس اپنی ذات کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو تو میاں بیوی کے درمیان لعان نہیں ہوگا جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم کا موقف ہے کہ گونگے کا اشارہ معتبر ہے اور اس پر حد قذف اور لعان جاری ہوگا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں تین قسم کے دلائل دیے ہیں: ۱ قرآنی آیت: یہ آیت مطلق ہے جو تلفظ اور واضح اشارہ دونوں کو شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ بیوی پر تہمت مطلق طور پر موجب لعان ہے، خواہ انسان زبان سے لگائے یا اشارے سے اس کا اظہار کرے۔ ۲ فرائض پر قیاس: شرعی فرائض میں اشارہ بالاتفاق قابل اعتبار ہے، مثلاً: عاجز آدمی اشارے سے نماز ادا کر سکتا ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے گونگے کا اشارہ بھی معتبر ہوگا۔ ۳ قصہ مریم اور قصہ زکریا علیہ السلام میں اگر اشارہ لوگوں کے لیے معتبر ہو سکتا ہے تو گونگے کا اشارہ تہمت کے متعلق کیوں معتبر نہیں ہو سکتا۔ اس موقف سے فقہائے کوفہ نے اختلاف کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان پر خود ان کے تضاد ذکر کیے ہیں: ۱ اہل کوفہ طلاق اور حق (غلام کی آزادی) میں گونگے کا اشارہ معتبر قرار دیتے ہیں لیکن قذف میں اس کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ ان میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ یہ واضح تضاد اور ناقض ہے۔ ۲ ان حضرات کے نزدیک بہرے کا لعان معتبر ہے لیکن گونگے کا لعان معتبر نہیں جبکہ بنیادی طور پر ان میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ایک قوت سماعت (سننے کی قوت) سے محروم ہے تو دوسرا قوت گویائی (بولنے کی قوت) سے محروم ہے۔ ۳ یہ حضرات اپنے اساتذہ کے اقوال کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ امام حماد اور ابراہیم نخعی کے نزدیک اشارہ قابل اعتبار ہے۔ ان کی تفصیل ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ واللہ المستعان۔

۵۳۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى  
[5300] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں انصار کے بہترین گھرانوں کی خبر نہ دوں؟“ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا: ”بہترین گھرانہ بنو نجار کا ہے، پھر جو ان سے ملنے والے بنو عبد الاشہل ہیں۔ اس کے بعد وہ جو ان کے قریب ہیں، یعنی بنو حارث بن خزرج، اس کے بعد وہ ہیں جو ان کے قریب ہیں، یعنی بنو ساعدہ کا درجہ ہے۔“ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور مٹھی بند کر کے اسے اس طرح کھولا جیسے کوئی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز پھینکتا ہے، پھر فرمایا: ”انصار کے تمام گھرانے ہی بہتر ہیں اور خیر دیر کت سے معمور ہیں۔“

[5301] رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اور قیامت اس انگلی اور اس انگلی کی طرح ہیں۔“ یا فرمایا: ”ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔“ پھر آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا دیا۔

[5302] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا: ”مہینہ اتنے، اتنے اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے۔“ یعنی تیس دنوں کا۔ پھر فرمایا: ”اتنے، اتنے اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے“ یعنی اسی دنوں کا۔ ایک مرتبہ آپ نے تیس کی طرف اور دوسری مرتبہ اسی کی طرف اشارہ کیا۔

[5303] حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے یمن کی طرف اشارہ کر کے دو مرتبہ فرمایا: ”برکتیں ادھر ہیں، نیز خنجر اور سنگ دلی ان کرخت

ابن سعید الأنصاری: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ: بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ: بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ»، ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ، فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ، ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِي بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ».

۵۳۰۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ أَبُو حَازِمٍ: سَمِعْتُ مِنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَذِهِ مِنْ هَذِهِ، أَوْ كَهَاتَيْنِ»، وَقَرَنَ بَيْنَ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى. [راجع: ۴۹۳۶]

۵۳۰۲ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الْشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا»، يَعْنِي ثَلَاثِينَ، ثُمَّ قَالَ: «وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا»، يَعْنِي تِسْعًا وَعَشْرِينَ. يَقُولُ: مَرَّةً ثَلَاثِينَ، وَمَرَّةً تِسْعًا وَعَشْرِينَ. [راجع: ۱۹۰۸]

۵۳۰۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: قَالَ: وَأَشَارَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ نَحْوَ

آواز والوں میں ہے، جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ طلوع ہوتے ہیں، یعنی ربیعہ اور مضر میں۔“

الْيَمَنِ: «إِلْيَمَانُ هَاهُنَا - مَرَّتَيْنِ - أَلَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغَلَطَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ: رَبِيعَةَ وَمُضَرَ». [راجع:

[۳۳۰۲]

[5304] حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔“ پھر آپ نے شہادت کی انگلی یا درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔

۵۳۰۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا»، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا. [انظر: ۶۰۰۵]

**فوائد و مسائل:** ① امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں اس امر کو بیان کیا تھا کہ گوئے آدمی کا اشارہ قابل اعتبار ہے، حد قذف اور لعان دونوں میں اس کا اشارہ مفید اور معتبر ہے۔ ان مختلف احادیث میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض مواقع پر اشارے سے کام لیا ہے جبکہ آپ اس امر کی وضاحت اپنے ارشاد گرامی میں بھی کر سکتے تھے۔ ② جب ایک قاور الکلام انسان کا اشارہ معتبر ہے تو وہ انسان جو قوت گویائی سے محروم ہے اس کا اشارہ کیوں معتبر نہیں ہوگا۔ اشارے کے سلسلے میں حدود اور دیگر احکام میں فرق کرنا بھی محض سینہ زوری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لڑکی کے اشارے سے یہودی پر حد جاری کر دی تھی۔ ③ بہر حال اشارہ، لعان اور دیگر احکام میں قابل اعتبار ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 26- جب کوئی اپنے بچے کے انکار کا اشارہ کرے

(۲۶) بَابُ: إِذَا عَرَّضَ بِنْفِي الْوَلَدِ

**وضاحت:** امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں لفظ تعریض استعمال کیا ہے، یعنی کسی ایسی چیز کو ذکر کرنا جس سے کوئی دوسری چیز مراد ہو جو ذکر نہیں کی گئی۔ اگر کوئی اپنے بچے کے متعلق صریح انکار کے بجائے تعریض سے کام لیتا ہے تو اس پر حد قذف یا لعان نہیں ہوگا۔ شریعت نے تعریض کے لیے وہ حکم نہیں لگایا جو تصریح کا ہوتا ہے، مثلاً: دوران عدت میں عورت سے نکاح کے لیے تعریض تو کی جاسکتی ہے لیکن واضح طور پر نکاح کا پیغام دینے کی اجازت نہیں ہے۔<sup>2</sup>

[5305] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! میرے ہاں ایک سیاہ قام بچہ پیدا ہوا ہے۔

۵۳۰۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا



آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟“ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”ان کے کیا کیا رنگ ہیں؟“ اس نے کہا: وہ سرخ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟“ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”وہ سیاہی مائل اونٹ کیسے آگیا؟“ اس نے کہا: شاید کسی رگ نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید تیرے بیٹے کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہوگا۔“

رَسُولَ اللَّهِ، وَلَدَ لِي غُلَامٌ أَسْوَدُ، فَقَالَ: «هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «مَا أَلْوَانُهَا؟» قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: «هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقٍ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَنَّى ذَلِكَ؟»، قَالَ: لَعَلَّ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ: «فَلَعَلَّ ابْنَكَ هَذَا نَزَعَهُ». [انظر: ٦٨٤٧، ٧٣١٤]

🌞 فوائد و مسائل: ① جو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تھا اس نے دو ٹوک الفاظ میں نومولود کی نفی نہیں کی بلکہ نفی کا اشارہ کیا تھا کہ میرا رنگ سفید ہے اور میرے ہاں پیدا ہونے والا بچہ سیاہ فام ہے، اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک مثال دے کر اسے مطمئن کر دیا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ کسی شکل و صورت یا رنگ کے اختلاف پر یہ کہنا درست نہیں کہ یہ میرا بیٹا نہیں جب تک حرام کاری کا واضح ثبوت نہ ہو، مثلاً: نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو انکار کیا جاسکتا ہے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اشارے اور کنائے سے حد قذف نہیں لگائی جاسکتی اور نہ یہ لعان کا باعث ہے جبکہ مالکی حضرات کے نزدیک اشارے اور کنائے سے حد قذف لگائی جاسکتی ہے۔ ④

### باب: 27- لعان کرنے والے سے قسم لینا

### (٢٧) بَابُ إِخْلَافِ الْمَلَأَيْنِ

[5306] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو نبی ﷺ نے دونوں (میاں بیوی) سے قسم لی، پھر دونوں میں تفریق کر دی۔

٥٣٠٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَأَخْلَفَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا. [راجع: ٤٧٤٨]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور اپنے نومولود کا انکار کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق لعان کرایا، پھر بچہ عورت کے حوالے کر کے ان کے درمیان طہیجی کرادی۔ ② شوہر کی طرف سے چار قسمیں، چار گواہوں کے قائم مقام ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے اپنے آپ سے حد قذف (تہمت لگانے کی حد) کو دور کرے۔ شوہر کی طرف سے قسمیں اٹھانے کے بعد اگر عورت لعان نہ کرے تو اس پر حد واجب ہوگی۔ اگر اس نے لعان کیا اور قسم اٹھائی تو اس نے بھی خاوند کی طرح اپنے آپ کا دفاع کر لیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس

① فتح الباری: 549/9. ② صحيح البخاري، التفسير، حديث: 4748.

عنوان اور پیش کردہ حدیث سے ایک مشہور اختلافی مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لعان قسم ہے یا شہادت! جمہور اہل علم اسے قسم کہتے ہیں جبکہ فقہائے اہل کوفہ کے نزدیک یہ شہادت ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ قسم ہونے کی صورت میں ہر قسم کے میاں بیوی کے درمیان لعان ہو سکتا ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، آزاد ہوں یا غلام اور شہادت کی صورت میں صرف ان میاں بیوی کے درمیان لعان ہوگا جو شہادت کے اہل ہیں۔ گواہی کے لیے ایمان اور آزادی بنیادی شرط ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اور پیش کردہ حدیث سے رجحان ظاہر کیا ہے کہ وہ جمہور اہل علم کے ہم نوا ہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۲۸) بَابُ : يَبْدَأُ الرَّجُلُ بِاللَّعَانِ

### باب: 28- لعان کا آغاز مرد سے کیا جائے

۵۳۰۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ فَجَاءَ فَشْهَدَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : «إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ؟» ثُمَّ قَامَتْ فَشْهَدَتْ . [راجع :

[5307] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو وہ (نبی ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوئے اور گواہی دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟“ اس کے بعد وہ (اس کی بیوی) کھڑی ہوئی اور اس نے بھی گواہی دے ڈالی۔

[۲۶۷۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ عورت پانچویں قسم کے موقع پر ذرا ٹھہر گئی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہم سمجھے کہ وہ اپنے قصور کا اعتراف کرے گی مگر وہ کہنے لگی: میں اپنی قوم کو ساری عمر کے لیے ذلیل اور رسوا نہیں کرنا چاہتی، چنانچہ اس نے پانچویں قسم اٹھا کر لعان مکمل کر دیا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے بھی ایک مشہور اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لعان کرتے وقت پہلے مرد کو آگے آنا چاہیے یا عورت بھی پہل کر سکتی ہے؟ ہمارے رجحان کے مطابق لعان کی ابتدا مرد سے ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریق کار بھی یہی تھا کہ پہلے مرد لعان کرتا، پھر عورت سے قسمیں لی جاتیں جیسا کہ جمہور اہل علم کا موقف ہے لیکن اگر عورت سے لعان کا آغاز ہوا تو بھی لعان صحیح ہے اگرچہ خلاف سنت ہو گا۔ واللہ اعلم۔

### (۲۹) بَابُ اللَّعَانِ وَمَنْ طَلَّقَ بَعْدَ اللَّعَانِ

### باب : 29- لعان اور لعان کے بعد طلاق دینے کا بیان :

۵۳۰۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمَرَ الْعَجَلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ ابْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيْقَنَتْهُ فَتَقْتُلُونَهُ؟ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ، فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ، فَكَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمَرُ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمَرَ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ عُوَيْمَرُ: وَاللَّهِ لَا أَنتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمَرُ حَتَّى جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيْقَنَتْهُ فَتَقْتُلُونَهُ؟ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَادْهَبْ فَأْتِ بِهَا». قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاغِيهِمَا قَالَ عُوَيْمَرُ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنِينَ. [راجع:

[۴۲۳]

[5308] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عویمر عجلانی، حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے عاصم! مجھے اس آدمی کے متعلق بتاؤ جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو پائے تو کیا اسے قتل کرے؟ لیکن پھر آپ لوگ اسے بھی قتل کر دیں گے۔ آخر اسے کیا کرنا چاہیے؟ اے عاصم! میرے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ دو، چنانچہ عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے سوالات کو ناپسند فرمایا اور اظہار ناگواری کیا حتیٰ کہ عاصم رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ ان پر بہت گراں گزرا۔ جب عاصم رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس آئے تو عویمر ان کے پاس آئے اور کہا: اے عاصم! تمہیں رسول اللہ ﷺ نے کیا جواب دیا؟ عاصم نے عویمر سے کہا: تم نے میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ جو مسئلہ تم نے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا، سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک میں یہ مسئلہ آپ ﷺ سے پوچھ نہ لوں، میں اس سے باز نہیں آؤں گا، چنانچہ عویمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ کے پاس دیگر صحابہ بھی موجود تھے۔ عویمر نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کا اس آدمی کے متعلق کیا ارشاد ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے کیا اس کو قتل کر دے؟ لیکن آپ لوگ اسے (قصاص میں) قتل کر دیں گے۔ آخر یہ شخص کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق ابھی اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے، جاؤ اور اپنی بیوی کو لے آؤ۔“ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا۔ میں بھی اس وقت دوسرے لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ جب دونوں لعان سے



فارغ ہوئے تو عویر نے کہا: اللہ کے رسول! اگر اب بھی میں اسے اپنے پاس رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا ہے، چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ ابن شہاب نے کہا: یہ لعان کرنے والوں کا طریقہ ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس مسئلے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ جب میاں بیوی لعان کر چکے ہوں تو صرف لعان سے دونوں میں علیحدگی واقع ہوگی یا لعان سے فراغت کے بعد حاکم وقت ان میں تفریق کرے یا پھر شوہر کی طلاق سے ان میں جدائی ہوگی۔ امام مالک اور شافعی رحمہما کہتے ہیں کہ صرف لعان ان کے درمیان علیحدگی کا باعث ہے جبکہ امام ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمہما کہتے ہیں کہ میاں بیوی میں اس وقت تک جدائی نہیں ہوگی جب تک حاکم وقت فیصلہ نہ کرے۔ اس سلسلے میں عثمان المہتمی کا موقف ہے کہ جب تک شوہر جدا نہ کرے میاں بیوی میں علیحدگی نہیں ہوگی کیونکہ قرآن کریم میں علیحدگی کا کوئی ذکر نہیں اور ظاہر حدیث کے مطابق خاوند ہی نے اسے طلاق دے کر فارغ کیا ہے۔ ② اس آخری انتہا کے مقابلے میں دوسری انتہا یہ ہے کہ قذف ہی سے علیحدگی ہو جائے گی، خواہ لعان کرنے کی نوبت نہ آئے۔ ہمارے رجحان کے مطابق جب میاں بیوی دونوں لعان سے فارغ ہوں گے تو خود بخود علیحدگی ہو جائے گی، خواہ حاکم تفریق نہ بھی کرے کیونکہ لعان کے بعد وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس شوہر پر حرام ہو چکی ہے، لہذا اگر وہ اکٹھے رہنا بھی چاہیں تو کسی صورت میں بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ③ حدیث میں اگرچہ شوہر کا طلاق دینا مذکور ہے لیکن اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی حکم نہیں دیا جیسا کہ حدیث میں اس بات کی صراحت ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش اس لیے رہے کہ اب علیحدگی تو ہو چکی ہے، خواہ طلاق دے یا نہ دے۔ یہ شخص جذبات میں آکر اسے طلاق دے رہا تھا اور نفرت کے جذبات کا اظہار کر رہا تھا، اس لیے آپ خاموش رہے کہ ایسی عورت قابل نفرت ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 30 - مسجد میں لعان کرنا

(۳۰) بَابُ التَّلَاعُنِ فِي الْمَسْجِدِ

[5309] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما جو بنو ساعدہ سے ہیں، ان سے روایت ہے کہ انصار کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی: اللہ کے رسول! آپ اس آدمی کے متعلق کیا کہتے ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے، کیا وہ اسے قتل کر دے یا اسے کیا کرنا چاہیے؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وہ آیات نازل فرمائیں

۵۳۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنِ الْمَلَاعِنَةِ وَعَنِ السَّنَةِ فِيهَا، عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَخِي بَنِي سَاعِدَةَ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ

جن میں لعان کرنے والوں کے متعلق تفصیلات ہیں۔ نبی ﷺ نے (ان سے) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔“ پھر میاں بیوی دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔ میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو انصاری صحابی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر اب بھی میں اسے اپنے نکاح میں رکھوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی تھی، چنانچہ لعان سے فراغت کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اس نے تین طلاقیں دے دیں اور نبی ﷺ کی موجودگی ہی میں وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ راوی نے کہا: ہر لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا یہی طریقہ مقرر ہوا۔

امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيْقُنْتُهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِي شَأْنِهِ مَا ذَكَرَ [فِي] الْقُرْآنِ مِنْ أَمْرِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَدْ قَضَى اللَّهُ فِيكَ وَفِي امْرَأَتِكَ»، قَالَ: فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ، فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أُمْسَكْتُهَا، فَطَلَقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ فَرَغَا مِنْ التَّلَاعُنِ، فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَانَ ذَلِكَ تَفْرِيقًا بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ.

ابن شہاب نے کہا: ان کے بعد یہی طریقہ متعین ہوا کہ لعان کرنے والے دونوں میاں بیوی کے درمیان تفریق کرا دی جائے۔ اور وہ حاملہ تھی اور اس کے بیٹے کو ماں کے نام سے بلایا جاتا تھا۔ پھر ایسی عورت کی وراثت کے متعلق بھی یہی طریقہ مقرر ہوا کہ بچہ اس کا وارث ہوگا اور وہ بچے کی وارث ہوگی، اس تفصیل کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے وراثت کے سلسلے میں مقرر کی ہے۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ الشُّنَّةُ بَعْدَهُمَا أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، وَكَانَتْ حَامِلًا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى لِأُمِّهِ، قَالَ: ثُمَّ جَرَتْ الشُّنَّةُ فِي مِيرَاثِهَا أَنَّهَا تَرِثُهُ وَيَرِثُ مِنْهَا مَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ.

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ عورت اس حمل سے سرخ رنگ والا پست قد بچہ جنم دے، گویا وہ سام ابرص ہے تو میں سمجھوں گا کہ عورت سچی تھی اور اس کے شوہر نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ اور اگر اس نے سیاہ فام، بڑی آنکھوں والا اور موٹے سرینوں والا بچہ جنا تو میں خیال کروں گا کہ شوہر نے اس کے متعلق صحیح کہا تھا۔“ چنانچہ

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِنْ جَاءَتْ بِهِ أَحْمَرٌ قَصِيرًا كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ صَدَقَتْ وَكَذَبَ عَلَيْهَا، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْوَدٌ أَعْيَنَ ذَا أَلْيَسَيْنِ فَلَا أَرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا». فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى الْمَكْرُوهِ مِنْ ذَلِكَ. [راجع: ۴۲۳]

جب بچہ پیدا ہوا تو وہ بری شکل کا تھا، یعنی اس مرد کی صورت پر جس سے وہ بدنام ہوئی تھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے بڑے معاملات کا فیصلہ بڑی بڑی مساجد میں ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو ان کی اہمیت کا علم ہو، اس لیے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس، مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان، مسجد قدس میں صخرہ کے نزدیک اور ان کے علاوہ دیگر مقامات پر شہر کی بڑی بڑی مساجد میں اس کا اہتمام ہونا چاہیے، اسی طرح لعان کا معاملہ عصر کے بعد نمٹایا جائے کیونکہ اس وقت میں جھوٹی قسم اٹھانا بہت خطرناک اور مشکل معاملہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لعان مسجد میں ہونا چاہیے ہاں، اگر عورت حائضہ ہے تو مسجد کے دروازے پر اس کا اہتمام کیا جائے کیونکہ حائضہ عورت کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے احناف کی تردید کی ہے کیونکہ ان حضرات کے نزدیک مسجد میں لعان ضروری نہیں بلکہ یہ حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے وہ جہاں چاہے اس کا اہتمام کر سکتا ہے۔ ③

### (۳۱) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ»

۵۳۱۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ ذَكَرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذَلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُو إِلَيْهِ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ: مَا ابْتُلَيْتُ بِهِذَا إِلَّا لِقَوْلِي، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ، وَكَانَ ذَلِكَ الرَّجُلُ مُضْغَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبَطَ الشَّعْرَ، وَكَانَ الَّذِي ادَّعَى عَلَيْهِ أَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَذَلًا كَثِيرَ اللَّحْمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اللَّهُمَّ بَيِّنْ»،

### باب: 31- نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ”اگر میں گواہوں کے بغیر رجم کرتا (تو اسے کرتا)“ کا بیان

[5310] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس لعان کا ذکر کیا گیا تو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق بات کی، پھر وہ چلے گئے۔ پھر ان کی قوم کا ایک آدمی ان کے پاس آیا اور شکوہ کرنے لگا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک مرد کو پایا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: آج یہ آزمائش میری ہی ایک بات کی وجہ سے پیش آئی ہے، چنانچہ وہ اس آدمی کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس آدمی کے بارے میں بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کو مکروہ حالت میں پایا ہے۔ وہ آدمی خود زرد رنگ، کم گوشت والا اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس کے متعلق اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے وہ بڑی بڑی پنڈلیوں والا، گندمی رنگ



اور بھرے گوشت والا تھا۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! یہ معاملہ واضح فرمادے“ چنانچہ اس عورت نے اس مرد کے مشابہ بچہ جنم دیا جس کے متعلق اس کے شوہر نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے اسے بیوی کے ساتھ پایا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے ان (میاں بیوی) دونوں کے درمیان لعان کرایا۔ مجلس میں ایک شاگرد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: یہ وہی عورت ہے جس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ”اگر میں کسی کو گواہی کے بغیر سنگسار کر سکتا تو اس عورت کو کرتا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، یہ تو اس عورت کے متعلق فرمایا تھا جس کی بدکاری زمانہ اسلام میں کھل گئی تھی۔

فَجَاءَتْ شَيْبَهَا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجَهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ فَلَا عَنَ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَهُمَا، قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ: هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، رَجَمْتُ هَذِهِ؟» فَقَالَ: لَا، تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ الشُّوْءَ.

قَالَ أَبُو صَالِحٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: آدَمَ خَدَلَا. [انظر: ٥٣١٦، ٦٨٥٥، ٦٨٥٦، ٧٢٣٨] ابو صالح اور عبد اللہ بن یوسف نے ایک لفظ ”خَدَلَا“ پڑھا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے علامات و نشانات دیکھنے کے باوجود اس عورت کو رجم نہیں کیا کیونکہ اس نے لعان کر کے اپنا دفاع کر لیا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ اگر عورت کی طرف سے لعان عمل میں آ جاتا ہے تو اس پر کسی قسم کی سزا لاگو نہیں ہوگی کیونکہ گواہوں کے بغیر کسی پر حد لگانا شریعت میں جائز نہیں، ہاں، اگر اعتراف کر لیتی تو ضرور اسے رجم کیا جاتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس عورت نے سرگئیں آنکھوں والا، موٹے موٹے سرینوں والا اور گوشت سے بھری ہوئی پنڈلیوں والا بچہ جنم دیا تو وہ شریک بن سماء کا ہے جس کے متعلق اس کے خاندن نے نشاندہی کی تھی کہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے، چنانچہ عورت نے انہی اوصاف کے مطابق بچہ جنم دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اللہ کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو میں اسے ضرور سزا دیتا۔“ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے معنی بیان کیے ہیں کہ اگر لعان نہ ہوتا جس نے اس عورت سے حد کو دور کر دیا ہے تو میں ضرور اس پر حد قائم کرتا کیونکہ وہ شبہ ظاہر ہو چکا ہے جس کے متعلق عورت پر الزام لگایا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

باب: 32- لعان کرنے والی کا حق مہر

(۳۲) بَابُ صَدَاقِ الْمُلَاعَنَةِ

[5311] حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

٥٣١١ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ: أَخْبَرَنَا

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کا حکم پوچھا جس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے بنو عجلان کے میاں بیوی کے درمیان ایسی صورت میں جدائی کرادی تھی اور فرمایا تھا: ”اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے، ایسے حالات میں کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟“ لیکن ان دونوں نے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم دونوں میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟“ انہوں نے پھر انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: ”اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک تو ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟“ انہوں نے پھر انکار کیا تو آپ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی۔

إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ: فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: «اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» فَأَيُّيَا، فَقَالَ: «اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» فَأَيُّيَا، فَقَالَ: «اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا لَكَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» فَأَيُّيَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

(راوی حدیث) ایوب نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے کہا: اس حدیث میں کچھ باتیں ایسی ہیں جنہیں تم بیان کرتے نظر نہیں آتے۔ اس مرد نے کہا: میرے مال کا کیا ہوگا؟ اسے کہا گیا: ”وہ مال اب تمہارا نہیں رہا۔ اگر تو سچا ہے تو اس سے دخول کر چکا ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو وہ مال اب تجھ سے بہت دور ہو چکا ہے۔“

قَالَ أَيُّوبُ: فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: إِنَّ فِي الْحَدِيثِ شَيْئًا لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ، قَالَ: قَالَ الرَّجُلُ: مَا لِي؟ قَالَ: قِيلَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنَّ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ». [انظر: ٥٣١٢، ٥٣٤٩، ٥٣٥٠]

🌞 فوائد و مسائل: ① واقعہ یہ ہے کہ عراق میں حضرت مصعب بن زبیر کے وقت شادی شدہ جوڑے میں لعان ہوا تو انہوں نے ان کے درمیان علیحدگی نہ کرائی۔ اس سلسلے میں حضرت سعید بن جبیر سے سوال ہوا تو انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق دریافت کیا اور حدیث بیان کی۔ ② مدخول بہا عورت کے متعلق تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ لعان کے بعد وہ حق مہر سے محروم نہیں کی جائے گی بلکہ وہ تمام حق مہر کی حق دار ہے۔ غیر مدخول بہا کے متعلق اختلاف ہے، جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ وہ دوسری مطلقہ عورتوں کی طرح نصف حق مہر کی حق دار ہوگی، البتہ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کسی چیز کی مستحق نہیں کیونکہ چور بھی اور چتر بھی۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عورت لعان کے بعد اپنے آپ کی تکذیب کرے اور زنا کا اعتراف کرے تو اس پر زنا کی حد تو لگے گی لیکن حق مہر سے محروم نہیں ہوگی کیونکہ وہ اقرار زنا سے پہلے ہی مال کی حق دار بن چکی ہے۔ ④

باب: 33- حاکم وقت کا لعان کرنے والوں سے کہنا:  
”تم میں سے ایک جھوٹا ہے، کیا تم میں سے کوئی  
تائب ہوتا ہے؟“

(۳۳) بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِلْمُتْلَاعَيْنِ: إِنَّ  
أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مَنِ تَائِبٌ؟

[5312] حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لعان کرنے والوں کا حکم پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے لعان کرنے والوں سے فرمایا تھا: ”تمہارا حساب تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے لیکن تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ اب تمہاری بیوی پر تمہیں کوئی اختیار نہیں رہا۔“ اس نے عرض کی: میرے مال کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب وہ تمہارا مال نہیں رہا۔ اگر تم اس معاملے میں سچے ہو تو تمہارا یہ مال، اس کے بدلے میں ختم ہو چکا ہے جو تم نے اس کی شرمگاہ کو اپنے لیے حلال کیا تھا۔ اور اگر تم نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو یہ مال تجھ سے اور زیادہ دور ہو گیا ہے۔“

سفیان نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے یاد کی۔ ایوب نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی سے لعان کیا ہو تو انھوں نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا، سفیان نے (اس اشارے کو) اپنی شہادت والی اور درمیانی دونوں انگلیوں کو جدا کر کے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو عجلان کے میاں بیوی کے درمیان جدائی کی تھی اور فرمایا تھا: ”اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟“ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ سفیان نے کہا: میں نے یہ حدیث جس طرح عمرو بن دینار

۵۳۱۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرُو: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ: قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْمُتْلَاعَيْنِ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُتْلَاعَيْنِ: «حَسَابُكُمَا عَلَى اللَّهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا»، قَالَ: مَا لِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ».

قَالَ سُفْيَانُ: حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو. وَقَالَ أَيُّوبُ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ لَا عَنَ امْرَأَتِهِ؟ فَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ - وَفَرَّقَ سُفْيَانُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى -: فَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: «اللَّهُ يَعْلَمُ إِنْ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ سُفْيَانُ: حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ كَمَا أَخْبَرْتَنِي. [راجع:



اور ایوب سختیانی سے سنی تھی، اسی طرح میں نے آپ (یعنی علی بن مدینی) کو بیان کر دی ہے۔

**فوائد و مسائل:** ① عنوان اور پیش کی گئی حدیث کا مقصد ہے کہ حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ حالات کے پیش نظر لعان کرنے والوں کو وعظ و نصیحت کرے، لعان سے پہلے بھی کیونکہ ان دونوں کو اس کی سنگینی سے آگاہ کرنا چاہیے آخر ان میں سے ایک تو ضرور جھوٹا ہے، لہذا جھوٹے آدمی کو اس اقدام سے بچنا چاہیے اور ایک بے گناہ اور معصوم پر تہمت زنا سے بازرہنا چاہیے اور لعان کے بعد بھی وہ اپنا دعوت و ارشاد کا فریضہ ادا کرے تاکہ اگر کسی نے جھوٹ بولا ہے تو اس سے توبہ کرے اور اس گناہ کی تلافی کا سامان کرے۔ ② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں لعان سے پہلے اور بعد میں وعظ کرنے کے دونوں احتمال ہیں، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعظ لعان سے پہلے ہونا چاہیے کیونکہ جب لعان سے متعلقہ آیات اتریں تو آپ نے ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کو بلایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی تائب ہوگا؟ یہ وعظ سن کر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔ ③ بہر حال لعان کرنے والوں کو وعظ و نصیحت لعان سے پہلے اور لعان کے بعد دونوں وقت کرنی چاہیے شاید ان میں سے کسی کے دل میں بات اتر جائے اور اپنے گناہ کی تلافی کرے۔ واللہ اعلم۔

#### باب: 34- لعان کرنے والے مرد و زن میں تفریق کرنا

#### (۳۴) بَابُ التَّفْرِيقِ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنِينَ

[5313] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد و زن کے درمیان تفریق کی۔ مرد نے عورت کو زنا کی تہمت لگائی تھی تو آپ ﷺ نے ان دونوں سے قسمیں لیں۔

۵۳۱۳ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَّقَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ قَذَفَهَا وَأَحْلَفَهُمَا. [راجع: ۴۷۴۸]

[5314] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انصار کے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور ان میں تفریق کر دی۔

۵۳۱۴ - حَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا. [راجع: ۴۷۴۸]

**فوائد و مسائل:** ① لعان کرنے والے مرد اور عورت میں جدائی کرنا ضروری ہے۔ اب اس امر میں اختلاف ہے کہ جدائی

صرف لعان سے ہو جائے گی یا حاکم وقت ان دونوں کے درمیان جدائی کرائے گا۔ اس کے متعلق گزشتہ ابواب میں وضاحت ہو چکی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ مرد کے ذمے عورت کا خرچہ یا رہائش کا بندوبست نہیں ہے کیونکہ ان کے درمیان طلاق اور وفات کے بغیر ہی جدائی عمل میں آگئی ہے۔<sup>(۱)</sup> اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان کے بعد خود بخود میاں بیوی میں جدائی ہو جائے گی، خواہ حاکم وقت نہ بھی کرائے کیونکہ وہ عورت اب اس شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو چکی ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں لعان کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ اس کے بعد یہ طریقہ جاری ہوا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان علیحدگی کرادی جائے، پھر یہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔<sup>(۲)</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دل لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور وہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔<sup>(۳)</sup> ایک روایت میں ہے کہ عویم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے پہلے تین طلاقیں دے دی تھیں۔<sup>(۴)</sup> چونکہ انھیں علم نہ تھا کہ لعان بذات خود ہمیشہ کے لیے علیحدگی کا باعث ہے، اس لیے انھوں نے اپنی بیوی کو بذریعہ طلاق ہی اپنے اوپر حرام کر دینا چاہا۔ یہ ان کی اس سے انتہائی نفرت کی علامت تھی۔ واللہ اعلم۔

### باب: 35- لعان کے بعد بچہ ماں سے ملحق ہوگا

[5315] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور اس کے بچے کی مرد سے نفی کر دی۔ پھر آپ نے ان دونوں میں تفریق کرادی اور بچے کو عورت سے لاحق کر دیا۔

### (۳۵) بَابُ: يُلْحَقُ الْوَلَدُ بِالْمَلَاغَةِ

۵۳۱۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَالْحَقَّ الْوَلَدُ بِالْمَرْأَةِ. [راجع:

[۴۷۴۸]

🌞 **فوائد و مسائل:** (۱) یہ حدیث تین احکام پر مشتمل ہے: ۱۔ لعان مشروع ہے۔ ۲۔ لعان کے بعد مرد اور عورت میں علیحدگی ہوگی۔ ۳۔ اگر شوہر بچے کی نفی کر دے تو اسے ماں کے ساتھ لاحق کیا جائے گا ہاں، اگر پیدائش کے دوسرے یا تیسرے دن نفی کرتا ہے تو اس کی نفی نہیں ہوگی، یعنی بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کا اعتبار ہوگا۔ اس صورت میں بچہ ماں کا وارث ہوگا اور ماں بچے کی وارث ہوگی۔ (۲) بعض شافعی حضرات نے یہاں تک غلو کیا ہے کہ شوہر نے اگر نومولود کا انکار کیا ہے تو بچی ہونے کی صورت میں اس سے نکاح بھی ہو سکے گا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ منکوحہ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اس سے نکاح حرام ہے۔<sup>(۵)</sup> واللہ اعلم۔

(۱) سنن أبي داود، الطلاق، حدیث: 2256، 2. سنن أبي داود، الطلاق، حدیث: 2250، (3) السنن الكبرى للبيهقي: 410/7.

(4) صحيح البخاري، الطلاق، حدیث: 5259، (5) فتح الباري: 570/9.

## (۳۶) بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ

۵۳۱۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِي ذَلِكَ قَوْلًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، فَقَالَ عَاصِمٌ: مَا ابْتُلَيْتُ بِهَذَا الْأَمْرِ إِلَّا لِقَوْلِي، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ، وَكَانَ ذَلِكَ الرَّجُلُ مُضْغَرًّا قَلِيلَ اللَّحْمِ سَبَطَ الشَّعْرِ، وَكَانَ الَّذِي وَجَدَهُ عِنْدَ أَهْلِهِ آدَمَ خَدًّا كَثِيرَ اللَّحْمِ جَعْدًا قَطِطًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اللَّهُمَّ بَيِّنْ»، فَوَضَعَتْ شَبِيهَا بِالرَّجُلِ الَّذِي ذَكَرَ زَوْجَهَا أَنَّهُ وَجَدَ عِنْدَهَا، فَلَا عَن رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَيْنَهُمَا، فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ: هِيَ الَّتِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هَذِهِ؟» فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا، بَلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ الشُّوْءَ فِي الْإِسْلَامِ. [راجع: ۵۳۱۰]

باب : 36- لعان کے وقت حاکم وقت یوں دعا کرے: ”اے اللہ! اصل حقیقت کھول دے۔“

[5316] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لعان کرنے والوں کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوا تو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق ایک بات کہی پھر وہ چلے گئے۔ بعد ازاں ان کے پاس ان کی برادری کا ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کے ہمراہ ایک غیر مرد کو پایا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میری یہ آزمائش میری ہی ایک بات کی بنا پر ہوئی ہے، تاہم وہ اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا، جس میں اس نے اپنی بیوی کو پایا تھا۔ یہ صاحب زرد رنگ، کم گوشت اور سیدھے بالوں والے تھے اور جسے انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ پایا تھا اس کا گندی رنگ، پٹلیاں موٹی موٹی، جسم بھاری بھر کم اور بال سخت گھنگریالے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! حقیقت حال کھول دے۔“ چنانچہ اس کی بیوی نے جو بچہ جنم دیا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس کے متعلق اس کے شوہر نے کہا تھا کہ انھوں نے اپنی بیوی کے پاس اسے پایا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان لعان کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے ایک شاگرد نے اسی مجلس میں پوچھا کہ یہ وہی عورت تھی جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں کسی کو بلا شہادت سنگسار کرتا تو اسے کرتا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، یہ تو ایک دوسری عورت تھی جو زمانہ اسلام میں اعلانیہ بدکاری کا ارتکاب کرتی تھی۔



🌞 فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی دعا کا مطلب صرف یہ نہیں تھا کہ ان میں سے ایک کی سچائی کا ثبوت مل جائے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بچہ جنم دینے سے شکوک و شبہات دور ہو جائیں اور معاملہ واضح ہو جائے تاکہ اس سے ان لوگوں کو تنبیہ ہو جو اس قسم کی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان وضع حمل کے بعد واقع ہوا جبکہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ وضع حمل سے پہلے لعان ہو چکا تھا۔ ممکن ہے کہ لعان تہمت کے وقت بھی ہو۔ پھر جب بیٹے کی نفی کی گئی تو دوبارہ عمل میں لایا گیا ہو لیکن یہ احتمال بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمل کے بعد اور وضع حمل سے پہلے لعان ہوا۔ واللہ اعلم۔

باب: 37۔ جب کسی نے تین طلاقیں دیں، پھر بیوی نے عدت گزار کر دوسرے شوہر سے شادی کر لی لیکن دوسرے نے ابھی مباشرت نہیں کی (تو کیا پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے؟)

(۳۷) بَابُ: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَتْ  
بَعْدَ الْعِدَّةِ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَمْ يَمْسَسْهَا

[5317] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہا نے ایک خاتون سے نکاح کیا، پھر اسے طلاق دے دی تو اس نے دوسرے خاوند سے شادی کر لی، پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے دوسرے خاوند کا ذکر کیا کہ وہ ان کے پاس آتا ہی نہیں، اور اس کے پاس تو کپڑے کے پلو جیسا ہے (اس نے پہلے شوہر سے نکاح کی خواہش کی تو) آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ تو اس کا مزا چکھ لے اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہو۔“

۵۳۱۷ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رِفَاعَةَ الْفَرَزْطِيِّ تَزَوَّجَ امْرَأَةً ثُمَّ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَتْ آخَرَ، فَأَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّهُ لَا يَأْتِيهَا، وَأَنَّهُ لَيْسَ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هَذِيئَةٍ، فَقَالَ: «لَا، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ، وَتَذُوقِي عُسَيْلَتِكَ». [راجع: ۲۶۳۹]

🌞 فوائد ومسائل: ① اس عنوان اور پیش کی گئی حدیث کا لعان سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ لعان کی صورت میں اس کی بیوی اگر دوسرے خاوند سے شادی کر لیتی ہے تو بھی پہلے خاوند سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، خواہ وہ اس سے ملاپ ہی کیوں نہ کر چکا ہو۔ ② اس حدیث سے ایک قرآنی آیت کی وضاحت ہوتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق، عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے پہلے شوہر پر حلال نہیں ہوگی۔“ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں نکاح سے مراد ہم بستری ہے۔ اس کے بغیر وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ رفاعہ قرظی

کو بھی پیش آیا، اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس نے بھی عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، اس نے ہم بستری کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی تو اس نے پہلے خاوند سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ہم بستری ہو۔“ ①

باب: 38- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہ (مطلقہ) عورتیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمہیں تردد ہو.....“ کا بیان

(۳۸) بَابُ: ﴿وَالَّذِي يَسْتَنْ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ أَرْبَعَةٌ﴾ [الطلاق: ۴]

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن عورتوں کے متعلق تمہیں معلوم نہ ہو کہ انہیں حیض آتا ہے یا نہیں، اسی طرح وہ عورتیں جو بڑھاپے کی بنا پر حیض سے مایوس ہوں یا جنہیں ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا تو ان سب عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ: إِنْ لَمْ تَعْلَمُوا يَحِضْنَ أَوْ لَا يَحِضْنَ، وَاللَّائِي قَعْدَنَ عَنِ الْحَيْضِ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ.

وضاحت: طلاق کے بعد اب عورتوں کی عدت کو بیان کیا جا رہا ہے جسے گزارنے کے بعد انہیں دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ عورتوں کے حالات چونکہ مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی عدتیں بھی مختلف ہیں۔ اس آیت کریمہ میں تین قسم کی عورتوں کے متعلق وضاحت ہے: ۱۔ جنہیں کسی بیماری کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو۔ ۲۔ جو بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے مایوس ہوں۔ ۳۔ چھوٹی عمر کی وجہ سے جنہیں حیض نہ آتا ہو۔ ان تینوں عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔ یاد رہے کہ ان کی عدت قمری مہینوں، یعنی چاند کی تاریخوں کے اعتبار سے ہوگی۔ واللہ اعلم۔ پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: ”اور تمہاری مطلقہ عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تمہیں (ان کی عدت کے متعلق) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جنہیں ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے)۔“ ② صحیح بخاری کے کچھ نسخوں میں یہاں سے ”کتاب العدة“ شروع ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 39- ارشاد باری تعالیٰ: ”حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو جنم دیں“ کا بیان

(۳۹) بَابُ: ﴿وَالَّذِي أَكْتَمَلِ أَجَلُهَا أَنْ يَضَعَنَّ حَمْلَهَا﴾ [۴]

[5318] ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کی ایک عورت جسے سبیعہ کہا جاتا تھا، اس کا

۵۳۱۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

شوہر فوت ہو گیا جبکہ وہ حمل سے تھیں۔ انھیں حضرت ابوشاہل ؓ نے پیغام نکاح بھیجا تو اس نے نکاح سے انکار کر دیا، اور کہا: اللہ کی قسم! وہ نکاح کے قابل نہیں ہوگی جب تک دو عدوتوں میں سے لمبی عدت پوری نہ کرے، چنانچہ وہ چند راتیں ٹھہری کہ وضع حمل ہو گیا۔ پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نکاح کر سکتی ہو۔“

هُرْمَزُ الْأَعْرَجِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَسْلَمَ يَقَالُ لَهَا: سُبَيْعَةُ، كَانَتْ تَحْتَ زَوْجِهَا، تُؤْفِي عَنْهَا وَهِيَ حُبْلَى، فَخَطَبَهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعَكَكٍ، فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَهُ، فَقَالَتْ: وَاللَّهِ مَا يَصْلُحُ أَنْ تَنْكِحِيهِ حَتَّى تَعْتَدِي آخَرَ الْأَجَلَيْنِ. فَمَكَثَتْ قَرِيبًا مِنْ عَشْرِ لَيَالٍ ثُمَّ جَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: «انْكِحِي». [راجع: ٤٩٠٩]

[5319] حضرت عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے، انھوں نے ابن ارقم کو خط لکھا کہ سبیعہ ؓ سے دریافت کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں کیا فتویٰ دیا تھا، انھوں نے بتایا کہ جب میں نے بچہ جنم دے لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نکاح کر لینے کا فتویٰ دیا۔

٥٣١٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ زَيْدٍ: أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ: أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِ الْأَرْقَمِ أَنْ يَسْأَلَ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ: كَيْفَ أَفْتَاهَا النَّبِيُّ ﷺ؟ فَقَالَتْ: أَفْتَانِي إِذَا وَضَعْتُ أَنْ أُنْكِحَ. [راجع: ٣٩٩١]

[5320] حضرت مسور بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے کہ سبیعہ ؓ نے اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد بچہ جنم دیا۔ پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نکاح کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے نکاح کی اجازت دے دی، پھر اس نے نکاح کر لیا۔

٥٣٢٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُسَوْرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نَفَسَتْ بَعْدَ وِفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ، فَأَذِنَ لَهَا فَتَنْكِحَتْ.

🌞 فوائد و مسائل: ① آیت کریمہ میں حاملہ کی عدت بیان ہوئی ہے کہ اگر اسے طلاق مل جائے تو وضع حمل کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر اس کا خاندان فوت ہو گیا ہو اور وہ حمل سے ہو تو بھی اس کی عدت وضع ہی ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ کا موقف ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کی وفات کے وقت حمل سے ہو تو وہ لمبی مدت بطور عدت گزارے گی، لیکن باقی صحابہ کرام ؓ اس کے خلاف ہیں کیونکہ سورہ طلاق جس میں حاملہ عورت کی عدت بیان ہوئی ہے، وہ سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی تھی جس میں



اس عورت کی عدت بیان کی گئی ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو۔ (۲) واضح رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورہ بقرہ کی آیت: 234 کو بطور دلیل پیش کرتے تھے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حمل سے ہو تو اسے آخری مدت پوری کرنی چاہیے۔ حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے ”آخر أجلین“ کہا ہے۔ اگر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن گزر جائیں اور اس نے بچہ جنم نہ دیا ہو تو کیا نکاح کر سکتی ہے؟ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام سے کہا: جاؤ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر آؤ۔ بہر حال حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، خواہ اس کا خاوند فوت ہوا ہو یا اسے طلاق ملی ہو۔ واللہ اعلم۔<sup>۱</sup>

باب: 40- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض آنے تک روک رکھیں“ کا بیان

(۴۰) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

ابراہیم نخعی نے اس شخص کے متعلق کہا جو عدت میں کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پاس اسے تین حیض آجائیں تو وہ اپنے حیض سے بائذ ہو جائے گی اور اسے بعد واسلے شوہر کے لیے شمار نہ کرے گی۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ فَيَمْنُ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيضٍ: بَانَثٌ مِنَ الْأَوَّلِ وَلَا تَحْتَسِبُ بِهِ لِمَنْ بَعْدَهُ.

امام زہری نے کہا کہ وہ اس حیض کو بعد والے کے لیے شمار کرے گی۔ زہری کا یہ قول سفیان ثوری کو بہت پسند تھا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: تَحْتَسِبُ، وَهَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ سَفْيَانَ، يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ.

معمر نے کہا: جب عورت کا وقت حیض قریب آجائے تو کہا جاتا ہے: أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ اور جب طہر قریب آجائے تو بھی أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ کہا جاتا ہے۔ اور جب عورت کے پیٹ میں بچے کی صورت پیدا نہ ہو سکے تو کہا جاتا ہے: مَا قَرَأَتْ بِسَلَى قَطُّ، یعنی اس نے اپنی جھلی میں کچھ جمع نہیں کیا۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ: يُقَالُ: أَقْرَأَتِ الْمَرْأَةُ، إِذَا دَنَا حَيْضُهَا، وَأَقْرَأَتْ إِذَا دَنَا طَهْرُهَا، وَيُقَالُ: مَا قَرَأَتْ بِسَلَى قَطُّ، إِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِي بَطْنِهَا.

وضاحت: عنوان میں پیش کی گئی آیت سے وہ طلاق یافتہ عورتیں مراد ہیں جو حاملہ نہ ہوں اور انھیں حیض بھی آتا ہو، نیز ان سے خاوند کا ملاپ بھی ہو چکا ہو کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت تین ماہ ہے اور جس عورت سے خاوند کا ملاپ نہیں ہوا۔ اس پر کوئی عدت نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے۔ آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے معمر کے حوالے سے بتایا ہے کہ لفظ قرء اضداد سے ہے۔ اس کے معنی طہر بھی ہیں اور حیض بھی۔ مطلقہ کے متعلق قرآن میں ہے کہ وہ تین قروء انتظار کرے۔ احناف کے نزدیک اس کے معنی حیض ہیں اور شوافع حضرات اس سے مراد طہر لیتے ہیں۔ اس فرق کو ہم

درج مثال سے واضح کرتے ہیں۔ ایک عورت کو ہر قمری مہینے کے ابتدائی تین دن ماہواری آتی ہے۔ اس کے خاوند نے اسے حیض سے فراغت کے متصل بعد چار محرم کو طلاق دے دی۔ اب احتاف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہے، یعنی 3 ربیع الثانی کی شام کو جب وہ حیض سے فارغ ہوگی تب اس کی عدت ختم ہوگی جبکہ شوافع کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہونے تک اس کے تین طہر پورے ہو چکے ہوں گے، یعنی یکم ربیع الثانی کی صبح کو حیض شروع ہونے پر اس کی عدت پوری ہو چکی ہوگی۔ اس طرح قروء کی مختلف تعبیروں سے تین دن کا فرق پڑ گیا۔ ہمارے رجحان کے مطابق قروء کے معنی حیض کے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حمیش سے فرمایا تھا: [دَعِيَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَاءِكَ] ”ایام حیض میں نماز چھوڑ دو۔“<sup>۱</sup> اس کے علاوہ خلفائے راشدین، بہت سے دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام اس بات کے قائل ہیں کہ قروء کے معنی حیض ہیں طہر نہیں، نیز اس کے معنی طہر لینے کی صورت میں پورے تین طہر عدت نہیں بنتی بلکہ کچھ نہ کچھ رہ جاتی ہے، حالانکہ قرآن کی صراحت کے مطابق تین قروء مکمل ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم۔

### (۶۱) [بَابُ] فَصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

### باب: 41- فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے، مطلقہ عورتوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالو۔“

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ﴾ [الْبَيِّنَاتِ: ۱]

وضاحت: جس عورت کو طلاق مل جائے ووران عدت میں وہ نفقہ اور رہائش دونوں کی حق دار ہے کیونکہ دوران عدت میں وہ اس کی بیوی شمار ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں فاطمہ بنت قیس کا واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے متعلق مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس سے متعلق احادیث بیان کی ہیں۔

5321, 5322 | قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ یحییٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دی تو عبدالرحمن اپنی بیٹی کو وہاں سے لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان بن حکم کو، جو مدینہ طیبہ کا گورنر تھا، پیغام بھیجا کہ اللہ سے ڈرو اور لڑکی کو واپس اس کے گھر بھیج دو۔ مروان نے جواب دیا کہ اس کا باپ عبدالرحمن مجھ پر غالب آ گیا ہے (میری بات نہیں مانتا)، نیز کہا کہ آپ کو فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی خبر نہیں پہنچی؟ ام

۵۳۲۱، ۵۳۲۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ: أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ بْنَ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَكَمِ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ - وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ - : ائْتِ اللَّهَ وَارْدُذْهَا إِلَيَّ بَيْتِهَا، قَالَ مَرْوَانُ - فِي

المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اگر تو فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر نہ کرے تو تجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ مروان بن حکم نے کہا: اگر آپ کے نزدیک یہ باہمی کشیدگی کی وجہ سے ایسا ہوا تو یہاں بھی یہی وجہ کارفرما ہے کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان کشیدگی تھی۔

حَدِيثُ سُلَيْمَانَ: إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحَكَمِ غَلَبَنِي. - وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَوْ مَا بَلَغَكَ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؟ قَالَتْ: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ. فَقَالَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ: إِنْ كَانَ بِكَ شَرٌّ فَحَسْبُكَ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ. [انظر: ٥٣٢٣، ٥٣٢٤، ٥٣٢٥، ٥٣٢٦، ٥٣٢٧، ٥٣٢٨]

[5324, 5323] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: فاطمہ بنت قیس کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی؟ کیونکہ وہ کہتی ہے کہ مطلقہ باندہ کو رہائش اور خرچہ نہیں ملتا۔

٥٣٢٣، ٥٣٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا قَالَتْ: مَا لِفَاطِمَةَ؟ أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ؟ يَعْني فِي قَوْلِهَا: لَا سَكْنَى وَلَا نَفَقَةَ. [راجع: ٥٣٢١، ٥٣٢٢]

[5326, 5325] عروہ بن زبیر سے روایت ہے، انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ فلا نہ بنت حکم کا معاملہ نہیں دیکھتیں؟ ان کے شوہر نے انھیں طلاق باندہ دے دی تو وہ وہاں سے نکل آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو کچھ اس نے کیا بہت برا کیا۔ حضرت عروہ نے کہا: آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا واقعہ نہیں سنا؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ واقعہ ذکر کرنے میں کوئی خیر کا پہلو نہیں۔

٥٣٢٥، ٥٣٢٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ لِعَائِشَةَ: أَلَمْ تَرِي إِلَى فُلَانَةَ بِنْتِ الْحَكَمِ؟ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ، فَقَالَتْ: بِسْ مَا صَنَعْتَ، قَالَ: أَلَمْ تَسْمَعِي قَوْلَ فَاطِمَةَ؟ قَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِي ذِكْرِ هَذَا الْحَدِيثِ.

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شدید ناگواری کا اظہار فرمایا اور کہا کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا تو ایک بے آباد جگہ میں تھیں اور اس کے چاروں طرف وحشت برستی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے اسے وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت دی تھی۔

وَرَادَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ: عَابَتْ عَائِشَةُ أَشَدَّ الْعَيْبِ وَقَالَتْ: إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاجِيَتِهَا، فَلِذَلِكَ أُرْخِصَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ. [راجع: ٥٣٢١، ٥٣٢٢]



🌞 **فوائد ومسائل:** ① جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو وہ دوران عدت میں اپنے خاوند کی بیوی ہی رہتی ہے، اس لیے اس کی رہائش اور دیگر اخراجات کی ذمہ داری اس کے خاوند پر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خرچہ اور رہائش عورت کے لیے تب ہے جب اس کا خاوند اس پر رجوع کا حق رکھتا ہو۔“<sup>①</sup> لیکن تیسری طلاق کے بعد خاوند کے ذمے اپنی بیوی کے لیے رہائش اور خرچہ نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ”تیرے لیے کوئی رہائش یا خرچہ نہیں ہے۔“<sup>②</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ مذکورہ روایات کا انکار کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو کہتے تھے کہ ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نہیں جانتے کہ اسے یاد ہے یا وہ بھول گئی ہے۔ جب مردان نے یہی بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہی تو انھوں نے کہا: میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو۔۔۔۔۔“ حتیٰ کہ فرمایا: ”تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا حکم لے آئے“ تو تیسری طلاق کے بعد کون سا نیا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟<sup>③</sup> ② اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فہم کے مطابق انکار کیا لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جلیل القدر صحابیہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا واضح حکم بیان کرتی ہیں، اس لیے ان کی اس بات کو حجت تسلیم کیا جائے گا کہ تیسری طلاق والی عورت کے لیے نہ تو رہائش ہے اور نہ خاوند خرچہ دینے ہی کا پابند ہے ہاں، تیسری طلاق ملتے دقت اگر حاملہ ہو تو خاوند کے ذمے اس کے اخراجات ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”تیرے لیے کوئی خرچہ نہیں الا یہ کہ تو حاملہ ہو۔“<sup>④</sup> ③ خلاصہ کلام یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی یا تو طلاق کے ذریعے سے ہوگی یا دفات کے ذریعے سے یا فسخ نکاح کے ذریعے سے اگر طلاق کے ذریعے سے جدائی عمل میں آئی تو پھر طلاق رجعی ہوگی یا طلاق بائن، اگر طلاق رجعی ہے تو شوہر پر خرچہ اور رہائش دونوں لازم ہیں، خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو، اور اگر طلاق بائن ہے تو شوہر پر نہ خرچہ ہے اور نہ رہائش الا یہ کہ عورت حاملہ ہو تو خرچہ لازم ہے رہائش ضروری نہیں ہے۔ اگر دفات کے ذریعے سے جدائی ہو تو شوہر پر رہائش اور خرچہ دونوں ضروری نہیں ہیں، البتہ اگر حاملہ ہے تو مرد کے ذمے خرچہ لازم ہے۔ اگر فسخ کے ذریعے سے جدائی ہو تو وہ لعان کے ذریعے سے ہوگی یا خلع کے ذریعے سے، اگر لعان کے ذریعے سے جدائی ہو تو مرد کے ذمے خرچہ اور رہائش لازمی نہیں، خواہ عورت حاملہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مرد نے تو حمل کا بھی انکار کر دیا ہے اور اگر خلع کے ذریعے سے فسخ نکاح ہو تو خرچہ اور رہائش دونوں لازم نہیں ہیں الا یہ کہ عورت حاملہ ہو تو مطلقہ بائن کی طرح عموم آیت کی وجہ سے صرف خرچہ ہی لازم آئے گا۔ واللہ اعلم۔

(۴۲) بَابُ الْمُطَلَّقةِ إِذَا خُصِمَ عَلَيْهَا فِي مَسْكَنِ زَوْجِهَا أَنْ يَفْتَحَمَ عَلَيْهَا أَوْ تَبَدَّوْا عَلَى أَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ

باب: 42- مطلقہ کو جب خاوند کے گھر میں کسی کے اچانک گھس آنے کا اندیشہ ہو یا اس کے اہل خانہ سے بدتمیزی کرتی ہو

① مسند أحمد: 373/6. ② صحيح مسلم، الطلاق حديث: 3698 (1480). ③ صحيح مسلم، الطلاق، حديث: 3704. ④ مسند أحمد: 414/6. (1480) 3710.

۵۳۲۷، ۵۳۲۸ - حَدَّثَنِي حَبَّانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ أَنْكَرَتْ ذَلِكَ عَلَى فَاطِمَةَ. [راجع: ۵۳۲۱، ۵۳۲۲]

[5328, 5327] حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے موقف کا انکار کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا موقف تھا کہ جس عورت کو تیسری طلاق مل جائے اس کے لیے خاوند کے ذمے رہائش یا خرچہ نہیں ہے اور اس انکار کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سختی کے ساتھ اس موقف سے انکار کیا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقف کے متعلق اپنی شدید ناگواری کا اظہار کرتی تھیں۔ اس واقعے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے خاوند ابو عمر بن حفص رضی اللہ عنہ نے انھیں آخری طلاق دی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فتویٰ پوچھنے آئیں کہ میں اپنے گھر سے نکل کر دوسری جگہ عدت گزار سکتی ہوں یا نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک ناپید شخص حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہونے کی اجازت دی، لیکن مروان بن حکم مطلقہ عورت کے گھر سے نکلنے کا انکار کرتے تھے۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی اس بات کا شدت سے انکار کیا۔ ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ مطلقہ عورت اگر دوران عدت میں محسوس کرے کہ اس کے گھر میں کوئی اچانک گھس سکتا ہے تو کسی دوسری جگہ عدت پوری کر سکتی ہے، اسی طرح اگر عورت خاوند کے اہل خانہ سے بدتمیزی کرتی ہو تو انھیں حق ہے کہ وہ اسے وہاں سے نکال دیں اور وہ کسی دوسری جگہ عدت کے ایام پورے کرے۔ واللہ اعلم۔

باب: 43- ارشاد باری تعالیٰ: ”مطلقہ عورتوں کے لیے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے حکم میں پیدا کیا ہے اسے چھپائیں“ وہ حیض ہو یا حمل

(۴۳) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحِلُّ لِمَنْ أَنْ يَكْتُمَنَّ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَنْفَاهُمْنَ﴾ [البقرة: ۲۲۸] مِنَ النِّحْيِ وَالْحَمْلِ.

🌞 وضاحت: عورتوں کو چاہیے کہ وہ صاف صاف بتلا دیں انھیں حیض آتا ہے یا حمل سے ہیں، جیسی بھی عورت ہو، مثلاً: حاملہ تھی مگر اس نے خاوند کو نہ بتایا، اگر بتا دیتی تو اولاد کی وجہ سے شاید وہ اسے طلاق نہ دیتا یا اسے تیسرا حیض آچکا تھا لیکن نان و نفقہ کی مدت لمبی کرنے کے لیے اسے نہ بتایا۔ النرض جھوٹ کی کئی صورتیں ممکن ہیں، لہذا انھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور صحیح صحیح صورت حال سے اپنے خاوند کو آگاہ کریں۔

۵۳۲۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، [5329] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کوچ کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے خیمے کے دروازے پر پریشان کھڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ”عقری“ یا فرمایا: ”حلقی، تو ہمیں روک دے گی۔ کیا تو نے قربانی کے دن طواف کر لیا تھا؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر کوچ کرو۔“

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَنْفِرَ إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَتِيبَةً، فَقَالَ لَهَا: «عَقْرَى - أَوْ حَلَقَى - إِنَّكَ لِحَاسِسْتُنَا، أَكُنْتَ أَفْضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «فَانْفِرِي إِذَا». [راجع: ۲۹۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حیض کے بارے میں صفیہ رضی اللہ عنہا کی بات کو تسلیم کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو باتیں عورتوں سے متعلق ہیں وہ صرف ان کے کہنے سے مان لی جائیں گی، اس لیے انھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے صحیح صحیح بات بتانی چاہیے۔ ② بہر حال عدت کا دار و مدار حیض اور طہر پر ہے، اس سلسلے میں عورتوں کی بات کا اعتبار کیا جائے گا الا یہ کہ قرآن سے ان کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔<sup>۱</sup>

باب: 44 - دوران عدت میں ”عورتوں کے خاوندان سے رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں“ اور مرد نے جب بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو وہ رجوع کیسے کرے گا؟ نیز ارشاد باری تعالیٰ ”تو انھیں (نکاح سے) نہ روکو“ کا بیان

(۴۴) بَابُ: ﴿يُسَوِّوْنَ أَمَّا بَرِّوْنَ﴾ [البقرة: ۲۲۸] فِي الْعِلَّةِ، وَكَيْفَ يَرْاجِعُ الْمَرْأَةُ إِذَا طَلَّقَهَا وَاحِدَةً أَوْ ثَنِيَّتَيْنِ؟ وَقَوْلُهُ: ﴿فَلَا تَمْنَعُوهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

🌞 وضاحت: دوران عدت میں خاوند کو رجوع کرنے کا زیادہ حق ہے اگرچہ عورت اسے ناپسند کرے لیکن پہلی اور دوسری طلاق میں اگر عدت گزر بھی جائے تو بھی میاں بیوی مل بیٹھنے پر راضی ہوں تو دوبارہ نئے سرے سے نکاح کر کے اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں، البتہ تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

[5330] حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا نکاح کسی سے کر دیا تو اس نے اسے طلاق دے دی۔

۵۳۳۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: زَوَّجَ مَعْقِلٌ أُخْتَهُ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً. [راجع: ۴۵۲۹]

[5331] حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی بہن ایک آدمی کے نکاح میں تھی۔ اس نے اسے طلاق دے دی۔ پھر اس سے علیحدہ رہا حتیٰ کہ اس کی عدت

۵۳۳۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ: أَنَّ مَعْقِلَ بْنَ بَسَارٍ كَانَتْ أُخْتُهُ تَحْتَ



ختم ہو گئی۔ اس نے دوبارہ پیغام نکاح بھیجا تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ کو بڑی غیرت آئی اور انھوں نے کہا: جب وہ عدت گزار رہی تھی تو اسے رجوع کی قدرت تھی لیکن وہ اب (میرے پاس) پیغام نکاح بھیجتا ہے، چنانچہ وہ ان کے اور اپنی بہن کے درمیان حائل ہو گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ”جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے میں ان کے لیے رکاوٹ نہ بنو۔“ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بلا کر یہ آیت سنائی تو انھوں نے اپنی ضد چھوڑ دی اور اللہ کے حکم کے سامنے جھک گئے۔

رَجُلٌ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ خَلَى عَنْهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا ثُمَّ خَطَبَهَا، فَحَمِيَ مَعْقِلٌ مِنْ ذَلِكَ أَنْفًا فَقَالَ: خَلَى عَنْهَا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهَا، ثُمَّ يَخْطُبُهَا، فَحَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا لَهُنَّ مَا تَمَاضُونَ﴾ [البقرة: ٢٢٢] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَرَأَ عَلَيْهِ فَتَرَكَ الْحِمْيَةَ وَاسْتَقَادَ لِأَمْرِ اللَّهِ.

[راجع: ٤٥٢٩]

**فوائد و مسائل:** ① جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہو وہ دوران عدت میں تجدید نکاح کے بغیر ہی اسے واپس لینے کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر عدت گزار جائے تو نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اب بھی رجوع ممکن ہے لیکن تجدید نکاح کے ساتھ رجوع ہو سکے گا جیسا کہ درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ② تجدید نکاح کے لیے چار شرائط حسب ذیل ہیں: ۱۔ عورت رضا مند ہو۔ ۲۔ سرپرست کی اجازت ہو۔ ۳۔ نیا حق مہر ہو۔ ۴۔ گواہ موجود ہوں۔ تجدید نکاح کی سہولت پہلی یا دوسری طلاق کے بعد ہے، تیسری طلاق کے بعد یہ سہولت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ③ دوران عدت میں رجوع دو طرح سے ہو سکتا ہے: ۱۔ قولی رجوع، یعنی اپنی زبان سے اس بات کا اظہار کرے کہ میں نے رجوع کر لیا ہے۔ ۲۔ عملی رجوع، یعنی بیوی سے ہم بستری کرے تو اس سے بھی رجوع ہو جاتا ہے۔ لیکن دل میں رجوع کی نیت کی اور عمل یا قول سے اس کا ثبوت نہ دیا تو رجوع نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

[5332] حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی جبکہ وہ حیض سے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اس سے رجوع کرے، پھر اسے اپنے پاس رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اسے دوبارہ حیض آئے تو اسے مہلت دے حتیٰ کہ حیض سے پاک ہو جائے، اگر اس وقت اسے طلاق دینے کا ارادہ ہو تو جس وقت وہ پاک ہو جائے، نیز جماع کرنے سے پہلے اسے طلاق دے۔ یہی وہ وقت ہے جس میں عورتوں کو طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پھر جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا جاتا تو

٥٣٣٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمَسِّكَهَا حَتَّى تَطْهَرُ ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرَى، ثُمَّ يُنْمِلُهَا حَتَّى تَطْهَرُ مِنْ حَيْضِهَا، فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهَرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا، فَبَلَغَ الْعِدَّةَ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُطَلِّقَ لَهَا النِّسَاءَ، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ: إِنْ كُنْتُ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا فَقَدْ

حَرُمْتُ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ . سوال کرنے والے سے کہتے: اگر تم نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو پھر تمھاری بیوی تم پر حرام ہے یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے شادی کرے۔

وَزَادَ فِيهِ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِي بِهِذَا. [راجع: ٤٩٠٨]

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو تم اسے دوبارہ اپنے پاس لا سکتے ہو کیونکہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔

☀ فائدہ: رجوع کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ دورانِ عدت میں رجوع کیا جائے۔ اس میں تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا لیکن اس میں نئے سرے سے نکاح کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عدت کے بعد رجوع کرنا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ از سر نو نکاح کا اہتمام کیا جائے اور نکاح کی شروط اور لوازمات کا خیال رکھا جائے جیسا کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی آزاد مرد اپنی آزاد بیوی کو پہلی یا دوسری طلاق دے دے تو وہ اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ عورت اسے ناپسند ہی کرتی ہو۔ اور رجوع کے متعلق یہ بات واضح ہے کہ قول اور فعل ہر طرح سے ہو سکتا ہے۔

#### (٤٥) بَابُ مُرَاجَعَةِ الْحَائِضِ

#### باب: 45- (طلاق یافتہ) حائضہ عورت سے رجوع کرنا

[5333] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق نبی ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”اے کہو کہ اس سے رجوع کرے، پھر جب عدت کا وقت آئے تو اسے طلاق دے۔“ (راوی نے کہا: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا اس طلاق کو شمار کیا جائے گا؟ تو انھوں نے جواب دیا: اگر عبد اللہ عاجز آ گیا ہو اور حماقت کی وجہ سے طلاق دے دی تو کیا اسے شمار نہیں کیا جائے گا؟

٥٣٣٣ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَبْرِينَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: مَرَّةً أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُطَلَّقَ مِنْ قُبْلِ عِدَّتِهَا، قُلْتُ: أَفَتَعْتَدُ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحَمَقَ؟. [راجع: ٤٩٠٨]

☀ فوائد و مسائل: (١) حائضہ عورت کو طلاق دینا اگرچہ خلاف سنت ہے، تاہم اس قسم کی طلاق شمار کی جائے گی، اور اس کا رجوع کرنا صحیح ہوگا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اگر طلاق صحیح نہ ہوتی تو رجوع کرنے کا کیا مطلب؟ (٢) بعض حضرات اس مقام پر رجوع کے لغوی معنی مراد لیتے ہیں، لیکن یہ سخن سازی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم۔

باب: 46- جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ چار ماہ دس دن سوگ کہے

(۴۶) بَابُ : تُحَدُّ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةٌ أَشْهُرٌ وَعَشْرًا

امام زہری نے کہا: میرے خیال کے مطابق اگر کس بچی کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ بھی خوشبو کے قریب نہ جائے کیونکہ اس پر عدت ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا أَرَى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةَ الطَّيِّبَ لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ.

حمید بن نافع سے روایت ہے کہ حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے درج ذیل احادیث بیان کی ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ.

وضاحت: کس لڑکی کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کے ترک زینت میں اختلاف ہے۔ فقہائے اہل کوفہ کے نزدیک اس پر سوگ نہیں کیونکہ وہ اس کی مکلف نہیں جبکہ دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ اسے بھی سوگ مناتے ہوئے زیب و زینت نہیں کرنی چاہیے۔ اگرچہ وہ سوگ منانے کی مکلف نہیں، تاہم ورثاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے ایسے کپڑے نہ پہنائیں جو عدت گزارنے والی عورت پر حرام ہوتے ہیں۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے درج ذیل تین احادیث بیان کی ہیں۔

[5334] حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جبکہ ان کے والد گرامی حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ خوشبو منگوائی جس میں خلوق وغیرہ کی زردی تھی۔ وہ خوشبو ایک لونڈی نے ان کو لگائی۔ انھوں نے خود بھی اسے اپنے رخساروں پر لگایا، اس کے بعد کہا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کے استعمال کی خواہش نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر شوہر کا چار ماہ دس دن تک سوگ منائے۔“

۵۳۳۴ - قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، فَدَعَتْ أُمَّ حَبِيبَةَ بِطَبِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ فَدَهَنْتُ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضِيهَا ثُمَّ قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا لِي بِالطَّيِّبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحَدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع: ۱۲۸۰]



[5335] حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جس وقت ان کے بھائی فوت ہوئے تھے تو انھوں نے بھی خوشبو منگوائی اور اسے استعمال کیا، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ منبر پر کھڑے فرما رہے تھے: ”جو عورت اللہ اور قیامت پر یقین رکھتی ہے اسے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے صرف شوہر کے لیے چار ماہ دس دن سوگ ہے۔“

[5336] حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ آپ نے دو یا تین مرتبہ یہی کہا۔ ہر مرتبہ فرماتے تھے: ”نہیں“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو صرف چار ماہ دس دن ہیں، دور جاہلیت میں تو ایک سال کے بعد تمہیں میٹھی پھینکنا پڑتی تھی۔“

[5337] حضرت حمید نے کہا: میں نے زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اس کے کیا معنی ہیں کہ اسے سال کے بعد میٹھی پھینکنا پڑتی؟ انھوں نے فرمایا: (زمانہ جاہلیت میں) جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو وہ نہایت تنگ و تاریک کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی، پھر بدترین کپڑے پہن لیتی اور خوشبو کا استعمال بھی ترک کر دیتی حتیٰ کہ اسی حالت میں ایک سال گزر جاتا۔ پھر کوئی جانور گدھ یا بکری یا پرندہ لایا جاتا تو وہ اس پر ہاتھ پھیرتی۔ ایسا کم ہوتا تھا کہ وہ کسی جانور پر ہاتھ پھیرے اور وہ مرنے جائے۔ اس کے بعد وہ

۵۳۳۵ - قَالَتْ زَيْنَبُ: فَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبِ ابْنَةِ جَحْشٍ حِينَ تُوفِّيَ أَخُوهَا، فَذَعَتْ بِطِيبٍ، فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: أَمَّا وَاللَّهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِثْبَرِ: «لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحَدَّ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع: ۱۲۸۲]

۵۳۳۶ - قَالَتْ زَيْنَبُ: وَسَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنَتِي تُوفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدْ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفْكُحُلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا»، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: «لَا». ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّمَا هِيَ: أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ». [انظر: ۵۳۳۸، ۵۷۰۶]

۵۳۳۷ - قَالَ حُمَيْدٌ: فَقُلْتُ لِرَئِيسَةِ: وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ؟ فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَانَتْ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ، ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ، حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَمْتَضُّ بِهِ، فَقَلَمًا فَتَمْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ، ثُمَّ تَخْرُجُ فَتَمْتَضُّ بِعَرَّةٍ فَتَرْمِي بِهَا ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدَ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ.

سُئِلَ مَا لَكَ رَحِمَهُ اللَّهُ: مَا تَفْتَضُّ بِهِ؟ قَالَ:   
 تَمَسُّحُ بِهِ جِلْدَهَا.

امام مالک سے پوچھا گیا: ”تَفْتَضُّ بِهِ“ کے کیا معنی ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: وہ اس کا جسم چھوتی تھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① دور جاہلیت میں جس عورت کا خاوند فوت ہو جاتا وہ ایک سال تک عدت گزارتی اور انتہائی بدترین طریقے سے زندگی کے یہ دن پورے کرتی جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اس کا اشارہ قرآن کریم میں بھی ہے: ”اور جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی عورتوں کے حق میں ایک سال تک خرچہ دینے کی وصیت کر جائیں، نیز انھیں اس مدت میں گھر سے نہ نکالا جائے۔“<sup>۱</sup> پھر ان کے متعلق ایک دوسرا حکم نازل ہوا کہ وہ چار ماہ دس دن تک عدت پوری کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک عدت میں رکھیں۔“<sup>۲</sup> یہ اس صورت میں ہے جب بیوی حاملہ نہ ہو، حاملہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔ چار ماہ دس دن عدت گزارنے میں یہ حکمت ہے کہ عورت کے پیٹ میں بچے کی تخلیق اور اس میں روح پھونکنے کا معاملہ ایک سو مئیں دن کے بعد ہوتا ہے جس کے چار ماہ بنتے ہیں، چونکہ چاند کی کمی بیشی سے فرق ہو سکتا ہے، اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے اس تعداد پر دس دن کا اضافہ کیا گیا ہے۔<sup>۳</sup> ② دوران عدت میں وہ زیب و زینت نہیں کرے گی جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ”زمانہ عدت میں رنگ دار لباس نہ پہنے، لیکن رنگے ہوئے سوت کا کپڑا پہن سکتی ہے، سرمہ نہ لگائے اور خوشبو بھی استعمال نہ کرے۔“<sup>۴</sup> ایک روایت میں ہے کہ وہ مہندی نہ لگائے۔<sup>۵</sup> سنن نسائی میں ہے کہ وہ کنگھی بھی نہ کرے۔<sup>۶</sup>

اس عورت کے علاوہ دیگر عورتوں، یعنی مطلقہ وغیرہ پر عدت تو ہے لیکن سوگ کی پابندی نہیں ہے۔

باب: 47- سوگ منانے والی عورت کے لیے سرے کا استعمال

(٤٧) بَابُ الْكُخْلِ لِلْحَادَةِ

[5338] حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ اپنی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا تو اس کے اہل خانہ کو اس کی آنکھوں کے ضائع ہونے کا خطرہ محسوس

٥٣٣٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا: أَنَّ امْرَأَةً تُوقِي زَوْجَهَا، فَخَشُوا عَلَى عَمَّتِهَا، فَأَنَازَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

1 البقرة: 240. 2 البقرة: 234. 3 فتح الباري: 603/9. 4 صحيح البخاري، الطلاق، حديث: 5341. 5 سنن أبي داود، الطلاق حديث: 2302. 6 سنن النسائي، الطلاق، حديث: 3564.

ہوا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سرمہ لگانے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ سرمہ نہ لگائے۔ زمانہ جاہلیت میں تم میں سے کسی ایک کو گندے گھر اور بدترین کپڑوں میں وقت گزارنا پڑتا تھا۔ جب اس طرح سال مکمل ہو جاتا تو اس کے پاس سے کتا گزرتا اور وہ اس کی طرف پیچھکتی تھی، اس لیے اب تم اسے سرمہ نہ لگاؤ حتیٰ کہ چار ماہ دس دن گزر جائیں۔“

فَاسْتَأْذَنُوهُ فِي الْكُحْلِ، فَقَالَ: «لَا تَكْتَحِلْ، قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمَكُّتُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَنِيهَا، فَإِذَا كَانَ حَوْلُ فَمَرٍّ كَلَبَ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ، فَلَا حَتَّى تَمْضِيَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». (راجع: [۵۳۳۶])

[۵۳۳۶]

[5339] حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے، وہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر وہ اپنے شوہر پر چار ماہ دس دن تک سوگ کر سکتی ہے۔“

۵۳۳۹ - وَصِمَعْتُ زَيْنَبَ ابْنَةَ أُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحَدِّثَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». (راجع: [۱۲۸۰])

[۱۲۸۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جواب سن کر اس عورت نے دوبارہ کہا کہ اس کی آنکھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ سرمہ استعمال نہیں کر سکتی اگرچہ اس کی آنکھ ضائع ہو جائے۔“ ② حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی اس حدیث کے پیش نظر یہی فتویٰ دیتی تھیں۔ لیکن بیہقی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رات کے وقت سرمہ لگالیا کرے اور دن کے وقت اسے صاف کر دیا کرے۔ ③ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہو تو کسی صورت میں اسے استعمال نہ کرے، اگر ضرورت پڑے تو رات کو استعمال کر کے دن کو اسے صاف کر دیا جائے۔ بہر حال ہمارا رجحان یہ ہے کہ عورت کو ایام سوگ میں سرمہ لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ④ واللہ اعلم۔

[5340] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں شوہر کے علاوہ کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا گیا تھا۔

۵۳۴۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: نُهَيْتَنَا أَنْ نُحَدِّثَ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ. (راجع: [۳۱۳])

[۳۱۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① اگرچہ اس روایت میں سرمہ لگانے کی ممانعت کا ذکر نہیں ہے، تاہم اسی حدیث کے دوسرے طرق میں



اس کی صراحت ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ وہ نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو ہی استعمال کرے۔<sup>(۱)</sup> ایک روایت میں ہے کہ سوگ منانے والی عورت مہندی بھی نہ لگائے۔<sup>(۲)</sup> ایک روایت میں ہے کہ وہ بالوں میں کنگھی بھی نہ کرے۔<sup>(۳)</sup> واضح رہے کہ سوگ منانے کی چار ماہ دس دن تک پابندی صرف اس عورت کے لیے ہے جو حاملہ نہ ہو، اگر حمل سے ہے تو وضع حمل تک سوگ منائے گی جیسا کہ دیگر احادیث میں اس کی وضاحت ہے۔

باب: 48- سوگ منانے والی کے لیے قسط (خوشبو) کا استعمال جبکہ وہ حیض سے پاک ہو

(۴۸) بَابُ الْقُسْطِ لِلْحَادَّةِ عِنْدَ الطَّهْرِ

[5341] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں منع کیا جاتا تھا کہ کسی میت کا تین دن سے زیادہ سوگ منائیں سوائے خاوند کے کیونکہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، نیز دوران سوگ میں نہ ہم سرمہ لگائیں، نہ خوشبو استعمال کرتیں اور نہ رنگا ہوا کپڑا ہی پہنیں۔ ہاں وہ کپڑا استعمال کرنے کی اجازت تھی جس کا دھاگا بننے سے پہلے ہی رنگ دیا گیا ہو۔ ہمیں اس کی بھی اجازت تھی کہ اگر کوئی حیض سے پاک ہوتی تو اظفار کی تھوڑی سی کستوری استعمال کرے، نیز ہمیں جنازے کے پیچھے جانے سے روکا جاتا تھا۔

۵۳۴۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ: كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدِّدَ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلَ، وَلَا نَطِيبُ، وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَضْبُوعًا إِلَّا ثَوْبَ عَصَبٍ، وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطَّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي بُنْدَةٍ مِنْ كُسْتٍ أَظْفَارٍ، وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. [راجع: ۳۱۳]

ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا: "القسط" اور "الکست" ایک ہی چیز ہیں، جیسے "الکافور" اور "القافور" (دونوں ایک ہیں)۔ "نبذہ" کے معنی ہیں: بکڑا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: الْقُسْطُ وَالْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ. بُنْدَةٌ: قِطْعَةٌ.

فوائد و مسائل: ① سوگ منانے والی عورت کو شرعاً حکم دیا گیا ہے کہ وہ زیب و زینت نہ کرے۔ چونکہ خوشبو بھی زینت کے لیے استعمال ہوتی ہے، اس لیے اس کے استعمال پر بھی پابندی ہے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ لیکن حیض سے پاک ہونے کے بعد ناگواری کے اثرات دور کرنے کے لیے محدود پیمانے پر اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ ② علامہ

۱. صحیح البخاری، الحيض، حدیث: 313، (2) سنن أبي داود، الطلاق، حدیث: 2302، (3) سنن النسائي، الطلاق، حدیث: 3564.

نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”قط“ کی دو قسمیں مشہور ہیں جو دھونی کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ جب انہیں کسی دوسری اشیاء کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو خوشبو تیار ہوتی ہے، پھر اسے سوگ والی عورت کے لیے استعمال کرنا منع ہے۔ اسی طرح کی دوسری چیزیں جن سے مقصود زیب و زینت یا خوشبو نہ ہو، انہیں استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ سر میں سروسوں کا تیل لگایا جاتا ہے یا سادہ صابن سے نہایا جاتا ہے، انہیں سوگ والی عورت بھی استعمال کر سکتی ہے۔<sup>۱</sup>

#### (۴۹) بَابُ: تَلْبَسُ الْحَادَّةُ ثِيَابَ الْعَصَبِ

باب: 49- سوگ منانے والی عورت دھاری دار کپڑے پہن سکتی ہے

[5342] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو عورت اللہ پر ایمان اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لیے شوہر کے علاوہ کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ حلال نہیں۔ وہ سرمہ بھی نہ لگائے اور نہ رنگے ہوئے کپڑے استعمال کرے مگر سفید سیاہ دھاری دار کپڑے پہن سکتی ہے۔“

۵۳۴۲ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُجِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا لَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَضْبُوعًا إِلَّا ثَوْبَ عَصَبٍ». [راجع: ۳۱۳]

[5343] حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے سوگ منانے والی عورت کو خوشبو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ ہاں، حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑی سی عود استعمال کر سکتی ہے۔

۵۳۴۳ - وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا حَفْصَةُ: حَدَّثَنِي أُمُّ عَطِيَّةٍ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ، وَلَا تَمَسَّ طَبِيبًا إِلَّا أَذْنَى طَهْرَهَا إِذَا طَهَّرَتْ نُبْدَةً مِنْ قُسْطٍ وَأُظْفَارٍ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: قط اور کست ایک ہی چیز ہے جیسے کافور اور قافور میں کوئی فرق نہیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: الْقُسْطُ وَالْكُسْتُ مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ. [راجع: ۳۱۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس امر پر علمائے امت کا اتفاق ہے کہ سوگ منانے والی عورت زرد رنگ کے کپڑے یا دوسرے رنگین کپڑے نہیں پہن سکتی لیکن سیاہ رنگ کا لباس استعمال کر سکتی ہے کیونکہ سیاہ لباس زینت کے لیے نہیں بلکہ حزن و انفوس کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کے پیش نظر لکھا ہے کہ عورت ان دنوں سفید لباس پہن سکتی ہے لیکن اگر سفید لباس زینت کے لیے ہے تو اس کے استعمال پر پابندی ہے، اسی طرح جب سیاہ لباس زینت کے لیے ہوگا تو اسے بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ سفید سیاہ دھاری دار کپڑے کے استعمال

میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح جو کپڑا بننے سے پہلے اس کا دھاگا رنگین ہوا سے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ زینت کے لیے نہ ہو۔ واللہ اعلم۔<sup>۱۰</sup>

باب: 50- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں.....“ کا بیان

(۵۰) بَابُ: ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿خَيْرٌ﴾ [البقرة: ۲۳۴]

وضاحت: عدت کے سلسلے میں یہ آخری عنوان ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوگ منانے والی عورت کو عدت کے ایام کہاں گزارنے چاہئیں؟ اپنے خاوند کے گھر میں یا اپنے میکے میں اس مدت کو پورا کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

[5344] امام مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے اس آیت کریمہ: ”جو لوگ تم میں سے وفات پائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں۔“ کی تفسیر میں کہا کہ یہ عدت جو شوہر کے اہل خانہ کے پاس گزاری جاتی تھی یہ ضروری امر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ”اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے ہاں، اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (نکاح) کر لیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔“ امام مجاہد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سات ماہ بیس دن سال پورا کرنے کے لیے وصیت میں شمار کیے ہیں۔ بیوی اگر چاہے تو وصیت کے مطابق ٹھہری رہے اور اگر چاہے تو گھر سے چلی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”انھیں نکالنا نہ جائے اگر وہ خود چلی جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔“ کے یہی معنی ہیں۔ عدت کے ایام تو اس پر واجب ہیں جیسا کہ مجاہد سے منقول ہے۔

۵۳۴۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا شَيْبَلٌ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا﴾ قَالَ: كَانَتْ هَذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبًا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَّتَعًا إِلَى الْوَلَدِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ﴾ قَالَ: جَعَلَ اللَّهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةً، إِنْ شَاءَتْ سَكَتَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ، وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ [البقرة: ۲۴۰] فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا، زَعَمَ ذَلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ.

حضرت عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: نَسَخَتْ هَذِهِ



الْأَيَّةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُ حَيْثُ شَاءَتْ، وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿عَبْرَ إِخْرَاجٍ﴾. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ شَاءَتْ اِغْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهَا وَسَكَتَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللَّهِ: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَا فِي أَنْفُسِهِنَّ﴾ قَالَ عَطَاءٌ: ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنَى فَتَعْتَدُ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُّكْنَى لَهَا. [راجع: ٤٥٣١]

ہے کہ انھوں نے فرمایا: اس آیت نے اہل خانہ کے پاس عدت گزارنے کو منسوخ کر دیا ہے، اس لیے وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ حضرت عطاء نے ”غیر إخراج“ کے متعلق فرمایا: اگر چاہے تو عدت کے ایام اپنے (شوہر کے) گھر والوں کے پاس گزارے اور وصیت کے مطابق قیام کرے اور اگر چاہے تو وہاں سے چلی آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تم پر اس کے متعلق کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنی مرضی کے مطابق کریں۔“ عطاء نے کہا: اس کے بعد میراث کے احکام نازل ہوئے تو اس نے ”رہائش“ کو بھی منسوخ کر دیا۔ اب وہ جہاں چاہے عدت گزارے۔ شوہر کی طرف سے اس کے لیے مکان کا انتظام نہیں ہوگا۔

🌞 فوائد ومسائل: ① امام مجاہد رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ چار مہینے دس دن عدت گزارنے کا حکم پہلے نازل ہوا تھا کہ وہ یہ عدت خاوند کے گھر والوں کے پاس گزارے اور ایسا کرنا واجب تھا، پھر دوسری آیت نازل ہوئی جس میں ایک سال عدت گزارنے کے متعلق حکم تھا، اب سال پورا کرنے کے لیے سات ماہ بیس دن وصیت کے مطابق عمل کرتے ہوئے اپنے خاوند کے گھر میں گزارے اگر چاہے تو اپنے میکے جا کر ان کو پورا کرے۔ ان کے نزدیک ناخ منسوخ سے پہلے نازل نہیں ہو سکتا، اس لیے انھوں نے دونوں کو جمع کرنے کی یہ صورت بیان کی ہے جبکہ عام مفسرین کا کہنا ہے کہ ایک سال عدت گزارنے پر مشتمل آیت کریمہ منسوخ ہے اور چار ماہ دس دن کی آیت اس کی ناخ ہے۔ ابن بطلان نے کہا ہے کہ کسی مفسر نے آیات مذکورہ کی یہ تفسیر نہیں کی اور نہ کسی فقیہ نے یہ کہا ہے بلکہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سال والی آیت منسوخ ہے۔ اور رہائش بھی عدت کے تابع ہے۔ جب چار ماہ دس دن کی عدت سے سال بھر کی عدت منسوخ ہوگئی تو رہائش کے متعلق خاوند کی ذمہ داری بھی منسوخ ہوگئی۔ ①

② ہمارے رجحان کے مطابق جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا واجب ہے اور وہ اسی مکان میں عدت گزارے جہاں وہ شوہر کے ساتھ مقیم تھی یا جہاں اسے خاوند کے متعلق وفات کی اطلاع ملی جیسا کہ حضرت فریہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کا خاوند فوت ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے میکے لوٹ جانے کے متعلق دریافت کیا کہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت میں کوئی مکان نہیں چھوڑا۔ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے میکے جاسکتی ہو“ ابھی وہ حجرے سے باہر نہیں نکلی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے آواز دی اور فرمایا: ”تم اپنے پہلے مکان ہی میں رہو جب تک تمھاری عدت پوری نہ ہو جائے“ چنانچہ انھوں نے چار ماہ دس دن کی عدت اسی سابقہ مکان میں پوری کی۔ ② ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس

گھر میں رہو جہاں تجھے خاوند کے فوت ہونے کی خبر ملی حتیٰ کہ ایام عدت پورے ہو جائیں۔“ (۱) بعض اہل علم حدیث کے ان الفاظ سے عورت کو پابند کرتے ہیں کہ وہ ایام عدت وہیں گزارے جہاں اسے خاوند کی وفات کے متعلق اطلاع ملی ہو، خواہ وہ کسی کے گھر بطور مہمان ٹھہری ہو، اس طرح کی بے جا پابندی شریعت کے منشا کے خلاف ہے۔ بہر حال اس عورت کو اپنے خاوند کے گھر عدت کے ایام گزارنے ہوں گے، البتہ اس حکم سے درج ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں: ○ میاں بیوی کرائے کے مکان میں رہائش رکھے ہوئے تھے۔ خاوند کی وفات کے بعد آمدنی کے ذرائع محدود ہو گئے یا مالک مکان نے مکان خالی کرنے کا نوٹس دے دیا یا اپنے مکان میں عزیز و اقارب نے اتنا تنگ کیا کہ وہاں ایام پورے کرنا مشکل ہو گئے تو وہ کسی دوسرے مکان میں عدت گزار سکتی ہے۔ ○ میاں بیوی کسی دوسرے ملک میں تھے۔ بیوی اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے اپنے ملک آئی تو دوسرے ملک میں اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ اب ویزے وغیرہ کا مسئلہ بن گیا تو وہ اپنے ملک میں اپنے والدین کے ہاں عدت گزار سکتی ہے۔ ○ عورت خانہ بدوش ہونے کی وجہ سے کسی مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی، اسی حالت میں اس کا خاوند فوت ہو گیا تو اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ چار ماہ دس دن اسی مقام پر گزارے بلکہ جہاں قافلہ ٹھہرے گا وہ اس کے ساتھ عدت کے ایام گزارتی رہے گی۔ واللہ اعلم۔

[5345] حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے، وہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ جب انھیں اپنے والد گرامی (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) کے فوت ہونے کی اطلاع ملی تو (تین دن کے بعد) انھوں نے خوشبو منگوائی اور اپنے دونوں بازوؤں پر لگائی، پھر فرمایا: مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جو عورت اللہ پر ایمان اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے، البتہ شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن ہیں۔“

۵۳۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ شَفِيَّانَ،

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ ابْنَةِ أَبِي شَفِيَّانَ: لَمَّا جَاءَهَا نَعْيُ أَبِيهَا دَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَحَتْ ذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ: مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُوَمِّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحَدِّثُ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا». [راجع:

[۱۲۸۰]

🌞 فواکد و مسائل: (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے علاوہ کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا حرام ہے۔ ایسی عورتیں ایمان سے محروم ہیں جو اس حکم کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔ (۲) عنوان میں عدت کا ذکر تھا اور اس حدیث میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت حدیث میں بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عدت کے ایام پورے کرے، اس کی خلاف ورزی کر کے خود کو ایمان سے محروم نہ کرے۔ (۲)

### (۵۱) بَابُ مَهْرِ الْبَغْيِ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ

باب: 51- زانیہ کا خرچہ اور نکاح فاسد کا حق مہر

حسن بصری نے کہا: جب کسی نے محرمہ سے نکاح کیا جبکہ اسے حرمت کا علم نہ تھا تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے۔ ان حالات میں جو کچھ عورت نے وصول کر لیا وہ اسی کا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، پھر کہا کہ اس کے لیے مہر ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا تَزَوَّجَ مُحْرَمَةً وَهُوَ لَا يَشْعُرُ، فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا مَا أَخَذَتْ، وَلَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: لَهَا صَدَاقُهَا.

وضاحت: جس عورت سے انسان جنسی طور پر لطف اندوز ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں: پہلی یہ کہ محل کے طور پر وہ جائز تھی لیکن سبب ناجائز تھا جیسا کہ وندہ نکاح یا سرپرست کے بغیر کسی عورت سے شادی کرنا۔ دوسری یہ کہ محل کے طور پر بھی جائز اور سبب بھی شرعاً جائز تھا جیسا کہ عام نکاح ہوتے ہیں۔ تیسری قسم یہ ہے کہ محل اور سبب دونوں ہی ناجائز جیسا کہ بدکار عورت سے ملاپ کرنا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ان تینوں قسموں کے متعلق بیان کیا ہے کہ آخری قسم، یعنی بدکار عورت کی کمائی حرام ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا بھی حرام ہے۔ دوسری قسم، یعنی حلال عورت کا حق مہر بھی جائز اور اس سے لطف اندوز ہونا بھی حلال ہے اور پہلی قسم سے لطف اندوز ہونا تو حرام ہے، البتہ جو کچھ عورت کو دے دیا گیا ہے اسے وہ استعمال کر سکتی ہے۔ وہ اس کے لیے حلال ہے۔ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول پیش کیا ہے کہ اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا جو اس پر حرام تھی لیکن اسے اس کی حرمت کا علم نہیں تھا تو انھیں فوراً علیحدہ کر دیا جائے۔ ایسے حالات میں عورت نے جو طے شدہ مہر وصول کر لیا ہے وہی لے گی، اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حق دار نہیں ہے۔ پھر انھوں نے دوسرا فتویٰ دیا کہ اس کے لیے مہر مثل ہے۔ فقہاء نے ان دواقوال کو بنیاد بنا کر کہا ہے کہ ایسی عورت کے لیے طے شدہ حق مہر ہے۔ کچھ حضرات نے کہا ہے کہ وہ مہر مثل کی حق دار ہے۔ اگر اسے اس کی حرمت کا علم تھا تو اسے حد لگائی جائے گی اور عورت کو کچھ نہیں دیا جائے گا جبکہ اہل کوفہ کہتے ہیں اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہوگی جو چالیس کوڑوں سے کم ہو۔<sup>۱</sup>

[5346] حضرت ابو مسعود رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کتے کی قیمت، کاہن کی اجرت اور بدکار عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

۵۳۴۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ، وَمَهْرِ الْبَغْيِ. [راجع: ۲۲۳۷]



[5347] حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جسم میں سرمہ بھرنے والی، جس کے جسم میں سرمہ بھرا جائے، سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے۔ اسی طرح آپ نے کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی سے منع فرمایا ہے، نیز تصویر بنانے والوں پر بھی لعنت کی ہے۔

۵۳۴۷ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكَلَ الرُّبَا وَمُوكَلَّهُ، وَنَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ. [راجع: ۲۰۸۶]

[5348] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے لونڈیوں کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

۵۳۴۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ. [راجع: ۲۲۸۳]

**فوائد و مسائل:** ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ احادیث میں نکاح فاسد کے حق مہر اور زنا کی اجرت کے متعلق وضاحت کی ہے۔ جو اجرت زنا کے عوض دی جاتی ہے اسے مہر البغی کہا جاتا ہے۔ یہ حرام ہے اور اس کی حرمت میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کیونکہ زنا حرام ہے، اس لیے اس کا معاوضہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح گلوکارہ اور نوحہ کرنے والی کی اجرت بھی حرام ہے۔ لیکن نکاح فاسد میں عورت کو اس کا طے شدہ حق مہر دے دیا جاتا ہے اور اس کے فوراً بعد ان میں جدائی کر دی جائے۔ ② نکاح فاسد وہ ہے جو گواہوں یا سرپرست کی اجازت کے بغیر کیا جائے۔ اسی طرح دوران عدت میں نکاح کرنا یا وقتی طور پر کسی سے نکاح کرنا بھی نکاح فاسد ہوتا ہے، ایسے نکاح میں عورت کو طے شدہ حق مہر مل جاتا ہے، اس کے علاوہ، وہ کسی چیز کی حق دار نہیں ہے۔ ③ کسب اماء سے مراد لونڈیوں سے بدکاری کرانا اور ان کا معاوضہ لینا ہے۔ یہ معاوضہ بھی حرام ہے اور بدکاری عورت کی کمائی میں شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 52 - جس عورت سے ملاپ کیا گیا ہو اس کا حق مہر، دخول کیا ہوتا ہے؟ اور جس نے دخول یا مس سے پہلے طلاق دی

(۵۲) بَابُ الْمَهْرِ لِلْمَذْخُولِ عَلَيْهَا، وَكَيْفَ الدُّخُولُ؟ أَوْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ وَالْمَسِيسِ

**وضاحت:** نکاح کے بعد جس عورت سے ہم بستری کی گئی ہو وہ پورے حق مہر کی حق دار ہے اور اگر اسے طلاق ہو جائے تو اسے عدت بھی گزارنی ہے۔ لیکن اگر عورت کو کمرے میں لا کر دروازہ بند کر لیا یا پردہ لٹکا لیا تو کیا وہ پورے حق مہر کی حق دار ہے؟ اور اسے بھی پوری عدت گزارنا ہے یا اسے نصف حق مہر ملے گا؟ اور اس پر عدت دغیرہ نہیں ہے، اس امر میں اختلاف ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق جب خلوت صحیحہ عمل میں آجائے تو عورت کے لیے پورا حق مہر ہے، خواہ ملاپ ہو یا نہ ہو۔ اگر دونوں

میں کوئی بیمار ہے یا کسی نے روزہ رکھا ہے یا حالت احرام میں ہے یا عورت کو حیض آیا ہے تو ان صورتوں میں عورت کو نصف حق مہر ملے گا لیکن عدت پوری گزارنی ہوگی کیونکہ خلوت صحیحہ میں غالب گمان ملاپ ہی کا ہوتا ہے، اس لیے خلوت صحیحہ کو ملاپ کے قائم مقام ہی قرار دیا جاتا ہے، پھر جب اسباب مہیا ہوں اور جنسی خواہش کا غلبہ ہو تو صبر کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں دخول اور مسیس کے الفاظ استعمال کیے ہیں، ان الفاظ سے مذکورہ اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دخول سے مراد خلوت صحیحہ اور مسیس سے مراد خاوند اور بیوی کا آپس میں ملاپ ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۳۴۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَمَرَ: رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ، فَقَالَ: فَرَّقَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: «اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» فَأَيُّهَا، فَقَالَ: «اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟» فَأَيُّهَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا. قَالَ أَيُّوبُ: فَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: فِي الْحَدِيثِ شَيْءٌ لَا أَرَاكَ تُحَدِّثُهُ، قَالَ: قَالَ الرَّجُلُ: مَا لِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ أَبْعَدُ مِنْكَ». [راجع: ۵۳۱۱]

[5349] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رحمہ اللہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی ہو تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ نے قبیلہ بنو عجلان کے میاں بیوی دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی تھی اور فرمایا تھا: ”اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے، کیا تم میں سے کوئی اپنی بات سے رجوع کرتا ہے؟“ لیکن دونوں نے اس بات سے انکار کر دیا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا: ”اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے کیا تم دونوں میں سے کوئی تائب ہوتا ہے؟“ ان دونوں نے پھر انکار کر دیا تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کرادی۔ ایوب نے بیان کیا مجھے عمرو بن دینار نے کہا کہ اس حدیث میں ایک مزید بات ہے، میں نے تمہیں وہ بیان کرتے نہیں دیکھا۔ وہ یہ ہے کہ شوہر نے کہا تھا کہ ایسے حالات میں میرے مال کا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے کوئی مال وغیرہ نہیں۔ اگر تو سچا ہے تو اس سے خلوت کر چکا ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو وہ مال تجھے بدرجہ اولیٰ نہیں ملنا چاہیے۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی سے اگر خلوت ہو جائے تو وہ حق مہر کی حق دار ہو جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو سچا ہے تو اس سے خلوت کر چکا ہے، لہذا دیا ہوا حق مہر اب تیرا نہیں رہا اور اگر تو جھوٹا ہے تو پھر بھی حق مہر کا مطالبہ فضول ہے کیونکہ تو نے اس سے خلوت بھی کی اور پھر الٹا اسے تہمت لگا کر بدنام کیا، اب تو حق مہر کا سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔“ ② دَخَلَتْ بِهَا کے الفاظ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ خلوت ہی سے وہ عورت حق مہر کی مالک بن جائے گی جبکہ دوسرے حضرات کا موقف ہے کہ عورت تو باہمی ملاپ سے حق مہر کی حق دار ہوگی کیونکہ حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ تو نے اس کی شرمگاہ کو اپنے لیے حلال سمجھا، اس لیے تو حق مہر واپس لینے کا مجاز نہیں ہے اور اگر خلوت صحیحہ یا ملاپ ہو چکا ہے تو پورا حق مہر اسے ملے گا اور اسے پوری عدت گزارنی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

باب: 53- جس عورت کا حق مہر ملے نہ ہوا تو اسے

روداداری کے طور پر کچھ نہ کچھ دینا

(۵۳) بَابُ الْمُتَمَتِّعَةِ لِلَّتِي لَمْ يَفْرُضْ لَهَا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ  
النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ إِلَى  
قَوْلِهِ: ﴿بَعْضُهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۳۶، ۲۳۷]

وَقَوْلِهِ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ مَتَّعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى  
الْمُتَّقِينَ﴾ كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ  
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [البقرة: ۲۴۱، ۲۴۲]

وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمُلَاعَاةِ مُتَمَتَّةً حِينَ  
طَلَّقَهَا زَوْجَهَا.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر تم عورتوں کو ان کے پاس  
جانے یا ان کا حق مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو  
تم پر کچھ گناہ نہیں (ہاں انھیں دستور کے مطابق کچھ خرچہ  
ضرور دو.....)“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مطلقہ عورتوں کو بھی دستور  
کے مطابق نان و نفقہ ضرور دینا چاہیے، متقی لوگوں پر یہ بھی  
حق ہے، اسی طرح اللہ اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل  
سے کام لو۔“

نبی ﷺ نے لعان میں اس قسم کے ساز و سامان کا کوئی  
ذکر نہیں فرمایا، جب آپ کے سامنے لعان کے موقع پر خاوند  
نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔

وضاحت: مکمل آیات کریمہ کا مفہوم حسب ذیل ہے: ”اگر تم ایسی عورتوں کو طلاق دے دو جنہیں تم نے ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ  
ان کا حق مہر ہی ملے کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں، البتہ انھیں کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو۔ صاحب وسعت، یعنی مال دار اپنی  
حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق۔ بہر حال انھیں بھلے طریقے سے رخصت کرو۔ یہ نیک لوگوں پر حق ہے۔  
اور اگر انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو لیکن حق مہر مقرر ہو چکا تھا تو تمہیں ملے شدہ حق مہر کا نصف ادا کرنا ہوگا الا یہ کہ وہ  
عورتیں معاف کر دیں یا وہ مرد جس کے اختیار میں عقدہ نکاح ہے فراخ دلی سے کام لے۔ اور اگر تم درگزر کرو تو یہ تقویٰ کے زیادہ  
قریب ہے۔“ ان آیات میں مطلقہ عورتوں کو متعہ (کچھ سامان) دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کی تائید ایک دوسری آیت سے



ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مطلقة عورتوں کو کچھ دے دلا کر رخصت کرنا چاہیے، اور یہ بات پرہیزگاروں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔“ اس آیت کریمہ میں ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ انھیں متعہ دیا جائے اور اس کی تاکید بھی کردی گئی ہے کہ پرہیزگاروں کا یہ شیوہ نہیں ہوتا کہ وہ طلاق دے کر مطلقہ کو خالی ہاتھ گھر سے نکال باہر کریں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے متعہ ہے اور لعان والی عورت مطلقات میں شامل نہیں۔ واللہ اعلم۔

[5350] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے لعان کرنے والے میاں بیوی سے فرمایا: ”تمہارا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ البتہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ اب اس عورت پر تمہارا کوئی حق نہیں۔“ شوہر نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے مال کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اب تیرے لیے کوئی مال نہیں، اس لیے کہ اگر تو نے تہمت لگانے میں سچائی سے کام لیا تو وہ مال بیوی کی شرمگاہ حلال سمجھنے کی وجہ سے ختم ہو گیا اور اگر تو نے اس کے متعلق جھوٹ کہا ہے تو وہ مال تیرے لیے اس سے بھی بعید ہوا۔“

۵۳۵۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْمُتَّاعَيْنِ: «حِسَابُكُمَا عَلَى اللَّهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا». قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَالِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهَوَّ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَذَاكَ أَبْعَدُ، وَأَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا». [راجع: ۵۳۱۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان کرنے والی عورت کے لیے کوئی متعہ نہیں۔ اگر متعہ دیا ہوتا تو اس کا ضرور ذکر ہوتا۔ ② بعض روایات میں طلاق دینے کا ذکر ہے۔ تو یہ طلاق رسول اللہ ﷺ کے حکم سے نہ تھی بلکہ یہ زائد کام شوہر کی طرف سے اظہار نفرت کے لیے بطور تاکید صادر ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔



## نفقات کا معنی و مفہوم

عربی زبان میں نفقہ کی جمع نفقات ہے۔ اس سے مراد وہ اخراجات ہیں جو شوہر اپنی بیوی بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے برداشت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد حضرات کو ”قوام“ کہا ہے اور اس کی قوامیت اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنی کمائی سے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”مرد، عورتوں کے جملہ معاملات کے ذمہ دار اور منتظم ہیں کیونکہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر برتری دے رکھی ہے اور دوسرے یہ ہے کہ وہ اپنے مال سے خرچ کرتے ہیں۔“<sup>1</sup> مہر کی ادائیگی کے بعد مرد کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے لیے ضروریات زندگی فراہم کرے، یعنی وہ روٹی، کپڑے اور رہائش کا بندوبست کرے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”کشادگی والے کو اپنی کشادگی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہے اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے، اس میں سے حسبِ توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“<sup>2</sup> حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم پر معروف طریقے کے مطابق ان عورتوں کو کھانا پلانا اور انھیں لباس مہیا کرنا ضروری ہے۔“<sup>3</sup> ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! عورتوں کا تم پر حق ہے کہ تم انھیں لباس مہیا کرنے اور انھیں کھانا فراہم کرنے میں اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرو۔“<sup>4</sup> مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے اخراجات برداشت کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے مگر اس میں شوہر کی حیثیت کا خیال رکھا جائے گا لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ عورت کی حیثیت، مرضی اور خواہش کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”خوش حال انسان پر اس کی وسعت کے مطابق اور مفلس پر اس کی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے۔“<sup>5</sup> اس آیت کے پیش نظر اگر شوہر مال دار ہو اور اس کی آمدنی اچھی خاصی ہو اور عورت بھی مال دار گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو شوہر کو اخراجات کے سلسلے میں اپنی حیثیت اور اس کے معیار زندگی کا خیال رکھنا ہوگا۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ عورت اپنے گھر تو اچھا کھاتی جیتی اور اچھا پہنتی ہو اور شوہر بھی مال دار ہو اور اس کے معیار زندگی کے مطابق اخراجات برداشت کر سکتا ہو مگر بخل کی وجہ سے سادہ کھانا دے اور عام سا پہنائے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو عورت اس سے بذریعہ عدالت اپنے معیار کا کھانا اور لباس

1 النساء: 34، 2 الطلاق: 65، 7۔ 3 صحیح مسلم، الحج، حدیث: 2950 (1218)۔ 4 مسند أحمد: 73/5، (5) البقرة

طلب کر سکتی ہے۔ آرائش و زیبائش کی وہ چیزیں جو عورت کی صحت و صفائی کے لیے ضروری ہیں وہ اخراجات میں شامل ہیں اور ان کا فراہم کرنا بھی شوہر کے لیے ضروری ہے، مثلاً: تیل، کنگھی، صابن، نہانے دھونے کا سامان اور پانی وغیرہ۔ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اللہ کے رسول! عورتوں کے ہمارے ذمے کیا حقوق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”جب تم کھاؤ تو انھیں بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو انھیں بھی پہناؤ۔“<sup>①</sup> امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں امت مسلمہ کی مکمل رہنمائی کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے پچیس (25) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں تین (3) معلق اور باقی بائیس (22) احادیث متصل سند سے ذکر کی ہیں۔ ان میں تین (3) کے علاوہ باقی تمام احادیث مکرر ہیں۔ ان مرفوع احادیث کے علاوہ متعدد آثار بھی پیش کیے ہیں اور ان احادیث و آثار پر سولہ (16) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند ایک کو ذکر کیا جاتا ہے: ○ اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت۔ ○ مرد کو بیوی بچوں کا خرچ دینا ضروری ہے۔ ○ عورت کو لباس دستور کے مطابق دینا چاہیے۔ ○ مرد اپنے بیوی بچوں کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کر سکتا ہے۔ ○ جب خاوند گھر سے باہر جائے تو بیوی بچوں کے اخراجات کا بندوبست کرے۔ بہر حال پیش کردہ احادیث اور اخذ کردہ مسائل انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ انھیں بغور پڑھنے کی ضرورت ہے، ہم نے چیدہ چیدہ حواشی لکھے ہیں جو فہم احادیث کے لیے ضروری تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں پڑھنے اور ان کے مطابق خود کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



① سنن أبي داود، النکاح، حدیث: 2142.



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 69 - كِتَابُ النَّفَقَاتِ

اخراجات سے متعلق احکام و مسائل

باب 1- اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت

(۱) [وَبَابُ] فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ آپ ان سے کہہ دیں کہ جو کچھ بھی ضرورت سے زائد ہو۔ اسی انداز سے اللہ تمہارے لیے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا و آخرت دونوں کے بارے میں غور و فکر کرو۔“

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَسْأَلُوكَ مَاذَا يَنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَنْفَكُونَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ [البقرة: ۲۱۹، ۲۲۰]

حسن بصری نے کہا کہ العفو سے مراد ضروریات سے زائد مال ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿الْعَفْوَ﴾: الْفَضْلُ.

وضاحت: نفلی صدقات کے متعلق خرچ کرنے کی بھی ایک حد ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ انسان سارے کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دے، بعد میں خود محتاج ہو جائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو جائے اور ابتدا ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہوں۔“<sup>(۱)</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک مرسل روایت بیان کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارے غلام اور اہل و عیال ہیں، ایسے حالات میں ہم کیا خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی۔<sup>(۲)</sup> اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل و عیال کے اخراجات سے جو فائدہ ہو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی غرض کے پیش نظر یہ آیت ذکر کی ہے۔<sup>(۳)</sup>

(۱) صحیح البخاری، الزکاة، حدیث: 1426، 2 تفسیر ابن ابی حاتم: 102/2، رقم: 2110. (۲) فتح الباری: 617/9.

[5351] حضرت عبداللہ بن یزید انصاری حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (عبداللہ بن یزید کہتے ہیں) کہ میں نے (حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: کیا (آپ یہ حدیث) نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”جب کوئی مسلمان اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ کرنا اس کے لیے صدقہ ہوگا۔“

۵۳۵۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ: فَقُلْتُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً» [راجع: ۵۵۰].

☀ فائدہ: جب انسان اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے، حالانکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کے فرائض میں شامل ہے، اگر یہ خرچ کرنا حصول ثواب کی نیت سے ہو تو باعث اجر و ثواب ہے اور اگر کوئی خرچ جو اس کی ذمہ داری نہیں وہ تو بالادلی باعث ثواب ہوگا۔ بہر حال بیوی، چھوٹے بچے اور بالغ اولاد جو غریب ہو اور کمائی نہ کر سکتے ہوں تو ان تمام کے اخراجات پورے کرنا انسان کی ذمہ داری ہے اور اگر ثواب کی نیت سے ہوگا تو اجر و ثواب سے محروم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

[5352] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔“

۵۳۵۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «قَالَ اللَّهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أَنْفِقْ عَلَيْكَ». [راجع: ۴۶۸۴]

☀ فوائد و مسائل: ﴿اللہ تعالیٰ ابن آدم پر خرچ کرتا ہے۔ اس کا مصداق درج ذیل آیت کریمہ ہے: ”اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ تمہیں اور دیتا ہے۔“<sup>۱</sup> یہ بات تجربے میں آچکی ہے کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ خرچ کیے ہوئے مال جتنا یا اس سے زیادہ دے دیتا ہے۔ وہ کس ذریعے سے دیتا ہے اس کی کوئی مادی توجیہ پیش نہیں کی جاسکتی، تاہم ہمارا تجربہ اور وجدان دونوں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ﴿۲﴾ حدیث قدسی ہے: ”اے ابن آدم! تو خرچ کر۔“ اس میں ہر قسم کے اخراجات آجاتے ہیں، خواہ بیوی بچوں پر ہوں یا فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے۔ اس سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

[5353] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بیوگان اور مساکین کا

۵۳۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي

خدمت گار ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ یا رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔“

هُرَيْرَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الْسَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ». [انظر: ٦٠٠٦، ٦٠٠٧]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① خدمت خلق بہت بڑا کام ہے۔ اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ② جب مذکورہ فضیلت اس شخص کے لیے ہے جو بے گانوں اور اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہے تو اپنے عزیزوں، رشتے داروں اور اہل و عیال سے اچھا برتاؤ کرنے والا تو بطریق اولیٰ اس کو ہرے ثواب کا حقدار ہوگا۔<sup>۱</sup>

[5354] حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے جبکہ میں اس وقت مکہ مکرمہ میں بیمار تھا۔ میں نے (آپ ﷺ سے) عرض کی: میرے پاس مال ہے، کیا میں سارے مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں۔“ میں نے کہا: آدھے مال کی کردوں؟“ آپ نے فرمایا: ”نہیں۔“ میں نے کہا: تہائی مال کی وصیت کردوں؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں، تہائی کی کردو لیکن تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں محتاج و تنگدست چھوڑ دو وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور جو بھی تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو گے وہ تمہارے لیے صدقہ ہوگا یہاں تک کہ اس لقمے پر بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھنے کے لیے اٹھاؤ گے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ رکھے گا۔ تم سے بہت سے لوگوں کو نفع پہنچے گا اور بہت سے دوسرے نقصان اٹھائیں گے۔“

٥٣٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ بِمَكَّةَ، فَقُلْتُ: لِي مَالٌ، أَوْصِي بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالْشَّطْرُ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَالْثُلُثُ؟ قَالَ: «الْثُلُثُ، وَالْثُلُثُ كَثِيرٌ، أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدْعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ حَتَّى اللَّقْمَةَ تَرْفَعُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ، وَلَعَلَّ اللَّهَ يَرْفَعُكَ، يَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ، وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ» [راجع: ١٢٩٥].

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا آپس کی دل لگی ہے، طاعات سے نہیں، لیکن اس سے جب اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اس سے نیت حصول ثواب کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے بھی ثواب عطا فرمائے گا۔ اس سے اپنے اہل و عیال پر



خرج کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق جو امید ظاہر کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کر دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ انھوں نے عراق اور دیگر ممالک فتح کیے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت فوائد حاصل ہوئے اور کافروں کو مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے 55 ہجری میں وفات پائی۔ مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ طیبہ میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

باب: 2- اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب ہے

(۲) بَابُ وَجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ

[5355] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بہترین صدقہ وہ ہے جو دینے والے کو مال دار چھوڑے۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور خرچ کی ابتدا ان سے کرو جن کی تم کفالت کرتے ہو۔“

۵۳۵۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غَنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ».

عورت کا مطالبہ برحق ہے کہ مجھے کھانا دے یا طلاق دے کر فارغ کر۔ غلام کہہ سکتا ہے کہ مجھے کھانا دو اور مجھ سے کام لو۔ بیٹا بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ، آپ مجھ کس کے حوالے کر رہے ہیں؟ لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو ہریرہ! (حدیث کا آخری حصہ) آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ ابو ہریرہ کی اپنی سمجھ سے ہے۔

تَقُولُ الْمَرْأَةُ: إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي وَإِمَّا أَنْ تُطْلِقَنِي، وَيَقُولُ الْعَبْدُ: أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي، وَيَقُولُ الْوَلَدُ: أَطْعِمْنِي، إِلَى مَنْ تَدْعُنِي؟ فَقَالُوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: لَا، هَذَا مِنْ كَيْسِ أَبِي هُرَيْرَةَ. [راجع: ۱۴۲۶]

فوائد ومسائل: ① حقوق اللہ کے بعد انسانی حقوق کا ادا کرنا ضروری ہے۔ انسانی حقوق میں والدین اور اہل و عیال کے حقوق سرفہرست ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل و عیال کا نان و نفقہ انسان پر فرض ہے۔ اس کا یہ حال نہیں ہونا چاہیے کہ عورت تنگ آ کر کہہ دے کہ مجھے کھانا دو یا طلاق دے کر فارغ کر دو۔ اسی طرح غلام کہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ پھر مجھ سے کام لو، یا مجھ سے کام تو لیتے ہو لیکن کھانا کیوں نہیں کھلاتے؟ خود اس کا بیٹا کہے کہ میرے کھانے کا بندوبست کرو، مجھے کس کے حوالے کرتے ہو؟ الغرض عیال کی تمام قسمیں کھانے کا تقاضا کرتی ہیں اور ان کا یہ حق ہے جسے پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہے، لہذا جب خرچہ دے تو ابتدا ان سے کرنی چاہیے جن کی کفالت اس کے ذمے ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی بیوی یا بچوں کا نان و نفقہ پورا نہ کر سکے تو عورت عدالت سے جدائی کا مطالبہ کر سکتی ہے کہ اس کا شوہر اسے فارغ کر دے۔ ارشاد باری

تعالیٰ ہے: ”ان عورتوں کو تکلیف دینے کے لیے اپنے پاس مت روکے رکھو۔“<sup>(۱)</sup> حدیث کے آخری حصے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ دیا ہے کہ اس حدیث کا کچھ حصہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جو حدیث میں مدرج ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

[5356] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین خیرات وہ ہے جسے دینے پر آدمی مال دار ہی رہے اور خرچ کرنے کی ابتدا ان سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں۔“

۵۳۵۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنَى، وَابْتَدَأَ بِمَنْ تَعُولُ». [راجع: ۱۴۲۶]

🌞 فائدہ: اپنے اہل و عیال، متعلقین اور مزدور وغیرہ جن کا کھانا اور خرچہ وغیرہ تم نے اپنے ذمے لیا ہے، اسی طرح قرابت داروں میں سے جو فقیر و نادار ہوں پہلے ان کی خبر گیری کرنی چاہیے۔ یہ لوگ دوسرے فقراء و مساکین پر مقدم ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان پر اس کے بیوی بچوں کا نان و نفقہ فرض ہے۔ اس سے دامن بچانا اور علیحدگی اختیار کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ بیوی خود کمائے اور اسے کھائے، اس سے گھر کا نظام تباہ ہو جاتا ہے اور بچوں کی تربیت میں بھی نقص رہ جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳) بَابُ حَبْسِ الرَّجُلِ قُوْتَ سَنَةِ عَلَى أَهْلِهِ، وَكَيْفَ نَفَقَاتِ الْعِيَالِ؟

باب: 3- گھروالوں کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کرنا، اور اہل خانہ پر خرچ کیسے کیا جائے؟

🌞 وضاحت: اس عنوان کے دو حصے ہیں: ۱۔ اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کرنا جائز ہے۔ ۲۔ اس جمع شدہ مال سے کیسے خرچ کرنا چاہیے؟

[5357] حضرت معمر بن راشد سے روایت ہے کہ مجھے سفیان ثوری نے کہا: تم نے اس آدمی کے متعلق کچھ سنا ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے سال یا اس کے کچھ حصے کا خرچ جمع کر لیتا ہے؟ معمر نے کہا: مجھے اس وقت اس کا جواب یاد نہ آیا۔ پھر مجھے حدیث یاد آگئی جو ہمیں ابن شہاب زہری نے بیان کی تھی، انھیں حضرت مالک بن اوس نے اور ان

۵۳۵۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا وَكَيْعٌ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: قَالَ لِي مَعْمَرٌ: قَالَ لِي الثَّوْرِيُّ: هَلْ سَمِعْتَ فِي الرَّجُلِ يَجْمَعُ لِأَهْلِهِ قُوْتَ سَنَتِهِمْ أَوْ بَعْضِ السَّنَةِ؟ قَالَ مَعْمَرٌ: فَلَمْ يَحْضُرْنِي، ثُمَّ ذَكَرْتُ حَدِيثًا حَدَّثَنَاهُ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ

أَوْسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَيَحْسِبُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ. [راجع: ۲۹۰۴]

سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ نبی ﷺ بنو نضیر کے باغات کی کھجوریں فروخت کرتے تھے اور اپنے اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کر لیتے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① بنو نضیر کے باغات رسول اللہ ﷺ کے لیے مختص تھے۔ آپ ان میں سے اپنے اہل و عیال کے لیے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی ملکی ضروریات کے لیے فروخت کر دیتے تھے، پھر اس رقم سے گھوڑے اور جنگی سامان خریدتے تھے۔ چونکہ اہل و عیال کا نان و نفقہ آدمی کے ذمے ہے، اس لیے اس نے اس کا بندوبست کرنا ہوتا ہے، یعنی یہ ایک انتظامی معاملہ ہے، ان کے لیے سال بھر کا خرچ جمع کر لینا اس ذخیرہ اندوزی میں شامل نہیں جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ پھر جمع شدہ مال سے سال بھر حسب ضرورت استعمال کرتا رہے، اس کے لیے کوئی پیمانہ مقرر نہیں کیا جاسکتا کہ ایک دن میں کتنا خرچ کیا جائے۔ یہ معاملہ تمام تر اہل خانہ کی صوابدید پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۳۵۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَثَانِ - وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ بْنُ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ - فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مَالِكٌ: أَنْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ إِذْ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَأْذِنُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، قَالَ: فَدَخَلُوا وَسَلَّمُوا فَجَلَسُوا، ثُمَّ لَبِثَ يَرْفَأُ قَلِيلًا، فَقَالَ لِعُمَرَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَلَمَّا دَخَلَا سَلَّمَا وَجَلَسَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَفْضُ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا، فَقَالَ الرَّهْطُ - عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ - : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَفْضُ بَيْنَهُمَا وَأَرْخِ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ. فَقَالَ عُمَرُ: اتَّيَدُوا، أَنْشُدْكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ،

[5358] حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس بن حدثان نے خبر دی جبکہ (اس سے پہلے) محمد بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے اس حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا تھا، پھر میں خود حضرت مالک بن اوس کے پاس گیا اور ان سے اس حدیث کی بابت پوچھا تو حضرت مالک بن اوس بن حدثان نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس دوران میں ان کے چوکیدار جناب یرفا ان کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم اجازت چاہتے ہیں، کیا آپ انھیں اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں انھیں اجازت ہے، چنانچہ انھیں اجازت دی گئی تو وہ اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت یرفا نے تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کیا: آپ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بھی اندر بلانے کے لیے فرمایا۔ یہ حضرات بھی اندر آئے، سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ



نے کہا: امیر المومنین! میرے اور حضرت علی کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ حضرت عثمان اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کہا: امیر المومنین! ان کا فیصلہ کر دیں اور انھیں اس الجھن سے نجات دلائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا صبر کریں، جلدی سے کام نہ لیں۔ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اپنی ذات کی طرف تھا۔ مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تصدیق کی کہ واقعی آپ نے فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟ انھوں نے بھی تصدیق کی کہ آپ ﷺ نے واقعی یہ فرمایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں اس معاملے میں آپ سے بات کرتا ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس مالِ فے کو اپنے رسول ﷺ کے لیے خاص فرمایا اور آپ کے علاوہ کسی کو یہ مال نہیں دیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلویا ہے جس پر تم نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے.....“ لہذا یہ تمام اموال رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے تمہیں نظر انداز کر کے ان کو اپنے لیے خاص نہیں کر لیا تھا اور نہ تمہارا حصہ کم کر کے اپنی ذات کے لیے مخصوص کیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے وہ اموال تمہیں دیے اور تم میں صرف کر دیے حتیٰ کہ اس میں سے یہ مال باقی رہ گیا ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ اپنے اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچ لیتے اور جو باقی رہ جاتا اسے اللہ کی راہ میں مصالح المسلمین کے

هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا نُورُثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً»، يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ؟ قَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذَلِكَ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أُنْشِدُكُمَا بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالَا: قَدْ قَالَ ذَلِكَ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُم عَنْ هَذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرُهُ، قَالَ اللَّهُ: ﴿وَمَا آفَاةُ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَلَيْدِرٌ﴾ فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَاللَّهُ مَا اخْتَارَهَا دُونَكُمْ وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، لَقَدْ أَعْطَاكُمْوهَا وَبَنَاهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً سَتَيْتِهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ، فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلُ مَالِ اللَّهِ، فَعَمِلَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيَاتَهُ، أُنْشِدُكُم بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ: أُنْشِدُكُمَا بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ. ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمَا جَبِيتِيذٍ - وَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ - تَزْعُمَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَذَّابٌ وَكَذَّابٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ، أَنَّهُ فِيهَا صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ، فَقَبَضْتُهَا سَتَيْتِي أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

لیے خرچ کر دیتے، زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول رہا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم اس کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں ہمیں یہ معلوم ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تمہیں بھی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں بھی یہ بات معلوم ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، ہم یہ بات جانتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وفات دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں اور انھوں نے اس جائیداد کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس میں اس طرح عمل کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ پھر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آپ دونوں اس وقت سمجھتے تھے کہ ابوبکر نے ایسے کیا ویسے کیا، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں انتہائی مخلص، راست باز، نیکوکار اور حق کے پیروکار تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وفات دی تو اب میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین ہوں اور عرصہ دو سال تک میں نے اس جائیداد کو اپنے قبضے میں لیے رکھا اور اس کے متعلق وہی کرتا رہا جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے رہے، پھر تم دونوں میرے پاس آئے۔ تم دونوں کی بات بھی ایک تھی اور معاملہ بھی ایک ہی تھا۔ آپ آئے اور اپنے بھتیجے کی وراثت کا مطالبہ کیا اور انھوں نے اپنی بیوی کا حصہ ان کے باپ کے مال سے طلب کیا۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا: اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ جائیداد اس شرط پر تمہارے حوالے کرتا ہوں کہ اللہ کا عہد واجب ہوگا، وہ یہ کہ آپ دونوں بھی اس جائیداد میں وہی طرز عمل اختیار کریں جو رسول اللہ ﷺ کا تھا اور جس کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تھا۔ اور میں نے

ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ، جِئْتَنِي تَسْأَلْنِي نَصِيكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ، وَأَتَى هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهِ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنْ عَلَيْكُمَا عَهْدُ اللَّهِ وَمِيثَاقُهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ، وَبِمَا عَمِلْتُ بِهِ فِيهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا، وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا، فَقُلْتُمَا: اذْفَعُهَا إِلَيْنَا بِذَلِكَ، فَدَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ، أَنْشَدُكُمُ بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذَلِكَ؟ فَقَالَ الرَّهْطُ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أَنْشَدُكُمَا بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: أَفَتَلْتَمَسَانِ مِنِّي قَضَاءَ غَيْرِ ذَلِكَ؟ فَوَالَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءَ غَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقْوَمَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا، فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا.

[راجع: ۲۹۰۴]

بھی جب سے اس نظام حکومت کو سنبھالا ہے اس کے مطابق طرز عمل اختیار کیا۔ اگر تمہیں یہ شرط منظور ہو تو ٹھیک بصورت دیگر تم مجھ سے اس معاملے میں گفتگو نہ کرو۔ اس وقت آپ لوگوں نے کہا: آپ ان شرائط کے مطابق یہ جائیداد ہمارے حوالے کر دیں، چنانچہ میں نے ان شرائط کے مطابق وہ جائیداد تمہارے حوالے کر دی۔ ساتھیو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا میں نے انہی شرائط کے مطابق وہ جائیداد ان کے حوالے کی تھی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر آپ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ حضرات کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے وہ جائیداد انہی شرائط کے مطابق تمہارے حوالے کی تھی؟ دونوں حضرات نے فرمایا: جی ہاں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ اس فیصلے کے سوا کوئی دوسرا فیصلہ چاہتے ہیں؟ مجھے اس ذات کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، میں اس کے سوا کوئی دوسرا فیصلہ قیامت تک نہیں کر سکتا، اب اگر آپ حضرات یہ ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر ہیں تو آپ مجھے وہ جائیداد واپس کر دیں، میں اس کا بندوبست خود ہی کر لوں گا۔

**فوائد و مسائل:** ① حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دوبارہ اس غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے کہ وہ جائیداد دونوں کے درمیان مشترک تھی اور شراکت کی وجہ سے آئے دن ان کے جھگڑے رہتے تھے، اس لیے ان کا مطالبہ تھا کہ یہ جائیداد ہمارے درمیان تقسیم کر دی جائے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر تقسیم کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ اگر اسے تقسیم کر دیا گیا تو زمانہ گزرنے پر ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ دونوں کی اولادیں اس جائیداد کی ملکیت کا دعویٰ کر دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کہے کہ یہ جائیداد اسے رسول اللہ ﷺ سے ملی تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کہے کہ یہ ہماری جدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ ہے جو انھیں رسول اللہ ﷺ سے ملا تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دورانہی سے کام لیتے ہوئے اسے تقسیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے ان حضرات کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ طعام کا ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف ہے، لہذا یہ ناجائز ہے۔ جب سید التوکلین ﷺ اپنے اہل و عیال کے لیے طعام ذخیرہ کرتے تھے تو اس کے جائز ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے اور ایسا کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ یہ تو خالص ایک انتظامی معاملہ ہے جس سے گھر کا نظام



چلانا مقصود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی فراخ دلی اور سخاوت اس حد تک تھی کہ بعض اوقات سال بھر کے لیے جمع کیا ہوا مال سال پورا ہونے سے پہلے ختم ہو جاتا کیونکہ وہ ضرورت مندوں کو دے دیتے، پھر گھر کا نظام چلانے کے لیے کسی سے ادھار لیتے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر کے آخری حصے میں ایک یہودی سے چند وقت جو لیے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی، لیکن عمر نے وفات کی، ادائیگی سے پہلے ہی آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہودی کو جو کی ادائیگی کر کے وہ زرہ واپس لی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کی۔ ﷺ۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان سے ایک حدیث کا مطلب واضح کیا ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آئندہ کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اس عنوان کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے علاوہ دوسروں کے لیے ذخیرہ کر لیتے تھے۔ اگرچہ اس میں آپ خود بھی شریک ہوتے لیکن اپنی ذات کے لیے کچھ بھی ذخیرہ نہ کرتے تھے۔<sup>1</sup>

باب: 4- اگر بیوی کا شوہر غائب ہو تو وہ خرچ کیونکر پورا کرے اور اولاد کے خرچ کا بیان

(٤) بَابُ نَفَقَةِ الْمَرْأَةِ إِذَا غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَنَفَقَةِ الْوَلَدِ

[5359] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) حاضر ہوئیں اور عرض کی: اللہ کے رسول! ابوسفیان انتہائی بخیل آدمی ہیں، کیا مجھے گناہ ہوگا اگر میں (ان کے علم کے بغیر) ان کے مال میں سے اپنے بچوں کو کھلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، مگر ایسا دستور کے مطابق ہونا چاہیے۔“

٥٣٥٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ مَقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسْكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرْجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ، عِيَالَنَا؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ». [راجع: ٢٢١١]

☀ فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ تم معروف طریقے کے مطابق اتنا مال لے سکتی ہو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کافی ہو جائے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر گھر میں موجود نہ ہو اور گھر کے اخراجات کا بندوبست نہ کر کے گیا ہو تو اس کے مال سے اتنا خرچ لیا جاسکتا ہے جو گھر کے اخراجات کے لیے کافی ہو۔ ③ اس حدیث سے درج ذیل مسائل کا اثبات ہوتا ہے: ○ بیوی کے خرچے کی مقدار مقرر نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ”تم اتنا لے لو جو تمہیں کافی ہو۔“ ○ بیوی کا خرچ بچوں کے خرچ کی جنس سے ہے، یعنی دونوں معروف طریقے سے ادا کیے جائیں گے۔ ○ اولاد کے اخراجات کا ذمہ دار صرف اس کا والد ہے۔ ○ اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے حسب کفایت خرچ لے سکتی ہو تو اسے فسخ نکاح کا حق نہیں ہے۔ ○ جن واجبات کی حد مقرر نہ ہو، ان میں عرف کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ ○ اگر شوہر اور والد اپنے واجبات ادا نہ کریں تو کسی بھی طریقے سے ان سے

① فتح الباری: 624/9. ② صحيح البخاري، البيوع، حديث: 2211.

۵۳۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ  
مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَنْفَقَتِ  
الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ  
نِصْفُ أَجْرِهِ». [راجع: ۲۰۶۶]

[5360] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی  
ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی  
عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کی کمائی سے فی  
سبیل اللہ خرچ کر دے تو اسے بھی آدھا ثواب ملتا ہے۔“

☀️ فوائد و مسائل: ① یہ اس صورت میں ہے جب عورت کو مرد کی رضامندی معلوم ہو، نیز اگر عورت دیانت دار ہی نہیں تو  
اسے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اس طرح کا صدقہ و خیرات واجب نہیں۔ اس کے باوجود بیوی کو خرچ کرنے کی  
اجازت دی گئی ہے لیکن جو خرچ خاوند کے ذمے ہے اور اس پر واجب ہے، وہ تو بالاولیٰ لے سکتی ہے۔ ② صدقہ کرنے سے نصف  
ثواب عورت کو اس لیے ملتا ہے کہ جو طعام گھر میں موجود ہے، اس میں وہ خود بھی شریک ہے، اس لیے نصف اجر کی حق دار ٹھہرائی  
گئی ہے۔ ③

باب: 5- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور مائیں اپنے بچوں کو  
پورے دو سال دودھ پلائیں۔ (یہ مدت) اس کے  
لیے ہے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے۔“ اور  
”اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تین مہینے  
ہے۔“ نیز ”اگر تم میاں بیوی آپس میں تنگی اور ضد کرو  
گے تو بچے کو دودھ کوئی دوسری عورت پلائے گی۔“  
صاحب وسعت کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا  
چاہیے اور جس کی آمدنی کم ہو اسے چاہیے کہ اللہ نے  
اسے جتنا دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔“ کا بیان

(۵) بَابُ: ﴿وَالْوَالِدَتُ يُرَضِعْنَ أَوْلَدَهُنَّ حَوْلَيْنِ  
كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْمِ الرِّضَاعَةَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ:  
﴿بَعِيرًا﴾ [البقرة: ۲۳۳] وَقَالَ: ﴿وَحَمْلُهُ  
وَفَصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ [الاحقاف: ۱۵] وَقَالَ:  
﴿وَأِنْ تَمَامَرْتُمْ فَسَرِّضْ لَهُ أُخْرَىٰ إِنْفِقْ ذُو سَعَةٍ  
مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُلُرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ:  
﴿بَعْدَ عَشْرِ اشْهُرًا﴾ [الطلاق: ۷، ۶]

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس بات  
سے منع فرمایا ہے کہ ماں، بچے کی وجہ سے تکلیف پہنچائے۔  
اس کی صورت یہ ہے کہ ماں کہہ دے: میں بچے کو دودھ نہیں

وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: نَهَى اللَّهُ تَعَالَى  
أَنْ تَضَارَّ وَالِدَةُ بَوْلِدَهَا، وَذَلِكَ أَنْ تَقُولَ  
الْوَالِدَةُ: لَسْتُ مُرَضِعَتَهُ، وَهِيَ أَمْثَلُ لَهُ غِذَاءً

پلاؤں گی، حالانکہ ماں کا دودھ بچے کے لیے غذا کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے اور وہ اپنے بچے پر زیادہ مہربان ہوتی ہے اور دوسرے کے مقابلے میں وہ زیادہ نرم خو ہوتی ہے، لہذا اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس وقت دودھ پلانے سے انکار کرے جبکہ بچے کا والد اپنی طرف سے اسے نان و نفقہ دینے کے لیے تیار ہو جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔ اسی طرح باپ اپنے بچے کی وجہ سے اس کی ماں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ باپ، بچے کی ماں کو دودھ پلانے سے منع کر دے اور خواہ مخواہ کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کرے، البتہ اگر ماں باپ دونوں اپنی خوشی اور مشورے سے کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لیے مقرر کر دیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہوگا۔ اور اگر والد اور والدہ دونوں اپنی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو بھی ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ فصال کے معنی ہیں: دودھ چھڑانا۔

وَأَشْفَقُ عَلَيْهِ وَأَرْفُقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا، فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْبَى بَعْدَ أَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهِ مَا جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ لِلْمَوْلُودِ لَهُ أَنْ يُضَارَّ بِوَلَدِهِ وَالِدَتُهُ، فَيَمْنَعَهَا أَنْ تُرْضِعَهُ ضِرَارًا لَهَا إِلَى غَيْرِهَا، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طَيِّبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ، فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا بَعْدَ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ. ﴿فَصَلِّمُ﴾: فِطَامُهُ.

وضاحت: پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی عورت کی اجرت بچے کے والد کے ذمے ہے، خواہ وہ اس کے نکاح میں ہو یا اس کی زوجیت سے الگ ہو چکی ہو۔ قرآن کریم میں ہے: ”اگر وہ تمہارے کہنے کے مطابق بچوں کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو۔“ دوسری آیت میں دودھ پلانے کی مدت مذکور ہے کہ وہ دو سال تک ہے۔ اس سے کم تو ہو سکتی ہے لیکن زیادہ کسی صورت میں نہیں ہونی چاہیے۔ تیسری آیت میں خرچے کی مقدار کا بیان ہے کہ وہ باپ کی حیثیت کے مطابق ہو۔ اگر وہ مال دار ہے تو فراخ دلی سے کام لینا چاہیے اور اگر تنگ دست ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ماں پر دودھ پلانا ضروری نہیں ہے، البتہ درج ذیل صورتوں میں اسے اپنے بچے کو ضرور دودھ پلانا چاہیے: ○ جب بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیے۔ ○ کوئی دوسری دودھ پلانے والی موجود نہ ہو۔ ○ دوسری دودھ پلانے والی موجود ہو لیکن مرد اس کا خرچ برداشت نہ کر سکے۔ واللہ اعلم۔

باب: 6- عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام کاج کرنا

(٦) بَابُ عَمَلِ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا



وضاحت: اگر خاوند محتاج یا غریب ہو تو عورت پر گھر کا کام کاج لازم ہے اور وہ کام عورت کرے گی جو معمول کے مطابق ہوں، مثلاً: گھر کی صفائی، آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، صفائی کرنا، کپڑے دھونا اور بچوں کو نہلانا وغیرہ اگرچہ وہ عورت امیر اور معزز گھرانے ہی سے تعلق کیوں نہ رکھتی ہو۔

[5361] حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی کہ چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ انھیں اطلاع ملی تھی کہ آپ ﷺ کے پاس قیدی عورتیں آئی ہوئی ہیں۔ لیکن انھیں آپ سے ملاقات کرنے کا اتفاق نہ ہوا، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم اپنی جگہ پر رہو“ چنانچہ آپ میرے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی، پھر آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو تمہاری طلب کردہ چیز سے بہتر ہو۔ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لیے غلام لونڈی سے بہتر ہوگا۔“

۵۳۶۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدَيْهَا مِنَ الرَّحَى، - وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ - فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ، قَالَ: فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَصَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ: «عَلَى مَكَانِكُمَا»، فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي فَقَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا: إِذَا أَخَذْتُمَا مَصَاجِعَكُمَا - أَوْ أَوْبْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا - فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ». [راجع: ۳۱۱۳]

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو گھر کے کام کاج روٹی پکانا، صفائی کرنا اور چکی پیسنا وغیرہ کی طاقت ہو اور متعارف ہو کہ وہ یہ کام بآسانی کر سکتی ہے تو شوہر کو اس کے لیے خادمہ کا بندوبست کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں کہا کہ وہ ان کے لیے خادمہ کا بندوبست کریں یا کم از کم یومیہ اجرت پر کسی نوکرانی کو رکھ لیں جو یہ سارے کام کیا کرے۔ ② تسبیح و تحمید میں بہت ثواب ہے۔

ممکن ہے کہ وظیفہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ایسی طاقت پیدا کر دے کہ خادمہ کی ضرورت ہی نہ رہے اور خادمہ کی نسبت گھر کے کام سرانجام دینے زیادہ آسان ہو جائیں۔ ③ جب رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر کی یہ حالت ہے تو دوسری عورتوں کی کیا حیثیت ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاندانی اور معزز خیال کر کے گھریلو کام کو اپنے لیے عار محسوس کریں اور انھیں بجالانے میں ذلت محسوس کریں۔ واللہ اعلم۔

### (۷) كِتَابُ خَادِمِ الْمَرْأَةِ

### باب: 7- عورت کے لیے خادم کا بندوبست کرنا

وضاحت: اس عنوان کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ گھریلو کام کاج کے لیے کسی خادم کا بندوبست کرے، اگر عورت کو اس کی ضرورت ہو اور وہ خود یہ کام نہ کر سکتی ہو تو خاوند کو چاہیے کہ وہ کسی نوکرانی کا بندوبست کرے۔

[5362] حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے ایک خادمہ دینے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں اس سے بہتر کی خبر نہ دوں؟ (وہ یہ ہے کہ) سوتے وقت 33 مرتبہ سبحان اللہ کہو، 33 مرتبہ الحمد للہ کہو اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کہو۔“

۵۳۶۲ - حَدَّثَنَا الْحَمِيدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ: سَمِعَ مُجَاهِدًا: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنْهُ؟ تُسَبِّحِينَ اللَّهَ عِنْدَ مَنَامِكَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتُحَمِّدِينَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتُكَبِّرِينَ اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ».

راوی حدیث حضرت سفیان کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک 34 مرتبہ ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں نے اس کے بعد ان (تسبیحات) کو کبھی ترک نہیں کیا، کسی نے ان سے پوچھا: صفین کی رات بھی نہیں چھوڑا تھا؟ انھوں نے فرمایا: (میں نے) صفین کی رات بھی ان کی پابندی کی تھی۔

ثُمَّ قَالَ سُفْيَانُ: إِحْدَاهُنَّ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ فَمَا تَرَكْتَهَا بَعْدُ، قِيلَ: وَلَا لَيْلَةً صَفِينٍ؟ قَالَ: وَلَا لَيْلَةً صَفِينٍ. [راجع: ۳۱۱۳]

فوائد و مسائل: ① صفین، عراق اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان سخت معرکہ ہوا تھا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کے ذمے گھریلو کام کاج کے لیے کسی نوکرانی کا بندوبست کرنا ضروری نہیں کیونکہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا، حالانکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھریلو کام کاج کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھیں۔ اگر یہ امر واجب ہوتا تو آپ ضرور حکم دیتے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ

ﷺ کے حق مہر کے متعلق ضرور کہا تھا کہ وہ پہلے ادا کرویں، حالانکہ اسے مؤخر بھی کیا جاسکتا تھا بشرطیکہ بیوی رضا مند ہو۔ لیکن اگر خادم کا بندوبست کرنا خاوند کے ذمے ہوتا تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا ضرور مطالبہ کرتے۔ ③ گھریلو کام کاج کرنا عورت کی ذمہ داری ہے جبکہ گھر سے باہر کی خدمات خاوند کے ذمے ہیں، ہاں اگر عورت کمزور ہے اور وہ گھر کا کام نہیں کر سکتی تو خاوند کو چاہیے کہ وہ اس کا بندوبست کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ان عورتوں سے حسن معاشرت کا مظاہرہ کرو۔“ ④ اگر کوئی خاوند ضرورت کے باوجود گھر کا نظام چلانے کے لیے کوئی بندوبست نہیں کرتا تو گویا وہ حسن معاشرت سے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ اس واقعے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے داخلی امور بیوی کے ذمے ہیں اور بیرونی معاملات و خدمات کی بجا آوری خاوند کی ذمہ داری ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۸) بَابُ خِدْمَةِ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ

باب: 8- مرد کا گھریلو کام کاج میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹانا

[5363] حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ گھر کے کام کیا کرتے تھے، پھر جب آپ اذان سنتے تو فوراً باہر چلے جاتے۔

۵۳۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْرَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ: عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا سَمِعَ الْإِذَانَ خَرَجَ. [راجع: ۶۷۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عام انسانوں جیسے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں کو سی لیتے، بکری کا دووہ نکالتے اور اپنے کام کرتے تھے۔ ② ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ اپنے جوتے کو خوٹا نکال لیتے اور پھنا ہوا ڈول درست کر لیتے۔ ③ ④ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو زندگی میں انسان کو اپنے اہل خانہ کی مدد کرنی چاہیے۔ یہ ہمارے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ جو لوگ گھر میں بچے بچھائے بستر پر بیٹھ کر انتظار کرتے ہیں کہ ہمارے حضور تیار شدہ کھانا پیش کیا جائے اور ہر کام میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں وہ زیرک اور وانا نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحت بھی خراب رہتی ہے اور دوران سفر میں انھیں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنا جج اور ست بننے کی بجائے اپنے گھر میں اہل خانہ کے ساتھ تعاون کرے اور ان کا ہاتھ بٹائے۔ واللہ المستعان۔

① النساء: 4: 19. ② صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان: 490/12، رقم: 5676، وفتح الباری: 212/2. ③ الشماثل للترمذی: 335، و صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان: 489/12، رقم: 5675.



(۹) بَابُ إِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ فَلِلْمَرْأَةِ أَنْ  
تَأْخُذَ بِغَيْرِ حِلْمِهِ مَا يَكْفِيهَا وَوَلَدَهَا  
بِالْمَعْرُوفِ

باب: 9- اگر مرد خرچ نہ کرے تو ایسے حالات میں  
عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی اجازت کے  
بغیر اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اتنا لے  
لے جو اس کے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو

وضاحت: لیکن یہ خرچہ ضروریات کے لیے ہونا چاہیے فضولیات کے لیے نہیں۔ اگر فیشن اور فضول کاموں کے لیے شوہر کی  
اجازت کے بغیر کچھ رقم لی اور اسے خرچ کیا تو اسے امانت میں خیانت خیال کیا جائے گا۔

[5364] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت  
ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! بلاشبہ  
ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل آدمی ہیں اور مجھے اتنا مال نہیں دیتے جو  
مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو الا یہ کہ میں کچھ مال ان کی لاعلمی  
میں لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دستور کے مطابق اتنا  
مال لے سکتی ہو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔“

۵۳۶۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا  
يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ  
أَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا  
سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي  
وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ،  
فَقَالَ: خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدِكَ بِالْمَعْرُوفِ.

[راجع: ۲۲۱۱]

فوائد و مسائل: ① حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ وہ جب معاہدے کی اس شق پر پہنچیں کہ تم  
چوری نہیں کرو گی تو انھوں نے کہا: میں تو ابوسفیان کے مال سے چوری کرتی رہی ہوں۔ اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بول اٹھے: پہلے جو  
چوری ہو چکی وہ تمہیں معاف ہے۔ اب دوسری مرتبہ حاضر خدمت ہوئیں تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ نہیں تھے۔ اس  
وقت انھوں نے کہا: میرے شوہر انتہائی بخیل ہیں۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بخیل شوہر کی بیوی کو جائز طور پر اس کی اجازت  
کے بغیر اس کے مال میں سے اتنا لے لینا حلال ہے جس سے اس کی اور اس کی اولاد کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ ③ واللہ اعلم۔

(۱۰) بَابُ حِفْظِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي ذَاتِ  
يَدَيْهِ وَالتَّقَاتِ

باب: 10- عورت کا اپنے شوہر کے مال کی اور جوہ  
اخراجات کے لیے دے اس کی حفاظت کرنا

[5365] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

۵۳۶۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہترین عورتیں قریشی عورتیں ہیں۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”قریش کی نیک اور بھلی عورتیں بچے پر اس کے بچپن میں سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔“

سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ. وَأَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ نِسَاءُ قُرَيْشٍ - وَقَالَ الْآخَرُ: صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ - أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ، وَأَرْعَاهُ عَلَى رَوْحٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ».

حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نبی ﷺ کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔

وَيَذْكُرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۳۴۳۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں قریشی عورتوں کی دو صفات بیان ہوئی ہیں: ایک تو وہ بچے کے لیے بچپن میں بہت مہربان ہوتی ہیں۔ دوسرے وہ اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ مقاصد نکاح میں سب سے زیادہ اہم یہی دو مقصد ہیں۔ انھی سے تدبیر منزل اور نظام خانہ داری وابستہ ہے، لہذا مستحب ہے کہ نکاح کے لیے ایسی عورت کا انتخاب کیا جائے جس میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہوں۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کی ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا جس کا خاوند فوت ہو چکا تھا اور اس کے پہلے شوہر سے پانچ چھ بچے تھے اور اسے ”سودہ“ کہا جاتا تھا۔ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ سے زیادہ مکرم کوئی شخص نہیں لیکن میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو آپ کے آرام میں نخل ہوں گے۔ اس وقت آپ ﷺ نے قریشی عورتوں کی مذکورہ دو صفات بیان کیں۔<sup>۱</sup>

باب: ۱۱۔ عورت کو لباس دستور کے مطابق دینا چاہیے

(۱۱) بَابُ كِسْوَةِ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوفِ

[5366] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے ایک ریشمی دھاری دار حلہ دیا۔ میں نے اسے خود پہن لیا۔ پھر میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر ناراضی کے اثرات دیکھے تو میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

۵۳۶۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةً سَبْرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَشَقَّقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي. [راجع: ۲۶۱۴]

☀ فوائد و مسائل: ﴿اپنی عورتوں سے مراد بیویاں نہیں ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کی رفیقہ حیات صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دیگر رشتے دار خواتین ہیں۔ دوسری روایت میں وضاحت ہے کہ میں نے اسے ”فواطم“ کے درمیان تقسیم کر دیا، یعنی حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت فاطمہ بنت اسد اور حضرت فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا۔ ﴿اس سے معلوم ہوا کہ ریشم یا سونا وغیرہ کسی طرح بھی مردوں کے لیے جائز نہیں، اگر کہیں سے مل جائے تو خود استعمال کرنے کے بجائے اپنی رشتے دار خواتین میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ انھیں لباس مہیا کرنے اور انھیں کھانا فراہم کرنے میں ان سے اچھا برتاؤ کرو۔“ ﴿چونکہ یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں تھی، اس لیے اس کے مضمون کو دوسری حدیث سے ثابت کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا خرچہ کسی پر واجب ہو تو اس کا لباس اور اس کی رہائش بھی اس کے ذمے ہوتی ہے۔ ابن بطال نے لکھا ہے: اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ شوہر پر بیوی کا نان و نفقہ اور لباس بقدر کفایت واجب ہے اور اس میں آسانی اور تنگی کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ ﴿اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ثابت ہوئی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس ریشمی جوڑے سے ایک ٹکڑا دستیاب ہوا جسے انھوں نے بخوشی قبول کیا۔ واللہ اعلم۔

## (۱۲) بَابُ يَهْنِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهِ

باب: 12- بچوں کے معاملے میں بیوی کا اپنے شوہر سے تعاون کرنا

[5367] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب میرے والد گرامی شہید ہوئے تو انھوں نے سات یا نو بیٹیاں چھوڑیں۔ میں نے ایک شوہر دیدہ عورت سے نکاح کیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”کنواری سے یا بیوہ سے؟“ میں نے کہا: بیوہ سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا: ”کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی، تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے اپنا دل بہلاتی، تم اسے ہنساتے اور وہ تمھیں ہنساتی؟“ میں نے عرض کی: (میرے والد گرامی) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے کچھ بیٹیاں چھوڑ گئے۔ میں نے اس

۵۳۶۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا [قَالَ: هَلَكَ أَبِي وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ - أَوْ تِسْعَ بَنَاتٍ - فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً ثَيِّبًا: فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تَزَوَّجْتَ يَا جَابِرُ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟» قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: «فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ، وَتَضَاحِكُهَا وَتَضَاحِكُكَ؟» قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ هَلَكَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَجِئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتُضْلِحُهُنَّ. فَقَالَ: «بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، أَوْ



خَيْرًا [راجع: ۴۴۳]

بات کو پسند نہ کیا کہ ان کے پاس ان جیسی (کوئی نا تجربہ کار) لے آؤں، اس لیے میں نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو ان کی نگہداشت اور اصلاح کرتی رہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تمہیں برکت دے یا تمہیں بھلائی نصیب کرے۔“

❦ فوائد و مسائل: ❶ چونکہ چھوٹی بہنیں اولاد کی طرح ہوتی ہیں، اس لیے عنوان سے مطابقت ظاہر ہے۔ ❷ اگرچہ شوہر کی بیویوں کو سنبھالنا بیوی کے فرائض میں نہیں ہے لیکن اخلاقاً عورت کو ایسا کرنا چاہیے۔ ابن بطلان نے کہا ہے کہ اولاد کے معاملے میں شوہر کی مدد کرنا بیوی پر واجب نہیں ہے، تاہم یہ ایک اخلاقی امر اور نیک عورتوں کی عادت ضرور ہے۔ ❸ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کے لیے عورت کے انتخاب میں بہت سوچ بچار کرنی چاہیے، محض ظاہری حسن دیکھ کر کسی عورت پر فریفتہ ہو جانا کوئی عقلمندی نہیں۔ واللہ اعلم۔

### باب: 13- تنگ دست کا اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنا

### (۱۳) بَابُ نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلَى أَهْلِهِ

[5368] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا: میں تو ہلاک ہو گیا ہوں آپ نے دریافت فرمایا: ”کیوں کیا ہوا؟“ اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے رمضان میں ہم بستری کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”پھر ایک غلام آزاد کر دو۔“ اس نے کہا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔“ اس نے کہا: مجھ میں اس کی بھی طاقت نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔“ اس نے کہا: میں اتنا سامان نہیں پاتا۔ اس دوران میں نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا لایا گیا تو آپ نے پوچھا: ”سوال کرنے والا کہاں ہے؟“ عرض کیا: میں یہاں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ کھجوروں کا ٹوکرا صدقہ کر دو۔“ اس نے کہا: اللہ کے رسول! جو ہم سے

۵۳۶۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلَكْتُ، قَالَ: «وَلَمْ؟» قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: «فَأَعْتِقْ رَقَبَةً». قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي، قَالَ: «فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ». قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ، قَالَ: «فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا»، قَالَ: لَا أَجِدُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ؟» قَالَ: هَا أَنَا ذَا، قَالَ: «تَصَدَّقْ بِهَذَا»، قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَا بَتَيْنِهَا أَهْلٌ يَبْتَ أَحْوَجَ مِنَّا، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ

زیادہ محتاج ہیں ان پر صدقہ کروں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو ہم سے زیادہ محتاج ہو۔ یہ سن کر نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے، پھر فرمایا: ”تم ہی اس وقت زیادہ حق دار ہو۔“

أَنِيَابُهُ، قَالَ: «فَأَنْتُمْ إِذَا». [راجع: ۱۹۳۶]

🌞 فوائد و مسائل: ❶ دوسری روایت میں ہے کہ تو بھی کھا اور اپنے اہل خانہ کو بھی کھلا۔<sup>۱</sup> رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی تنگ دستی کے پیش نظر کفارے کی ادائیگی پر اس کے اہل خانہ کا کھانا مقدم رکھا۔ اگر گھر والوں کو کھانا ضروری نہ ہوتا تو وہ ان کھجوروں کو خیرات کرتا۔ ❷ اس سے معلوم ہوا کہ تنگ دست کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا اس کے صدقہ و خیرات کرنے سے مقدم ہے۔ آج کل لوگ مہنگائی کے ہاتھوں بہت پریشان ہیں۔ ایسے نازک حالات میں علمائے کرام کا فرض ہے کہ وہ صدقہ و خیرات کے سلسلے میں ایسے تباہ حال لوگوں کا خیال رکھیں جن کے چولہے ٹھنڈے رہتے ہیں اور ان کے بچے روٹی کو ترستے ہیں۔ واللہ المستعان۔

باب: ۱۴ - (ارشاد باری تعالیٰ): ”وارث پر بھی یہی لازم ہے۔“ نیز بچے کو دودھ پلانے میں کیا عورت پر بھی کچھ ذمہ داری ہے؟ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک گونگا ہے.....“ کا بیان

(۱۴) بَابُ: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾  
[البقرة: ۲۳۳] وَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْهُ شَيْءٌ؟  
﴿وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا زَوْجَيْنِ أَحَدُهُمَا  
أَبْكُمُ﴾ الْآيَةُ. [النحل: ۷۶]

وضاحت: جس دودھ پیتے بچے کا والد فوت ہو جائے تو اسے دودھ پلانے والی عورت کی اجرت اس کے وارث کے ذمے ہے۔ فوت شدہ کی بیوی پر اجرت کے سلسلے میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ عورت تو گونگے غلام کی طرح ہے جو مالک پر بوجھ ہوتا ہے۔ اس پر کوئی خرچہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ اگر آدمی فوت ہو جائے اور اس کا بھائی اور بیوی زندہ ہو اور شیر خوار کا کوئی مال نہ ہو تو بیوی پر بھی بقدر حصہ بچے کا خرچہ ڈالا جائے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف سے اختلاف کیا ہے کہ بیوی پر کچھ واجب نہیں ہے وہ تو عبدِ مملوک کی طرح بے بس ہے۔<sup>②</sup>

۵۳۶۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا [5369] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں

سَنَنْ أَبِي دَاوُدَ، الطَّلَاق، حَدِيث: 2217. ②، فَتْحُ الْبَارِي: 637/9.

نے عرض کی: اللہ کے رسول! آیا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے مجھے کوئی ثواب ملے گا؟ میں انھیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتی، آخر وہ میرے بیٹے ہی تو ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! تمہیں ہر اس چیز کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کرو گی۔“

وَهَيْبٌ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ لِي مِنْ أَجْرِ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أَنْفَقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكِهِمْ هَكَذَا وَهَكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِي، قَالَ: «نَعَمْ، لَكَ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ». [راجع: ۱۴۶۷]

🌟 فوائد و مسائل: ① بچے کی والدہ تو خود اس کے باپ پر بوجھ ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کی ذمہ داری میں ہوتی ہے، جب اس پر اپنا خرچہ واجب نہیں تو بچے کا خرچہ کیسے واجب ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا کہ جو کچھ تو ان پر خرچ کرے گی تجھے اس کا اجر و ثواب ضرور ملے گا۔ ② جب ماں پر بچے کا خرچہ واجب نہیں تو باپ پر ہوگا۔ جب تک وہ زندہ ہے خود اسے برداشت کرے گا، جب فوت ہو جائے گا تو اس کے ورثاء کے ذمے ہے کہ وہ بچے کے اخراجات برداشت کریں۔ واللہ اعلم۔

[5370] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! ابوسفیان بہت بخیل آدمی ہے۔ کیا مجھ پر گناہ ہوگا کہ میں اس کے مال سے اتنا لے لوں جو مجھے اور میرے بیٹوں کو کافی ہو؟ آپ نے فرمایا: ”دستور کے مطابق بقدر کفایت لے سکتی ہو۔“

۵۳۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: قَالَتْ هِنْدُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَخَذُ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِينِي وَبَنِي؟ قَالَ: «خُلْدِي بِالْمَعْرُوفِ». [راجع: ۲۲۱۱]

🌟 فائدہ: اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر شوہر اپنی اولاد کا پورا خرچہ نہیں دیتا تو اسے بتائے بغیر اتنا خرچہ لیا جاسکتا ہے جو عرف عام میں رائج ہو، یعنی جس سے گزارا چل جائے۔ اگر ہند رضی اللہ عنہا پر خرچہ لازم ہوتا تو آپ اسے حکم دیتے کہ تم خود خرچ کر دو، اپنے خاندان کے مال سے کوئی چیز نہ لو، لیکن آپ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس کا واضح مطلب ہے کہ بچے کے اخراجات ماں کے ذمے نہیں بلکہ باپ اور اس کے بعد ورثاء اس کے ذمہ دار ہیں۔

باب: 15- نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ”جو کوئی (قرض وغیرہ کا) بوجھ یا لادارث بچے چھوڑ کر مرے تو ان کا بند و بست میرے ذمے ہے“ کا بیان

(۱۵) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَأَلَيَّْ».



[5371] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے: ”مرنے والے نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟“ اگر بتایا جاتا کہ اس نے اتنا ترکہ چھوڑا ہے جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو آپ اس کا جنازہ پڑھتے بصورت دیگر آپ دوسرے مسلمانوں سے فرماتے: ”تم خود ہی اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔“ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کے دروازے کھول دیے تو آپ نے فرمایا: ”میں اہل ایمان سے خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں، اس لیے ان میں سے جب کوئی وفات پا جائے اور قرض چھوڑے تو اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور اگر کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔“

۵۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِي بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدِّينُ، فَيَسْأَلُ: «هَلْ تَرَكَ لِدِينِهِ فَضْلًا؟» فَإِنْ حَدَّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى، وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ»، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفَتْوحَ قَالَ: «أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوَفِّي مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دِينًا فَعَلَيَّْ فَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ». [راجع: ۱۲۲۹۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورہ احزاب کی آیت: 6 تلاوت کرتے اور فرماتے: ”جس نے قرض یا لاوارث اولاد چھوڑی ہو، میں ان کا سرپرست ہوں اور ان کی نگہداشت میری ذمہ داری ہے۔“ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب النفقات میں اس لیے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں اگر کوئی نادار اولاد چھوڑ جائے تو اس اولاد کی پرورش بیت المال سے کی جائے گی۔ دور حاضر میں ایسے لاوارث بچوں کا خرچہ مال زکاۃ سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ یہ مسلمانوں کا انتہائی اہم فریضہ ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۶) بَابُ الْمَرَاضِعِ مِنَ الْمَوَالِيَةِ وَغَيْرِهَا

باب: 16 - لوطعیاں وغیرہ بھی دودھ پلا سکتی ہیں

[5372] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ میری بہن ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تو اسے پسند کرتی ہے؟“ میں

۵۳۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

نے کہا: ہاں، اب بھی میں کوئی تنہا تو آپ کے عقد میں نہیں ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اگر کوئی بھلائی میں میرا شریک ہو تو وہ میری بہن ہو۔ آپ نے فرمایا: ”وہ تو میرے لیے حلال نہیں“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! واللہ! ہمیں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی ذرہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”ام سلمہ کی بیٹی؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اگر وہ میرے زیر پرورش نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہذا تم مجھ پر اپنی بیٹیاں اور بہنیں پیش نہ کیا کرو۔“

ایک روایت میں ہے کہ ثویبہ کو ابولہب نے آزاد کیا تھا۔

اُنْكِحْ أُخْتِي ابْنَةَ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: «وَتُحْبِبِينَ ذَلِكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ: لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِیَّةٍ، وَأَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِي فِي الْخَيْرِ أُخْتِي، فَقَالَ: «إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي»، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَوَاللَّهِ إِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ ذَرَّةَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، فَقَالَ: «ابْنَةُ أُمِّ سَلَمَةَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَوَاللَّهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِیَّتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي، إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ، أَرْضَعْتَنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوْبِيَّةَ، فَلَا تَعْرِضَنَّ عَلَيَّ بَنَاتُكَ وَلَا أَخَوَاتُكَ». .

وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الرَّهْزِيِّ: قَالَ عُرْوَةُ: ثُوْبِيَّةُ أَعْتَقَهَا أَبُو لَهَبٍ. [راجع: ۵۱۰۱]

🌞 فائدہ: اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ لونڈی دودھ پلا سکتی ہے اور اس کا دودھ پینے میں کوئی عار نہیں جیسا کہ حضرت ثویبہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔







## اطعمہ کا معنی و مفہوم

لفظ اَطْعِمَہ عربی زبان میں طَعَام کی جمع ہے۔ طعام ہر قسم کے کھانے کو کہا جاتا ہے اور کبھی خاص گیہوں کو بھی طعام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لفظ طعم اگر فتح (زبر) کے ساتھ ہو تو اس کے معنی مزہ اور ذائقہ ہیں اور ضمہ (پیش) کے ساتھ ہو تو طعام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ طاعم کھانے اور چکھنے والے دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس عنوان کے تحت حلال و حرام ماکولات (کھائی جانے والی چیزیں) اور کھانوں کے احکام و آداب کو بیان کیا جائے گا۔ ہم کھانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ○ وہ ہدایات جو ماکولات کے حلال و حرام ہونے سے متعلق ہیں۔ ○ وہ تعلیمات جو کھانے کے آداب سے متعلق ہیں۔ یہ آداب حسب ذیل اقسام پر مشتمل ہیں: \* ان آداب کا تعلق تہذیب و سلیقہ اور وقار سے ہے۔ \* ان آداب میں کوئی طبی مصلحت کا فرما ہے۔ \* وہ آداب اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ \* ان آداب کو جو بظاہر مادی عمل ہے تقرب کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ ماکولات کی حلت و حرمت کے متعلق بنیادی بات وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ”یہ نبی اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور گندی ناپاک اشیاء کو حرام کرتے ہیں۔“<sup>۱</sup> بیان کردہ احادیث میں جو حرام ماکولات ہیں وہ مذکورہ آیت کی تفصیل ہیں۔ جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ نے حرام کہا ہے ان میں کسی نہ کسی پہلو سے ظاہری یا باطنی خباثت اور گندگی ضرور ہے۔ اسی طرح جن چیزوں کو آپ نے حلال قرار دیا ہے وہ عام طور پر انسانی فطرت کے لیے پسندیدہ اور پاکیزہ ہیں، پھر وہ غذا کے اعتبار سے نفع بخش بھی ہیں۔ پیش کی گئی احادیث میں ایسے اشارات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کھانے کے جن آداب کی تلقین کی گئی ہے ان کا درجہ استحباب و استحسان کا ہے۔ اگر ان پر کسی وجہ سے عمل نہ ہو سکے تو ثواب سے محروم تو ضرور ہوں گے لیکن ان میں گناہ یا عذاب کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ایسی احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں کھانے کی قسمیں اور اس کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ان آداب کا معلوم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک سو بارہ (112) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں چودہ (14) معلق اور باقی اٹھانوے (98) متصل سند سے مروی ہیں، پھر ان میں توے (90) مکرر ہیں اور باکیں (22) احادیث خالص ہیں۔ نو (9) احادیث کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی

بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی چھ (6) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔

انہوں نے ان احادیث و آثار پر انسٹھ (98) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں: ﴿کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ ﴿دائیں ہاتھ سے کھانا۔ ﴿برتن میں اپنے سامنے سے کھانا۔ ﴿پیٹ بھر کر نہ کھانا۔ ﴿میدہ کی باریک چپاتی استعمال کرنا۔ ﴿ستو کھانے کا بیان۔ ﴿ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ﴿مومن ایک آنت سے کھاتا ہے۔ ﴿تکلیف لگا کر کھانا کیسا ہے؟ ﴿بازو کا گوشت نوج کر کھانا۔ ﴿گوشت چھری سے کاٹ کر کھانا۔ ﴿رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوراک کا بیان۔ ﴿چاندی کے برتن میں کھانا کیسا ہے؟ ﴿ایک وقت میں دو قسم کے کھانے استعمال کرنا۔ ﴿لہسن اور دوسری بدبودار ترکاریوں کا بیان۔ ﴿کھانے کے بعد کلی کرنا۔ ﴿انگلیاں چاٹنا۔ ﴿رومال کا استعمال۔ ﴿کھانا کھانے کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟ ﴿خادم کو بھی ساتھ کھلانا چاہیے۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کی روشنی میں کھانے کے آداب بیان کیے ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان آداب کو حرز جاں بنائے اور زندگی میں ان آداب کو اپنا معمول بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کی توفیق دے۔ آمین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 70 - كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ

کھانوں سے متعلق احکام و مسائل

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ”ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔“ نیز فرمان الہی: ”جو تم نے پاک کمائی کی ہے اس میں سے خرچ کرو۔“ اور فرمان الہی: ”پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں“ کا بیان

(۱) وَابَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ الْآيَةُ [البقرة: ۱۷۲]  
وَقَوْلِهِ: ﴿انْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ [البقرة: ۲۶۷] وَقَوْلِهِ: ﴿كُلُوا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَصْلَوْنَ عَلِيمٌ﴾ [المؤمنون: ۵۱]

☆ وضاحت: اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حلال اور پاک رزق کھانے کا حکم دیا ہے کیونکہ رزق حلال کا دعا اور عبادت سے گہرا تعلق ہے۔ جس طرح رزق حرام کے باعث دعا اور عبادت قبول نہیں ہوتی اسی طرح قبولیت دعا و عبادت کے لیے رزق حلال کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس شخص کا کھانا، پینا اور پہننا حرام کمائی سے ہو، اس کی دعا کس طرح قبول ہو۔“

[5373] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی تیمارداری کرو اور قیدی کو رہائی دلاؤ۔“ (راوی حدیث) حضرت سفیان نے کہا: (حدیث میں لفظ) العانی سے مراد قیدی ہے۔

۵۳۷۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَاعْوِدُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَّ». قَالَ سُفْيَانُ: وَالْعَانِي: الْأَسِيرُ.

☆ صحیح مسلم، الزکاة، حدیث: 2346 (1015).



[راجع: ۳۰۴۶]

☀️ **فوائد ومسائل:** ① ایک روایت میں ”بیمار کی تیمارداری کرو۔“ کے بجائے ”دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو“ کے الفاظ ہیں۔ ② معلوم ہوتا ہے کہ بعض راویوں نے کچھ ایسی چیزوں کو یاد رکھا جو دوسروں کو یاد نہ رہیں۔ اصل یہ کام ہیں۔ یہ تمام کام مستحبات میں سے ہیں اور بعض اوقات واجب بھی ہو جاتے ہیں۔ ③ چونکہ عنوان میں ایک آیت کا مطلب یہ تھا کہ حلال کھانا کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اس حدیث نے وضاحت کر دی کہ کسی کو کھانا کھلانا بھی ایک نیک عمل ہے جو انسان کو کرنا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۳۷۴ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى قُبِضَ.

[5374] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ کے اہل و عیال نے تین دن متواتر کبھی کھانا سیر ہو کر نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کی روح قبض ہو گئی۔

☀️ **فوائد ومسائل:** ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے کبھی گندم کی روٹی سے مسلسل تین دن تک پیٹ نہیں بھرا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ مطلق طور پر سیر ہونے کی نفی نہیں بلکہ مسلسل تین دن گندم کی روٹی سے سیر ہونے کی نفی ہے۔ اس کا سبب غالباً کھانے پینے کی چیزوں کی کمی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ کھانا وغیرہ تو موجود ہوتا لیکن وہ دوسروں کو دے دیتے تھے اور اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن کبھی آپ نے جو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی۔ ④

۵۳۷۵ - وَعَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَصَابَنِي جَهْدٌ شَدِيدٌ فَلَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَاسْتَفَرَّأْتُهُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ فَخَرَزْتُ لَوْجَهِهِ مِنَ الْجُوعِ وَالْجُوعِ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي فَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ»، فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي بِي، فَأَنْطَلَقَ بِي.

[5375] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے ایک دن سخت بھوک لگی تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنا چاہی۔ انھوں نے مجھے وہ آیت پڑھ کر سنائی، پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ میں تھوڑی دور گیا تو بھوک کی وجہ سے منہ کے بل گر پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر کے پاس کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ!“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! لبیک وسعدیک۔ آپ

① صحیح البخاری، النکاح، حدیث: 5174. ② فتح الباری: 643/9. ③ صحیح مسلم، الزہد، حدیث: 7444 (2970).

④ صحیح البخاری، الأَطْعَمَةُ، حدیث: 5414، وفتح الباری: 643/9.

ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ آپ سمجھ گئے کہ میں کس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کے پیالے کا حکم دیا، چنانچہ میں نے اس میں سے کچھ دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! دوبارہ پیو۔“ میں نے دوبارہ پیا۔ آپ نے فرمایا: ”اور پیو۔“ میں نے خوب پیا یہاں تک کہ میرا پیٹ بے پر تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ہستی کے حوالے کر دیا جو تم سے زیادہ حق دار تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ سے ایک آیت کے متعلق پوچھا تھا، حالانکہ میں اسے تم سے زیادہ بہتر طریقے سے پڑھ سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں نے تجھے اپنے گھر میں داخل کر لیا ہوتا تو مجھے سرخ اونٹ ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔

إِلَى رَحْلِهِ فَأَمَرَ لِي بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: «عُدْ فَاشْرَبْ يَا أَبَا هِرٍّ»، فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ: «عُدْ» فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالْقَدِجِ، قَالَ: فَلَقِيتُ عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي وَقُلْتُ لَهُ: تَوَلَّى ذَلِكَ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِكَ يَا عُمَرُ، وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَفَرَأْتُكَ الْآيَةَ وَلَأَنَا أَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ. قَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ لَأَنْ أَكُونَ أَذْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ. [انظر: ٦٢٤٦، ٦٤٥٢]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آیت اس لیے پوچھی تھی کہ میں بھوکا ہوں اور وہ مجھے کچھ کھانے کو دیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حال معلوم نہ کر سکے بلکہ وہ آیت پڑھ کر آگے تشریف لے گئے۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ افسوس کرنے لگے کہ میں اس وقت تمہارا مطلب نہ سمجھ سکا اور تم نے بھی اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ میں نے یہی سمجھا تھا کہ تم وہ آیت بھول گئے ہو اور وہ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو۔ ② مذکورہ تینوں احادیث میں اگرچہ انواع طعام کا ذکر نہیں ہے، تاہم طعام کے احوال اور اس کی صفات کا ذکر ضرور ہے، عنوان کے ساتھ ان احادیث کی یہی مطابقت ہے۔ ①

باب: 2- کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور دائیں ہاتھ سے کھانا

(۲) بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِينِ

[5376] حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

۵۳۷۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا

انہوں نے کہا کہ میں صغریٰ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں زیر پرورش تھا، کھاتے وقت برتن میں میرا ہاتھ چاروں طرف گھوما کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”بیٹے! کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے تناول کرو۔“ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔

سُفْيَانُ قَالَ: الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ وَهَبَ بْنَ كَيْسَانَ: أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ يَقُولُ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَا غُلَامُ سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ»، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ.

[انظر: ۵۳۷۷، ۵۳۷۸]

☀️ فوائد و مسائل: ① اگر کھانے کے شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آجائے اسی وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ پڑھے، اس طرح آغاز میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی تلافی ہو جاتی ہے۔ ② کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: ”دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔“ وہ کہنے لگا: میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا، حالانکہ وہ کھا سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چھتا تو آئندہ دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکے گا۔“ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ ③ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جھوٹ کی سزا دی، لہذا ہمیں دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

### باب: 3- اپنے سامنے سے کھانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(کھانے سے پہلے) اللہ کا نام لیا کرو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔“

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ، وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ».

☆ وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پہلے کتاب النکاح (حدیث: 5183) میں بھی بیان کیا ہے۔

[5377] حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں، انہوں نے کہا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا۔ میں برتن کے چاروں طرف سے کھانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”اپنے آگے سے کھاؤ۔“

۵۳۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ حَلْحَلَةَ الدِّيلِيِّ، عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نَعِيمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ - وَهُوَ ابْنُ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَ: أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا فَجَعَلْتُ أَكُلُ مِنْ نَوَاجِي

① سنن أبي داود، الأطعمة، حدیث: 3767. ② صحيح مسلم، الأشربة، حدیث: 5268 (2021).



الصَّحْفَةَ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «كُلْ مِمَّا يَلِيكَ». [راجع: ۵۳۷۶]

[5378] ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ آپ کے ہمراہ آپ ہی کے زیر پرورش عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: ”بسم اللہ پڑھو اور اپنے آگے سے کھاؤ۔“

۵۳۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ قَالَ: أُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِطَعَامٍ وَمَعَهُ رِبِيهُ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فَقَالَ: «سَمِ اللَّهَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ». [راجع: ۵۳۷۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ برتن کے چاروں طرف سے بوٹیاں اٹھا کر کھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بیٹے! اپنے سامنے سے کھاؤ۔“ ② بہر حال کھانے کے آداب سے ہے کہ انسان اپنے سامنے سے کھائے ہاں، اگر کھانے مختلف قسم کے ہوں تو جہاں سے چاہے اپنا من پسند کھانا کھا سکتا ہے۔ مذکورہ پابندی صرف اس صورت میں ہے جب کھانا ایک ہی طرح کا ہو۔

باب: 4- اگر ساتھی برائے محسوس نہ کرے تو برتن کے چاروں طرف ہاتھ بڑھاتا

(۴) بَابُ مَنْ تَتَبَعَ حَوَالِي الْقِضْمَةِ مَعَ صَاحِبِهِ إِذَا لَمْ يَعْرِفْ مِنْهُ كَرَاهِيَةً

[5379] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو اس کھانے پر مدعو کیا جو اس نے آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گیا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ برتن کے چاروں طرف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر رہے تھے۔ حضرت انس نے کہا کہ اس دن سے کدو مجھے بہت پسند ہیں۔

۵۳۷۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خِيَاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَأَيْتُهُ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقِضْمَةِ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: ”اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔“

قَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: «كُلْ بِيَمِينِكَ». [راجع: ۲۰۹۲]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو کدو بہت پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے

آپ کے سامنے کرتا اور خود نہیں کھاتا تھا تا کہ آپ کھائیں۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بھی سالن بناتے تو اس میں کدو ضرور استعمال کرتے۔<sup>(۱)</sup> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے اہل و عیال اور خدام کے ساتھ کھانا کھاتے وقت برتن میں سے جہاں چاہے جن جن کر کھا سکتا ہے بشرطیکہ ساتھ کھانے والا اسے ناپسند نہ کرے، بصورت دیگر وہ اپنے سامنے ہی سے کھائے۔<sup>(۲)</sup>

### (۵) بَابُ التَّيْمَنِ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ

باب: 5- کھانے وغیرہ میں دائیں طرف سے شروع کرنا

وضاحت: بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ عنوان مکرر ہے، لیکن ایسا نہیں کیونکہ پہلے عنوان نمبر: 2 کھانے کے عمل سے متعلق تھا کہ اسے دائیں ہاتھ سے کھایا جائے اور مذکورہ عنوان عام ہے جو تمام کاموں کو مشتمل ہے، خواہ ان کا تعلق کھانے سے ہو یا پینے سے، یا کوئی چیز دینے سے، تو اسے دائیں جانب سے شروع کیا جائے۔<sup>(۳)</sup>

۵۳۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي طُحُورِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ - وَكَانَ قَالَ بِوَاسِطَةِ قَبْلِ هَذَا - فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ. [راجع: ۱۶۸]

[5380] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ممکن حد تک وضو کرنے، جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں دائیں جانب (سے ابتدا کرنے) کو پسند کرتے تھے۔ راوی حدیث (شعبہ) جب واسطہ شہر میں تھے تو اس کو یوں بیان کرتے: ہر تکریم والے کام میں آپ ﷺ اپنی دائیں جانب سے ابتدا کرتے۔

فائدہ: اس حدیث کی وضاحت ہم کتاب الوضوء، باب التیمن (حدیث: 168) میں کر آئے ہیں۔ بہر حال جو کام تکریم کے ہوتے رسول اللہ ﷺ انھیں دائیں جانب سے شروع کرتے، مثلاً: وضو، غسل وغیرہ۔ علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ دائیں جانب اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ بھی اسے پسند کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ دائیں جانب رسول اللہ ﷺ کی طبعی چیز تھی، اس لیے یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب ہے کیونکہ محبت کے لیے محبوب کا فعل بھی محبوب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۶) بَابُ: مَنْ أَكَلَ حَتَّى شَبِعَ

باب: 6- پیٹ بھر کر کھانا تناول کرنا

وضاحت: پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے اگرچہ کبھی بکھار بھوک برداشت کرنا افضل ہے۔

۵۳۸۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ [5381] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

① صحیح مسلم، الأشربة، حدیث: 5325، 5326، 5327 (2041). ② فتح الباری: 651/9. ③ فتح الباری: 652/9.

بیان کیا کہ حضرت ابوطلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں نفاہت محسوس کرتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ فاقے سے ہیں۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ چنانچہ انھوں نے جو کچھ روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ لیا اور اس کے ایک حصے میں روٹیاں لپیٹ دیں، پھر اسے میرے کپڑے کے نیچے میری بغل میں چھپا دیا اور اس کا کچھ حصہ (چادر کی طرح) مجھے اوڑھا دیا، پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ میں ان حضرات کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ”کیا تجھے ابوطلمہ نے بھیجا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”کھانے کے لیے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب ساتھیوں سے فرمایا: ”اٹھو“ چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور میں ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ جب میں حضرت ابوطلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: ام سلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لا رہے ہیں جبکہ ہمارے پاس کھانے کا اتنا انتظام نہیں جو سب کو کافی ہو سکے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابوطلمہ رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ آخر کار حضرت ابوطلمہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے لے آؤ“ چنانچہ وہ وہی روٹیاں لے آئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کا چورا کر لیا

إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ضَعِيفًا أَغْرَفَ فِيهِ الْجُوعَ، فَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَقَّتْ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِي وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَرْسَلْتُكَ أَبُو طَلْحَةَ؟» فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «بَطْعَامُ؟» قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمَنْ مَعَهُ: «قُومُوا»، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَا نَطْعِمُهُمْ، فَقَالَتْ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ.

قَالَ: فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَقْبَلَ أَبُو طَلْحَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى دَخَلَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكَ»، فَأَتَتْ بِذَلِكَ الْخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَهَا فَأَدَمَّتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا شَاءَ اللَّهُ



گیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے گھي کے ڈبے سے اس پر گھي نچوڑ کر اس کا طیدہ بنا لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی توفیق سے اس پر جو پڑھنا تھا پڑھا، اس کے بعد فرمایا: ”دس آدمیوں کو کھانے کے لیے بلاؤ۔“ چنانچہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی، وہ آئے اور شکم سیر ہو کر کھایا اور واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ”دس اور بلاؤ۔“ وہ آئے اور شکم سیر ہو کر کھایا اور باہر چلے گئے، پھر آپ نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنے کی دعوت دی۔ انھوں نے بھی سیر ہو کر کھایا اور واپس چلے گئے۔ پھر دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا، اس طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اس وقت آٹھ (80) کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ قَالَ: «الْأَذْنُ لِعَشْرَةٍ»، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «الْأَذْنُ لِعَشْرَةٍ» فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: «الْأَذْنُ لِعَشْرَةٍ»، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ أَذِنَ لِعَشْرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا، وَالْقَوْمُ ثَمَانُونَ رَجُلًا. [راجع: ۱۲۲۲]

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے پیٹ بھر کے کھانا کھانے کو ثابت کیا ہے اور یہ حدیث اپنے مقصود میں واضح ہے، اگرچہ ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگ دنیا میں پیٹ بھر کے کھائیں گے وہ آخرت میں لمبی بھوک سے دوچار ہوں گے۔“ <sup>(۱)</sup> اس سے مراد وہ پیٹ بھرنا ہے جو انسان کو سست کر دے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رکاوٹ کا باعث بنے اور جس سے معدے میں گرانی آجائے۔ <sup>(۲)</sup>

[5382] حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک سو تیس آدمی نبی ﷺ کے ہمراہ تھے، نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے؟“ اچانک ایک آدمی کے پاس ایک صاع یا اس کے لگ بھگ آٹا تھا جسے گوندھ لیا گیا۔ اس دوران میں ایک دراز قد مشرک جس کے بال پرانگندہ تھے اپنی بکریاں ہانکتا ہوا ادھر آ نکلا۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: ”کیا تو فروخت کرتا یا عطیہ دیتا ہے؟“ اس نے کہا: عطیہ نہیں بلکہ فروخت کرتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ اسے ذبح کیا گیا تو آپ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا۔

۵۳۸۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وَحَدَّثَ أَبُو عَثْمَانَ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ؟» فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوَهُ فَعُجِنَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌ طَوِيلٌ بَعْنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَبِيعْ أَمْ عَطِيَّةٌ؟» أَوْ قَالَ: هِبَةٌ؟ قَالَ: لَا، بَلْ يَبِيعُ، قَالَ: فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصْنَعَتْ، فَأَمَرَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بِسَوَادِ الْبُطْنِ يُشْوَى، وَابْنُ

اللہ کی قسم! ایک سوتیں لوگوں کی جماعت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جسے آپ ﷺ نے اس کبھی کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر نہ دیا ہو۔ جو وہاں موجود تھا اسے تو وہیں دے دیا گیا اور اگر وہ موجود نہ تھا تو اس کا حصہ محفوظ کر لیا گیا۔ پھر اس بکری کے گوشت کو پکا کر دو بڑے کوٹڑوں میں رکھا اور ہم سب نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا، اس کے باوجود کوٹڑوں میں گوشت بچ گیا تو میں نے اسے اونٹ پر لا دیا۔

اللَّهُ مَا مِنَ الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ إِلَّا قَدْ حَزَّ لَهُ حَزَّةٌ مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا، إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ، وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَهَا لَهُ، ثُمَّ جَعَلَ فِيهَا قُضْعَتَيْنِ فَأَكَلْنَا أَجْمَعُونَ وَشَبِعْنَا وَفَضَلَ فِي الْقُضْعَتَيْنِ، فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيرِ أَوْ كَمَا قَالَ. [راجع: ۲۲۱۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے پیٹ بھر کر کھانا ثابت ہوتا ہے اگرچہ کبھی بکھار بھوک برداشت کرنا افضل ہے۔ بہر حال پیٹ بھر کر کھانا اگرچہ مباح ہے لیکن اس کی ایک حد ہے، جب اس حد سے تجاوز ہو تو اسراف و فضول خرچی ہوگی۔ صرف اس حد تک کھائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مددگار ثابت ہو اور اس سے جسم بوجھل نہ ہو جو اللہ کی عبادت سے رکاوٹ کا باعث بنے۔ ② ہمارے رجحان کے مطابق پیٹ بھر کے کھانے کی حد یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصے ہوں: ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک سانس کی آمد و رفت کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ معمول بنالیا جائے تو انسان توانا و تندرست رہے گا۔

۵۳۸۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: تُوَفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ التَّمَرِ وَالْمَاءِ. [انظر: ۵۴۴۲]

[5383] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے جب وفات پائی تو ان دنوں ہم کھجور اور پانی سے شکم سیر ہونے لگے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① شکم سیری، یعنی پیٹ بھر کے کھانے کا یہ سلسلہ فتح خیبر کے بعد شروع ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے (دل میں) کہا: اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کے کھائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین سال پہلے خیبر فتح ہوا تھا۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے پیٹ بھر کے کھانا کھانے کے سات مراتب بیان کیے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ۱۔ اتنا کھائے جس سے جسم اور روح کا رشتہ قائم رہے۔ ۲۔ پھر اس پر کچھ اضافہ کرے تاکہ نماز روزے کی ادائیگی آسان ہو۔ ۳۔ اس کے بعد مزید کھائے تاکہ نوافل ادا کیے جاسکیں۔ ۴۔ اپنی خوراک میں اتنا اضافہ کرے کہ کمائی کے قابل ہو جائے۔ ۵۔ ایک تہائی پیٹ بھرے ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ ۶۔ اتنا کھائے کہ جسم بوجھل اور نیند کا غلبہ ہو جائے، اس طرح پیٹ بھرنا مکروہ ہے۔ ۷۔ اس پر مزید اضافہ کرے حتیٰ کہ معدے پر بوجھ پڑے اور انسان بیمار ہو جائے۔ اس قسم کا پیٹ بھر کر کھانا منع ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ ③ بہر حال ان احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے پیٹ بھر کے کھانا کھانے کا جواز ثابت کیا

ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 7- ارشاد باری تعالیٰ: ”اندھے، پر کوئی حرج نہیں.....“ نیز کھانے کے موقع پر اکٹھے ہونے اور اجتماع کرنے کا بیان

(۷) بَابُ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ﴾ [النور: ۶۱] وَالْتِهَادُ وَالْإِجْتِمَاعُ عَلَى الطَّعَامِ.

وضاحت: دور جاہلیت میں اندھے، لنگڑے اور مریض لوگ، خوش حال اور تندرست لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں جھجک محسوس کرتے تھے۔ انھیں یہ خیال آتا تھا کہ شاید دوسروں کو ہمارے ساتھ کھانا کھانے سے نفرت ہو اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں، نیز بعض پرہیزگار لوگوں کو یہ خیال آتا تھا کہ شاید ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانے سے کہیں ان معذور لوگوں کی حق تلفی ہو، مثلاً: اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے، ممکن ہے کہ لنگڑا دیر سے طعام گاہ پہنچے اور مریض تو کھانے کے وقت اپنی تکلیف اور پرہیز ہی کا لحاظ رکھتا ہے، لہذا یہ لوگ علیحدہ ہی کھانا کھائیں تو بہتر ہے۔ اس آیت میں ان سب لوگوں کے خدشات کا ازالہ کروایا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کو اسی مقصد کے پیش نظر ذکر کیا ہے کہ کھانا مل کر کھایا جاسکتا ہے، خواہ دوسرے ساتھی معذور ہی کیوں نہ ہوں۔

[5384] حضرت سوید بن نعمان رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم صہباء مقام پر پہنچے..... (راوی حدیث) یحییٰ نے کہا: صہباء، خیبر سے نصف منزل پر واقع ہے..... رسول اللہ ﷺ نے وہاں پہنچ کر کھانا طلب فرمایا تو آپ کو ستوپیش کیے گئے۔ ہم نے انھیں پانی کے بغیر ہی کھالیا، کھانے کے بعد آپ نے پانی طلب کیا، کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی پھر آپ نے ہمیں نماز پڑھائی اور وضو نہ کیا۔

۵۳۸۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: سَمِعْتُ بُشَيْرَ بْنَ يَسَّارٍ يَقُولُ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ فَلَمَّا كُنَّا بِالصُّهْبَاءِ - قَالَ يَحْيَى: وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ - دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسَوِيْقٍ فَلَكَّنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا، فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَكَمْ يَتَوَضَّأُ.

سفیان نے کہا کہ میں نے اپنے استاد یحییٰ سے اس حدیث کو یوں سنا کہ آپ نے نہ تو ستو کھاتے وقت وضو کیا اور نہ کھانے سے فراغت کے بعد ہی اس کا اہتمام کیا۔

قَالَ سُفْيَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَوْدًا وَبَدَأًا.

[راجع: ۱۲۰۹]

فائدہ: صحابہ کرام رحمہ اللہ ستو کھانے کے لیے جمع ہوئے، ان میں تندرست، بیمار، بیٹا اور نابینا وغیرہ کی کوئی تخصیص نہ تھی۔



یہ بھی ممکن ہے کہ آگے آیت کریمہ میں ہے: ”اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ۔“<sup>(۱)</sup> تاہنا، لنگڑے اور بیماروں نے تندرستوں کے ساتھ ایک برتن میں کھانے سے حرج محسوس کیا ہو کیونکہ اس طرح کی بیشی کا امکان تھا۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد یہ اندیشہ ختم ہو گیا اور حدیث سے اکٹھے مل کر کھانے کو ثابت کیا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ کھانا کھاتے وقت اس قسم کے اندیشوں کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

### (۸) بَابُ الْخُبْزِ الْمُرَقَّقِ وَالْأَكْلِ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةِ

### باب: 8- باریک چپاتی کھانا اور میز یا دسترخوان پر کھانا تناول کرنا

۵۳۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ خَبَازٌ لَهُ فَقَالَ: مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ خُبْزًا مُرَقَّقًا وَلَا شَاةً مَسْمُوطَةً حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ. [انظر: ۵۴۲۱، ۶۴۵۷]

[5385] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان کے ہاں ان کا باورچی بھی تھا۔ انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے کبھی میدے سے تیار شدہ باریک چپاتی نہیں کھائی اور نہ کبھی بھونی ہوئی بکری ہی تناول فرمائی حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① مُرَقَّقٌ، میدے کی پتلی روٹی کو کہتے ہیں۔ عربوں کے ہاں آٹا چھاننے کے لیے چھلنی نہیں ہوا کرتی تھی، اس لیے وہ بغیر چھانے آٹے کی روٹی تیار کرتے تھے، نیز سادگی کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا تھا۔ ② ابن بطلان نے کہا ہے کہ میدے کی پتلی روٹی جائز اور مباح ہے لیکن رسول اللہ ﷺ اپنے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی بنا پر میدے کی باریک چپاتی نہیں کھاتے تھے بلکہ آپ کو جو کچھ میسر ہوتا اسے ترجیح دیتے تھے۔ ③ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لیے بہترین کھانا تیار کرتا اور کئی قسم کا سالن بناتا، اس کے علاوہ گھی میں آٹا گوندھ کر روٹی تیار کرتا تھا، اس لیے چپاتی کا استعمال جائز ہے۔ ④

۵۳۸۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ ابْنِ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ - قَالَ عَلِيُّ هُوَ الْإِسْكَافُ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عَلَى سُكْرُجَةٍ قَطُّ، وَلَا خُبْزٍ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ، وَلَا أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ.

[5386] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ نبی ﷺ نے کبھی چھوٹی پیالی میں کھانا کھایا ہو اور نہ آپ کے لیے پتلی روٹی ہی پکائی جاتی تھی، نیز آپ نے کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا۔

قِيلَ لِقَتَادَةَ: فَعَلَامَ مَا كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ:

(راوی حدیث) حضرت قتادہ سے کسی نے سوال کیا کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس پر کھانا کھاتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ نیچے بچھے ہوئے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔

عَلَى الشَّفْرِ . [انظر: ۵۴۱۵، ۶۴۵۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① ”سُكَّرَ جَه“ اس پیالی کو کہتے ہیں جس میں ہاضمے کے لیے جوارش وغیرہ رکھی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بہت کم کھانا کھاتے تھے، اس لیے ہاضمے کے لیے جوارش کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی، نیز اس قسم کے برتن متکبر لوگ استعمال کرتے تھے، اس طرح میز وغیرہ کا استعمال بھی مال داروں کے ہاں تھا۔ ② ہمارے رجحان کے مطابق میز پر کھانا تناول کرنا جائز ہے لیکن سنت طریقیہ یہ ہے کہ دسترخوان نیچے بچھا کر کھانا کھایا جائے۔ واللہ اعلم۔

[5387] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے (نکاح کے بعد ان کے) ہمراہ راستے میں قیام فرمایا، میں نے آپ کے دیسے کے لیے مسلمانوں کو مدعو کیا۔ آپ ﷺ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا تو فوراً تعمیل کی گئی۔ پھر اس پر کھجور، پنیر اور گھی ڈال دیا گیا۔

۵۳۸۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ، أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فُبَسِطَتْ فَأَلْقَيْ عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ.

ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ نے شب زفاف کے بعد ایک قسم کا حلوہ تیار کیا جو چڑے کے ایک دسترخوان پر چن دیا گیا۔

وَقَالَ عَمْرُو عَنْ أَنَسٍ: بَنَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطْعٍ . [راجع: ۳۷۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① ”حیس“ ایک قسم کا حلوہ ہے جو کھجور اور پنیر میں گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد بھی آپ کا ولیمہ تھا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چڑے کا دسترخوان استعمال کیا۔ آپ ﷺ نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے۔

[5388] وہب بن کیسان سے روایت ہے، انھوں نے کہا: شامی لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عار دلاتے ہوئے کہتے: ”اے ذات نطاقین کے بیٹے! ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بیٹے! لوگ تجھے ”ذات نطاقین“ کا بیٹا کہہ کر طعنہ دیتے ہیں۔ کیا آپ کو علم ہے کہ ”نطاقین“ کیا تھے؟ میرا ایک کمر بند تھا۔ میں نے اس کے دو ٹکڑے کر دیے: ایک ٹکڑے کے ساتھ میں نے (ہجرت

۵۳۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: كَانَ أَهْلُ الشَّامِ يُعَيِّرُونَ ابْنَ الزُّبَيْرِ، يَقُولُونَ: يَا ابْنَ ذَاتِ النَّطَاقِينَ، فَقَالَتْ لَهُ أَسْمَاءُ: يَا بُنَيَّ إِنَّهُمْ يُعَيِّرُونَكَ بِالنَّطَاقِينَ، هَلْ تَذَرِي مَا كَانَ النَّطَاقِينَ؟ إِنَّمَا كَانَ نِطَاقِي شَقَّقْتُهُ نِصْفَيْنِ، فَأَوْكَيْتُ قِرْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

بِأَحَدِهِمَا وَجَعَلْتُ فِي سَفَرِيهِ آخَرَ، قَالَ: فَكَانَ أَهْلُ الشَّامِ إِذَا عَيَّرُوهُ بِالنَّطَاقَيْنِ يَقُولُ: إِيَّهَا وَالْإِلَهِ، نِلْكَ شَكَاةَ ظَاهِرٍ عَنْكَ عَارُهَا. [راجع: ۲۹۷۹]

کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ کے مشکیزے کا منہ باندھا، دوسرا کھڑا میں نے دسترخوان کے طور پر رکھ دیا۔ وہب بن کیسان نے کہا کہ جس وقت شامی لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو ”ذات نطاقین“ کا طعنہ دیتے تو وہ کہتے: ٹھیک ہے اللہ کی قسم! یہ ایک ایسا طعنہ ہے اس میں میرے لیے کوئی عاریا عیب نہیں۔

**فوائد و مسائل:** ① نِطَاقَيْنِ، نِطَاق کا ثنیہ ہے۔ اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو غورتیں کمر پر باندھتی ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے موقع پر اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے مشکیزے کا منہ باندھا اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کے لیے بطور دسترخوان رکھ دیا۔ ② ذات النطاقین کا لقب آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا جسے شامی لوگ طعنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ دسترخوان کپڑے کا بھی ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس قسم کے دسترخوان استعمال کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

۵۳۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ أُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ خَالََةَ ابْنِ عَبَّاسٍ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضْبًا، فَدَعَا بِهِنَّ فَأَكَلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ وَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كَالْمُتَفَذِّرِ لَهْنٍ، وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا مَا أَكَلْنَ عَلَى مَائِدَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ. [راجع: ۲۰۷۵]

[5389] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی خالہ حضرت ام حفید بنت حارث بن حزن رضی اللہ عنہا نے کھی، بنیر اور سائے ہدیے کے طور پر نبی ﷺ کو بھیجے۔ آپ نے ان تمام چیزوں کو منگوا لیا، انھیں آپ ﷺ کے دسترخوان پر کھایا گیا لیکن نبی ﷺ نے طبعی کراہت کی وجہ سے ان کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ اگر یہ حرام ہوتے تو نبی ﷺ کے دسترخوان پر نہ کھائے جاتے اور نہ آپ انھیں تناول کرنے کا حکم ہی دیتے۔

**فوائد و مسائل:** ① حضرت ام حفید رضی اللہ عنہا کا نام ہزیلہ بنت حارث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔ ان کی دوسری بہنیں یہ ہیں: ام خالد بن ولید جن کا نام لبابہ مغزی ہے۔ ام ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کا نام لبابہ کبریٰ ہے اور ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ یہ چاروں حارث بن حزن ہلالی کی بیٹیاں ہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا عنوان لفظ ماندہ سے ثابت کیا جو دسترخوان پر بولا جاتا ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے بلکہ قرآن کریم کی ایک سورت اسی نام سے موسوم ہے۔ ①



## (۹) بَابُ السَّوْبِقِ

## باب: 9- ستوکھانے کا بیان

[5390] حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صہباء مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ یہ مقام خیبر سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے، نماز کا وقت ہوا تو آپ نے کھانا طلب فرمایا۔ ستو کے علاوہ اور کچھ دستیاب نہ ہوا تو آپ نے وہی تناول فرمائے۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھائے۔ پھر آپ نے پانی طلب کیا، کھلی کی اور نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی اور آپ نے وضو نہ کیا۔

۵۳۹۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ الثُّعْمَانِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالصَّهْبَاءِ - وَهِيَ عَلَى رَوْحَةٍ مِنْ خَيْبَرَ - فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَدَعَا بِطَعَامٍ فَلَمْ يَجِدْهُ إِلَّا سَوْبِقًا فَلَاكَ مِنْهُ فَلَكْنَا مَعَهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَلَّى وَصَلَّيْنَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① ”لاک“ کا لفظ لوک سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں: کسی چیز کو نکلنے کے لیے اسے منہ میں پھیرنا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستوکھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، حالانکہ وہ آگ سے بھنے ہوئے ہیں۔ آگ سے کچی ہوئی چیز سے وضو کا ٹوٹ جانا منسوخ ہو چکا ہے۔ ①

(۱۰) بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمِّيَ لَهُ فَيَعْلَمَ مَا هُوَ؟

باب: 10- نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھانا تناول نہ فرماتے حتیٰ کہ اس کا نام لیا جاتا تو آپ معلوم کر لیتے کہ یہ کیا ہے؟

[5391] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنھیں اللہ کی تلوار کہا جاتا ہے، نے بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اپنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ان کے پاس بھنا ہوا سانڈا تھا جو ان کی ہمیشہ حضرت حنیڈہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نجد سے لائی تھیں، انھوں نے یہ سانڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ

۵۳۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَبُو الْحَسَنِ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ بْنُ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ - الَّذِي يُقَالُ لَهُ: سَيْفُ اللَّهِ - أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى مَيْمُونَةَ - وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَهُ ابْنِ عَبَّاسٍ - فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا

ﷺ کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں حتیٰ کہ بتایا جاتا کہ یہ کیا ہے اور اس چیز کا نام لیا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ساندے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہاں موجود عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا: جو کچھ تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کو بتاؤ کہ یہ ساندہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! کیا ساندہ احرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتا اس لیے مجھے اس سے گھن محسوس ہوتی ہے۔“ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے کھانا شروع کر دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ رہے تھے۔

مَحْنُوذًا قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ، فَقَدِمَتْ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ قَلَمًا يُقَدَّمُ يَدُهُ لِطَعَامٍ حَتَّى يُحَدِّثَ بِهِ وَيُسَمِّي لَهُ، فَأَهْوَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ: أَخْبِرْنِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا قَدَّمْتَنَ لَهُ، هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: أَحْرَامُ الضَّبِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «لَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ»، قَالَ خَالِدٌ: فَاجْتَرَزْتُهُ فَأَكَلْتُهُ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيَّ. (النظر: ۵۵۳۷، ۵۵۴۰)

🌞 نوآمد و مسائل: ① عرب کے ہاں غذائی اشیاء کی قلت تھی، اس لیے وہ کسی چیز سے نفرت نہیں کرتے تھے اور نہ انھیں گھن ہی آتی تھی۔ ان کے سامنے جو چیز بھی آتی اسے کھا لیتے، اس کے متعلق سوال نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال و حرام کی پابندی کرنے والے تھے لیکن آپ جنگلی حیوانات کے بارے میں پوری پوری معلومات نہ رکھتے تھے، اس لیے آپ کھانے سے پہلے اس کے متعلق سوال کرتے کہ یہ کیا ہے؟ معلوم ہونے کے بعد اگر کھانے کے قابل ہوتی تو کھا لیتے بصورت دیگر اسے ترک کر دیتے۔ بندہ مسلم کو بھی اس کی بیرونی کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ یہ ساندے کا گوشت ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔<sup>۱</sup> چونکہ یہ حرام نہیں تھا، اس لیے آپ ﷺ کی موجودگی میں بلکہ آپ کے سامنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے کھالیا اور آپ نے انھیں کچھ نہ کہا۔<sup>۲</sup>

باب: ۱۱- ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہوتا ہے

[5392] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہوتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار کے لیے

(۱۱) بَابُ: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ

۵۳۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «كَافِي هُوَ»  
 «طَعَامُ الْإِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ  
 كَافِي الْأَرْبَعَةِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① جس کھانے سے دو آدمی سیر ہو سکتے ہیں، اس پر تین آدمی بھی قناعت کر سکتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان سے ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک کا کھانا دو کے لیے، دو کا تین چار کے لیے اور چار کا پانچ چھ آدمیوں کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔“ ② طبرانی کی ایک روایت میں اس کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ کل کر اٹھے کھانا کھاؤ اور جدا جدا ہو کر نہ کھاؤ کیونکہ ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہے۔“ ③ اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعیت میں برکت ہے۔ جس قدر اجتماعیت زیادہ ہوگی برکت میں بھی اضافہ ہوگا۔ ④ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ہمدردی میں برکت ہوتی ہے جس کا فائدہ تمام حاضرین کو ہوتا ہے، اس لیے کھانا کھاتے وقت اجتماعیت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ⑤

باب: 12 - مومن ایک آنت میں کھاتا ہے

(۱۲) بَابُ: الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ

اس مسئلے کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے بیان کردہ ایک حدیث ہے۔

فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

وضاحت: مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کم کھانے والا ہوتا ہے تاکہ عبادت کرنے میں سستی واقع نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو اسی عنوان کے تحت دو مرتبہ متصل سند سے بیان کیا ہے۔

[5393] حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک ان کے ساتھ کھانے کے لیے کسی مسکین کو نہ لایا جاتا۔ میں ایک دن ایک شخص کو لایا جو آپ کے ساتھ کھانا کھائے تو اس نے بہت کھانا کھایا۔ بعد میں انھوں نے مجھے کہا: اے نافع! آئندہ اس شخص کو میرے ساتھ کھانے کے لیے نہ لانا۔ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ”مومن ایک آنت میں کھاتا ہے جبکہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“

۵۳۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاْقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يَأْتِيَ بِمَسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيرًا فَقَالَ: يَا نَافِعُ، لَا تُدْخِلْ هَذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءَ». [انظر: ۵۳۹۴]

① سنن ابن ماجہ، الأطعمہ، حدیث: 3255. ② المعجم الأوسط للطبرانی، رقم: 7444، وسلسلة الأحادیث الصحیحة

للألبانی، رقم: 2691. ③ فتح الباری: 663/9.



🌞 **فوائد و مسائل:** ① مسلمان کے کم کھانے اور کافر کے زیادہ کھانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مسلمان کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لیتا ہے جس وجہ سے شیطان کو اس کے ساتھ کھانے کا موقع نہیں ملتا، اس لیے جو وہ کھاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت شامل ہوتی ہے اور کافر کھانے کے آغاز میں اللہ کا نام نہیں لیتا، اس لیے شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، اس بنا پر کھانے کی برکت اٹھ جاتی ہے جیسا کہ بہت سی احادیث سے یہ چیز ثابت ہے۔ ② اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک خوبی بیان ہوئی ہے کہ وہ مساکین کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

۵۳۹۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي طَعْمَى وَاحِدٍ ، وَإِنَّ الْكَافِرَ - أَوْ الْمُنَافِقَ فَلَا أَذْرِي أَيُّهُمَا قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ - يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءَ» . [راجع: ۵۳۹۳]

[5394] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر یا منافق، مجھے معلوم نہیں کہ عبید اللہ نے ان دونوں میں سے کس کا ذکر کیا، سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“

وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ . [نظر: ۵۳۹۵]

ابن بکیر نے کہا: ان سے امام مالک نے، ان سے حضرت نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے نبی ﷺ نے اسی حدیث کی طرح بیان کیا۔

🌞 **فائدہ:** حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مومن کم کھانے والا اور کافر زیادہ کھانے والا ہوتا ہے۔ مسلمان اس لیے کم کھاتا ہے کہ پیٹ بھر کر کھالے سے سستی پیدا ہو جاتی ہے اور معدے میں گرانی آ جاتی ہے۔ مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ عبادت کرنے میں سستی کرے، نیز زیادہ کھانے سے وضو جلدی ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ کچھ عبادات ایسی ہیں جن میں وضو شرط ہے۔ بہر حال ایک کی کم خوری اور دوسرے کی بسیار خوری بیان کرنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے مگر یہ اکثریت کے اعتبار سے ہے کیونکہ بعض لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بہت کھاتے ہیں۔

۵۳۹۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو قَالَ : كَانَ أَبُو نَهْيَكٍ رَجُلًا أَكُولًا ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : «إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءَ» ، فَقَالَ : فَأَنَا أَوْ مِنْ بَالِهِ وَرَسُولِهِ . [راجع: ۵۳۹۴]

[5395] حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ابونہیک نامی شخص بسیار خور تھا تو اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“ یہ سن کر ابونہیک نے کہا: میں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ابوہنیکہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا تھا۔ اس کے کہنے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سات آنتوں میں کھانے اور ایک آنت میں کھانے سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مراد ہے کرید کیے بغیر میرا اس پر ایمان ہے۔ ② بہر حال کافر کے کھانے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اور جو کافر ہیں وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور حیوانوں کی طرح کھاتے ہیں۔ آخر کار ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔“ اس لیے ایک مومن کو چاہیے کہ وہ زیادہ کھانے کی عادت چھوڑ دے اور تھوڑے کھانے پر قناعت کرے تاکہ اللہ کی عبادت میں سستی واقع نہ ہو۔

۵۳۹۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فِي مَعَى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءَ». [انظر: ۵۳۹۷]

[5396] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“

🌞 فائدہ: اس حدیث کے معنی ہیں: کافر کی تمام تر حرص پیٹ بھرنا ہوتی ہے، اس لیے وہ حیوانوں کی طرح کھاتا ہے اور مومن کا اصل مقصود آخرت کا حصول ہے، اس لیے وہ کم کھانے پر اکتفا کر کے صرف جسم اور روح کے رشتے کو قائم رکھتا ہے، کم کھانا ایمان کی عمدہ خصلت ہے اور زیادہ کھانے کی حرص کفر کی خصلت ہے۔ بہر حال مومن کو چاہیے کہ وہ بھوک مٹانے کے لیے کھائے اور تھوڑا کھانے پر قناعت کرے۔

۵۳۹۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ أَكْثَلًا كَثِيرًا، فَأَسْلَمَ فَكَانَ يَأْكُلُ أَكْثَلًا قَلِيلًا، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءَ». [راجع: ۵۳۹۶]

[5397] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی بہت کھانا کھاتا تھا۔ وہ مسلمان ہوا تو بہت کم کھانے لگا۔ اس امر کا ذکر نبی ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”بلاشبہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سات آنتوں سے مراد سات صفات ہیں جو کافر میں پائی جاتی ہیں۔ وہ طبعی خواہش، شہوت نفس، آنکھ کی شہوت، منہ کی شہوت، کان کی خواہش، ناک کی چاہت اور بھوک کی خواہش ہیں۔ یہ آخری (بھوک کی خواہش) ضروری ہے جس میں مومن کھاتا ہے اور کافر سب میں کھاتا ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

کھانے کے معاملے میں لوگوں کے تین طبقے ہیں: ○ جو ہر قسم کا کھانا چٹ کر جاتے ہیں، خواہ انھیں ضرورت ہو یا نہ ہو۔ ایسا کام جہالت پیشہ لوگوں کا ہے۔ ○ ایک گروہ ہے جو بھوک کے وقت کھاتے ہیں اور اتنا کھاتے ہیں جس سے بھوک ختم ہو جائے۔ ○ کچھ لوگ ایسے ہیں جو شہوت نفس کو توڑنے کے لیے بھوکے رہتے ہیں اور صرف جسم اور روح کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے کچھ کھا لیتے ہیں۔ غالباً حدیث سے دوسرا طبقہ مراد ہے کیونکہ مومن کی شان یہی ہے اور پہلا طبقہ تو کافروں کا ہے۔<sup>(۱)</sup>

### باب: 13- ٹیک لگا کر کھانا

### (۱۳) بَابُ الْأَكْلِ مُتَكَيِّئًا

[5398] حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔“

۵۳۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُسَعَّرٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنِّي لَا أَكُلُ مُتَكَيِّئًا».

[انظر: ۵۳۹۹]

[5399] حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں تھا کہ آپ نے اپنے پاس موجود ایک آدمی (صحابی) سے فرمایا: ”میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔“

۵۳۹۹ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ: «لَا أَكُلُ وَأَنَا مُتَكَيِّئٌ». [راجع:

[۵۳۹۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① بعض حضرات کا خیال ہے کہ ٹیک لگا کر نہ کھانا صرف رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا، امت کے لیے منع نہیں ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے کہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ متکبرین کا فعل ہے، تاہم کسی عذر کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھایا جاسکتا ہے، لیکن حضرت ابن عباس، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ سلمانی، محمد بن سیرین، عطاء بن یسار اور امام زہری رحمہم اللہ مطلق طور پر ٹیک لگا کر کھانے کے قائل ہیں۔<sup>۲</sup> ہمارے رجحان کے مطابق ٹیک لگا کر کھانا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ جائز اس لیے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور کراہت اس لیے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ ② کھانے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ کھاتے وقت درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرے: ○ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے جیسا کہ تشہد میں بیٹھا جاتا ہے۔ ○ دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بائیں پاؤں زمین پر بچھا دے۔ ③ ٹیک لگا کر کھانے کی کراہت اس لیے ہے کہ اس سے پیٹ بڑھنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ ابراہیم غنوی رحمہ اللہ نے اسلاف سے نقل کیا ہے۔<sup>۴</sup>



## (۱۴) بَابُ الشَّوَاءِ

## باب: 14- بھنے ہوئے گوشت کا بیان

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿جَاءَ بِعَبْلِ حَنِيزٍ﴾  
[مود: ۶۹] أَيْ مَشْوِيٍّ.

ارشاد باری تعالیٰ: وہ ”(ابراہیم علیہ السلام) بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔“ حَنِيزٍ کے معنی ہیں: بھنا ہوا۔

وضاحت: بھنا ہوا گوشت کھانا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دلیل کے طور پر ایک آیت کریمہ پیش کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے انسانی شکل میں آئے تو انھوں نے ضیافت اور مہمانی کے طور پر ان کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ ملت ابراہیمی کے علمبردار تھے، اس لیے ان کی شریعت ہمارے لیے قابلِ حجت ہے۔

[5400] حضرت خالد بن ولید رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ بھنا ہوا سانڈا پیش کیا گیا۔ جب آپ نے اسے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ سے کہا گیا: یہ تو سانڈا ہے۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) اپنا دست مبارک روک لیا۔ حضرت خالد بن ولید رحمہ اللہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ”(حرام تو) نہیں لیکن میری قوم کی سرزمین میں نہیں پایا جاتا، اس لیے میں اس سے گھن محسوس کرتا ہوں۔“ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رحمہ اللہ نے اسے کھانا شروع کر دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔

۵۴۰۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُسُفَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: أَتَيْتِ النَّبِيَّ ﷺ بِضَبِّ مَشْوِيٍّ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ لِيَأْكُلَ فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ ضَبٌّ، فَأَمْسَكَ يَدَهُ، فَقَالَ خَالِدٌ: أَحْرَامٌ هُوَ؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنَّهُ لَا يَكُونُ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَاظُهُ»، فَأَكَلَ خَالِدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ.

امام مالک نے ابن شہاب سے (ضَبِّ مَشْوِيٍّ کے بجائے) ضَبِّ مَحْنُودِ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

قَالَ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: بِضَبِّ مَحْنُودٍ. [راجع: ۵۳۹۱]

فوائد ومسائل: ① بھنا ہوا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے اس طرح عنوان ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن سانڈا ہونے کی وجہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اگر وہ سانڈا نہ ہوتا تو آپ اسے ضرور کھاتے۔ شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے اسی طرح لکھا ہے۔<sup>(۱)</sup>

## (۱۵) بَابُ الْخَزِيرَةِ

## باب: 15- خزیرہ کا بیان

قَالَ الْبُخَارِيُّ: الْخَزِيرَةُ مِنَ الشَّحَالَةِ، وَالْحَرِيرَةُ مِنَ اللَّبَنِ.

حضرت بخاری نے کہا کہ خزیرہ آٹے کے چھان سے بنتا ہے جبکہ حریرہ دودھ سے تیار ہوتا ہے۔

وضاحت: خزیرہ، جو کے آٹے اور گوشت کے ٹکڑوں سے تیار کیا جاتا ہے اور اگر گوشت نہ ہو خالی آٹا ہو تو اسے حریرہ کہتے ہیں جو پتلا پتلا ہوتا ہے۔ یہ دونوں کھانے عربوں کے ہاں عام تھے۔

۵۴۰۱ - حَدَّثَنِي بَخْسِيُّ بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ: أَنَّ عِثْبَانَ بْنَ مَالِكٍ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمِنْ شُهَدَاءِ بَدْرٍ مِنَ الْأَنْصَارِ - أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي وَأَنَا أَصْلِي لِقَوْمِي، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ، فَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَاتَّخِذْهُ مُصَلًّى، فَقَالَ: «سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ».

[5401] حضرت محمود بن ربیع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عتبہ بن مالک رحمہ اللہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ صاحب، نبی ﷺ کے انصاری صحابہ میں سے ہیں، انھوں نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میری نظر کمزور ہو چکی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں، موسم برسات میں یہ نالا بہہ پڑتا ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے، ان دنوں میرے لیے ان کی مسجد میں جانا اور انھیں نماز پڑھانا ممکن نہیں رہتا۔ اللہ کے رسول! میری انتہائی خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں اور وہاں نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو اپنے لیے ”جائے نماز“ قرار دے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں ان شاء اللہ جلد ہی ایسا کروں گا۔“

قَالَ عِثْبَانٌ: فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ لِي: «أَلَيْسَ تُحِبُّ أَنْ أَصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَأَشْرْتُ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَّحْنَا فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ، فَثَابَ فِي الْبَيْتِ

حضرت عتبہ بن مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ ایک دن چاشت کے وقت جب سورج کچھ بلند ہوا تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رحمہ اللہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ نبی ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو بیٹھ بغیر ہی آپ نے فرمایا: ”تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں؟“ میں نے گھر کے ایک کونے کی نشاندہی کی۔ نبی ﷺ نے وہاں

کھڑے ہو کر تکبیر کہی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف بنا لی۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیر دیا۔ ہم نے آپ ﷺ کو خزیرہ پیش کرنے کے لیے روک لیا جو ہم نے خود تیار کیا تھا۔ گھر میں قبیلے کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے، ان میں سے کسی نے کہا: مالک بن دحسین کہاں ہیں؟ کسی نے کہا: وہ تو منافق ہے۔ اسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہ کہو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کیا ہے اور اس اقرار سے اس کا مقصد صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔“ (صحابی) نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، ہم نے تو اس لیے یہ بات کہی تھی کہ ہم اس کی توجہ اور اس کا لگاؤ منافقین کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اس سے مقصود اللہ کی خوشنودی ہو تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ ایسے شخص پر حرام کر دی ہے۔“

(راوی حدیث) حضرت ابن شہاب کہتے ہیں: پھر میں نے قبیلہ بنو سالم کے ایک فرد بلکہ ان کے سردار حضرت حصین بن محمد انصاری رضی اللہ عنہ سے محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔

**فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر مہمانوں کو خزیرہ پیش کیا جو خصوصی طور پر تیار کیا گیا تھا۔ یہ ایک بہترین، زود ہضم اور لذیذ پکوان ہے۔ گوشت کا باریک قیمہ کر کے دیگ میں ڈال دیا جاتا ہے، پھر اس میں پانی ڈال کر نیچے آگ جلاتے ہیں، جب قیمہ پک جاتا ہے تو اس پر جو کا آنا ڈالتے ہیں، اس طرح وہ لذت میں بے مثل ہوتا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کے پکوان مہمانوں کو پیش کیے جاسکتے ہیں، اس میں کسی قسم کی فضول خرچی یا اسراف نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔



وَقَالَ حُجَيْنْدٌ: سَمِعْتُ أَنَسًا: بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِصَفِيَّةَ. فَأَلْقَى التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ.

حمید نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی تو کھجوریں، گھی اور پنیر (دستر خوان پر) رکھے۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ: صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَنَسًا.

حضرت عمرو بن ابوعمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس موقع پر (کھجور، گھی اور پنیر سے) ایک حلہ سا تیار کیا تھا۔

وضاحت: حضرت حمید کی روایت متصل سند سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔<sup>(۱)</sup> اور عمرو بن ابوعمر کی روایت بھی تفصیلاً بیان ہو چکی ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حلہ تیار کر کے ایک چھوٹے سے دسترخوان پر بچا دیا، پھر آپ نے لوگوں کو دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ کا یہی ولیمہ تھا۔<sup>(۲)</sup>

[5402] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میری خالہ (ام حنیہ رضی اللہ عنہا) نے نبی ﷺ کی خدمت میں سانڈے، پنیر اور دودھ بطور تحفہ بھیجے، سانڈا آپ کے دسترخوان پر رکھا گیا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کے دسترخوان پر نہ رکھا جاتا۔ آپ نے دودھ نوش فرمایا اور پنیر کھالیا۔

۵۴۰۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهْدَتْ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ضَبَابًا وَأَقِطًا وَلَبَنًا، فَوَضَعَ الضَّبُّ عَلَى مَا يَدْرِيهِ، فَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يَوْضِعْ وَشَرِبَ اللَّبَنَ وَأَكَلَ الْأَقِطَ. [راجع: ۲۵۷۵]

فوائد و مسائل: ① دوسری روایت میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو سانڈے کا گوشت ہے۔ آپ اس سے گھن محسوس کرتے تھے، اس لیے آپ نے اس سے اپنا ہاتھ روک لیا، جسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کھایا۔ ③ اس حدیث کی مکمل وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ پنیر حلال ہے اور اس کا استعمال جائز ہے۔

باب: ۱۷- چقدر اور جو کھانے کا بیان

(۱۷) بَابُ السَّلَقِ وَالشَّعِيرِ

[5403] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں جمعہ کے دن بڑی خوشی ہوتی تھی کیونکہ

۵۴۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ

ہمارے ہاں ایک بوڑھی خاتون تھیں جو چقدر کی جڑیں لے کر ہنڈیا میں پکاتیں، اوپر سے جو کے دانے اس میں ڈال دیتی تھیں۔ جب ہم نماز جمعہ سے فارغ ہوتے اور اس سے ملنے کے لیے جاتے تو وہ ہمارے سامنے یہ کھانا رکھ دیتی تھیں۔ ہمیں اس وجہ سے جمعہ کے دن بڑی خوشی ہوتی تھی۔ اور ہم جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اس (پکوان) میں نہ چربی ہوتی اور نہ پکناہٹ ہی ہوتی تھی۔

سَعْدٌ قَالَ: إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَأَنَّ لَنَا عَجُوزًا تَأْخُذُ أَصُولَ السَّلَقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قَدْرٍ لَهَا فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، إِذَا صَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَمَا كُنَّا نَتَعَدَّى وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَاللَّهِ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ.

[راجع: ۹۳۸]

🌞 فوائد و مسائل: ❶ اسلام کے ابتدائی دور میں جب مہاجرین اپنا گھریا چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت انتہائی تنگ دستی کا عالم تھا۔ حدیث میں بیان کردہ ”دعوت شیراز“ ان دنوں ہی بہت قیمتی ہوتی۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسی قسم کی خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ❷ واقعی چقدر بھی سبزی میں جو بھی غذائی جنس ملائی جائے، پھر اس کا دلیہ بنایا جائے تو وہ انتہائی لذیذ اور مزے دار کھجوری تیار ہو جاتی۔ اس میں گھی کا دور دور تک کوئی نشان نہ ہوتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ اس قسم کے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

باب: 18- اگلے دانتوں سے گوشت نوچنا اور پکنے سے کچھ پہلے ہنڈیا سے نکال کر کھانا

(۱۸) بَابُ النَّهْشِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ

[5404] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے شانے کا گوشت نوچ کر کھایا، پھر اٹھے، نماز پڑھی لیکن آپ نے نیا وضو نہیں کیا۔

۵۴۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: تَعَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفًا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۷]

[5405] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے ہنڈیا سے نیم پنچہ گوشت والی ہڈی نکالی، اسے کھایا، پھر نماز پڑھائی اور نیا وضو نہیں کیا۔

۵۴۰۵ - وَعَنْ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْتَشَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَرَقًا مِنْ قَدْرٍ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۷]

🌞 فوائد و مسائل: ❶ رسول اللہ ﷺ کو روٹیاں اور شانے کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اس سے تین لقمے کھائے۔ اس

روایت سے گوشت کی قسم اور کھانے کی مقدار کا پتا چلتا ہے۔<sup>۱</sup> (۲) اس عنوان کے دو اجزاء ہیں: ○ ہنڈیا سے نیم پختہ گوشت نکال کر کھانا ○ دانتوں سے نوح کر اسے تادل کرنا۔ ان احادیث سے دونوں اجزاء ثابت ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہنڈیا سے نیم پختہ گوشت والی ہڈی نکالی اور اسے دانتوں سے نوح نوح کر کھایا۔ طاقت کے لحاظ سے ایسا گوشت کھانا بہت مفید ہوتا ہے۔ (۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا گوشت کھانے سے نیا وضو بنانا ضروری نہیں ہاں، لغوی وضو، یعنی منہ دھونا اور کلی کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۹) بَابُ تَعْرِقِ الْعَصَدِ

### باب: 19- شانے کا گوشت نوح کر کھانا

[5406] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

۵۴۰۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ مَكَّةَ.

[راجع: ۱۸۲۱]

[5407] حضرت ابو قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

انھوں نے کہا: میں ایک دن نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک مقام پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے آگے پڑاؤ کیا تھا۔ دیگر تمام صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے لیکن میں احرام میں نہیں تھا۔ لوگوں نے ایک گور خر دیکھا۔ میں اس وقت اپنے جوتے گاٹھنے میں مصروف تھا۔ انھوں نے مجھے گور خر کے متعلق کچھ نہ بتایا لیکن وہ چاہتے تھے کہ میں اس کی طرف دیکھ لوں، اچانک میں ادھر متوجہ ہوا تو وہ مجھے نظر آ گیا۔ پھر میں اپنے گھوڑے کی طرف گیا، اس پر زین رکھی اور سوار ہو گیا لیکن اپنا کوڑا اور نیزہ نیچے ہی بھول گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے نیزہ اور کوڑا بکڑا دو۔ انھوں نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! ہم اس (شکار کے) معاملے میں تمھاری کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے۔ میں یہ سن کر غصے سے بھر گیا، چنانچہ میں

۵۴۰۷ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ - وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَازِلٌ أَمَامَنَا، وَالْقَوْمُ مُخْرِمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُخْرِمٍ - فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحَشِيًّا وَأَنَا مَشْغُولٌ أَحْصَفُ نَعْلِي فَلَمْ يُؤْذِنُونِي لَهُ، وَأَحْبَبُوا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ، فَالْتَمَشْتُ فَأَبْصَرْتُهُ فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمَحَ فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُونِي السَّوْطَ وَالرُّمَحَ، فَقَالُوا: لَا، وَاللَّهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَغَضِبْتُ فَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ فَسَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ



نے اتر کر یہ دونوں چیزیں اٹھائیں، پھر سوار ہو کر اس پر حملہ کیا اور اس کے پاؤں کاٹ ڈالے، پھر میں اس کو لایا تو وہ ختم ہو چکا تھا۔ جب میں نے اسے پکالیا تو کھانے میں سب شریک ہو گئے۔ بعد میں انھیں شبہ ہوا کہ احرام کی حالت میں انھیں اسے کھانے کی اجازت بھی تھی؟ چنانچہ ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو میں نے اس کے بازو کا گوشت چھپا کر رکھا۔ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کے متعلق پوچھا، آپ نے دریافت فرمایا: ”تمہارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہے؟“ میں نے آپ ﷺ کو وہ شانہ پیش کر دیا تو آپ نے اسے تناول فرمایا یہاں تک کہ اس کے گوشت کو دانتوں سے نوج نوج کر ہڈی کو ننگا کر دیا، حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے۔

مَاتَ فَوَقَعُوا فِيهِ بِأَكْلُونَهُ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرْمٌ فَرَحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضْدَ مَعِيَ، فَأَذْرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: «مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟» فَتَأَوَّلْتُهُ الْعَضْدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى تَعَرَّفَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ.

محمد بن جعفر نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے، انھوں نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ مِثْلَهُ. [راجع: ۱۸۲۱]

فوائد ومسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ چھری کا نسا استعمال کیے بغیر گوشت کو منہ سے نوج نوج کر کھانا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے جلدی ہضم ہونے میں مدد ملتی ہے۔ ② اس حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ نے گورخر کا شانہ رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے دانتوں سے نوج نوج کر کھایا۔ اس کے لیے لفظ تَعَرَّقَ استعمال ہوا ہے۔ جس ہڈی پر گوشت ہوا اسے عرق کہتے ہیں اور اگر اسے نوج نوج کر بالکل صاف کر دیا جائے تو اسے عراق کہا جاتا ہے۔ بہر حال گوشت کھانے کے لیے چھری کا نسا استعمال کرنا اور دانتوں سے نوج کر کھانا دونوں طرح جائز ہے، البتہ نوج کر کھانا مستحب ہے۔<sup>①</sup>

### باب: 20- چھری سے گوشت کا نسا

[5408] حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں بکری کا

### (۲۰) بَابُ قَطْعِ اللَّحْمِ بِالسَّكِينِ

۵۴۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ

شانہ تھا جسے آپ چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پھر آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے وہ شانہ اور چھری جس سے گوشت کاٹ رہے تھے دونوں کو پھینک دیا، پھر کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور (نیا) وضو نہ کیا۔

أُمِّيَّة: أَنَّ أَبَاهُ عَمَرُو بْنُ أُمِّيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَخْتَرُ مِنْ كَيْفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ فُدْعِي إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَاهَا وَالسَّكِينِ النَّبِيُّ يَخْتَرُ بِهَا ثُمَّ قَالَ: فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۸]

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چھری سے گوشت کاٹ کر کھانا جائز ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گوشت، چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ یہ عجی لوگوں کی عادت ہے بلکہ اسے دانتوں سے نوج کر کھاؤ۔“ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند مضبوط نہیں ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو تطبیق کی یہ صورت ہوگی کہ چھری کانٹے سے کاٹ کر ہاتھ سے کھایا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ شانے کا گوشت کاٹ کر کھاتے تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ممانعت اس طرح کھانے سے ہو جیسے عجی لوگ کھاتے ہیں کہ چھری کانٹے سے کھایا جائے لیکن ہاتھ سے نہ اٹھایا جائے۔ ہمارے رجحان کے مطابق چھری سے کانٹے کی ممانعت صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: ۲۱- نبی ﷺ نے کبھی کھانے پر عیب نہیں لگایا

(۲۱) بَابُ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا

[5409] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں کوئی عیب نہیں نکالا۔ اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔

۵۴۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ، إِنْ اِسْتَهَاءَ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. [راجع: ۳۵۶۳]

فوائد و مسائل: ① اس سے مراد طلال کھانا ہے کیونکہ حرام کھانے کی مذمت کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ وہ تو سراپا عیب ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی مذمت کرتے اور اسے کھانے سے منع فرماتے تھے۔ ② بعض حضرات کا خیال ہے کہ خلقت کے اعتبار سے اسے معیوب قرار دینا منع ہے، البتہ تیار شدہ کھانے پر عیب لگایا جاسکتا ہے لیکن الفاظ میں عموم ہے، کسی صورت میں اسے معیوب کہنا صحیح نہیں، خواہ بنانے اور تیار کرنے کے اعتبار سے کیوں نہ ہو۔ اس طرح کھانا تیار کرنے والے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کھانے کے آداب میں سے ہے کہ اس میں عیب نہ نکالے جائیں کہ اس میں نمک نہیں ہے یا پھیکا ہے یا نمک زیادہ ہے یا اس کا شوربا اچھی طرح پکا ہوا نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں مکروہ ہیں، البتہ پکانے اور ترکیب میں کسی نقص کی اصلاح کرنا مکروہ نہیں ہے۔<sup>(۲)</sup>

## (۲۲) بَابُ النَّفْعِ فِي الشَّعِيرِ

باب: 22- جو کے آٹے میں پھونک مارنا

وضاحت: جو پینے کے بعد ان میں پھونک مارنا تاکہ چھلکے وغیرہ اڑ جائیں اور خالص آٹا باقی رہ جائے اور اسے چھلنی سے نہ چھانا جائے، پھر اسے روٹی یا ستو وغیرہ کے لیے استعمال کیا جائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احادیث میں پھونک مارنے کی جو ممانعت ہے وہ کپے ہوئے کھانے سے متعلق ہے، آٹے وغیرہ میں پھونک مارنا منع نہیں ہے۔

۵۴۱۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ أَنَّهُ سَأَلَ سَهْلًا: هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ النَّفْعِ؟ قَالَ: لَا، [فَقُلْتُ:] فَهَلْ كُنْتُمْ تَنْخُلُونَ الشَّعِيرَ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ. [انظر: ۵۴۱۳]

[5410] حضرت ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ آیا تم نے نبی ﷺ کے زمانے میں میدے کی روٹی دیکھی تھی؟ حضرت سہل نے کہا: نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا تم جو کا آٹا چھانتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں بلکہ اسے پھونک مار لیا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① جو کا آٹا یا گندم کا، اس میں پھونک ہی مارتے اور اسی پر اکتفا کرتے۔ اسے چھلنی سے چھانتے نہیں تھے۔ چونکہ اس دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رحمہ اللہ کی خوراک صرف جو تھی، اس لیے حدیث میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ طبی اعتبار سے اس قسم کا آٹا صحت کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔ اطباء اس قسم کا آٹا ہی تجویز کرتے ہیں۔ جس آٹے سے چھان نکل جائے وہ اکثر قابض ہوتا ہے اور بواسیر کا باعث بنتا ہے۔ میدہ تو انتڑیوں میں جم جاتا ہے۔ اسی طرح ”نان“ وغیرہ کا معاملہ ہے۔ یہ غیر طبی چیزیں حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف اور باعث صدماتراض ہیں۔ واللہ اعلم۔

## (۲۳) بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ

باب: 23- نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رحمہ اللہ کیا کھاتے تھے؟

وضاحت: اس عنوان کے تحت وہ احادیث ذکر ہوں گی جن میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رحمہ اللہ کی خوراک کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ حضرات خود بھی سادہ مزاج تھے اور خوراک بھی سادہ استعمال کرتے تھے۔ دنیا داروں کی طرح مزے دار اشیاء اور چٹخاروں سے کوسوں دور رہتے تھے۔

۵۴۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الثَّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ [5411] حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں



نے کہا: نبی ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کھجوریں تقسیم کیں تو ہر صحابی کو سات، سات کھجور عنایت فرمائیں۔ میرے حصے میں جو سات کھجوریں آئیں ان میں سے ایک تو بہت ردی قسم کی تھی لیکن سب سے زیادہ پسند بھی مجھے یہی کھجور تھی کیونکہ وہ چبانے میں سخت واقع ہوئی، یعنی اسے میں دیر تک چباتا رہا۔

زَيْدٌ عَنْ عَبَّاسِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ مَا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا، فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَفَةٌ، فَلَمْ يَكُنْ فِيهِ تَمْرَةٌ أُعْجِبَ إِلَيَّ مِنْهَا، شَدَّتْ فِي مَضَاغِي. [انظر: ٥٤٤١، ٥٤٤١ م]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حشفہ وہ کھجور ہوتی ہے جو درخت پر نہیں پکتی اور اس کی پختگی پوری نہیں ہوتی، اس لیے وہ خشک اور سخت ہو جاتی ہے۔ ② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد فقر و تنگدستی کا اظہار کرنا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو سات، سات کھجوریں ہر آدمی کے لیے بطور راشن ہوتی تھیں۔ ان میں بھی بعض خراب اور چبانے میں سخت ہوتیں، لیکن ایسی کھجوروں سے خوش ہوتے کہ انھیں چبانے میں دیر لگے گی اور زیادہ دیر منہ میں مٹھاس رہے گی۔

[5412] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات آدمیوں میں سے ساتواں تھا۔ ان دنوں ہمارا کھانا خاردار درخت کی پتیاں ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے ہم بکریوں کی طرح بیگنیاں کیا کرتے تھے۔ اب حالت یہ ہے کہ قبیلہ بنو اسد مجھے اسلام کے احکام سکھاتا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو میں خسارے میں رہا اور میری ساری کوشش ضائع ہو گئی۔

٥٤١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ سَعْدِ قَالَ: رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحَبَلَةِ أَوْ الْحَبَلَةِ حَتَّى يَضَعُ أَحَدُنَا مَا تَضَعُ الشَّاةُ، ثُمَّ أَضْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ، خَسِرْتُ إِذَا وَضَلَّ سَعْيِي. [راجع: ٣٧٢٨]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں کوفے کا گورنر بنایا تو وہاں کے لوگوں نے آپ کی شکایت کی کہ آپ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے اور نہ فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف ہی سے کام لیتے ہیں۔ اس پر انھیں غصہ آیا کہ ایک قدیم الاسلام انسان احکام شرعیہ سے کیسے غافل رہ سکتا ہے؟ اگر آج میں بنو سعد کی تعلیم و تادیب کا محتاج ہوں تو میرے سابقہ عمل ضائع ہو گئے کیونکہ ہم نے بڑے کٹھن حالات میں اسلام قبول کیا تھا جبکہ ہم درختوں کے پتوں پر گزارہ کرتے تھے۔ بہر حال بنو سعد کی کوئی بھی شکایت مبنی بر حقیقت نہ تھی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوراک کو بیان کیا ہے کہ ان دنوں کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی نہ تھی بلکہ یہ حضرات درختوں کے پتوں سے اپنا پیٹ بھرتے تھے جس سے انھیں سخت قبض ہو جاتی اور قضاے حاجت کے وقت بیگنیاں برآمد ہوتیں۔

۵۴۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَغْمُوثُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَقُلْتُ: هَلْ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّقِيَّ؟ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّقِيَّ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللَّهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: هَلْ كَانَتْ لَهُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَنَاحِلُ؟ قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُنْخَلًا مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللَّهُ حَتَّى قَبَضَهُ. قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنْخُولٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِيَ نَرَيْنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ. [راجع: ۵۴۱۰]

[5413] حضرت ابو حازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی میدے کی روٹی کھائی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے آپ نے میدے کی روٹی دیکھی تک نہیں حتیٰ کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پھر میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چھانیاں ہوتی تھیں؟ حضرت سہل نے فرمایا: زمانہ بعثت سے لے کر مرتے دم تک رسول اللہ ﷺ نے چھانٹی نہیں دیکھی۔ ابو حازم کہتے ہیں پھر میں نے سوال کیا: پھر تم بغیر چھنے جو کا آٹا کیسے کھاتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم انھیں پیستے تھے، پھر اسے پھونک لیا کرتے تھے، اس سے جو کچھ اڑنا ہوتا اڑ جاتا اور جو باقی رہتا اسے پانی سے گوندھ لیتے اور اس کی روٹی پکا کر کھا لیتے تھے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے زمانہ بعثت سے پہلے تو شام کے علاقوں کا سفر کیا جہاں بہت خوشحالی تھی اور میدے کی روٹی بھی وہاں بکثرت دستیاب تھی اور چھانیاں بھی ہوتی تھیں لیکن بعثت کے بعد آپ کے مکے، طائف اور مدینے کے علاوہ اور کہیں نہیں گئے۔ آپ نے جنوک کا سفر کیا ہے جو شام کے قریب تھا۔ وہاں بھی چند دن پڑاؤ کیا اور واپس آ گئے۔ ان علاقوں میں نہ چھانیاں موجود تھیں اور نہ آٹا ہی ملتا تھا۔ بہر حال حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے بقول جو کے آٹے میں پھونک مارتے، اس سے جو اڑتا ہوتا وہ اڑ جاتا، باقی ماندہ آٹے کو بطور ستوا استعمال کرتے یا گوندھ کر روٹی پکا لیتے۔ ان حضرات کی یہی خوراک تھی۔ بہر حال آج کل بھی سادہ زندگی بسر کی جاسکتی ہے۔ اس میں دین و دنیا دونوں کا بھلا اور خیر و برکت ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۴۱۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مُضِلَّةٌ، فَدَعَا فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَسْبَغْ مِنَ الْخُبْزِ الشَّعِيرِ.

[5414] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے آپ کو دعوت دی تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن کبھی جو کی روٹی بھی آپ نے پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

نوائد و مسائل: ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دنیوی معیشت

میں کس قدر تنگی تھی، اس لیے آپ نے بھی ہوئی بکری کھانے سے انکار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا حال یاد کر کے اسے کھانا گوارا نہ کیا۔ ② چونکہ یہ دعوت ولیمہ نہ تھی، اس لیے اس کا قبول کرنا ضروری نہ تھا کیونکہ دعوت ولیمہ بلا وجہ رد کرنے کی ممانعت ہے۔ ①

۵۴۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَلَا فِي سُكْرٍ جَوْهٍ وَلَا خُبْزٍ لَهُ مُرَقَّقٌ، قُلْتُ لِقَتَادَةَ: عَلَى مَا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى السَّفَرِ. [راجع: ۵۳۸۶]

[5415] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے نہ تو میز پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ چھوٹی چھوٹی پیالیوں کو کھانے میں استعمال کیا اور نہ آپ کے لیے باریک چپاتی ہی پکائی گئی۔ (راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے قتادہ سے پوچھا کہ پھر وہ کس چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ چمڑے کے دسترخوان پر کھانا رکھ کر اسے تناول فرماتے تھے۔

☀ فائدہ: اس حدیث سے بھی رسول اللہ ﷺ کی دنیوی معیشت کا پتا چلتا ہے کہ آپ کی خوراک بالکل سادہ تھی۔ اس میں اہل دنیا کی طرح تکلف نہیں ہوا کرتا تھا۔ لیکن ہمارے ہاں ایسی پر تکلف دعوتوں کا رواج چل نکلا ہے جن میں فضول خرچی کے علاوہ شہرت اور دکھلاوے کے جذبات نمایاں ہوتے ہیں۔

۵۴۱۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا شَبَعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعًا حَتَّى قُبِضَ. [انظر: ۶۴۵۴]

[5416] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مدینہ طیبہ آنے کے بعد آل محمد ﷺ نے کبھی مسلسل تین دن گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

☀ فائدہ: رسول اللہ ﷺ بہت کم کھانا پسند فرماتے تھے۔ آپ کو دنیوی عیش و عشرت میں قطعاً کوئی رغبت نہ تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا، چنانچہ حضرت جُحَيْفَةُ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ گوشت کا ٹرید کھایا، پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ڈکار لے رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابو جحیفہ! اپنے ڈکار کو روکو، جو لوگ دنیا میں سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن بھوکے ہوں گے۔“ ۲ اس کے بعد حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے وفات تک کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا جب صبح کا کھانا کھاتے تو شام کا کھانا چھوڑ دیتے اور جب شام کو کھانا کھاتے تو صبح کا کھانا نہ کرتے۔ ۳

1. فتح الباری: 681/9، 2. المستدرک علی الصحیحین للحاکم: 121/4، والسلسلة الصحیحة للألبانی، حدیث: 343.



## (۲۴) بَابُ التَّلْبِیْنَةِ

## باب: 24- حریرہ کا بیان

وضاحت: تلبین وہ شور بانما پکوان ہے جو آٹے یا میدے سے بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس میں شہد بھی ملا دیا جاتا ہے۔ اسے تلبین اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سفید اور پتلا ہونے میں دودھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اگر زیادہ سخت ہو جائے تو اسے خزیرہ کہتے ہیں۔ یہ عام طور پر مریضوں کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔

۵۴۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذَلِكَ النَّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ - إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا - أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطَبِخَتْ، ثُمَّ صَنَعَ ثَرِيدٌ، فَصُبَّتِ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ: كُلْنَ مِنْهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «التَّلْبِينَةُ مَجْمَعَةٌ لِفُرَادِ الْمَرِيضِ تَذْهَبُ بِنَعَضِ الْحَزَنِ». [انظر: ۵۶۸۹، ۵۶۹۰]

[5417] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کوئی ان کے رشتہ داروں میں سے فوت ہو جاتا تو اس کی وجہ سے عورتیں جمع ہو جاتیں۔ پھر جب وہ منتشر ہو جاتیں اور صرف اس کے رشتہ دار اور خاص لوگ رہ جاتے تو آپ ہنڈیا میں تلبین پکانے کا حکم دیتیں، چنانچہ تلبین پکایا جاتا، پھر ثرید بنا جاتا، اس پر تلبین ڈالا جاتا، اس کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: اسے کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ”تلبین مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور کچھ غم بھی دور کر دیتا ہے۔“

فائدہ: غذا کی کمی کے باعث اعضاء میں خشکی زیادہ آجاتی ہے، خاص طور پر معدے میں خشکی کی وجہ سے غلٹین آدمی کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔ حدیث میں بیان کردہ نسخہ معدے کو مرطوب اور طاقتور بناتا ہے۔ اس سے غم دور ہوتا ہے اور دل کو تسکین ملتی ہے۔ یہ اس وقت مفید ہوتا ہے جب نرم، پتلا اور اچھی طرح پکا ہوا ہو، گاڑھے یا اچھی طرح نہ پکے ہوئے میں مذکورہ خاصیت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

## (۲۵) بَابُ الثَّرِيدِ

## باب: 25- ثرید کا بیان

وضاحت: روٹی کے ٹکڑے کر کے انھیں شوربے میں ڈالتے ہیں جبکہ وہ شوربا گوشت کا ہو۔ بعض اوقات اس میں گوشت بھی ہوتا ہے۔ یہ عربوں کی بہت ہی پسندیدہ غذا ہے۔ طبی اعتبار سے یہ انتہائی مفید اور تکلیف کو دور کرنے والی ہے۔

۵۴۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْوَةَ [5418] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”مردوں

میں سے تو بہت سے کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں حضرت مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے سوا اور کوئی کامل نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔“

الْجَمَلِيَّ، عَنْ مَرْثَةِ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَأَسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ، وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ». [راجع: ۳۴۱۱]

🌞 فائدہ: اس حدیث سے ثرید کی برتری اور فضیلت ثابت ہوتی ہے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سحری کے کھانے اور ثرید میں برکت کی دعا فرمائی، لیکن اس کی سند میں کچھ کمزوری ہے۔<sup>۱</sup> طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمن چیزوں میں بہت برکت ہے، ایک اجتماعیت میں، دوسری سحری کھانے میں اور تیسرے ثرید میں۔“<sup>۲</sup>

[5419] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے۔“

۵۴۱۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي طَوَالَةَ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ».

🌞 فائدہ: ثرید ایک بہترین کھانا، جلدی ہضم ہونے والا اور مقوی غذا ہے۔ اس حدیث سے اس کی برتری کا پتا چلتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونچے مقام و مرتبے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کی تشریح پہلے کتاب المناقب میں گزر چکی ہے۔

[5420] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ آپ کے ایک درزی غلام کے پاس گیا۔ اس نے آپ ﷺ کی طرف ایک پیالہ بڑھایا جس میں ثرید تھا۔ پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تو نبی ﷺ اس میں سے کدو تلاش کرنے لگے۔ میں نے بھی کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھنا شروع کر دیے۔ اس کے بعد میں خود بھی کدو کو بہت پسند کرتا ہوں۔

۵۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ: سَمِعَ أَبَا حَاتِمَ الْأَشْهَلِ بْنَ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى غُلَامٍ لَهُ خِيَاطٌ فَقَدَمَ إِلَيْهِ قِصْعَةً فِيهَا ثَرِيدٌ، قَالَ: وَأَقْبَلَ عَلَى عَمَلِهِ، قَالَ: فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَبَعُ الدُّبَاءَ، قَالَ: فَجَعَلْتُ أَتَبَعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: فَمَا زِلْتُ بَعْدُ أَحِبُّ الدُّبَاءَ. [راجع: ۲۰۹۲]

🌞 فوائد و مسائل: ❶ گوشت اور کدو کے شوربے میں جب روٹی کے ٹکڑے ڈال کر شید تیار کیا جائے تو بہت عمدہ اور لذیذ غذا بن جاتی ہے۔ گرم ممالک میں اس قسم کا کھانا بہت مفید ہوتا ہے یہ پیاس اور جگر کی گرمی کو دور کرتا ہے۔ اس سے قبض نہیں ہوتی بلکہ جلدی ہضم ہونے والا کھانا ہے۔ اس سے ریاح پیدا نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ اس قسم کے کھانے کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کدو ایک عمدہ ترکاری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پسند کرنے کی وجہ سے اہل ایمان بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

### (۲۶) بَابُ شَاةٍ مَسْمُوطَةٍ وَالْكَتِفِ وَالْجَنْبِ

باب: 26 - کھال سمیت بھینی ہوئی بکری، دسی اور چانپ کے گوشت کا بیان

۵۴۲۱ - حَدَّثَنَا هُذَيْفَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَامُ ابْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَخَبَّازُهُ قَائِمٌ، قَالَ: كُلُوا فَمَا أَغْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَى رَغِيفًا مَرْقَقًا حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ، وَلَا رَأَى شَاةً سَمِيطَةً بِعَيْنِهِ قَطُّ. [راجع: ۵۳۸۵]

[5421] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی روٹی پکانے والا ان کے پاس ہی کھڑا تھا، انھوں نے فرمایا: تم کھاؤ، مجھے معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی پتلی چپاتی دیکھی ہو حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور نہ آپ نے کبھی سالم بھینی ہوئی بکری ہی دیکھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ❶ عربوں کے ہاں جو لوگ خوش حال ہوتے وہ بکری کا بچہ لیتے اور اسے ذبح کر کے اندرونی صفائی کے بعد کھال سمیت اسے سخت گرم پانی میں ڈال دیتے۔ جب اس کے بال اتر جاتے تو سالم بچے کو بھون لیتے، پھر مزے سے کھاتے۔ اس کے دو نقصان ہوتے: ایک تو چھوٹے سے ہی کو ذبح کر لیا جاتا، دوسرے اس کی کھال ضائع ہو جاتی۔ ❷ رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر اس انداز سے بھینی ہوئی بکری کبھی نہیں دیکھی، نہ آپ نے کھانے کا میز، چھوٹی پیالیاں، باریک پیسا ہوا آٹا اور چھنا ہوا آٹا استعمال کیا بلکہ جو کا بغیر چھنا آٹا ہی بطور خوراک استعمال فرمایا کرتے تھے، لیکن بھنا ہوا شانہ تناول کرنا ثابت ہے جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے۔

۵۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمِّةِ الضَّمَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا، فَدَعَا إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السُّكَيْنَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۸]

[5422] حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانے سے گوشت کا ٹرے تھے، پھر آپ نے اسے کھایا۔ پھر آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور چھری کو وہیں پھیک دیا، چنانچہ آپ نے نماز پڑھی لیکن نیا وضو نہ کیا۔



🕌 فوائد و مسائل: ❶ دسی کا گوشت آپ کو بہت مرغوب تھا، اسے خوشی سے تناول فرماتے، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں چانپ کا ذکر کیا ہے۔ گویا آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی ہوئی چانپ پیش کی۔ آپ نے اسے کھایا، پھر آپ نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے اور وضو نہ کیا۔ ❷ اسی طرح حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا تو آپ نے چانپ بھوننے کا حکم دیا، پھر آپ چھری سے کاٹ کاٹ کر مجھے دیتے تھے۔ ❸

(۲۷) بَابُ مَا كَانَ السَّلَفُ يَدْخِرُونَ فِي بَيْتِهِمْ وَأَسْفَارِهِمْ مِنَ الطَّعَامِ وَاللَّحْمِ وَغَيْرِهِ

باب: 27- سلف صالحین اپنے گھروں اور سفروں میں کھانا اور گوشت وغیرہ محفوظ کر لیتے تھے

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایک توشہ دان تیار کیا تھا۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ: صَنَعْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَابْنِي بَكْرٍ سَفْرَةً.

🕌 وضاحت: بعض صوفیاء کا خیال ہے کہ کل کے لیے غذائی مواد کا ذخیرہ کرنا جائز نہیں اور سیر ہو کر کھانے کے بعد زائد کھانا صدقہ نہ کرنے والا کامل الایمان نہیں ہے اور خلاف ورزی کرنے والا اللہ پر توکل نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی کا شکار ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ احادیث میں اس موقف کی تردید کی ہے۔ ❸

[5423] حضرت عابس سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھانے سے منع کیا ہے؟ انھوں نے کہا: صرف ایک سال منع کیا تھا جس سال لوگ (قحط کے سبب) بھوکے تھے۔ آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ مال دار لوگ غریبوں کو گوشت کھلا دیں۔ ہم پائے رکھ لیتے تھے اور انھیں پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کرنے میں کیا مجبوری تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سوال پر ہنس پڑیں اور فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ

۵۴۲۳ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَنْهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ؟ قَالَتْ: مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامِ جَاعَ النَّاسُ فِيهِ، فَأَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيِّ الْفَقِيرَ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ، قِيلَ: مَا اضْطَرَّكُمْ إِلَيْهِ؟ فَضَحِكْتُ، قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزٍ بَرٍّ مَادُومٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى لِحِقَ بِاللَّهِ.

کی آل و اولاد نے سالن کے ساتھ گہوں کی روٹی مسلسل تین دن تک کبھی نہیں کھائی تھی حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

وَقَالَ ابْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَاصِمٍ بِهَذَا. [انظر: ۵۴۳۸، ۵۵۷۰، ۵۵۷۰]

ابن کثیر نے کہا: ہمیں سفیان نے بتایا کہ ان سے عبدالرحمن بن عاص نے یہی حدیث بیان کی۔

[۶۶۸۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① طعام سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کھائی جاتی ہو۔ اس حدیث میں پائے ذخیرہ کرنے کا بیان ہے۔ ② عنوان سے مناسبت واضح ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تاکہ مال دار لوگ غرباء و مساکین کو گوشت کھلائیں۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ③ سائل کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منہ پڑنا بطور تعجب تھا کہ آل رسول کی معیشت میں وسعت نہ تھی اور کئی کئی روز فاقے سے گزر جاتے تو مجبوری کا سبب دریافت باعث تعجب ہے۔

۵۴۲۴ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: قَالَ: كُنَّا نَتَرَوُذَ لُحُومَ الْهَدْيِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ.

[5424] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں قربانی کا گوشت مدینہ طیبہ تک لاتے تھے۔

نَابَعَهُ مُحَمَّدٌ عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ. محمد نے ابن عیینہ سے روایت کرنے میں عبد اللہ بن محمد کی متابعت کی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَقَالَ: حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ؟ قَالَ: لَا. [راجع: ۱۷۱۹]

ابن جریج نے کہا کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا: کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آ گئے؟ انھوں نے کہا: یہ نہیں کہا تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں قربانی کرتے، پھر قربانی کا گوشت ذخیرہ کیا جاتا تھی کہ اسے مدینہ طیبہ لایا جاتا۔ اس سے دوران سفر میں طعام ذخیرہ کرنے کا جواز ملتا ہے۔ اس سے واضح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی ذبح کی پھر حضرت ثوبان سے فرمایا: ”اس کا گوشت صاف کر کے بناؤ۔ میں آپ کو وہ گوشت کھلاتا رہا حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔“ ② صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے تھے: یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت عطاء نے ”ہاں“ میں جواب دیا۔<sup>۱</sup> شاید عطاء سے یہ

① صحیح مسلم، الأضاحی، حدیث: 5110 (1975)، 2 صحیح مسلم، الأضاحی، حدیث: 5105 (1972).

حدیث بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ کبھی انھوں نے ان الفاظ کو یاد رکھا اور بیان کیا اور کبھی بھول گئے تو انکار کر دیا، البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت کو قابل اعتماد قرار دیا ہے۔<sup>1</sup>

## (۲۸) بَابُ الْحَنِيسِ

## باب: 28- حنيس کا بيان

**وضاحت:** حنيس سے مراد وہ حلہ ہے جو کھجور، گھی اور پنیر سے بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات پنیر کے بجائے اس میں آٹا ملا یا جاتا ہے۔<sup>2</sup>

[5425] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم اپنے یہاں کے بچوں میں سے کوئی بچہ تلاش کر لاؤ جو میرے کام کر دیا کرے۔“ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مجھے لے کر نکلے اور اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کہیں پڑاؤ کرتے تو میں آپ کی خدمت کرتا۔ میں آپ کو بکثرت یہ دعا پڑھتے سنتا: ”اے اللہ! میں تیرے ذریعے سے غم و اندوہ، عجز و سستی، بخل کے بوجھ و بزدلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبے سے پناہ چاہتا ہوں۔“ میں ہمیشہ آپ ﷺ کی خدمت کرتا رہا حتیٰ کہ ہم خیبر سے واپس آئے۔ حضرت صفیہ بنت حبیبہ بھی ساتھ تھیں جنھیں آپ نے پسند فرمایا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے کھل یا چادر کا پردہ کیا پھر ان کو وہاں بٹھایا۔ آخر جب ہم مقام صہباء پہنچے تو آپ نے دسترخوان پر حنيس تیار کرایا، پھر مجھے بھیجا تو میں نے لوگوں کو بلایا، پھر سب لوگوں نے اسے کھایا۔ یہی آپ ﷺ کی طرف سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت کی دعوت و لیمہ تھی۔ پھر آپ روانہ ہوئے، جب احد پہاڑ دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ پہاڑ ہم سے محبت

۵۴۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَلٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ: «الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكَمْ يَخْدُمُنِي»، فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرِدُّنِي وَرَاءَهُ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُلَّمَا نَزَلَ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدِّينِ، وَغَلْبَةِ الرِّجَالِ»، فَلَمْ أَرَلْ أَخْدُمُهُ حَتَّى أَقْبَلْنَا مِنْ خَيْبَرَ وَأَقْبَلَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حَبِيبٍ قَدْ حَارَزَهَا، فَكُنْتُ أَرَاهُ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ أَوْ بِكَسَاءٍ ثُمَّ يُرِدُّهَا وَرَاءَهُ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَنَعَ حَنَسًا فِي نِطْعٍ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رَجُلًا فَأَكَلُوا، وَكَانَ ذَلِكَ بِنَاءً بِهَا، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَأَ لَهُ أُحُدٌ، قَالَ: «هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ»، فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا



مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ، اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدَّتِهِمْ وَصَاعِهِمْ». [راجع: ۳۷۱]

رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔“ اس کے بعد جب مدینہ طیبہ نظر آیا تو آپ نے فرمایا: ”اے اللہ! میں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیانی علاقے کو اسی طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا قرار دیا تھا۔ اے اللہ! مدینہ والوں کے مدد اور صاع میں برکت عطا فرما۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور مدینہ طیبہ کو مکہ کی طرح خیر و برکات سے مالا مال کر دیا۔ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا بڑی معتدل، وہاں کا پانی میٹھا اور غذا بہترین اثرات رکھتی ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طویل حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ کھجور، گھی اور پنیر سے جس تیار کر کے بوقت ضرورت ویسے میں کھلایا جاسکتا ہے۔ ویسے میں گوشت کا ہونا ضروری نہیں۔ موقع محل کے مطابق جو کچھ میسر ہو اسے پیش کر دیا جائے۔ واللہ اعلم۔

### (۲۹) بَابُ الْأَكْلِ فِي إِنْاءٍ مُّقَضَّصٍ

باب: 29- چاندی کے طمع کیے ہوئے برتن میں کھانا

وضاحت: سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا منع ہے۔ اگر کسی برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو، تو اسے بھی استعمال میں نہیں لانا چاہیے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: ”جو شخص سونے چاندی کے برتنوں میں یا سونے چاندی لگے ہوئے برتنوں میں پیتا ہے وہ جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں اٹھاتا ہے۔“ ①

[5426] حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے، انھوں نے پانی مانگا تو ایک مجوسی نے ان کو پانی لا کر دیا۔ جب اس نے پیالہ ان کے ہاتھ میں دیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پیالہ اس پر پھینک مارا اور فرمایا: اگر میں نے اسے ایک یا دوبار منع نہ کیا ہوتا تو میں اس سے یہ معاملہ نہ کرتا لیکن میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ”ریشم اور دیباچ نہ پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں ہی میں کچھ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کچھ کھاؤ کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں ان (کافروں)

۵۴۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حَذِيفَةَ فَاسْتَسْقَى فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ، فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِي يَدِهِ رَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ: لَمْ أَفْعَلْ هَذَا، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صَحَافِهَا

فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ». [انظر: کے لیے ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔]

[۵۸۳۷، ۵۸۳۱، ۵۶۳۳، ۵۶۳۲]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس لیے برتن پھینک دیا تھا کہ زبانی طور پر بار بار منع کرنے کے باوجود وہ اس سے باز نہ آیا بالآخر جزو تو بیخ کے طور پر اس پر دے مارا۔ ② حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی نے جو پیالہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تھا وہ چاندی کا تھا یا چاندی کے پانی سے ملع شدہ تھا کیونکہ چاندی کے برتن اور چاندی سے ملع برتن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ایسے برتنوں کی ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں ہے۔ ③ حدیث میں اگرچہ پینے کا ذکر ہے لیکن یہ حکم کھانے کو بھی شامل ہے۔ بہر حال کھانے پینے کے لیے ہر قسم کے برتن استعمال کیے جاسکتے ہیں لیکن سونے چاندی یا ان سے ملع کیے ہوئے برتن کو استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ ④

### باب: 30- کھانے کا بیان

### (۳۰) بَابُ ذِكْرِ الطَّعَامِ

[5427] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس مومن کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے گنترے کی طرح ہے جس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ بھی اچھا ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ شیریں ہے۔ اور منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے گل جونہ کی طرح ہے جس کی خوشبو دلربا لیکن ذائقہ انتہائی کڑوا ہے۔ اور جو منافق قرآن بھی نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن (تے) جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور جس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔“

۵۴۲۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأَنْزَجَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الثَّمَرَةِ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلُوٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ، وَطَعْمُهَا مُرٌّ». [راجع: ۵۰۲۰]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مزیدار اور خوشبودار کھانا تناول کرنا جائز ہے کیونکہ آپ نے مومن کی مثال گنترے سے دی ہے جو مزیدار اور خوشبودار ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ حلال طور پر مزیدار کھانا عنایت فرمائے تو اسے خوشی خوشی کھانا چاہیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ② مزیدار کھانا زہد و تقویٰ کے خلاف نہیں ہے اور جو جاہل لوگ مزیدار کھانے کو پانی یا نمک سے بد مزہ کر کے کھاتے ہیں یہ ان کی حماقت اور نادانی ہے، نیز

اس حدیث میں تلخ طعام کی کراہت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض اسلاف سے مزید ارکھانوں کی کراہت منقول ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ کے لیے ایسی عادت اختیار نہ کی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور وہ گمراہی میں جا پڑے۔<sup>۱</sup>

۵۴۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: حَدَّثَنَا [5428] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”عائشہ کی برتری دوسری عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کو دیگر کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اس میں ثرید کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کھانے کو بہت پسند کرتے تھے۔ گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بگودے جاتے ہیں۔ جب یہ نرم ہو جائیں تو انھیں کھایا جاتا ہے۔ یہ کھانا انتہائی مزیدار اور زود ہضم ہوتا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ مزیدار کھانے میں کوئی حرج نہیں یہ ضروری نہیں کہ اسے کسی چیز سے بد مزہ کر کے استعمال کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

۵۴۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سَمِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ، فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهِ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ». [راجع: ۱۸۰۴]

[5429] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سفر تو عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمھاری نیند اور کھانے کو روک دیتا ہے، اس لیے جب تم میں سے کوئی دوران سفر میں اپنی حاجت پوری کر لے تو جلد اپنے گھر لوٹ آئے۔“

فوائد و مسائل: ① زمانہ قدیم میں واقعی سفر عذاب کا نمونہ ہوتا تھا۔ لیکن اس دور میں بہت سی سہولیات دوران سفر میں میسر ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود سفر اپنا حق وصول کر کے رہتا ہے اور تکلیف محسوس ہوتی ہے، خواہ ہوائی جہاز ہی پر سفر کیوں نہ کیا جائے، نیز دوران سفر میں انسان جمعہ، جماعت اور اہل و عیال کے حقوق واجبہ سے محروم رہتا ہے۔ ② اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو اتنا ضرور کھانا چاہیے جس سے جسم اور روح کا رشتہ قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں اسے سہولت رہے۔<sup>②</sup>



وضاحت: ہر وہ چیز سالن ہے جس کے ذریعے سے روٹی کو خوشگوار کر کے کھایا جائے، خواہ وہ شوربا ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز، وہ خود تیار کیا جائے یا پہلے سے تیار شدہ ہو۔

[5430] حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے تین شرعی حکم وابستہ ہیں: پہلا یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا تاکہ اسے آزاد کر دیں لیکن اس کے آقاؤں نے کہا کہ ولاء ہمارے لیے ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ”اگر تم چاہتی ہو تو ان سے یہ شرط کر لو لیکن ولاء اس کے لیے ہوگی جو اس کو آزاد کرے۔“ دوسرا یہ کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا گیا تو اسے یہ اختیار دیا گیا کہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہے یا اس سے علیحدہ ہو جائے۔ تیسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، جبکہ (وہاں) آگ پر ہانڈی ابل رہی تھی۔ آپ نے دوپہر کا کھانا طلب فرمایا تو روٹی اور گھر میں موجود سالن پیش کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں گوشت نہیں دیکھ رہا ہوں؟“ اہل خانہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گوشت ہے جو بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا، اس نے وہ ہمیں ہدیہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”(ٹھیک ہے) وہ اس (بریرہ) پر صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔“

۵۴۳۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنِ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تُشْتَرِيَهَا فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا: وَلَنَا الْوَلَاءُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: «لَوْ شِئْتُ شَرَطْتِيهِ لَهُمْ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ». قَالَ: وَأُعْتِقْتُ فَخَيْرْتُ فِي أَنْ تَقَرَّ تَحْتَ زَوْجِهَا أَوْ تَفَارِقَهُ، وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا بَيْتَ عَائِشَةَ وَعَلَى النَّارِ بُرْمَةٌ تَقُورُ، فَدَعَا بِالْغَدَاءِ فَأَتَيْتُ بِخُبْزٍ وَأُذْمٍ مِنْ أَدَمِ النَّبْتِ فَقَالَ: «أَلَمْ أَرْ لَحْمًا؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَكِنَّهُ لَحْمٌ تُصَدِّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَأَهْدَنَهُ لَنَا، فَقَالَ: «هُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا وَهَدِيَّةٌ لَنَا».

[راجع: ۴۵۶]

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے دوسرے سالن کے بجائے گوشت کو پسند فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو گوشت پسند تھا۔ دنیا اور آخرت میں گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کی دعوت کی تو انھوں نے ایک بکری ذبح کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گویا تجھے معلوم ہے کہ ہمیں گوشت محبوب ہے۔“<sup>①</sup> اور جن اسلاف سے گوشت پر دوسری اشیاء کی ترجیح منقول ہے، اس سے مراد ان کی قناعت پسندی ہے تاکہ انسان عمدہ چیزوں کا عادی نہ بن جائے۔ بہر حال گوشت ایک بہترین سالن ہے اگر کوئی اسراف و تبذیر سے بالاتر ہو کر اس کا اہتمام کرتا ہے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔<sup>②</sup>

## (۳۲) بَابُ الْحَلْوَى وَالْعَسَلِ

## باب: 32- میٹھی چیز اور شہد کا بیان

وضاحت: ہر میٹھی چیز جو کھائی جائے اسے عربی میں حلوه کہتے ہیں۔ یہ مومن کے مزاج کے مطابق ہے کیونکہ اس کے کردار و گفتار میں مٹھاس ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی میٹھی چیز پسند کرتے تھے جیسا کہ آئندہ حدیث میں آئے گا۔ اس میں مرد و عورت دونوں میں تیار شدہ حلوه بھی شامل ہے۔ میٹھی چیز اور شہد ان پاکیزہ اشیاء میں سے ہیں جن کے استعمال کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔<sup>①</sup>

۵۴۳۱ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَى وَالْعَسَلَ. [راجع: ۹۱۲]

[5431] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ﴿۱﴾ اس نیت سے میٹھی چیز اور شہد استعمال کرنا عین ثواب ہے کہ یہ چیزیں رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ ہیں۔ آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اس چیز کو پسند کیا جائے جسے آپ نے پسند فرمایا ہے۔ ثعلبی نے کہا ہے کہ جس میٹھی چیز کو رسول اللہ ﷺ پسند کرتے تھے وہ کھجور اور دودھ سے ملا کر تیار کی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی چاہت کے مطابق جس میٹھی چیز کے چند لقمے تناول فرماتے تو حاضرین مجلس یہ خیال کرتے کہ آپ کو میٹھی چیز سے بہت محبت ہے۔ آپ ﷺ شہد کو بھی بہت پسند کرتے تھے۔ ﴿۲﴾ بعض حضرات کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر اس میٹھی چیز کو پسند کرتے جو طبعی طور پر میٹھی ہوتی جیسے کھجور اور شہد وغیرہ لیکن یہ حدیث اس موقف کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس میں شہد کے مقابلے میں میٹھی چیز پسند کرنے کا ذکر ہے۔<sup>②</sup> واللہ اعلم۔

۵۴۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي الْفَدْلِكِ عَنْ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَلْزُمُ النَّبِيَّ ﷺ لِشَيْعِ بَطْنِي حِينَ لَا أَكُلُ الْخَمِيرَ وَلَا أَلْبَسُ الْحَرِيرَ، وَلَا يَخْدُمُنِي فَلَانٌ وَلَا فَلَانَةٌ، وَأَلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ. وَأَسْتَفْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ وَهِيَ مَعِيَ، كَيْ يَنْقَلِبَ

[5432] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت نبی ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اس وقت میں نہ تو خمیری روٹی کھاتا تھا اور نہ ریشم ہی پہنتا تھا اور نہ کوئی لوٹری یا غلام میری خدمت کرتا تھا۔ میں بھوک کی شدت کی بنا پر اپنا پیٹ سنگریزوں سے ملائے رکھتا تھا۔ کبھی میں کسی آدمی سے قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھتا تھا، حالانکہ وہ مجھے یاد ہوتی تھی،

مقصد یہ ہوتا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے۔ مسکینوں کے حق میں سب سے بہتر شخص حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ ہمیں (اپنے ہمراہ گھر) لے جاتے اور جو کچھ بھی گھر میں ہوتا وہ ہمیں کھلا دیتے۔ کبھی تو ایسا ہوتا کہ وہ ہماری طرف کچی نکال کر لے آتے اور اس میں کچھ نہ ہوتا، ہم اسے پھاڑ کر جو اس میں لگا ہوتا اسے چاٹ لیتے تھے۔

بِی قِطْعَمَی، وَخَیْرُ النَّاسِ لِلْمَسَاكِیْنِ جَعْفَرُ ابْنُ اَبِی طَالِبٍ، یَنْقَلِبُ بِنَا قِطْعَمًا مَا كَانَ فِی بَیْتِهِ، حَتّٰی اِنْ كَانَ لَیُخْرِجُ اِلَیْنَا الْمَكَّةَ لَیْسَ فِیْهَا شَیْءٌ فَتَسْتَفُّهَا فَتَلْعَقُ مَا فِیْهَا۔ (راجع: ۳۷۰۸)

🌟 فائدہ: ابن مزیر نے کہا ہے کہ اس وقت اکثر کہیوں میں شہد ہوتا تھا اور ایک روایت میں اس امر کی صراحت ہے کہ وہ شہد کی کچی تھی، اس طرح یہ حدیث عنوان کے مطابق ہوگئی۔ گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان سے اس طریق کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔<sup>(۱)</sup>

### باب: 33- کدو کا بیان

[5433] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک درزی غلام کے پاس گئے تو آپ کو کدو پیش کیا گیا جسے آپ نے تناول کرنا شروع کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو کھاتے دیکھا ہے، میں مسلسل اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔

### (۳۳) بَابُ الذُّبَاءِ

۵۴۳۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا أَزْهَرُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى مَوْلَى لَهُ خَبَاطًا، فَأَتَى بِذُبَاءٍ فَجَعَلَ يَأْكُلُهُ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُهُ۔ (راجع: ۲۰۹۲)

🌟 فوائد و مسائل: (۱) طبی طور پر کدو کی کئی ایک خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گیا تو وہاں کدو دیکھے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کدو ہیں۔ ہم انھیں کھانے میں بکثرت استعمال کرتے ہیں۔“<sup>(۲)</sup> حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا من پسند کھانا کدو ہوتا تھا۔<sup>(۳)</sup>

باب: 34- آدمی اپنے بھائیوں کے لیے کھانے میں تکلف کرے

### (۳۴) بَابُ الرَّجُلِ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ

[5434] حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انصار کے ایک آدمی کو ابو شعیب کہا جاتا تھا،

۵۴۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي



اس کا ایک گوشت فروش غلام تھا۔ ابو شعیبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا: تم میری طرف سے کھانا تیار کرو، میری خواہش ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کی دعوت کروں، چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کو دعوت دی تو ایک آدمی مزید ان کے پیچھے لگ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے ہم پانچ آدمیوں کی دعوت کی ہے مگر یہ آدمی بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے اگر چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہو تو اسے روک دو۔“ ابو شعیبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے بھی اجازت دے دی۔ محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب لوگ دسترخوان پر بیٹھے ہوں تو انھیں اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ ایک دسترخوان والے دوسرے دسترخوان والوں کو کوئی چیز دیں، البتہ ایک ہی دسترخوان کے شرکاء کو کوئی چیز دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔

مَسْعُودُ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شُعَيْبٍ، وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَامٌ فَقَالَ: اصْنَعْ لِي طَعَامًا أَذْعُو رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَذَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ وَهَذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَذْنُتَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ»، قَالَ: بَلْ أَذْنُتُ لَهُ.

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: إِذَا كَانَ الْقَوْمُ عَلَى الْمَائِدَةِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُتَاوَلُوا مِنْ مَائِدَةٍ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى، وَلَكِنْ يُتَاوَلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي تِلْكَ الْمَائِدَةِ أَوْ يَدْعُوا. (راجع: ۲۰۸۱)

🌞 فوائد و مسائل: ① ابو شعیبہ نامی صحابی جلیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں انتہائی تکلف کیا کہ سیشل ایک ماہر آدمی سے گوشت تیار کرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ چھپے آدمی کو دعوت میں شریک کرنا تکلف ہے۔ ② بہر حال مہمانوں اور بھائیوں کی دعوت کے موقع پر تکلف کرنا جائز اور مباح ہے۔ ان کے لیے گوشت کا اہتمام کرنا ایک پسندیدہ خصلت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا و آخرت میں گوشت تمام کھانوں کا سردار ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 35 - جس شخص نے کسی دوسرے کو کھانے کی دعوت دی لیکن خود اپنے کام میں مصروف رہا

(۳۵) بَابُ مَنْ أَضَافَ رَجُلًا إِلَى طَعَامٍ وَأَقْبَلَ هُوَ عَلَى عَمَلِهِ

[5435] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ابھی نو عمر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے درزی غلام کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ آپ کے پاس ایسے کھانے کا پیالہ لے آیا جس میں کدو تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کدو تلاش کر کے کھانے

۵۴۳۵ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ: سَمِعَ النَّصْرَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا أُمَشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى غُلَامٍ لَهُ خِيَاطٌ،

لگے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں کدو جمع کر کے آپ کے سامنے رکھنے لگا۔ اس دوران میں میزبان اپنے کام میں مصروف رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ کچھ دیکھنے کے بعد میں بھی مسلسل کدو پسند کرنے لگا ہوں۔

فَأَتَاهُ بِقِصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ وَعَلَيْهِ دُبَاءٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ، قَالَ: فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ جَعَلْتُ أَجْمَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: فَأَقْبَلَ الْغُلَامُ عَلَى عَمَلِهِ، قَالَ أَنَسٌ: لَا أَرَأُلُ أَحَبُّ الدُّبَاءَ بَعْدَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَنَعَ مَا صَنَعَ. [راجع: ۲۰۹۲]

🌞 فوائد و مسائل: ① اگرچہ میزبان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ کھانے کے دوران میں مہمان کے پاس بیٹھے تاکہ اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو وہ پوری کی جاسکے لیکن ایسا ضروری نہیں جیسا کہ مذکورہ حدیث کے مطابق درزی غلام نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا پیش کیا اور خود اپنے کام کاج میں مصروف ہو گیا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ میزبان کا مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا ضروری نہیں، البتہ اگر مہمان اصرار کرے کہ میزبان میرے ساتھ بیٹھ کر کھائے تو ایسے حالات میں پیچھے رہنا مردّت کے خلاف ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مہمانوں نے اصرار کیا تھا۔<sup>۱</sup>

### باب: 36- شور بے کا بیان

[5436] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے نبی ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خصوصی طور پر آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ میں بھی نبی ﷺ کے ہمراہ گیا۔ اس نے جو کڑی روٹی اور شور با پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کدو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھا رہے ہیں۔ اس دن کے بعد میں بھی مسلسل کدو کو پسند کرنے لگا ہوں۔

### (۳۶) بَابُ الْمَرْقِ

۵۴۳۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لَطَعَامٍ صَنَعَهُ، فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّبْتُ خُبْزَ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقِصْعَةِ، فَلَمْ أَرُلُ أَحَبُّ الدُّبَاءَ بَعْدَ يَوْمَيْهِ. [راجع: ۲۰۹۲]

🌞 فائدہ: اس حدیث میں شور بے کا ذکر ہے بلکہ ایک حدیث میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اس میں شور با زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کے حصے کا پانی بھی اس میں ڈال دو۔“<sup>۲</sup> حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سواندھ ذبح کیے، پھر ہر ادھ سے گوشت لے کر اسے پکایا، اس سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھایا، پھر ان دونوں حضرات نے اس کا شور با پیا۔<sup>۳</sup>

## (۳۷) بَابُ الْقَدِيدِ

## باب: ۳۷- خشک گوشت کا بیان

۵۴۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِمَرْقَةٍ فِيهَا دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُهُ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ يَأْكُلُهَا. [راجع: ۲۰۹۲]

[5437] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ کو شوربا پیش کیا گیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کدو تلاش کر کے کھا رہے تھے۔

☀ فائدہ: گوشت کو صاف کر کے پھر اس کے ٹکڑوں پر نمک لگا کر دھوپ میں خشک کیا جاتا ہے۔ اس خشک کیے ہوئے گوشت کو عربی زبان میں ”قَدِيد“ کہتے ہیں۔ بعض خواتین گوشت کو ابال کر خشک کر لیتی ہیں پھر اسے دیر تک استعمال کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین خشک گوشت استعمال کرتے تھے۔ آج کل فریزر کا دور ہے، اس میں اسے محفوظ کیا جاتا ہے، پھر کئی مہینے کا رآمد رہتا ہے۔

۵۴۳۸ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامِ جَاعَ النَّاسُ، أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنَى الْفَقِيرَ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسِ عَشْرَةَ، وَمَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزٍ بَرٍّ مَادُومٍ ثَلَاثًا. [راجع: ۵۴۲۳]

[5438] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے (تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی) ممانعت صرف اس لیے کی تھی کہ لوگ اس سال قحط زدہ تھے۔ آپ نے ارادہ کیا کہ مال دار لوگ غریبوں اور محتاجوں کو کھلائیں۔ ہم تو بکری کے پائے محفوظ کر کے رکھ لیتے تھے اور پندرہ دن بعد تک کھاتے تھے، حالانکہ حضرت محمد ﷺ کے اہل و عیال نے گندم کی روٹی سالن تین دن تک مسلسل سیر ہو کر نہیں کھائی۔

☀ فوائد و مسائل: ① حضرت عابس رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا؟ انھوں نے اس کے جواب میں فرمایا: ایسا صرف ایک سال ہوا تھا جب لوگ قحط زدہ تھے۔ ② بہر حال اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بکری کے پائے رکھ لیتی تھیں اور پندرہ دن کے بعد اسے استعمال کرتی تھیں، اس سے گوشت خشک کر کے رکھنے کا جواز ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔

## (۳۸) بَابُ مَنْ نَاوَلَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا

## باب: ۳۸- جس نے ایک ہی دسترخوان سے کوئی چیز اٹھائی اور اپنے ساتھی کو دی یا اس کے سامنے رکھی



قَالَ: وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: لَا بَأْسَ أَنْ يُتَاوَلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَلَا يُتَاوَلَ مِنْ هَذِهِ الْمَائِدَةِ إِلَى مَائِدَةِ أُخْرَى.

ابن مبارک نے کہا: ایک دسترخوان سے کسی دوسرے کو چیز دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ایک دسترخوان سے دوسرے دسترخوان والوں کو کوئی چیز نہ دے۔

وضاحت: ایک دسترخوان میں تمام شرکاء برابر کے شریک ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص کوئی چیز اٹھا کر دوسرے کو دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں، البتہ دوسرے دسترخوان والوں کو دینا جائز نہیں کیونکہ وہ اس میں شریک نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۴۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خِيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِيَطْعَامَ صَنْعَهُ، قَالَ أَنَسُ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ. قَالَ أَنَسُ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الْقُضْعَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

[5439] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خصوصی طور پر آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دعوت پر گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پیالے میں سے کدو ڈھونڈ رہے تھے۔ میں اس دن سے مسلسل کدو کو پسند کرنے لگا ہوں۔

وَقَالَ ثُمَامَةُ عَنْ أَنَسٍ: فَجَعَلْتُ أَجْمَعُ الدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ. [راجع: ۲۰۹۲]

ثمامہ کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کدو جمع کر کے آپ کے سامنے رکھتا تھا۔

فائدہ: ثمامہ کی روایت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے قائم کردہ عنوان ثابت کیا ہے کہ ایک دسترخوان والے دوسرے شخص کو جو اس دسترخوان پر بیٹھا ہو کھانا اٹھا کر دے سکتا ہے، خواہ کھانا ایک برتن میں ہو یا علیحدہ علیحدہ برتنوں میں، مگر جس کو کھانا دیا جائے اس کی مرضی اور چاہت کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر کسی کا پیٹ بھر گیا ہو تو اسے مزید کوئی چیز اٹھا کر دینا اس پر زیادتی کرنا ہے، اس کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۳۹) بَابُ الْفِتَاءِ بِالرُّطَبِ

### باب: 39- ککڑی کے ساتھ تازہ کھجور ملا کر کھانا

۵۴۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

[5440] حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ککڑی کے ساتھ تازہ کھجور ملا کر کھاتے دیکھا ہے۔

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ  
بِالْقِشَاءِ. [انظر: ٥٤٤٧، ٥٤٤٩]

☀ فائدہ: تازہ کھجور، گکڑی کے ساتھ ملا کر کھانے میں یہ حکمت ہے کہ کھجور کا مزاج گرم خشک ہے اور گکڑی، سرد اور تر مزاج رکھتی ہے، ایسا کرنے میں ایک دوسرے کی مصلح ہو جاتی ہیں، یعنی کھجور کی گرمی، گکڑی کی ٹھنڈک سے ختم ہو جاتی ہے اور مزاج میں اعتدال آ جاتا ہے، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ایک کی گرمی سے دوسرے کی ٹھنڈک ختم ہو جاتی ہے۔<sup>۱</sup>

باب: 40- بلاعنوان

(۴۰) بَابُ

☀ وضاحت: یہ باب بلاعنوان ہے، البتہ ہمارے برصغیر کے درسی نسخوں میں اس باب کا عنوان حسب ذیل ہے: [باب الحشف] "ردی کھجور کا بیان"۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی تمام روایات میں یہ باب "بلاعنوان" ہے۔<sup>۲</sup>

۵۴۴۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبَّاسِ الْجُبَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: تَضَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا، فَكَانَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ وَخَادِمُهُ يَعْتَقِبُونَ اللَّيْلَ أَثْلَاثًا، يُصَلِّي هَذَا ثُمَّ يُوقِظُ هَذَا، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا فَأَصَابَنِي سَبْعُ تَمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشْفَةٌ. [راجع: ٥٤١١]

[5441] حضرت ابو عثمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں سات دن تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا۔ وہ، ان کی اہلیہ اور ان کے خادم نے شب بیداری کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ رات کے ایک تہائی حصے میں ایک صاحب نماز پڑھتے، پھر وہ دوسرے کو بیدار کر دیتے۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ میں کھجوریں تقسیم کیں تو میرے حصے میں سات کھجوریں آئیں جن میں ایک خراب تھی۔

۵۴۴۱ م - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَنَا تَمْرًا فَأَصَابَنِي مِنْهُ خَمْسٌ، أَرْبَعٌ تَمْرٍ وَحَشْفَةٌ، ثُمَّ رَأَيْتُ الْحَشْفَةَ هِيَ أَشَدُّهُنَّ لُضْرْسِي. [راجع: ٥٤١١]

[5441] (م) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہم میں کھجوریں تقسیم کیں تو مجھے ان میں سے پانچ کھجوریں ملیں، چار تو اچھی تھیں لیکن ایک خراب تھی جو میرے دانتوں کے چبانے میں بہت سخت تھی۔

☀ فوائد و مسائل: ① حشفہ وہ ردی قسم کی کھجور ہے جو درخت کے اوپر نہیں پکتی بلکہ خشک ہو کر جلدی گر جاتی ہے۔ ② اس

سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گزر اوقات کا پتا چلتا ہے کہ وہ کھجوروں پر قناعت کرتے تھے، وہ بھی معمولی اور تعداد میں کم۔ بعض اوقات ان میں ردی قسم کی کھجوریں بھی آ جاتی تھیں۔ ③ ایک روایت میں پانچ کھجوروں کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ سات کھجوریں ملیں لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ایک عدد دوسرے کے منافی نہیں ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی مرتبہ پانچ کھجوریں ملی ہوں جب ان سے کچھ بچ گئیں تو دو، دو مزید دی گئیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو مختلف اوقات میں دو واقعات ہوں، ایک دفعہ پانچ پانچ دی گئیں اور دوسری دفعہ سات سات حصے میں آئیں۔ ④ ان احادیث سے سرکاری سطح پر راشن کی تقسیم کا طریق کار بھی ثابت ہوا کہ راشن اچھا ہو یا ردی، اسے برابر برابر سب میں تقسیم کرنا چاہیے۔ لیکن آج کل بددیانتی اور اقرباء پروری کا دور دورہ ہے، اس لیے صحیح تقسیم نہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت پریشان ہے۔ واللہ المستعان۔

### (۴۱) بَابُ الرُّطْبِ وَالْتَمْرِ

### باب: 41- تازہ اور خشک کھجور کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”(اے مریم!) تم اپنی طرف کھجور کی شاخ کو ہلاؤ تو تم پر تازہ کھجوریں گریں گی۔“

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَهُزِزْ إِلَيْكَ بِجَنَاحِ النَّخْلِ سَقَطَ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِينًا﴾ [مریم: ۲۵]

وضاحت: آیت کریمہ میں تازہ کھجور کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کا حوالہ دیا ہے۔ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا حالت زچگی میں کھجور کے نیچے غمگین اور پریشان بیٹھی تھیں اور آپ کو زچگی کی تکلیف بھی تھی، ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطمینان دلایا اور تازہ کھجوروں سے ان کی ضیافت فرمائی، نیز اطباء نے لکھا ہے کہ زچگی کے دوران میں تازہ کھجور کا استعمال انتہائی مفید ثابت ہوتا ہے۔

[5442] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے

فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور ہم کھجور اور پانی ہی سے پیٹ بھرتے تھے۔

۵۴۴۲ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ: حَدَّثَنِي أُمِّي، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: تَوَفَّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ: التَّمْرِ وَالْمَاءِ.

[راجع: ۵۳۸۳]

فوائد و مسائل: ① اہل حجاز کی پسندیدہ غذا کھجوریں تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس گھر میں کھجور نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے رہتے ہیں۔“ ② اس حدیث میں کھجور اور پانی کو ”اسودین“ کہا گیا ہے۔ کھجور تو سیاہ ہوتی ہے، البتہ پانی کو تغلیب کی بنا پر سیاہ کہا گیا ہے جیسا کہ والدین کو ابونین اور سورج و چاند کو قمرین کہا جاتا ہے۔



۵۴۴۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ يَهُودِيٌّ وَكَانَ يُسَلِّفُنِي فِي تَمَرِي إِلَى الْجَذَاذِ، وَكَانَتْ لِحَبَابِرِ الْأَرْضِ النَّبِي بِطَرِيقِ رُومَةَ فَجَلَسْتُ فَخَلَا عَامًا فَجَاءَنِي الْيَهُودِيٌّ عِنْدَ الْجَذَاذِ وَلَمْ أَجِدْ مِنْهَا شَيْئًا، فَجَعَلْتُ أَسْتَنْظِرُهُ إِلَى قَابِلٍ فَيَأْتِي، فَأَخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: «امْشُوا نَسْتَنْظِرُ لِحَبَابِرِ مِنَ الْيَهُودِيِّ»، فَجَاؤَنِي فِي نَخْلِي، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُ الْيَهُودِيَّ فَيَقُولُ: أَبَا الْقَاسِمِ، لَا أَنْظِرُهُ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ ثُمَّ جَاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَأَبَى فَقُمْتُ فَجِئْتُ بِقَلِيلِ رُطَبٍ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ: «أَيْنَ عَرِيضُكَ يَا جَابِرُ؟» فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: «افْرُشْ لِي فِيهِ»، فَفَرَشْتُهُ فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ اسْتَقِظَ فَجِئْتُهُ بِقَبْضَةِ أُخْرَى فَأَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ فَأَبَى عَلَيْهِ، فَقَامَ فِي الرُّطَابِ فِي النَّخْلِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ: «يَا جَابِرُ، جُدْ وَاقْضِ». فَوَقَفَ فِي الْجَذَاذِ فَجَذَذْتُ مِنْهَا مَا قَضَيْتُهُ وَفَضَّلَ مِنْهُ، فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ فَقَالَ: «أَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ».

[5443] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی تھا جو کھجوروں کی تیاری تک مجھے قرض دیا کرتا تھا۔ رومہ کے راستے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زمین تھی، ایک سال کھجور کے باغات پھل نہ لائے۔ کھجوریں توڑنے کے موسم میں یہودی میرے پاس آیا جبکہ میں نے کھجوروں سے کچھ نہ توڑا تھا، چنانچہ میں نے اس سے دوسرے سال تک مہلت طلب کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ نبی ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”چلو، یہودی سے جابر کے لیے مزید مہلت طلب کریں۔“ وہ کھجوروں کے باغ میں میرے پاس تشریف لائے، نبی ﷺ نے یہودی سے گفتگو کی تو وہ کہنے لگا: ابوالقاسم! میں اسے مزید مہلت نہیں دوں گا۔ جب نبی ﷺ نے اس صورت حال کو دیکھا تو وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باغ کا چکر لگایا، پھر یہودی کے پاس آکر اس سے بات چیت کی تو اس نے پھر انکار کر دیا۔ اس دوران میں میں اٹھا اور تھوڑی سی تازہ کھجوریں لا کر نبی ﷺ کے آگے رکھ دیں۔ آپ ﷺ نے انھیں تناول فرمایا، اس کے بعد مجھے کہنے لگے: ”اے جابر! تمہاری جھوپڑی کہاں ہے؟“ میں نے اس کی نشاندہی کی تو فرمایا: ”وہاں میرے لیے ایک بستر بچھا دو۔“ میں نے وہاں ایک بستر لگا دیا۔ آپ ﷺ وہاں گئے اور مو استراحت ہوئے۔ جب بیدار ہوئے تو میں نے پھر مٹھی بھر کھجوریں آپ کو پیش کیں، آپ نے ان میں سے کچھ کھائیں، پھر کھڑے ہوئے اور یہودی سے گفتگو کی لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا۔ آپ ﷺ دوسری مرتبہ تازہ کھجوروں کے باغ میں کھڑے ہوئے، پھر فرمایا: ”اے جابر! ان کو خوشوں سے الگ کر کے اپنا قرض ادا کرو۔“ چنانچہ آپ باڑے میں کھڑے ہو گئے اور میں نے

باغ میں سے اتنی کھجوریں توڑ لیں جن سے میں نے قرض ادا کر دیا اور اس میں سے کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ پھر میں وہاں سے روانہ ہوا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بشارت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“

(امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: عرش اور عریش، عمارت کی چھت کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: معروشات سے مراد انگور وغیرہ کی چھتیں ہیں۔ اور عروشہا سے مراد بھی چھتیں ہیں۔

عَرْشٌ وَعَرِيشٌ: بِنَاءٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَعْرُوشَاتٍ: مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكُرُومِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، يُقَالُ: عَرُوشَهَا، أَبْنَيْتُهَا.

محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: اس حدیث میں فَخْلًا کا لفظ میرے نزدیک مضبوط نہیں بلکہ میرے نزدیک بلا شک و شبہ یہ لفظ نخل ہے، یعنی وہ باغ ایک سال کھجوروں کا پھل لانے سے بیٹھ گیا۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: فَخْلًا لَيْسَ عِنْدِي مُقَيَّدًا، ثُمَّ قَالَ: فَجَلَى لَيْسَ فِيهِ شَكٌّ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی وضاحت ہم کسی دوسرے مقام پر کر چکے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تمام کھجوریں توڑ لیں اور ان کے ڈھیر لگا دیے۔ رسول اللہ ﷺ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”وزن کر کے یہودی کا قرض ادا کرو۔“ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے سارا قرض اتر گیا اور بہت سی کھجوریں بچ گئیں۔ ② اس حدیث میں تازہ اور خشک کھجوروں کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 42- کھجور کے درخت کا گودا کھانا

(۴۲) بَابُ أَكْلِ الْجُمَارِ

🌟 وضاحت: کھجور کے درخت کی آخری ٹہنیوں کے درمیان ایک گودا ہوتا ہے جس سے گوندھے ہوئے آٹے کی مہک آتی ہے، اسے عربی میں جمار کہتے ہیں۔ یہ کھانے میں بہت لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کھایا جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوگا۔

[5444] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

۵۴۴۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسٌ إِذْ أَتَى بِجُمَارٍ نَخْلَةٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهُ كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ». فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَعْنِي النَّخْلَةَ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ: هِيَ النَّخْلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثُمَّ التَفْتُ فَإِذَا أَنَا عَاشِرُ عَشْرَةِ أَنَا أَخَذْتُهُمْ فَسَكَتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هِيَ النَّخْلَةُ». [راجع: 61]

”درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کی برکت، مسلمان کی برکت جیسی ہے۔“ میں نے خیال کیا کہ آپ کا اشارہ کھجور کے درخت کی طرف ہے۔ میں نے سوچا کہ کہہ دوں: اللہ کے رسول! یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن جب میں نے ادھر ادھر دیکھا تو مجلس میں میرے علاوہ نو آدمی اور تھے اور میں ان سب سے چھوٹا تھا، اس لیے میں خاموش رہا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ”وہ درخت کھجور کا ہے۔“

🌞 فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں جمار کے کھانے کا ذکر نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان کے ذریعے سے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں کھانے کی صراحت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا جبکہ آپ جمار کھا رہے تھے اور آپ نے فرمایا: ”درختوں میں ایک درخت مومن آدمی کی طرح ہے۔“ ② واقعی کھجور کے درخت کا ہر ہر جز اسی طرح نفع بخش ہے جس طرح مومن آدمی کی ذات، صفات، افعال اور اقوال سب نفع مند ہیں۔ یہ درخت ظاہری طور پر مسلمان سے مشابہت رکھتا ہے، چنانچہ کھجور کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ آدمی کی طرح ختم ہو جاتی ہے جبکہ باقی درخت ختم نہیں ہوتے بلکہ از سر نو ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۴۳) بَابُ الْعَجْوَةِ

### باب: 43- عجوہ کھجور کا بیان

[5445] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہر دن صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اسے اس روز زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

۵۴۴۵ - حَدَّثَنَا جُمُعَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ: أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ». [انظر:

[۵۷۷۹، ۵۷۶۹، ۵۷۶۸]

🌞 فوائد ومسائل: ① عجوہ کھجور سیاحی مائل ہوتی ہے۔ یہ تمام کھجوروں میں عمدہ قسم ہے اور مدینہ طیبہ میں پائی جاتی ہے۔ اسے نہار منہ کھانے سے مذکورہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی، اس لیے دعا کی برکت سے یہ تاثیر پائی جاتی ہے۔ اس کی کوئی ذاتی خصوصیت نہیں۔ ② اس حدیث کے دیگر فوائد کتاب الطب میں بیان ہوں گے۔ بإذن اللہ تعالیٰ۔



## (۴۴) بَابُ الْفَرَانِ فِي الثَّمَرِ

## باب: 44- دو کھجوروں کو ایک ساتھ ملا کر کھانا

[5446] حضرت جلد بن رحم سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہمیں ایک سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے راشن کے طور پر ہمیں کھجوریں دیں۔ جب ہم کھجوریں کھا رہے ہوتے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرتے تو کہتے: دو کھجوریں ایک ساتھ ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ نبی ﷺ نے دو کھجوریں ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع کیا ہے، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے مگر اس صورت میں کہ کھانے والا اپنے ساتھی سے اجازت لے لے۔ شعبہ نے کہا کہ حدیث میں اجازت والا نکڑا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

۵۴۴۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ: أَصَابَنَا عَامٌ سَنَةِ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَرَزَقْنَا تَمْرًا، فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا - وَنَحْنُ نَأْكُلُ - وَيَقُولُ: لَا تُقَارِنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْفَرَانِ، ثُمَّ يَقُولُ: إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ. قَالَ شُعْبَةُ: الْإِذْنُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ. [راجع: ۲۴۵۵]

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک دسترخوان پر چند ساتھی کھجوریں کھائیں تو ایک ایک کھجور کھائیں، دو، دو یا تین تین ایک ساتھ ملا کر نہ کھائیں۔ اگر ساتھیوں سے اجازت حاصل کر لی جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر دو، دو کھجوریں ملا کر ایک ساتھ کھانا جائز نہیں۔ اگر قرآن سے معلوم ہو جائے کہ وہ اس طرح کھانے کو برا محسوس نہیں کریں گے تو جائز ہے۔ اگر کوئی اکیلا کھا رہا ہے تو اسے اجازت ہے جس طرح چاہے کھا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

## (۴۵) بَابُ الْفُقَاءِ

## باب: 45- لکڑی کھانے کا بیان

[5447] حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ تازہ کھجوریں لکڑی کے ساتھ ملا کر کھا رہے تھے۔

۵۴۴۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ رَاحِمٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْفُقَاءِ. [راجع: ۵۴۴۰]

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں دہلی پہنچی تھی۔ میری والدہ نے مجھے فربہ کرنے کے لیے بہت علاج کیا لیکن میں جوں کی توں رہی، حتیٰ کہ میں نے تازہ کھجوریں، لکڑی کے ساتھ ملا کر کھانا شروع کیں تو میرا دبا پٹن جاتا رہا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ علاج تجویز کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کو کہا تھا کہ وہ تازہ کھجوریں، لکڑی کے ساتھ ملا

کر کھلائیں۔<sup>(۱)</sup> بہر حال ان احادیث سے ککڑی کھانے کا جواز ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 46- کھجور کے درخت کی برکت کا بیان

[5448] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”درختوں میں سے ایک درخت مسلمان جیسا ہے اور وہ کھجور کا درخت ہے۔“

### (۴۶) بَابُ بَرَکَةِ النَّخْلَةِ

۵۴۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ تَكُونُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ، وَهِيَ النَّخْلَةُ». [راجع: ۶۱]

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے کئی ایک مقام پر گزر چکی ہے۔ ② واقعی کھجور کے درخت میں بڑی برکت ہے۔ اس کا کوئی جز بھی فائدے سے خالی نہیں ہے۔ اس کے پتے، پھل، تناور جڑیں ہر چیز کا رآمد ہے جس طرح مومن آدمی کی ذات و صفات سے برکت وابستہ ہے، اس کے اقوال و افعال سب نفع بخش ہیں۔ ③ کھجور کی گٹھلیوں سے ایک معجون تیار کیا جاتا ہے جو انتہائی مقوی باہ ہوتا ہے، الغرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھجور کے درخت میں بہت خیر و برکت ہے۔ واللہ المستعان۔

### باب: 47- ایک ہی وقت میں دو رنگ کے پھلوں یا دو قسم کے کھانوں کو جمع کرنا

[5449] حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ککڑی کے ساتھ تازہ کھجوریں ملا کر کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

### (۴۷) بَابُ جَمْعِ اللَّوْنَيْنِ أَوْ الطَّعْمَيْنِ بِمَرَّةٍ

۵۴۴۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقَثَاءِ. [راجع: ۵۴۴۰]

فوائد و مسائل: ① طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا تو آپ نے فرمایا: ”دو سالن ایک برتن میں، میں نہ تو اسے کھاتا ہوں اور نہ انھیں حرام ہی کرتا ہوں۔“ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ③ اس حدیث سے دو پھلوں کو بیک وقت کھانا اور دو کھانوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کا جواز ملتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کی اشیاء میں وسعت کی جاسکتی ہے بشرطیکہ فضول خرچی اور نمود و نمائش کا شائبہ نہ ہو۔ ہمارے بعض اسلاف سے جو اس کی کراہت منقول ہے وہ اسی امر پر محمول ہوگی کہ اسے

بطور عادت اختیار نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

(۴۸) بَابُ مَنْ أَدْخَلَ الضَّيْفَانَ عَشْرَةَ  
عَشْرَةَ، وَالْجُلُوسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشْرَةَ عَشْرَةَ

باب: 48- دس، دس مہمانوں کو بلانا اور دس، دس  
کو کھانے کے لیے بٹھانا

وضاحت: جگہ کی قلت کی بنا پر مہمانوں کی تعداد کو کم و بیش کیا جاسکتا ہے، اسی طرح قلت طعام کی وجہ سے کم و بیش مہمانوں کی ضیافت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[5450] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک مَذَّ جو لیے اور ان کو دلوا کر دیا بنایا، پھر اسے دودھ میں پکایا، اس کے بعد اس پکوان پر کچی سے گھی نچڑا۔ پھر مجھے انھوں نے نبی ﷺ کے پاس بھیجا۔ جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ”میرے ساتھی بھی ہیں۔“ میں نے (جلدی) آکر اہل خانہ کو اطلاع کی کہ آپ نے فرمایا: ”میرے ساتھی بھی ہیں۔“ یہ سن کر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! کھانا تھوڑا سا ہے جو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے تیار کیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو وہ کھانا آپ کو پیش کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”دس صحابہ کو بلاؤ۔“ چنانچہ وہ آئے اور انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا آپ نے پھر فرمایا: ”دس اور بلاؤ۔“ وہ آئے، انھوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے۔ آپ نے پھر فرمایا: ”دس مزید بلاؤ۔“ یہاں تک کہ چالیس آدمی شمار کیے۔ آخر میں نبی ﷺ نے کھانا تناول فرمایا پھر اٹھ کر تشریف لے گئے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) میں کھانے کو دیکھتا رہا آیا اس سے کوئی چیز کم ہوئی ہے؟

۵۴۵۰ - حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَنَسٍ وَعَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَعَنْ سِنَانِ أَبِي رَبِيعَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ - أُمُّهُ - عَمَدَتْ إِلَى مَذٍّ مِنْ شَعِيرٍ جَشْتُهُ وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِيفَةً وَعَصَرَتْ عُكَّةً عِنْدَهَا، ثُمَّ بَعَثَنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَيْتُهُ - وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ - فَدَعَوْتُهُ، قَالَ: «وَمَنْ مَعِيَ»، فَجِئْتُ فَقُلْتُ: إِنَّهُ يَقُولُ: «وَمَنْ مَعِيَ»، فَخَرَجَ إِلَيْهِ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ صَنَعْتُهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَدَخَلَ فَجِئَ بِهِ وَقَالَ: «أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ»، فَأَدْخِلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ قَالَ: «أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ» فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ حَتَّى عَدَّ أَرْبَعِينَ، ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَامَ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ؟ [راجع: ۱۴۲۲]

فوائد و مسائل: رسول اللہ ﷺ نے دس، دس آدمیوں کو بلایا کیونکہ کھانا پیالے میں تھا، اس میں دس سے زیادہ لوگ نہیں



کھا سکتے تھے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اکٹھے کھانے میں برکت ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ ایک آدمی کے لیے تیار کیا گیا کھانا چالیس آدمیوں نے کھایا اور وہ سب اس سے خوب سیر ہوئے لیکن کھانا ذرہ بھر بھی کم نہ ہوا۔ ③ بہر حال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جگہ کی قلت کے پیش نظر مدعوین کو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور کم و بیش کر کے کھانے پر بلایا جاسکتا ہے۔ ①

باب: 49- لہسن اور دیگر وہ ترکاریاں جو مکروہ ہیں

(۴۹) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الثُّومِ وَالْبَقُولِ

اس کراہت کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے جو انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کی ہے۔

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

وضاحت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر فرمایا تھا: ”جو شخص یہ لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔“ ②

[5451] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے سوال ہوا کہ آپ نے لہسن کے متعلق نبی ﷺ سے کیا فرمان سنا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔“

۵۴۵۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: قِيلَ لِأَنْسٍ: مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي الثُّومِ؟ فَقَالَ: «مَنْ أَكَلَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا». [راجع: ۱۸۵۶]

[5452] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ رہے۔“ یا فرمایا: ”وہ ہماری مسجد سے الگ رہے۔“

۵۴۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ: أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا». [راجع: ۱۸۵۴]

فائدہ: ان احادیث میں اگرچہ لہسن یا پیاز کا ذکر ہے، تاہم ہر وہ ترکاری جس سے منہ میں ناگوار بو پیدا ہوتی ہو اس کا استعمال منع ہے جیسا کہ مولیٰ وغیرہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں فرشتے ہوتے ہیں وہ بدبودار اشیاء سے تنگ ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات خود نمازی بھی اس بو سے تنگ پڑ جاتے ہیں۔ اگر کسی طریقے سے ان کی بو ختم کردی جائے تو انھیں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر انھیں پکا کر ان کی ناگوار بو ختم کردی جائے تو انھیں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ③

پیاز کی بو پکانے اور سرکہ ڈالنے سے ختم کی جاسکتی ہے۔ اگر انھیں نمک لگا کر دھوپ میں رکھ دیا جائے اور بعد میں ان پر لیموں نچوڑ دیا جائے تو بھی ان کی بو ختم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

#### (۵۰) بَابُ الْكَبَاثِ وَهُوَ [ثَمَرُ] الْأَرَاكِ

۵۴۵۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِي الْكَبَاثَ فَقَالَ: «عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَيْطَبُ»، فَقِيلَ: أَكُنْتَ تَرَعَى الْغَنَمَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَاهَا؟». [راجع:

[۳۴۰۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① بکریاں چرانے میں بڑی بڑی حکمتیں پنہاں ہیں: ایک یہ کہ دل میں غرور پیدا نہیں ہوتا، دوسرا دل میں شفقت اور ہمدردی کے جذبات اٹھ آتے ہیں، تیسرے یہ کہ لوگوں کی قیادت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، چوتھے سیاسی امور میں ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو پھل جنگلات میں ہوتے ہیں، اور ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا، انھیں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اہل ورع، یعنی متقی اور پرہیزگار لوگ ایسے پھلوں کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہقیق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بدر کے موقع پر جمعہ کے دن پیش آیا جبکہ رمضان المبارک کے تیرہ دن باقی تھے۔<sup>۱</sup>

#### (۵۱) بَابُ الْمَضْمَضَةِ بَعْدَ الطَّعَامِ

۵۴۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُؤَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ دَعَا بِطَعَامٍ، فَمَا أَتَيْ إِلَّا بِسَوِيْقٍ فَأَكَلْنَا، فَقَامَ

#### باب: 51- کھانے کے بعد کلی کرنا

[5454] حضرت سويد بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام صہباء پہنچے تو آپ ﷺ نے کھانا طلب فرمایا۔ کھانے میں ستو کے علاوہ اور کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی۔ ہم نے بھی وہی کھائے۔ پھر آپ ﷺ نماز کے لیے

إِلَى الصَّلَاةِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضًا. [راجع: ۲۰۹]

کھڑے ہوئے۔ آپ نے صرف کلی کی تو ہم نے بھی آپ کے ہمراہ کلی کی۔

۵۴۵۵ - قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ بُشَيْرًا يَقُولُ: أَخْبَرَنَا سُؤَيْدٌ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ - قَالَ يَحْيَى: وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ - دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا أُتِيَ إِلَّا بِسُوبِقٍ، فَلَكَنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضًا مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّى بَيْنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. وَقَالَ سُفْيَانُ: كَأَنَّكَ تَسْمَعُهُ مِنْ يَحْيَى. [راجع: ۲۰۹]

[5455] یحییٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے بُشیر سے سنا، ان سے حضرت سؤید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر روانہ ہوئے۔ جب ہم صہباء پہنچے..... یحییٰ نے کہا: یہ خیبر سے ایک منزل دور واقع ہے..... تو آپ نے کھانا طلب کیا۔ آپ کو صرف ستوپیش کیے گئے۔ (آپ نے وہ کھائے) اور ہم نے بھی آپ کے ہمراہ کھائے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور کلی کی۔ ہم نے بھی آپ کے ہمراہ کلی کی، پھر آپ نے نماز مغرب پڑھائی اور نیا وضو نہیں کیا۔ سفیان نے کہا: گویا تم یہ حدیث یحییٰ ہی سے سن رہے ہو۔

فائدہ: ستوا استعمال کرنے کے بعد تازہ وضو کی ضرورت نہیں، البتہ لغوی وضو، یعنی کلی کر لی جائے تاکہ منہ سے ذرات ختم ہو جائیں۔ اسی طرح ہر کھانے کے بعد کلی کرنا کھانے کے آداب میں سے ہے تاکہ منہ کے اندر اگر کوئی چکناہٹ وغیرہ ہے تو کلی کرنے سے دور ہو جائے اور دوران نماز خشوع میں خلل واقع نہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستوکھانے سے پہلے اور ستوکھانے کے بعد وضو کا اہتمام نہیں کیا۔<sup>(۱)</sup> بہر حال کھانے کے بعد وضو تازہ کرنے کے بجائے کلی کرنے کا اہتمام ضرور ہونا چاہیے تاکہ منہ صاف ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

باب: 52 - دسی رومال اور تولیے سے صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹنا اور چوننا

(۵۲) بَابُ لَفَقِ الْأَصَابِعِ وَمَضْمَضَهَا قَبْلَ أَنْ تُنَمَّسَ بِالْمِنْدِيلِ

[5456] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو ہاتھ صاف کرنے سے پہلے اسے خود چاٹے یا کسی اور کو چٹا دے۔“

۵۴۵۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحْ بَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يَلْعَقَهَا».



🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں اگرچہ انگلیوں کو چاٹنے یا انھیں چوسنے کی صراحت نہیں ہے اور نہ اس میں رومال ہی کا ذکر ہے، البتہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جب تک اپنی انگلیوں کو چاٹ نہ لے، اپنے ہاتھ کو رومال سے صاف نہ کرے، وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت رکھی گئی ہے۔ ② مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانے سے فارغ ہو تو ہاتھوں کو صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چوس لے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے سے فراغت کے بعد اس وقت تک رومال یا ٹشو پیپر استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے جب تک انگلیوں کو چاٹ نہ لیا جائے، مبادا انگلیوں کے ساتھ لگا ہوا کھانا ضائع کر کے کھانے کی برکت ضائع ہو جائے۔ ہمیں چاہیے کہ عام دعوتوں میں اس سنت کو زندہ کریں اور انگلیاں چاٹ کر صاف کرنے میں حقارت یا نفرت محسوس نہ کریں۔

### باب: 53- دُستی رومال کا بیان

### (۵۳) بَابُ الْمُنْدِيلِ

[5457] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے سعید بن حارث نے ایسی چیز کے کھانے سے وضو کرنے کے متعلق پوچھا جسے آگ نے چھوا ہو تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وضو نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسا کھانا بہت کم میسر آتا تھا، ہم جب کبھی ایسا کھانا پاتے ہماری ہتھیلیوں، کلائیوں اور قدموں کے علاوہ اور کوئی رومال نہیں ہوتا تھا، ہم ان سے ہاتھ صاف کر کے نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے تھے۔

۵۴۵۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذَلِكَ مِنَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلٌ إِلَّا أَكْفَنَّا وَسَوَاعِدَنَا وَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نَصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① رومال سے مراد وہ کپڑا ہے جو کھانے کے بعد ہاتھ کی چکنائی دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ دور حاضر میں یہ کام ٹشو پیپر سے لیا جاتا ہے۔ ② حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہم رومال استعمال نہ کرتے تھے بلکہ کھانے کی تری وغیرہ کو ہاتھوں اور کلائیوں سے صاف کر لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے پاؤں سے کھانے کی چکنائیت کو صاف کر لیتے تھے۔ ③ بہر حال پہلے انگلیوں کو چاٹنا چاہیے، پھر رومال استعمال کر لیا جائے یا ہاتھوں کو دھویا جائے۔ واللہ اعلم۔

۱ صحیح مسلم، الأشربة، حدیث: 5300 (2033). ② المصنف لابن ابی شیبہ، باب فی لحق الأصابع، رقم: 24437.

## (۵۴) بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ

باب: 54- کھانا کھانے کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

[5458] حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: ”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں بہت زیادہ، پاکیزہ اور اس میں برکت ڈالی گئی ہے، نہ (یہ کھانا) کفایت کیا گیا (کہ مزید کی ضرورت نہ رہے) اور نہ اسے وداع کیا گیا اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جاسکتا ہے، اے ہمارے رب۔“

[5459] حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے یا جب اپنا دسترخوان اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے: ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کافی کھلایا اور سیراب کیا۔ نہ (یہ کھانا) کفایت کیا گیا (کہ مزید کی ضرورت نہ رہے) اور نہ ہم اس نعمت کے منکر ہیں۔“ ایک مرتبہ آپ نے یوں دعا کی: ”اے ہمارے رب! تیرے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں۔ نہ (یہ کھانا) کفایت کیا گیا (کہ مزید کی ضرورت نہ رہے)۔ اور نہ اسے وداع کیا گیا ہے۔ اور اے ہمارے رب! نہ ہمیں اس سے بے نیازی ہو۔“

۵۴۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُودَعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى عَنْهُ رَبَّنَا». [انظر: ۵۴۵۹]

۵۴۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ثَوْرٍ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ - وَقَالَ مَرَّةً: إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ - قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَفَانَا وَأَرْوَانَا، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ. وَقَالَ مَرَّةً: لَكَ الْحَمْدُ رَبَّنَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُودَعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى رَبَّنَا». [راجع: ۵۴۵۸]

🌟 فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ جس نے کھانے کے بعد درج ذیل دعا پڑھی اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں: [الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ] ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور یہ رزق عطا فرمایا: اس کی مدد کے بغیر کسی آفت سے نہ بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی اچھا کام کرنے کی قوت ہے۔“<sup>①</sup> ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو درج ذیل دعا پڑھتے: [الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقَى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا] ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا، پھر اسے خوشگوار کیا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔“<sup>②</sup> کھانے کے بعد ایک مشہور دعا حسب ذیل ہے: [الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنْ

الْمُسْلِمِينَ] ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔“<sup>①</sup> لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔<sup>②</sup>

### (۵۵) بَابُ الْأَكْلِ مَعَ الْخَادِمِ

باب: 55- خادم کے ساتھ کھانا

**وضاحت:** اس سے مراد خدمت گار ہے، خواہ وہ غلام ہو یا آزاد۔ اس کے ساتھ کھانا کھانے سے انکسار کا اظہار ہوتا ہے جو ایک بندہ مومن کا خاص وصف ہے۔

۵۴۶۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيَتَوَلَّهِ أَكْلَهُ أَوْ أَكْلَتَيْنِ، أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيُّ حَرِّهِ وَعِلَاجُهُ».

[۵460] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کسی کے پاس اس کا خادم کھانا پکا کر لائے اگر اسے اپنے ساتھ بٹھا کر نہیں کھلا سکتا تو ایک یا دو لقمے اسے دے دے کیونکہ اس نے پکاتے وقت گرمی اور مشقت برداشت کی ہے۔“

[راجع: ۲۵۵۷]

**فائدہ:** خادم کھانا پکاتے وقت اس کی گرمی اور دھواں برداشت کرتا ہے، اس لیے اسے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا چاہیے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اسے ایک یا دو لقمے دے دیے جائیں تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ خادم کو اپنے ساتھ بٹھائے۔ اگر وہ نہیں بیٹھتا تو ایک یا دو لقمے اسے دے دے۔ ایک یا دو لقمے اس صورت میں دیے جائیں جب کھانا کم ہو۔ اگر زیادہ ہو تو اسے ساتھ بٹھایا جائے یا اس کا حصہ الگ کر دیا جائے۔<sup>③</sup>

### (۵۶) بَابُ: الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلَ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

باب: 56- کھانا کھانے والا شکر گزار اس روزے دار کی طرح ہے جو صبر کرنے والا ہے

فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. اس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

**وضاحت:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلق کو اپنی اس کتاب میں کسی مقام پر متصل سند سے بیان نہیں کیا، البتہ دوسری کتابوں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بیان کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

1 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3850. 2 ضعيف الجامع، رقم: 4436. 3 سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3846، وفتح الباري: 720/9.



اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کھانا کھا کر شکر یہ ادا کرنے والا اجر و ثواب میں اس روزے دار کی طرح ہے جو صبر کرنے والا ہے۔“<sup>(۱)</sup> ابن بطال نے کہا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس کے ہاں کھانا کھا کر شکر یہ ادا کرنے والے کو اتنا اجر و ثواب دیا جاتا ہے جتنا روزے دار کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والا ہو۔<sup>(۲)</sup> ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ کھانے کا شکر یہ یہ ہے کہ کھاتے وقت بسم اللہ اور فراغت کے بعد الحمد للہ پڑھا جائے۔<sup>(۳)</sup>

(۵۷) بَابُ الرَّجُلِ يَذْصِي إِلَى طَعَامٍ فَيَقُولُ:  
وَهَذَا مَعِيَ

باب: 57- کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ کہے کہ یہ بھی میرے ساتھ ہے

وَقَالَ أَنَسٌ: إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مُسْلِمٍ لَا يَتَهُمُ فَكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم کسی ایسے مسلمان کے گھر جاؤ جو غلط کاموں یا فضول باتوں کی وجہ سے بدنام نہیں تو اس کا کھانا کھاؤ اور اس کا مشروب پیو۔

وضاحت: اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک فارسی پڑوسی بہت عمدہ شوربا بناتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے لیے شوربا تیار کیا اور آپ کو دعوت دینے کے لیے حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”یہ بھی میرے ہمراہ ہوگی۔“ اس نے کہا کہ نہیں، صرف آپ تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا نہیں ہو سکتا۔“ وہ بار بار آپ سے فرمائش کرتا اور آپ اسے یہی جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ اس نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے کوئی اعتراض نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں اس کے گھر تشریف لے گئے۔<sup>(۴)</sup> لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان ثابت کرنے کے لیے ایک دوسرا واقعہ ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

۵۶۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا شَقِيقٌ: حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَامٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَعَرَفَ الْجُوعَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ إِلَى غُلَامِهِ اللَّحَامِ فَقَالَ: اصْنَعْ لِي طَعِيمًا يَكْفِي خَمْسَةَ لَعَلِّي أَذْعُو النَّبِيَّ ﷺ

[5461] حضرت ابو مسعود انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انصار میں ایک ابو شعیب نامی آدمی تھے اور ان کا غلام گوشت فروش تھا۔ (ابو شعیب رحمہ اللہ) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے آپ کے چہرہ مبارک سے فاقہ کشی کا اندازہ لگایا، چنانچہ وہ اپنے گوشت فروش غلام کے پاس آئے اور کہا کہ میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر دو۔ میں نبی ﷺ کو چار دوسرے آدمیوں کے ہمراہ دعوت دینے والا ہوں۔

(۱) جامع الترمذی، صفة القيامة، حدیث: 2486. (۲) فتح الباری: 721/9. (۳) عمدة القاری: 458/14. (۴) صحیح مسلم، الأشربة، حدیث: 5312 (2037).

اس (غلام) نے کھانا تیار کر دیا۔ اس کے بعد ابو شعیبہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ ان کے ہمراہ ایک اور آدمی بھی چلے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو شعیبہ! یہ صاحب بھی ہمارے ساتھ آگئے ہیں، اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو اور اگر چاہو تو اسے چھوڑ دو۔“ انھوں نے کہا: نہیں، بلکہ میں اسے بھی اجازت دیتا ہوں۔

خَامِسَ خَمْسَةِ، فَصَنَعَ لَهُ طُعِيمًا ثُمَّ أَنَا هُ فَدَعَاهُ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَبَا شُعَيْبٍ، إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَذْنْتُ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ»، قَالَ: لَا، بَلْ أَذْنْتُ لَهُ. [راجع: ۲۰۸]

فائدہ: کسی کے دعوت کرنے پر دوسرے کو ساتھ لے جانے کا اصرار کرنا حالات و ظروف پر منحصر ہے۔ ہر کسی کے گھر میں دوسرے کو ساتھ لے جانا جائز نہیں۔ کوئی تخلص دوست ہو تو الگ بات ہے، البتہ اس کے متعلق دعوت ملتے ہی کہہ دینا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: ”یہ بھی میرے ہمراہ ہوگی۔“ اگر پہلے سے معاملہ نہیں ہوا تو اہل خانہ کی صوابدید پر موقوف ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اگر وہ چاہیں تو اسے اجازت دے دیں اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو اسے واپس بھیج دیا جائے۔ بہر حال موقع محل کو ضرور دیکھنا ہوگا۔ علی الاطلاق ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵۸) بَابُ : إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءَ فَلَا يَعْجَلُ عَنْ عَشَائِهِ

باب: 58- جب رات کا کھانا حاضر ہو تو نماز عشاء کے لیے جلدی نہ کرے

وضاحت: جب بھوک لگی ہو اور کھانا سامنے آجائے تو پہلے کھانا کھایا جائے، پھر نماز پڑھی جائے اور جب بھوک نہ ہو تو نماز پڑھ کر کھانا کھایا جائے، یعنی ہر کام تسلی سے ہونا چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ایک کام شروع کیا جائے لیکن توجہ دوسرے کام میں رہے۔

[5462] حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے بکری کے شانے کا گوشت چھری کے ساتھ کاٹ رہے تھے۔ اس دوران میں آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے شانہ اور اس چھری کو پھینک دیا جس کے ساتھ گوشت کاٹ رہے تھے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے، نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۵۴۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ عَمْرٍو بْنَ أُمَيَّةَ: أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْتَرُ مِنْ كَيْفِ شَاؤَ فِي يَدِهِ، فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَلْقَاهَا وَالسَّكِينِ الَّتِي كَانَ يَخْتَرُ بِهَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. [راجع: ۲۰۸]

🌞 فوائد مسائل: ① رسول اللہ ﷺ اس وقت بکری کا شانہ چھری سے کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اس دوران میں آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا تو آپ نے گوشت کھانے کے بجائے چھری اور شانہ کو پھینک دیا اور نماز ادا فرمائی کیونکہ اس وقت کھانے کی شدید خواہش نہ تھی بلکہ بھوک کافی حد تک ہو چکی تھی۔ ② اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر فاقہ اور شدید بھوک نہ ہو تو کھانے میں مصروف رہنے کے بجائے نماز پڑھ لینا درست ہے اور اگر بھوک لگی ہو تو پہلے کھانا کھالیا جائے، پھر نماز پڑھی جائے جیسا کہ آئندہ احادیث سے ثابت ہوگا۔

۵۴۶۳ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا وُضِعَ الْعِشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدُوا بِالْعِشَاءِ».

[5463] حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب رات کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے اور نماز بھی کھڑی ہوگئی ہو تو پہلے کھانا کھاؤ۔“

وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

ایوب سے روایت ہے، وہ نافع سے، وہ ابن عمر رحمہ اللہ سے اور وہ نبی ﷺ سے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

۵۴۶۴ - وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ تَعَشَّى مَرَّةً وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ.

[5464] حضرت ابن عمر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے ایک مرتبہ رات کا کھانا کھایا جبکہ آپ امام کی قراءت سن رہے تھے۔

[راجع: ۶۷۳]

۵۴۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَحَضَرَ الْعِشَاءُ فَأَبْدُوا بِالْعِشَاءِ».

[5465] حضرت عائشہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب نماز کھڑی کر دی جائے اور رات کا کھانا سامنے ہو تو پہلے عشاءِ تہاویل کرو۔“

قَالَ وَهْبٌ وَبَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ: «إِذَا وُضِعَ الْعِشَاءُ».

وہیب اور بحیی بن سعید نے حضرت ہشام سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: ”جب رات کا کھانا چن دیا جائے۔“

🌞 فوائد مسائل: ① ان احادیث کا تقاضا ہے کہ جب کھانا اور نماز دونوں حاضر ہوں تو پہلے کھانا کھالینا چاہیے تاکہ دل کھانے کی طرف لٹکا نہ رہے اور نماز اطمینان و سکون سے ادا کی جائے۔ اسی طرح اگر کھانے کے دوران میں نماز کھڑی ہو جائے تو کھانا چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ فراغت کے بعد اطمینان سے نماز کی طرف جانا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جب تم میں سے کوئی کھانے پر ہو تو جب تک اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کر لے جلدی مت کرے اگرچہ نماز کے لیے اقامت



ہی کیوں نہ کہہ دی جائے۔<sup>1</sup> یہ ضابطہ تمام نمازوں کے لیے ہے۔ چونکہ نماز مغرب یا عشاء کے وقت کھانا کھایا جاتا ہے، اس لیے احادیث میں ان کا ذکر آیا ہے۔

باب: 59- ارشاد باری تعالیٰ: ”جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ“ کا بیان

(۵۹) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَإِذَا طَلَعْتُمْ فَانْتَشِرُوا﴾ [الأحزاب: ۵۳]

[5466] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نزولِ حجاب کے متعلق لوگوں سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ہوا یوں کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کا موقع تھا۔ آپ نے ان سے مدینہ طیبہ میں نکاح کیا تھا۔ دن پڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ وہیں تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ دیگر صحابہ بھی بیٹھے تھے، اس وقت دوسرے لوگ کھانے سے فارغ ہو کر جا چکے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اٹھے اور چلنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر پہنچے تو خیال آیا کہ شاید لوگ چلے گئے ہوں گے۔ آپ وہیں سے واپس آئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا تو دیکھا کہ لوگ اب بھی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، چنانچہ آپ پھر واپس ہوئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ دوبارہ واپس آ گیا۔ جب دوسری مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک پہنچے تو واپس آ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا۔ اب وہ لوگ جا چکے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکایا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

۵۴۶۶ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ أَنَسًا قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِالْحِجَابِ، كَانَ أَبِي بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ، أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ - وَكَانَ تَرَوُّجُهَا بِالْمَدِينَةِ - فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَشَى وَمَشِيَتْ مَعَهُ حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَارْجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ، فَارْجَعْتُ وَارْجَعْتُ مَعَهُ الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، فَارْجَعْتُ وَارْجَعْتُ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا، فَضْرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا، وَأَنْزَلَ الْحِجَابَ. [راجع: ۴۷۹۱]

🌞 فائدہ: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کھانے کے آداب میں سے ایک ادب بیان کیا ہے کہ کھانے سے فراغت کے بعد اٹھ کر چلے جانا چاہیے، وہاں باتوں میں مصروف رہنا، اہل خانہ کو تکلیف دینے کے مترادف ہے۔ اگر وہ خود روکنا چاہیں تو اور بات ہے۔



## عقیقے کا معنی و مفہوم اور شرعی حکم

دنیا کی تمام قوموں میں یہ بات مشترک ہے کہ بچہ پیدا ہونے کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھا جاتا ہے اور کسی تقریب کے ذریعے سے اس خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔ اس کے ذریعے سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ باپ اس بچے کو اپنا ہی بچہ خیال کرتا ہے اور اس کے متعلق اپنی بیوی پر اسے کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے بہت سے فتنوں کا دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ دور جاہلیت میں ایسی تقریب کے لیے عقیقے کا رواج تھا۔ ان کے ہاں دستور یہ تھا کہ پیدائش کے چند روز بعد نومولود کے سر کے بال صاف کر دیے جاتے اور اسی دن کسی جانور کی قربانی کی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اصولی طور پر اسے باقی رکھا ہے بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے مناسب ہدایات دی ہیں جن کا آئندہ ذکر ہوگا۔ عقیقے کی مختلف تعریفیں حسب ذیل ہیں: ○ ہر بچے کے ان بالوں کو عقیقہ کہا جاتا ہے جو اس وقت اگ آتے ہیں جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ ○ اس جانور کو عقیقہ کہا جاتا ہے جو نومولود کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے اور اس وقت بچے کے وہ بال بھی صاف کیے جاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند بزار کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں اس جانور کو عقیقہ کہا گیا ہے جو بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بچے کے لیے دو عقیقے اور بچی کے لیے ایک عقیقہ ہے۔“<sup>(۱)</sup>

شرعی طور پر عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ اور مستحب عمل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے۔ پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے۔ اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال صاف کیے جائیں۔“<sup>(۲)</sup> ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: ”جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو ضرور قربانی کرے۔“<sup>(۳)</sup> لیکن اہل الرائے کا موقف ہے کہ عقیقہ سنت نہیں بلکہ دور جاہلیت کی ایک رسم ہے۔<sup>(۴)</sup> عقیقہ اس لیے مشروع قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نعمت عطا کرنے پر اس کا شکر بھی ادا ہو جائے اور تعلق دار، دوست احباب کی ضیافت کے ساتھ ساتھ غرباء اور مساکین کا فائدہ بھی ہو جائے۔ اگر انسان اپنی اولاد کی پیدائش کے وقت متکدست ہو تو

۱. فتح الباری: 726/9، وصحیح الجامع الصغیر، حدیث: 4107، ۲. مسند أحمد: 17/5، ۳. سنن أبی داود، الضحایا،

حدیث: 2842، ۴. المغنی: 393/13.



اس پر عقیقہ لازم نہیں ہے کیونکہ وہ عاجز ہے اور عاجز سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔

ہمارے رجحان کے مطابق عقیقہ کے موقع پر بکری (نر اور مادہ) اور دنبہ وغیرہ ذبح کیا جائے کیونکہ احادیث میں صرف ان کا ذکر ملتا ہے۔ جو حضرات عقیقہ کے موقع پر گائے اور اونٹ ذبح کرنے کے قائل ہیں وہ درج ذیل حدیث پیش کرتے ہیں: ”بچے کی طرف سے اونٹ، گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔“<sup>1</sup> لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں مسعدہ بن یسیع نامی راوی کذاب ہے۔<sup>2</sup> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے خبر دی کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور انھوں نے بطور عقیقہ اونٹ ذبح کیا ہے تو آپ نے معاذ اللہ پڑھا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تو دو بکریاں ذبح کی تھیں۔<sup>3</sup> واضح رہے کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی کی شرائط نہیں ہیں، اور نہ عقیقہ کا جانور دو دانٹا ہونا ضروری ہے۔ عقیقہ کرنے کے بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا بھی درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جانور ذبح کرنے کو مسنون قرار دیا ہے اور اس امر ہی کی تلقین کی ہے۔ قربانی کی طرح عقیقہ کا گوشت قربانی کی طرح خود بھی کھایا جاسکتا ہے اور اس سے صدقہ بھی کرنا چاہیے۔ دوست احباب کو تحفہ بھی دینا چاہیے۔ اس کی کھال غرباء و مساکین کو دی جائے، اسے فروخت کر کے اس کی قیمت بھی انھیں دی جاسکتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے عقیقہ کے احکام و مسائل سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لیے مذکورہ عنوان قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بارہ (12) احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں تین (3) معلق اور نو (9) متصل سند سے مروی ہیں۔ ان میں آٹھ (8) مکرر اور چار (4) خالص ہیں۔ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ انھوں نے عقیقہ کے بارے میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا ایک اثر بھی بیان کیا ہے۔ انھوں نے ان احادیث و آثار پر چار چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں۔ جن میں عقیقہ کے متعلق احکام و مسائل بیان کیے ہیں۔ آئندہ اوراق میں ان کی وضاحت کریں گے۔ دور جاہلیت میں فرع اور عتیرہ کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عقیقہ کے عنوان میں ان جاہلانہ رسوم کی تردید کی ہے اور اس سلسلے میں احادیث پیش کی ہیں۔ بہر حال ہماری معروضات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان احادیث کا مطالعہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔

① المعجم الصغير للطبراني: 84/1، رقم: 221، وإرواء الغلیل: 393/4، رقم: 1168، ② مجمع الزوائد: 61/4، ③ السنن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 71 - کتابِ العقیقہ

عقیقہ سے متعلق احکام و مسائل

(۱) بَابُ تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ عَدَاةَ بَوْلَدٍ لِمَنْ لَمْ يَغُفَّ عَنْهُ، وَتَخْنِيكِهِ

باب: 1- جس نومولود کا عقیقہ نہ کرنا ہو تو اس کا پیدائش کے دن ہی نام رکھنا اور اسے گھٹی دینا

**ترجمہ و وضاحت:** اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ اگر غربت اور تنگدستی کی وجہ سے نومولود کے عقیقہ کا پروگرام نہ ہو تو اس کے نام وغیرہ رکھنے کو ساتویں دن تک مؤخر نہ کیا جائے جیسا کہ ابراہیم بن ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن ابوطلیحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے نام ان کی پیدائش کے دن ہی رکھ دیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے تحت جگر سیدنا ابراہیم کا نام بھی اس دن تجویز ہوا جس دن وہ پیدا ہوئے تھے۔ ان تمام حضرات کا عقیقہ نہیں کیا گیا۔ اگر عقیقہ کیا گیا ہوتا تو احادیث میں اس کا ذکر ضرور ملتا اور ساتویں دن ہی ان کا نام رکھا جاتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک عقیقہ فرض نہیں بلکہ سنت ہے جس کے کرنے پر ثواب ہوگا لیکن اس کو چھوڑنے سے ان شاء اللہ انسان گناہ گار نہیں ہوگا۔ اس عنوان کا دوسرا حصہ تحنیک، یعنی نومولود کو گھٹی دینا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کھجور یا کوئی بھی میٹھی چیز چبا کر نرم کر کے نومولود کے منہ میں ڈالی جائے۔ اس کا مقصد ایمان کی نیک فال لینا ہے کیونکہ کھجور کے درخت کو مومن سے تشبیہ دی گئی ہے اور میٹھی چیز کو رسول اللہ ﷺ پسند فرماتے تھے، لہذا اس میں حلاوت ایمان (ایمان کی مٹھاس) کے لیے نیک فال لینا ہے خصوصاً جب گھٹی دینے والا نیک سیرت اور اچھی شہرت کا حامل ہو۔ بازار میں ہمدرد گھٹی وغیرہ بھی دستیاب ہوتی ہے، اس سے یہ کام نہیں چلے گا ہاں، اگر کوئی نیک آدمی اسے اپنے منہ میں ڈال کر پھر نومولود کے منہ میں ڈالے تو صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

[5467] حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام

۵۴۶۷ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَلِدَ لِي غُلَامٌ،

فَأَنْتِ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ فَحَنَنْتُهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ، وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى . (انظر: ٦١٩٨)

ابراہیم رکھا اور کھجور کو چبا کر اس کی کھٹی دی، نیز اس کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی، پھر وہ مجھے دے دیا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں پیدائش کے دن ہی نومولود کا نام رکھنے اور اسے کھٹی دینے کا ذکر ہے، اگرچہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نومولود کا نام رکھنے اور اسے کھٹی دینے میں جلدی کرنی چاہیے لیکن دیگر صحیح احادیث میں ہے کہ ساتویں روز نام رکھا جائے جیسا کہ حضرت سرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے۔ پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال صاف کرائے جائیں۔“ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ اگر عقیقہ کرنے کا پروگرام نہ ہو تو نام وغیرہ رکھنے کو ساتویں دن تک مؤخر نہیں کرنا چاہیے بلکہ پیدائش کے دن ہی نام رکھ دیا جائے اور کھٹی بھی دے دی جائے۔ واللہ اعلم۔

٥٤٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أُنِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِصَبِيٍّ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ . (راجع: ٢٢٢)

[5468] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی۔ اس نے آپ پر پیشاب کر دیا تو آپ نے اس جگہ پر پانی بہا دیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نومولود بچوں کو لایا جاتا تو آپ ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کرتے۔ ایک بچے کو لایا گیا تو اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوا کر کپڑے پر بہا دیا اسے دھویا نہیں۔ ② ایک روایت میں ہے کہ بچے کو کھٹی دینے کے لیے آپ نے اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے پیشاب کر دیا، آپ نے وہاں پانی بہا دیا۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اگر نومولود کے عقیقے کا ارادہ نہ ہو تو پیدا ہوتے ہی اس کا نام رکھ دیا جائے اور اسی وقت کھٹی دے دی جائے اور اگر عقیقہ کرنا ہو تو یہ کام ساتویں دن کرنا چاہیے۔ ④ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نومولود، ولادت کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے کھجور کا ٹکڑا اپنے منہ مبارک میں چبا کر نرم کر کے بچے کے حلق میں لگا دیا۔ واللہ اعلم۔

٥٤٦٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهَا

[5469] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں عبد اللہ بن زبیر کی امید سے تھیں۔ انھوں نے کہا کہ جب میں وہاں سے ہجرت کے لیے نکلی تو ولادت

① سنن أبي داود، الضحايا، حديث: 2839. ② صحيح البخاري، الدعوات، حديث: 6355. ③ صحيح البخاري، الأدب،



کا وقت قریب تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر میں نے قباء میں رہائش اختیار کی۔ پھر قباء میں ہی عبداللہ بن زبیر پیدا ہوا۔ میں اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ نے کھجور طلب فرمائی، اسے چایا اور بچے کے منہ میں لعاب مبارک ڈال دیا، چنانچہ پہلی پہلی چیز جو بچے کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپ نے اسے کھجور سے کھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ یہ سب سے پہلا بچہ تھا جو (ہجرت کے بعد) دور اسلام میں پیدا ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کے ہاں یہ افواہ پھیلانی گئی تھی کہ یہودیوں نے تم پر جادو کر دیا ہے، لہذا تمہارے ہاں اب کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

حَمَلْتُ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ، قَالَتْ فَمَخَّرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ، فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَتَزَلْتُ قُبَاءَ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ، ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَمَلَّ فِي فِيهِ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ حَنَكُهُ بِالتَّمْرِ ثُمَّ دَعَا لَهُ فَبَرَكَ عَلَيْهِ، وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ، فَفَرَحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ: إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرَتْكُمْ فَلَا يُوَلَّدُ لَكُمْ. [راجع:

[۳۹۰۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مہاجرین کی اولاد میں سب سے پہلے جنم لینے والے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے، ورنہ ہجرت کے بعد ان سے پہلے انصار میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ پیدا ہو چکے تھے۔ ② جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو ان کے ہاں کوئی زینہ اولاد پیدا نہ ہوئی۔ یہ افواہ بڑی تیزی سے پھیلی کہ یہودیوں نے مسلمانوں کی نسل بندی کے لیے جادو کرایا ہے۔ یہودیوں کی اس بکواس سے مسلمانوں کو رنج بھی تھا۔ جب یہ بچہ پیدا ہوا تو مسلمانوں نے خوشی میں اتنے زور سے نعرہ بکبیر بلند کیا کہ سارا مدینہ گونج اٹھا۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا نام ولادت کے بعد ہی رکھا گیا تھا۔ ان کا عقیدہ نہیں ہوا بصورت دیگر اس کا ضرور ذکر ہوتا۔ اگر عقیدہ نہ کرنا ہو تو نام رکھنے کے متعلق ساتویں دن کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

[5470] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار ہو گیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے کہ ان کا بیٹا فوت ہو گیا۔ جب وہ واپس آئے تو پوچھا: میرا بیٹا کیسا ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ پہلے سے سکون میں ہے۔ پھر بیوی نے انھیں کھانا پیش کیا۔ انھوں نے کھانا کھایا۔ پھر

۵۴۷۰ - حَدَّثَنِي مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ سَبْرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ابْنُ لَأْبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَبِضَ الصَّبِيَّ، فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ: مَا فَعَلَ ابْنِي؟ قَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ: هُوَ أَسْكَنُ

بیوی سے ہم بستر ہوئے۔ جب فارغ ہوئے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بچے کو دفن کر آؤ۔ صبح ہوئی تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ”کیا تم نے آج رات ہم بستی کی تھی؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرما۔“ میں نے بچہ جنا تو مجھے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسے حفاظت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ، چنانچہ اس بچے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کچھ کھجوریں بھی ہمراہ بھیجی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو لیا اور پوچھا: ”اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟“ لوگوں نے کہا: جی ہاں، کھجوریں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجوریں لیں، انھیں چبایا، پھر انھیں اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیں اور اس سے بچے کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

ایک دوسری سند محمد بن سیرین سے ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، پھر انھوں نے یہی حدیث بیان کی۔

مَا كَانَ، فَفَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ: وَارِ الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: «أَعَرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فِي لَيْلَتِهِمَا»، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، قَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْفِظْهُ حَتَّى تَأْتِي بِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَرْسَلَتْ مَعَهُ بَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «أَمَعَهُ شَيْءٌ؟» قَالُوا: نَعَمْ، تَمَرَاتٍ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَعَهَا ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ وَحَنَكَهُ بِهِ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ. [راجع: ۱۳۰۱]

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَسَاقِ الْحَدِيثِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ اس کے بعد آپ حضرت عبداللہ بن ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ امید سے ہوئیں۔ جب بچے کو جنم دیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس بچے کو حفاظت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جب اسے لے کر آپ کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حویلی میں تھے۔ آپ نے سیاہ رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور غنیمت کے اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔ ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا شرف قبولیت سے نوازی گئی اور نومولود عبداللہ کی نسل سے دس نیک علماء پیدا ہوئے۔ ③ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس نومولود کا عقیقہ نہیں کیا تھا۔ ایسے حالات میں بچے کا نام ولادت کے دن ہی عبداللہ رکھ دیا گیا، ساتویں دن کا انتظار نہیں کیا گیا۔ ④ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیقہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔ ⑤ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے متعلق لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ کچھ لوگوں نے اسے واجب کہا جبکہ کچھ حضرات اسے بدعت کہتے

ہیں۔ امام ابن منذر نے کہا ہے کہ اصحاب الرائے نے عقیدے کے سنت ہونے کا انکار کیا ہے اور اس سلسلے میں ثابت شدہ احادیث و آثار کی انھوں نے مخالفت کی ہے۔<sup>۱</sup>

## (۲) بَابُ إِمَاطَةِ الْأَدَى عَنِ الضَّبِّيِّ فِي الْعَقِيدَةِ

۵۴۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: مَعَ الْغُلَامِ عَقِيدَةٌ.

وَقَالَ حَجَّاجُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ وَتَقَادَةُ وَهْشَامُ وَحَبِيبٌ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَاصِمٍ وَهْشَامِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ ابْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ سَلْمَانَ قَوْلُهُ. [انظر: ۵۴۷۲]

۵۴۷۲ - وَقَالَ أَصْبَغُ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ: حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَعَ الْغُلَامِ عَقِيدَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَدَى».

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا

## باب: 2- عقیدے میں نومولود سے تکلیف دہ چیز دور کرنا

[5471] حضرت سلمان بن عامر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہر بچے کے ساتھ عقیدہ ہے۔

ایک دوسری سند میں ابن سیرین حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ نبی ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں۔

کئی لوگوں نے حضرت عاصم اور ہشام سے، انھوں نے حصہ بنت سیرین سے، انھوں نے رباب سے، انھوں نے حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

ایک روایت میں یزید بن ابراہیم ابن سیرین سے بیان کرتے ہیں، ان سے حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا قول بیان کیا ہے۔

[5472] حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”لو کہ کے ساتھ عقیدہ لگا ہوا ہے۔ اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے تکلیف دہ چیز دور کرو۔“

حبیب بن شہید کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن سیرین نے حکم

قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ قَالَ: دیا کہ میں امام حسن بصری سے دریافت کروں کہ انھوں نے  
أَمَرَنِي ابْنُ سِيرِينَ أَنْ أَشْأَلَ الْحَسَنَ: مِمَّنْ عقیقہ کی حدیث کس سے سنی ہے؟ چنانچہ میں نے ان سے  
سَمِعَ حَدِيثَ الْعَقِيقَةِ؟ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: مِنْ سَمُرَةَ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت سمرہ بن جندب  
ابن جندب. [راجع: ۵۴۷۱]

🌞 فوائد ومسائل: ① ”ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے“ حدیث کے ان الفاظ سے حضرت حسن بصری اور قتادہ رحمہما نے یہ استدلال کیا ہے کہ لڑکے کا عقیقہ ہے لڑکی کا نہیں۔ لیکن جمہور اہل علم کا موقف ہے کہ عقیقہ دونوں کی طرف سے ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے: ۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ قربانی کی جائے۔<sup>(۱)</sup> ۲۔ حضرت ام کرزہ کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو ایک جیسی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کی جائے۔<sup>(۲)</sup> ۳۔ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرو۔“<sup>(۳)</sup> اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں کہ نومولود کی طرف سے خون بہاؤ۔ یہ ہم الفاظ ہیں۔ ان کی تفسیر دیگر احادیث سے ہوتی ہے کہ کون سے جانور عقیقہ میں ذبح کرنے ہیں۔ حدیث میں شاة کا لفظ ہے جو بکری، بھیڑ اور دنبہ تینوں پر بولا جاتا ہے۔ اگرچہ جمہور اہل علم گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا جائز کہتے ہیں لیکن اس سلسلے میں ہمارا موقف ہے کہ صرف ان جانوروں پر اکتفا کیا جائے جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔ اس کی وضاحت ہم اپنے تعارفی نوٹ میں کر آئے ہیں۔ وہ تکلیف دہ چیز کیا ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ نومولود سے اسے دور کیا جائے؟ اس کے متعلق حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد سر کے بال صاف کرنے ہیں۔<sup>(۴)</sup> بعض علماء نے اس کے علاوہ کوئی اور چیز مراد لی ہے۔ بہر حال تکلیف دہ چیز عام ہے اور اس میں سر کا منڈوانا بھی شامل ہے۔<sup>(۵)</sup> واللہ اعلم، بعض حضرات نے اس سے مراد نختہ لیا ہے۔ کچھ حضرات کا موقف ہے کہ دور جاہلیت میں عقیقہ کا خون بچے کے سر پر ملتے تھے، اس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ جب اسلام آیا تو سر کے بال صاف کرنے کے بعد اس پر زعفران لگائی جاتی تھی۔<sup>(۶)</sup> ہمارے رجحان کے مطابق اس سے وہ بلائیں اور آفتیں مراد ہیں جو نومولود سے وابستہ ہوتی ہیں اور جنہیں عقیقہ سے دور کیا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ بچہ عقیقہ کی وجہ سے گردی رکھا ہوا ہوتا ہے۔<sup>(۷)</sup> امام بخاری رحمہ اللہ نے عقیقہ کے متعلق حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ذکر نہیں کیے کیونکہ وہ مشہور ہے۔ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں: ”نومولود، عقیقہ کے عوض گردی ہوتا ہے۔ ولادت کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کے سر کے بال صاف کیے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔“<sup>(۸)</sup> نومولود اپنے

① جامع الترمذی، الأضاحی، حدیث: 1513، سنن أبي داود، الضحایا، حدیث: 2834، مسند احمد: 381/6.

② سنن أبي داود، الضحایا، حدیث: 2840، فتح الباری: 734/9، سنن أبي داود، الضحایا، حدیث: 2843، سنن

أبي داود، الضحایا، حدیث: 2838، جامع الترمذی، الأضاحی، حدیث: 1522.



عقیقہ کے عوض گردی ہے، اس کے مفہوم میں بہت اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک بہترین مفہوم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بچے کا قیامت کے دن سفارش کرنا ہے، یعنی جب بچہ فوت ہو گیا اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا تو قیامت کے دن وہ والدین کے لیے سفارش نہیں کرے گا۔<sup>①</sup> نومولود کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا بھی مشروع ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن کا عقیقہ کیا اور حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا: ”اے فاطمہ! اس کا سر منڈاؤ اور بالوں کے عوض چاندی صدقہ کرو۔“<sup>②</sup> نومولود کے مذکورہ احکام کے علاوہ اس کے کان میں اذان کہنا بھی مشروع ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو ان کے کان میں اذان کہی تھی۔<sup>③</sup> یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد کی وجہ سے مضبوط ہو جاتی ہے۔<sup>④</sup>

### باب: 3- فرع کا بیان

### (۳) بَابُ الْفَرْعِ

[5473] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”فرع اور عتیرہ کی کوئی حیثیت نہیں۔“

۵۴۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ».

فرع، اونٹنی کا وہ پہلا بچہ ہے جسے دور جاہلیت میں کافر اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ کو رجب میں ذبح کرتے تھے۔

وَالْفَرْعُ أَوَّلُ التَّنَاجِ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيَّتِهِمْ. وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ. [انظر: ۵۴۷۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① ابو داؤد میں مزید وضاحت ہے کہ اونٹنی کے پہلے بچے کو بتوں کے نام پر ذبح کر کے اسے خود کھا جاتے اور اس کی جلد درختوں پر پھینک دیتے۔<sup>⑤</sup> ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرع کو حق قرار دیا ہے جیسا کہ سنن نسائی میں ہے۔<sup>⑥</sup> امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرع جائز ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیا جائے۔<sup>⑦</sup> ② ہمارے رجحان کے مطابق جاہلیت کی یہ رسم دور اسلام میں اسی طرح قائم رہی مگر مسلمان اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے لگے، پھر اس رسم کو موقوف اور منسوخ کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

① فتح الباری: 734/9. ② جامع الترمذی، الأضاحی، حدیث: 1519. ③ جامع الترمذی، الأضاحی، حدیث: 1516.

④ تحفة الأحوذی: 91/1. ⑤ سنن أبي داود، الضحايا، حدیث: 2833. ⑥ سنن النسائي، الفرع والعتيرة، حدیث: 4230.

⑦ فتح الباری: 739/9.

## (۴) بَابُ الْعَتِيرَةِ

## باب: 4- عتیرہ کا بیان

۵۴۷۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَبِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ».

[5474] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”فرع اور عتیرہ کوئی شے نہیں ہیں۔“

قَالَ: وَالْفَرَعُ أَوَّلُ النَّسَاجِ كَانَ يُنْتَجِعُ لَهُمْ، كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لَطَوَاعِيَّتِهِمْ. وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ. [راجع: ۵۴۷۳]

فرع اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جسے دور جاہلیت میں کافر لوگ اپنے بتوں کے نام سے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ کو رجب میں ذبح کیا جاتا تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① دور جاہلیت میں اسے رجمہ بھی کہا جاتا تھا کیونکہ اسے رجب میں ذبح کرتے تھے۔ اسلام نے اس رسم کو ختم کر دیا کیونکہ واضح طور پر اس میں شرک کے جراثیم پائے جاتے تھے۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے مشروع قرار دیا ہے جب اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ منیٰ میں کھڑے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اللہ کے رسول! ہم دور جاہلیت میں رجب کے مہینے میں عتیرہ ذبح کرتے تھے، آپ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے نام پر جس مہینے میں چاہو ذبح کرو اور اللہ کے نام سے لوگوں کو کھلاؤ۔“ ② ہمارے رجحان کے مطابق صدقہ و خیرات قربانی ہر وقت جائز ہے مگر ذوالحجہ کے علاوہ کسی دوسرے مہینے کی پابندی سے کوئی قربانی یا خیرات کرنا درست نہیں جیسا کہ میت کی طرف سے صدقہ و خیرات جائز ہے لیکن قل خوانی، تیج، ساتواں، دسواں یا چہلم کے نام سے صدقہ و خیرات کرنا بدعت ہے۔ اس قسم کی تخصیص کا شریعت میں جواز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔



## ذبايح، شكار کا معنی و مفہوم اور جانور کے حلال و حرام ہونے کے اصول

ذبايح، ذبيحة کی جمع ہے اور ذبيحہ وہ جانور ہے جو کسی کی ملکیت ہو اور حلال ہو اسے ذبح کر کے اس کی شہ رگ کاٹ دی جائے۔ صید کا لفظ مصدر ہے جس کے معنی ہیں: شکار کرنا اور کبھی اس کا اطلاق اس جانور پر ہوتا ہے جسے شکار کیا جاتا ہے۔ شکار ہر اس حلال جنگلی جانور کو کہتے ہیں جو کسی کی ملکیت و قبضے میں نہ ہو۔ اس عنوان کے تحت ذبايح اور شکار کے احکام بیان ہوں گے۔ دراصل کسی جانور کے حلال و حرام ہونے کے متعلق یہ اصول ہے کہ ہر جانور حلال ہے سوائے اس کے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہو۔ کسی جانور کے حلال ہونے کے لیے صرف دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے: وہ پاکیزہ ہو اور اس کے اندر کسی بھی پہلو سے خباثت نہ ہو۔ جانور کی خباثت مندرجہ ذیل چیزوں سے معلوم کی جاسکتی ہے: ○ نبی ﷺ نے واضح طور پر خبیث قرار دیا ہو، مثلاً: گھریلو گدھے ○ ہر وہ پرندہ جو چنگال والا ہو، یعنی پنچے سے شکار کرے اور پنچے سے پکڑ کر کھائے، جیسے: باز اور شکر ○ جس کی خباثت معروف ہو، جیسے: چوہا، سانپ اور بچھو وغیرہ ○ جس کے قتل سے منع کیا گیا ہو، مثلاً: بلی یا جس کے قتل کا حکم دیا گیا ہو، جیسے: چیل ○ جس جانور کے متعلق مشہور ہو کہ وہ مردار کھاتا ہے، مثلاً: گدھ ○ جسے ناجائز طریقے سے ذبح کیا گیا ہو، مثلاً: کافر کا ذبیحہ یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور۔ ان کے علاوہ جتنے بھی جانور ہیں وہ سب حلال ہیں۔ اس اصول کو فقہی زبان میں اس طرح ادا کیا جاتا ہے: ”ہر چیز کی اصل اباحت ہے۔“ پہلے لوگوں کا یہ ذہن تھا کہ حلال صرف وہ جانور ہے جس کے حلال ہونے کے متعلق شریعت میں واضح ثبوت ہو لیکن ہمارے لیے حلال اشیاء کا دائرہ بہت وسیع کر دیا گیا ہے، یعنی ہمارے لیے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خباثت نہیں پائی جاتی اور جو درج بالا اصولوں کی زد میں نہیں آتے۔ واضح رہے کہ حلال جانور کا خون حرام ہے۔ خون سے مراد وہ خون ہے جو ذبح کرتے وقت بہتا ہے۔ اور کچھ خارجی اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے حلال جانور حرام ہو جاتا ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے: ○ جو جانور طبعی موت مر جائے اور اسے ذبح نہ کیا جائے ○ جس جانور پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا گیا ہو ○ وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مر جائے ○ وہ جانور جسے چھڑی یا لاٹھی ماری جائے اور وہ مر جائے ○ وہ جانور جو بلندی سے گر کر مر جائے ○ جو جانور دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جائے ○ وہ جانور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو ○ وہ جانور جسے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو، خواہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔ پھر شرعی ذبح کی تین شرطیں حسب ذیل ہیں: ○ چھری

پھرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بصورت دیگر وہ جانور حلال نہیں ہوگا۔ ○ ذبح کرنے والا فحش مسلمان ہو یا اہل کتاب سے ہو۔ ○ شرعی طریقے سے ذبح کرتے ہوئے جانور کی شہ رگ کاٹ دی جائے۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت ذبح، ذبیحہ اور شکار وغیرہ کے احکام و مسائل اور آداب و شرائط بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ترانوے (93) مرفوع احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں اکیس (21) معلق اور بہتر (72) متصل سند سے بیان کی ہیں، پھر ان میں اناسی (79) مکرر اور چودہ (14) خالص ہیں۔ چھ (6) احادیث کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مرفوع احادیث کے علاوہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم سے مروی چوالیس (44) آثار بھی بیان کیے ہیں۔ انھوں نے ان احادیث و آثار پر اڑتیس (38) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کر کے قوت استنباط اور قوت فہم کی ایک مثال قائم کی ہے۔ چند ایک عنوان حسب ذیل ہیں: ○ شکار پر بسم اللہ پڑھنا۔ ○ تیر کمان سے شکار کرنا۔ ○ جب کتا شکار میں سے خود کھالے۔ ○ جب شکار کیا ہوا جانور دو یا تین دن بعد ملے۔ ○ شکاری جب اپنے شکار کے پاس دوسرا کتا دیکھے۔ ○ بطور مشغلہ شکار کرنا۔ ○ پہاڑوں پر شکار کرنا۔ ○ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا۔ ○ گھوڑوں کا گوشت۔ ○ پالتو گدھوں کا گوشت۔ ○ مجبور فحش کا مردار کھانا۔ ہم نے احادیث اور عنوانات کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے اور بعض مقامات پر تشریحی نوٹس بھی دیے ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہماری معروضات کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کی ہوئی احادیث کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے اور قیامت کے دن محدثین کے ہمراہ اٹھائے۔ آمین۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 72 - كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ

ذبیحوں اور شکار سے متعلق احکام و مسائل

باب: 1- شکار پر بسم اللہ پڑھنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تمہارے لیے حرام کیے گئے ہیں مردہ جانور..... لہذا تم ان سے نہ ڈرو، اور مجھی سے ڈرو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ ضرور تمہیں اس چیز کے شکار کے ذریعے سے آزمائے گا.....“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تمہارے لیے چوپائے مویشی حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جن کے نام تمہیں پڑھ کر سنا دیے جائیں گے..... لہذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھی سے ڈرو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عقود سے مراد وہ عہد و پیمان ہیں جو حلال و حرام کے متعلق کیے جائیں۔ ﴿إِلَّا مَا يَنْتَلٰی عَلَیْكُمْ﴾ سے مراد سور کا گوشت وغیرہ ہے۔ ﴿يَجْرِمَنَّكُمْ﴾ کے معنی ہیں: تمہیں آمادہ کرے۔ ﴿شَنَآنٌ﴾ کے معنی ہیں: عداوت و دشمنی۔ ﴿الْمُنْحَنِقَةُ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جسے گلا

(۱) بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الصَّيْدِ

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾ [المائدة: ۳]

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَبْلُغُوا إِلَى اللَّهِ يُشْرِكُ مِنْ الصَّيْدِ﴾

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْعُقُودُ: الْعُهُودُ. مَا أُحِلَّ وَحُرِّمَ، ﴿إِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾: الْخَنَزِيرُ. ﴿يَجْرِمَنَّكُمْ﴾: يَحْمِلَنَّكُمْ. ﴿شَنَآنٌ﴾: عَدَاوَةٌ. ﴿وَالْمُنْحَنِقَةُ﴾: تُخْنَقُ فْتَمُوتُ. ﴿وَالْمَوْفُودَةُ﴾: تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ يُوقَدُهَا فْتَمُوتُ.

﴿وَالْمُتَرَدِّةُ﴾: تَسَرَدَّى مِنَ الْجَبَلِ .  
 ﴿وَالنَّطِيحَةُ﴾: تُنطَحُ الشَّاةُ . فَمَا أَدْرَكَتْهُ  
 يَتَحَرَّكُ بِذَنَبِهِ أَوْ بِعَيْنَيْهِ فَأَذْبَحَ وَكُلَّ .  
 گھونٹ کر مار دیا جائے۔ ﴿الْمَوْقُودَةُ﴾ سے مراد وہ جانور  
 جسے لکڑی سے مارا گیا ہو۔ ﴿الْمُتَرَدِّةُ﴾ سے مراد وہ جانور جو  
 پہاڑ سے پھسل کر مر جائے اور ﴿النَّطِيحَةُ﴾ وہ ہے جسے  
 بکری سینگ مارے، پھر اگر تم اسے دم ہلاتے ہوئے یا آنکھ  
 کو حرکت دیتے ہوئے پالو تو ذبح کر کے کھا لو۔

وضاحت: ان آیات میں ذبیحہ اور شکار کے احکام بیان ہوئے ہیں اور کچھ ایسے جانوروں کا ذکر ہے جو حلال ہونے کے  
 باوجود کسی سبب سے مرجائیں۔ اگر ایسے جانور زندہ پائے جائیں اور بسم اللہ پڑھ کر انھیں ذبح کر لیا جائے تو ان کا کھانا جائز ہے  
 جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۴۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ  
 عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:  
 سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ؟ قَالَ:  
 «مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْهُ، وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ  
 فَهُوَ وَقِيدٌ»، وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ فَقَالَ:  
 «مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ، فَإِنْ أَخَذَ الْكَلْبُ  
 ذَكَاءً، وَإِنْ وَجَدَتْ مَعَ كَلْبِكَ - أَوْ كِلَابِكَ -  
 كَلْبًا غَيْرَهُ فَخَشِيتَ أَنْ يَكُونَ أَخَذَهُ مَعَهُ، وَقَدْ  
 قَتَلَهُ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا ذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَى  
 كَلْبِكَ وَلَمْ تَذْكُرْهُ عَلَى غَيْرِهِ». [راجع: ۱۷۵]

[5475] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،  
 انھوں نے کہا کہ میں نے نوکدار لکڑی سے کیے ہوئے شکار  
 کے متعلق نبی ﷺ سے دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا: ”اگر  
 شکار اس کی نوک سے زخمی ہو جائے تو اسے کھا لو لیکن اگر  
 عرض (چوڑائی) کے بل اسے لگے تو اسے نہ کھاؤ کیونکہ یہ  
 موقودہ ہے۔“ میں نے کتے سے کیے ہوئے شکار کے متعلق  
 پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اگر وہ کتا تیرے لیے شکار کو روک  
 رکھے تو کھا لو کیونکہ کتے کا شکار کو پکڑ لینا بھی ذبح کے حکم میں  
 ہے۔ اگر تم اپنے کتے یا اپنے کتوں کے ساتھ کوئی دوسرا کتا  
 بھی پاؤ اور تمہیں اندیشہ ہو کہ اس کتے کے ساتھ دوسرے  
 کتے نے شکار پکڑا ہوگا اور وہ شکار کو مار چکا ہو تو ایسے شکار کو  
 نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اللہ کا نام اپنے کتے پر لیا تھا دوسرے کتے  
 پر اللہ کا نام نہیں لیا تھا۔“

فوائد ومسائل: ① جانور کے حلال ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے، یعنی  
 بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے اسے کھاؤ۔“ ② دوسری صورت  
 یہ ہے کہ شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے بشرطیکہ وہ کتا سدھایا ہوا ہو۔ سدھایا ہوا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کتا  
 شکار پر چھوڑا جائے جو دوڑتا ہوا جائے، جب اسے روکا جائے تو رک جائے اور جب شکار پکڑے تو اس میں سے کچھ نہ کھائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”اگر تم نے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور چھوڑتے وقت تو نے اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم غیر سدھائے کتے سے شکار کرو پھر تمہیں اسے ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو اسے بھی کھا سکتے ہو۔“<sup>۱</sup> ہمارے رجحان کے مطابق شکاری کتے سے کیے ہوئے شکار کو کھانے کی دو شرطیں ہیں: ○ وہ کتا سدھایا ہوا ہو۔ ○ چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ان دو شرطوں کے بغیر شکار حلال نہ ہوگا۔

## (۲) بَابُ صَبْدِ الْمِعْرَاضِ

## باب: 2- نوکدار لکڑی سے شکار کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے غلیل سے مرے ہوئے شکار کے متعلق فرمایا کہ وہ موقوفہ ہے۔ حضرت سالم، قاسم، مجاہد، ابراہیم نخعی، عطاء اور حسن بصری رضی اللہ عنہم نے اسے مکروہ کہا ہے۔ اور حسن بصری نے شہروں اور دیہاتوں میں غلیل پھینکنے کو مکروہ خیال کیا ہے، ان کے علاوہ دیگر مقامات میں کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْمَقْتُولَةِ بِالْبُنْدَقَةِ: تِلْكَ الْمَوْقُودَةُ، وَكَرِهَهُ سَالِمٌ وَالْقَاسِمُ وَمُجَاهِدٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ، وَكَرِهَ الْحَسَنُ رَمِيَ الْبُنْدَقَةِ فِي الْفَرَى وَالْأَمْصَارِ وَلَا يَرَى بِهِ بَأْسًا فِيمَا سِوَاهُ.

وضاحت: غلیل سے پتھر پھینک کر اگر شکار کیا جائے اور وہ مرجائے تو ایسا شکار کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ پھینکنے والے کی قوت سے شکار کو زخمی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جہاں کہیں ہجوم اور آبادی ہو وہاں غلیل سے غلیل پھینکنے کو مکروہ خیال کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ کسی شخص کو زخمی کر دے۔ اس کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ کنکری نہ تو شکار مار سکتی ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن آنکھ پھوڑ سکتی ہے اور دانت توڑ سکتی ہے۔<sup>۲</sup>

[5476] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نوکدار لکڑی سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”جب تم اس کی نوک سے شکار کو مار لو تو اسے کھاؤ لیکن اگر عرض کے بل شکار کو لگے اور جانور مرجائے تو وہ موقوفہ (مردار) ہے، اسے نہ کھاؤ۔“ میں نے دوسرا سوال کیا کہ میں اپنا کتا بھی چھوڑتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”جب تم اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھ کر

۵۴۷۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: «إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، فَإِذَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَقَتَلْ فَإِنَّهُ وَقِيدٌ فَلَا تَأْكُلْ»، فَقُلْتُ: أُرْسِلُ كُلِّي؟ قَالَ: «إِذَا أُرْسَلَتْ كُلْبُكَ

اسے دوڑاؤ تو وہ شکار کھا سکتے ہو۔“ میں نے عرض کی: اگر کتا، شکار میں سے کچھ کھالے تو؟ آپ نے فرمایا: ”اگر اس نے خود کھا لیا تو اسے مت کھاؤ کیونکہ وہ شکار اس نے تمھارے لیے نہیں روکا بلکہ اپنے لیے روکا ہے۔“ میں نے کہا: میں بعض اوقات اپنا کتا چھوڑتا ہوں، پھر میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو بھی پاتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”وہ شکار تم نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی دوسرے پر نہیں پڑھی تھی۔“

وَسَمَّيْتُ فَكُلُّ، قُلْتُ: فَإِنْ أَكَلَ؟ قَالَ: فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ لَمْ يُسَمِّكَ عَلَيْكَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ؟ قَالَ: «لَا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ». [راجع: ۱۷۵]

🌟 فوائد و مسائل: ① معروض، اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا ایک کنارہ تیز ہوتا ہے یا تیز دھار لوہا لگا ہوتا ہے، اگر اس کی نوک یا تیز دھار اسے زخمی کر دے تو ذبیحہ ہے، اسے کھانا جائز ہے۔ اگر شکار کو وہ لکڑی چوڑائی کے بل لگے اور چوٹ لگنے سے وہ مرجائے تو وہ موقوفہ (مردار) کے حکم میں ہے۔ اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ ② ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لکڑی کی نوک یا تیز دھار لگنے سے شکار کٹ جاتا ہے جبکہ چوڑائی کے بل لگنے سے شکار کتا نہیں بلکہ پھٹ جاتا ہے۔ کٹنے سے خون بہتا ہے تو ذبح کے حکم میں ہے جبکہ جلد پھٹ جانے سے ایسا نہیں ہوتا۔

### باب: 3۔ جس شکار کو نوکدار لکڑی چوڑائی کے بل لگے

[5477] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم شکار کے لیے سدھائے ہوئے کتے چھوڑتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شکار وہ تمھارے لیے پکڑ کر لے آئیں اسے کھا لو۔“ میں نے کہا: اگرچہ وہ شکار کو مار ڈالیں؟ آپ نے فرمایا: ”اگرچہ وہ اسے مار ڈالیں۔“ میں نے عرض کیا: ہم نوکدار لکڑی سے بھی شکار کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس کی دھار شکار کو زخمی کر کے چیر دے تو اسے کھا لو اور اگر لکڑی عرض کے بل لگے تو اسے نہ کھاؤ۔“

### (۳) بَابُ مَا أَصَابَ الْمِعْرَاضُ بِعَرَضِهِ

۵۴۷۷ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ، قَالَ: «كُلْ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ»، قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلَنَ؟ قَالَ: «وَإِنْ قَتَلَنَ»، قُلْتُ: وَإِنَّا نَزِمِي بِالْمِعْرَاضِ؟ قَالَ: «كُلْ مَا خَرَقَ وَمَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ۱۷۵]

🌟 فوائد و مسائل: ① شکاری کتے کے شکار کے متعلق دو شرطیں ہیں: اگر اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی اور اس نے شکاری کے لیے اس شکار کو روک رکھا، اس سے خود نہیں کھایا تو ایسے شکار کو کھانا جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو شکار وہ



تمہارے لیے پکڑ رکھیں اسے کھاؤ اور اس جانور کو اللہ کا نام لے کر چھوڑ دو۔“ (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوک دار لکڑی سے کیے ہوئے شکار کی دو حالتیں ہیں: اگر نوک یا تیز دھار لگنے سے شکار مر جائے تو اسے کھانا جائز ہے اور اگر چوڑائی کے بل لگنے سے شکار مرا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے جبکہ امام اوزاعی، مکحول اور شام کے فقہاء رحمہم کہتے ہیں کہ جو شکار نوک دار لکڑی سے کیا جائے، اسے مطلق طور پر کھانا جائز ہے، خواہ وہ عرض کے بل لگنے سے پھٹ جائے یا نوک اور دھار لگنے سے کٹ جائے، اسی طرح حضرت ابو درداء اور فضالہ بن عبید رحمہم بھی اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔ (۲) بہر حال حدیث میں اس کی تفصیل ہے، اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

#### (۴) بَابُ صَنِيدِ الْقَوْسِ

#### باب: 4- تیر کمان سے شکار کرنا

امام حسن بصری اور امام ابراہیم نخعی رحمہم نے کہا: جب کوئی شکار کرے اور اس شکار کا پاؤں یا ہاتھ الگ ہو جائے تو جو حصہ جدا ہوا ہے وہ نہ کھائے اور باقی شکار کھالے، نیز ابراہیم نخعی نے کہا: جب تم نے شکار کی گردن یا اس کے درمیان تیر مارا تو اسے کھا سکتے ہو۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ: إِذَا ضَرَبَ صَنِيدًا فَبَانَ مِنْهُ يَدٌ أَوْ رِجْلٌ لَا تَأْكُلِ الَّذِي بَانَ وَكُلْ سَائِرَهُ، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِذَا ضَرَبْتَ عُنُقَهُ أَوْ وَسَطَهُ فَكُلْهُ.

اعمش نے حضرت زید سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ کی اولاد میں سے کسی کے سامنے ایک (جنگلی) گدھا بھاگ نکلا تو انھوں نے کہا: جہاں ممکن ہو اس گدھے کو زخم لگائیں، اس کے بعد جو حصہ کٹ کر گر جائے اسے چھوڑ دو اور باقی ماندہ کھا سکتے ہو۔

وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدٍ: اسْتَعْصَى عَلَى رَجُلٍ مِنْ آلِ عَبْدِ اللَّهِ حِمَارٌ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَضْرِبُوهُ حَيْثُ تَيَسَّرَ، دَعُوا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكُلُّوهُ.

وضاحت: اس عنوان کے تحت مذکورہ آثار اس لیے بیان کیے ہیں کہ شکار کو قوس کے تیر سے مار ڈالنا ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تیر لگنے سے اس کا بازو یا ٹانگ ٹوٹ کر جسم سے الگ ہو جائے، اگر ایسا ہو جائے تو کٹ کر گرنے والا حصہ نہ کھایا جائے کیونکہ وہ زندہ جانور سے علیحدہ کیا گیا ہے جو شرعاً حرام ہے۔ اس کے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ جو عضو زندہ جانور سے کاٹ لیا جائے وہ عضو مردار ہے۔ (۳) تو اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ آل عبد اللہ کے اثر کی تفصیل اس طرح ہے کہ زید بن وہب کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن مسعود رحمہم سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جس نے جنگلی گدھے کو تیر مارا جس سے اس کی ٹانگ الگ ہو گئی تو انھوں نے فرمایا: جو عضو علیحدہ ہو جائے اسے چھوڑ دو اور باقی زندہ پر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرو اور اسے کھا سکتے ہو۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اثر میں عبد اللہ سے مراد حضرت ابن مسعود ہیں اور گدھے سے مراد جنگلی گدھا، یعنی نیل

گائے ہے۔<sup>(۱)</sup>

۵۴۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا حَيَّوَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيُّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُسَنِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، أَفَنَأْكُلُ فِي آيَاتِهِمْ؟ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلِّمٍ، وَبِكَلْبِي الْمُعَلِّمِ فَمَا يَصْلُحُ لِي؟ قَالَ: «أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاعْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا، وَمَا صِدَّتْ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَكُلْ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ الْمُعَلِّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَكُلْ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلِّمٍ فَأَذْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ» . [انظر: ۵۴۸۸، ۵۴۹۶]

[5478] حضرت ابو ثعلبہ حُشَنیؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے نبی! ہم اہل کتاب کے گاؤں میں رہتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں کھاپی سکتے ہیں؟ اور ہم ایسی زمین میں رہتے ہیں جہاں شکار بکثرت ہوتا ہے، وہاں میں اپنے تیر کمان سے شکار کرتا ہوں اور میں اپنے کتے سے بھی شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں ہوتا اور اس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا ہوتا ہے، ان میں سے کس کا کھانا میرے لیے جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو تو نے اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا ہے تو اگر ان کے (برتنوں کے) علاوہ تمھیں دوسرے برتن دستیاب ہوں تو ان کے برتنوں میں مت کھاؤ پو، اور اگر تمھیں کوئی دوسرا برتن نہ ملے تو ان کے برتن دھو کر ان میں کھاپی سکتے ہو۔ اور جو شکار تم اپنے تیر کمان سے کرو اگر تم نے تیر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہو تو اس شکار کو کھا سکتے ہو۔ اور جو شکار تم نے غیر سکھائے کتے سے کیا ہو اگر تمھیں اسے ذبح کرنے کا موقع ملے تو اسے ذبح کر کے کھا سکتے ہو۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) ایک روایت میں ہے کہ ابو ثعلبہؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم ان کے علاوہ برتن نہ پاؤ تو انھیں پانی سے اچھی طرح دھو کر استعمال کر لو۔“<sup>۲</sup> تیر سے شکار کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تیر جیسے وقت بسم اللہ پڑھ لو، پھر اگر جانور مرا ہوا بھی پاؤ تو اسے کھا لو لیکن اگر پانی میں گرا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ کیونکہ تمھیں علم نہیں کہ اسے پانی نے قتل کیا ہے یا تمھارے تیر نے اسے مارا ہے۔“<sup>۳</sup> (۲) اس سے معلوم ہوا کہ تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اس کے بغیر اگر تیر مارا ہے تو زندہ پانے کی صورت میں اسے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر لیا جائے بصورت دیگر اس کا کھانا جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱) فتح الباری: 749/9. 2 سنن أبی داود، الأ طعمة، حدیث: 3839. 3 صحیح مسلم، الصيد والذبائح.....، حدیث:

## (۵) بَابُ الْخَذْفِ وَالْبُنْدَةِ

۵۴۷۹ - حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ رَاشِدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَبَرْزِيذُ بْنُ هَارُونَ - وَاللَّفْظُ لِيَزِيدَ - عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعْقِلٍ: أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ: لَا تَخْذِفْ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ، - أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ - وَقَالَ: «إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يَنْتَكأُ بِهِ عَدُوٌّ، وَلَكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ، وَتَقْفَأُ الْعَيْنَ». ثُمَّ رَأَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ - أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ - وَأَنْتَ تَخْذِفُ؟ لَا أَكَلِمَتُكَ كَذَا وَكَذَا. [راجع:

[۴۸۴۱]

## باب: ۵- انگلی سے کنکری پھینکنا یا غلیل سے غلیله مارنا

[5479] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو کنکری پھینکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس طرح کنکری مت پھینکو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع کیا ہے یا اسے ناپسند فرمایا ہے، نیز فرمایا: ”اس سے نہ تو شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ دشمن کو زخمی کیا جاسکتا ہے لیکن یہ کبھی کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔“ اس کے بعد پھر اس شخص کو دیکھا کہ وہ کنکریاں پھینک رہا ہے تو اسے کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ نے کنکری پھینکنے سے منع کیا یا کنکری پھینکنے کو ناپسند فرمایا لیکن تو پھر کنکریاں پھینک رہا ہے، میں تیرے ساتھ اتنے دن تک بات نہیں کروں گا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غلیل میں پتھر رکھ کر پھینکنے کا اثبات کیا ہے اور اس سے شکار کرنا ناجائز ٹھہرایا ہے کیونکہ غلیله اپنے بوجھ اور زور سے شکار کو مارتا ہے، وہ گوشت کو چیرتا نہیں ہے۔ ② دور حاضر کی ایجاد بندوق کے ذریعے سے شکار حلال ہے یا حرام؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء بندوق کے ذریعے سے کیے ہوئے شکار کو حرام کہتے ہیں لیکن ہمارے رجحان کے مطابق بندوق سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیونکہ اس کی گولی، لانچی یا چھڑی کی طرح جسم سے نہیں نکرتی بلکہ تیر یا کسی بھی تیز دھار آلے کی طرح جسم کو پھاڑ کر نکل جاتی ہے، اور اس کا رتوس میں چھوٹے چھوٹے لوہے کے ٹکڑے ہوتے ہیں جو جسم کو پھاڑ کر نکل جاتے ہیں۔ جن روایات میں بندوق کے شکار کی ممانعت یا کراہت موجود ہے اس سے مراد موجودہ بندوق کی گولی نہیں بلکہ مٹی کی بنی ہوئی گولی ہے جسے غلیله کہا جاتا ہے۔ اس سے مارا ہوا شکار موقوفہ کے حکم میں ہے کیونکہ یہ جسم سے ٹکرا کر سخت چوٹ سے جانور کو مار دیتی ہے۔ واللہ اعلم۔

## (۶) بَابُ مَنْ افْتَنِيَ كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبٍ صَيْدٍ أَوْ مَا شِئَ

باب: ۶- جس نے ایسا کتا پالا جو شکاری یا جانوروں کی نگہداشت کے لیے نہ ہو

۵۴۸۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

[5480] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی

ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جس نے ایسا کتا پالا جو نہ موشیوں کی حفاظت کے لیے ہے اور نہ شکار کرنے کے لیے تو اس کی نیکیوں سے دو قیراط کی کمی ہو جاتی ہے۔“

قیراطان۔ [انظر: ۵۴۸۱، ۵۴۸۲]

[5481] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو کوئی ایسا کتا پالتا ہے جو شکار یا جانوروں کی حفاظت کے لیے نہیں تو اس کے ثواب سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔“

۵۴۸۱ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَقْتَنَى كَلْبًا - إِلَّا كَلْبًا ضَارِيًا لِيَصِيدَ أَوْ كَلَبَ مَاشِيَةٍ - فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ». [راجع: ۵۴۸۰]

[5482] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے موشی کی حفاظت یا شکار کی غرض کے علاوہ کتا پالا اس کے ثواب سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہو جاتی ہے۔“

۵۴۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَقْتَنَى كَلْبًا - إِلَّا كَلَبَ مَاشِيَةٍ أَوْ ضَارِيًا - نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ». [راجع: ۵۴۸۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں بھتی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ ② لیکن اس حدیث میں ہے کہ جو انسان بھتی بازی یا موشیوں کی حفاظت یا شکار کی غرض کے علاوہ کتا پالتا ہے اس کے ثواب سے روزانہ ایک قیراط کی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس قیراط کی مقدار اتنی نہیں جتنی جنازہ پڑھنے اور میت کے دفن میں شمولیت کرنے والے کو بطور ثواب دی جاتی ہے کیونکہ وہ قیراط تو اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے، اس لیے دلوں میں فرق رکھا گیا ہے۔ ③ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں دو قیراط کی جبکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک قیراط کی کا ذکر ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے جبکہ دونوں روایات صحیح بخاری کی ہیں؟ اس کا حل یہ ہے کہ کتے میں نقصان پہنچانے کی خصلت جس قدر ہوگی اس قدر ہی ثواب میں کمی ہوگی۔ اگر کتا موذی نہیں ہے تو ایک قیراط ورنہ دو قیراط کم ہوں گے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھتی کے لیے کتا رکھنے کا جواز حضرت سفیان بن ابوزہیرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی



ہے۔<sup>۱</sup> ③ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ شکار کے لیے کتا گھر میں رکھا جاسکتا ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کے علاوہ کسی بھی کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

### (۷) بَابُ: إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَسْتَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَمْ﴾  
[الآيَةُ (المائدة: ۴)]

﴿مُكَلِّبِينَ﴾ [۴] الْكَوَاسِبُ. ﴿اجْتَرَحُوا﴾  
[الباقية: ۲۱]: اُكْتَسَبُوا ﴿فَعَلِمُوهُمْ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ﴾  
فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿سَرِيعُ  
الْحِسَابِ﴾ [۴]

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ  
أَفْسَدَهُ، إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَاللَّهُ يَقُولُ:  
﴿فَعَلِمُوهُمْ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ﴾ فَتَضَرَّبَ وَتَعَلَّمَ حَتَّى  
تَتَرَكَّ.

وَكَرِهَهُ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ شَرِبَ  
الدَّمَّ وَلَمْ يَأْكُلْ فَكُلْ.

### باب: ۷۔ اگر کتا شکار کو کھالے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ  
کون کون سی چیزیں ان کے لیے حلال ہیں۔“

﴿مُكَلِّبِينَ﴾ کے معنی ہیں: سدھائے ہوئے۔ ﴿اجْتَرَحُوا﴾  
کے معنی ہیں: جو انھوں نے کمایا ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے جو  
تمہیں علم دے رکھا ہے، اس میں سے انھیں کچھ سکھاتے ہو،  
وہ شکاری جانور جو تمہارے لیے پکڑ رکھیں، اس میں سے  
کھاؤ..... جلدی حساب لینے والا ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر کتا شکار میں سے  
کچھ کھالے تو وہ اسے خراب کر دیتا ہے کیونکہ اس نے شکار  
صرف اپنے لیے روکا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم ان  
کو وہی کچھ سکھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے۔“ اس  
لیے اس کتے کو مارا جائے اور سکھایا جائے حتیٰ کہ وہ خو کھانا  
چھوڑ دے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسے شکار کو مکروہ کہا ہے۔  
حضرت عطاء نے کہا: اگر کتا شکار کا خون پی لے اور اس  
سے کچھ نہ کھائے تو تم اسے کھا سکتے ہو۔

وضاحت: پوری آیت کریمہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ”لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا کچھ حلال کیا گیا  
ہے؟ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں اور ان شکاری جانوروں کا شکار بھی جنہیں تم نے اس  
طرح سدھایا ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا ہے، لہذا جو شکار وہ تمہارے لیے روکے رکھیں وہ کھا سکتے ہو؟ اور انھیں چھوڑتے  
وقت اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“<sup>۲</sup> شکاری جانوروں میں

شکاری پرندے بھی شامل ہیں، جیسے: باز اور شکرانہ وغیرہ، یعنی جس جانور کو بھی یہ بات سکھائی گئی ہو کہ وہ شکار کو اپنے مالک کے لیے روکے گا، خود اس میں سے کچھ نہیں کھائے گا، اگر شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھالے تو مالک کے لیے کھانے کی صلاحیت سے نکال دیتا ہے اور اسے خراب کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عطاء سے نقل کیا ہے کہ اگر شکاری کتے نے شکار کا صرف خون پیا ہو اس سے کچھ نہ کھایا ہو تو اسے کھایا جاسکتا ہے۔ یہ احتیاط کے خلاف ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس قسم کے شکار سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

[5483] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم لوگ ان کتوں سے شکار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اگر تم اپنے سکھائے ہوئے کتوں کو شکار پر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیتے ہو تو جو شکار وہ تمہارے لیے پکڑ کر لائیں اسے کھاؤ، خواہ وہ اسے مار ہی ڈالیں لیکن اگر کتا شکار میں سے خود بھی کھا لے تو اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اس نے یہ شکار خود اپنے لیے پکڑا تھا۔ اگر تمہارے کتوں کے علاوہ دوسرے کتے بھی شریک ہو جائیں تو ایسے شکار کو مت کھاؤ۔“

۵۴۸۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فَضْلٍ عَنْ بَيَانَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ: إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ، قَالَ: «إِذَا أُرْسِلَتْ كِلَابُكَ الْمُعَلَّمَةُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ وَإِنْ قَتَلْنَ، إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ۱۷۵]

🌞 فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کتا اگر شکار کرنے کے بعد خود اس میں سے کھالے تو اسے نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اس نے یہ شکار مالک کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے پکڑا تھا لیکن ابو ثعلبہ خثی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اگر کتا اس میں سے خود بھی کھالے تو بھی مالک کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔<sup>۱</sup> محدثین نے ان احادیث میں تطبیق کی کئی ایک صورتیں بیان کی ہیں جو حسب ذیل ہیں: ۱ علامہ عینی رحمہ اللہ نے ابو داؤد کی حدیث کو داؤد بن عمرو کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔<sup>۲</sup> لیکن جو روایت ہم نے ذکر کی ہے اس میں یہ راوی نہیں ہے۔ وہ حدیث: 2848 میں ہے۔ یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ ۲ اس کی تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ شکاری کتے نے شکار پکڑ کر مار ڈالا اور اسے مالک کے لیے رکھ چھوڑا، خود وہاں سے دور چلا گیا، پھر دوبارہ واپس آ کر اس سے کچھ کھالیا تو اس حالت میں مالک کے لیے کھانا جائز ہے، ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ چونکہ غریب اور نادار تھے، اس لیے ان کے لیے اجازت دی گئی حضرت عدی بن حاتم مال دار تھے ان کے لیے اجازت نہ دی گئی۔ بہر حال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے اور پہلو بھی ذکر کیے ہیں،<sup>۳</sup> تاہم احتیاط کا تقاضا ہے کہ اگر کتا خود کھالے تو مالک اسے نہ کھائے۔ واللہ اعلم۔

## (۸) بَابُ الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ

## باب: 8- جب شکار کیا ہوا جانور دو یا تین دن بعد ملے

۵۴۸۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَسَمَيْتَ فَأَمْسَكَ وَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِذَا خَالَطَ كِلَابًا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهَا فَأَمْسَكْنِ فَفَتَلْنِ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَثْبَتَهَا قَتَلَ، وَإِنْ رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ فَكُلْ، وَإِنْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ». [راجع:

[۱۷۵]

[5484] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب تم نے اپنا کتا چھوڑا اور اس پر بسم اللہ بھی پڑھی، پھر کتے نے شکار پکڑا اور اسے مار ڈالا تو اسے کھاؤ۔ اور اگر اس نے خود بھی کھا لیا ہو تو تم نہ کھاؤ کیونکہ اس نے یہ شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔ اگر شکاری کتا دوسرے کتوں سے مل گیا جن پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تھا اور وہ شکار پکڑ کر مار ڈالیں تو ایسا شکار نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ شکار کس کتے نے مارا ہے۔ اگر تم نے شکار کو تیر مارا، پھر وہ دو یا تین دن بعد تمہیں ملا اور اس پر تمہارے تیر کے نشان کے علاوہ کوئی دوسرا نشان نہیں تھا تو ایسا شکار بھی کھاؤ لیکن اگر وہ پانی میں گر گیا ہو تو نہ کھاؤ۔“

[5485] حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ وہ شکار کو تیر مارتے ہیں، پھر دو یا تین دن اس کو تلاش کرتے ہیں تو اسے مرا ہوا پاتے ہیں اور اس میں ان کا تیر گھسا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر چاہے تو کھالے۔“

۵۴۸۵ - وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَفْتَقِرُ أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ، قَالَ: «بِأَكُلْ إِنْ شَاءَ».

[راجع: ۱۷۵]

🌞 نوآمد مسائل: ① یہ احادیث درج ذیل اقسام پر مشتمل ہیں: ○ اگر بسم اللہ پڑھ کر کتا چھوڑا جائے اور وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لے آئے تو اسے کھانا جائز ہے۔ ○ اگر کتا اس میں سے خود کچھ کھالے تو مالک کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔ ○ اگر شکاری کتے کے ساتھ دوسرے کتے بھی جائیں اور شکار کو مار ڈالیں تو ایسا شکار کھانا جائز نہیں۔ ○ اگر شکار کو تیر مارا، پھر دو یا تین دن بعد شکار ملا اور اس میں تیر کا نشان تھا تو اسے کھانا بھی جائز ہے۔ ○ اگر شکار پانی میں گر جائے تو اسے نہ کھایا جائے۔ ② واضح رہے کہ اگر شکار کو تیر مارنے کے بعد وہ دو یا تین دن غائب رہے، پھر ملے تو کھایا جاسکتا ہے بشرطیکہ گوشت خراب نہ ہو۔ اگر گوشت میں بدبو پڑ گئی اور وہ خراب ہو گیا تو اسے نہیں کھانا چاہیے جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔<sup>(۱)</sup>

## (۹) بَابُ: إِذَا وَجَدَ مَعَ الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ

## باب: 9- اگر شکار کے پاس کوئی دوسرا کتا پائے

۵۴۸۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَسَمَّيْتَ، فَأَخَذَ فَقَتَلَ فَأَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ»، قُلْتُ: إِنِّي أُرْسِلُ كَلْبِي أَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَهُ، فَقَالَ: «لَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ»، وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: «إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَبْتَ بِعَرَضِهِ فَقَتَلْ فَإِنَّهُ وَقِيدٌ فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ۱۷۵]

[5486] حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں اور اس پر بسم اللہ پڑھتا ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تو بسم اللہ پڑھ کر کتا چھوڑے اور وہ شکار پکڑ کر اسے مار دے، پھر اس سے کچھ کھالے تو اسے مت کھا کیونکہ اس نے یہ شکار اپنے لیے پکڑا ہے۔“ میں نے عرض کی: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں، پھر اس کے پاس کوئی دوسرا کتا پاتا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ شکار کس نے پکڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا شکار نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی دوسرے کتے پر نہیں پڑھی تھی۔“ اس کے بعد میں نے نوکدار لکڑی سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اگر شکار نوک کی دھار سے مرا ہو تو اسے کھا لو اور اگر تو نے اسے عرض کے بل زخمی کیا ہے تو ایسا شکار ضرب سے مرا ہے اسے مت کھاؤ۔“

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شکاری کتے کے ساتھ دوسرے کتے مل گئے اور معلوم نہ ہو کہ کس نے شکار مارا ہے یا یہ معلوم نہ ہو کہ دوسرے کتے پر بسم اللہ پڑھی گئی تھی یا نہیں تو اس صورت میں وہ شکار حلال نہیں ہوگا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ دوسرے کتوں پر بسم اللہ پڑھی گئی تھی تو وہ شکار بھی حلال ہوگا۔ ہاں، اگر دوسرے کتوں کا مارا ہوا شکار زندہ مل گیا اور اسے ذبح کرنے کا موقع مل گیا تو ایسا شکار کھانا جائز ہوگا۔

## (۱۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّصِيدِ

## باب: 10- شکار کرنے کو بطور مشغلہ اختیار کرنا

۵۴۸۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنِي ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ بَيَانَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

[5487] حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہم ایسے لوگ ہیں جو ان کتوں سے شکار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ



نے فرمایا: ”جب تم سدھائے ہوئے کتے چھوڑو اور ان پر اللہ کا نام لے لو تو جو شکار وہ تمہارے لیے روک لیں اسے کھاؤ لیکن اگر کتے نے شکار سے کچھ خود بھی کھالیا ہو تو وہ نہ کھاؤ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے وہ خود اپنے لیے پکڑا ہے۔ اور اگر ان کتوں کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک ہو جائے تو ان کا مارا ہوا شکار مت کھاؤ۔“

فَقُلْتُ: إِنَّا قَوْمٌ نَتَصَيَّدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ، فَقَالَ: «إِذَا أُرْسِلَتْ كِلَابُكَ الْمُعْلَمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْكَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِنْ خَالَطَهَا كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ». [راجع: ۱۷۵]

🕌 فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بطور مشغلہ شکار کرنا مشروع ہے تاکہ اس سے اپنی گزراوقات کا سہارا لے اور اگر اس کا مشغلہ اور ذریعہ معاش کوئی اور ہے اور تفریح طبع کے طور پر کبھی کبھار شکار کرتا ہے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے لیکن محض کھیل تماشے کے طور پر ہر وقت شکار کے پیچھے پڑے رہنا جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس نے جنگل میں رہائش اختیار کی وہ سخت دل ہوا اور جو شکار کے پیچھے پڑا رہا وہ غافل ہوا۔“<sup>۱</sup> بہر حال کھیل کود کے لیے شکار کا مشغلہ اختیار کرنا مومن کی شان کے خلاف ہے۔

[5488] حضرت ابو ثعلبہ حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم لوگ اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں اور وہاں شکار بہت ہوتا ہے، میں اپنے تیرکمان اور سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کرتا ہوں اور اس کتے کو بھی شکار میں استعمال کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں ہوتا، آپ میری رہنمائی کریں کہ اس میں میرے لیے کیا حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے جو یہ کہا ہے کہ تم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہو اور ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہو، اگر تمہیں ان کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن دستیاب ہوں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ۔ اگر ان کے علاوہ دوسرے برتن نہ ملیں تو انھیں خوب دھو کر اپنے استعمال میں لا سکتے

۵۴۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَيَوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ: وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيَوَةَ ابْنِ شُرَيْحٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِدُ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْحُسَيْنِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا بَارِضٌ قَوْمٌ أَهْلُ الْكِتَابِ نَأْكُلُ فِي أَنْتِهِمْ، وَأَرْضٌ صَنِيدٌ أَصِيدُ بِقَوْسِي، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعْلَمِ وَالَّذِي لَبَسَ مُعْلَمًا، فَأَخْبَرَنِي: مَا الَّذِي يَجِلُّ لَنَا مِنْ ذَلِكَ؟ فَقَالَ: «أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَنَّكَ بَارِضٌ قَوْمٌ أَهْلُ الْكِتَابِ نَأْكُلُ فِي أَنْتِهِمْ، فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَ أَنْتِهِمْ فَلَا تَأْكُلُوا

ہو۔ اور تم نے جو شکار کی سرزمین کا ذکر کیا ہے تو جو شکار تم اپنے تیر سے مارو اور تیر چلاتے وقت اگر تم نے اللہ کا نام لیا تھا تو اس شکار کو کھا سکتے ہو اور جو شکار تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے سے کیا ہو اور چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا تھا تو وہ شکار کھاؤ اور جو شکار بغیر سدھائے کتے سے کیا ہو اگر اس شکار کو خود ذبح کر سکو تو اسے بھی کھاؤ۔“

فِيهَا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَأَعْسِلُوهَا ثُمَّ كُلُوا فِيهَا، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتُمْ مِنْ أَنَّكَ بِأَرْضٍ صَبِيءٍ، فَمَا صِدَّتْ بِقَوْلِكَ فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ثُمَّ كُلْ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلِمِكَ الْمُعَلَّمِ فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ثُمَّ كُلْ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلِمِكَ الَّذِي لَيْسَ مُعَلَّمًا فَأَذْكُرْتَ ذِكَاةَهُ فَكُلْ. (راجع: ۵۴۷۸)

**نوائد و مسائل:** ① حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بڑے مال دار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور خوش حال تھے جبکہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ مفلس اور غریب انسان تھے۔ ان دونوں حضرات نے رسول اللہ ﷺ سے شکار کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ آپ ﷺ نے نہ صرف انہیں شکار کی اجازت دی بلکہ شکار کے سلسلے میں ان کی مناسب رہنمائی بھی فرمائی۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ جس کا ذریعہ معاش شکار نہیں بلکہ وہ تفریح طبع کے طور پر شکار کرتا ہے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کرتے تھے تو ایسا کرنا جائز اور مباح ہے۔ اگر کسی کا ذریعہ معاش شکار ہو اور گزر اوقات کے لیے دوسرا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اسے بھی یہ مشغلہ اختیار کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ اس حدیث سے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال کھیل کود کے طور پر شکار کے پیچھے بڑا رہنا انتہائی معیوب ہے۔ واللہ اعلم۔

[5489] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے مرزہ پران میں ایک خرگوش بھگایا۔ لوگ اس کے پیچھے بھاگے لیکن اسے پکڑ نہ سکے، البتہ میں اس کے پیچھے دوڑا اور اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا اور اسے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔ انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں اس کے دونوں سرین اور دونوں رانیں پیش کیں تو آپ نے انھیں قبول فرمایا۔

۵۴۸۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَفَجَّنَا أَزْبَا بِمَرِّ الظُّهْرَانِ فَسَعَوْا عَلَيْهَا حَتَّى لَعَبُوا، فَسَعَيْتُ عَلَيْهَا حَتَّى أَخَذْتُهَا فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَبَعَثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بَوْرِكَيْهَا أَوْ فَخِذَيْهَا فَقَبِلَهُ.

**فائدہ:** خرگوش پکڑنے کا واقعہ ایک سفر میں پیش آیا۔ وہ خرگوش بھی اچانک سامنے آ گیا تو اسے شکار کر لیا گیا۔ ایسے حالات میں اس کا شکار جائز اور مباح ہے۔ یہ تو ایک اتفاقی واقعہ تھا، اگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ شکار کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن اس شکار سے کوئی غرض وابستہ ہونی چاہیے محض کھیل تماشہ مقصود نہ ہو۔ بہر حال شکار کرنا جائز ہے، خواہ اتفاق سے سامنے آجائے یا اسے پکڑنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے، خواہ ذریعہ معاش ہو یا تفریح طبع کے طور پر ہو، ہر طرح سے مباح اور جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

[5490] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، پھر وہ مکہ کے راستے میں ایک جگہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے جو حالت احرام میں تھے اور خود انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ اس دوران میں انھوں نے ایک گاؤں پر دیکھا تو اسے شکار کرنے کے لیے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ انھیں کوڑا دے دیں لیکن انھوں نے انکار کر دیا، پھر ان سے اپنا نیزہ مانگا تو وہ بھی اٹھا کر دینے کے لیے تیار نہ ہوئے، تاہم انھوں نے خود ہی اٹھایا اور گاؤں پر حملہ کر کے اسے شکار کر لیا، پھر کچھ ساتھیوں نے اس کا گوشت کھالیا اور کچھ حضرات نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو ایک کھانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مہیا کیا تھا۔“

[5491] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس اس کا کچھ گوشت بچا ہوا ہے؟“

🌞 فائدہ: شکار کھینے والا انسان آزاد ہوتا ہے۔ نماز باجماعت سے محرومی کے علاوہ علماء اور نیک لوگوں کی صحبت سے بھی محروم رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ غفلت، بے رحمی اور قساوت قلب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو خسارے اور گھاٹے کا سوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں شکار کے احکام بیان کیے ہیں وہاں آخر میں فرمایا ہے: ”اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ اس لیے حسب طلب و ضرورت شکار کرنا اور اس کی تلاش میں نکلنا معیوب نہیں، البتہ معیوب یہ امر ہے کہ انسان دینی اور دنیوی فرائض سے غافل ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

باب: 11- پہاڑوں پر شکار کرنا

[5492] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

۵۴۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْضُ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأَى حِمَارًا وَحِشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ ثُمَّ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاقِلُوهُ سَوْطًا فَأَبَوْا، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبَى بَعْضُهُمْ، فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطَعَمَكُمُوهَا اللَّهُ». [راجع: 1۸۲۱]

۵۴۹۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟». [راجع: 1۸۲۱]

(۱۱) بَابُ التَّصِيدِ عَلَى الْجِبَالِ

۵۴۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجُعْفِيُّ

نے کہا کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نبی ﷺ کے ہمراہ تھا۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو احرام باندھے ہوئے تھے جبکہ میں احرام کے بغیر تھا۔ میں ایک گھوڑے پر سوار تھا اور پہاڑوں پر چڑھنے کا بڑا ماہر تھا۔ میں نے اس دوران میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ لپٹائی ہوئی نگاہوں سے کوئی چیز دیکھ رہے ہیں۔ میں نے بھی دیکھنا شروع کیا تو اچانک میری نظر ایک گاؤں پر پڑی۔ میں نے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو گاؤں پر ہے۔ انھوں نے کہا: یہ وہی ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ میں اپنا کوڑا بھول گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا: مجھے میرا کوڑا دے دو۔ انھوں نے کہا: ہم اس سلسلے میں تمھارا کوئی تعاون نہیں کر سکتے۔ میں نے اتر کر اپنا کوڑا خود اٹھایا اور اس گاؤں پر چڑھ کر دوڑ پڑا۔ واقعی وہ گاؤں پر تھا۔ میں نے پیچھے سے اس کی ٹانگ کو زخمی کر دیا۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اب تم اٹھو اور اسے اٹھا لاؤ۔ انھوں نے کہا: ہم تو اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ بہر حال میں نے خود اسے اٹھایا اور ان کے پاس لے آیا۔ کچھ حضرات نے اس کا گوشت کھایا جبکہ بعض نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: اچھا میں تمھارے لیے نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھتا ہوں، چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے مجھے فرمایا: ”کیا تمھارے پاس اس میں سے کچھ باقی بھی بچا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے کھاؤ، یہ وہ کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے۔“

قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو: أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ وَأَبِي صَالِحٍ مَوْلَى الثَّوَامَةِ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَهُمْ مُحَرِّمُونَ، وَأَنَا رَجُلٌ جَلٌّ عَلَى فَرَسِي وَكُنْتُ رَقَاءً عَلَى الْعِجَالِ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى ذَلِكَ، إِذْ رَأَيْتُ النَّاسَ مُتَشَوِّفِينَ لِسَيِّءٍ، فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ جِمَارٌ وَخَشٍ، فَقُلْتُ لَهُمْ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: لَا نَدْرِي، قُلْتُ: هُوَ جِمَارٌ وَخَشٍ، فَقَالُوا: هُوَ مَا رَأَيْتَ، وَكُنْتُ نَسِيتُ سَوَاطِي فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُونِي سَوَاطِي، فَقَالُوا: لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ، فَتَرَلْتُ فَأَخَذْتُهُ ثُمَّ ضَرَبْتُ فِي أَثَرِهِ فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا ذَاكَ حَتَّى عَقَرْتُهُ، فَأَتَيْتُ إِلَيْهِمْ فَقُلْتُ لَهُمْ: قُومُوا فَاحْتَمِلُوا، قَالُوا: لَا نَمْسُهُ، فَحَمَلْتُهُ حَتَّى جِئْتُهُمْ بِهِ: فَأَبَى بَعْضُهُمْ، وَأَكَلَ بَعْضُهُمْ فَقُلْتُ: أَنَا أَسْتَوْفِقُ لَكُمْ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَذَرْتُهُ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: «أَبْقِيَ مَعَكُمْ شَيْءٌ مِنْهُ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ: «كُلُوا فَهُوَ طَعْمٌ أَطْعَمَكُمُوهُ اللَّهُ». [راجع: ۱۸۲۱]

🌞 فوائد ومسائل: (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کے لیے پہاڑوں پر چڑھنا، وہاں اپنا گھوڑا دوڑانا اور مشقت اٹھانا جائز ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پہاڑوں پر چڑھنے کے بہت ماہر تھے۔ یہ شکار بھی انھوں نے پہاڑ پر کیا۔ (۲) پہاڑوں پر چڑھ کر اگرچہ شکار کا جواز اس حدیث سے ملتا ہے لیکن بہر حال پہاڑ پر چڑھنا اور وہاں شکار کے پیچھے بھاگ دوڑ کرنا خطرات سے خالی



نہیں ہے، لہذا جواز کی حد تک درست ہے، مگر یہ مشغلہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں سستی کا سبب بن جائے، اگر ایسا ہو تو شکار کے لیے پہاڑوں پر چڑھنے کا تکلف نہیں کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

(۱۲) بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَمًا لَكُمْ﴾ [المائدة: ۹۶]

باب: ۱۲- ارشاد باری تعالیٰ: ”اور تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے فائدے کے لیے حلال کر دیا گیا ہے“ کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر کا شکار وہ ہے جسے جال وغیرہ سے شکار کیا جائے اور اس کا طعام وہ ہے جس کو سمندر باہر پھینک دے۔

وَقَالَ عُمَرُ: صَيْدُهُ مَا اضْطَيْدَ وَطَعَامُهُ رَمَى بِهِ.

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو دریائی جانور پانی میں مر کر اوپر تیر آئے وہ حلال ہے۔

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: الطَّافِي حَلَالٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سمندر کا طعام اس کا مردار ہے مگر جسے طبیعت نہ چاہے۔ جھینگا مچھلی یہودی نہیں کھاتے، لیکن ہم اسے کھاتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَعَامُهُ مَيْتَتُهُ إِلَّا مَا قَذَرَتْ مِنْهَا، وَالْجِرِّي لَا تَأْكُلُهُ الْيَهُودُ وَنَحْنُ نَأْكُلُهُ.

نبی ﷺ کے صحابی حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سمندر کا ہر جانور ذبح شدہ ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ: كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ.

حضرت عطاء نے کہا: دریائی پرندے کے متعلق میرا خیال ہے کہ اسے ذبح کیا جائے۔ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور سیلاب کے گڑھوں کا شکار بھی دریائی شکار ہے تو انھوں نے کہا: ہاں۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی: ”یہ (دریا) بہت زیادہ شیریں اور دوسرا بہت زیادہ کھاری ہے اور تم ان دونوں سے تازہ گوشت کھاتے ہو۔“

وَقَالَ عَطَاءٌ: أَمَّا الطَّيْرُ فَأَرَى أَنْ تَذْبَحَهُ، وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: صَيْدُ الْأَنْهَارِ وَقِلَابِ السَّيْلِ، أَصَيْدُ بَحْرٍ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، ثُمَّ تَلَا: ﴿هَذَا عَذَبٌ فَرَأَتْ سَائِغٌ شَرَابَهُمْ وَهَذَا مِلْحٌ أَبْجَاحٌ وَمِنْ كُلِّي تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ [فاطر: ۱۲]

حضرت حسن دریائی کتے کی کھال سے بنی ہوئی زین پر

وَرَكِبَ الْحَسَنُ عَلَى سَرَجٍ مِنْ جُلُودِ كِلَابٍ

سوار ہوئے۔

الْمَاءِ .

امام شعبی نے کہا: اگر میرے اہل خانہ مینڈک کھائیں تو میں ان کو بھی کھلاؤں گا۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَأَطَعَمْتُهُمْ .

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بِالسَّلْحَفَةِ بَأْسًا .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دریائی شکار کھاؤ، خواہ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی نے شکار کیا ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلُّ مَنْ صَدِدَ الْبَحْرِ [وَإِنْ صَادَهُ] نَصْرَانِيٍّ أَوْ يَهُودِيٍّ أَوْ مَجُوسِيٍّ .

حضرت ابو درداء نے مری مچھلی کے متعلق کہا کہ دھوپ اور مچھلیاں شراب کے لیے ذبح کا درجہ رکھتی ہیں، یعنی اس سے شراب کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فِي الْمُرِي: ذَبَحَ الْخَمَرِ النَّيْتَانُ وَالشَّمْسُ .

**وضاحت:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اب سمندری شکار کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔ پیش کردہ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے: ”تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، تم بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو اور قافلے والے بھی اسے زاوراہ بنا سکتے ہیں۔“ اس آیت کی رو سے تمام سمندری جانور حلال ہیں، البتہ مینڈک اور مگر چھ یا اس قسم کا کوئی اور جانور جو پانی اور خشکی دونوں جگہ زندہ رہ سکتا ہے، ان کی حلت کے متعلق علمائے امت میں اختلاف ہے۔ مزید یہ کہ ان سمندری جانوروں کو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ پانی سے جدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں، اگر چند لمعے زندہ رہیں تو بھی انھیں ذبح نہ کیا جائے، جیسے: مچھلی، خواہ وہ زندہ یا مردہ ہو ہر حال میں حلال ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ایک اثر پیش کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مچھلی کو شراب میں ڈالنے سے وہی اثر ہوتا ہے جو شراب میں نمک ڈالنے سے ہوتا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا نشہ ختم ہو جاتا ہے۔ مری اس مچھلی کو کہتے ہیں جسے شراب میں ڈال کر اور اس میں نمک ڈال کر دھوپ میں رکھ دیا جاتا، اس طرح اس میں تبدیلی آنے سے وہ شراب سرکہ بن جاتی اور شراب کی تیزی ختم ہو جاتی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مچھلی طاہر اور حلال ہے۔ اس کی طہارت اور حلت، نجس چیز کو بھی طاہر کر دیتی ہے جیسا کہ نمک ہوتا ہے، اس سے شراب کو سرکہ میں بدلا جاتا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت ایسی مچھلی کو کھانا جائز خیال کرتے ہیں جو شراب میں ڈال دی گئی ہو، پھر اس وجہ سے شراب، سرکہ بن گئی ہو۔<sup>1</sup>

[5493] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

۵۴۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ

کہا کہ ہم غزوہ خیبر میں شریک تھے جبکہ اس وقت ہمارے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم سب بھوک سے بے حال تھے کہ سمندر نے ایک مردہ مچھلی باہر پھینک دی۔ ایسی مچھلی ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اسے غبر کہا جاتا تھا، ہم نے وہ مچھلی پندرہ دن تک کھائی۔ پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ہڈی لے کر کھڑی کر دی تو وہ اتنی اونچی تھی کہ ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔

جُرَيْجٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعِنَا جُوعًا شَدِيدًا، فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ يَرِ مِثْلُهُ يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّكَّابُ تَحْتَهُ. [راجع: ۲۴۸۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ غزوہ 8 ہجری میں ہوا۔ خیبر ایک درخت کے پتے ہیں جسے اونٹ کھاتے ہیں۔ اس جنگ میں بھوک کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درختوں کے پتے کھانے پڑے، اس لیے اس جنگ کا نام ”جیش الخبط“ مشہور ہوا۔ اس وقت فاتح کا عالم تھا کہ فی کس ایک کھجور روزانہ ملتی تھی۔ ایسے حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمندر کی طرف گئے تو وہاں پہاڑ کی مانند ایک بہت بڑی مچھلی دیکھی۔ وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اونٹ ان کے نیچے سے نکل گیا اور پسلیوں کی بلندی تک نہ پہنچ سکا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مچھلی کو اضطراری حالت میں نہیں کھایا بلکہ یہ ان کے لیے حلال اور مباح تھی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ”یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے رزق تھا۔ اگر اس میں سے کوئی باقی بچا ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔“ چنانچہ انھوں نے کچھ باقی ماندہ کھڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور آپ نے تناول فرمایا۔<sup>1</sup>

[5494] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روانہ کیا، اس لشکر میں تین سو سوار تھے۔ ہمارے امیر ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ ہمارا کام قریش کے تجارتی قافلے کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا تھا۔ اس دوران میں ہمیں سخت بھوک لگی، نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ہم نے درختوں کے پتے کھائے۔ اس بنا پر اس مہم کا نام ”جیش الخبط“ پڑ گیا، تاہم سمندر نے ایک مچھلی باہر پھینکی جس کا نام غبر تھا۔ ہم نے وہ مچھلی نصف ماہ کھائی اور اس کی چربی بطور مالش استعمال کرتے رہے جس سے ہمارے جسم طاقتور

۵۴۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: بَعَثَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثِمِائَةَ رَاكِبٍ وَأَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ نَزَّصُدُ عَيْرًا لِقَرِيْشٍ، فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسَمِّيَ جَيْشُ الْخَبَطِ، وَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ، فَأَكَلْنَا نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا بِوَدَكِهِ حَتَّى صَلَحَتْ أَجْسَامُنَا، قَالَ: فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلْعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَمَرَّ الرَّكَّابُ تَحْتَهُ وَكَانَ فِينَا

رَجُلٌ، فَلَمَّا اشْتَدَّ الْجُوعُ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَهَاهُ أَبُو عُبَيْدَةَ. [راجع: ۲۴۸۳]

ہو گئے۔ پھر ہمارے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی پہلی کی ہڈی لی، اسے کھڑا کیا اور ایک سوار اس کے پیچھے سے گزرا۔ ہمارے ساتھ ایک صاحب تھے، جب ہمیں بھوک نے زیادہ تنگ کیا تو انھوں نے تین اونٹ ذبح کر دیے پھر (بھوک نے تنگ کیا تو اور) تین اونٹ (ذبح کر دیے)۔ اس کے بعد ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں منع کر دیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ❶ جن صاحب نے اونٹ ذبح کیے وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں اونٹ ذبح کرنے سے اس لیے منع کر دیا کہ سوار یوں کے کم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ سفر میں سوار یوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ❷ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ سمندر کا مردار مطلق طور پر حلال ہے، خواہ شکار کرنے کے بعد مرا ہوا یا خود بخود مر کر اوپر آ گیا ہو، کیونکہ یہ مچھلی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پندرہ دن تک استعمال کی وہ سمندر نے بھیجی تھی جو زندہ نہیں تھی، لیکن ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سمندر جو باہر پھینک دے یا پانی پیچھے ہٹ جانے کی صورت میں جو زمین پر رہ جائے اسے کھا اور جو اس میں مر کر اوپر تیر آئے تو اسے مت کھاؤ۔“<sup>۱</sup> لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے جیسا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی اس کی وضاحت کر دی ہے، لہذا از خود مرنے والی مچھلی بھی حلال ہے جیسا کہ عنوان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 13- مڈی کھانا

### (۱۳) بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ

🌞 وضاحت: یہ ایک پروں والا کیڑا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی رحمت کے دونوں پہلو رکھتا ہے۔ عذاب اس بنا پر کہ جہاں ان کا پڑاؤ ہو وہاں فصلوں اور درختوں کا صفایا ہو جاتا ہے اور رحمت اس لیے کہ اسے ذبح کیے بغیر کھایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”ہمارے لیے مرے ہوئے دو جانور حلال کیے گئے ہیں: ایک مچھلی اور دوسرا مڈی۔“<sup>۲</sup>

۵۴۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَغْفُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ - أَوْ سِتًّا - كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ.

[5495] حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر چھ یا سات جنگیں لڑیں۔ ہم آپ کے ہمراہ مڈی کھایا کرتے تھے۔

قَالَ سُفْيَانُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَإِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، ابوعوانہ اور اسرائیل نے ابو یغفور سے بیان کیا



يَعْقُورِ، عَنْ ابْنِ أَبِي أَوْفَى: سَبْعَ عَزَوَاتٍ. اور ان سے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے سات عزوات کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسے کھاتے تھے۔<sup>۱</sup> لیکن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ اللہ کے بہت بڑے بڑے لشکروں میں سے ہے، نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ حرام ٹھہراتا ہوں۔“<sup>۲</sup> لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس کے مرسل ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسے ایک روایت میں سمندر کا شکار کہا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حج یا عمرے کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے تو ہمارا ٹڈی دل سے سامنا ہوا۔ ہم نے انھیں اپنی جوتیوں اور لٹھیوں سے مارنا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے کھاؤ، یہ تو سمندر کا شکار ہے۔“<sup>۳</sup> لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔<sup>۴</sup> ② امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے حلال ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، البتہ امام ابن العربی نے حجاز اور اندلس کی ٹڈی کے متعلق تفصیل بیان کی ہے کہ اندلس میں پائی جانے والی ٹڈی زہریلی اور نقصان دہ ہے، لہذا اسے نہ کھایا جائے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو اسے حلال ہونے سے مستثنیٰ قرار دینا قرین قیاس ہے۔<sup>۵</sup>

#### باب: 14- مجوسیوں کے برتن اور مردار کا حکم

#### (۱۴) بَابُ آيَةِ الْمَجُوسِ وَالْمَيْتَةِ

[5496] حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہیں اور ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے ہیں، نیز وہاں شکار بکثرت پایا جاتا ہے، میں وہاں اپنے تیرکمان سے شکار کرتا ہوں، نیز اپنے سدھائے ہوئے کتوں اور بغیر سدھائے ہوئے کتوں کو شکار کے لیے استعمال کرتا ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم نے یہ ذکر کیا ہے کہ تم اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہو تو ان کے برتنوں میں نہ کھایا پیا کرد، ہاں اگر ضرورت ہو اور کھانا ہی پڑ جائے تو انھیں خوب دھویا کرو۔ اور جو تم نے ذکر کیا ہے کہ تم شکار کی زمین میں رہتے ہو تو تم

۵۴۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حِنَوَةَ بْنِ شَرِيحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُسَنِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا بِأَرْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَتَأْكُلُ فِي آيَتِهِمْ، وَبِأَرْضِ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ، وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ أَهْلِ كِتَابٍ فَلَا تَأْكُلُوا فِي آيَتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا بُدًّا، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا بُدًّا فَاعْسِلُوهَا وَكُلُّوا فِيهَا، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكُمْ بِأَرْضِ صَيْدٍ

۱ فتح الباري: 769/9. ۲ سنن أبي داود، الأ طعمة، حديث: 3813. ۳ سنن ابن ماجه، الصيّد، حديث: 3222.

۴ فتح الباري: 768/9. ۵ فتح الباري: 769/9.

نے بسم اللہ پڑھ کر تیر کمان سے جو شکار کیا اسے کھا سکتے ہو۔ اور اسی طرح جو شکار تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتوں سے کیا اور اس پر اللہ کا نام لیا ہو وہ بھی کھا لیا کرو۔ اور جو شکار تم نے بغیر سدھائے ہوئے اپنے کتے سے کیا اگر تم اسے ذبح کر سکو تو اسے بھی کھاؤ۔“

فَمَا صِدَّتْ بِقَوْسِكَ فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَذْرَكْتُ ذَكَاتَهُ فَكُلْهُ»۔ [راجع: ۵۴۷۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں مجوسیوں کے برتنوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مجوسی بھی اہل کتاب ہیں، لہذا ان کے برتن بھی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ اگر ان کی ضرورت پڑے تو خوب دھو کر انھیں استعمال کیا جائے۔ یا عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ مجوسی بھی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے، لہذا اہل کتاب اور مجوسیوں کے برتنوں کا ایک ہی حکم ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے ذریعے سے حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں مجوس کی صراحت ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مجوسیوں کے برتنوں کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ”ان کے برتن دھو کر استعمال کرو۔“ اس کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک عنوان قائم کر کے پھر اس کا حکم بطریق الحاق ثابت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔<sup>۲</sup>

[5497] حضرت سلمہ بن اکوع رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب فتح خیبر کے دن، شام ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگ روشن کی۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تم لوگوں نے آگ کیوں جلائی ہے؟“ لوگوں نے کہا: گھریلو گدھوں کا گوشت پکا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ ہانڈیوں میں ہے اسے باہر پھینک دو اور ہانڈیاں توڑ ڈالو۔“ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: ان ہانڈیوں میں جو کچھ ہے اسے ہم پھینک دیتے ہیں اور انھیں دھو ڈالتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ بھی کر سکتے ہو۔“

۵۴۹۷ - حَدَّثَنِي الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْحَوَعِ قَالَ: لَمَّا - أَمْسَوْا يَوْمَ فَتَحُوا خَيْبَرَ - أَوْقَدُوا النَّبْرَانَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَامٌ أَوْقَدْتُمْ هَذِهِ النَّبْرَانَ؟» قَالُوا: لَحُومِ الْحُمْرِ الْإِنْسِيَّةِ، قَالَ: «أَهْرِيقُوا مَا فِيهَا، وَاسْكِرُوا قُدُورَهَا». فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: نَهْرِيْقُ مَا فِيهَا وَنَغْسِلُهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَوْ ذَاكَ». [راجع: ۱۲۴۷۷]

🌞 فائدہ: یہ بات طے شدہ ہے کہ گھریلو گدھوں کا گوشت حرام ہے اور انھیں ذبح کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ وہ اس کے باوجود حرام ہی رہا اور وہ حکم کے اعتبار سے مردار جیسا ہے تو اس سے مردار کا حکم بھی معلوم ہوا کہ جس ہانڈی میں مردار پکایا جائے وہ ہانڈی توڑ دی جائے یا کم از کم اسے دھویا جائے۔ اسی طرح مجوسیوں کے برتن ہیں کہ انھیں دھونے کے بعد استعمال کرنا مباح ہے کیونکہ مجوسیوں کا ذبح کردہ جانور بھی مردار کے حکم میں ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>۳</sup>

(۱۵) بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا

باب: 15- ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا اور جس نے بسم اللہ کو عمداً چھوڑ دیا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ أَسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ [الأنعام: ۱۲۱] وَالنَّاسِي لَا يُسَمَّى فَاسِقًا. وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَرِئَ السَّيِّطِينَ لِيُؤْخَوْنَ إِلَىٰ أَهْلِيكَ إِيَّاهُمْ لِيَجْذِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ [الأنعام: ۱۲۱].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور اس جانور کو نہ کھاؤ جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، بلاشبہ یہ نافرمانی ہے۔“ بھولنے والے کو فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور شیاطین تو اپنے دوستوں کے دلوں میں (شکوک و شبہات) القا کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑتے رہیں اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم بھی مشرک ہی ہوئے۔“

**وضاحت:** ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے لیکن اگر کوئی بھول کی وجہ سے، ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے سکے تو کیا اس کا ذبح کر وہ جانور جائز ہے یا نہیں، اس کے متعلق علمائے امت میں اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ بھول کر اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو قابل معافی ہے اور ایسا ذبیحہ جائز ہے۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا حوالہ دیا ہے، پھر انھوں نے آیت کریمہ سے اپنے موقف کو مضبوط کیا ہے کہ اگر ذبح کرتے وقت بھول کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو جانور حلال ہی رہے گا کیونکہ بھول کر اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑنے والا نہ تو شیطان کا دوست بنتا ہے اور نہ اسے مشرک ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ فَأَصْبَنَّا إِبِلًا وَغَنَمًا - وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرِيَّاتِ النَّاسِ - فَعَجَلُوا فَتَضَبَّوْا الْقُدُورَ فَدَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِفَتْ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْغَنَمِ

[5498] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم مقام ذوالحلیفہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ لوگوں کو بھوک نے بہت پریشان کیا۔ اس دوران میں ہمیں بہت سے اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت ملیں۔ نبی ﷺ پیچھے تشریف لا رہے تھے کہ لوگوں نے بھوک کی شدت کی وجہ سے جلدی کی اور گوشت کی ہڈیاں چڑھا دیں۔ نبی ﷺ جلدی سے ان کے پیچھے آئے اور ہندویوں کے متعلق حکم دیا اور انھیں الٹ دیا گیا، پھر آپ نے مالی غنیمت تقسیم کیا اور

دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔ ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا۔ لوگوں کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی، اس لیے لوگ خود ہی اس کے پیچھے بھاگے لیکن اس نے ان کو تھکا دیا۔ آخر ایک شخص نے اسے تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ان جانوروں میں جنگلی جانوروں کی طرح کچھ بھگوڑے بھی ہوتے ہیں، اس لیے جب کوئی جانور مارے وحشت کے بھاگ نکلے تو اس کے ساتھ اسی طرح کیا کرو۔“ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہمیں امید یا اندیشہ ہے کہ کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں تو کیا ہم بانس کی پھاٹک سے ذبح کر لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو چیز (جانور کا) خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام ذکر کیا جائے تو اسے کھا لو، البتہ دانت اور ناخن ذبح کا آلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ میں تم سے ابھی بیان کرتا ہوں: دانت تو اس لیے کہ یہ ہڈی ہے اور ناخن اس لیے کہ حبشی لوگ اسے بطور چھری استعمال کرتے ہیں۔“

بَعِيرٍ، فَتَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ بِسِيرَةٍ فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَايِدٌ كَأَوَايِدِ الْوَحْشِ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا». قَالَ: وَقَالَ جَدِّي: إِنَّا لَنَرَجُو - أَوْ نَخَافُ - أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدَى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنُّ وَالظُّفْرُ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَقَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى الْحَبَسَةِ».

[راجع: ۲۴۸۸]

❦ فوائد و مسائل: ❶ حدیث میں ذوالکلیفہ سے مراد وہ مقام نہیں جو مدینہ طیبہ کے پاس ہے اور بزر علی کے نام سے مشہور ہے بلکہ یہ تہامہ کی زمین میں کے اور طائف کے درمیان کی اور جگہ ہے۔ اس مقام پر جو اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت ملے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھوک کی وجہ سے تقسیم سے پہلے انھیں ذبح کر کے ان کی ہانڈیاں چڑھا دیں تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا۔ ❷ اس حدیث میں ہے کہ جب جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اور کسی بھی تیز و ہار آلے سے اس کا خون بہا دیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ ❸ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے اپنا عنوان ثابت کیا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور اگر بھول کر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو جانور حلال ہے۔ ❹ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ دانت سے اس لیے منع فرمایا کہ یہ ایک ہڈی ہے، اس سے اگر ذبح کیا جائے تو جانور پوری طرح ذبح نہیں ہوتا، اسی طرح ناخن سے ذبح کرنے میں بھی جانور کو تکلیف ہوتی ہے اور اس سے جانور پوری طرح ذبح نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ذبح کے احکام بیان کرنا شروع کیے ہیں۔ واللہ اعلم۔



## (۱۶) بَابُ مَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ وَالْأَضْنَامِ

۵۴۹۹ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلَدِج، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْوَحْيُ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُفْرَةَ لَحْمٍ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَا أَكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ، وَلَا أَكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ. [راجع: ۳۸۲۶]

باب: 16- جو جانور آستانوں پر اور بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے ہوں

[5499] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے زید بن عمرو بن نفیل سے مقام بلدج کے نشیبی علاقے میں ملاقات کی۔ یہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے آگے دسترخوان رکھا جس پر گوشت تھا۔ زید نے وہ گوشت کھانے سے انکار کر دیا، پھر کہا: میں وہ گوشت نہیں کھاتا جسے تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو، میں تو صرف وہی گوشت کھاتا ہوں جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ وہ دسترخوان رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا گیا۔ ان روایات میں تطہیق کی صورت یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں نے ضیافت اور مہمانی کے طور پر دسترخوان رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا اور آپ ﷺ نے وہ زید بن عمرو کو پیش کر دیا، پھر انھوں نے قوم سے مخاطب ہو کر جو کہنا تھا کہا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہ چیز بھی حرام ہے جو غیر اللہ کے نام سے مشہور کر دی جائے۔“ ③ اس آیت کی رو سے دو قسم کے جانور اس کی زد میں آتے ہیں: ① وہ جانور جو غیر اللہ کے نام سے مشہور کر دیا جائے، خواہ اس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ ② وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، خواہ وہ کسی پیر کے نام سے ہو یا ولی کے نام سے۔ بہر حال آستانوں پر جو جانور ذبح کیا جائے وہ حرام ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام ہی سے کیوں نہ ہو۔ ③ واضح رہے کہ حدیث میں زید بن عمرو، حضرت سعید بن زید کے والد ہیں۔ یہ بزرگ دور جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وین کے مطابق زندگی گزارتے تھے اور ان کے بیٹے حضرت سعید رضی اللہ عنہما عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

## (۱۷) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «فَلْيَذْبَحْ عَلَى

اسمِ اللَّهِ»

باب: 17- نبی ﷺ کے فرمان: ”جانور کو اللہ ہی کے نام سے ذبح کرنا چاہیے“ کا بیان

۵۵۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ

[5500] حضرت جندب بن سفیان بجلي رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قربانی کی۔ کچھ لوگوں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر ڈالی۔ جب نبی ﷺ نماز سے فراغت کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے اپنی قربانیاں نماز سے پہلے ہی ذبح کر لی ہیں تو آپ نے فرمایا: ”جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی ہو اسے اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرنی ہوگی اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح نہیں کی اسے چاہیے کہ وہ نماز کے بعد اللہ کے نام پر ذبح کرے۔“

الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سَفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قَالَ: ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَصْحَاءَ ذَاتِ يَوْمٍ فَإِذَا أَنَاسٌ قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَأَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ». [راجع: ۱۹۸۵]

**فوائد و مسائل:** ① قربانی، نماز عید کے بعد ہے۔ نماز سے پہلے جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ قربانی نہیں بلکہ عام گوشت کا جانور ہے۔ قربانی وہی ہے جو نماز عید کے بعد کی جائے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ ذبح اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوتا ہے اور بسم اللہ کے بغیر ذبح جائز نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ گناہ کی بات ہے۔“<sup>۱</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرنے کا مطلب نماز کے بعد قربانی ذبح کرنے کی اجازت دینا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے لیے بسم اللہ پڑھنا شرط ہے، ہاں اگر بھول کر رہ جائے تو الگ بات ہے جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔<sup>۲</sup>

باب: 18 - بالنس کی پھاٹک، تیز دھار پتھر یا لوہا جس سے بھی خون بہایا جاسکے کا بیان

(۱۸) بَابُ مَا أَنَهَرَ الدَّمَ مِنَ الْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ وَالْحَدِيدِ

**وضاحت:** ذبح کرنے کے لیے چھری کا ہونا ضروری نہیں بلکہ جس چیز سے بھی خون بہایا جاسکے، اس سے ذبح کرنا جائز ہے، خواہ تیز دھار پتھر ہو یا بالنس وغیرہ کی پھاٹک، جانور کا خون بہنا چاہیے۔

[5501] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھیں عبدالرحمن کے والد گرامی نے بتایا کہ ان کی لونڈی سلح پہاڑی پر بکریاں چرایا کرتی تھی۔ اچانک اس نے بکریوں میں سے ایک بکری کو دیکھا کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔

۵۵۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، سَمِعَ ابْنَ كَعْبٍ بْنُ مَالِكٍ يُخْبِرُ ابْنَ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ جَارِيَةً لَهُمْ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا:

اس نے ایک پتھر توڑ کر اسے ذبح کر دیا۔ اہل خانہ میں سے کسی نے گھر والوں کو کہا کہ اسے مت کھاؤ یہاں تک کہ میں اس کے متعلق نبی ﷺ سے پوچھ لوں یا میں کسی کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جو آپ سے مسئلہ پوچھ کر آئے، چنانچہ وہ خود نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یا کسی کو آپ کے پاس بھیجا تو نبی ﷺ نے اسے کھانے کی اجازت دے دی۔

يَسْلَعُ، فَأَبْصَرْتُ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا مَوْتًا، فَكَسَرْتُ حَجَرًا فَذَبَحْتُهَا بِهِ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ: لَا تَأْكُلُوا حَتَّى آتِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ، أَوْ حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَنْ يَسْأَلُهُ، فَآتَى النَّبِيُّ ﷺ أَوْ بَعَثَ إِلَيْهِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِأَكْلِهَا. [راجع: ۲۳۰۴]

[5502] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی اس پہاڑ پر جو سوق مدنی میں ہے اور جس کا نام سلع ہے، بکریاں چرا یا کرتی تھی۔ ایک بکری مرنے کے قریب ہو گئی تو اس نے ایک پتھر توڑ کر اس سے بکری کو ذبح کر دیا۔ لوگوں نے اس امر کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے انہیں اس کے کھانے کی اجازت دی۔

۵۵۰۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ جَارِيَةَ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ تَزْعُمُ غَنَمًا لَهُ بِالْجُبَيْلِ الَّذِي بِالسُّوقِ وَهُوَ يَسْلَعُ، فَأَصِيبَتْ شَاةٌ فَكَسَرْتُ حَجَرًا فَذَبَحْتُهَا بِهِ، فَذَكَّرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا. [راجع: ۲۳۰۴]

🌞 فائدہ: جانور کو ذبح کرنے کے لیے تیز چھری استعمال کرنی چاہیے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ ہم میں کوئی شکار کرتا ہے اور اس کے پاس ذبح کرنے کے لیے چھری نہیں ہوتی تو کیا وہ اسے پتھر یا لکڑی کی تیز پھانک سے ذبح کرے؟ آپ نے فرمایا: ”جس چیز سے تم چاہو خون بہاؤ اور اللہ کا نام ذکر کر دو۔“<sup>۱</sup> بوقت ضرورت اگر چھری دستیاب نہ ہو تو تیز دھاری دار پتھر یا لکڑی کی تیز پھانک سے ذبح کرنا جائز ہے مگر دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں کفار کی مشابہت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے تیز پتھر سے خرگوش ذبح کیا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے کی اجازت دی۔<sup>۲</sup>

[5503] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے پاس چھری نہیں ہوتی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو چیز خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس (جانور) کو تم کھا سکتے ہو لیکن ناخن اور دانت سے ذبح نہ کیا گیا ہو کیونکہ ناخن اہل حبشہ کی

۵۵۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَيْسَ لَنَا مُدَى، فَقَالَ: «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ، لَيْسَ الظُّفْرُ وَالسِّنُّ، أَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى

الْحَيَسَةِ، وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظُمَ. وَنَدَّ بَعِيرٌ فَحَبَسَهُ فَقَالَ: «إِنَّ لَهُذِهِ الْإِلِيلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا». [راجع: ٢٤٨٨]

چھری ہے اور دانت ہڈی ہے۔“ اس دوران میں ایک اونٹ بھاگ نکلا تو اسے (تیر مار کر) روک لیا گیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا: ”یہ اونٹ جنگلی جانوروں کی طرح بھڑک اٹھتے ہیں، ان میں سے جو تمہارے قابو سے باہر ہو جائے اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو۔“

❦ فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ جب اونٹ بھاگ نکلا تو لوگ اس کے پیچھے دوڑے۔ اس دوران میں ایک آدمی نے اسے تیر مارا اور اسے زخمی کر کے روک لیا۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے ان روایات کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں اس امر کی صراحت ہے کہ صحابہ کرام رحمہم اللہ نے تیز پتھر یا بانس کی پھانک سے ذبح کرنے کی اجازت طلب کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو چیز بھی رگوں کو کھول دے اس کے ساتھ ذبح کر سکتے ہو، البتہ دانت اور ناخن سے ذبح نہیں کرنا چاہیے۔“ ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شیطان کے ذبیحے سے منع فرمایا ہے۔ ④ شیطان کے ذبیحے سے مراد ایسا جانور ہے جس کا ذبح کے وقت ذرا سحلیق کاٹ دیا جائے اور پوری رگیں نہ کاٹی جائیں اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔ جاہلیت کے زمانے میں مشرک لوگ ایسا ہی کرتے تھے۔ چونکہ شیطان نے انھیں ایسے کام پر آمادہ کیا تھا، اس لیے اسے شیطان کا ذبیحہ کہا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم ذبح کرو تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو، وہ اس طرح کہ چھری کو تیز کر لو اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچاؤ۔“ ⑤

### (١٩) بَابُ ذَبِيحَةِ الْمَرْأَةِ وَالْأَمَةِ

### باب: 19 - عورت اور لونڈی کا ذبیحہ

٥٥٠٤ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ لِكْعَبٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسَمِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا.

[5504] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بکری، پتھر سے ذبح کر لی تو نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا۔

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ: أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُخْبِرُ عَبْدَ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ جَارِيَةً لِكْعَبٍ، بِهَذَا. [راجع: ٢٣٠٤]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نافع نے ایک انصاری شخص سے سنا، اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی تھی۔ پھر مذکورہ حدیث کی طرح بیان کیا۔

① المعجم الأوسط للطبرانی: 238/5، ورقم: 7190، وفتح الباری: 781/9. (2) سنن أبي داود، الضحایا، حدیث: 2826.

③ صحيح مسلم، الصيد والذبايح، حدیث: 5055 (1955).



[5505] حضرت معاذ بن سعد یا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی سلح پہاڑی پر بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ریوڑ میں سے ایک بکری مرنے کے قریب ہوئی تو اس نے (مرنے سے پہلے) اسے پتھر سے ذبح کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اسے کھاؤ۔“

۵۵۰۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ سَعْدٍ - أَوْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ - أَخْبَرَهُ: أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا يَسْلَعُ فَأَصَابَتْ شَاةً مِنْهَا فَأَذْرَكَتْهَا فَذَبَحَتْهَا بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «كُلُوهَا».

**فائدہ:** جب عورت اچھی طرح ذبح کر سکتی ہو تو اس کا ذبیحہ جائز ہے، اسی طرح اگر بچہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو تو اس کا ذبیحہ بھی صحیح ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی عورت نے مالک کی اجازت کے بغیر ایک بکری ذبح کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تو اسے نہیں کھاؤں گا، البتہ اس کا گوشت قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔“ <sup>(۱)</sup> اگر عورت کا ذبیحہ جائز نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں کو کھلانے کا حکم کیوں دیتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت، خواہ آزاد ہو یا لونڈی، بڑی ہو یا چھوٹی، مسلمان ہو یا اہل کتاب، پاک ہو یا ناپاک ہر حالت میں اس کا ذبیحہ جائز ہے۔ بعض اہل علم کے ہاں عورت کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ لیکن مکروہ ہونے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ <sup>(۲)</sup> واللہ اعلم۔

باب: 20- دانت، ہڈی اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے

(۲۰) بَابُ: لَا يُذَكَّى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالظُّفْرِ

[5506] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دانت اور ناخن کے علاوہ جو چیز بھی جانور کا خون بہادے تم ایسے جانور کو کھاؤ۔“

۵۵۰۶ - حَدَّثَنَا قَيْصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلْ - يَغْنِي - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، إِلَّا السِّنَّ وَالظُّفْرَ». (راجع: ۲۴۸۸)

**فائدہ:** اس حدیث میں اگرچہ ہڈی کا ذکر نہیں ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اصل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، اس میں دانت سے ذبح ناجائز ہونے کی وجہ ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے کہ دانت ہڈی ہے۔ <sup>(۳)</sup> بہر حال ذبح کرتے وقت دانت، ہڈی اور ناخن سے بچنا چاہیے کیونکہ ان سے ذبح کرنے کی ممانعت ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 21- اعراب وغیرہ کا ذبیحہ

(۲۱) بَابُ ذَبْحِ الْأَعْرَابِ وَنَحْوِهِمْ

وضاحت: اعراب سے مراد عرب کے وہ لوگ ہیں جو دیہاتوں اور جنگلات میں رہتے ہوں اور دین اسلام کے متعلق انھیں تھوڑی بہت سمجھ بوجھ ہو۔ اس عنوان میں ایسے انسان کے ذبح کردہ جانور کا حکم بیان ہوگا۔

۵۵۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ: حَدَّثَنَا  
أَسَامَةُ بْنُ حَفْصِ الْمَدَنِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ،  
عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ قَوْمًا  
قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِلَحْمٍ لَا  
نَدْرِي أَذْكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ: «سَمُّوا  
عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُّوهُ». قَالَتْ: وَكَانُوا حَلِيبِي عَهْدٍ  
بِالْكُفْرِ.

[5507] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں  
نے نبی ﷺ سے عرض کی: لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے  
ہیں، ہم نہیں جانتے کہ اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے یا  
نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم بسم اللہ پڑھ کر اسے کھالیا  
کرو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ لوگ ابھی اسلام میں  
نئے نئے داخل ہوئے تھے۔

تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ، وَتَابَعَهُ أَبُو  
خَالِدٍ وَالتُّفَّاءُ وَي. [راجع: ۲۰۵۷]

اس حدیث کی متابعت علی نے در اور دی سے کی ہے اور  
اس کی متابعت ابو خالد اور طفادی نے کی۔

فائدہ: اس حدیث سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں کیونکہ اگر ضروری ہوتا تو  
رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گوشت کھانے کی اجازت نہ دیتے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اعراب اگرچہ نئے نئے اسلام  
میں داخل ہوئے تھے لیکن وہ بسم اللہ کے پڑھنے سے جاہل نہ تھے۔ عین ممکن ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھ کر ہی ذبح کرتے ہوں لیکن  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے متعلق شبہ کا اظہار کیا کہ شاید وہ بسم اللہ نہ پڑھتے ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا شبہ دور فرمایا کہ  
مسلمان کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ جب وہ مسلمان ہیں تو یقیناً وہ بسم اللہ پڑھتے ہوں گے، البتہ تم اپنے شبہ کو دور کرنے  
کے لیے بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اس سلسلے میں ایک حدیث بھی پیش کی جاتی ہے: ”مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے، خواہ وہ اللہ کا نام لے  
یا نہ لے۔“ لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔<sup>۱</sup>

باب: ۲۲ - اہل کتاب کا ذبیحہ اور اس کی چربی، خواہ  
وہ اہل حرب ہوں یا اس کے علاوہ

(۲۲) بَابُ ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُومِهَا  
مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿أَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ﴾  
[المائدة: ۵] وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ  
نَصَارَى الْعَرَبِ وَإِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّي لِغَيْرِ اللَّهِ فَلَا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں  
حلال کر دی گئی ہیں۔“ امام زہری نے کہا: عرب کے  
عیسائیوں کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر تم سنو کہ وہ غیر

تَأْكُلُ، وَإِنْ لَمْ تَسْمَعْهُ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ، وَيُذَكِّرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ: لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ.

اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہے تو اسے نہ کھاؤ اور اگر تم نہ سنو تو اللہ نے اس کو حلال کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے کفر کا علم تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔ حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ غیر ختنہ شدہ کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: طَعَامُهُمْ سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے۔

**وضاحت:** اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبح شدہ جانور حلال ہیں، اسی طرح ان جانوروں کی چربی کا استعمال بھی جائز ہے اگرچہ چربی اہل کتاب کے لیے حرام ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے، البتہ امام مالک اور امام احمد رحمہما کہتے ہیں کہ جو چربی اہل کتاب پر حرام ہے وہ ہمارے لیے بھی جائز نہیں لیکن ان کا یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے لیے ہر ناخن والا جانور حرام کیا ہے لیکن اگر کوئی یہودی ایسا جانور ذبح کرے جس کے ناخن ہوں تو کیا وہ مسلمان کے لیے کھانا حرام ہوگا؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید میں آیت کریمہ ذکر کی ہے اور آیت کریمہ میں طعام سے مراد کھانا نہیں بلکہ ذبیحہ ہے لیکن جو وہ کھاتے ہیں، مثلاً: مردار، خون اور خنزیر وغیرہ تو یہ بالاتفاق مسلمانوں کے لیے حرام ہیں۔ اہل کتاب سے مراد عام ہے، خواہ وہ جزیہ ادا کریں یا جزیہ ادا نہ کریں۔ ان کے علاوہ مشرکین کے ذبیحے ہمارے لیے حلال نہیں ہیں کیونکہ وہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے۔ اہل کتاب ختنہ نہیں کرتے، اس کے باوجود ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی بڑا ہو کر اسلام قبول کرے اور اسے ختنہ کرنے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو تو اگر وہ ختنہ نہ کرے تو اس کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔<sup>۱</sup>

۵۵۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجَرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ فَتَزَوْتُ لِأَخْذِهِ فَالْتَفَتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ. [راجع: ۳۱۵۳]

[5508] حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ ایک شخص نے تھیلا پھینکا جس میں چربی تھی۔ میں اسے اٹھانے کے لیے چھٹا لیکن جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نبی ﷺ نظر آئے، میں آپ کو دیکھ کر شرمایا گیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب کے ذبیحے کی چربی ہمارے لیے حلال ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے لیے اس چربی سے نفع حاصل کرنے کو مباح کھا، اس لیے جو جانور اہل کتاب ذبح کریں اور ذبح کرتے وقت اس پر بسم اللہ پڑھی ہو تو وہ جانور اور اس کی چربی ہمارے لیے حلال ہے اگرچہ وہ اہل حرب ہوں جیسا کہ مذکورہ واقعے سے پتا چلتا ہے۔ لیکن اگر انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ذبح کیا ہو تو ہمارے لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲۳) بَابُ مَا نَذَرَ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ  
الْوَحْشِ

باب: 23- جو پالتو جانور بدک کر بھاگ جائے وہ جنگلی  
جانوروں کے حکم میں ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جو جانور تمھارے ہاتھوں  
میں ہونے کے باوجود تمھیں عاجز کر دے وہ شکار کے حکم  
میں ہے۔ اسی طرح اونٹ اگر کنویں میں گر جائے تو جس  
طرف سے ممکن ہو اسے ذبح کر لو۔ حضرت علی، حضرت ابن  
عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

وضاحت: عنوان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حلال جانور قابو سے باہر ہو جائے اور بسم اللہ پڑھ کر اسے تیر وغیرہ سے گرا لیا  
جائے تو وہ حلال ہے کیونکہ وہ وحشی جانوروں کے حکم میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات کے دو مفہوم ہیں: ○ ہاتھوں میں  
ہونے کے باوجود دوسرے کو ذبح کرنے سے عاجز کر دے۔ ○ ہاتھوں سے بھاگ جائے اور پکڑا نہ جاسکے۔ دونوں صورتوں میں  
وہ شکار کی طرح ہے۔ اسے بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا جائے، اگر ڈھیر ہو جائے تو حلال ہے۔ کنویں میں گرنے والا اونٹ بھی اسی حکم  
میں ہے۔

[5509] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،  
انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم کل  
دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں  
ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”پھر جلدی کر لو، جو آلہ بھی خون بہانے  
والا دستیاب ہو جائے (اس سے ذبح کر لو) اور اس پر اللہ کا  
نام لیا جائے تو اسے کھاؤ، البتہ دانت یا ناخن سے ذبح نہ  
کیا جائے اور اس کی وجہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ دانت تو  
بڑی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری ہے۔“ ہمیں ایک  
غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملیں۔ ان میں سے ایک اونٹ  
بھاگ نکلا تو ایک آدمی نے اسے تیر سے مار گرایا۔ رسول اللہ  
ﷺ نے فرمایا: ”یہ اونٹ بھی بعض اوقات جنگلی جانوروں کی  
طرح بدک کر بھاگ نکلتے ہیں، اس لیے اگر ان سے کوئی

۵۵۰۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا  
يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَبَّادِ بْنِ  
رَفَاعَةَ بْنِ خَدِيجٍ ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ :  
قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّا لَا قُوَّةَ لِلْعَدُوِّ غَدًا  
وَلَيْسَتْ مَعَنَا مَدَدِي ، فَقَالَ : «اعْجَلْ - أَوْ أَرِنْ  
- مَا أَنَهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ ، لَيْسَ  
السِّنُّ وَالظَّفَرُ ، وَسَأُحَدِّثُكَ : أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ ،  
وَأَمَّا الظَّفَرُ فَمُدَى الْحَبَسَةِ . وَأَصَبْنَا نَهَبَ إِبِلٍ  
وَعَنَمٍ فَنَذَرْنَا مِنْهَا بَعِيرًا ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ  
فَحَبَسَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «إِنَّ لِهَذِهِ الْإِبِلِ  
أَوَايِدَ كَأَوَايِدِ الْوَحْشِ ، فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ  
فَاعْمَلُوا بِهِ هَكَذَا» . [راجع : ۲۴۸۸]



تمھارے قابو سے باہر ہو جائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو۔“

🌟 فائدہ: بے بسی اور مجبوری کی حالت میں جب ذبح کی مہلت نہ ملے اور کہیں سے بھی خون بہہ جائے تو وہ ذبح کے معنی میں ہوگا جیسا کہ شکار میں ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے سوال کیا: اللہ کے رسول! کیا جانور کا ذبح کرنا زخروے یا حلق ہی سے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو اس کی ران میں بھی کوئی تیر وغیرہ مارے تو کافی ہے۔“<sup>(۱)</sup> یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، تاہم اس کے متعلق امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت صرف اس جانور میں ہے جو کہیں نیچے جاگرا ہو یا وحشی بن گیا ہو۔ بہر حال بے بسی کی حالت میں جانور کو کسی بھی جگہ سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

#### (۲۴) بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ

#### باب: 24- نحر اور ذبح کا بیان

ابن جریج نے حضرت عطاء سے بیان کیا کہ ذبح، صرف ذبح کرنے کی جگہ، یعنی حلق سے ہوتا ہے اور نحر صرف نحر کرنے کی جگہ، یعنی سینے کے اوپر سے ہوتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے کیا اسے نحر کرتا کافی نہ ہوگا؟ انھوں نے کہا: ہاں، کافی ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں گائے کے لیے ذبح کا لفظ ذکر کیا ہے، اگر آپ کسی کو ذبح کریں جسے نحر کرنا تھا تو جائز ہے لیکن میں نحر کرنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ ذبح میں رگیں کاٹنا ہوتی ہیں۔ میں نے کہا: گردن کی رگیں کاٹنے ہوئے کیا حرام مغز بھی کاٹ دیا جائے؟ انھوں نے کہا کہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔

مجھے نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ وہ حرام مغز کاٹنے سے منع کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جانور کو گردن کی ہڈی تک کاٹ کر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ ختم ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو۔۔۔۔۔ تو انھوں نے اسے ذبح کیا جسے وہ ذبح کرنا نہیں چاہتے

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ: لَا ذَبْحَ وَلَا نَحْرَ إِلَّا فِي الْمَذْبُوحِ وَالْمَنْحَرِ. قُلْتُ: أَيْ جُرَيْجِي مَا يُذْبَحُ أَنْ أَنْحَرُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، ذَكَرَ اللَّهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ، فَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَازَ، وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ، وَالذَّبْحُ قَطْعُ الْأَوْدَاجِ، قُلْتُ: فَيُخَلَّفُ الْأَوْدَاجُ حَتَّى يَنْقَطَعَ النَّخَاعُ؟ قَالَ: لَا إِخَالَ.

وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهَى عَنِ النَّخْعِ، يَقُولُ: يَفْقَعُ مَا دُونَ الْعَظْمِ، ثُمَّ يَدْعُ حَتَّى يَمُوتَ: [وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى] ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾ إِلَى: ﴿فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ﴾ [البقرة: ۶۷-]

تھے۔“

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ :  
الذَّكَاءُ فِي الْحَلْقِ وَاللِّبَةِ .  
حضرت سعید بن جبیر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ذبح، حلق اور سینے کے بالائی حصے دونوں سے کیا جاسکتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ : إِذَا قُطِعَ الرَّأْسُ فَلَا بَأْسَ .  
حضرت ابن عمر، ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر سر کاٹ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

وضاحت: نحر اونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ نحر کے معنی ہیں: اونٹ کے سینے کے اوپر اور گردن کے نیچے برچھا مارنا۔ اونٹ کے علاوہ دوسرے تمام جانور ذبح کیے جاتے ہیں، یعنی ان کے حلق پر چھری چلائی جاتی ہے۔ بہر حال مذبح جانور کو نحر کرنا اور جس جانور کو نحر کیا جاتا ہو اسے ذبح کرنا، دونوں طرح جائز ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ احادیث میں اونٹ کے لیے ذبح اور دیگر جانوروں کے لیے نحر آیا ہے۔ قرآن کریم میں گائے کے لیے ذبح کا لفظ آیا ہے جبکہ احادیث میں اسے نحر کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ بہر حال جمہور اہل علم اسے جائز کہتے ہیں جبکہ ابن قاسم اسے مکروہ خیال کرتے ہیں۔<sup>۱</sup> ہمارے ہاں عام طور پر ذبح کرتے وقت آنا فانا شہ رگ کاٹ دی جاتی ہے، پھر جانور کی گردن کو پیچھے کی طرف موڑ کر جھٹکے سے اس کا منکا توڑ دیا جاتا ہے، اس کے بعد چھری کی نوک سے بقایا رگیں کاٹ دی جاتی ہیں اور ساتھ ہی سامنے نظر آنے والے حرام مغز کی رگ کو بھی مکمل طور پر کاٹ دیا جاتا ہے، ایسا کرنا ذبح کے اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ حرام مغز کے ذریعے سے دماغ اور جسم کا باہمی رابطہ قائم رہتا ہے اور اس کے ذریعے سے خون کی نجاست سے جسم پاک ہوتا ہے۔ حرام مغز کاٹ دینے سے خون زیادہ تر جسم کے اندر ہی رہ جاتا ہے جو انسان کی صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہے بلکہ اگر دم مسفوح جانور کے اندر ہی رہ جائے تو ایسا جانور نیم حرام ہونے کے زمرے میں آتا ہے۔ واضح رہے کہ ذبح کے لیے قرآن میں لفظ ”ذکیتہم“ آیا ہے، اس سے مراد جانور کو اس طرح ذبح کرنا ہے کہ اس کی جان جلد از جلد اور آسانی سے نکل جائے اور اس کا تعلق چھری کی تیزی اور استعمال میں چابک دستی سے ہے۔ گردن موڑ کر اس کا منکا توڑنا اسے تکلیف در تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کا تمام خون نکل جانے اور ٹھنڈا ہو کر بے حس و بے حرکت ہو جانے تک اس کی کھال اتارنے میں جلدی نہ کی جائے۔

۵۵۱۰ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ : أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ امْرَأَتِي ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ . [انظر : ۵۵۱۱ ، ۵۵۱۲ ، ۵۵۱۹]

[5510] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑا نحر کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

[5511] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

۵۵۱۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: سَمِعَ عَبْدَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ذَبَحْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا - وَنَحْنُ بِالْمَدِينَةِ - فَأَكَلْنَاهُ. [راجع: ۵۵۱۰]

[5512] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑا خر کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

۵۵۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ: أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ. [راجع: ۵۵۱۰]

وکعبہ اور ابن عیینہ نے ہشام سے لفظ خر بیان کرنے میں جریر کی متابعت کی ہے۔

تَابَعَهُ وَكَيْعٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ فِي النَّحْرِ.

🌞 فوائد و مسائل: ① ذبح کرنے میں گھوڑے کا وہی حکم ہے جو گائے کا ہے، یعنی اسے خر اور ذبح کرنا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ اسے ذبح کیا جائے۔ ② ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خر پر ذبح کا اور ذبح پر خر کا اطلاق صحیح ہے، چنانچہ پہلی اور دوسری روایت میں گھوڑے کے لیے خر اور دوسری روایت میں ذبح کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بہر حال گھوڑا حلال جانور ہے، اسے خر کرنا اور ذبح کرنا دونوں جائز ہیں۔ چونکہ جہاد میں اس کی ضرورت رہتی ہے، اس لیے اسے کھانے کا عام معمول نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اثر کا حوالہ دیا ہے کہ حلق اور زخروں میں ذبح ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے: ”اگر تو اس کی ران میں بھی تیر وغیرہ مار دے تو کافی ہے۔“

باب: 25 - زندہ حیوان کے اعضاء کاٹنا، اسے بند کر کے تیر مارنا یا باندھ کر تیروں کا نشانہ بنانا جائز نہیں

(۲۵) بَابُ مَا يُخْرَهُ مِنَ الْمَثَلَةِ وَالْمَضْبُورَةِ وَالْمَجْتَمَةِ

[5513] ہشام بن زید سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حکم بن ایوب کے پاس گیا تو وہاں چند لڑکوں کو دیکھا جو مرغی کو باندھ کر نشانہ بازی کر رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ نبی ﷺ نے

۵۵۱۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَى غِلْمَانًا - أَوْ فِتْيَانًا - نَضَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ

ﷺ أَنْ تُصَبَّرَ الْبَهَائِمُ. زندہ جانور کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

☀ فائدہ: زندہ جانور کو باندھ کر ہلاک کرنا مال کو ضائع کرنا اور حیوان کو تکلیف دینا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، اسی طرح ہلاک شدہ حیوان کا گوشت حرام ہے کیونکہ جس جانور کو ذبح کیا جاسکتا ہے اسے ذبح شرعی کے بغیر مارنا حرام ہے، لیکن شکار کے موقع پر اگر بسم اللہ پڑھ کر تیرا مارا جائے اور جانور مر جائے تو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔

[5514] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ یحییٰ بن سعید کے پاس گئے جبکہ یحییٰ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا مرغی کو باندھ کر اپنے تیر سے نشانہ بازی کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرغی کے پاس گئے اور اسے کھول دیا، پھر اپنے ساتھ مرغی اور لڑکا دونوں کو لائے اور یحییٰ سے کہا: اپنے لڑکے کو منع کرو کہ وہ اس جانور کو باندھ کر نہ مارے کیونکہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ نے کسی بھی جانور کو غیرہ کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۵۱۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَعَلَامٌ مِنْ بَنِي يَحْيَى رَابِطٌ دَجَاجَةٌ يَرْمِيهَا فَمَسَى إِلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ حَتَّى حَلَّهَا ثُمَّ أَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغَلَامِ مَعَهُ، فَقَالَ: ازْجُرُوا غَلَامَكُمْ عَنْ أَنْ يَصْبِرَ هَذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ تُصَبَّرَ بِهِمَّةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ.

☀ فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ خود رحم کرنے والا ہے اور دوسروں کو رحم کرنے کا حکم دیتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرای ہے: ”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض قرار دیا ہے، لہذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو، چنانچہ ذبح کرنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔“ ② کسی بھی جانور کو باندھ کر مارنا اسے اذیت پہنچانا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

[5515] حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا۔ وہ چند ایک نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنھوں نے ایک مرغی باندھ رکھی تھی اور اس پر تیر کا نشانہ لگا رہے تھے۔ جب انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو آتے دیکھا تو بھاگ نکلے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ کام کون کر رہا تھا؟ ایسا کرنے والے پر نبی ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

۵۵۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الثَّعْمَانِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَمَرَوْا بِفَيْتِيَةٍ - أَوْ بَنَفَرٍ - نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا فَلَمَّا رَأَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هَذَا.



تَابِعُهُ سَلِيمَانُ عَنْ شُعْبَةَ: حَدَّثَنَا الْجَنْهَالُ عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَثَلَ بِالْحَيَوَانِ. اس کی متابعت سلیمان نے شعبہ سے کی ہے، منہال نے سعید سے انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حیوانوں کا مثلاً کرے۔

وَقَالَ عَلِيُّ عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. عدی نے سعید سے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ اسے نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

☀️ **فائدہ:** اسلام نرمی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ شرعی طور پر مرغی یا کسی دوسرے جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنا ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ لعنت بھیجیں، اس کے لیے دنیا و آخرت میں تباہی اور ہلاکت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ واللہ المستعان۔

۵۵۱۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مَنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّهْيِ وَالْمُثَلَّةِ. [راجع: ۲۴۷۴]

[5516] حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں: آپ نے رہبرنی کرنے (ڈاکا مارنے) اور مثلاً کرنے سے منع فرمایا ہے۔

☀️ **فائدہ:** ان تمام احادیث میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم و کرم کرنے کی ہدایت ہے۔ ان کے خلاف عمل کرنے والے اسلام اور اہل اسلام کے ہاں ملعون ہیں۔ جو مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے انھیں اپنے آپ پر غور و فکر کرنا ہوگا، اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کسی حیوان کو بلاوجہ تگ کیا جائے چہ جائیکہ اشرف المخلوقات حضرت انسان کو بلاوجہ جرمولی کی طرح کاٹ دیا جائے۔ واللہ المستعان۔

### باب: 28- مرغی کھانے کا بیان

[5517] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔

### (۲۶) بَابُ لَحْمِ الدَّجَاجِ

۵۵۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ زُهْدَمَ الْجَرْمِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى - يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ دَجَاجًا. [راجع: ۳۱۳۳]

☀️ **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرغی کا گوشت حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔ یہ ایک بہترین، خوش ذائقہ

اور طاقتور گوشت ہے لیکن ہمارے ہاں جو برائے مرغی کا رواج ہے اس میں نہ لذت ہے اور نہ طاقت، یہ بے چارہ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اس نے دوسرے کو کیا طاقت فراہم کرنی ہے۔ ② بہر حال مرغی حلال ہے اور جو لوگ زہد و تقویٰ کی وجہ سے اسے مکروہ خیال کرتے ہیں ان کی کراہت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ واللہ المستعان۔

[5518] حضرت زہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جبکہ ہمارے اور جرم کے اس قبیلے کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا۔ ہمارے سامنے ایک کھانا پیش کیا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص سرخ رنگ کا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کھانے کے قریب نہ آیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے گندگی کھاتے دیکھا تھا، اسی وقت سے مجھے اس سے گھن آنے لگی ہے۔ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ آئندہ میں اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم شریک ہو جاؤ میں تمہیں اس کے متعلق ایک حدیث بیان کرتا ہوں، وہ یہ کہ میں قبیلہ اشعر کے چند لوگوں کو ہمراہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب میں آپ کے سامنے آیا تو آپ اس وقت خفا تھے اور آپ صدقے کے اونٹ تقسیم کر رہے تھے۔ اسی وقت ہم نے آپ ﷺ سے سواری کے لیے اونٹوں کا سوال کیا تو آپ نے قسم اٹھائی کہ آپ ہمیں سواریوں کے لیے اونٹ نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”اس وقت میرے پاس تمہارے لیے سواری کا کوئی جانور نہیں ہے“ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس مال غنیمت کے اونٹ لائے گئے تو آپ نے فرمایا: ”اشعری کہاں ہیں؟ اشعری کہاں ہیں؟“ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں

۵۵۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ أَبِي تَمِيمَةَ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ زُهْدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ هَذَا الْحَيِّ مِنْ جَرْمٍ إِخَاءٌ فَأَتَانِي بِطَعَامٍ فِيهِ لَحْمٌ دَجَاجٍ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ أَحْمَرُ فَلَمْ يَذَنْ مِنْ طَعَامِهِ، فَقَالَ: اذْنُ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ مِنْهُ. قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذَرْتُهُ، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَكَلُهُ، فَقَالَ: اذْنُ أُخْبِرُكَ - أَوْ أُحَدِّثُكَ - إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ فَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضَبَانٌ وَهُوَ يَقْسِمُ نَعْمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا، قَالَ: «مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ»، ثُمَّ أَتَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِنَهَبٍ مِنْ إِبِلٍ، فَقَالَ: «أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ؟ أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ؟» قَالَ: فَأَعْطَانَا خَمْسَ ذَوْدٍ غُرِّ الذَّرَى، فَلَبِسْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي: نَسِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمِينَهُ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ تَعَفَّلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمِينَهُ لَا نَفْلِحَ أَبَدًا، فَرَجَعْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ إِنَّا اسْتَحْمَلْنَاكَ فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا فَظَنَّا أَنَّكَ نَسِيتَ يَمِينَكَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ هُوَ حَمَلَكُمْ، إِنِّي وَاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا

أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا» . [راجع: ۳۱۳۳]

سفید کوہانوں والے پانچ اونٹ دیے۔ تھوڑی دیر تک تو ہم خاموش رہے، پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قسم بھول گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی قسم سے غافل رکھا تو ہمیں کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی، چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے سواری کے اونٹ طلب کیے تھے تو آپ نے ہمیں سواری کے لیے کوئی جانور نہ دینے کی قسم اٹھائی تھی، ہمارے خیال کے مطابق آپ اپنی قسم بھول گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں سواری فراہم کی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں قسم اٹھاؤں، پھر اس کے علاوہ کوئی چیز بہتر دیکھوں، پھر میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔“

فائدہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ تم بھی اپنی قسم توڑ کر ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ اور مرغی کا گوشت کھاؤ، مرغی ایسا جانور نہیں ہے جس کی مطلق غذا گندگی ہو، وہ اگر کبھی گندگی کھاتی ہے تو پاکیزہ اشیاء بھی بکثرت کھاتی ہے اس بنا پر اس کے حلال ہونے میں ذرا بھر شبہ نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارے بعض اسلاف گندگی کھانے والی مرغی کو اپنے گھر تین دن تک خوراک کھلاتے، پھر اسے ذبح کر کے کھاتے تھے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا ہے۔<sup>۱</sup> بہر حال یہ ان کی احتیاط تو ہو سکتی ہے لیکن اس کے حلال ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔<sup>۲</sup>

### باب: ۲۷- گھوڑوں کا گوشت

### (۲۷) بَابُ لُحُومِ الْخَيْلِ

[5519] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔

۵۵۱۹ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: نَحَرْنَا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَكَلْنَاهُ.

[راجع: ۵۵۱۰]

[5520] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

۵۵۲۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ

عَمْرُو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ، وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ. [راجع: ٤٢١٩]

نبی ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا لیکن گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔

🌞 فوائد و مسائل: (۱) ایک روایت میں ہے کہ ہم نے مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑے کا گوشت کھایا۔ (۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرضیتِ جہاد کے بعد کا واقعہ ہے۔ جو لوگ جہاد کی آڑ میں اسے حرام کہتے ہیں، یہ روایت ان کے خلاف ہے۔ پھر ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اور رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے اسے کھایا تھا، (۳) اس سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کا بخوبی علم تھا حتیٰ کہ آپ کے اہل خانہ نے اسے تناول فرمایا۔ چونکہ گھوڑے کا عام استعمال سواری رہا ہے، اس لیے اس کے کھانے کا رواج عام نہیں ہوا۔ اگرچہ گھوڑا دشمن کو خوفزدہ کرنے اور اسے ڈرانے دھمکانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے باوجود اس کی حلت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ (۴) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء سے بیان کیا ہے کہ اسلاف اس کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ ابن جریج نے مزید پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رحمہم اللہ بھی؟ انھوں نے فرمایا: وہ بھی اسے کھاتے تھے۔ (۵) اس کی مزید تفصیل فتح الباری میں دیکھی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب لُحُومِ الْحُمْرِ الْإِنْسِيَّةِ (۲۸)

### باب: 28- گھریلو گدھوں کا گوشت

فِيهِ عَنْ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس باب میں حضرت سلمہ بن اکوع رحمہ اللہ نے نبی ﷺ سے ایک روایت بیان کی ہے۔

🌟 وضاحت: الانسیۃ سے وہ جانور مراد ہیں جو انسانوں سے مانوس ہوں اور جنھیں گھروں میں پالا جاتا ہو۔ اس کے مقابلے میں وہ جانور ہیں جو انسانوں سے مانوس نہیں ہوتے اور نہ انھیں گھروں میں رکھا جاتا ہے بلکہ اس قسم کے جانور انسانوں کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں اور وہ جنگلات میں رہتے ہیں۔ جنگلی گدھے جنھیں گاؤں خر کہا جاتا ہے وہ حلال ہیں اور ان کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس عنوان کے تحت ان کی حرمت کو بیان کیا جائے گا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رحمہ اللہ کی حدیث خود امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کی ہے جس میں ان گھریلو گدھوں کی حرمت کا ذکر ہے۔ (۱)

۵۵۲۱ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ

(5521) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے روک دیا تھا۔

(۱) إرواء الغلیل للالبانی: 145/8، رقم: 2493، 2 المعجم الكبير للطبرانی: 87/24، رقم: 232، (۳) فتح الباری: 804/9، (۴) صحيح البخاری، المغازی، حدیث: 4196.



الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ . [راجع: ۸۵۳]

۵۵۲۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ .  
[5522] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع کر دیا تھا۔

نَابِعَةُ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ .  
وہ عبید اللہ سے اور وہ حضرت نافع سے بیان کرتے ہیں۔  
وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ سَالِمٍ . [راجع: ۸۵۳]  
ابو اسامہ نے عبید اللہ سے اور انھوں نے حضرت سالم سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

فائدہ: ان روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کو حرام قرار دیا ہے بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے باقاعدہ اس کا اعلان کیا جیسا کہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی جنگ لڑی۔ لوگوں کو سخت بھوک نے ستایا تو انھوں نے گھریلو گدھوں کو ذبح کر کے پکانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کریں: خبردار! گھریلو گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے۔<sup>①</sup>

۵۵۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَمَتَّةَ عَامَ خَيْبَرَ وَلُحُومَ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ . [راجع: ۴۲۱۶]  
[5523] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے سال نکاح متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر ہمیں حکم دیا کہ ہم گھریلو گدھوں کا گوشت پھینک دیں، کچا بھی اور پکا ہوا بھی۔ پھر ہمیں آپ ﷺ نے کبھی اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔<sup>②</sup> اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ گھریلو گدھوں کا گوشت کسی صورت میں جائز نہیں۔

۵۵۲۴ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ  
[5524] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر

جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ. (گھریلو) گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔

[راجع: ۴۲۱۹]

فائدہ: ایک حدیث جسے غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، گھریلو گدھے کھانے کے متعلق بطور جواز پیش کی جاتی ہے، انھوں نے کہا: ہم قحط سے دوچار ہوئے۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو میں اپنے گھروالوں کو کھلا سکتا، صرف چند گدھے ہی تھے۔ وہ بھی رسول اللہ ﷺ نے حرام کر دیے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہم قحط زدہ ہیں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں اپنے اہل خانہ کو کھلا سکوں، چند ایک موٹے تازے گدھے ہیں لیکن آپ نے پالتو گدھوں کا گوشت حرام کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ”اپنے اہل خانہ کو ان موٹے گدھوں میں سے کھلا دو۔ میں نے انھیں اس لیے حرام کیا تھا کہ یہ بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔“<sup>۱</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا متن شاذ اور صحیح احادیث کے خلاف ہے، لہذا یہ حدیث بطور دلیل نہیں پیش کی جاسکتی۔<sup>۲</sup>

۵۵۲۵، ۵۵۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَدِيُّ عَنِ الْبَرَاءِ وَابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَا: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ. [راجع: ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، ۳۱۵۵]

[5526, 5525] حضرت براء بن عازب اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: یہ روایت انتہائی مختصر ہے۔ ایک روایت میں کچھ تفصیل ہے کہ خیبر کے دن ہمیں بھوک نے ستایا تو لوگوں نے گھریلو گدھوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت پکانا شروع کر دیا، اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اپنی ہانڈیوں کو اوندھا کر دو۔<sup>۳</sup>

۵۵۲۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا نَعْلَبَةَ قَالَ: حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لُحُومَ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ.

[5527] حضرت ابو نعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام قرار دیا تھا۔

تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَعَقِيلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. زبیدی اور عقیل نے ابن شہاب سے روایت کرنے میں صالح بن محمد کی متابعت کی ہے۔

وَقَالَ مَالِكٌ وَمَعْمَرٌ وَالْمَاجِشُونُ وَيُونُسُ  
وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ  
نِزْ مَالِكٍ، مَعْمَرٍ، مَاجِشُونٍ، يُونُسَ وَأَبْنِ إِسْحَاقَ  
زہری سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ہر چیر پھاڑ کرنے  
والے درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔  
كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ.

🌟 فوائد و مسائل: ① حضرت مقدم بن معدیکرب رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”خبردار! کچلیوں والا درندہ اور پالتو گدھا حلال نہیں ہے۔“ ② اگرچہ مؤخر الذکر حضرات کی روایت میں گھریلو گدھے کی حرمت کا ذکر نہیں ہے، تاہم دیگر روایات میں وضاحت ہے کہ گھریلو گدھا بھی حرام ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۵۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ  
الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ  
أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
ﷺ جَاءَهُ جَاءَ فَقَالَ: أَكَلْتَ الْحُمْرُ، ثُمَّ جَاءَهُ  
جَاءَ فَقَالَ: أَكَلْتَ الْحُمْرُ، ثُمَّ جَاءَهُ جَاءَ  
فَقَالَ: أَفْنَيْتَ الْحُمْرُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي  
النَّاسِ: إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ  
الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ فَإِنَّهَا رِجْسٌ، فَأَكْفَمَتِ الْقُدُورُ  
وَأَنَّهَا تَلْفُورُ بِاللَّحْمِ. [راجع: ۳۷۱]

5528] حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی شخص آیا اور کہا کہ گدھے کھائے گئے ہیں۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی کہا کہ گدھے کھائے جا رہے ہیں۔ اتنے میں تیسرا آدمی آیا اور عرض کرنے لگا کہ گدھے تو ختم ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک منادی کے ذریعے سے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ یہ پلید ہیں۔ یہ اعلان سن کر ہانڈیاں الٹ دی گئیں جبکہ وہ گوشت سے جوش مار رہی تھیں۔

🌟 فوائد و مسائل: ① اس روایت میں ممکن ہے کہ تین شخص علیحدہ علیحدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں یا ایک شخص بار بار حاضر خدمت ہوا ہو۔ جب پہلی مرتبہ کہا گیا کہ گدھے کھائے گئے ہیں تو آپ نے ادھر کوئی التفات نہ فرمایا تو دوسری دفعہ آپ سے گزارش کی گئی، بالآخر جب تیسری مرتبہ کہا گیا کہ گدھے تو ختم ہو گئے ہیں تو آپ نے گدھوں کے گوشت کی حرمت کا اعلان کر دیا۔ شاید پہلی یا دوسری مرتبہ کہتے وقت اس کی تحریم نازل نہ ہوئی ہو، اس لیے آپ خاموش رہے۔ آخر کار تیسری مرتبہ جب گزارش کی گئی تو اس کی تحریم بھی نازل ہو چکی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کے متعلق اعلان کر دیا۔ ② صحیح مسلم میں ہے کہ اعلان کرنے والے حضرت ابو طلحہ رحمہ اللہ تھے۔ ③ سنن نسائی میں ہے کہ اعلان کرنے والے حضرت عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ تھے۔ ④ شاید پہلے حضرت عبدالرحمن رحمہ اللہ نے اعلان کیا، پھر تفصیل کے ساتھ حضرت ابو طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو اس کی حرمت سے آگاہ کیا ہو اور بتایا ہو کہ یہ نجس اور پلید ہیں۔ ⑤

۱ سنن أبي داود، الأطعمة، حديث: 3804. ② صحيح مسلم، الصيد والذبائح، حديث: 5021 (1940). ③ سنن النسائي،

الصيد والذبائح، حديث: 4346. 4 فتح الباري: 810/9.

[5529] حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں سے منع کر دیا ہے؟ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں بصرہ میں یہی بتایا تھا لیکن علم کے سمندر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی ہے: ”جو کچھ میری طرف وحی کی گئی ہے اس میں، میں حرام نہیں پاتا ہوں.....“

۵۵۲۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرُو: قُلْتُ لَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ: يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ حُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ يَقُولُ ذَلِكَ الْحَكَمُ بْنُ عَمْرٍو الْغِفَارِيُّ عِنْدَنَا بِالْبَصْرَةِ، وَلَكِنْ أَبِي ذَلِكَ الثُّبْرُ بْنُ عَبَّاسٍ وَقَرَأَ ﴿فَلَا أُحَدِّثُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ [الأنعام: ۱۱۵].

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ میں حرام چیزوں کا ذکر حصر کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ ہر چیز حلال ہے، ان میں گدھے بھی شامل ہیں، لہذا یہ حرام نہیں ہیں۔ گدھوں کے متعلق ان کا موقف شاید اس وجہ سے ہو کہ انھیں وضاحت کے ساتھ احادیث نہ پہنچی ہوں، چنانچہ ایک روایت میں ہے، انھوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا کہ کہیں لوگ سوار یوں سے محروم نہ ہو جائیں یا انھیں حرام قرار دیا تھا۔<sup>①</sup> ② حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ سے اس وقت استدلال کیا جاسکتا ہے جب رسول اللہ ﷺ سے وضاحت کے ساتھ گدھوں کی حرمت منقول نہ ہو، اس لیے متعدد احادیث کے پیش نظر گھر یلو گدھوں کا گوشت حرام ہے۔<sup>②</sup>

باب: 29- ہر کچلی والے درندے کا گوشت کھانا

(۲۹) بَابُ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ

🌞 وضاحت: ذی ناب سے مراد وہ کچلی والا درندہ ہے جو اپنے دانتوں سے شکار زخمی کر کے اسے پھاڑ دیتا ہے، اسی طرح ذی نعلب، یعنی چنگال والا پرندہ بھی اسی حکم میں شامل ہے۔

[5530] حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۵۵۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ.



تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَالْمَاجِشُونُ يُونُسَ، معمر، ابن عیینہ اور ماجشون نے زہری سے روایت کرنے میں مالک کی متابعت کی ہے۔ [راجع: ۵۷۸۰، ۵۷۸۱]

🌞 **فوائد و مسائل:** ⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر چکی والے درندے اور ہر چنگال دار پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ① وہ درندے جو نیش دار ہوں، یعنی کچیلوں سے شکار کرنے والے ہوں، جیسے: شیر، بھیڑیا اور چیتا وغیرہ، حرام ہیں۔ اسی طرح ہر وہ پرندہ جو چنگال دار ہو، یعنی اپنے پنجوں سے شکار پکڑے اور چیر پھاڑ کر کھائے، جیسے: شاہین، باز اور گدھ وغیرہ بھی حرام ہیں لیکن ان سے لگڑ بگڑ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، حالانکہ وہ چکی والا ہے۔ دراصل ہر درندے کی حرمت کی دو وجہیں ہیں: ایک کچیلوں کا ہونا دوسرا اس کا حملہ آور ہونا۔ درندگی کا وصف کچلیاں ہونے کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے، اس لیے کہ دونوں وصف رکھنے والے درندے کھانے سے درندگی والی قوت آجاتی ہے۔ لگڑ بگڑ چکی والا تو ہے لیکن اس میں درندگی کا وصف نہیں ہے، اس لیے اسے حلال قرار دیا گیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے شکار قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ② (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: سنن أبي داود (اردو) حدیث نمبر: 3801 کے فوائد و مسائل، طبع دارالسلام)

### (۳۰) بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ

۵۵۳۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ: أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِشَاةٍ مَيْتَةٍ فَقَالَ: «هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِأَهَابِهَا؟» قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ، قَالَ: «إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلُهَا». [راجع: ۱۴۹۲]

۵۵۳۲ - حَدَّثَنَا خَطَّابُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَمِيرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ

### باب: 30- مردار جانور کی کھال کا حکم

[5531] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”تم نے اس کے چمڑے سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟“ لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”صرف اس کا (گوشت) کھانا حرام ہے۔“

[5532] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”اس کے مالکوں پر کوئی حرج نہ تھا اگر وہ اس کی کھال سے نفع حاصل کرتے۔“

يَعْنُرُ مَيْتَةً فَقَالَ: «مَا عَلَى أَهْلِهَا لَوْ انْتَفَعُوا بِهَا بِهَا؟» [راجع: 1492]

☀ فائدہ: صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اس کی کھال اتارتے اور اسے دباغت کے بعد اس سے فائدہ حاصل کرتے۔“<sup>1</sup> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کے چمڑے کو رنگنے کے بعد ہی کارآمد بنایا جاسکتا ہے، البتہ امام زہری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ مردار کے چمڑے سے رنگے بغیر بھی فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ ان کا ایک شاذ موقف ہے۔ اس سلسلے میں تمام احادیث اس کا رد کرتی ہیں کیونکہ چمڑا رنگنے ہی سے پاک ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب چمڑے کو رنگ دیا جاتا ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔<sup>2</sup> بعض اہل علم کا خیال ہے کہ رنگنے سے کوئی بھی چمڑا پاک نہیں ہوتا کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مردار کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کرو۔<sup>3</sup> اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ اہاب اس چمڑے کو کہتے ہیں جو رنگا ہوا نہ ہو اور رنگنے کے بعد اس پر دوسرے الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے، اس لیے ممانعت والی احادیث اس چمڑے پر محمول ہوں گی جو ابھی رنگا ہوا نہ ہو۔ کتے اور خنزیر کے چمڑے کے علاوہ ہر مردار کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن میں خنزیر کو رجز کہا گیا ہے اور کتے کو بھی نجاست پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس پر قیاس کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بھی چمڑا رنگا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔<sup>4</sup>

### باب: 31- کستوری کا بیان

### (۳۱) بَابُ الْمِسْكِ

وضاحت: مسک ایک معرب لفظ ہے جو اصل میں مشک تھا۔ عرب لوگ جب کسی عجمی لفظ کو استعمال کرتے ہیں تو اس میں کمی بیشی کر دیتے ہیں۔ اسے کتاب الصید میں اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ مسک (کستوری) ہرن کے نافے سے برآمد ہوتا ہے اور ہرن شکار ہے۔ علماء نے اس کی طہارت پر اتفاق کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۵۳۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ جَبْرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكَلِّمُ فِي اللَّهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلِمَةُ يَدْمَى، اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرَّيْحُ رِيحُ مِسْكِ» [راجع: ۲۳۷]

[5533] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کا زخم خون پکاتا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون کے رنگ جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔“

① صحیح مسلم، الحیض، حدیث: 806 (363)، 2 صحیح مسلم، الحیض، حدیث: 812 (366)، 3 جامع الترمذی، اللباس، حدیث: 1729، 4 سنن ابن ماجہ، اللباس، حدیث: 3609.

**فائدہ:** جس طرح مردار جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اسی طرح ہرن کے تانے سے نکلنے والا خون خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور یہی کستوری ہے۔ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کستوری استعمال کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے جنت کی مٹی کے متعلق فرمایا: ”وہ مشک جیسی خوشبودار ہے۔“<sup>1</sup> اور اہل جنت کے پسینے سے کستوری جیسی خوشبو آئے گی۔<sup>2</sup> ایک حدیث میں ہے کہ کستوری تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر عمدہ خوشبو ہے۔<sup>3</sup> ارشاد باری تعالیٰ: ”شراب طہور کی مہر مشک کی ہوگی۔“<sup>4</sup> الغرض مشک پاک ہے اور بہترین خوشبو ہے۔ واللہ اعلم۔

[5534] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھیڑی پھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری اٹھانے والا تجھے ہدیہ دے گا یا تو اس سے خرید کرے گا یا کم از کم اس کی عمدہ خوشبو سے محظوظ ہوگا۔ اور بھیڑی دھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تجھے اس کے پاس بیٹھنے سے ناگوار ہو اور دھواں پہنچے گا۔“

۵۵۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوِّءِ كَمَثَلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكَبِيرِ، فَكَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخِ الْكَبِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً». [راجع: ۲۱۰۱]

**فائدہ:** رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں کستوری کی تعریف کی ہے اور اسے اچھے دوست سے تشبیہ دی ہے اگر مشک پلید ہوتا تو خباثت سے ہوتا، اسے قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے کستوری کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے، اس لیے آپ نے اچھے اور نیک ساتھی کو کستوری اٹھانے والے سے تشبیہ دی ہے۔

### باب: 32- خرگوش کا بیان

[5535] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نے مرز ظہران میں ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے لیکن تھک گئے۔ بالآخر میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ انھوں نے اسے ذبح کیا اور اس کی دونوں رانیں نبی ﷺ کی خدمت

### (۳۲) بَابُ الْأَزْنَبِ

۵۵۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنبًا وَنَحْنُ بِمَرِّ الظُّهْرَانِ، فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغَبُوا، فَأَخَذْتُهَا فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا، فَبَعَثَ بِوَرِكَيْهَا - أَوْ قَالَ: بِمَخْذَيْهَا

۱ صحیح البخاری، الصلاة، حدیث: 349، 2 صحیح البخاری، بدء الخلق، حدیث: 3246، 3 صحیح مسلم، الألفاظ من الأدب وغیرها، حدیث: (19) 2252، 4 المطففين 83: 26.

- اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَبِلَهَا .  
میں بھیج دیں۔ آپ ﷺ نے انھیں قبول فرمایا۔

فائدہ: خرگوش ایک بھولا بھالا جانور ہے جس کے ہاتھ چھوٹے اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں، انتہائی بزدل اور بہت چھلانگیں لگاتا ہے۔ سوتے وقت اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ یہ درندہ نہیں اور نہ مردار ہی کھاتا ہے۔ گھریلو اور جنگلی دونوں قسم کے خرگوش حلال ہیں۔ کچھ لوگ اسے اس لیے نہیں کھاتے کہ اس کی مادہ کو حیض آتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف کی تردید کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ یہ حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک خرگوش شکار کیا، اسے بھون کر اس کا پچھلا دھڑ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔<sup>(۱)</sup> ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خرگوش رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا جبکہ میں آپ کے پاس تھا آپ نے نہ اسے کھایا اور نہ کھانے سے منع کیا اور کہا کہ اسے حیض آتا ہے۔<sup>(۲)</sup> اول تو اس قسم کی روایات ضعیف ہیں، تاہم اس کی اگر کوئی حقیقت ہے تو حیوانات کے ماہرین کی رائے کے مطابق صرف اتنی ہے کہ خرگوش کے پیشاب کا رنگ گاہے گاہے رنگ دار ہو جاتا ہے، کبھی تیز سرخ اور نارنجی رنگ اختیار کر لیتا ہے، معروف حیض یا خون نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

باب: 33- سانڈے کا بیان

(۳۳) بَابُ الضُّبِّ

وضاحت: ہمارے ہاں عام طور پر ضب کے معنی گوہ یا سوسمار کے کیے جاتے ہیں جو کسی طرح بھی صحیح نہیں بلکہ اس کے معنی سانڈا ہیں جو گھاس کھانے والا ایک صحرائی جانور ہے جبکہ سوسمار یا گوہ مینڈک اور چھپکلیاں کھاتی ہے۔ گوہ کے لیے عربی زبان میں ورل کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ سانڈے سے بڑی ہوتی ہے۔ دراصل ورل، ضب اور وزغ (چھپکلی) شکل و شباهت میں قریب قریب ہوتے ہیں۔ احادیث میں چھپکلی کو مارنے کا حکم ہے جبکہ سانڈے کا کھانا جائز ہے، احادیث میں ورل وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۵۵۳۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «الضُّبُّ لَسْتُ أَكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ».

[5536] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سانڈا نہ تو میں خود کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔“

فائدہ: ایک حدیث میں اس کی مزید وضاحت ہے، حضرت ثابت بن ودیعہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے ہمیں بہت سے سانڈے ملے۔ میں ان میں سے ایک بھون کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور آپ کے سامنے رکھا۔ آپ نے ایک تنکا لیا اور اس کی انگلیاں شمار کیں، پھر فرمایا: ”بنی اسرائیل کی ایک قوم کو زمینی جانوروں کی



شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم وہ کون سے جانور تھے۔“ پھر آپ نے نہ اسے کھایا اور نہ منع کیا۔<sup>(۱)</sup> ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈے سے پکی ہوئی ہانڈیاں لٹا دیں۔<sup>(۲)</sup> یہ روایت اس امر پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے ان کے مسخ شدہ ہونے کا گمان تھا تو آپ نے ان ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو علم ہوا کہ مسخ شدہ انسانوں کی آگے نسل نہیں چلی تو ان کے کھانے سے توقف کیا، نہ خود کھایا اور نہ اس سے منع کیا، البتہ آپ نے خود کھانا پسند نہ فرمایا جس کی ہم آئندہ وضاحت کریں گے۔<sup>(۳)</sup> ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سانڈے کا گوشت کھانے سے منع کیا۔<sup>(۴)</sup> لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں اسماعیل بن عیاش نامی راوی مدلس ہے اور اس نے اس روایت کو ”عن“ سے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

[5537] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بھنا ہوا سانڈا پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اہل خانہ میں سے کسی عورت نے کہا کہ آپ جو کھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے متعلق آپ کو بتا دو۔ حاضرین نے کہا: اللہ کے رسول! یہ سانڈے کا گوشت ہے، چنانچہ آپ نے کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، چونکہ یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتا، اس لیے مجھے اس سے گھن آتی ہے۔“ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور اسے کھانا شروع کر دیا جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔

۵۵۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنْ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِيدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَيْتَ مَيْمُونَةَ، فَأَتَتْهُ بِضَبٍّ مَحْنُودٍ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ، فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ: أَخْبِرُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ، فَقَالُوا: هُوَ ضَبٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَرَفَعَ يَدَهُ، فَقُلْتُ: أَحْرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: «لَا، وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ». قَالَ خَالِدٌ: فَاجْتَرَزْتُهُ فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ. (راجع: ۵۳۹۱)

🌞 فوائد و مسائل: (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ اپنی طبی کراہت کی وجہ سے اسے کھانا پسند نہیں کیا لیکن آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے کھانے سے منع بھی نہیں کیا، اس لیے جسے پسند ہو کھالے اور جسے پسند نہ ہو وہ نہ کھائے۔ کسی کا کھانا نہ کھانا ایک اختیاری امر ہے مگر سانڈا کھانا جائز اور حلال ہے۔ (۲) عربوں کے ہاں سانڈا کھانے کا عام رواج تھا بلکہ تقریبات میں خصوصی کھانے کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، چنانچہ یزید بن اہم کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ہم ایک شادی کی تقریب میں شامل ہوئے تو اہل خانہ نے ہمیں تیرہ سانڈے پیش کیے۔ ہم میں سے کچھ حضرات نے کھایا اور بعض نے اسے ترک کر

۱. سنن أبي داود، الاطعمة، حديث: 3795. 2. مسند أحمد: 4/196. 3. فتح الباري: 9/823. 4. سنن أبي داود، الاطعمة،

دیا۔<sup>۱</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے بہت لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ یہ چرواہوں کی خوراک ہے۔ اگر میرے پاس ہوں تو میں انھیں ضرور کھاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی طبعی کراہت کی وجہ سے انھیں نہیں کھایا تھا۔<sup>۲</sup> ③ بالعموم رسول اللہ ﷺ کے انھیں نہ کھانے کے متعلق دو سبب بیان کیے جاتے ہیں: ۱۔ مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس ساڑھے نہیں پائے جاتے تھے، اس لیے آپ کو گھن آتی تھی اور آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ۲۔ اس میں ایک ناگواری ہو جاتی ہے، اس لیے آپ نے اسے کھانا پسند نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس اللہ کی طرف سے آنے والے (فرشتے) ہیں جیسا کہ آپ لہن وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔<sup>۳</sup> بہر حال آپ نے ساڑھا نہیں کھایا، خواہ اس کی کوئی بھی وجہ ہو، لیکن ناپسندیدگی کے باوجود آپ نے اسے حرام قرار نہیں دیا بلکہ ایک روایت کے الفاظ ہیں: ”تم کھاؤ کیونکہ یہ حلال ہے۔“<sup>۴</sup>

### (۳۴) بَابُ : إِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِي السَّمَنِ الْجَائِدِ أَوْ الذَّائِبِ

باب: 34- جب جسے ہوئے یا پھلے ہوئے گھی میں  
چوہا گر جائے

وضاحت: صرف گھی کی خصوصیت نہیں بلکہ اگر تیل یا شہد وغیرہ میں چوہا گر جائے تو ان کا بھی یہی حکم ہے جو گھی کا ہے۔

۵۵۳۸ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ فَارَةً وَقَعَتْ فِي سَمَنِ فَمَاتَتْ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهَا فَقَالَ : «أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُّوه» .

قِيلَ لِسُفْيَانَ : فَإِنَّ مَعْمَرًا يُحَدِّثُهُ عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : مَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ إِلَّا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ مَيْمُونَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَارًا . [راجع :

[۲۳۵]

[5538] حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چوہا گھی میں گر کر مر گئی تو اس کے متعلق نبی ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اسے (چوہا کو) اور اس کے ارد گرد والا گھی پھینک دو اور باقی گھی کھا لو۔“

سفیان سے کہا گیا کہ معمر اس حدیث کو امام زہری سے بیان کرتے ہیں، انھیں سعید بن مسیب نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ میں نے یہ حدیث امام زہری سے صرف عبید اللہ کے واسطے سے سنی ہے، ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، ان سے حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا اور وہ نبی ﷺ سے بیان کرتی ہیں۔ میں نے یہ حدیث ان سے بارہا سنی ہے۔

① صحیح مسلم، الأطعمۃ، حدیث: 5040 (1948)، 2 صحیح مسلم، الأطعمۃ، حدیث: 5042 (1950)، 3 فتح الباری:

822/9، ④ صحیح مسلم، الأطعمۃ، حدیث: 5032 (1944)۔

۵۵۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الدَّائِبَةِ تَمُوتُ فِي الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ وَهُوَ جَامِدٌ أَوْ غَيْرُ جَامِدٍ، الْفَارَةِ أَوْ غَيْرَهَا، قَالَ: بَلَّغْنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِفَارَةٍ مَاتَتْ فِي سَمْنٍ فَأَمَرَ بِمَا قُرِبَ مِنْهَا فَطَرَحَ ثُمَّ أَكَلَ، عَنْ حَدِيثِ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. [راجع: ۲۳۵]

[5539] حضرت زہری سے روایت ہے (ان سے پوچھا گیا): اگر کوئی جانور چوبہا یا کوئی اور چیز، تیل یا گھی میں گر جائے جبکہ وہ جما ہوا ہو یا مانع شکل میں؟ انھوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس چوبہا کے متعلق فرمایا جو گھی میں مر گئی: ”اے اس کے چاروں طرف سے گھی نکال کر پھینک دیا جائے، پھر باقی ماندہ گھی کھالیا جائے۔“ ہمیں یہ حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ کے ذریعے سے پہنچی ہے۔

۵۵۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ: «الْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُّوهَا». [راجع: ۲۳۵]

[5540] حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ سے اس چوبہا کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر گئی تھی تو آپ نے فرمایا: ”اے (چوبہا کو) اور اس کے چاروں طرف سے گھی کو پھینک دو اور باقی گھی کھا لو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک جھے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کا حکم ایک ہے کہ متاثرہ گھی پھینک دیا جائے اور باقی کھالیا جائے۔ اسی طرح امام زہری رحمہ اللہ بھی جھے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی میں فرق نہیں کرتے، نیز ان کے نزدیک گھی اور غیر گھی میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ ② حدیث میں اگرچہ گھی کا ذکر ہے لیکن تیل وغیرہ کو اس پر قیاس کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں جھے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی میں فرق کیا گیا ہے، الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب گھی میں چوبہا گر جائے تو اگر وہ جما ہوا ہو تو چوبہا اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دو اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ۔“ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ ان کی بیان کردہ احادیث کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اکثر محدثین نے گھی یا تیل، چاہے پگھلا ہوا ہو، اس میں ارد گرد سے سارا متاثرہ تیل نکال کر باقی استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ آج کل باہر سے کھانے والے تیل برآمد کیے جاتے ہیں۔ ان جہازوں میں چوبہا وغیرہ مستقل طور پر رہائش پذیر رہتے ہیں۔ اگر بھرے ہوئے جہاز میں ایک چوبہا گرنے سے سارا تیل ضائع کرنا پڑے تو یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اس بنا پر امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف وزنی معلوم ہوتا ہے کہ جھے ہوئے اور پگھلے ہوئے گھی کا فرق نہ کیا جائے۔ کسی حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آس پاس کا گھی کتنی دور تک نکالا جائے، یہ ہر آدمی کی صوابدید پر موقوف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر گھی جما ہوا نہ ہو تو تین چلوں کا لے جائیں<sup>۲</sup> لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔<sup>④</sup>

## (۳۵) بَابُ الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّورَةِ

## باب: 35- جانور کے چہرے پر داغ دینا اور نشان لگانا

۵۵۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُعْلَمَ الصُّورَةُ.

[5541] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ چہرے پر نشان لگانے کو مکروہ خیال کرتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُضْرَبَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے (چہرے پر) مارنے سے منع فرمایا ہے۔

تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا الْعَنْقَرِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ وَقَالَ: تُضْرَبُ الصُّورَةُ.

ایک روایت میں ہے کہ چہرے کو مارنے سے منع کیا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے موقوف روایت بیان کی ہے اس کے بعد مرفوع روایت کو ذکر کیا ہے۔ یہ مرفوع روایت، موقوف کے لیے بطور دلیل ہے کہ جب چہرے پر مارنا منع ہے تو اس پر نشان لگانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے عنوان میں اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہو جو اس کے متعلق صریح ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر نشان لگانے سے منع فرمایا ہے۔ ② ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایسا گدھا گزرا جس کے چہرے پر نشان لگایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: ”اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے یہ داغ لگایا ہے۔“ ③ چہرے کے علاوہ جسم کے کسی دوسرے حصے پر بطور علامت داغ لگانا جائز ہے۔ اس کی وضاحت آئندہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۵۵۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأَخٍ لِي يُحَنِّكُهُ وَهُوَ فِي مِرْبَدٍ لَهُ فَرَأَيْتُهُ يَسْمُ شَاةً، حَسِبْتُهُ قَالَ: فِي أَذَانِهَا.

[5542] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنے نومولود بھائی کو لایا تاکہ آپ اسے کھنٹی دیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اونٹوں کے باڑے میں تھے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ایک بکری کو داغ رہے تھے۔ ہشام نے کہا: میرا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ بکریوں کے کان داغ رہے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① آدمی کے چہرے پر داغ لگانا حرام ہے اور حیوانات کے چہرے کو داغنا بھی ناپسندیدہ عمل ہے، البتہ حیوانات کو چہرے کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر داغ لگانا جائز ہے اگرچہ اہل کوفہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ



ایسا کرنے سے حیوانات کو تکلیف ہوتی ہے اور یہ مثلاً کرنے کے مترادف ہے لیکن مذکورہ حدیث اس موقف کی تردید کرتی ہے۔  
 (۲) مَرَبَد، اونٹوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بکریوں کو اونٹوں کے باڑے میں لایا گیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ اور غزوہ حنین سے واپسی کے بعد اونٹوں کو داغ رہے تھے۔<sup>(۱)</sup> ممکن ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ آئے ہوں تو آپ ﷺ بکریوں کو داغ رہے ہوں، اس کے بعد انھوں نے اونٹوں کو داغ دیتے دیکھا ہو۔ بہر حال حیوانات کو چہرے کے علاوہ دوسرے مقام پر داغ دیا جاسکتا ہے جیسا کہ کانوں پر داغ دینے سے واضح ہوتا ہے۔<sup>(۲)</sup> اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بہت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ اپنے دست مبارک سے خود کام کرتے تھے۔ ﷺ۔

(۳۶) بَابُ: إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً فَلَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا بِغَيْرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِ لَمْ تَوَكَّلْ

باب: 36۔ جب جماعت مجاہدین کو غنیمت ملے اور ان میں سے کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر بکریوں یا اونٹوں کو ذبح کر دیں تو ایسا گوشت کھانا ناجائز ہے

لِحَدِيثِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ طَاوُسٌ وَعِكْرَمَةُ فِي ذَبْحِ السَّارِقِ: اطْرَحُوهُ.

اس کے متعلق حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے حدیث بیان کی ہے۔ حضرت طاووس اور عکرمہ نے چور کے ذبیحہ کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے پھینک دو، یعنی یہ حرام ہے اسے مت کھاؤ۔

وضاحت: اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ واقعے میں پکا ہوا گوشت کھانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ جانور تقسیم سے پہلے ذبح کیے گئے تھے۔<sup>(۳)</sup>

۵۵۴۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مَدَى فَقَالَ: «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلُوهُ مَا لَمْ يَكُنْ سِنٌّ وَلَا ظَفَرٌ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظَفَرُ فَمُدَى

[5543] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کی: کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو گا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو آلہ بھی خون بہا دے اسے کھاؤ بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، نیز ذبح کا آلہ دانت اور ناخن نہیں ہونا چاہیے اور میں اس کی وجہ تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری ہے۔“

اس دوران میں کچھ لوگ آگے بڑھ گئے اور مالی غنیمت پر قبضہ کر لیا جبکہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ پیچھے تھے۔ ان لوگوں نے گوشت کی دنگیں چڑھا دیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا تو انھیں الٹ دیا گیا۔ پھر آپ نے لوگوں میں مالی غنیمت تقسیم کیا اور ایک اونٹ، دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔ جو لوگ آگے آگے تھے ان کا ایک اونٹ بدک کر بھاگ نکلا۔ لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں تھے، اس لیے ایک شخص نے اس اونٹ کو تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اسے روک لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ جانور بھی کبھی وحشی جانوروں کی طرح بدکنے لگتے ہیں، اس لیے جب ان میں کوئی ایسا کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔“

الْحَبَسَةُ. وَتَقَدَّمَ سَرْعَانُ النَّاسِ فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ وَالنَّبِيُّ ﷺ فِي آخِرِ النَّاسِ، فَنَصَبُوا قُدُورًا فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ، وَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهِ، ثُمَّ نَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ مِنْ أَوَائِلِ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَبْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ فَقَالَ: «إِنَّ لَهُذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَائِدَ كَأَوَائِدِ الْوَحْشِ، فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هَذَا فَافْعَلُوا مِثْلَ هَذَا». [راجع: ۲۴۸۸]

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے مختصر طور پر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا حوالہ دیا، پھر تفصیلی روایت بیان کی۔ چونکہ تقسیم غنیمت سے پہلے وہ ان کے مالک نہیں تھے، لہذا ان کا اجازت کے بغیر جانوروں کو ذبح کرنا ناجائز تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس گوشت کو ضائع کر دیا۔ اسی طرح چور جب چوری کا جانور ذبح کرتا ہے تو بھی کسی غیر کے مال پر ناجائز تصرف کرتا ہے، اس کا بھی کھانا منع ہے۔ اگرچہ کچھ فقہاء نے چور کے ذبح کیے ہوئے جانور کو کھانا جائز قرار دیا ہے لیکن یہ موقف محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۷) بَابُ: إِذَا نَدَّ بَعِيرٌ لِقَوْمٍ فَرَمَاهُ بِنَصْبِهِمْ بِسَهْمٍ فَقَبَلَهُ فَأَرَادَ صَلَاحَهُمْ فَهُوَ جَائِزٌ

باب: 37- اگر کسی قوم کا اونٹ بھاگ نکلے اور ان میں سے کوئی خیر خواہی کے جذبے سے تیر مار کر ہلاک کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے مروی ایک حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

لِخَبَرِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

وضاحت: اس شخص نے جذبہ ہمدردی کے پیش نظر ایسا کیا ہے، لہذا اس پر کسی قسم کا تاوان نہیں ہوگا، جبکہ سابقہ عنوان میں ہمدردی کے بجائے اپنا کام نکالنے کا جذبہ پیش نظر تھا۔ واللہ اعلم۔

[5544] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

۵۵۴۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا

انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے تو اونٹوں میں سے ایک اونٹ بدک کر بھاگ نکلا۔ ایک آدمی نے اسے تیر مار کر روک لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اونٹ بھی بعض اوقات جنگلی جانوروں کی طرح بدکتے ہیں، اس لیے ان میں سے جو جانور تمہارے قابو سے باہر ہو جائے، اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو۔“ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! ہم بعض اوقات غزوات اور سفر میں ہوتے ہیں اور جانور ذبح کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس چھریاں نہیں ہوتیں؟ آپ نے فرمایا: ”دیکھ لیا کرو جو آلہ خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھاؤ مگر دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو کیونکہ دانت ہڈی ہے اور ناخن اہل جثہ کی چھری ہے۔“

عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الطَّنَافِيسِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَتَدَبَّعَ بَعْضُ مِنَ الْإِبِلِ، قَالَ: فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ لَهَا أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا». قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَكُونُ فِي الْمَغَازِي وَالْأَسْفَارِ فَنُرِيدُ أَنْ نَذْبَحَ فَلَا يَكُونُ مُدَى، قَالَ: «أَرِنَا مَا أَنْهَرَ الدَّمَ أَوْ نَهَرَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ غَيْرَ السِّنِّ وَالظَّفَرِ، فَإِنَّ السِّنَّ عَظْمٌ، وَالظَّفَرُ مُدَى الْحَبَشَةِ». [راجع: ۲۴۸۸]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں دو واقعات ہیں: ایک یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تقسیم غنیمت سے پہلے گوشت کی دیکیں چڑھا دیں، دوسرا یہ کہ اونٹ بھاگ نکلا تو اسے کسی نے تیر مار کر روک لیا۔ ان دونوں واقعات سے امام بخاری رحمہ اللہ نے الگ الگ مسائل کا استنباط کیا ہے لیکن علامہ اسماعیلی نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ذبح کرنے میں دونوں واقعات میں حد سے تجاوز کیا گیا ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ پہلی صورت میں لوگوں نے تقسیم سے پہلے جانور ذبح کر دیے تاکہ وہ گوشت کو اپنے لیے خاص کر لیں تو انھیں اس گوشت سے محروم کر دینے کی سزا دی گئی اور جس صورت میں آدمی نے اونٹ کو تیر مار کر روکا، اس میں مالک کے مال کو محفوظ رکھنے کا جذبہ کارفرما تھا۔ شارح صحیح بخاری ابن نمیر نے بھی یہی لکھا ہے کہ اگر غیر مالک کا ذبح کرنا زیادتی کے طور پر ہے تو اس کا ذبح کرنا فاسد ہے اور اگر اس کا ذبح کرنا اصلاح کے جذبے سے ہے تو فاسد نہیں ہے۔ ③ ایک حدیث میں ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی لونڈی نے ان کی بکری اجازت کے بغیر ذبح کر دی جو مرنے کے قریب پہنچ چکی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔ ④ اس حدیث سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا قائم کیا ہوا عنوان ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 38- مجبور کے لیے (مردار) کھانا

(۳۸) بَابُ أَكْلِ الْمُضْطَرِّ

اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو!

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا

مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ﴿۱۷۲﴾ إِلَىٰ قَوْلِهِ ﴿فَلَا تَأْتُمْ عَلَيْهِ﴾  
 [البقرة: ۱۷۲، ۱۷۳]

تم وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں..... تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔“

وَقَالَ: ﴿فَمَنْ أَضْطَرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [المائدة: ۳].

نیز فرمایا: ”ہاں جو شخص بھوک میں لاچار ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“

وَقَوْلِهِ: ﴿فَكُلُوا مِنَّمَا ذَكَرَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ إِن كُنتُمْ بِحَاكِمَتِهِ مُؤْمِنِينَ﴾ [الأنعام: ۱۱۸، ۱۱۹].

اور فرمایا: ”جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے اگر تم اس کی آیات پر یقین رکھتے ہو تو اسے کھالیا کرو۔“

وَقَوْلِهِ جَلَّ وَعَلَا: ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ [الأنعام: ۱۴۵].

نیز اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: ”کہہ دیجیے! جو احکام مجھ پر نازل ہوتے ہیں، میں ان میں کھانے والے کے لیے کوئی چیز حرام نہیں پاتا (جسے وہ کھانا چاہے مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت۔ یقیناً وہ ناپاک ہے یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا، پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے اس حال میں کہ نہ وہ سرکش ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تمہارا رب بے حد بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُّهِرًا قَا.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دم مسفوح کی تفسیر فرمائی ہے کہ جو بننے والا ہو۔

وَقَوْلِهِ: ﴿فَكُلُوا مِنَّمَا رَزَقْنَاكُمْ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ [النحل: ۱۱۴].

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال طیب رزق دیا ہے اسے کھاؤ۔“

وضاحت: اس عنوان اور پیش کردہ آیات میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مردار کھانے کی شرائط اور حدود و قیود کو بیان کیا ہے۔ اہل علم نے مردار کھانے کے بارے میں دو چیزوں سے بحث کی ہے: ۱۔ وہ کون سی مجبوری ہے جس کے پیش نظر مردار کھانا حلال ہو جاتا ہے؟ ۲۔ وہ یہ ہے کہ جب بھوک اس حد تک بڑھ جائے کہ انسان ہلاکت کے کنارے تک پہنچ جائے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ مردار میں زہر ہوتا ہے اگر اسے شروع ہی میں کھالیا جائے تو انسان کو ہلاک کر دے گا، اس لیے شدید بھوک کے وقت کھانے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ بھوک کی وجہ سے اس کے جسم میں زہریلے مادے کا تریاق پیدا ہو جائے۔ ۳۔ مجبوری کی حالت میں کس قدر مردار کھانے کی اجازت ہے؟ اس کی حد یہ ہے کہ جس سے جسم اور روح میں رشتہ قائم رہ سکے۔ اس مجبوری سے ناجائز



فائدہ اٹھاتے ہوئے بسیار خوری اور لطف اندوزی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کسی حدیث کا حوالہ نہیں دیا بلکہ چند آیات پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے کیونکہ جو احادیث نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہیں وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہ تھیں۔ ہم اس سلسلے میں دو حدیثیں پیش کرتے ہیں جن سے اضطراری حالت کی حد بندی کی گئی ہے: ○ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے مقام حرہ پر پڑاؤ کیا۔ اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی تھے۔ ایک آدمی نے اس سے کہا: میری اونٹنی گم ہو گئی ہے اگر تمہیں ملے تو اسے پکڑ لینا، چنانچہ وہ اسے مل گئی لیکن اس کا مالک نہ آیا، پھر وہ اونٹنی بیمار ہو گئی تو اس شخص کی بیوی نے کہا: اسے ذبح کر لو مگر وہ نہ مانا، بالآخر وہ مر گئی تو عورت نے کہا: اس کا چمڑا اتار لو تا کہ اس کی چربی اور گوشت خشک کر لیں اور کھائیں۔ اس نے کہا: میں اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں، چنانچہ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو تمہیں اس سے بے نیاز کر دے؟“ اس نے کہا: نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تم اسے کھا سکتے ہو۔“ ○ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی بہت زیادہ لاچار ہو جائے اور کھانے کے لیے کچھ نہ پائے تو اس کے لیے مردار کھانا جائز ہے۔ ○ حضرت فہج عامری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا ہمارے لیے مردار حلال نہیں ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارا طعام کیا ہے؟ میں نے کہا: ایک دودھ کا پیالہ صبح اور ایک پیالہ رات کو، نیز کہا: میرے باپ کی قسم! یہ تو سخت بھوک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اس حالت میں مردار کو حلال کر دیا۔ <sup>(۲)</sup> یہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے لیکن دیگر احادیث سے پتا چلتا ہے کہ اگر عرصہ دراز سے یہی حالت ہے تو یہ کیفیت ہلاکت یا شدید بیماری کا سبب بن سکتی ہے۔ اس اضطراری حالت میں انسان کے لیے حرام، حلال ہو جاتا ہے۔ واللہ المستعان۔





## اضاحی کا معنی و مفہوم اور قربانی کی مشروعیت

لفظ اُضحی، اُضحیہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد قربانی ہے۔ اُضحیہ ہمزہ کی زیر اور پیش دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کی دو مزید لغتیں ہیں: ایک ضحیہ۔ اس کی جمع ضحایا اور دوسری اُضحاة اس کی جمع اُضحی ہے۔ اُردو زبان میں لفظ قربانی، قربان سے مشتق ہے۔ لغوی اعتبار سے قربانی سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے، خواہ وہ ذبیحہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز، لیکن اس مقام پر وہ جانور مراد ہے جو ماہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ یا ایام تشریق میں عید کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ عمل ہر امت میں مشروع رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر کیے ہیں تاکہ وہ ان موسیٰ قسم کے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دے رکھے ہیں۔“<sup>1</sup>

امت مسلمہ یہ عمل اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اور ان کے لخت جگر کی جاں نثاری کو تازہ رکھنے کے لیے کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نور چشم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے ان کے گلے پر چھری رکھ دی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا بھیج دیا اور چھری اس پر چل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس قربانی کا پس منظر اور منظر بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے: ”اے میرے پروردگار! مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما، تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار بیٹے کی بشارت دی، پھر جب وہ (بیٹا) ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ایک دن ابراہیم نے کہا: بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں، اب بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! وہی کچھ کہیے جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا تو ہم نے اسے آواز دی: اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بلاشبہ یہ ایک صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک قربانی بطور فدیہ دے کر اسے چھڑا لیا اور پچھلے لوگوں میں اس کی یادگار چھوڑ دی، ابراہیم پر سلام ہو۔“<sup>2</sup>

ہم مسلمان دس ذوالحجہ کو قربانیاں دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس یادگار کو تازہ کرتے ہیں۔ ہمارے لیے اس عمل کی مشروعیت قرآن سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔“<sup>3</sup> نیز

فرمایا: ”قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے ہیں۔ ان میں تمہارے لیے بڑا نفع ہے۔“ <sup>(۱)</sup> رسول اللہ ﷺ کے قول و عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مسلمان ابتداء ہی سے اس پر کاربند ہیں۔ اس عظیم مقصد کے لیے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑز و مادہ کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا جانور اس میں کارآمد نہیں ہوتا۔ قربانی کرنے میں مالی اور جانی ایثار کے ساتھ ساتھ محتاجوں اور غریبوں کی ہمدردی اور غم گساری بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”پھر جب ان اونٹوں کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو انھیں خود بھی کھاؤ اور سوال نہ کرنے والوں، نیز سوال کرنے والوں دونوں کو کھلاؤ اس طرح ہم نے ان چوپایوں کو تمہارے ماتحت کر رکھا ہے تاکہ تم شکرگزاری کرو۔“ <sup>(۲)</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قربانی کا نام (اضحیہ) اس وقت کے نام سے ماخوذ ہے جس میں اسے ذبح کیا جاتا ہے، یعنی چاشت کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔ <sup>(۳)</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ نے قربانی کے احکام و مسائل اور آداب و شرائط سے ہمیں آگاہ کرنے کے لیے یہ عنوان قائم کیا ہے اور اس میں چوالیس (44) مرفوع احادیث پیش کی ہیں، جن میں پندرہ (15) معلق اور انتیس (23) متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ان سے انتالیس (39) مکرر اور پانچ (5) خالص ہیں۔ ایک حدیث کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ مختلف صحابہ کرام رحمہم اللہ اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے سات (7) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ پھر ان احادیث و آثار پر چھوٹے چھوٹے سولہ (16) عنوان قائم کیے ہیں۔ چیدہ چیدہ عنوان حسب ذیل ہیں:

- قربانی کرنا سنت ہے۔ ○ امام قربانی کے جانور خود تقسیم کرے۔ ○ مسافروں اور عورتوں کی طرف سے قربانی کرنا۔
- عید گاہ میں قربانی کرنے کا حکم۔ ○ قربانی اپنے ہاتھ سے کرنی چاہیے۔ ○ جس نے دوسرے دن قربانی کی۔ ○ قربانی، نماز عید کے بعد کرنی چاہیے۔ ○ قربانی سے کتنا گوشت خود کھایا جائے۔ ہم نے جا بجا تشریحی نوٹ بھی لکھے ہیں تاکہ ان احادیث کا علی وجہ البصیرت مطالعہ کیا جائے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہماری معروضات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی سفارش اور آپ کا ساتھ نصیب کرے۔ آمین یا رب العالمین۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 73 - كِتَابُ الْأَصَاحِيِّ

قربانیوں سے متعلق احکام و مسائل

باب: 1- قربانی کرنا سنت ہے

(۱) بَابُ سُنَّةِ الْأَصَحِيَّةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: قربانی سنت اور امر مشہور

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوفٌ.

ہے۔

☆ وضاحت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے قربانی کے متعلق سوال کیا کہ آیا یہ واجب ہے؟ تو انھوں نے جواب میں صرف ان الفاظ پر اکتفا کیا: ”رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔“ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ ان کے نزدیک قربانی واجب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، لہذا اس کے مطابق عمل کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب میں ”ہاں“ نہیں کہا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کا حوالہ دیا ہے، صرف آپ کا عمل وجوب کی دلیل نہیں ہے۔ اہل اسلام کا حوالہ اس لیے دیا ہے تاکہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت خیال نہ کر لیا جائے۔ بہر حال قربانی اگرچہ فرض نہیں، تاہم استطاعت کے ہوتے اس سنت مؤکدہ سے گریز کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔

[5545] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”پہلا کام جس سے ہم عید الاضحیٰ کے دن کی ابتدا کریں گے وہ نماز ہے، پھر واپس آکر قربانی کریں گے۔ جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقے کے مطابق عمل کیا لیکن جو شخص اس سے پہلے قربانی کرے گا اس

۵۵۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ الْإِلَافِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ

کی حیثیت صرف گوشت کی ہے جو اس نے اپنے اہل خانہ کے لیے پہلے تیار کر لیا ہے۔ یہ کسی صورت میں قربانی نہیں ہوگی۔“ یہ سن کر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انھوں نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر لی تھی، کہنے لگے: اب تو میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہی ذبح کر دو لیکن تمھارے بعد کسی اور کے لیے یہ کافی نہیں ہوگا۔“

سُنْتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ. فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَقَدْ ذَبَحَ فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً، فَقَالَ: «اذْبَحْهَا وَلَنْ تَعْزِي عَن أَحَدٍ بَعْدَكَ».

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے نماز کے بعد قربانی کی، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کو بھی پالیا۔“

قَالَ مُطَرِّفٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ نَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ». [راجع: ۹۵۱]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① قربانی کی مشروعیت میں کسی کو اختلاف نہیں ہے لیکن اسے واجب قرار دینا مکمل نظر ہے۔ ② اس حدیث میں سنت سے مراد اصطلاحی سنت نہیں جو واجب کے مقابلے میں ہوتی ہے بلکہ یہ طریقہ کے معنی میں ہے جو سنت اور واجب دونوں کو شامل ہے۔ جب وجوب کی کوئی دلیل نہیں تو معلوم ہوا کہ سنت سے مراد سنت فقہی ہے۔ بعض حضرات نے اس لفظ سے وجوب پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ مشروع قربانی کی شرط بیان کرنے کے لیے ہے کہ اسے نماز کے بعد ذبح کر دجیسا کہ اگر کوئی شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے چاشت کی نماز پڑھے تو اسے کہا جائے گا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے نماز کو دوبارہ ادا کرو۔ <sup>۱</sup> واللہ اعلم۔

[5546] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر لی، اس نے صرف اپنی ذات کے لیے اسے ذبح کیا۔ اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی کی، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کے مطابق عمل کیا۔“

۵۵۴۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلُ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ نَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ». [راجع: ۹۵۴]

🌞 **فائدہ:** کتاب و سنت کے دلائل سے قربانی کا سنت ہونا ہی ثابت ہے بلکہ قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے لیکن حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ یہ حضرات واجب کہنے والوں کے قول سے کراہت کرتے ہوئے قربانی نہیں

کرتے تھے۔<sup>۱</sup>

### (۲) بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ الْأَضَاحِيِّ بَيْنَ النَّاسِ

### باب: ۲- امام کا لوگوں میں قربانیاں تقسیم کرنا

[5547] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانیاں تقسیم کیں تو ایک یکساں حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے حصے میں تو یکساں آیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”تم اسی کی قربانی کرلو۔“

۵۵۴۷ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ بَعْجَةَ الْجُهَنِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا فَصَارَتْ لِعُقْبَةَ جَذْعَةٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَارَتْ لِي جَذْعَةٌ، قَالَ: «اضْحُ بِهَا». [راجع: ۲۳۰۰]

☀️ فوائد و مسائل: ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانیاں تقسیم کرنا، اس کے مؤکد ہونے کی دلیل ہے۔ ② شارح صحیح بخاری ابن منیر نے کہا ہے کہ قربانیوں کی تقسیم سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حصے داروں کا آپس میں گوشت تقسیم کرنا جائز ہے اور یہ خرید و فروخت کی قسم نہیں جیسا کہ مالکی حضرات کا خیال ہے۔ ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے یہی ارادہ کیا ہو۔<sup>۲</sup> ابن بطال نے کہا ہے کہ بڑے عالم دین کے لیے یہی مناسب ہے کہ جب وہ عوام سے یہ اندیشہ محسوس کرے کہ وہ سنت کو فرض سمجھنے لگیں گے تو وہ سنت کو ترک کر دے تاکہ لوگوں پر ان کے دینی معاملات خلط ملط نہ ہو جائیں اور وہ فرض و نفل میں فرق کر سکیں۔<sup>۳</sup>

### (۳) بَابُ الْأَضْحِيَّةِ لِلْمَسَافِرِ وَالنِّسَاءِ

### باب: ۳- مسافروں اور عورتوں کی طرف سے قربانی کرنا

[5548] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے مقام سرف پر حائضہ ہو چکی تھیں اور وہ رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا بات ہے؟ کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے

۵۵۴۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، وَحَاضَتْ بِسَرَفٍ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ، وَهِيَ تَبْكِي، فَقَالَ: «مَا لَكَ؟ أَنْفَسْتِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: «إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ

مقدر میں لکھ دی ہے۔ تم حاجیوں کی طرح تمام اعمال حج ادا کرو مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔“ جب ہم منیٰ میں تھے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے۔

آدَمَ، فَأَقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفَ بِالنَّبِيِّ، فَلَمَّا كُنَّا بِمَنَى، أَتَيْتُ بِلَحْمٍ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالنَّبَرِ. [راجع: ۲۹۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① اہل کوفہ کا موقف ہے کہ مقیم آزاد آدمی ہی اپنی طرف سے قربانی کر سکتا ہے، مسافر خود یا اس کی طرف سے قربانی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بعض حضرات کے خیال کے مطابق عورتوں پر قربانی نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان تمام حضرات کی تردید کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ مسافر خود بھی قربانی کر سکتا ہے اور اس کی طرف سے بھی قربانی ہو سکتی ہے، اسی طرح عورت بھی قربانی کر سکتی ہے اور اس کی طرف سے قربانی کرنا بھی جائز ہے، چنانچہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ مسافر تھے اور آپ نے قربانی کی اور ایک گائے ازواج مطہرات کی طرف سے بطور قربانی ذبح کی۔ ② امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی ان کی اجازت سے دی تھی ③ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ان سے اجازت لی ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گوشت کے متعلق نہ پوچھتیں کہ یہ کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ واللہ اعلم۔

#### باب: 4- قربانی کے دن گوشت کی خواہش کرنا

#### باب: ۴۱- مَا يُشْتَهَى مِنَ اللَّحْمِ يَوْمَ النَّحْرِ

5549 [حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی وہ دوبارہ قربانی کرے۔“ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول! اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے، اور اس نے اپنے ہمسایوں کی غربت کا ذکر کیا، اب تو میرے پاس یکسالہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو رخصت دی کہ وہی ذبح کر دے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ اجازت دوسروں کو بھی ہے یا نہیں؟ اس کے بعد نبی ﷺ دو مینڈھوں کی طرف مائل ہوئے اور انھیں ذبح کیا اور لوگ بھی بکریوں کی طرف

۵۵۴۹ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُثَيْبٍ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ: «مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعَذِّ»، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ - وَذَكَرَ جِيرَانَهُ - وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ، فَلَا أُدْرِي أَبَلَّغْتَ الرُّخْصَةَ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا، ثُمَّ انْكَفَأَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى كَبْشَيْنِ قَدْ بَحَّهُمَا، وَقَامَ النَّاسُ إِلَى غَنِيمَةٍ فَتَوَزَّعُوا، أَوْ قَالَ: فَتَجَزَّعُوا. [راجع: ۹۵۴]



متوجہ ہوئے اور انھیں تقسیم کر کے ذبح کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: عید کے دن گوشت کی خواہش رکھنا خلوص اور للہیت کے معنایں نہیں، لیکن اس خواہش اور چاہت کو پورا کرنے کے لیے شریعت کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ اپنے پڑوسیوں کی غربت و محتاجی کا خیال رکھنا بہت زیادہ ضروری ہے لیکن شریعت کے اندر رہتے ہوئے ان سے غم گساری کی جائے۔ ② حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں، یہ رخصت دوسروں کو بھی ہے یا نہیں جبکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں وضاحت ہے کہ ایک سالہ بکری کے بچے کی قربانی حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا تھا: ”تیرے بعد ایسا کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہوگا۔“ ① شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ ارشاد نہ سن سکے ہوں۔ ②

(۵) بَابُ مَنْ قَالَ: الْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ

باب: 5- جس نے کہا کہ قربانی صرف دسویں تاریخ کو ہے

📌 وضاحت: حمید بن عبد الرحمن، محمد بن سیرین اور داؤد ظاہری کا موقف ہے کہ قربانی صرف دسویں تاریخ کو کرنی چاہیے جبکہ دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ دسویں کے علاوہ تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ ③

۵۵۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثُ مُتَوَالِيَاتٍ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ، أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟» قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟» قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ

⑤550] حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آگیا ہے جس حالت پر اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں: تین مسلسل، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔“ (پھر آپ نے فرمایا: ”یہ کون سا مہینہ ہے؟“ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ ہم سمجھے کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ نے فرمایا: ”کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟“ ہم نے کہا: ذوالحجہ ہی ہے، پھر آپ نے فرمایا: ”یہ کون سا شہر ہے؟“ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس

کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ بالآخر آپ نے فرمایا: کیا یہ بلدہ، یعنی مکہ مکرمہ نہیں؟“ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، پھر آپ نے دریافت فرمایا: ”یہ کون سا دن ہے؟“ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ ہم نے سوچا شاید آپ اس کا کوئی اور نام تجویز کریں گے، لیکن آپ نے فرمایا: ”کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟“ ہم نے عرض کی: کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا: ”بے شک تمہارے خون، تمہارے مال..... محمد بن سیرین نے کہا کہ میرا خیال ہے (ابن ابوبکر نے) یہ بھی کہا..... اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں ہے۔ تم عنقریب اپنے رب سے ملاقات کرو گے تو وہ تمہارے اعمال کے متعلق تم سے سوال کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن مارنے لگے۔ خبردار! میرا یہ پیغام حاضر شخص، غائب کو پہنچا دے۔ ممکن ہے جنھیں یہ پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں۔“..... محمد بن سیرین جب یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے: نبی ﷺ نے حج فرمایا..... پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”آگاہ ہو جاؤ! کیا میں نے یہ پیغام پہنچا دیا ہے؟ خبردار! کیا میں نے یہ پیغام پہنچا دیا ہے؟“

سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ الْبَلَدَةُ؟» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ - قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ - وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ضَلَالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا لِيُبْلَغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَلَعَلَّ بَعْضٌ مِّنْ يُّبْلَغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ مِّنْ سَمِعَهُ». - فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ قَالَ: صَدَقَ النَّبِيُّ ﷺ - ثُمَّ قَالَ: «أَلَا هَلْ بَلَغْتُ؟ أَلَا هَلْ بَلَغْتُ؟».

[راجع: ٦٧]

🌞 فوائد و مسائل: ① عربوں نے تاریخ کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ ایک مہینے کو پیچھے کر کے دوسرا مہینہ آگے کر دینا ان کے بایں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کبھی کبھی سال تیرہ ماہ کا بھی ہو جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس سال حج کیا تھا عربوں نے ماہ ذوالحجہ کو ایک مہینہ پیچھے کر دیا تھا، یعنی وہ حج ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوا تھا۔ اسے وہ نسیئ کہتے تھے جس کی قرآن کریم نے تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو حج کیا وہ ذوالحجہ کے مہینے ہی میں تھا۔ اسی بات کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے

حدیث کے آغاز میں کی ہے۔ ② جو حضرات دسویں ذوالحجہ کو قربانی کا دن قرار دیتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ حدیث میں یوم کی اضافت النحر کی طرف ہے جو اختصاص کے لیے ہے، یعنی نحر اسی دن میں منحصر ہے لیکن دوسری نصوص کو نظر انداز کر کے صرف عقل بنیاد پر مسئلہ بنالینا دانشمندی نہیں جبکہ قرآن کریم میں ہے: ”اور قربانی کے ایام معلومات میں موسیٰ قسم کے چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔“<sup>۱</sup> اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے لیے متعدد ایام ہیں، چنانچہ حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔“<sup>۲</sup> ایام تشریق یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ہیں، یعنی 10 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ کی شام تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ واللہ أعلم۔

### (۶) بَابُ الْأَضْحَى وَالنَّحْرِ بِالمُصَلَّى

باب : 6- عید گاہ میں قربانی (کو ذبح کرنے) اور  
نحر کرنے کا بیان

وضاحت: مصلی وہ مقام ہے جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس عنوان کا مقصد امام کے متعلق سنت کا بیان کرنا ہے کہ وہ عید گاہ میں قربانی کرے تاکہ کوئی آدمی نماز سے پہلے ذبح نہ کرے اور ذبح کا طریقہ سیکھیں، پھر نماز کے بعد قربانی ذبح کریں۔

۵۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ، قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ . قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ ﷺ . [راجع : ۹۸۲]

۵۵۵۱ [5551] حضرت نافع سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذبح خانہ میں قربانی ذبح کرتے تھے۔ (راوی حدیث) عبید اللہ نے کہا: یعنی نبی ﷺ کے ذبح کرنے کی جگہ میں۔

۵۵۵۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقِدٍ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالمُصَلَّى . [راجع : ۹۸۲]

۵۵۵۲ [5552] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ذبح اور نحر عید گاہ میں کیا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① امام مالک رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ نمایاں طور پر عید گاہ میں اپنی قربانی ذبح کرے تاکہ دوسرے لوگ اس کی اقتدا کریں۔ بعض حضرات نے اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ جو امام قربان گاہ میں ذبح نہیں کرتا وہ امامت یا اقتدا کے قابل نہیں ہے۔ ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے دو طرح سے اس حدیث کو بیان کیا ہے: ایک موقوف اور دوسری مرفوع۔ مرفوع حدیث پہلے بیان کردہ موقف حدیث کی دلیل ہے۔ ③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متبع سنت کی حیثیت سے اپنی

قربانی وہاں ذبح کرتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ قربانی ذبح کیا کرتے تھے۔ بہر حال مستحب یہی ہے کہ امام بالخصوص عید گاہ میں قربانی کرے تاکہ دوسرے لوگوں کو ترغیب ہو۔ ④ عصر حاضر میں قربانی کے لیے مخصوص جگہ پر قربانی کرنا ہی بہتر ہے تاکہ ماحول صاف رہے۔

### (۷) بَابُ أَضْحِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَيَذْكُرُ: سَمِيعُ بْنُ

باب: 7- نبی ﷺ کا سینگوں والے دو مینڈھوں کی  
قربانی کرنا، ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دونوں قربانہ تھے

یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے کہا: ہم مدینہ طیبہ میں قربانی کا جانور کھلا کر خوب قربانہ کیا کرتے تھے اور دیگر مسلمان بھی قربانی کے جانوروں کو قربانہ کیا کرتے تھے۔

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ: كُنَّا نُسَمِّنُ الْأَضْحِيَةَ بِالْمَدِينَةِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ.

وضاحت: کچھ مالکی حضرات قربانی کے موٹا تازہ ہونے کو مکروہ خیال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس سے یہودیوں کی مشابہت لازم آتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید کے لیے یہ عنوان پیش کیا ہے کہ قربانی کا جانور دیکھنے کے اعتبار سے خوبصورت اور گوشت کے لحاظ سے موٹا تازہ ہونا چاہیے۔ عنوان میں موٹا تازہ ہونے کی روایت ذکر کی گئی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب قربانی کرنا چاہتے تو بڑے بڑے موٹے تازے، سینگوں والے، چتکبرے اور خضی مینڈھے خریدتے۔ ① مسلمانوں کا اجتماعی عمل بھی یہی رہا ہے جیسا کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

[5553] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔

۵۵۵۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضْحِي بِكَبْشَيْنِ وَأَنَا أَضْحِي بِكَبْشَيْنِ. [انظر: ۵۵۵۴، ۵۵۵۸، ۵۵۶۴، ۵۵۶۵]

[۷۳۹۹]

[5554] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سینگوں والے، دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

۵۵۵۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ. [راجع: ۵۵۵۳]



وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَحَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ  
أَيُّوبَ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسٍ - تَابَعَهُ  
وَهْنَبٌ عَنْ أَيُّوبَ .  
وہیب نے ایوب سے روایت کرنے میں عبدالوہاب کی  
متابعت کی ہے۔ اسماعیل اور حاتم بن وردان نے ایوب  
سے، انھوں نے ابن سیرین سے اور انھوں نے حضرت انس  
سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو موٹے تازے  
صحت مند مینڈھے خرید کر لاتے۔<sup>①</sup> واضح رہے کہ ان روایات میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ موٹے جانور دوسرے جانوروں  
سے افضل ہیں، تاہم اگر اس وجہ سے کہ موٹے تازے جانور میں گوشت زیادہ ہوگا اور اس سے غرباء کا زیادہ فائدہ ہو سکے  
گا یہ کہہ دیا جائے کہ موٹا جانور افضل ہے تو یقیناً قرین قیاس ہے۔ ② امام ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے جانور کا موٹا  
اور عمدہ ہونا مسنون ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے دل کی پرہیزگاری  
کی وجہ سے ہے۔“<sup>②</sup> اس کی تعظیم سے مراد اس کا موٹا ہونا اور اس کا احترام کرنا ہے کیونکہ یہ بڑے اجر اور زیادہ ثواب کا  
باعث ہے۔<sup>③</sup>

۵۵۵۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ  
عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ  
[رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ]: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا  
يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ  
فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «ضَحَّ بِهَ أَنْتَ». [راجع:  
[5555] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
نبی ﷺ نے انھیں کچھ بکریاں دیں تاکہ وہ آپ کے صحابہ  
کرام رضی اللہ عنہم میں بطور قربانی تقسیم کر دیں۔ انھوں نے تقسیم  
کیں تو یک سالہ بکری کا ایک بچہ باقی رہ گیا۔ انھوں نے نبی  
ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”اس کو تم ذبح  
کر لو۔“

[۲۳۰۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① عتود بکری کے ایک سالہ اس بچے کو کہتے ہیں جو سال بھر کھاپی کر خوب موٹا تازہ ہو گیا ہو۔ اس سے امام  
بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عنوان ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ ہونا چاہیے، البتہ بکری کے لیے دو دانٹا ہونا ضروری ہے۔  
② مذکورہ ایک سالہ بچے کی اجازت صرف سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے لیے تھی جیسا کہ بیہقی میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
”تیرے بعد یہ رخصت کسی اور کے لیے نہیں ہے۔“<sup>④</sup> ③ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام وقت کو چاہیے کہ جو لوگ قربانی کی  
استطاعت نہیں رکھتے انھیں بیت المال سے قربانیاں خرید کر دے۔<sup>⑤</sup> آج کل سعودیہ اور کویت کے اہل خیر نے اس سنت کو زندہ  
کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے ہاں اجر عظیم دے۔ آمین۔

① مجمع الزوائد: 21/4. ② الحج: 32. ③ المغنی: 367/13. ④ السنن الکبریٰ للبیہقی: 270/9، رقم: 19536،

وفتح الباری: 16/10. ⑤ عمدة القاری: 557/14.

(۸) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي بُرْدَةَ: «ضَحَّ بِالْجَذَعِ مِنَ الْمَعْرِزِ، وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ»

باب: 8- نبی ﷺ کا ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے فرمانا: ”تم بکری کے یکسالہ بچے کی قربانی کر لو لیکن تمہارے بعد کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا“ کا بیان

۵۵۵۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ضَحَّى خَالِدٌ لِي - يُقَالُ لَهُ: أَبُو بُرْدَةَ - قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «شَأْنُكَ شَاءَ لَحْمٍ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْرِزِ، قَالَ: «اذْبَحْهَا وَلَا تَصْلُحْ لِعَيْرِكَ»، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ». [راجع: ۹۵۱]

[5556] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میرے ماموں ابو بردہ بن نيار نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری بکری صرف گوشت کی بکری ہے۔“ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس بکری کا یکسالہ گھریلو بچہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے ہی ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد کسی اور کے لیے جائز نہیں ہوگا۔“ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”جس نے نماز سے پہلے (اپنی قربانی کو) ذبح کیا، اس نے صرف اپنی ذات کے لیے ذبح کیا ہے اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی ذبح کی، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کو پایا۔“

تَابَعَهُ عُبَيْدَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَإِبْرَاهِيمَ. وَتَابَعَهُ وَكَيْعٌ عَنْ حُرَيْثٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ.

عبیدہ نے شعبی اور ابراہیم سے روایت کرنے میں خالد بن عبد اللہ کی متابعت کی ہے۔ اس کی وکیع نے بھی متابعت کی ہے، وہ حرث سے اور وہ شعبی سے بیان کرتے ہیں۔

وَقَالَ عَصِمٌ وَدَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ: عِنْدِي عَنَاقُ لَبْنٍ.

عاصم اور داؤد نے شعبی سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: میرے پاس بکری یا بھیڑ کا دودھ پیتا یکسالہ بچہ ہے۔

وَقَالَ زَيْدٌ وَفِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ: عِنْدِي جَذَعَةٌ.

زید اور فراس نے شعبی سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میرے پاس یکسالہ بچہ ہے۔

وَقَالَ أَبُو الْأَخْوَصِ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ: عَنَاقُ جَذَعَةٍ.

ابوالاخص نے کہا کہ ہمیں منصور نے بتایا: میرے پاس یکسالہ جوان بچہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ: عَنَاقُ جَذَعٌ، عَنَاقُ لَبْنٍ.

ابن عون نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں: میرے پاس

دودھ پیتا یکسالہ بچہ ہے۔

[5557] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو نبی ﷺ نے انھیں فرمایا: ”اس کے بدلے میں کوئی دوسری قربانی ذبح کرو۔“ انھوں نے عرض کی: میرے پاس صرف ایک یکسالہ بچہ ہے، میرے خیال کے مطابق وہ دو دانٹے جانور سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اس کی جگہ اسی کو ذبح کر دو لیکن تمہارے بعد کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہوگا۔“

حاتم بن وردان نے محمد بن سیرین سے، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے پاس ایک یکسالہ جوان بچہ ہے۔

🌟 فوائد و مسائل: ① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دو حضرات ہیں جنھیں خاص حالات کے پیش نظر ایک سالہ بکری کے بچے کو بطور قربانی ذبح کرنے کی اجازت دی گئی۔ ایک حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ماموں ہیں۔ اور دوسرے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں قربانی کے جانور تقسیم کرنے پر مقرر کیا گیا تھا۔ انھیں خلوص نیت اور جذبہ اتباع کے پیش نظر خصوصی اجازت دی گئی لیکن ساتھ وضاحت کر دی گئی کہ دوسرے لوگوں کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ اگرچہ دوسرے بعض حضرات کے متعلق بھی اس طرح کی صراحت ہے لیکن وہ روایات محل نظر ہیں۔ ② بہر حال علمائے امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بکری کا بچہ خواہ کتنا ہی موٹا تازہ ہو بطور قربانی ذبح نہیں کیا جاسکتا، اس کے لیے دو دانٹا ہونا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>①</sup>

باب: 9۔ جس نے قربانیاں اپنے ہاتھ سے ذبح کیں

[5558] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے دو سیاہ سفید مینڈھوں کی قربانی دی۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا پاؤں جانور کے پہلو پر رکھا

۵۵۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «أَبْدِلْهَا»، قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ، قَالَ شُعْبَةُ: وَأَخْبِسُهُ قَالَ: هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: «اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَعْجِزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ». [راجع: ۹۵۱]

وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ: عَنَّا جَذَعَةٌ.

(۹) بَابُ مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ

۵۵۵۸ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا

قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ فَذَبَحَهُمَا  
اور بسم اللہ اکبر پڑھ کر ان دونوں کو اپنے دست مبارک  
سے ذبح کیا۔ [راجع: ۵۵۵۳]

☀️ فوائد و مسائل: ﴿۱۰﴾ بہتر ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کیا جائے لیکن قربانی کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی  
ذبح کرنے سے ناواقف ہے تو وہ کسی دوسرے کو، ذبح کے لیے اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے۔ ﴿۱۱﴾ ذبح کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ  
جانور کو بائیں پہلو پر لٹایا جائے، پھر ذبح کرنے والا اپنا دایاں پاؤں اس کی دائیں جانب رکھے تاکہ اسے دائیں ہاتھ سے چھری اور  
بائیں ہاتھ سے گردن پکڑنا آسان ہو۔ مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ اگر کسی نے جہالت کی وجہ سے جانور کو دائیں کرٹ پر لٹایا تو  
اس کا ذبح اور جانور کا کھانا درست ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۰) بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةً غَيْرَهُ

### باب: 10- جس نے کسی دوسرے کی قربانی ذبح کی

وَأَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ فِي بَذْنَتِهِ، وَأَمَرَ أَبُو  
مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يُضْحِيْنَ بِأَيْدِيهِنَّ.  
ایک آدمی نے اونٹ ذبح کرنے میں سیدنا عبداللہ بن  
عمر رضی اللہ عنہما کا تعاون کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی  
بیٹیوں سے کہا کہ وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔

وضاحت: یہ عنوان پہلے عنوان کے برعکس ہے۔ بہر حال ذبح کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آدمی خود ہی اس کام کو سرانجام  
دے، کسی دوسرے سے تعاون لیا جاسکتا ہے۔ عورت اگر اچھی طرح ذبح کر سکتی ہو تو اس کے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن  
وہ اس سلسلے میں کسی دوسرے کو متعین کر سکتی ہے، بہر حال ذبح کے وقت تعاون لینے میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کو زمین پر لٹایا تو اپنے پاس کھڑے ایک انصاری سے کہا: ”قربانی کے سلسلے میں میرا تعاون کریں“  
تو اس نے آپ کا ہاتھ بٹایا۔ ﴿۱﴾

۵۵۵۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ  
الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ  
ﷺ بِسَرَفٍ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: «مَا لَكَ؟  
أَفْقَسْتِ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ  
اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، أَقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ  
غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِأَيْبَتٍ». وَضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ

[5559] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے  
کہا کہ مقام سرف میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف  
لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا بات  
ہے؟ کیا تمہیں حیض آگیا ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔  
آپ نے فرمایا: ”یہ تو اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم کے مقدر میں  
لکھ دیا ہے۔ اس بنا پر تو دوسرے حاجیوں کی طرح تمام  
اعمال حج ادا کر، صرف بیت اللہ کا طواف نہ کر۔“ رسول اللہ



عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ . [راجع : ۲۹۴]

ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی تھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ان ازواج کی طرف سے جنھوں نے عمرہ کیا تھا مشترکہ طور پر ایک گائے ذبح کی تھی۔ ② اس حدیث سے بھی پتا چلتا ہے کہ کوئی بھی دوسرا آدمی قربانی کا جانور ذبح کر سکتا ہے جبکہ قربانی کرنے والا خود اچھی طرح ذبح نہ کر سکتا ہو، بہر حال اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی دوسرا ذبح کرے یا ذبح کرنے میں قربانی کرنے والے کا ہاتھ بٹائے۔ واللہ اعلم۔

باب: ۱۱- قربانی کا جانور نماز عید کے بعد ذبح کرنا چاہیے

(۱۱) بَابُ الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

[5560] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ”بلاشبہ ہم آج کے دن کی ابتدا نماز سے کریں گے، پھر واپس آکر قربانی کرنے کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ جو شخص اس طرح کرے گا وہ ہمارے طریقے کو پالے گا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ ایسا گوشت ہے جسے اس نے اپنے اہل خانہ کے لیے تیار کیا ہے، وہ قربانی کسی درجے میں بھی نہیں۔“ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے تو نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے، البتہ میرے پاس ابھی یکسالہ بکری کا بچہ ہے اور وہ دو دانٹے جانور سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس کے بدلے میں اسی یکسالہ بچے کی قربانی کرو لیکن تمہارے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہ ہوگا۔“

۵۵۶۰ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي زُبَيْدُ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هَذَا فَقَدْ أَصَابَ مِثْقَلًا، وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ التُّسْلُكِ فِي شَيْءٍ». فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ، فَقَالَ: «اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَكِنْ تَجْزِي - أَوْ تُوفِّي - عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ». [راجع : ۹۵۱]

🌞 فوائد و مسائل: ① کچھ اہل علم کا موقف ہے کہ قربانی، جب امام وقت ذبح کرے اس کے بعد عام لوگوں کو ذبح کرنی چاہیے لیکن یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ اگر امام نے قربانی نہ کرنی ہو یا امام غلطی سے نماز سے پہلے قربانی کر دے تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا، لہذا قربانی کرنے کا مدار نماز عید کو مقرر کرنا چاہیے کہ نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں بلکہ نماز کے بعد ہونی چاہیے، خواہ

امام قربانی کرے یا نہ کرے۔ ② قربانی کرنے کے وقت میں امام اور لوگ سب برابر ہیں، بہر حال قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے پہلے نہیں اور اگر کوئی نماز عید سے پہلے قربانی کر لیتا ہے تو اس کی قربانی نہیں ہوگی بلکہ اسے دوبارہ کرنی ہوگی جیسا کہ آئندہ احادیث میں اس کی وضاحت ہوگی۔

### (۱۲) بَابُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ اَعَادَ

باب: ۱۲۔ جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ اپنی قربانی دوبارہ کرے

[5561] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی ہو وہ دوبارہ قربانی کرے۔“ ایک آدمی نے عرض کی: اس دن لوگوں کو گوشت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے، پھر اس نے اپنے پڑوسیوں کی محتاجی کا ذکر کیا، گویا رسول اللہ ﷺ نے اسے معذور خیال کیا۔ اس نے مزید کہا کہ میرے پاس بکری کا یکسالہ بچہ ہے جو دو بکریوں سے بھی اچھا ہے تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے علم نہیں کہ یہ رخصت دوسروں کے لیے تھی یا نہیں۔ پھر آپ ﷺ دو مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے، یعنی ان کو ذبح کیا۔ اس کے بعد لوگ اپنی بکریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں ذبح کیا۔

۵۵۶۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ»، فَقَالَ رَجُلٌ: هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ - وَذَكَرَ هَنَّةٌ مِنْ جِيرَانِهِ، فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَذَرَهُ - وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْنِ، فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَا أَدْرِي بَلَّغَتْ الرُّخْصَةُ أَمْ لَا، ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَنْسَبَيْنِ، يَعْنِي فَذَبَحَهُمَا، ثُمَّ انْكَفَأَ النَّاسُ إِلَى غَنِيمَةٍ فَذَبَحُوهَا. [راجع: ۹۵۴]

[5562] حضرت جندب بن سفیان بجلي رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں بڑی عید کے دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا: ”جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح نہیں کی وہ اب نماز کے بعد ذبح کرے۔“

۵۵۶۲ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ: سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سُفْيَانَ الْبَجَلِيَّ قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ». [راجع: ۹۵۴]

[5563] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر

۵۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ

فرمایا: ”جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلے کی طرف متوجہ ہوا وہ قربانی نہ کرے حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔“ ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ کے رسول! میں تو قربانی کر بیٹھا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کام تو نے قبل از وقت کر لیا ہے۔“ انھوں نے کہا: اب میرے پاس بکری کا یکسالہ بچہ ہے، جو دو دانہ دو بکریوں سے بہتر ہے، کیا میں اسے ذبح کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، لیکن تمہارے بعد یہ اجازت کسی اور کے لیے نہیں ہوگی۔“ (راوی حدیث) حضرت عامر نے کہا: یہ ان کی بہترین قربانی تھی۔

قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا فَلَا يَذْبَحُ حَتَّى يَنْصَرِفَ». فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَعَلْتُ، فَقَالَ: «هُوَ شَيْءٌ عَجَلْتَهُ». قَالَ: فَإِنَّ عِنْدِي جَذْعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسْتَنِينَ، أَذْبَحُهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، ثُمَّ لَا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ». قَالَ عَامِرٌ: هِيَ خَيْرٌ نَسِيكَتِهِ. [راجع: ۹۵۱]

🌞 فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا وقت نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ اگر کوئی شخص غلطی سے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر لے تو دوسرا جانور میسر ہونے کی صورت میں اسے نماز عید کے بعد دوسرا جانور ذبح کرنا ہوگا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عویر بن اشقر رضی اللہ عنہ نے اپنی قربانی نماز عید سے پہلے ذبح کر لی، پھر انھوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”دوبارہ قربانی دو۔“ <sup>①</sup> لیکن افسوس ہے کہ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مقام پر نماز عید نہ پڑھی جاتی ہو وہاں سے اگر نماز فجر کے بعد قربانی ذبح کر کے لائی جائے تو جائز ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق ایسا حیلہ دین اسلام سے ٹکراتا ہے اور اس سے قربانی ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۳) بَابُ وَضْعِ الْقَدَمِ عَلَى صَفْحِ الذَّبِيحَةِ

### باب: 13- ذبیحہ کی گردن پر پاؤں رکھنا

[5564] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سینگوں والے دو چستکبرے مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور آپ اپنا پاؤں ان کی گردن پر رکھتے، پھر اپنے ہاتھ سے انھیں ذبح کرتے تھے۔

۵۵۶۴ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضْحِي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتَيْهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ. [راجع: ۵۵۵۳]

🌞 فائدہ: اس کے متعلق پہلے وضاحت ہو چکی ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر لٹایا جائے، پھر ذبح کرنے والا اپنا پایاں پاؤں اس کی گردن پر رکھے تاکہ دائیں ہاتھ میں چھری اور بائیں ہاتھ سے گردن پکڑنا آسان ہو۔ مسلمان اسی طرح جانور ذبح کرتے ہیں اور

یہ طریقہ متواتر چلا آ رہا ہے۔

### (۱۴) بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الذَّنْحِ

### باب: ۱۴ - ذبح کرتے وقت اللہ اکبر کہنا

[5565] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سیٹگوں والے دو سیاہ سفید مینڈھوں کی قربانی دی۔ آپ نے انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ اکبر پڑھا اور اپنا پاؤں ان کی گروں پر رکھا۔

۵۵۶۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَسَمَّى وَكَبَّرَ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا.

[راجع: ۵۵۵۳]

فوائد و مسائل: ① ذبح کرنے سے پہلے چھری اچھی طرح تیز کرنی چاہیے اور جانور سے چھپا کر رکھنی چاہیے، پھر بسم اللہ اکبر پڑھ کر اسے ذبح کرنا چاہیے۔ ② قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے لیکن دوسرا شخص بھی کر سکتا ہے جیسے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی ذبح کی تھی۔ انھیں اس وقت معلوم ہوا جب گوشت ان کے پاس پہنچا۔ ③

### (۱۵) بَابُ: إِذَا بَعَثَ بِهِدْيِهِ لِذَبْحٍ لَمْ يَحْرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ

### باب: ۱۵ - جب کوئی اپنی قربانی (کے) بھیجے تاکہ وہاں ذبح کی جائے تو اس صورت میں اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہوگی

[5566] حضرت مسروق سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ام المؤمنین! اگر کوئی شخص اپنی قربانی کعبہ بھیجے اور خود اپنے شہر میں ٹھہرا رہے، لے جانے والے کو وصیت کر دے کہ جانور کے گلے میں قلاوہ (ہار) ڈال دیا جائے تو کیا وہ حرم ہو جائے گا، یہاں تک کہ دوسرے لوگ احرام کھول دیں؟ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے پس پردہ آپ کے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی آواز سنی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ

۵۵۶۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ: أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَقَالَ لَهَا: يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ رَجُلًا يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ إِلَى الْكَعْبَةِ وَيَجْلِسُ فِي الْمِضَرِّ فَيُوصِي أَنْ تُقْلَدَ بَدَنَتُهُ فَلَا يَزَالُ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمَ مُحْرِمًا حَتَّى يَجِلَّ النَّاسُ، قَالَ: فَسَمِعْتُ تَضْفِيقَهَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ كُنْتُ أَقْتُلُ فَلَا يَدُ هَذِي رَسُولِ اللَّهِ



ﷺ کی قربانی کے بار بنایا کرتی تھی، آپ جب اپنی قربانی کعبہ بھیجتے۔ لیکن لوگوں کے واپس آنے تک آپ ﷺ پر کوئی چیز حرام نہ ہوتی تھی جو ان کے گھر کے دوسرے افراد پر حلال ہو۔

[راجع: ۱۶۹۶]

🌟 فوائد و مسائل: ① کعبہ مکرمہ کو قربانی بھیجتا تاکہ وہاں ذبح کی جائے بہت عظیم ثواب کا کام ہے مگر اس کا بھیجنے والا کسی ایسے امر کا پابند نہیں ہوتا جس کی پابندی ایک احرام والے شخص کو کرنی پڑتی ہے۔ ② کچھ اہل علم کا خیال ہے جس نے مکہ مکرمہ کی طرف ہدی، یعنی قربانی کا جانور بھیجا جب اس کے گلے میں قنادہ ڈال دیا گیا تو بھیجنے والے پر احرام کی پابندیاں ضروری ہو جاتی ہیں۔ وہ قربانی ذبح ہونے تک ان چیزوں سے پرہیز کرے گا جن سے ایک احرام والا شخص کرتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقف سے اختلاف کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے اور بطور دلیل مذکورہ حدیث پیش کی ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 16- قربانی کا گوشت کتنا کھایا جائے اور کتنا ذخیرہ کیا جائے

(۱۶) بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يُتْرَكُ مِنْهَا

[5567] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں مدینہ طیبہ تک قربانی کا گوشت جمع رکھتے تھے۔ راوی نے کئی مرتبہ ("قربانی کا گوشت" کے بجائے) "ہدی کا گوشت" کہا۔

۵۵۶۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: قَالَ عَمْرُو: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نَتْرُودُ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ. وَقَالَ غَيْرُ مَرَّةٍ: لُحُومَ الْهَدْيِ. [راجع:

[۱۷۱۹]

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں نصف یا تہائی کی کوئی قید نہیں ہے، مطلق طور پر جمع کرنے کا جواز ہے، نیز مسافر انسان تین دن سے زیادہ دنوں تک قربانی کا گوشت ذخیرہ کر سکتا ہے۔ ② قرآن کریم کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا سارا گوشت خود کھانے کے بجائے غریبوں، محتاجوں اور دوست احباب کو بھی کھلانا چاہیے۔ اگر ضرورت ہو تو خود جمع کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

[5568] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ سفر میں تھے، جب واپس آئے تو ان کے سامنے گوشت پیش کیا گیا اور اہل خانہ نے کہا کہ یہ ہماری قربانیوں

۵۵۶۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ: أَنَّ ابْنَ حَبَّابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ يُحَدِّثُ:

کا گوشت ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے اٹھا لو، میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ پھر میں اٹھا اور گھر سے باہر چلا گیا، حتیٰ کہ اپنے بھائی ابوقنادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ ان کے مادری بھائی تھے اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ جب میں نے ان سے یہ معاملہ ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ تمھارے بعد نیا حکم ظاہر ہوا ہے۔

أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ لَحْمٌ، قَالُوا: هَذَا مِنْ لَحْمِ ضَحَايَانَا، فَقَالَ: أَخْرُوه لَا أَدُوْقُهُ، قَالَ: ثُمَّ قُمْتُ فَخَرَجْتُ حَتَّى آتَيْتِ أَخِي أَبَا قَنَادَةَ - وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَذْرِيًّا - فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ حَدَّثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ. [راجع:

[۳۹۹۷]

**فوائد و مسائل:** ① اس روایت میں ابوقنادہ کا لفظ وہم معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مادری بھائی کا نام قنادہ ہے۔ ان دونوں کی والدہ امیہ بنت ابی خارجہ ہیں جو بنو عدی قبیلے سے تھیں۔ ② ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”میں تمھیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع کرتا تھا تاکہ تم اسے لوگوں میں تقسیم کرو، اب میں تمھارے لیے اسے حلال کرتا ہوں، اس سے جب تک چاہو کھاؤ۔“ ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے نویں سال ایک خاص سبب کی وجہ سے تین دن تک کھانے کی پابندی لگائی تھی جبکہ لوگوں کے پاس قربانیاں نہ تھیں تو آپ نے یہ گوشت ان لوگوں کو کھلانے کا حکم دیا جو قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد یہ پابندی ختم کر کے اس گوشت کے ذخیرہ کرنے کی اجازت دی۔<sup>3</sup>

[5569] حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے تم میں سے قربانی کی ہے وہ تیسرے دن اس حالت میں صبح کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ بھی باقی نہ ہو۔ جب دوسرا سال آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم اس سال بھی وہی کریں جو پچھلے سال کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خود کھاؤ، دوسروں کو کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرو کیونکہ پچھلے سال تو لوگ تنگی میں مبتلا تھے، میں نے چاہا کہ تم لوگوں کی مشکلات میں ان کا تعاون کرو۔“

۵۵۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُضَحِّحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةِ وَبَقِيَّ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ»، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِي؟ قَالَ: «كُلُّوا وَأَطْعِمُوا وَادْخِرُوا، فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا».

**فوائد و مسائل:** ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھنے کا سبب لوگوں میں قحط سالی اور ان کا مشقت میں مبتلا ہونا تھا، جب یہ علت ختم ہوگئی تو یہ پابندی بھی اٹھالی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

اللہ کے رسول! جس طرح ہم نے پچھلے سال کیا تھا، اس سال بھی اسی طرح کریں، حالانکہ کسی کام سے نبی کا تقاضا دوام و استمرار اور پیکلی ہوتا ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو خوب جانتے تھے کہ اس پابندی یا نبی کا ایک خاص سبب تھا جواب موجود نہیں، اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی طلب کی۔ (2) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پابندی صرف ایک سال کے لیے تھی، پھر حجۃ الوداع کے موقع پر ہجرت کے دسویں سال اس پابندی کو اٹھایا گیا۔<sup>1</sup>

۵۵۷۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: الضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمْلَعُ مِنْهُ، فَتَقْدَمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ: «لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ»، وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ، وَلَكِنْ أَرَادَ أَنْ نَطْعِمَ مِنْهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ. [راجع: ۵۴۲۳]

[5570] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم مدینہ طیبہ میں قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیتے تھے، پھر اسے ہم نبی ﷺ کی خدمت میں بھی پیش کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: ”قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک نہ کھاؤ۔“ یہ حکم کوئی ضروری نہیں تھا بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ ہم قربانی کا گوشت ان لوگوں کو بھی کھلائیں جن کے ہاں قربانی نہ ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

☀ فائدہ: حضرت عابس بن ربیعہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھانے سے منع فرمایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ”صرف ایک سال یہ پابندی عائد کی تھی، جب قحط کی وجہ سے لوگوں میں بھوک نے ڈیرے ڈال دیے تھے تو آپ نے چاہا کہ مال دار لوگ، غریبوں کو کھلائیں اور ان کی مشقت میں ان کا تعاون کریں۔“<sup>۲</sup> صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے غریب لوگوں کی غربت کی وجہ سے تین دن سے زیادہ گوشت کھانے سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس محتاج بن کر آئے تھے، اب کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ بھی کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنے والا خود بھی کھائے، دوستوں کو ہدیہ بھی دے اور غریبوں کو بھی کھلائے۔“<sup>4</sup>

۵۵۷۱ - حَدَّثَنَا جِبَّانُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ شَهِدَ الْعِيدَ يَوْمَ الْأَضْحَى مَعَ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ

[5571] حضرت ابو عبیدہ سے روایت ہے، جو ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام تھے، اور وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، ان کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبے سے قبل نماز عید پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! رسول اللہ ﷺ نے تمہیں عید کے ان دو دنوں

1 فتح الباری: 33/10، 2 صحیح البخاری، الأطعمة، حدیث: 5423، 3 صحیح مسلم، الاضاحی، حدیث: 5103

(1971)، 4 فتح الباری: 34/10.

میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے: ایک تو وہ دن ہے جب روزے پورے کر کے تم عید الفطر مناتے ہو اور دوسرا وہ دن ہے جس دن تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ نَهَاكُمْ عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْعِيدَيْنِ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَيَوْمُ تَأْكُلُونَ مِنْ نُسُكِكُمْ. [راجع: ۱۹۹۰]

[5572] حضرت ابو عبیدہؓ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: پھر میں حضرت عثمانؓ کے ہمراہ حاضر ہوا اور یہ جمعہ المبارک کا دن تھا۔ انھوں نے خطبے سے پہلے نماز عید پڑھائی، پھر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! اس دن میں تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں۔ اطراف مدینہ کے رہنے والوں میں سے جو کوئی پسند کرتا ہے کہ جمعہ کا بھی انتظار کرے تو وہ انتظار کرے اور اگر کوئی واپس جانا چاہتا ہے، تو وہ جاسکتا ہے میں اسے اجازت دیتا ہوں۔

۵۵۷۲ - قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: ثُمَّ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَكَانَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هَذَا يَوْمٌ قَدْ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيهِ عِيدَانِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ أَهْلِ الْعَوَالِي فَلْيَنْتَظِرْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

[5573] حضرت ابو عبیدہؓ ہی روایت کرتے ہیں کہ پھر میں عید کے دن حضرت علیؓ کے ہمراہ تھا، انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھانے کی ممانعت کی ہے۔

۵۵۷۳ - قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: ثُمَّ شَهِدْتُهُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَاكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا لَحْمَ نُسُكِكُمْ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

معمر نے امام زہری سے انھوں نے ابو عبیدہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

وَعَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ نَحْوَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت علیؓ نے جب عید پڑھائی اور خطبہ دیا تو اس وقت حضرت عثمانؓ محصور تھے اور دیہات میں رہنے والوں کو اس فتنے نے مدینہ طیبہ میں آنے پر مجبور کر دیا تھا، اس سال بھی لوگ سخت مشقت میں مبتلا ہوئے تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے مذکورہ حدیث سنائی تاکہ مشقت زدہ لوگوں کو قربانی کا گوشت کھلایا جائے۔ اگر اب بھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو قربانی کے گوشت سے ان حضرات کی خاطر تواضع کی جاسکتی ہے۔ ② واضح رہے کہ یہ پابندی ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے قربانی کی ہو، البتہ جن کے پاس قربانی کا گوشت بطور ہدیہ آیا ہو، ان پر تین دن سے زیادہ تک



رکھنے کی پابندی نہیں ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی صراحت ہے۔<sup>۱</sup>

۵۵۷۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «كُلُوا مِنَ الْأَضَاجِيِّ ثَلَاثًا»، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَأْكُلُ بِالزَّيْتِ حِينَ يَنْفُورُ مِنْ مَنَى مِنْ أَجْلِ لُحُومِ الْهَدْيِ .

[5574] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قربانی کا گوشت تین دن تک کھاؤ۔“ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منی سے کوچ کرتے وقت زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے تھے کیونکہ وہ قربانی کے گوشت سے اجتناب کرتے تھے۔

☀ فوائد و مسائل: ① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کا گوشت صرف تین دن تک استعمال کرتے تھے اور جب دن ختم ہو جاتے تھے تو قربانی کا گوشت استعمال نہ کرتے بلکہ زیتون کے تیل سے روٹی کھاتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں وہ حدیث نہیں پہنچی جس میں اس پابندی کو اٹھالینے کا ذکر ہے، اگر انھیں اس کا علم ہوتا تو اس قدر تکلف نہ کرتے۔ ② ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کے گوشت اور ہدی کے گوشت کو ایک ہی درجے میں رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حدیث کے آخر میں ہدی کے گوشت کا ذکر ہے جبکہ آغاز حدیث میں قربانی کے گوشت کا بیان تھا۔ واللہ اعلم۔<sup>۲</sup>





## اشربہ کا معنی و مفہوم اور مشروبات کے متعلق اسلامی تعلیمات

الأشربہ، شراب کی جمع ہے۔ ہر بہنے والی چیز جسے نوش کیا جائے وہ شراب کہلاتی ہے۔ ہمارے ہاں اسے مشروب کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار مشروبات پیدا کیے ہیں، پھر اس نے کمال رحمت سے کچھ ایسی پینے کی چیزیں حرام کی ہیں جو اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں یا اس کی عقل کو خراب کرتی ہیں، لیکن ممنوع مشروبات بہت کم ہیں۔ ان کے علاوہ ہر پینے والی چیز حلال اور جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو۔“<sup>①</sup> حلال مشروبات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان انھیں نوش کر کے اللہ کی اطاعت گزاری میں خود کو مصروف رکھے۔ مشروبات کے متعلق اسلامی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ایک وہ جن میں مشروبات کی حلت و حرمت بیان کی گئی ہے، دوسرے وہ جن میں پینے کے وہ آداب بیان کیے گئے ہیں جن کا تعلق سلیقہ و وقار سے ہے یا ان میں کوئی طبی مصلحت کا فرما ہے یا وہ اللہ کے ذکر و شکر کی قبیل سے ہیں اور ان کے ذریعے سے پینے کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے اگرچہ بظاہر ایک مادی عمل اور نفس کا تقاضا ہوتا ہے۔ مشروبات کی حلت و حرمت کے متعلق بنیادی بات وہ ہے جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ”وہ (نبی) اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو اللہ کے بندوں کے لیے حلال اور خراب اور گندی چیزوں کو ان کے لیے حرام قرار دیتا ہے۔“<sup>②</sup> قرآن و حدیث میں مشروبات کی حلت و حرمت کے جو احکام ہیں وہ اسی آیت کے اجمال کی تفصیل ہیں۔ جن مشروبات کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے ان میں کسی نہ کسی پہلو سے ظاہری یا باطنی خباثت ضرور ہے۔ قرآن مجید میں مشروبات میں سے صراحت کے ساتھ شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ خصیث ہی نہیں بلکہ ام الخبائث ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت جو احادیث پیش کی ہیں ہم انھیں چند حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ۱۔ وہ احادیث جن میں حرام مشروبات کی تفصیل ہے۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی مشروب کو استعمال سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ حرام تو نہیں کیونکہ ایسا مشروب جو نشہ آور ہو یا عقل کے لیے ضرر رساں یا انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ ۲۔ ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں وضاحت ہے کہ شراب صرف وہ حرام نہیں جو انگوروں سے بنائی گئی ہو بلکہ شراب کی حرمت کا مدار اس کے نشہ آور ہونے پر ہے، خواہ کسی چیز سے تیار کی گئی ہو۔ ۳۔ جن برتنوں میں شراب کشید کی جاتی تھی، ان کے استعمال کے متعلق احادیث بیان

کی گئی ہیں کہ ان کا استعمال پہلے حرام تھا، جب شراب کی نفرت دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی تو ایسے برتنوں کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ ○ ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن میں مختلف مشروبات کے استعمال کی اجازت مروی ہے، خواہ وہ پھلوں کا جوس ہو یا کھجوروں کا نبذ وغیرہ بشرطیکہ ان میں نشہ نہ ہو۔ ○ پینے کے آداب بیان کیے ہیں کہ مشکیزے کے منہ سے نہ پیا جائے اور نہ سونے چاندی کے برتنوں کو کھانے پینے کے لیے استعمال ہی کیا جائے، اس کے علاوہ پینے کے دوران میں برتن میں سانس نہ لیا جائے۔ ○ ان کے علاوہ کھڑے ہو کر پینے کی حیثیت، جس برتن میں کوئی مشروب ہو اسے ڈھانپنا، پینے پلانے کے سلسلے میں چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا وغیرہ آداب پر مشتمل احادیث بیان کی گئی ہیں۔

الغرض امام بخاری رحمہ اللہ نے مشروبات کے احکام و مسائل بیان کرنے کے لیے اکانوے (91) احادیث کا انتخاب کیا ہے، جن میں انیس (19) معلق اور بہتر (72) احادیث متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ستر (70) کے قریب مکرر اور ایکس (21) خالص ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے آٹھ (8) احادیث کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے چودہ (14) آثار بھی بیان کیے ہیں جن سے امام بخاری رحمہ اللہ کی وسعت نظر کا پتا چلتا ہے۔ آپ نے ان احادیث و آثار پر اکتیس (31) چھوٹے چھوٹے عنوانات قائم کر کے بے شمار احکام و مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ عنوانات اور بیان کردہ احادیث کی دیگر احادیث کی روشنی میں وضاحت کریں گے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ہماری معروضات کو سامنے رکھتے ہوئے ان احادیث کا مطالعہ کریں، امید ہے کہ علمی بصیرت میں اضافے کا باعث ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے مطابق عمل کی توفیق دے۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 74 - كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

### مشروبات سے متعلق احکام و مسائل

(۱) وَ [بَابُ] قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا كُنْهْرُ  
وَالنَّبِيْرُ وَالْأَكْصَابُ وَالْأَكْزَمُ وَنَحْوُهَا﴾ الْآيَةُ

[المائدة: ۹۰]

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ”بلاشبہ شراب، جوا، بت  
اور پانسے گندے اور شیطانی کام ہیں“ کا بیان

☆ وضاحت: مشروبات میں سے کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے حرام مشروبات کو بیان کیا ہے کیونکہ وہ  
حلال مشروبات کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں، جب انسان ان سے واقف ہوگا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان کے علاوہ دیگر  
مشروبات حلال ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کی آیت کا حوالہ دیا ہے۔ سیاق و سباق کے اعتبار سے مکمل ترجمہ حسب ذیل ہے:  
”اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال نکالنے کے تیر یہ سب ناپاک کام، اعمال شیطانی میں سے ہیں، لہذا تم (ان سے) بچو  
تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوائے کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد  
اور نماز سے بھی روک دے تو کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز نہیں آؤ گے۔“

۵۵۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا  
مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي  
الدُّنْيَا ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا حُرِمَ فِي الْآخِرَةِ».

[5575] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں شراب پی، پھر  
اس سے توبہ نہیں کی تو آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① شرابی آدمی جنت سے محروم رہے گا بلکہ ایک دوسری حدیث میں اس کی سنگینی ان الفاظ میں بیان کی گئی  
ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نشد کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ عہد ہے جس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے

لکھا ہے کہ اسے وہ آخرت میں طینۃ الخَبَال ضرور پلائے گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! طینۃ الخَبَال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ”دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا پسینہ۔“ یا فرمایا: ”دوزخیوں کے زخموں سے نکلنے والا ہوا اور پیپ۔“<sup>1</sup>

② بہر حال شراب کی حرمت کے بعد شراب نوشی انتہائی سنگین جرم ہے کہ شراب کے رسیا نے شراب نوشی سے توبہ نہ کی تو اسے جنت سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صرف شراب پینے پر یہ سزا ہے، خواہ اسے نشہ آئے یا نہ آئے کیونکہ شراب پینے پر اس سزا کو مرتب کیا گیا ہے۔<sup>2</sup>

[5576] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی، اس رات ایلیاء شہر میں شراب اور دودھ کے دو پیالے پیش کیے گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں دیکھا، پھر آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے آپ کو دین فطرت انتخاب کرنے کی ہدایت فرمائی! اگر آپ نے شراب کا پیالہ پکڑا ہوتا تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

۵۵۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى لَيْلَةً أُسْرِي بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا، ثُمَّ أَخَذَ اللَّبَنَ، فَقَالَ جَبْرَيْلُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَاكَ لِفِطْرَةٍ، وَلَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ. [راجع: ۳۲۹۴]

معمر، ابن ہاد، عثمان بن عمر اور زبیدی نے زہری سے روایت کرنے میں شعیب کی متابعت کی ہے۔

تَابَعَهُ مَعْمَرٌ، وَابْنُ الْهَادِ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَالزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

🌞 فوائد و مسائل: ① شراب اگرچہ نجس اور حرام ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کو جب پیش کی گئی تو اس وقت حرام نہ تھی بلکہ اس کی تحریم کا واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے اور معراج کا واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا۔ ② شراب کا انتخاب کرنے میں امت گمراہ ہو جاتی، یعنی وہ شراب نوشی میں بدست رہتے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جنت کی شراب طہور پیش کی گئی تھی، اس کے باوجود اگر آپ اس کا انتخاب کرتے تو اس کی تعبیر یہی ہوتی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کی تھی اگرچہ وہ جنت کی پاک شراب تھی۔ ممکن ہے کہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس سے طبعی نفرت ہو۔ واللہ اعلم۔

[5577] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے، تمہیں وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا بیان نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کی نشانوں میں سے ہے کہ

۵۵۷۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ غَيْرِي، قَالَ: «لَمِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ

أَنْ يَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الزُّنَا، وَتُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَقِلَّ الرَّجَالُ، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قِيَمُهُنَّ رَجُلٌ وَاحِدٌ. [راجع: ۸۰]

جہالت عام ہوگی اور علم کم ہو جائے گا، زنا کاری بڑھ جائے گی، شراب نوشی کا دور دورہ ہوگا، مرد کم ہوں گے اور عورتیں بکثرت ہوں گی حتیٰ کہ پچاس پچاس عورتوں کی نگرانی کرنے والا صرف ایک مرد ہوگا۔“

🌞 **فوائد و مسائل:** ① حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرے میں بطور مبلغ تعینات تھے۔ جب انھوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس وقت کوئی صحابی زندہ نہیں تھا، اس لیے انھوں نے فرمایا: اس حدیث کو میرے علاوہ اور کوئی بیان نہیں کرے گا۔ ② اس حدیث میں بکثرت شراب نوشی کو قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شراب کا ریا اگر اسی حالت میں مر گیا تو اللہ کے سامنے اسے بت پرست کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا۔“ ③ شراب نوشی کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کسی علاقے والے شراب کے استعمال پر اصرار کریں تو اسلامی حکومت کو ان کے خلاف طاقت استعمال کرنے کی اجازت ہے۔<sup>۲</sup>

۵۵۷۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يَزْنِي [الرَّانِي] حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ».

[5578] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو عین زنا کرتے وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ جب کوئی شراب پیتا ہے تو عین شراب نوشی کے وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ جب چوری چوری کرتا ہے تو عین چوری کے وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔“

ایک روایت میں (راوی حدیث) ابوبکر بن عبد الرحمن، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں مذکورہ امور کے ساتھ یہ اضافہ کرتے تھے: ”جب کوئی کسی قدر اور شرافت والے مال و متاع پر ڈاکا ڈالتا ہے کہ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے رہ جائیں تو وہ بھی لوٹ مار کرتے وقت مومن نہیں رہتا۔“

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ثُمَّ يَقُولُ: كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ: «وَلَا يَنْتَهَبُ نَهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا، حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ».

[راجع: ۲۴۷۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① حدیث میں مذکور گناہوں کا مرتکب ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اس کے دل میں ایمان لوٹ آتا ہے اور اگر یہی کام کرتا رہے اور اسی حالت میں موت آجائے تو وہ بے ایمان ہو کر مرتا ہے۔ ② اس حدیث میں شراب نوشی کرنے والے کے متعلق بہت سخت وعید ہے کہ اس حالت میں اگر موت آجائے تو ایمان سے محرومی کا باعث ہے۔ چنانچہ ایک موقوف حدیث میں ہے: شراب سے احتراز کرو کیونکہ یہ ام النجاست ہے۔ ایمان اور شراب دونوں اکٹھے اور یکجا نہیں رہ سکتے، ان میں ایک، دوسرے سے انسان کو فارغ کر دیتا ہے۔ ③ اہل سنت کا موقف ہے کہ شراب نوشی کرنے والا کامل ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اسے اپنے لیے حلال سمجھتا ہے تو مطلق ایمان سے محرومی کا باعث ہے۔ واللہ اعلم۔ ④ حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اس سے ایمان کیسے نکال لیا جاتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس طرح۔ انھوں نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں پھر انھیں نکال لیا۔ اگر وہ توبہ کرے تو ایمان اس کی طرف اس طرح لوٹ آتا ہے۔ پھر انھوں نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔ ⑤

باب: 2- انگور اور دوسری چیزوں کی شراب کا بیان

(۲) بَابُ الْمَشْخَرِ مِنَ الْعِنَبِ وَغَيْرِهِ

[5579] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب شراب حرام کی گئی تو مدینہ طیبہ میں انگور کی شراب نہیں ملتی تھی۔

۵۵۷۹ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ - هُوَ ابْنُ مِقْوَلٍ - عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَمَا بِالْمَدِينَةِ مِنْهَا شَيْءٌ. [راجع: ۲۶۱۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شراب صرف انگور سے بنے ہوئے نشہ آور مشروب ہی کو نہیں کہا جاتا بلکہ کسی بھی چیز کا رس پانی میں ڈال کر بنایا ہوا مشروب اگر نشہ آور ہو تو حرام ہے۔ ② مذکورہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مطلق طور پر انگوروں کی شراب سے انکار نہیں کیا بلکہ مدینہ طیبہ میں حرمت خمر کے وقت اس قسم کے عام ہونے کا انکار کیا ہے۔ شراب انگوروں، کجوروں اور شہد وغیرہ سے تیار کی جاتی تھی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شراب ان دو قسم کی نباتات، یعنی کجور اور انگور سے بنتی ہے۔“ ④

[5580] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

۵۵۸۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا أَبُو

① السنن الكبرى للبيهقي: 288/8، ② فتح الباري: 44/10، ③ صحيح البخاري، الحدود، حديث: 6809، ④ سنن ابن



فرمایا: ہم پر جب شراب حرام کی گئی تو مدینہ طیبہ میں انگور کی شراب بہت کم دستیاب ہوتی تھی۔ عام استعمال کی شراب چکی اور چکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی۔

شِهَابُ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ يُونُسَ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ، وَمَا نَجِدُ، يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ، خَمَرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلًا، وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ. [راجع: ۲۴۶۴]

🌞 فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مقصد اس موقف کی تردید کرنا تھا کہ حدیث شراب، صرف انگور کی شراب کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ شراب کی یہ قسم تو مدینہ طیبہ میں حرمت کے وقت بہت کم دستیاب تھی بلکہ حرام ہونے میں ہر وہ مشروب شریک ہے جو نشہ آور ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”گندم سے شراب بنتی ہے، جو کی شراب ہوتی ہے، منقہ سے شراب کشید کی جاتی ہے، خشک کھجور شراب کے کام آتی ہے اور شہد سے بھی شراب تیار ہوتی ہے۔“<sup>①</sup> الغرض جو مشروب بھی نشہ آور ہو وہ شراب ہے، خواہ کسی چیز سے تیار کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

[5581] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو وہ پانچ چیزوں سے بنتی تھی: انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو۔ ثمر (شراب) ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔

۵۵۸۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي حَبَّانَ: حَدَّثَنَا عَامِرٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ، نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ: الْعِنَبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْعَسَلِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْخَمْرُ مَا حَامَرَ الْعَقْلَ. [راجع:

[۴۶۱۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① اہل کوفہ کا موقف ہے کہ اصل شراب تو انگور سے بنائی جاتی ہے، وہ اس طرح کہ اس کے شیرے کو آگ پر رکھا جاتا ہے، جب وہ سخت ہو جائے اور اس میں ترشی پیدا ہو جائے تو قلیل و کثیر مقدار میں اس کا استعمال حرام ہے۔ اور اگر دوسری چیزوں سے شراب کشید کی جائے تو جب تک اس سے نشہ نہ آئے پینے والے پر حد واجب نہ ہوگی۔ لیکن محدثین کے ہاں حرمت کا مدار نشہ آور ہونا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس مشروب سے نشہ آئے وہ حرام ہے۔“<sup>②</sup> نیز آپ نے فرمایا: ”ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کی زیادہ مقدار پینے سے نشہ آئے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔“<sup>③</sup> ② بہر حال یہ موقف سرے سے غلط ہے کہ انگور کے علاوہ دوسری چیزوں سے بنا ہوا مشروب مطلق طور پر حرام نہیں بلکہ تھوڑی مقدار جس کے

① سنن ابن ماجہ، الأشربة، حدیث: 3379. ② صحیح البخاری، الوضوء، حدیث: 242. ③ سنن النسائی، الأشربة،

پینے سے نشہ نہ ہو حلال ہے، احادیث ایسے اقوال کو غلط ثابت کرتی ہیں۔

(۳) بَابُ: نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ  
الْبُسْرِ وَالْتَمْرِ

باب: 3- جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو وہ کچی  
اور پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی

۵۵۸۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَسْقِي أَبَا عُبَيْدَةَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأَبِيَّ بْنَ كَعْبٍ مِنْ فَضِيخِ زَهْوٍ وَتَمَرٍ، فَجَاءَهُمْ آبٌ فَقَالَ: إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: قُمْ يَا أَنَسُ، فَهَرِّقْهَا فَهَرِّقْنَهَا. [راجع:

[۲۴۶۴]

۵۵۸۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَسْقِيهِمْ - عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ - الْفَضِيخَ، فَقِيلَ: حُرِّمَتِ الْخَمْرُ، فَقَالُوا: أَكْفَيْنَهَا فَكَفَّانَهَا.

قُلْتُ لِأَنَسٍ: مَا شَرَابُهُمْ؟ قَالَ: رُطَبٌ وَيُسْرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَنَسٍ: وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ، فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ. [راجع: [۲۴۶۴]

وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ.

[5582] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابو طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو کچی پکی کھجوروں سے تیار کردہ شراب پلا رہا تھا کہ ایک آنے والے نے اطلاع دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ اس وقت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے انس! اٹھو اور شراب کو بہا دو، چنانچہ میں نے اسے بہا دیا۔

[5583] حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک قبیلے میں کھڑا اپنے چچاؤں کو کھجوروں سے تیار کردہ شراب پلا رہا تھا کیونکہ میں ان میں سب سے کم عمر تھا۔ اس دوران میں کسی نے کہا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ حاضرین نے کہا: اب اسے بہا دو، چنانچہ میں نے شراب کو بہا دیا۔

راوی نے پوچھا کہ یہ شراب کس چیز سے بنتی تھی؟ انھوں نے فرمایا: تازہ کچی پکی کھجوروں سے۔ حضرت ابوبکر بن انس نے کہا: ان کی شراب یہی ہوتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہ کیا۔

میرے کچھ ساتھیوں نے خبر دی، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس وقت ان کی شراب اس قسم کی ہوتی تھی۔

[5584] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ جب شراب حرام کی گئی تو وہ کچی اور پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی۔

۵۵۸۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ أَبُو مَعْشَرٍ الْبَرَاءُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ، وَالْخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبُسْرُ وَالْتَّمَرُ. [راجع: ۲۶۶۴]

🌞 فوائد و مسائل: ﴿۱﴾ زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ خام (کچی) اور پختہ کھجوروں سے تیار کی ہوئی شراب بہت پسند کرتے تھے۔ چونکہ وہاں کھجوروں کی کثرت تھی، اس لیے وہ انھی سے کشید کرتے تھے اور ان سے تیار شدہ شراب بھی بڑی عمدہ ہوتی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا، پھر تعمیل ارشاد کے وقت یہ منظر تھا کہ مدینہ طیبہ کے گلی کو چوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اٹھو اور ان مشکوں کو توڑ دو۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میرے پاس ہاون دستہ پڑا تھا، میں نے وہی گھڑوں کی ٹخلی جانب مارا اور شراب کو بہا دیا۔ ﴿۲﴾ بہر حال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو شراب کے متعلق صحیح روایات ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شراب کچی پکی کھجوروں سے تیار کی جاتی تھی۔ اس سے اہل کوفہ کی تردید ہوتی ہے جن کا موقف ہے کہ خمر صرف انگور کی شراب کو کہا جاتا ہے اور جو اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے تیار کی جائے وہ خمر نہیں ہے۔ اہل کوفہ کا یہ موقف لغت عرب، سنت صحیحہ اور اقوال صحابہ کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 4- شہد سے تیار کردہ شراب کا بیان جسے صحیح کہا جاتا ہے

(۴) بَابُ: الْخَمْرُ مِنَ الْعَسَلِ وَهُوَ الْبَيْعُ

معن بن عیسیٰ نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ”فقاع“ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: اگر اس میں نشہ نہ ہو تو (اس کے پینے میں) کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ مَعْنٌ: سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الْفُقَاعِ فَقَالَ: إِذَا لَمْ يُسَكَّرْ فَلَا بَأْسَ بِهِ.

ابن دراوردی نے کہا: ہم نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: اگر اس میں نشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ: سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوا: لَا يُسَكَّرُ، لَا بَأْسَ بِهِ.

🌞 وضاحت: فقاع، وہ مشروب ہے جو خشک انگوروں سے تیار کیا جاتا تھا۔ اگر اس میں نشہ نہ ہو تو اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے زیادہ پینے سے نشہ نہیں آتا تو اسے پیا جاسکتا ہے جیسا کہ فقاع

مشروب کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

[5585] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے حج کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”جو بھی مشروب نشا لائے وہ حرام ہے۔“

۵۵۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْبَيْعِ فَقَالَ: «كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ». [راجع: ۲۴۲]

[5586] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے حج کے متعلق دریافت کیا گیا، یہ مشروب شہد سے تیار کیا جاتا تھا اور اہل یمن کے ہاں اسے پینے کا عام رواج تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مشروب بھی نشا آور ہو وہ حرام ہے۔“

۵۵۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبَيْعِ - وَهُوَ شَرَابُ الْعَسَلِ - وَكَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَسْرُبُونَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ». [راجع: ۲۴۲]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ سے حج شراب کے متعلق سوال کرنے والے جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجا تو انھوں نے مشروبات کے متعلق سوال کیا جو وہاں تیار کیے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”وہ کیا کیا ہیں؟“ انھوں نے کہا: وہ حج اور مزر ہیں۔ حج تو شہد کا بنید اور مزر جو کا بنید ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ہر نشا آور مشروب حرام ہے۔“ ② حج اور مزر کی یہ تعریف خود رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے شہد کی شراب کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”یہی حج ہے۔“ میں نے عرض کی: جو اور کئی سے بھی (نشا آور) بنید تیار کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ مزر ہے۔“ آخر کار آپ نے فرمایا: ”اپنی قوم کو بتا دو کہ ہر نشا آور چیز حرام ہے۔“ ③ ہر نشا آور چیز حرام ہے، خواہ اس کے زیادہ پینے سے نشا آئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جس چیز کا بڑا پیالہ نشا آور ہو تو اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔“ ④ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی کم مقدار، خواہ قطرہ ہی کیوں نہ ہو، حرام ہے۔ واللہ اعلم۔

[5587] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے

۵۵۸۷ - وَهْنُ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ،

① صحيح البخاري، المغازي، حديث: 4343، 2. سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3684، ③ سنن أبي داود، الأشربة،





نہ تھی۔

وَقَالَ حَجَّاجٌ عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانٍ حجاج نے بھی اس حدیث کو حضرت حماد سے، انھوں نے  
مَكَانَ الْعِنَبِ: الزَّيْبِ. [راجع: ۴۶۱۹] ابوحیان سے بیان کیا لیکن انھوں نے انگور کے بجائے کشمش  
کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① محدثین کرام کہتے ہیں کہ جو چیز بھی عقل کو ڈھانپ لے وہ حرام ہے اور یہ حرام ہے۔ اس قسم کا مشروب  
اگر زیادہ نوش کرنا نشے کا باعث ہے تو اس کا تھوڑا بھی منع ہے، خواہ وہ ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس موقف کی بنیاد سیدنا عمر  
ؓ کا خطبہ ہے جو انھوں نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر دیا۔ عقلی طور پر اس کی علت  
اس مشروب میں نشہ آور ہونے کی صلاحیت ہے بالفعل اس کا نشہ آور ہونا نہیں۔ ② اہل کوفہ کا موقف ہے کہ اصل شراب وہ ہے جو  
انگوروں سے تیار کی جائے، ایسی شراب کا قلیل و کثیر مقدار میں پینا حرام ہے۔ اگر انگور کے علاوہ دوسری اشیاء سے شراب تیار کی  
جائے تو اسے مجازی طور پر تو خمر کہا جاسکتا ہے لیکن حقیقی طور پر اسے خمر کا نام دیا نہیں جاسکتا۔ اس طرح کا مشروب اس وقت حرام ہو  
گا جب عقلی طور پر نشہ آور ہو۔ اس کی اتنی مقدار پینا جائز اور حلال ہے جس سے نشہ نہ آئے اگرچہ اس میں نشہ آور ہونے کی  
صلاحیت موجود ہو۔ متعدد احادیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ موقف مردود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے متعدد ابواب اسی موقف  
کی تردید میں قائم کیے ہیں کہ حرمت کی علت نشے کی صلاحیت ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے تمام حرام مشروبات کے بارے میں  
ایک قاعدہ بیان کر دیا ہے کہ ہر وہ مشروب جو عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے۔ چاولوں سے تیار شدہ مشروب کے متعلق بھی یہی حکم  
ہوگا اگر اس کے استعمال سے نشہ آتا ہے تو حرام ہے۔ اگر نشے کی صلاحیت سے عاری ہے تو حرام نہیں ہے۔ واللہ المستعان۔

۵۵۸۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: الْخَمْرُ تُصْنَعُ مِنْ خَمْسَةٍ: مِنَ الزَّيْبِ، وَالْتَمْرِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْعَسَلِ. [راجع: ۴۶۱۹]

[5589] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: شراب پانچ چیزوں سے کشید کی جاتی تھی: کشمش، کھجور، گےہوں، جو اور شہد سے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بھی ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ شراب صرف وہی ہوتی ہے جو انگور سے  
تیار کی جائے بلکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈال دے، خواہ وہ کسی بھی جنس سے تیار کی جائے، اسے  
عربی میں خمر کہا جاتا ہے اور یہ حرام ہے۔ ② آپریشن کے دوران میں جو ادویات بے ہوش کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں وہ  
نشہ آور ہونے کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ بے ہوشی اور مدہوشی میں نمایاں فرق ہے، تاہم ایسی ادویات بھی علاج کی غرض سے  
ضرورت کے موقع پر جائز ہیں، بلا ضرورت ہوش و حواس ختم کرنے جائز نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۶) بَابُ مَا جَاءَ فِيْمَنْ يَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ  
وَيُسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ

باب: 6- جو شخص شراب کا نام بدل کر اسے لپٹے لپٹے  
حلال خیال کرے

۵۵۹۰ - وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ  
ابْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ  
جَابِرٍ: حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ الْكِلَابِيُّ: حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنَمٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي  
أَبُو عَامِرٍ - أَوْ أَبُو مَالِكٍ - الْأَشْعَرِيُّ، وَاللَّهُ مَا  
كَذَّبَنِي: سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَيَكُونَنَّ مِنْ  
أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحَرَّ، وَالْحَرِيرَ،  
وَالْخَمْرَ، وَالْمَعَارِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى  
جَنْبِ عِلْمٍ، يَزُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ  
لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُثَبِّتُهُمُ  
اللَّهُ، وَيَضَعُ الْعِلْمَ، وَيَمْسُخُ آخِرِينَ قِرْدَةً  
وَحَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

[5590] حضرت عبدالرحمن بن غنم سے روایت ہے،  
انھوں نے کہا: مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری رحمہ اللہ نے بیان  
کیا، اللہ کی قسم! انھوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا، انھوں  
نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”یقیناً میری امت میں  
کچھ ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا،  
شراب نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔ یہ لوگ  
پھاڑ کے دامن میں رہائش رکھیں گے۔ چرواہے ان کے  
مویشی چرانے کے لیے صبح و شام لائیں گے اور لے جائیں  
گے۔ اس دوران میں ان کے پاس کوئی حاجت مند اپنی  
ضرورت لے کر جائے گا تو وہ کہیں گے: تم اب واپس چلے  
جاؤ، ہمارے پاس کل آؤ، لیکن اللہ تعالیٰ رات ہی کو انھیں  
ہلاک کر دے گا اور پھاڑ ان پر گرا دے گا۔ ان میں سے  
دوسروں کو بندر اور خنزیر کی صورت میں مسخ کر دے گا، وہ  
قیامت تک اسی حالت میں رہیں گے۔“

❦ فوائد و مسائل: ① حرام چیز کا نام بدل دینے سے اس کا حکم تبدیل نہیں ہو جاتا جیسا کہ سود کا نام منافع یا مارک اپ رکھ دیا  
جائے تو اس کی حقیقت نہیں بدلتی، اسی طرح شراب کو مشروب یا شربت کہنے سے یا اور کوئی نام رکھ لینے سے وہ حلال نہیں ہو جاتی،  
چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں واضح الفاظ میں پیش گوئی فرمائی ہے، آپ نے فرمایا: ”رات دن کا نظام ختم نہیں ہوگا حتی  
کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب نوشی کریں گے لیکن اسے اس کے نام کے سوا دوسرے نام سے پکاریں گے۔“ اسی طرح  
ایک دوسری حدیث میں ہے: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ لوگ شراب پیئیں گے مگر اس کا نام کچھ اور رکھ لیں  
گے۔“ ② افسوس کہ حدیث میں مذکور تمام برائیاں آج عام ہو رہی ہیں۔ گانا بجانا اور شراب نوشی عام ہے، زنا کاری کے اڈے تو  
حکومتی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

## (۷) بَابُ الْإِنْتِیَازِ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالنَّوْرِ

باب: ۷- برتنوں اور پتھر کے پیالوں میں نبیز بنانا

وضاحت: امام ابو داود نے ”فی صفة النبذ“ کے عنوان کے تحت ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے ہاں انگور ہوتے ہیں، ہم ان کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ”تم انھیں خشک کر کے منقی بنالیا کرو۔“ انھوں نے عرض کی: ہم اس کشش کو کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ”صبح کے وقت بھگو دیا کرو اور رات کو پی لیا کرو یا رات کو بھگو کر صبح نوش کر لیا کرو اور نبیز مکلوں میں بنالیا کرو، مشکیزوں میں نہیں۔“<sup>۱</sup> یعنی خشک پھل کھجور یا کشش کو پانی میں بھگو کر اس کا جوس بنانا نبیز کہلاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ حرام مشروب کے بعد حلال مشروب بیان کرتے ہیں۔

[5591] حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو اسید ساعدی رحمہ اللہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے ویسے میں شمولیت کی دعوت دی۔ ان کی بیوی ہی تمام کام کر رہی تھی، حالانکہ وہ دلہن تھی۔ حضرت سہل رحمہ اللہ نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کیا پلایا تھا؟ آپ ﷺ کے لیے انھوں نے رات کے وقت پتھر کے برتن میں کھجوریں بھگو رکھی تھیں۔

۵۵۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُولُ: أَتَى أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، فَذَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي عُرْسِهِ فَكَانَتْ أَمْرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ - وَهِيَ الْغُرُوسُ - قَالَ: أَتَذَرُونَ وَمَا سَقَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمْرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي نَوْرِ. [راجع: ۵۱۷۶]

فوائد و مسائل: ① کھجور کو پانی میں بھگو کر اسے مل چھان کر شربت بنانا نبیز کہلاتا ہے۔ یہ ایک مقوی اور فرحت بخش مشروب ہے۔ عربی زبان میں اسے نقع کہتے ہیں۔ جب اس میں ترشی پیدا ہو جائے اور جوش مارنے لگے تو اس کا پینا جائز نہیں۔ ② اس قسم کا نبیز سردیوں میں تین دن تک اور گرمیوں میں صرف ایک دن تک قابل استعمال رہتا ہے، چنانچہ ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کشش کا نبیز بنالیا جاتا تو آپ اسے اس دن، اگلے دن اور اس سے اگلے دن، یعنی تیسرے دن کی شام تک استعمال کرتے تھے، پھر آپ حکم دیتے کہ خادموں کو پلایا جائے یا اسے بہا دیا جائے۔<sup>②</sup> امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خادموں کو پلانے سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ خراب ہونے سے پہلے پہلے اسے استعمال کر لیا جائے، اس کے بعد اسے استعمال نہ کیا جائے۔<sup>③</sup>

① سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3710. ② صحيح مسلم، الأشربة، حديث: 5228 (2004). ③ سنن أبي داود، الأشربة، حديث: 3713.



(۸) بَابُ تَرْجِيصِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ

۵۵۹۲ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ الظُّرُوفِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا مِنْهَا، قَالَ: «فَلَا إِذَا».

وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ بِهَذَا.

۵۵۹۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي عِيَاذٍ الْعَنْسِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ [عَمْرٍو] رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَسْقِيَةِ قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقَاءً، فَرَخَّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمُرْقَتِ.

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهَذَا وَقَالَ فِيهِ: لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَوْعِيَةِ.

۵۵۹۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ،

باب: 8- ممانعت کے بعد نبی ﷺ کا ہر قسم کے برتنوں میں نیبذ بنانے کی اجازت دینا

[5592] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مخصوص برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا تو انصار نے عرض کی: ہمارے لیے تو ان کے بغیر کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو خیر پھر اجازت ہے۔“

خلیفہ کہتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے سفیان سے، انھوں نے منصور سے اور انھوں نے حضرت سالم بن ابو جعد سے یہ حدیث بیان کی۔

[5593] حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے مشکیزوں کے سوا دوسرے مخصوص برتنوں میں نیبذ بنانے سے منع فرمایا تو لوگوں نے آپ سے عرض کی: ہر کسی کو مشکیزہ کہاں سے مل سکتا ہے؟ تب آپ ﷺ نے تارکول کے برتن کے علاوہ دوسرے مشکلوں میں نیبذ بنانے کی اجازت دے دی۔

عبد اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان ثوری نے یہی بیان کیا۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب نبی ﷺ نے چند برتنوں میں نیبذ بنانے سے منع فرمایا۔

[5594] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کدو اور تارکول کے برتنوں میں نیبذ بنانے

سے منع فرمایا۔

عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدُّبَاءِ وَالْمُرَفَّتِ.

عثمان بن ابی شیبہ نے جریر کے واسطے سے حضرت  
اعمش سے یہ حدیث بیان کی۔

حَدَّثَنِي عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ  
بِهَذَا.

[5595] حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے، انھوں  
نے کہا کہ میں نے اسود بن یزید سے پوچھا، کیا تم نے  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ کس برتن میں نبیذ بنانا  
مکروہ ہے؟ حضرت اسود نے کہا: ہاں۔ میں نے عرض کی:  
ام المؤمنین! نبی ﷺ نے کس کس برتن میں نبیذ بنانے سے  
منع فرمایا تھا؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے ہم اہل خانہ کو  
کدو اور تارکول کے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔  
میں نے حضرت اسود سے پوچھا کہ انھوں نے منگے اور سبز  
مرتبان کا ذکر نہیں کیا تو انھوں نے کہا کہ میں تم سے وہی کچھ  
بیان کرتا ہوں جو میں نے سنا ہے، کیا وہ بھی بیان کروں جو  
میں نے نہیں سنا؟

۵۵۹۵ - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ  
مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ: قُلْتُ لِأَسْوَدَ: هَلْ  
سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا يُكْرَهُ أَنْ يُتَبَذَّ  
فِيهِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: يَا أُمَ الْمُؤْمِنِينَ، عَمَّ  
نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُتَبَذَّ فِيهِ؟ قَالَتْ: نَهَانَا فِي  
ذَلِكَ أَهْلَ الْبَيْتِ أَنْ نَتَبَذَّ فِي الدُّبَاءِ،  
وَالْمُرَفَّتِ، قُلْتُ: أَمَا ذَكَرْتَ الْجَرَّ وَالْحَتَمَ؟  
قَالَتْ: إِنَّمَا أَحَدْتُكَ مَا سَمِعْتُ، [أَفَأَحَدْتُ] مَا  
لَمْ أَسْمَعْ؟

[5596] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سبز منکوں میں نبیذ  
بنانے سے منع فرمایا۔ میں نے عرض کی: ہم سفید منکوں میں  
نبیذ بنا کر نوش کر لیا کریں؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔

۵۵۹۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ  
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:  
نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجَرِّ الْأَخْضَرِ، قُلْتُ:  
أَنْشَرَبُ فِي الْأَبْيَضِ؟ قَالَ: «لَا».

🌞 فوائد و مسائل: ﴿۱﴾ جب شراب خانہ خراب کی حرمت کا قطعی اعلان کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے چند ایسے سخت ہنگامی  
احکام بھی جاری فرمائے جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ اہل ایمان کے دلوں میں اس ام النہایت سے سخت نفرت پیدا ہو جائے اور  
پرانی عادت کسی طرح بھی لوٹ نہ آئے۔ اس سلسلے میں ان برتنوں کے استعمال پر بھی پابندی لگا دی گئی جن میں شراب تیار ہوتی  
تھی۔ اس ممانعت کا مقصد یہ تھا کہ یہ برتن شراب کی یاد دلا کر دل میں اس کی خواہش اور طلب پیدا نہ کریں، چنانچہ حضرت ابن  
عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دباء، حتم، مزفت اور تھیر میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور مشکیزوں میں اسے تیار

کرنے کی اجازت دی۔<sup>۱</sup> پھر جب شراب سے نفرت دلوں میں پوری طرح بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں منع کیا کرتا تھا کہ چمڑے کے مشکیزوں کے علاوہ دوسرے برتنوں کو نبیذ کے لیے استعمال نہ کرو۔ اب تم ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنا کر پی سکتے ہو بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو۔“<sup>۲</sup> ② اب ہم ان برتنوں کے متعلق وضاحت کرتے ہیں جن میں نبیذ بنانے کی ممانعت تھی: ○ الدباء: بڑے بڑے سائز کے کدو جب خشک ہو جاتے تو ان کے اندر کا گودا نکال کر سخت خول کو برتن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس میں باہر سے ہوا اندر نہ جاتی جس کی وجہ سے نبیذ میں جلدی ترشی پیدا ہو جاتی ○ عظم: مٹی سے بڑے بڑے برتن اس طرح بنائے جاتے کہ مٹی گوندھتے وقت اس میں خون اور بال ملا دیے جاتے، اس لیے ان برتنوں کا رنگ سیاہی مائل سبز ہو جاتا تھا۔ غرض یہ ہوتی کہ ان کی سطح سے ہوا کا گزر بند ہو جائے تاکہ تخمیر کا عمل جلدی اور تیز ہو۔ یہ برتن اپنی بناوٹ میں انتہائی گندے اور غلیظ ہوتے تھے ○ مزفت: وہ برتن جن کے اندر روغن ”زفت“ لگایا جاتا۔ اس کے لگانے کا مقصد بھی وہی ہوتا تھا کہ ہوا کا گزر نہ ہوتا کہ شراب سازی کے لیے عمل تخمیر جلدی اور شدت سے شروع ہو جائے۔ روغن ملنے کی وجہ سے برتن بھی صاف نہ ہوتے تھے۔ زفت، تارکول سے ملتا جلتا ایک معدنی روغن ہوتا تھا ○ نقیر: کھجور کے تنے کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا جاتا۔ اس میں شراب تیار کی جاتی۔ بعض دفعہ کھجور کا اوپر والا حصہ کاٹ کر نچلا حصہ زمین میں رہنے دیا جاتا۔ اس کا صحیح طور پر دھونا ممکن نہ تھا، نیز اس میں گندا گرد و غبار بھی موجود رہتا تھا۔ عرب لوگ ان برتنوں میں شراب کے علاوہ نبیذ بھی بناتے تھے اور ان میں بہت جلد ترشی آ جاتی تھی۔ چونکہ یہ لوگ پہلے ان برتنوں کے مشروبات اور شراب کے عادی تھے، اس لیے انھیں معمولی نشے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ شراب کے حرام ہونے کے آغاز میں ان برتنوں کے استعمال پر پابندی تھی جو بعد میں اٹھالی گئی۔ واللہ اعلم۔

### (۹) بَابُ نَقِيعِ التَّمْرِ مَا لَمْ يُسَكَّرْ

۵۵۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ، فَكَانَتْ امْرَأَتُهُ خَادِمَتَهُمْ يَوْمَئِذٍ، وَهِيَ الْعُرُوسُ، فَقَالَتْ: هَلْ تَذَرُونَ مَا أَنْقَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ أَنْقَعْتُ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي نَوْرٍ. [راجع: ۵۱۷۶]

### باب: 9- کھجور کا شربت نوش کرنا بشرطیکہ نشہ آور نہ ہو

[5597] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اپنے ویسے میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس دن ان کی بیوی ہی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھیں جبکہ وہ خود دلہن تھی۔ اس نے کہا: تم جانتے ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کس چیز کا شربت تیار کیا تھا؟ میں نے رات ہی کو آپ ﷺ کے لیے کھجوریں ایک پتھر کے برتن میں بھگودی تھیں۔

فائدہ: بعض اہل علم نے کھجوروں سے تیار کی ہوئی نبیذ کو مکروہ خیال کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید میں یہ

عنوان قائم کیا ہے۔ جن حضرات نے اسے ناپسند کیا ہے وہ اس امر پر محمول ہوگا کہ جس میں کافی تغیر آچکا ہو اور نشہ آور ہونے کے قریب ہو۔ بہر حال کھجوروں کا غیذ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس کے نشہ آور ہونے یا نہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں، تاہم رات کے آغاز سے لے کر دوپہر دن تک اس میں کسی قسم کا جوش نہیں آتا اور نہ اس میں ترشی ہی پیدا ہوتی ہے، لہذا اس قسم کا مشروب پینے کی شرعاً اجازت ہے۔<sup>①</sup>

### (۱۰) بَابُ الْبَاقِ

### باب: ۱۰ - باذق کا بیان

جس نے ہر نشہ آور مشروب سے منع کیا۔ حضرت عمر، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کی رائے ہے کہ جب کوئی طلا پک کر ایک تہائی رہ جائے تو اس کا پینا جائز ہے۔ حضرت براء بن عازب اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نصف رہ جانے کے بعد بھی اسے نوش کر لیتے تھے۔

وَمَنْ نَهَى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِنَ الْأَشْرِبَةِ، وَرَأَى عُمَرُ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ، وَمُعَاذُ شَرِبَ الطَّلَاءَ عَلَى الثَّلَاثِ، وَشَرِبَ الْبَرَاءُ، وَأَبُو جُحَيْفَةَ عَلَى النُّصْفِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جوں جب تک تازہ رہے اسے نوش کر سکتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اشْرَبِ الْعَصِيرَ مَا دَامَ طَرِيًّا.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عبید اللہ کے منہ سے شراب کی بو پائی ہے۔ میں اس کے متعلق تحقیق کروں گا اگر وہ (پینے کی چیز) نشہ آور ثابت ہوئی تو میں اس پر شرعی حد جاری کروں گا۔

وَقَالَ عُمَرُ: وَجَدْتُ مِنْ عُبَيْدِ اللَّهِ رِيحَ شَرَابٍ، وَأَنَا سَائِلٌ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهُ.

وضاحت: باذق، بادہ کا معرب ہے۔ وہ شراب جو انگور، نخوڑ کر اس کے شیرے سے بنائی جائے۔ اگر اسے تھوڑا سا پکا کر رکھیں جس سے وہ پتلا اور شفاف رہے تو اس کا استعمال جائز ہے۔ اگر اسے اتنا جوش دیں کہ نصف اڑ جائے اور نصف باقی رہ جائے تو اسے منصف اور اگر دو تہائی اڑنے کے بعد ایک تہائی باقی رہ جائے تو اسے ثلث کہا جاتا ہے۔ اسے طلاء بھی کہتے ہیں، یعنی وہ گاڑھا ہو کر اس لیپ کی طرح ہو جاتا ہے جو خارجی اونٹوں کو لگایا جاتا ہے۔ اگر اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو بالاتفاق حرام ہے۔ نشہ پیدا ہونے سے پہلے پہلے اس کا استعمال جائز ہے۔ کچھ انگور ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے شیرے میں جلدی ترشی اور نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ جوش دینے سے جھاگ مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ بہر حال حرمت کا دار و مدار اس کے نشہ آور ہونے پر ہے۔ واللہ اعلم۔



[5598] حضرت ابو جوریہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باذن کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ باذن کے وجود سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بہر حال جو بھی چیز نشہ لائے وہ حرام ہے۔ ابو جوریہ نے کہا: باذن تو حلال و طیب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انگور حلال و طیب تھا، جب اس کی شراب بن گئی تو وہ حرام و خبیث ہے۔

🌞 فائدہ: جب کسی چیز میں نشہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام بدل دینے سے وہ حرام، حلال نہیں بن جائے گا، ہاں اگر کوئی چیز حلال و طیب ہے تو وہ آگ پر جوش دینے سے حرام نہیں ہوگی جب تک کہ اس میں نشہ پیدا نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو جوریہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ، جو میٹھا ہوتا ہے، نوش کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: جب اس میں مٹھاں باقی رہے، یعنی ترش نہ ہو تو اسے پیا جاسکتا ہے۔ ایک متوقف روایت میں ہے: آگ کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتی۔<sup>(۱)</sup> اصل وار و مدار اس کے نشہ آور ہونے پر ہے۔<sup>(۲)</sup>

[5599] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ حلو اور شہد پسند کرتے تھے۔

۵۵۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ [بْنُ مُحَمَّدٍ] بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ غُرُوزَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلَ. [راجع: ۴۹۱۲]

🌞 فائدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ انگور کا شیرہ اگر اتنا پکایا جائے کہ حلوہ بن جائے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ حلوے کو پسند کرتے تھے مگر یہ شرط اپنی جگہ پر ضروری ہے کہ اس میں نشہ پیدا نہ ہو، اگر اس میں نشہ پیدا ہو گیا تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اسی طرح کھجوروں کا عصیر (جوس) بھی شہد کی طرح ہے۔ اس کا استعمال حلال ہے بشرطیکہ نشہ آور نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

(۱۱) بَابُ مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا، وَأَنْ لَا يَجْعَلَ إِذَا مَنِ فِي إِدَامٍ

باب: ۱۱ - جس انسان کی یہ رائے ہو کہ تازہ اور خشک کھجوروں کو ملا کر نبیز نہ بنائی جائے جبکہ وہ نشہ آور ہو اسی طرح دو سالن ایک جگہ جمع نہ کیے جائیں

وضاحت: دور جاہلیت میں نشہ آور نبیذ بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ پختہ اور نیم پختہ کھجور کا گودا پانی میں ملا کر اسے جوش دیا جاتا، پھر اسے اتنی دیر تک رکھ دیا جاتا کہ اس میں شدت آجائے اور نشہ پیدا ہو جائے۔ عنوان میں اس طرح کے نبیذ کی ممانعت کا ذکر ہے۔ اسی طرح دو طرح کے سالن ایک جگہ جمع کرنا اسراف کی ایک قسم ہے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہے، لہذا ایسے فضول کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۵۶۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ [رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ] قَالَ: إِنِّي لَأَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَأَبَا دُجَانَةَ وَسَهْلَ بْنَ الْبَيْضَاءِ خَلِيطَ بُسْرٍ وَتَمْرٍ إِذْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فَقَذَفْتُهَا وَأَنَا سَاقِيهِمْ وَأَصْغَرُهُمْ، وَإِنَّا نَعُدُّهَا يَوْمَئِذٍ الْخَمْرَ.

[5600] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابو طلحہ، حضرت ابو دجانہ اور سہل بن بیضا رضی اللہ عنہ کو نیم پختہ اور پختہ کھجوروں کا آمیزہ پلا رہا تھا (جو نشہ آور تھا) کہ اچانک حرمت شراب کا حکم آگیا۔ اس کے بعد میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ میں ہی انھیں پلا رہا تھا کیونکہ میں ان سب سے کم عمر تھا۔ ہم اس قسم کی نبیذ کو اس وقت شراب ہی کہتے تھے۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: سَمِعَ أَنَسًا. [راجع: ۲۴۶۶]

عمرو بن حارث نے کہا کہ ہمیں قتادہ نے بیان کیا اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں وضاحت ہے کہ تازہ اور خشک کھجور سے تیار کردہ نبیذ پیتا جوشہ آور ہو جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حرمت شراب کے بعد اس نبیذ کو ضائع کر دیا گیا۔ اس قسم کے نبیذ کو اتنا جوش دیا جاتا کہ گٹھلی ختم ہو جاتی، پھر اس میں نشہ پیدا ہو جاتا۔ اس کی ممانعت ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں اس سے منع کرتے تھے کہ کھجور کو اس قدر پکائیں کہ اس کی گٹھلی ہی ختم ہو جائے۔ ② اگر دو پھلوں کے گووے اس طرح ملائے جائیں کہ ان میں شدت نہ آئے، اور نہ تخمیر ہی کا عمل پیدا ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے منقی کا نبیذ بنایا جاتا، پھر اس میں کھجور ڈال دی جاتی، یا کھجور سے نبیذ بنایا جاتا، پھر اس میں منقی ڈال دیا جاتا تھا۔ ۲

۵۶۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ، وَالبُسْرِ، وَالرُّطْبِ.

[5601] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کشش اور کھجور کو، نیز نیم پختہ اور پختہ تازہ کھجور کو ملا کر بھگونے سے منع فرمایا تھا۔

۵۶۰۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ، وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيبِ، وَلْيُنْبَذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ.

[5602] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس سے روکا تھا کہ پختہ اور نیم پختہ کھجور، نیز کھجور اور مخفی کو ملا کر نبیذ بنائی جائے۔ آپ نے ہر ایک کو جدا جدا بھگونے کا حکم دیا۔

🌞 فائدہ: پختہ اور نیم پختہ کھجور کو ملا کر نبیذ تیار کرنا، اسی طرح کشمش اور کھجور کو ملا کر جس بنانا ممنوع ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ان میں بہت جلد شدت آجاتی ہے اور مشروب جلد ہی نشہ آور ہو جاتا ہے، اس لیے اس قسم کے نبیذ سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگر ان چیزوں سے الگ الگ نبیذ تیار کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۱۲) بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ

### باب: 12- دودھ نوش کرنا

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مِنْ بَيْنِ قَرْنٍ وَدَمْرٍ﴾  
[النحل: ۶۶]  
ارشاد باری تعالیٰ ہے: (”ان چوپایوں کے پیٹوں میں) جو گوبر اور خون ہے اس سے (ہم تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے بہت ہی خوشگوار ہے۔“)

🕌 وضاحت: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دودھ اگر کثرت سے پیا جائے تو اس سے نشہ آجاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان حضرات کی تردید فرمائی ہے کہ تمام حلال جانوروں کا دودھ پینا حلال اور جائز ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ نے بطور احسان ذکر کی ہے اور حرام چیز کا احسان کے طور پر ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس سے پہلے ایسے مشروبات کا بیان تھا جو شرعاً حرام تھے۔ اب ایسے مشروبات ذکر کیے جائیں گے جو شرعاً جائز اور حلال ہیں۔ ان میں دودھ سرفہرست ہے۔

۵۶۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُسْرِي بِهِ بِقَدَحٍ لَبَنٍ وَقَدَحٍ خَمِيرٍ. [راجع: ۳۳۹۴]

[5603] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کو دودھ کا پیالہ اور شراب کا پیالہ پیش کیا گیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کرنے کے بعد آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آپ ان میں سے جو چاہیں اپنے لیے پسند کر لیں تو آپ نے دودھ کا پیالہ پسند کیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا: اگر آپ شراب کا پیالہ پسند کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ ② دودھ کا پیالہ منتخب کرنے سے مراد دین فطرت کو اختیار کرنا تھا۔ واللہ اعلم۔

۵۶۰۴ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ: سَمِعَ سُفْيَانَ: أَخْبَرَنَا سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ: أَنَّهُ سَمِعَ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ: شَكَّ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِإِنَاءٍ فِيهِ لَبَنٌ، فَشَرِبَ.

[5604] حضرت ام فضلؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ لوگوں نے عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک کیا تو میں نے آپ کے لیے ایک برتن میں دودھ بھیجا جسے آپ نے نوش فرمایا۔

فَكَانَ سُفْيَانٌ رُبَّمَا قَالَ: شَكَّ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ.

سفیان کبھی اس حدیث کو یوں بیان کرتے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق لوگوں کو شبہ تھا، اس لیے ام فضلؓ نے آپ کے لیے دودھ بھیجا۔

فَإِذَا وَقَفَ عَلَيْهِ، قَالَ: هُوَ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ. [راجع: ۱۶۵۸]

جب ان (سفیان) سے پوچھا جاتا (کہ یہ روایت موصول ہے یا مرسل) تو وہ کہتے: (مرفوع متصل ہے کیونکہ) یہ ام فضلؓ کی روایت ہے (جو صحابیہ تھیں)۔

۵۶۰۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَأَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ مِنَ النَّفِيعِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَلَا حَمَرْتَهُ وَلَوْ أَنَّ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا». [انظر:

[5605] حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ابو حمید ساعدیؓ مقام نقیع سے دودھ کا پیالہ لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تو نے اسے ڈھانپا کیوں نہیں؟ اگرچہ اس پر عرض کے بل لکڑی ہی رکھ دیتے۔“

[۵۶۰۶]

فوائد ومسائل: ① نقیع، مدینہ طیبہ کے جنوب میں حجاز کی ایک بڑی وادی (ندی) ہے۔ یہ اس ۷ے میں بہتی ہے جس میں سے وادی الفرع بہتی ہے، پھر نقیع شمال کا رخ کرتی ہے اور جبال قدس اس کے بائیں جانب ہیں۔ مدینہ کے 38 میل جنوب میں بئر الماشی کے سامنے تک اس کا نام وادی النقیع ہے، پھر اسے ذوالخلیہ تک عقیق الحسا کا نام دیا جاتا ہے، پھر یہ عقیق المدینہ کہلاتی ہے حتیٰ کہ مجمع لا سیال میں جالطی ہے۔ مدینہ سے قریب 40 کلومیٹر سے لے کر فرع کے قریب 120 کلومیٹر، یعنی آخری انتہا تک اس کی لمبائی 80 کلومیٹر ہے۔ نبی ﷺ نے اسے سرکاری جانوروں کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ ② برتن کو ڈھانپنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گرد و غبار اور کیڑوں کوڑوں سے محفوظ رہتا ہے، نیز ان وباؤں سے بھی محفوظ رہتا ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔



[5606] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک انصاری صحابی حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ مقام نقیع سے نبی ﷺ کے لیے دودھ سے بھرا ایک برتن لائے۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اسے ڈھانپ کر کیوں نہیں لائے؟ اگرچہ اس پر لکڑی ہی رکھ دیتے۔“

(اعمش کہتے ہیں کہ) مجھے سفیان نے بیان کیا، ان سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کی۔

[5607] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ سے تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم راستے میں ایک چرواہے کے قریب سے گزرے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو پیاس لگی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ لایا، رسول اللہ ﷺ نے وہ نوش فرمایا تو مجھے راحت محسوس ہوئی۔ اس دوران میں سراقہ بن جحشم گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے بددعا کی۔ سراقہ نے آپ ﷺ سے التجا کی کہ آپ بددعا نہ کریں وہ واپس چلا جائے گا۔ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

[5608] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین صدقہ دودھ دینے والی اونٹنی یا دودھ دینے والی بکری کا عطیہ دینا ہے جو ایک برتن صبح بھر کر دودھ دے اور ایک برتن شام کو بھر دے۔“

۵۶۰۶ - حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَذْكُرُ، أَرَاهُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ النَّقِيعِ بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَلَا حَمَرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا؟».

وَحَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. [راجع: ۵۶۰۵]

۵۶۰۷ - حَدَّثَنِي مَعْمُودٌ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ مَكَّةَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَرَرْنَا بِرَاعٍ، وَقَدْ عَطِشَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَحَلَبْتُ كُتْبَةً مِنْ لَبَنٍ فِي قَدَحٍ، فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيَ، وَأَنَا سَرَاقَةُ بْنُ جُعْثَمٍ عَلَى فَرَسٍ، فَدَعَا عَلَيْهِ، فَطَلَبَ إِلَيْهِ سَرَاقَةُ أَنْ لَا يَدْعُو عَلَيْهِ وَأَنْ يَرْجِعَ، فَفَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ.

[راجع: ۲۴۳۹]

۵۶۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللَّفْحَةُ الصَّفِيَّةُ مِنْحَةً، [وَالشَّاءُ الصَّفِيَّةُ مِنْحَةً تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرَوْحُ بِآخَرٍ]». [راجع:

[5609] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا، پھر کلی کی اور فرمایا: ”اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔“

۵۶۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ: «إِنَّ لَهُ دَسَمًا». [راجع: ۲۱۱]

[5610] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے جب سدرۃ المنتہی کی طرف اٹھایا گیا تو میں نے وہاں چار نہریں دیکھیں: ان میں سے دو ظاہری تھیں اور دو باطنی۔ ظاہری نہریں تو نیل اور فرات ہیں اور باطنی نہریں جنت میں تھیں۔ پھر مجھے تین پیالے پیش کیے گئے: ایک پیالے میں دودھ اور دوسرے میں شہد تھا جبکہ تیسرے پیالے میں شراب تھی۔ میں نے وہ پیالہ لیا جس میں دودھ تھا اور اسے میں نے نوش جاں کیا، اس انتخاب پر مجھے کہا گیا: آپ نے اور آپ کی امت نے اصل فطرت کو پالیا ہے۔“

۵۶۱۰ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «رُفِعَتْ إِلَى السُّدْرَةِ إِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ، فَأَمَّا الظَّاهِرَانِ: فَالْنَّيْلُ وَالْفُرَاتُ، وَأَمَّا الْبَاطِنَانِ فَالنَّهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ، فَأَتَيْتُ بِثَلَاثَةِ أَقْدَاحٍ: قَدَحٍ فِيهِ لَبَنٌ، وَقَدَحٍ فِيهِ عَسَلٌ، وَقَدَحٍ فِيهِ خَمْرٌ، فَأَخَذْتُ الَّذِي فِيهِ اللَّبَنُ فَشَرِبْتُ، فَقِيلَ لِي: أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَنْتَ وَأُمَّتُكَ».

ہشام، سعید اور ہمام نے حضرت قتادہ سے، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے مالک بن حصصہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے، اس میں نہروں کا ذکر تو اسی طرح ہے لیکن تین پیالوں کا ذکر نہیں ہے۔

وَقَالَ هِشَامٌ وَسَعِيدٌ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَنْعَعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَنْهَارِ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرُوا ثَلَاثَةَ أَقْدَاحٍ [راجع: ۳۵۷۰].

🌞 **فوائد ومسائل:** ① ان تمام احادیث میں کسی نہ کسی حوالے سے دودھ کا ذکر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ احادیث اس موقف کی تردید کے لیے پیش کی ہیں کہ زیادہ دودھ پینے سے نشہ آجاتا ہے، لہذا اسے زیادہ نہیں پینا چاہیے، لیکن اس موقف کی کوئی بنیاد نہیں ہے کیونکہ دودھ کا پینا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ثابت ہے۔ اگر کسی کو زیادہ دودھ پینے سے نشہ آتا ہے تو اسے اپنے مزاج کی اصلاح کرنی چاہیے، اس میں دودھ کا کوئی قصور نہیں، یا پھر دودھ کو کسی دوسری چیز کے ساتھ ملا کر نقصان دہ بنایا جاتا ہے، چنانچہ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے شراب کے متعلق سوال کیا، یعنی فلاں علاقے والے فلاں فلاں چیز سے شراب کشید کرتے ہیں۔ اس نے پانچ قسم کی مرکب شرابوں کا ذکر کیا۔ ان میں سے مجھے وہی شراب یاد ہے جو شہد، جو اور دودھ

سے تیار کی جاتی تھی۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں اس وقت سے بہت پریشان تھا کہ میں دودھ کے متعلق دوسروں کو بتاؤں حتیٰ کہ مجھے دودھ سے تیار کردہ ایسی شراب کا علم ہوا جس کے استعمال سے انسان فورا بے ہوش ہو جاتا ہے۔<sup>1</sup> (۲) امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ آخری حدیث میں ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو تین پیالے پیش کیے گئے جن میں ایک دودھ کا، دوسرا شہد کا اور تیسرا شراب کا تھا۔ شراب کو پسند نہ کرنے کی وجہ حدیث میں بیان ہوئی ہے لیکن شہد کو آپ نے کیوں پسند نہ کیا، حالانکہ دیگر احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ کو شہد اور میٹھی چیز بہت مرغوب تھی، شاید اس میں یہ راز ہو کہ دودھ زیادہ منفعت بخش ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں اور گوشت پیدا ہوتا ہے۔ اس کا مجرد استعمال قوت کا باعث ہے۔ اس کا استعمال کسی طور پر بھی دائرہ اسراف میں نہیں آتا۔ شہد اگرچہ حلال ہے لیکن اس کا استعمال لذات دنیا کا باعث بن سکتا ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق اس میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو تین پیالے پیش کیے گئے تو آپ کو پیاس لگی تھی، اس لیے آپ نے دودھ کا انتخاب کیا کہ اس سے پیاس بجھ سکتی تھی جبکہ شراب اور شہد سے یہ کام پورا نہ ہو سکتا تھا۔<sup>2</sup> واللہ اعلم۔ (۳) واضح رہے کہ ایک حدیث میں دو پیالے پیش کرنے کا ذکر ہے۔<sup>3</sup> لیکن ان میں کوئی منافات نہیں کیونکہ دو پیالے مقام اہلبیاء میں پیش کیے گئے تھے جبکہ آپ اس وقت بیت المقدس میں تھے اور تین پیالے سدرۃ المنتہیٰ پر پیش کیے گئے تھے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 13- میٹھا پانی تلاش کرنا

### (۱۳) بَابُ اسْتِعْذَابِ الْمَاءِ

وضاحت: نمکین اور کھارے پانی کے مقابلے میں میٹھا پانی عام سادہ پانی ہوتا ہے جس میں چینی یا شہد نہیں ملایا ہوتا۔ صاف اور عمدہ پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس کے لیے اہتمام رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

۵۶۱۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبَّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ.

[5611] حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو طلحہ رحمہ اللہ مدینہ طیبہ میں کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے تمام انصار سے زیادہ مال دار تھے۔ ان کا محبوب ترین مال بیرحاء تھا اور وہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے واقع تھا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے اور اس میں میٹھا پانی نوش فرماتے تھے۔

حضرت انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ”تم ہرگز بھلائی نہیں پاؤ گے حتیٰ کہ تم اپنے محبوب مال سے خرچ کرو۔“ تو حضرت ابو طلحہ رحمہ اللہ کھڑے ہوئے اور

قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَنْ نَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ نُفِيقُوا مِمَّا حُبُّونَا﴾ [آل عمران: ۹۲] قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿لَنْ نَنَالُوا

عرض کی: اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے حتیٰ کہ اپنی محبوب ترین چیز خرچ کرو۔“ اور میرا محبوب ترین مال بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ میں اس کا اجر و ثواب اللہ کے ہاں پانے کی امید رکھتا ہوں۔ اللہ کے رسول! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خوب! یہ بہت ہی فائدہ بخش مال ہے۔“ (آپ نے مزید فرمایا: ”جو کچھ تو نے کہا میں نے اسے سن لیا ہے، لہذا میری رائے ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔“ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انھوں نے وہ (مال) اپنے رشتہ داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

أَلَيْسَ حَقٌّ تُنْفِقُوا مِنَّا تُحِبُّونَ ﴿١٤﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَيْحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ - أَوْ رَابِعٌ، شَكَكَ عَبْدُ اللَّهِ - وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ»، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفَعَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ، وَفِي بَنِي عَمِّهِ.

اسماعیل اور یحییٰ بن یحییٰ نے ”راتح“ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى: «رَابِعٌ». [راجع: ۱۴۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① میٹھا اور شیریں پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے باغ میں میٹھا پانی پینے کے لیے تشریف لے جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے میٹھا پانی ”سقیّا“ کے گھروں سے لایا جاتا تھا۔ راوی حدیث حضرت قتیبہ کہتے ہیں کہ سقیّا ایک چشمے کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دودن کی مسافت پر تھا۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت انس، ہند اور حارثہ جو اسماء کے بیٹے ہیں بیوت السقیّا سے پانی لایا کرتے تھے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں میں پہنچاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا غلام حضرت رباح بھی میٹھا پانی لانے کا اہتمام کرتا تھا، کبھی بزعرس سے اور کبھی بیوت السقیّا سے لاتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں پڑاؤ کیا تو وہ بھی مالک بن نصر رضی اللہ عنہ کے کنویں سے میٹھا پانی آپ کے لیے لایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔ ③

باب: 14 - دودھ، پانی کے ساتھ ملا کر پینا

(۱۴) بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ

وضاحت: پینے کے لیے دودھ میں پانی ملا یا جاسکتا ہے لیکن فروخت کرنے کے لیے دودھ میں پانی ملانا دھوکا ہے۔

۵۶۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: [5612] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،



انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پیتے دیکھا۔ آپ ان کے گھر تشریف لائے تو میں نے (حضرت انس نے) بکری کا دودھ نکالا اور اس میں کنویں کا تازہ پانی ملا کر رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پیالہ لیا اور اسے نوش فرمایا۔ آپ کی بائیں جانب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا، آپ نے اپنا باقی دودھ اعرابی کو دیا، پھر فرمایا: ”حق اس شخص کا ہے جو دائیں جانب ہو پھر وہ حق دار ہے جو اس کے دائیں جانب ہو۔“

أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا، وَأَتَى دَارَهُ، فَحَلَّتْ شَاةٌ، فَشَبْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْبُثْرِ، فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ - وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ - فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: «الْأَيْمَنُ فَلَا يَمَنُ». [راجع: ۲۳۵۲]

**فوائد و مسائل:** ① دودھ جب نکالا جاتا ہے تو گرم ہوتا ہے۔ گرم علاقوں میں اس کی گرمی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، اس لیے عرب لوگ اس کی گرمی کا توڑ ٹھنڈے پانی سے کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ نے پینے کے لیے پانی طلب فرمایا تو ہم نے اپنی بکری کا دودھ دوہا اور اس میں کنویں کا پانی ملا کر آپ کو پیش کیا۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھلاتے یا کوئی مشروب پلاتے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے، خواہ بائیں جانب بڑے بڑے بزرگ ہی تشریف فرما کیوں نہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

[5613] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک رفیق (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر تمہارے پاس مشکیزے میں رات کا باسی پانی ہے تو (ہمیں پلاؤ) ہم اس سے منہ لگا کر پی لیتے ہیں۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ انصاری اپنے باغ میں پودوں کو پانی دے رہا تھا، اس نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس رات کا پانی موجود ہے، آپ میری جھونپڑی میں تشریف لے جائیں، چنانچہ وہ ان دونوں کو وہاں لے گیا پھر اس نے ایک پیالے میں پانی ڈالا، پھر اپنی ایک گھریلو بکری سے اس پر دودھ دوہا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسے نوش فرمایا، پھر آپ کے

۵۶۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَتِّهِ وَإِلَّا كَرَعْنَا». قَالَ: وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ. قَالَ: فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عِنْدِي مَاءٌ بَاتَتْ، فَانْطَلِقْ إِلَى الْعَرِيشِ، قَالَ: فَانْطَلَقَ بِهِمَا، فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ، ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ، قَالَ: فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ. [انظر: ۵۶۲۱]

رفیق نے اسے پیا۔

☀️ فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ انصاری کے پاس جو پانی تھا وہ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ اس نے اس پانی پر بکری کا دودھ دوہا تاکہ اس کی ٹھنڈک گرم دودھ سے معتدل ہو جائے، پھر خالص پانی پیش کرنے کے بجائے ضیافت کے طور پر دودھ کی ملاوٹ کی۔ ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گرم گرم دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا تھا تاکہ دودھ کی گرمی اس پانی سے معتدل ہو جائے۔<sup>1</sup> ② واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی فاضل بزرگ اپنے کسی عقیدت مند کے ہاں قصد کر کے جاسکتا ہے، ایسا کرنا چاہیے تاکہ عقیدت مندوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

باب: 15 - شیریں شربت اور شہد کا شربت نوش کرنا

(۱۵) بَابُ شَرَابِ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ

امام زہری نے کہا: اگر پیاس کی شدت ہو اور پانی دستیاب نہ ہو تو بھی انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں کیونکہ وہ نجس ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔“

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا يَجِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِشِدَّةِ تَنَزُّلٍ، لِأَنَّهُ رَجَسٌ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿أَحِلَّ لَكُمْ الْطَّيِّبُ﴾ [السائدة: ۵]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نشہ آور چیز کے متعلق فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شفا حرام چیزوں میں نہیں رکھی۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي السَّكْرِ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيَمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ.

✴️ وضاحت: امام زہری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میٹھے مشروب اور شہد وغیرہ طیبات سے ہیں اور ان کا استعمال جائز اور حلال ہے جبکہ پیشاب نجس ہے، بوقت ضرورت بھی اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے نشہ آور چیز کو بطور دوا استعمال کرنے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی ہے۔ شفا حلال اور طیب میں ہے جیسا کہ شہد کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔“<sup>2</sup>

[5614] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شیرینی اور شہد دونوں چیزیں بہت مرغوب تھیں۔

۵۶۱۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ [راجع: ۴۹۱۲].

🌞 فوائد و مسائل: ① اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کو میٹھی چیز کی بہت خواہش تھی، اگر نہ ملتی تو بے چین ہو جاتے یا خصوصی طور پر اس کا اہتمام کراتے جیسا کہ مال دار لوگوں کا رویہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی میٹھی چیز آپ ﷺ کو پیش کی جاتی تو بڑے شوق سے اسے تناول فرماتے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لذیذ اور عمدہ چیز کا اہتمام کرنا معیوب امر نہیں ہے اور یہ زہد و تقویٰ کے منافی نہیں، خاص کر جب اتفاقہ طور پر مل جائے۔ واللہ اعلم۔<sup>۱</sup> رسول اللہ ﷺ شہد کھاتے بھی تھے اور پانی میں ملا کر بطور مشروب بھی استعمال کرتے تھے۔ انسان حسب ضرورت اور حسب خواہش اسے استعمال کر سکتا ہے۔

### (۱۶) بَابُ الشُّرْبِ قَائِمًا

### باب: 16- کھڑے کھڑے پانی پینا

🕌 وضاحت: شارح صحیح بخاری ابن بطلان نے کہا ہے کہ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت والی احادیث صحیح نہ ہوں لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق ایسا گمان اچھا نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ جس مسئلے کے متعلق ایک دوسرے سے مختلف حدیثیں ہوں امام بخاری رحمہ اللہ اس کے متعلق دو ٹوک الفاظ میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے جیسا کہ اس مقام پر انھوں نے انداز اختیار کیا ہے۔<sup>۲</sup> لیکن پیش کردہ احادیث سے پتا چلتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

[5615] حضرت نزال سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (مسجد کوفہ کے) صحن میں پانی لایا گیا تو انھوں نے کھڑے ہو کر نوش کیا اور فرمایا: کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ خیال کرتے ہیں جبکہ میں نے نبی ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے (اس وقت) کرتے دیکھا ہے۔

۵۶۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ النَّزَّالِ قَالَ: أَتَى عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى بَابِ الرَّحْبَةِ بِمَاءٍ فَشَرِبَ قَائِمًا فَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدَهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَّ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ. [انظر: ۵۶۱۶]

[5616] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نماز ظہر پڑھی، پھر (مسجد کوفہ کے) صحن میں لوگوں کی ضروریات کے لیے بیٹھ گئے حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پھر ان کے پاس پانی لایا گیا تو انھوں نے پیا، اس سے منہ اور ہاتھ دھوئے۔ راوی نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور کھڑے کھڑے وضو سے بچا

۵۶۱۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحْبَةِ الْكُوفَةِ حَتَّى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، ثُمَّ أَتَى بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ - وَذَكَرَ رَأْسَهُ

وَرَجَلَيْهِ - ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ. [راجع: ۵۶۱۵] جیسے میں نے کیا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی شخص کو کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ ② اس حدیث کے پیش نظر بلاوجہ کھڑے ہو کر پینا کسی طرح مناسب نہیں۔ اس موضوع پر بکثرت احادیث آئی ہیں، بلکہ بعض احادیث میں ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھڑے کھڑے پانی پی لے تو اسے قے کر دے۔ ③ ان حدیثوں سے پتا چلتا ہے کہ اسلام آرام سے بیٹھ کر پینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا کہ آپ آرام و سکون سے بیٹھ کر پانی وغیرہ پیتے تھے، ہاں کسی ضرورت کے پیش نظر کھڑے ہو کر پینا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت کعبہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، گھر میں مشکیزہ لٹک رہا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے کھڑے کھڑے پانی پیا۔ ④ لیکن کھڑے ہو کر پینے کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔

۵۶۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ الْأَخْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ قَائِمًا مِنْ زَمْزَمَ. [راجع: ۱۱۳۲۷]

[5617] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① جہور اہل علم کے نزدیک کھڑے کھڑے پانی پینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ کوئی عذر بیٹھنے سے مانع ہو۔ ② ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کھڑے کھڑے پانی پینے پر جھڑکا۔ ③ جہور اہل علم کے نزدیک یہ بھی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے، تاہم بیٹھ کر پانی پینا بہتر ہے۔ ④ جو حضرات کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ خیال کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی وضو سے بچا ہوا پانی اور آب زمزم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں اس امر کی صراحت ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 17 - جس نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے پیا

(۱۷) بَابُ مَنْ شَرِبَ وَهُوَ وَاَقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ

🌞 وضاحت: اونٹ پر بیٹھے بیٹھے کوئی چیز پینا، اس سے کھڑے ہو کر پینے کا جواز فراہم نہیں ہوتا کیونکہ اس میں دونوں پہلو

① سنن أبي داود، الاشریہ، حدیث: 3717، 2 صحیح مسلم، الاشریہ، حدیث: 5279 (2026)، ③ جامع الترمذی، الاشریہ،

حدیث: 1892، ④ صحیح مسلم، الاشریہ، حدیث: 5277 (2025)۔



ہیں: یہ کھڑے ہو کر پینے سے بھی مشابہت رکھتا ہے کہ اونٹ چل رہا ہوتا ہے اور بیٹھ کر پینے سے بھی مشابہت پائی جاتی ہے کہ انسان اس پر بیٹھا ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ایک مستقل حالت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حالت میں پینے کا جواز ثابت کیا ہے۔

۵۶۱۸ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ: أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحٍ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، فَأَخَذَ بِهِ فَسَرَبَهُ. [راجع: ۱۶۵۸]

[5618] حضرت ام فضل بنت حارث رحمہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے لیے دودھ کا ایک پیالہ بھیجا جبکہ آپ عرفہ کی شام میدان عرفات میں کھڑے تھے۔ آپ نے وہ پیالہ اپنے دست مبارک سے لیا اور اسے نوش فرمایا۔

زَادَ مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ: عَلَى بَعِيرِهِ. مالک نے ابو نصر سے بیان کیا تو اس روایت میں یہ اضافہ تھا کہ آپ اس وقت اونٹ پر تشریف فرما تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے یہ ہے کہ اونٹ پر سوار رہ کر کھانا پینا درست ہے، یہ کھڑے کھڑے کھانے پینے میں شامل نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فعل، جواز کے لیے کافی ہے اور ایسا کرنا ممنوعہ صورت میں داخل نہیں ہے۔ جب زمین پر کھڑے کھڑے پینا جائز ہے تو کھڑے جانور پر بیٹھ کر کھانا پینا تو بالادولی جائز ہوگا۔ ② واضح رہے کہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک تھا تو حضرت ام فضل رحمہا نے شک دور کرنے کے لیے دودھ کا پیالہ بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے پی لیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ اس وقت روزے سے نہیں تھے۔<sup>(۱)</sup>

باب: 18- پینے پلانے میں دائیں جانب والا زیادہ حق دار ہے، پھر اس کی دائیں جانب والا

(۱۸) بَابُ: الْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ، فِي الشَّرْبِ

[5619] حضرت انس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پانی ملایا ہوا دودھ پیش کیا گیا جبکہ آپ کی دائیں جانب ایک دیہاتی اور بائیں جانب سیدنا ابوبکر رحمہ اللہ تھے۔ آپ ﷺ نے وہ دودھ پیا اور بچا ہوا اعرابی کو دیا اور فرمایا: ”دائیں جانب والے زیادہ حق دار ہیں پھر اس کی دائیں جانب والے۔“

۵۶۱۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ [قَالَ]: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَبَى بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أُعْطِيَ الْأَعْرَابِيُّ، وَقَالَ: «الْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ». [راجع: ۲۳۵۲]

☀ فائدہ: اگر لوگ کسی کے آگے یا پیچھے بیٹھے ہوں یا بائیں جانب بیٹھے ہوں تو بڑے کو ترجیح ہوگی، یعنی پینے پلانے کا آغاز بڑے آدمی سے ہوگا۔ اگر دائیں بائیں بیٹھے ہوں تو دائیں جانب والوں کو ترجیح ہوگی، پھر بڑے چھوٹے کا خیال نہیں رکھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو دائیں جانب بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ پسندیدہ کام دائیں جانب سے شروع کرتے تھے۔ بہر حال مسادیانہ حیثیت کے وقت دائیں جانب کو مقدم کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

(۱۹) بَابُ: هَلْ يَسْتَأْذِنُ الرَّجُلُ مَنْ عَنِ يَمِينِهِ فِي الشَّرْبِ لِيُعْطِيَ الْأَعْجَبُ؟

باب: 19- کیا کوئی دائیں جانب بیٹھنے والے سے اجازت لے کر بائیں جانب بڑے آدمی کو دے سکتا ہے؟

۵۶۲۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ - وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاحُ - فَقَالَ لِلْغُلَامِ: «أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟» فَقَالَ الْغُلَامُ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أُؤْذِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ. [راجع: ۲۳۵۱]

[5620] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مشروب لایا گیا آپ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا۔ آپ کے دائیں جانب ایک نو عمر لڑکا تھا جبکہ بائیں جانب بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ نے لڑکے سے فرمایا: ”کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں بچا ہوا شربت ان شیوخ کو دے دوں؟“ بچے نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! آپ کے پس ماندہ سے ملنے والے اپنے حصے کے معاملے میں کسی پر ایثار نہیں کروں گا۔ راوی نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے زور سے اس کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔

☀ فوائد و مسائل: ① حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ پیالہ بادل خواستہ لڑکے کے ہاتھ میں دیا کیونکہ آپ کی خواہش تھی کہ وہ بڑوں کے لیے ایثار کرتا، مگر اس نے ایسا نہ کیا تو آپ نے بھی حق و انصاف کا خون کرنا پسند نہ فرمایا۔ ایک حدیث سے پتا چلتا ہے کہ دائیں جانب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پینے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے پیا۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر اچھے کام میں دائیں جانب کو بائیں جانب پر ترجیح حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا تبرک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اس میں بڑی عمدوں کا احترام ملحوظ تھا۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عزت افزائی کا کوئی

موقع حاصل ہو رہا ہو تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے لیکن اس کے حصول کے لیے ایسا انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے دوسروں کی تحقیر ہوتی ہو۔

## (۲۰) بَابُ الْكَزْعِ فِي الْحَوْضِ

## باب: ۲۰- حوض سے منہ لگا کر پانی پینا

56211 حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قبیلۃ انصار کے ایک صحابی کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ایک رفیق (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) بھی تھے نبی ﷺ اور آپ کے ساتھی نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا، پھر عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بڑی گرمی کا وقت ہے، اور وہ اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے فرمایا: ”اگر تمہارے پاس مشکیزے میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے تو پلاؤ ورنہ ہم (اس حوض سے) منہ لگا کر پی لیں گے۔“ اور وہ اس وقت بھی باغ کو پانی دے رہا تھا اس نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس مشکیزے میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے۔ پھر وہ اپنی جھونپڑی کی طرف گیا، پیالے میں پانی لایا اور اس پر اپنی گھریلو بکری کا دودھ دوہا۔ نبی ﷺ نے اسے نوش فرمایا، پھر وہ دوبارہ لایا تو جو صاحب آپ کے ساتھ تھے انھوں نے پیا۔

۵۶۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَاحِبُهُ، فَرَدَّ الرَّجُلُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَهِيَ سَاعَةٌ حَارَّةٌ، وَهُوَ يُحَوِّلُ فِي حَائِطٍ لَهُ - يَعْنِي الْمَاءَ - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا»، وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ، فَانْطَلَقَ إِلَى الْعَرِيشِ فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ مَاءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ أَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ. [راجع: ۵۶۱۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① کَزْع کے متعدد معانی کتب لغت میں منقول ہیں۔ کَرَاعُ الْأَرْضِ اس گڑھے کو کہتے ہیں جہاں بارش وغیرہ کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ پہاڑ یا پتھر پر میدانوں سے نکلنے والے پانی کو بھی کراع کہا جاتا ہے۔ کَزْعُ الْقَوْمِ کے معنی ہیں کہ لوگوں کو بارش وغیرہ کا جمع شدہ پانی مل گیا جو انھوں نے استعمال کیا۔ اس حدیث میں کَرَعْنَا کے یہی معنی مراد ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: ”اگر تمہارے پاس ایسا پانی ہو جو رات بھر سے مشکیزے میں ہے تو لے آؤ، ورنہ ہم حوض سے جمع شدہ پانی پی لیتے ہیں۔“ کراع کے ایک معنی برتن یا ہاتھ استعمال کیے بغیر منہ سے پانی پینا بھی ہیں۔ یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اس مفہوم کے اعتبار سے بوقت ضرورت اس طرح پانی پینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ۲۰ حدیث میں اگرچہ حوض کا ذکر نہیں ہے، تاہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق دو دفعہ کہا ہے کہ وہ اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا۔ عام دستور کے مطابق پہلے کنویں

سے پانی نکالا جاتا ہے اور اسے جمع کیا جاتا ہے، پھر اسے درختوں میں لگایا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوگا پہلے وہ کنویں سے پانی نکالتا ہوگا، پھر جمع کیا ہوا پانی آگے درختوں میں لگاتا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

### (۲۱) بَابُ خِدْمَةِ الصَّغَارِ الْكِبَارِ

### باب: 21- چھوٹوں کا بڑوں کی خدمت کرنا

۵۶۲۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَصْقِيهِمْ - عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ - الْفَضِيخَ. فَقِيلَ: حُرِّمَتِ الْخَمْرُ، فَقَالُوا: اكْمِثْهَا، فَكَفَّأْنَا، قُلْتُ لِأَنَسٍ: مَا شَرَابُهُمْ؟ قَالَ: رُطْبٌ وَبُسْرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَنَسٍ: وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ، فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ. [راجع: ۲۴۶۴]

[5622] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں کھڑا اپنے قبیلے میں اپنے چچاؤں کو کھجور کی شراب پلا رہا تھا کیونکہ میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس دوران میں کہا گیا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ انھوں نے کہا: اسے پھینک دو تو ہم نے اسے الٹ دیا۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس وقت لوگ کس چیز سے تیار شدہ شراب پیتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: وہ پکی اور کچی کھجوروں کی تھی۔ حضرت ابوبکر بن انس نے کہا: یہی ان کی شراب ہوتی تھی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا۔

وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ.

(راوی حدیث کہتا ہے کہ) مجھ سے بعض لوگوں نے بیان کیا، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے فرمایا کہ ان دنوں ان کی یہی شراب ہوتی تھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① چھوٹوں کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن بڑوں کی خدمت بجالائیں، خاص طور پر جو بوڑھے محتاج ہیں ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لی جائیں۔ یہ بہت بڑی سعادت اور خوش بختی ہے۔ ② اس حدیث کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے، انھوں نے اپنے بڑوں اور بزرگوں کی خدمت گزاری کے فرائض سرانجام دیے۔ جو آج کسی کی خدمت کرتا ہے کل اس کی دوسرے خدمت کریں گے سچ ہے: ہر کہ خدمت کند مخدوم شد۔

### (۲۲) بَابُ نَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ

### باب: 22- برتن ڈھانپ کر رکھنا

۵۶۲۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا

[5623] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رات کا جب آغاز ہو یا جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیطان منتشر ہوتے ہیں۔ پھر جب رات کا کچھ



كَانَ جُنْحَ اللَّيْلِ - أَوْ أَمْسَيْنُكُمْ - فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْشِيرُ حَبْنَيْدَ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ، وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ، وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا، وَأَوْكُوا قِرْبَتَكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ، وَخَمِّرُوا آيَتَكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ، وَلَوْ أَنْ تَعْرِضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا، وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ». [راجع: ۳۲۸۰]

حصہ گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو اور دروازے بند کر لو، اس وقت اللہ کا نام یاد کرو، شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا اور اللہ کا نام لے کر اپنے مشکیزوں کا منہ بند کر دو، نیز اللہ کا نام لے کر پانی کے برتنوں کو ڈھانپ رکھو، خواہ عرض کے بل کوئی لکڑی ہی رکھ دو اور اپنے چراغ بجھا دیا کرو۔“

☀ فائدہ: طبی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ رات کی روشنی گل کر کے سونا بہت آرام کا باعث ہوتا ہے۔ چراغ جلتا چھوڑنے کا حدیث میں یہ نقصان بیان ہوا ہے: ”چوہیا لوگوں کے گھروں کو جلا ڈالتی ہے۔“ یعنی وہ جلتی بتی کو گھسیٹ لے جاتی ہے، جس سے گھر جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بجلی، گیس اور کونے کی آگ بجلی جلتی چھوڑ کر سونا بہت معصحت ہے، اس سے بھی آگ لگ جاتی ہے، بجلی کا سرکٹ شارٹ ہو جاتا ہے۔ گیس کی وجہ سے لوگوں کی اموات واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو بجلی کا ہلکی روشنی والا بلب روشن رکھا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں یہ خطرہ نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

۵۶۲۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ، وَغَلِقُوا الْأَبْوَابَ، وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ، وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ - وَأُخْبِسْهُ قَالَ: - وَلَوْ بِعُودٍ تَعْرِضُهُ عَلَيْهِ». [راجع: ۳۲۸۰]

[5624] حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم جب سونے لگو تو چراغ گل کر دو، دروازے بند کر دو، مشکیزوں کے منہ باندھ دو اور کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ دو۔“ میرا خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا: ”اگر چہ کوئی لکڑی ان پر عرض کے بل رکھ دو۔“

☀ فوائد و مسائل: ① خالی چھوٹا برتن الٹا کر کے رکھ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے مذکورہ بالا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جب برتن میں کوئی چیز ہو یا برتن زیادہ بڑا ہو تو ڈھانپ دینا چاہیے۔ ② غور فرمائیں ہماری شریعت کس قدر کامل ہے کہ اس میں روزمرہ کی ضروریات کے متعلق پوری پوری رہنمائی ہے جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی۔ خطرناک اشیاء سے احتیاط ضروری ہے۔ دروازہ بند کرتے وقت، برتن ڈھانکتے وقت اور مشکیزے کا منہ باندھتے وقت اگر اللہ کا نام لے لیا جائے تو اس کی برکت سے انسان شیطانی شرارتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اگر سنت سمجھ کر ان پر عمل کیا جائے تو خارجی حفاظت کے ساتھ

ساتھ یہ امور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

### (۲۳) بَابُ اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ

باب: 23 - مشکیزے کا منہ اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینا

[5625] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزوں کے اختناث سے منع فرمایا، یعنی مشکیزوں کا منہ اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینے سے روکا ہے۔

۵۶۲۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ - يَعْنِي أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبَ مِنْهَا - . [انظر:

[۵۶۲۶]

[5626] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے مشکیزوں کے اختناث سے منع فرمایا ہے۔

۵۶۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ.

عبداللہ نے کہا کہ معمر وغیرہ نے بیان کیا: اختناث، مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں۔

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: قَالَ مَعْمَرٌ أَوْ غَيْرُهُ: هُوَ الشُّرْبُ مِنْ أَفْوَاهِهَا . [راجع: ۵۶۲۵]

☀️ **فوائد ومسائل:** ① مشکیزے کے منہ سے یا ل کو منہ لگا کر پانی پینا ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ ممکن ہے کہ مشکیزہ خراب ہو، اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے اندر کوئی موزی چیز داخل ہو گئی ہو اور پینے والے کو اس کی خبر نہ ہو اور تکلیف پہنچے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے اس ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رات کے وقت مشکیزے کا منہ لٹایا تو اس سے سانپ نکل آیا۔<sup>۱</sup> ② انسان کو چاہیے کہ حتی الوسع رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر عمل کرے، بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہے۔

### (۲۴) بَابُ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السَّقَاءِ

باب: 24 - مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینا

وضاحت: پہلے باب میں مشکیزے کے منہ کو اوپر کی طرف موڑ کر اندر کی جانب سے پانی پینے کی ممانعت تھی۔ اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کوئی مشکیزے کا منہ اوپر کی طرف نہ موڑے بلکہ اس کا منہ کھول کر براہ راست اس سے پانی پینے لگے تو بھی ممانعت ہے۔

[5627] حضرت ایوب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم سے حضرت عکرمہ نے کہا: کیا میں تمہیں چند چھوٹی چھوٹی باتیں نہ بتاؤں جو ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھیں؟ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا تھا، نیز اس سے بھی منع کیا کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھوئی لگانے سے روکے۔

۵۶۲۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ: قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ: أَلَا أَخْبِرُكُمْ بِأَشْيَاءٍ قَصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا أَبُو هُرَيْرَةَ؟ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشَّرْبِ مِنْ فَمِ الْقُرْبَةِ أَوِ السَّقَاءِ، وَأَنْ يَمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشْبَهُ فِي دَارِهِ. [راجع: ۲۴۶۳]

[5628] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا تھا۔

۵۶۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السَّقَاءِ. [راجع: ۲۴۶۳]

[5629] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا تھا۔

۵۶۲۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرْعٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الشَّرْبِ مِنْ فِي السَّقَاءِ.

🌞 نواد و مسائل: ① مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پانی پینا بہت خطرناک ہے۔ ممکن ہے منہ کھولنے سے اس قدر پانی پیٹ میں زیادہ چلا جائے کہ جان کے لالے پڑ جائیں۔ صراحی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے ہاں ایک مشک لٹک رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے کھڑے اس سے منہ لگا کر پانی پیا۔ انھوں نے وہن مبارک کی برکت کے خیال سے مشک کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔ ② اس حدیث سے مشکیزے کے منہ سے پینے کا جواز معلوم ہوتا ہے جبکہ سابقہ باب کی حدیثوں سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے؟ ان میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ مجبوری کے وقت مشک کے منہ سے پانی پینا جائز ہے، مثلاً: مشکیزہ لٹکا ہوا ہو، اسے اتارنا نہ جاسکتا ہو یا برتن میسر نہ ہو اور ہتھیلی سے پینا بھی ناممکن ہو تو اس صورت میں مشکیزے سے براہ راست پینا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو ممانعت کی حدیث پر عمل کیا جائے۔ ۲

## (۲۵) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ

## باب: 25- برتن میں سانس لینے کی ممانعت

[5630] حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی پانی پے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اور جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔ اور جب استنجا کرے تو دائیں ہاتھ سے نہ کرے۔“

۵۶۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ، وَإِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسُّحُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا تَمَسَّحَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ». [راجع: ۱۵۳]

فائدہ: پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لینے کی حکمت یہ ہے کہ ایسا کرنے سے اس میں تھوک وغیرہ پڑ سکتا ہے جسے طبیعت ناگوار محسوس کرتی ہے۔ برتن میں سانس لینا موجودہ طب کے لحاظ سے بھی درست نہیں کیونکہ معدے کے بخارات پانی میں داخل ہو سکتے ہیں جس سے بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ حفظ ما تقدم کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر پانی، دودھ یا کوئی اور مشروب پیتے ہوئے سانس لینے کی ضرورت ہو تو برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا چاہیے، پھر حسب ضرورت دوبارہ پی لیا جائے۔ برتن ہی میں سانس لے کر دوبارہ پینا شروع کروینا کسی صورت میں بھی اچھا نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

## (۲۶) بَابُ الشَّرْبِ بِتَفْسِينٍ أَوْ ثَلَاثَةٍ

## باب: 26- پانی دو یا تین سانس میں پینا چاہیے

[5631] حضرت ثمامہ بن عبد اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ سیدنا انس ؓ (پیتے وقت) برتن میں دو یا تین سانس لیتے اور کہتے تھے کہ نبی ﷺ پانی پیتے وقت تین سانس لیتے تھے۔

۵۶۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كَانَ أَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا.

فائدہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پانی پیتے وقت ایک ہی سانس سے نہ پیا جائے بلکہ اس دوران میں تین سانس لیے جائیں اور سانس لیتے وقت برتن کو منہ سے الگ کر دیا جائے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی وضاحت ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی پانی وغیرہ پے تو اسے برتن میں سانس نہیں لینا چاہیے۔ اگر دوبارہ پینا چاہے تو برتن منہ سے ہٹائے، پھر چاہے تو دوبارہ مزید پی لے۔“<sup>(۱)</sup> حافظ ابن حجر ؒ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت



ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیتے وقت تین سانس لیتے تھے۔ جب پیالہ منہ کے قریب کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب اسے منہ سے ہٹاتے تو الحمد للہ پڑھتے۔ اس طرح تین دفعہ کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

### (۲۷) بَابُ الشُّرْبِ فِي آيَةِ الذَّهَبِ

۵۶۳۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى، فَأَتَاهُ دُهْقَانٌ بِقَدَحٍ فُضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهُ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنْ الْحَرِيرِ وَالذَّبْيَاجِ، وَالشُّرْبِ فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفُضَّةِ، وَقَالَ: «هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهَنَّ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ». [راجع: ۵۴۲۶]

### باب: ۲۷- سونے کے برتنوں میں پینا

[5632] حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، انھوں نے پانی مانگا تو ایک دیہاتی نے ان کو چاندی کے برتن میں پانی لا کر دیا، انھوں نے برتن اس پر پھینک مارا اور فرمایا کہ میں نے برتن صرف اس لیے پھینکا ہے کہ میں اس شخص کو منع کر چکا تھا لیکن یہ باز نہیں آیا۔ بلاشبہ نبی ﷺ نے ہمیں ریشم اور دیا پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا: ”یہ چیزیں ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہیں آخرت میں ملیں گی۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) شہر مدائن، وریائے دجلہ کے کنارے بغداد سے سات فرسنگ (فرسخ) کی مسافت پر آباد تھا۔ اس جگہ ایوان کسری کی عمارت تھی۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا کافروں کی عادت ہے۔ کفار کی عادت اختیار کرنے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے، البتہ سونے کے زیورات عورتوں کے لیے مباح ہیں۔ مردوں کے لیے صرف چاندی جائز ہے، لیکن سونے چاندی کے برتن مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہیں۔ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرے گا جنت میں اسے خاص نعمتیں حاصل ہوں گی۔

### (۲۸) بَابُ آيَةِ الْفُضَّةِ

۵۶۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ وَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: «لَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفُضَّةِ،

### باب: ۲۸- چاندی کے برتن استعمال کرنا

[5633] حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے، انھوں نے نبی ﷺ کا ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ”سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ پیو، نیز ریشم اور دیا بھی نہ پہنو کیونکہ

وَلَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَالْدِّبَاجَ، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ. [راجع: ۵۱۲۶]

یہ چیزیں ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہوں گی۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① چاندی اور سونے کے برتنوں میں مسلمانوں کے لیے کھانا پینا قطعاً حرام ہے، البتہ کافر لوگ اس دنیا میں سونے اور چاندی کے برتن بڑے فخر و غرور سے استعمال کرتے ہیں اور مال داروں کے سامنے ان میں کھانے پینے کی چیزیں پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان میں کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔ ② اس کے حرام ہونے کی صرف یہ وجہ نہیں کہ اسے کفار استعمال کرتے ہیں بلکہ اس کے استعمال سے فقراء اور محتاج لوگوں کی دل شکنی ہوتی ہے، نیز یہ تکبر و غرور کی علامت ہے، اس کے علاوہ ان کے استعمال میں اسراف بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۶۳۴ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجْرَجُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ».

[5634] ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ غٹ غٹ کر کے ڈال رہا ہے۔“

🌞 فائدہ: عربی زبان میں جر جرہ اونٹ کی اس آواز کو کہتے ہیں جو وہ ڈالتے وقت نکالتا ہے۔ ممکن ہے وہ پانی آگ بن جائے اور اس کے پیٹ میں جوش مارے جس سے اس قسم کی آواز پیدا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جہنم کی آگ کی حقیقی آواز ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ بہر حال چاندی وغیرہ کے برتن استعمال کرنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔

۵۶۳۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ سُؤَيْدِ بْنِ مِقْرَنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيطِ الْعَاطِسِ، وَاجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِثْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ - أَوْ قَالَ: فِي آيَةِ الْفِضَّةِ -

[5635] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع کیا: آپ نے ہمیں بیمار کی عیادت کرنے، جنازے کے پیچھے جانے، چھینکنے والے کو جواب دینے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے، سلام پھیلانے، مظلوم کی مدد کرنے اور قسم دینے والے کی قسم پوری کرنے کا حکم دیا۔ اور آپ نے ہمیں سونے کی انگلی (پہننے)، چاندی کے برتن میں پینے، ریشمی گدے استعمال کرنے، قس، دیباچ اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

الْمَيَاثِرُ، وَالْقَسِيُّ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذِّيَّاجِ  
وَالْإِسْتَبْرَقِ. [راجع: ۱۲۳۹]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① قس، دیاج اور استبرق ریشم کی مختلف قسمیں ہیں۔ ہر قسم کا ریشم مردوں کے لیے حرام ہے۔ ریشمی گدے اور پچھو نے مردوں کے لیے تو بالاتفاق حرام ہیں لیکن عورتوں کے لیے کچھ حضرات حلال سمجھتے ہیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق عورتوں کو بھی ان کے استعمال سے احتیاط کرنی چاہیے، البتہ ریشمی لباس پہننے کی انہیں اجازت ہے۔ ② اس حدیث میں چاندی کے برتنوں میں پینے کی ممانعت کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔

باب: 29- پیالوں اور کٹوروں میں پینا

[5635] حضرت ام فضل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی ﷺ کے روزے کے متعلق شک کیا تو آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا جسے آپ نے نوش جاں فرمایا۔

(۲۹) بَابُ الشَّرْبِ فِي الْأَقْدَاحِ

۵۶۳۶ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ: أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَبُعِثَ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَهُ. [راجع: ۱۶۵۸]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① رسول اللہ ﷺ کے دودھ پینے سے لوگوں کا یہ تردد ختم ہو گیا کہ عرفہ کے دن روزے سے ہیں یا نہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ کے تمام پیالے لکڑی کے تھے۔ آپ ﷺ کا ایک پیالہ ٹوٹ گیا تھا تو اسے چاندی کی زنجیر سے جوڑا گیا، البتہ فاسق فاجر لوگ سونے اور چاندی کے پیالوں میں کھاتے ہیں، لہذا ایسے پیالوں میں کھانا پینا ممنوع ہے۔

باب: 30- نبی ﷺ کے پیالے اور آپ کے برتنوں میں کھانا پینا

(۳۰) بَابُ الشَّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَتَيْتِهِ

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں تمہیں اس پیالے میں نہ پلاؤں جس میں نبی ﷺ نے پیا تھا؟

وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ: قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: أَلَا أَسْقِيكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِ؟

🌞 **وضاحت:** کچھ لوگوں کو خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے پیالے اور برتنوں کو استعمال کرنا ناجائز نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق آپ کی اجازت نہیں اور یہ غیر کے مال میں تصرف کرنا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے ذریعے

سے مذکورہ خیال کی تردید کی ہے کہ سلف صالحین ان میں کھاتے پیتے تھے اور آپ کا مال وقف تھا جس سے ہر مسلمان کو فائدہ حاصل کرنے کا حق ہے۔ یہ ایک تاریخی یادگار ہیں جنہیں دیکھنے اور استعمال کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی یاد تازہ ہوتی ہے اور خوشی بھی حاصل ہوتی ہے۔<sup>(۱)</sup> امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ متصل سند سے بھی بیان کیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

[5637] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے ایک عرب خاتون کا ذکر کیا گیا تو آپ نے حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کی طرف یہاں آنے کا پیغام بھیجیں۔ انہوں نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو وہ حاضر ہوئی اور بنو ساعدہ کے مکانات میں ٹھہری۔ نبی ﷺ بھی تشریف لائے اور اس کے پاس گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ عورت سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جب نبی ﷺ نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تجھے پناہ دی۔“ لوگوں نے اس سے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون تھے؟ اس نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ تھے اور تم سے نکاح کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس نے کہا: پھر میں تو انتہائی بدنصیب رہی۔ اس روز نبی ﷺ تشریف لائے اور سقیفہ بنو ساعدہ میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے، پھر فرمایا: ”اے سہل! پانی پلاؤ۔“ سہل کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے لیے یہ پیالہ نکالا اور اس میں آپ کو پانی پلایا۔ پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہمارے لیے بھی وہ پیالہ نکال کر لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے یہ پیالہ مانگ لیا تھا تو انہوں نے یہ ان کو ہبہ کر دیا تھا۔

۵۶۳۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دُكِرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ امْرَأَةٌ مِنَ الْعَرَبِ فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ أَنْ يُرْسِلَ إِلَيْهَا، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَقَدِمَتْ، فَتَزَلَّتْ فِي أُجْمِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جَاءَهَا، فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَإِذَا امْرَأَةٌ مُتَّكِسَةٌ رَأْسَهَا، فَلَمَّا كَلَّمَهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ، فَقَالَ: «قَدْ أَعَذْتُكَ مِنِّي». فَقَالُوا لَهَا: أَتَدْرِينَ مَنْ هَذَا؟ قَالَتْ: لَا، قَالُوا: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَاءَ لِيَخْطُبَكَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَنَا أَشَقَى مِنْ ذَلِكَ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَئِذٍ حَتَّى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، ثُمَّ قَالَ: «اسْقِنَا يَا سَهْلُ». فَأَخْرَجَتْ لَهُمْ هَذَا الْقَدَحَ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ. فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذَلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذَلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ. [راجع: ۵۲۵۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ان دنوں مدینہ طیبہ کے گورنر تھے۔ ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بطور تبرک رسول اللہ ﷺ کے پیالے میں پیتے تھے، چنانچہ بعض صحابہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے تبرکات تھے جیسا کہ حضرت انس،



حضرت سہل اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے پیالے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک تھا۔ ان حضرات نے ان تبرکات کو بطور برکت اپنے پاس رکھا تھا، اصل برکت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔<sup>۱</sup>

[5638] حضرت عاصم احول سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس نبی ﷺ کا پیالہ دیکھا جو ٹوٹ گیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے چاندی کے تار سے جوڑ دیا۔ حضرت عاصم نے کہا کہ وہ پیالہ عمدہ، فراخ اور نضار کے درخت سے بنا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے متعدد دفعہ اس سے رسول اللہ ﷺ کو پانی پلایا تھا۔

۵۶۳۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُذْرِكٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ قَالَ: رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَدْ انْصَدَعَ فَسَلَسَلَهُ بِفِضَّةٍ، قَالَ: وَهُوَ قَدَحٌ جَبْدٌ عَرِيضٌ مِنْ نَضَارٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا. [راجع: ۳۱۰۹]

ابن سیرین کہتے ہیں کہ اس پیالے میں لوہے کا ایک حلقہ تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا حلقہ لگا دیں تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کریں، پھر انھوں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔

قَالَ: وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: إِنَّهُ كَانَ فِيهِ حَلَقَةٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَأَرَادَ أَنَسٌ أَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا حَلَقَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَقَالَ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ: لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَتَرَكَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① صحیح مسلم میں ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو اس پیالے سے شہد، نبیذ، پانی اور دودھ پلاتا رہا ہوں۔<sup>②</sup> حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے اور اس میں پانی بھی پیا ہے۔<sup>③</sup> رسول اللہ ﷺ کے تبرکات کی تفصیل ہم کتاب فرض الخمس باب: 5 کے تحت بیان کر آئے ہیں، ایک نظر اسے دیکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم.

باب: 31 - برکت والا اور تبرک پانی اور اس کا پینا

(۳۱) بَابُ شُرْبِ الْبَرَكَةِ وَالْمَاءِ الْمُبَارَكِ

🌞 وضاحت: عربی زبان میں مبارک چیز کو بھی برکت سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا جب سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں تو انھوں نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ انھوں نے سونے کی ٹڈیوں کو برکت کہا۔<sup>④</sup>

① فتح الباری: 123/10. ② صحیح مسلم، الأشربة، حدیث: 5237 (2008). ③ صحیح البخاری، أحادیث الأنبياء،

۵۶۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ: قَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ حَضَرَتِ الْعَصْرُ، وَلَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ غَيْرُ فَضْلَةٍ، فَجُعِلَ فِي إِنْاءٍ، فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ بِهِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ، ثُمَّ قَالَ: «حَيَّ عَلَى أَهْلِ الْوُضُوءِ، الْبَرَكَةُ مِنَ اللَّهِ»، فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَتَوَضَّأَ النَّاسُ وَشَرَبُوا، فَجَعَلْتُ لَا أَلُو مَا جَعَلْتُ فِي بَطْنِي مِنْهُ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ بَرَكَةٌ، قُلْتُ لِيَجَابِرُ: كَمْ كُنتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: أَلْفٌ وَأَرْبَعُمِائَةٍ.

[5639] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی ﷺ کے ہمراہ تھا جبکہ عصر کا وقت ہو گیا اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اسے ایک برتن میں ڈال کر نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور انگلیاں پھیلا دیں، پھر فرمایا: ”اے وضو کرنے والو! وضو کرلو۔ یہ اللہ کی طرف سے برکت ہے۔“ میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا، چنانچہ سب لوگوں نے اس سے وضو کیا اور اسے نوش کیا۔ میں نے اس امر کی پروا کیے بغیر کہ پیٹ میں کتنا پانی جا رہا ہے خوب پانی پیا کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ بابرکت پانی ہے۔ (راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اس دن آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے کہا: ایک ہزار چار سو۔

تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ. وَقَالَ حُصَيْنٌ وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةٍ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ: خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً. وَتَابَعَهُ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ جَابِرٍ [راجع: ۳۵۷۶].

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں عمرو بن دینار نے سالم کی متابعت کی ہے۔ حصین اور عمرو بن مرہ نے سالم کے ذریعے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پندرہ سو کی تعداد بیان کی ہے۔ سعید بن مسیب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں حضرت سالم کی متابعت کی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① پانی میں اسراف اگرچہ ممنوع ہے لیکن بابرکت اشیاء کے کھانے پینے میں اسراف ممنوع نہیں ہے۔ اسے زیادہ مقدار میں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس سے کوئی کراہت ہی کا پہلو نکلتا ہے۔ ② عام حالات میں پیٹ کا تیسرا حصہ پانی کے لیے ہونا چاہیے لیکن بابرکت پانی پینے میں یہ پابندی نہیں ہے کیونکہ برکت کی ضرورت سیرابی سے زیادہ ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کو بھی اس امر کی اطلاع تھی لیکن آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو منع نہیں کیا۔<sup>۱</sup>

## مرض اور اس کی اقسام

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے لیے بنائی ہے تاکہ وہ اس سے فائدہ حاصل کر کے اس کی عبادت میں مصروف رہے اور ان پر غور و فکر کر کے اس کی معرفت حاصل کرے، پھر جب وہ حد اعتدال سے گزر جاتا ہے تو مریض بن جاتا ہے۔ اگر کھانے پینے میں حد اعتدال سے آگے نکلا تو کئی جسمانی بیماریوں کا شکار ہوگا اور اگر غور و فکر کرنے میں افراط و تفریط میں مبتلا ہوا تو بے شمار روحانی امراض اسے اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں۔“<sup>1</sup> ان چیزوں میں جو مضر صحت تھیں یا جو انسانی غیرت و آبرو یا عقل کے لیے نقصان دہ تھیں انہیں حرام قرار دے کر باقی چیزیں انسان کے لیے حلال کر دیں۔ ان چیزوں کی کمی بیشی سے انسانی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔

اہل علم نے بیماری کی دو قسمیں ذکر کی ہیں: ○ دل کی بیماریاں۔ ○ جسم کی بیماریاں۔ دل کی بیماریوں کے دو سبب ہیں: \* شکوک و شبہات: اللہ تعالیٰ کی تعلیمات میں شکوک و شبہات سے نفاق اور کفر و عناد پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ان الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے: ”ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں بڑھا دیا ہے۔“<sup>2</sup> یہ نفاق اور کفر و عناد کی بیماری ہے جو شکوک و شبہات سے پیدا ہوتی ہے۔ \* شہوات و خواہشات: انسانیت سے نکل کر حیوانیت میں چلے جانا، شہوات کہلاتا ہے۔ ان سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کی بیماری ہے کوئی امید (نہ) پیدا کرے۔“<sup>3</sup> اس آیت کریمہ میں جس بیماری کا ذکر ہے وہ شہوات کی بیماری ہے۔ دل کی بیماریوں کا علاج اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات سے ہو سکتا ہے کیونکہ ان بیماریوں کے اسباب و علاج کی معرفت صرف رسولوں کے ذریعے سے ممکن ہے۔ اس سلسلے میں وہی روحانی طبیب ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت، دلی بیماریوں کی شفا اور اہل ایمان کے لیے ہدایت و رحمت آجینگی ہے۔“<sup>4</sup> بدن کی بیماریاں مزاج میں تبدیلی سے پیدا ہوتی ہیں۔ انسانی مزاج چار چیزوں سے مرکب ہے: سردی، گرمی، خشکی اور رطوبت۔ جب ان میں کمی بیشی ہوتی ہے تو اس سے جسمانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

فقہاء نے بیماریوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے: ○ ایسی بیماری جو خطرناک نہیں ہوتی، جس سے موت واقع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، جیسے: آنکھ کا دکھنا یا معمولی سردی اور ہلکا پھلکا بخار وغیرہ۔ ○ ایسی بیماری جو دیر تک رہتی ہے، جیسے: فالج، تپ دق وغیرہ۔ اس قسم کی بیماری کے باوجود انسان صاحب فراش نہیں ہوتا بلکہ چلتا پھرتا رہتا ہے۔ ○ خطرناک بیماری جس سے موت واقع ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے: دماغ کی شریانوں کا پھٹ جانا یا انتڑیوں وغیرہ کا کٹ جانا۔ ایسی بیماری سے انسان جلد ہی موت کا لقمہ بن جاتا ہے۔ ○ ایسی خطرناک بیماری جس سے جلد موت واقع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، جیسے: دل کا بڑھ جانا یا جگر و گردوں کا خراب ہونا۔ پھر بیماری کے حوالے سے مریض کے متعلق احکام و مسائل اور حقوق و واجبات ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت بیماری اور بیماریوں کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے اڑتالیس (48) مرفوع احادیث کا انتخاب کیا ہے جن میں سے سات (7) معلق اور باقی اکتالیس (41) متصل سند سے مروی ہیں، پھر چونتیس (34) مکرر اور چودہ (14) خالص ہیں۔ ان میں سے چار (4) کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم سے مروی تین (3) آثار بھی پیش کیے ہیں، پھر بیماری اور مریض کے متعلق بائیس (22) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کیے ہیں جن سے ان کی قوت فہم اور دقت نظر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چیدہ چیدہ عنوان حسب ذیل ہیں: \* بیماری گناہوں کا کفارہ ہے۔ \* بیماری کی شدت اور اس کی حیثیت۔ \* بیمار کی تیمارداری ضروری ہے۔ \* بے ہوش آدمی کی عیادت کرنا۔ \* عورتیں، مردوں کی عیادت کر سکتی ہیں۔ \* مشرک کی عیادت بھی جائز ہے۔ \* عیادت کے وقت کیا کہا جائے؟ \* مریض آدمی کا موت کی آرزو کرنا۔ ہم نے حسب توفیق واستطاعت ان احادیث پر تشریحی نوٹ بھی لکھیں ہیں۔ مطالعہ کے وقت انھیں پیش نظر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمت والی بابرکت تندرستی کی نعمت عطا کرے اور ہر قسم کی بیماری سے محفوظ رکھے۔ آمین۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 75 - كِتَابُ الْمَرْضَى

### مریضوں کا بیان

باب: 1- بیماری گناہوں کا کفارہ ہے

(۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرْضَى

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿مَنْ يَمَسَّ سُوءًا يُجْزَى﴾ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو شخص برا عمل کرے گا، اسے اس (عمل) کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔“ [النساء: ۱۲۳]

وضاحت: معتزلہ کا موقف ہے کہ ہر گناہ کے بدلے آخرت میں عذاب ہوگا بشرطیکہ توبہ نہ کی جائے۔ انھوں نے اس آیت کریمہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید فرمائی ہے کہ ہر گناہ کے بدلے آخرت میں عذاب ہونا ضروری نہیں کیونکہ ممکن ہے اسے دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے جو بیماری اور تکلیف کی صورت میں ہو سکتا ہے، چنانچہ یہ آیت اتری تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اب تو عذاب سے کوئی بھی نجات نہیں پاسکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے! کیا تو کبھی بیمار نہیں ہوا؟ کیا تجھے کبھی رنج و الم نہیں پہنچا؟“ انھوں نے عرض کی: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: ”یہی بدلہ ہے۔“<sup>(۱)</sup>

۵۶۴۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ [الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ]: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ: [أَنَّ] عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا عَنْهُ حَتَّى السَّوَكَةِ يُشَاكُهَا».

[5640] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مصیبت بھی کسی مسلمان کو پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کانٹا بھی چھ جائے تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔“

[5642, 5641] حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”مسلمان کو جو بھی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ اسے کوئی گناہ بھی چھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔“

٥٦٤٢، ٥٦٤١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ، وَلَا أَذًى، وَلَا غَمٍّ - حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا - إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ».

🕌 فوائد و مسائل: ① ان احادیث کا سبب ورود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت اچانک تکلیف ہوئی تو آپ شدت درد کی وجہ سے بستر پر کروٹیں لینے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ ناراض ہو جاتے۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ”صالحین کو مصائب و آلام سے دو چار کیا جاتا ہے۔“ ② ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بھی بلند کرتا ہے۔ ③ اس کا مطلب یہ ہے کہ تکلیف، رفع عقاب اور حصول ثواب دونوں کا سبب بن جاتی ہے۔ بہر حال اگر انسان کو تکلیف آئے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، اور اگر اسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر برداشت کرے تو حصول ثواب کا بھی باعث ہے۔ ④

[5643] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مومن کی مثال پودے کی ہری شاخ جیسی ہے جسے ہوا ادھر ادھر جھکا دیتی ہے اور کبھی اسے سیدھا کر دیتی ہے۔ اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ وہ ہمیشہ سیدھا کھڑا رہتا ہے آخر ایک ہی جھونکے سے وہ اکھڑ جاتا ہے۔“

٥٦٤٣ - حَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ، تُفَيِّئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً، وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ أَنْجَعُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً».

زکریا نے کہا: سعد بن کعب نے حضرت کعب سے اور

انھوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا۔

وَقَالَ زَكَرِيَّا: حَدَّثَنِي سَعْدٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[5644] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کی مثال درخت

٥٦٤٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ

کی ہری شاخ جیسی ہے کہ جب بھی ہوا چلتی ہے تو اسے جھکا دیتی ہے اور کبھی اسے سیدھا کر دیتی ہے، پھر مصیبت برداشت کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ اور فاجر انسان صنوبر کی طرح ہے جو سخت اور سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اسے اکھاڑ پھینکتا ہے۔“

هَلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْحَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا، فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكَفَّأَ بِالْبَلَاءِ، وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ صَمَاءً مُعْتَدِلَةً حَتَّى يَقْصِمَهَا اللَّهُ إِذَا شَاءَ». [انظر: ٧٤٦٦]

☀ فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مومن تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور اس پر راضی رہتا ہے۔ اگر اس پر کبھی تنگی یا سختی آجائے تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتا اور اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھتا ہے، پھر جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ثابت قدمی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے برعکس منافق اور کافر دنیا میں خوشحال رہتا ہے اور کسی آزمائش سے دوچار نہیں ہوتا تاکہ قیامت کے معاملات اس کے لیے سنگین ہوں۔ آخر کار جب اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے یک لخت صنوبر کے درخت کی طرح اکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ اس کی موت اس کے لیے سخت عذاب اور سنگین سزا ثابت ہو۔ واللہ اعلم۔

[5645] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اسے مصائب و آلام میں مبتلا کر دیتا ہے۔“

٥٦٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الْحُبَابِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِيبْ مِنْهُ».

☀ فوائد و مسائل: ① اس عالم رنگ و بو میں مسلمان پر ہر طرح کی مصیبتیں آتی ہیں اور تفکرات درپیش رہتے ہیں۔ وہ انھیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور اپنی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں لاتا اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات بھی بلند ہوتے رہتے ہیں، گویا یہ تکالیف گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔ ② حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے کوئی مرتبہ طے کر دیتا ہے جسے وہ عمل کے ذریعے سے نہیں حاصل کر پاتا تو اللہ تعالیٰ اسے کسی بیماری یا پریشانی یا مالی نقصان میں مبتلا کر دیتا ہے، وہ بندہ اس پر صبر کر کے اس مرتبے کو حاصل کر لیتا ہے۔

## (۲) بَابُ سِلَّةِ الْمَرَضِ

## باب: 2- بیماری کی شدت

۵۶۴۶ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ: وَحَدَّثَنِي يَشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

[5646] ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو سخت بیماری میں مبتلا نہیں دیکھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مرض وفات کی حالت بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوتی، پھر ہوش میں آتے، پانی سے کپڑا تر کر کے ہونٹوں پر لگاتے اور کہتے: موت کی بہت سختیاں ہیں۔ ② اللہ تعالیٰ ان حضرات کو سخت تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے جن میں قوت یقین، کمال صبر اور ایمان کی بہت مضبوطی ہوتی ہے۔ وہ بیماری کو حصول ثواب اور بلندی درجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں، اس لیے جس قدر بیماری سخت ہوگی اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔ واللہ المستعان۔

۵۶۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ وَهُوَ يُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتَوَعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا، قُلْتُ: إِنَّ ذَاكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، قَالَ: «أَجَلَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَدَى إِلَّا حَاتَّ اللَّهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ». [انظر: ۵۶۴۸، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۷]

[5647] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی بیماری میں حاضر خدمت ہوا جبکہ آپ کو سخت تیز بخار تھا۔ میں نے آپ سے عرض کی: بلاشبہ آپ کو بہت سخت بخار ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ آپ کو سخت تیز بخار اس لیے ہے کہ آپ کو دو گنا ثواب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ”درست ہے، جب کوئی مسلمان کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اس کے گناہ جھاڑ دیتا ہے، جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔“

🌞 فائدہ: حضرات انبیاء علیہم السلام سخت مصائب و تکالیف سے دوچار ہوئے ہیں کیونکہ مصیبت نعمت کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہوں اس پر مصائب بھی زیادہ آتے ہیں۔ جب بیماری سخت ہو جائے تو اجر بھی دو گنا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بندہ مومن سے بیماری کی وجہ سے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے دو آدمیوں جتنا بخار ہوا ہے۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے



عرض کی: پھر آپ کو اجر بھی دو آدمیوں جتنا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“

(۳) بَابُ: أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءَ الْأَنْبِيَاءِ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ

باب: 3- لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی، پھر ان سے کم فضیلت والوں کی

وضاحت: عنوان کے الفاظ دراصل ایک حدیث ہے جسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کن حضرات کو آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”انبیاء علیہم السلام کو، پھر ان سے کم درجے والوں کو، پھر ان سے کم رتبے والوں کو۔ انسان کو اس کی دینداری کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔“

[5648] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کو بہت تیز بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ہاں، مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔“ میں نے کہا: یہ اس لیے کہ آپ کو ثواب بھی دوہرا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ہاں یہی بات ہے۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ کاٹنا ہو یا اس سے کم، اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے۔“

۵۶۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُوعَكُ وَغَمًا شَدِيدًا، قَالَ: «أَجَلْ، إِنِّي أُوَعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ»، قُلْتُ: ذَلِكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، قَالَ: «أَجَلْ، ذَلِكَ كَذَلِكَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا». [راجع: ۵۶۴۷]

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے دیگر انبیاء علیہم السلام کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس کیا۔ جب پیغمبروں کو قرب الہی کے زیادہ ہونے کے باعث سنگین مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو اولیاء اللہ میں بھی یہی نسبت ہوگی، یعنی جتنا قرب الہی زیادہ ہوگا اتنی ہی تکلیف زیادہ ہوں گی۔ ② بہر حال ان احادیث میں اہل ایمان کے لیے بڑی بشارت ہے، اس لیے تکالیف و مصائب اور امراض دنیا میں اہل ایمان کو پہنچتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں انھیں بہت زیادہ اجر و ثواب اور اونچے درجات عطا فرماتا ہے۔

(۴) بَابُ وَجُوبِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ

باب: 4- بیمار کی مزاج پرسی واجب ہے

[5649] حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔“

۵۶۴۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِي». [راجع: ۳۰۴۶]

🌞 فائدہ: مریض کی تیمارداری صرف یہ نہیں کہ اس کی مزاج پرسی کر لی جائے بلکہ اسے تسلی دینا اور اس کے لیے دوا و علاج کا بندوبست کرنا بھی تیمارداری میں شامل ہے۔ بہر حال بیمار کی عیادت کرنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی تیمارداری کرتا ہے تو گویا وہ جنت کے باغات میں سیر کر رہا ہوتا ہے اور وہاں کے میوے اور پھل کھا رہا ہوتا ہے۔“<sup>۱</sup>

[5650] حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا تھا: ہمیں آپ نے سونے کی انگٹھی، ریشم، دیبا، استبرق پہننے سے اور قسی و میسرہ ریشمی کپڑوں کی دیگر جملہ اقسام سے بھی منع فرمایا تھا، نیز آپ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم جنازے کے پیچھے چلیں، مریض کی عیادت کریں اور سلام کو عام کریں۔

۵۶۵۰ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ بْنَ مِقْرَنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، وَلُبْسِ الْحَرِيرِ، وَالذَّبَبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَعَنِ الْقَسِيِّ، وَالْمِثْرَةِ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ، وَنُعُودَ الْمَرِيضَ، وَنُفْسِي السَّلَامِ. [راجع: ۱۲۳۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① احادیث کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت کے لیے مریض کی بیماری کے وقت کوئی پابندی نہیں ہے جب بھی انسان کو فرصت ملے، بیمار پرسی کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار کی تیمارداری تین دن گزر جانے کے بعد کرتے تھے۔<sup>۲</sup> لیکن اس کی سند انتہائی کمزور ہے۔ امام ابو حاتم نے تو اسے باطل قرار دیا ہے۔ تیمارداری میں حالات کی نزاکت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اہل خانہ تنگ پڑ جائیں۔ تیمارداری کرتے وقت مریض کو تسلی دینی چاہیے اور اس کے علاج کے لیے تعاون بھی کرنا چاہیے۔<sup>۳</sup> ② عیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ سے امر کا صیغہ مروی

① صحیح مسلم، البر و الصلة و الأدب، حدیث: 6552 (2568)۔ ② سنن ابن ماجہ، الجنائز، حدیث: 1437۔ ③ فتح



وضاحت: بے ہوشی دو طرح کی ہوتی ہے: ایک تو ریاہ اور گردش خون کے رک جانے کی وجہ سے ہوتی ہے اور دوسری شیطان کی دراندازی سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی بے ہوشی کو اگر صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی فضیلت ہے۔

[5652] حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: ضرور دکھائیں۔ انھوں نے کہا: اس سیاہ فام عورت نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے، اس وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔ آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو چاہے تو صبر کر، اس کے عوض تجھے جنت ملے گی اور اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں کہ تجھے تندرستی دے۔“ اس نے کہا: میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کی کہ مرگی کے دورے کے دوران میں میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے تو آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عطاء نے ام زفر کو دیکھا وہ سیاہ فام اور دراز قد خاتون تھیں جو غلاف کعبہ تھامے ہوئے تھیں۔

۵۶۵۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ، أَنْتِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي أَصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللَّهَ لِي. قَالَ: «إِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ وَلَكَ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيكَ»، فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللَّهَ لِي أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا مَحَلَّدٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ: أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ، تَلِكِ الْمَرْأَةَ الطَّوِيلَةَ السَّوْدَاءَ، عَلَى سِتْرِ الْكُفَّةِ.

فوائد و مسائل: ① اس عورت کا نام ام زفر تھا اور اسے مرگی کا دورہ شیاطین کی دراندازی کی وجہ سے پڑتا تھا، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ وہ کہنے لگی: مجھے شیطان خمیٹ سے ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ مجھے ننگا نہ کر دے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمادی۔ آئندہ جب اسے شیطان کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا تو وہ غلاف کعبہ کو پکڑ لیتی۔ ② اس عورت نے علاج معالجہ چھوڑ دیا اور اپنی بیماری پر صبر کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام بیماریوں کا علاج دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے بھی ہو سکتا ہے بلکہ یہ طریقہ علاج ادویات کے علاج سے زیادہ نفع بخش ہے۔ انسانی



بدن، ادویات سے زیادہ دعاؤں کا اثر قبول کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ دعا تو مومن کے لیے بہت بڑا ہتھیار ہے۔ بہر حال مصیبت پر صبر کرنا حصول جنت کا ذریعہ ہے اور رخصت اختیار کرنے کے بجائے سختی کو اختیار کرنا بہت بڑے مقام کا باعث ہے بشرطیکہ وہ جانتا ہو کہ مصیبت کا دورانیہ طویل ہونے کی صورت میں وہ صبر کرے گا اور ہر حالت میں صبر سے کام لے گا۔ ② اس حدیث میں اگرچہ شیطان کی دراندازی سے مرگی کا ذکر ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ مرگی کو اس پر قیاس کیا۔ دوسری مرگی ریاچ اور گردش خون کے رک جانے سے ہوتی ہے اور اس دوران میں اعضائے ریسہ اپنی کارکردگی کھو بیٹھتے ہیں، اس لیے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ردی بخارات دماغ میں چڑھ جاتے ہیں اور اسے متاثر کر دیتے ہیں۔ بہر حال مرگی کی دونوں قسموں کو اگر انسان خندہ پیشانی سے برداشت کرے تو اسے اللہ کے ہاں جنت ملنے کی بشارت ہے۔

### (۷) بَابُ فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصْرُهُ

### باب: 7- اس شخص کی فضیلت جس کی بینائی جاتی رہے

[5653] حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب میں اپنے بندے کی دو محبوب چیزوں سے آزمائش کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو اس کے عوض میں اسے جنت عطا کرتا ہوں۔“ دو محبوب چیزوں سے مراد اس کی دو آنکھیں ہیں۔

۵۶۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَمْرِو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ»، يُرِيدُ عَيْنَيْهِ.

اشعث بن جابر اور ابو ظلال بن ہلال نے حضرت انس رحمہ اللہ سے روایت کرنے میں عمرو کی متابعت کی ہے۔

تَابَعَهُ أَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ، وَأَبُو ظَلَّالِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ.

☀️ فوائد و مسائل: ① آنکھیں انسان کے محبوب اعضاء میں سے ہیں۔ ان کی قدر و قیمت ان حضرات سے معلوم کی جاسکتی ہے جو ان سے محروم ہیں۔ ان کے نہ ہونے پر صبر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور کسی سے آنکھوں کے نہ ہونے کا شکوہ نہ کرے اور نہ بے چینی اور بے قراری ہی کا اظہار کرے، چنانچہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ صبر کرنے کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کی بھی نیت رکھے۔ ② اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کا امتحان لیتا ہے تو اس کی وجہ ناراضی نہیں بلکہ اس کے ذریعے سے کسی دوسری مصیبت کو ٹالتا ہے یا اس کے گناہوں کا کفارہ اور بلندی درجات کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ اگر اس قسم کی مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے تو اس کی مراد پوری ہو سکتی ہے۔

## (۸) بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ الرِّجَالِ

## باب: 8- عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ اہل مسجد میں سے ایک انصاری مرد کی عیادت کی تھی۔

وَعَادَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ مِنَ الْأَنْصَارِ.

وضاحت: ستر و حجاب کی پابندی کرتے ہوئے اگر عورت کسی مرد کی بیمار داری کرتی ہے تو ایسا کرنا شریعت کے خلاف نہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ اس ام درداء سے مراد وہ بیوی ہے جس کے ساتھ انھوں نے بعد میں نکاح کیا تھا اور اسے ام درداء صغریٰ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے مسجد نبوی میں ایک انصاری کی مزاج پرسی کی تھی۔<sup>۱</sup>

[5654] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا۔ میں ان دونوں کے پاس (مزاج پرسی کے لیے) گئی تو میں نے کہا: ابا جان! آپ کا کیا حال ہے؟ بلال! آپ کی صحت کیسی ہے؟ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بخار ہوا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

۵۶۵۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَوَعَلَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ، كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ:

ہر آدمی اپنے اہل خانہ میں صبح کرتا ہے، حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبِّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَذْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَتْ عَنْهُ يَقُولُ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب افاقہ ہوتا تو یہ شعر پڑھتے: کاش! میں ایسی وادی میں رات بسر کرتا کہ میرے ارد گرد ازخرا و جلیل نامی گھاس ہوتی۔ کیا میں کبھی مجھ کے چشموں پر پہنچوں گا؟ کیا میرے سامنے شامہ اور طفیل پہاڑ آئیں گے؟

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرُ وَجَلِيلُ؟ وَهَلْ أَرَدَنْ يَوْمًا مِثَاةً مَجَنَّةً وَهَلْ تَبْدُونُ لِي شَامَةً وَطَفِيلُ؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو اس امر کی اطلاع

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبِرْتُهُ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ

كُحِبْنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، اللَّهُمَّ وَصَّحْهَا، وَبَارِكْ  
لَنَا فِي مُدَّهَا وَصَاعِهَا، وَانْقُلْ حُمَاهَا فَاجْعَلْهَا  
بِالْجُحْفَةِ». [راجع: ۱۸۸۹]

دی تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی: ”اے اللہ! ہمارے  
دل میں مدینہ طیبہ کی محبت بھی اتنی ہی کر دے جس قدر مکہ  
مکرمہ کی محبت ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و  
ہوا کو ہمارے موافق کر دے اور ہمارے لیے اس کے مد اور  
صاع میں برکت عطا فرما۔ اس کی وباؤں کو کسی اور جگہ منتقل  
کر دے، انھیں مقام جھ میں بھیج دے۔“

❦ فوائد و مسائل: ❶ ان دنوں مقام جحفہ میں یہودی آباد تھے جو مسلمانوں کے خلاف آئے دن منصوبے بناتے رہتے تھے،  
اس لیے آپ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! مدینہ طیبہ کے بخار کو وہاں بھیج دے۔“ پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ طیبہ سے  
ایک عورت پر انگنہ حالت میں نکل کر جحفہ چلی گئی ہے جس کی تعبیر وباؤں اور بخار وغیرہ کا وہاں منتقل ہونا تھا۔ ❷ اس  
حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ عورت، مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہے لیکن اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ تو  
پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے؟ اس کا جواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ آج بھی ستر و حجاب کی پابندی کے ساتھ  
عورت کسی بھی اجنبی شخص کی تیمارداری کر سکتی ہے، بشرطیکہ وہاں کسی قسم کا خطرہ نہ ہو۔<sup>۲</sup>

### (۹) بَابُ عِبَادَةِ الصَّبِيَّانِ

### باب: ۹۔ بچوں کی عبادت کرنا

۵۶۵۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا  
شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا  
عُثْمَانَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ  
ابْنَ النَّبِيِّ ﷺ أُرْسِلَتْ - إِلَيْهِ وَهُوَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ  
وَسَعْدُ وَأَبِي بَنْ كَعْبٍ نَحْسِبُ - أَنَّ ابْنَتِي قَدْ  
حُضِرَتْ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا السَّلَامَ،  
وَيَقُولُ: «إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ  
عِنْدَهُ مُسَمًّى، فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِرِ». فَأَرْسَلَتْ  
تُقْسِمُ عَلَيْهِ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا، فَرَفَعَ  
الصَّبِيَّ فِي حَجْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَفْسُهُ تَقْفَعُ،  
فَقَاصَتْ عَيْنَا النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَهُ سَعْدُ: مَا هَذَا

[5655] حضرت اسامہ بن زید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ  
نبی ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ کو پیغام بھیجا، اس وقت  
نبی ﷺ کے ہمراہ وہ، حضرت سعد اور حضرت ابی بن کعب  
رحمہم اللہ تھے۔ پیغام تھا کہ میری لخت جگر بستر مرگ پر پڑی ہے،  
اس لیے آپ تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام بھیجا  
اور فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ہی کو اختیار ہے جو چاہے دے اور جو  
چاہے لے لے، اس کے نزدیک ہر چیز ایک مقرر مدت تک  
کے لیے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت پر اجر کی  
امید رکھو اور صبر کرو۔“ صاحبزادی نے پھر آپ ﷺ کو قسم  
دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں، چنانچہ نبی  
ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے، پھر بچی

کو نبی ﷺ کی گود میں رکھ دیا گیا جبکہ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا اور وہ بے قرار تھی، (یہ منظر دیکھ کر) نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے اسے رکھ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صرف انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو خود بھی رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔“

يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «هَذِهِ الرَّحْمَةُ وَضَعَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ، وَلَا يَزَحْمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الرُّحَمَاءُ». [راجع: ۱۲۸۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی کی حراج پرسی کے لیے تشریف لے گئے جو اس وقت حالت نزع میں تھی، جسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ ایسے حالات میں صبر کرنا چاہیے، رونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب آپ نے دیا: ”یہ اللہ کی رحمت ہے جو صبر کے منافی نہیں۔ یہ جذبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔“ ② اللہ تعالیٰ کے ہاں سورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت اللہ تعالیٰ نے جنوں، انسانوں، جانوروں اور حشرات میں رکھی ہے جس کے باعث وہ ایک دوسرے سے شفقت کرتے ہیں حتیٰ کہ وحشی جانور بھی اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ باقی ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر قیامت کے دن نازل فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔

### باب: 10 - دیہاتیوں کی عیادت کرنا

### (۱۰) بَابُ عِبَادَةِ الْأَعْرَابِ

🌟 وضاحت: اعراب وہ لوگ ہیں جو شہروں کے بجائے دیہاتوں میں رہتے ہوں اور معاشرتی آداب سے یہ لوگ عام طور پر ناواقف ہوتے ہیں جیسا کہ اس کا مظاہرہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہوا ہے۔

[5656] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک اعرابی کے پاس اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ انھوں نے فرمایا: اور نبی ﷺ جب کسی مریض کے ہاں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے کہتے: ”فکر کی کوئی بات نہیں، یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے، ان شاء اللہ۔“ اس اعرابی نے کہا: آپ کہتے ہیں: یہ پاک کرنے والی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بخار ہے جو ایک بوڑھے پر غالب آ گیا ہے اور اسے قبر تک پہنچا کر رہے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”پھر ایسا ہی ہوگا۔“

۵۶۵۶ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَمُودُهُ، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَمُودُهُ قَالَ لَهُ: «لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى»، قَالَ: قُلْتُ: طَهُورٌ؟ كَلَّا، بَلْ هِيَ حُمَّى تَمُورُ - أَوْ تَتَوَرُّ - عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ، تُزِيرُهُ الْقُبُورَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَنَعَمْ إِذَا». [راجع: ۳۶۱۶]



🌟 فوائد و مسائل: ❶ چونکہ وہ دیہاتی معاشرتی آداب سے ناواقف تھا، اس لیے اس نے جو جواب دیا اس کے اکھڑ مزاج ہونے کی عکاسی کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تیرا یہی گمان ہے تو عنقریب پورا ہو جائے گا۔“ چنانچہ بعض احادیث میں صراحت ہے کہ وہ اگلے دن صبح کو چل بسا۔ ❷ شارح صحیح بخاری مہلب نے کہا ہے: امام کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی خبر گیری کرتا رہے اور بیمار پرسی میں کوتاہی نہ کرے اگرچہ وہ سنگدل ہوں۔ اس میں اہل خانہ کی خاطر داری اور حوصلہ افزائی بھی ہے۔ اسی طرح عالم کو چاہیے کہ وہ جاہل کی عیادت کرے اور اسے وعظ و نصیحت کرے جس سے اسے نفع حاصل ہو، نیز اسے صبر کی تلقین کرے تاکہ وہ بیماری کو برا خیال نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے نازیبا کلمات کہنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ بیمار کو بھی چاہیے کہ وہ گھبراہٹ میں ایسے کلمات نہ کہے جس سے اس کی بے صبری ظاہر ہو۔ ❸

### (۱۱) بَابُ عِيَادَةِ الْمُشْرِكِ

### باب: ۱۱- مشرک کی عیادت کہنا

[5657] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ لڑکا ایک دفعہ بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسے فرمایا: ”تم اسلام قبول کر لو۔“ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔

۵۶۵۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ غُلَامًا يَهُودِيًّا كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقَالَ: «أَسْلِمَ» فَأَسْلَمَ. [راجع: ۱۳۵۶]

حضرت سعید بن مسیب اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب ہوا تو نبی ﷺ اس کے پاس (عیادت کے لیے) تشریف لے گئے۔

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ: لَمَّا حُضِرَ أَبُو طَالِبٍ جَاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ.

🌟 فوائد و مسائل: ❶ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور اسے کہا: ”بیٹے! تم مسلمان ہو جاؤ۔ وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا تو اس نے کہا: ابو القاسم کی بات مان لو، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا تو آپ نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا: ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے بچالیا۔“ ❷ ابن بطلان نے لکھا ہے کہ اگر مشرک سے امید ہو کہ وہ اسلام قبول کرے گا تو اس کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس طرح کی توقع نہ ہو تو اس کی مزاج پرسی نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن یہ بات مطلق طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ مختلف حالات کے پیش نظر دیگر مقاصد بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کی تیمارداری دوسری مصلحتوں کی وجہ سے بھی کی جاسکتی ہے، مثلاً: اس کا کوئی عزیز مسلمان ہو اس کی حوصلہ افزائی پیش نظر ہو یا اس سے اسلام یا اہل اسلام کو کوئی خطرہ ہو تو اس کی روک تھام مقصود ہو۔ ❸

۱: فتح الباری: ۱۴۸/۱۰، ۲: عمدة القاری: ۶۵۲/۱۴، ۳: صحیح البخاری، الجنائز، حدیث: ۱۳۵۶، ۴: فتح الباری:

(۱۲) بَابُ : إِذَا عَادَ مَرِيضًا ، فَحَضَرَتْ  
الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً

باب: 12- جب کسی مریض کی عیادت کی، وہیں نماز  
کا وقت ہو گیا تو وہ لوگوں کو نماز باجماعت پڑھائے

وضاحت: جب لوگ کسی بیمار کی عیادت کے لیے جائیں اور وہیں بیٹھے بیٹھے نماز کا وقت ہو جائے تو مریض لوگوں کو وہیں  
نماز باجماعت پڑھائے، ایسا کرنا جائز ہے۔ ایسے حالات میں مسجد میں جانا ضروری نہیں۔

[5658] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ  
کی بیماری کے دوران میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی  
عیادت کو آئے تو آپ نے وہیں ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی۔  
لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں  
اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:  
”امام کی ہر صورت میں اقتدا کی جائے۔ جب وہ رکوع کرے  
تو تم رکوع کرو۔ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور  
اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“

۵۶۵۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا  
يَعْنَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ  
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ  
عَلَيْهِ نَاسٌ يَعُودُونَهُ فِي مَرَضِهِ ، فَصَلَّى بِهِمْ  
جَالِسًا فَجَعَلُوا يُصَلُّونَ قِيَامًا ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ :  
اجْلِسُوا ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ : « إِنَّ الْإِمَامَ لَيُؤْتِمُّ بِهِ ،  
فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا ، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا ، وَإِنْ  
صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا » . [راجع: ۶۸۸]

ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ امام حمیدی کے  
قول کے مطابق یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے  
آخری نماز بیٹھ کر پڑھی جبکہ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر  
نماز پڑھ رہے تھے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : قَالَ الْحَمِيدِيُّ : هَذَا  
الْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آخَرَ مَا صَلَّى  
صَلَّى قَاعِدًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا .

فائدہ: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ گھوڑے سے گرے تو پاؤں پر چوٹ آگئی، جس سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ آپ نے  
بالا خانے میں قیام فرمایا۔ اس دوران میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مزاج پرسی کے لیے گئے۔ وہاں نماز کا وقت ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہم نے  
بیماری کی حالت میں انہیں نماز پڑھائی، اور امام کی اقتدا کے پیش نظر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا  
مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسا کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل حدیث: 688  
میں دیکھی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۳) بَابُ وَضْعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ

باب: 13- مریض پر ہاتھ رکھنا

۵۶۵۹ - حَدَّثَنَا الْمُكَلِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا

[5659] حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے کہ ان کے والد گرامی نے کہا: میں مکہ مکرمہ میں سخت بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک ہی بیٹی ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی دوسرا (وارث) نہیں۔ کیا میں دوتہائی مال کی وصیت کر سکتا ہوں اور ایک تہائی اس کے لیے چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو۔“ میں نے عرض کی: پھر نصف ترکہ کی وصیت کر دوں اور نصف رہنے دوں؟ آپ نے فرمایا: ”یہ بھی نہ کرو۔“ میں نے پھر عرض کی: میں ایک تہائی کی وصیت کر دوں اور دوتہائی رہنے دوں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، ایک تہائی کی وصیت کر سکتے ہو لیکن یہ بھی زیادہ ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا، پھر میرے چہرے اور پیٹ پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ”اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت مکمل کر دے۔“ (حضرت سعد فرماتے ہیں:) جب مجھے خیال آتا ہے آپ ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک میں اپنے جگر میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔

الْجُعَيْدُ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ: أَنَّ أَبَاهَا قَالَ: نَشَكَّيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوَى شَدِيدَةً، فَجَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنِّي أَتْرُكُ مَالًا، وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً، فَأَوْصِي بِنِثْنِي مَالِي وَأَتْرُكُ الثَّلْثَ؟ فَقَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَأَوْصِي بِالنِّصْفِ وَأَتْرُكُ النِّصْفَ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: فَأَوْصِي بِالثُّلُثِ وَأَتْرُكُ لَهَا الثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ»، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِهِ وَبَطْنِي ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتِمِّمْ لَهُ هِجْرَتَهُ». فَمَا زِلْتُ أَجِدُ بَرْدَهُ عَلَى كَبِدِي - فِيمَا يُخَالِ إِلَيَّ - حَتَّى السَّاعَةِ. [۵۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس وقت ایک ہی بیٹی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے اور آپ کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے نقصان میں رہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں عرصہ دراز تک زندہ رکھا۔ ان کی اولاد میں برکت فرمائی اور وہ فاتح قادیسہ قرار پائے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مریض کو مانوس کرنے اور اس کی بیماری کو جاننے کے لیے اس کی پیشانی اور پیٹ پر ہاتھ رکھا جاسکتا ہے۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ مریض کو دم کرتے اور جہاں تکلیف ہوتی وہاں ہاتھ رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مریض شفا یاب ہو جاتا۔ اگر کوئی نیک آدمی کسی کی عیادت کے لیے جائے تو آج بھی ایسا کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

[5660] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

۵۶۶۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ

الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ

ہوا جبکہ آپ سخت بیمار تھے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کو چھوا تو عرض کی: اللہ کے رسول! بلاشبہ آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار آتا ہے۔“ میں نے عرض کی: یہ اس لیے ہے کہ آپ کو دو گنا اجر ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں ایسا ہی ہے۔“ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”کسی بھی مسلمان کو مرض وغیرہ کی اذیت پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح گرا دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے۔“

ابْنِ سُوَيْدٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ وَغَمًا شَدِيدًا فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَغَمًا شَدِيدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَجَلُ، إِنِّي أُوْعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ»، فَقُلْتُ: ذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَجَلُ»، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذَى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا». [راجع: ۵۶۴۷]

🌞 فوائد و مسائل: (۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کو ہاتھ لگایا تو پتا چلا کہ بہت تیز بخار ہے۔ عنوان سے یہی مطابقت ہے۔ (۲) بہر حال بیماری آنے، مصیبت میں مبتلا ہونے اور آنتوں میں گرفتار ہونے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ انسان صبر و شکر سے کام لے اور زبان پر اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی حرف شکایت نہ لائے۔ اس سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ انسان کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔

باب: 14 - عیادت کے وقت مریض سے کیا کہا جائے  
اور وہ کیا جواب دے؟

(۱۴) بَابُ مَا يَقَالُ لِلْمَرِيضِ وَمَا يُجِيبُ

[5661] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی بیماری کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے جسم کو ہاتھ لگایا تو آپ کو بہت تیز بخار تھا۔ میں نے عرض کی: یقیناً آپ کو تیز بخار اس لیے ہے کہ آپ کے لیے ثواب بھی دو گنا ہو۔ آپ نے فرمایا: ”ہاں، جب بھی کسی مسلمان کو کوئی اذیت پہنچتی ہے تو اس کے تمام گناہ اس طرح گرا جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں۔“

۵۶۶۱ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ، فَمَسِسْتُهُ - وَهُوَ يُوعَكُ وَغَمًا شَدِيدًا - فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَغَمًا شَدِيدًا، وَذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ، قَالَ: «أَجَلُ، وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذَى إِلَّا حَاتَتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ». [راجع: ۵۶۴۷]



☀ فائدہ: مریض کی ہمت افزائی کرتے ہوئے اسے صحت مند ہونے اور رحمت و بخشش کی بشارت دینا مناسب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اسے لمبی عمر کی امید دلاؤ ایسا کرنے سے تقدیر تو نہیں بدل سکتی، البتہ اس کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔<sup>(۱)</sup> لیکن اس کی سند کمزور ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔<sup>(۲)</sup>

[5662] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے اسے فرمایا: ”فکر کی کوئی بات نہیں، اگر اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہوگی۔“ اس نے کہا: ہرگز نہیں، یہ تو ایسا بخار ہے جو بوڑھے پر جوش مار رہا ہے تاکہ اسے قبرستان پہنچائے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”پھر ایسا ہی ہوگا۔“

۵۶۶۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ يَعُودُهُ فَقَالَ ﷺ: «لَا بَأْسَ طَهُورٌ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ»، فَقَالَ: كَلَّا بَلْ هِيَ حُمَّى، تَفُورُ عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ، حَتَّى تُزِيرَهُ الْقُبُورَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَنَعَمْ إِذَا». [راجع: ۳۶۱۶]

☀ فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے اس بوڑھے کو تسلی دی اور اس میں اس کے لیے بشارت بھی تھی کہ بیماری سے شفا ہوگی، اگر شفا نہ ملی تو گناہوں کا کفارہ تو ضرور ہوگی لیکن اس نے مایوسی کے عالم میں اس کے برعکس الفاظ زبان سے نکالے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تیرے خیال کے مطابق ہی ہوگا“ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگلے دن اس کی موت واقع ہوگئی۔

(۱۵) بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ رَاكِبًا، وَمَا شِئْنَا، وَرَدَفًا عَلَى الْحِمَارِ

باب: 15 - سوار ہو کر یا پیدل یا گدھے پر پیچھے بیٹھ کر عیادت کرنے کے لیے جانا

[5663] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ گدھے کے پالان (جھول یا کٹھی) پر فندک کی چادر ڈال کر اس پر سوار ہوئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کیا۔ آپ غزوہ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ چلتے رہے حتیٰ کہ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس مجلس میں طے طے

۵۶۶۳ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ: أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ، عَلَى إِكَافٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ، وَأَرْدَفَ أَسَامَةَ وَرَاءَهُ، يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَسَارَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي ابْنِ سَلُولٍ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ اللَّهِ، وَفِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

لوگ مسلمان، مشرک، یعنی بت پرست اور یہودی تھے۔ ان میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب سواری کی گرد و غبار مجلس تک پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک ڈھانپ لی اور کہنے لگا کہ ہم پر غبار نہ اُڑاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سلام کیا اور سواری روک کر وہاں اتر گئے۔ پھر آپ نے انھیں دعوتِ اسلام دی اور قرآن کریم پڑھ کر سنایا تو عبداللہ بن ابی نے کہا: تمھاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں، اگر حق بھی ہیں تو ہماری مجلس میں انھیں بیان کر کے ہمیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اپنے گھر جاؤ وہاں ہم میں سے جو تمھارے پاس آئے اسے بیان کر دو۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں! آپ ہماری مجلس میں تشریف لایا کریں کیونکہ ہم ان باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں خاموش کراتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ”اے سعد! جو کچھ ابوحباب نے کہا ہے کیا تم نے سنا نہیں؟“ (ابوحباب سے) آپ کی مراد عبداللہ بن ابی تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے: اللہ کے رسول! اسے معاف کر دیں اور اس سے درگزر فرمائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ منصب دیا ہے جو آپ ہی کے لائق تھا۔ دراصل اس بستی کے لوگ اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ اس کی تاج پوشی کریں اور اس کے سر پر گھڑی باندھیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس منصوبے کو اس حق کی بدولت خاک میں ملا دیا جو آپ کو ملا ہے تو وہ اس پر گھڑ گیا ہے اور یہ جو کچھ معاملہ اس نے آپ کے ساتھ کیا

وَالْمُشْرِكِينَ عَبْدَ اللَّهِ الْوَثَّانِ وَالْيَهُودَ، وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ، فَلَمَّا غَشِيَتْ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ، خَمَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ، قَالَ: لَا تُغَيِّرُوا عَلَيْنَا، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَقَفَ، وَنَزَلَ فَدَعَاَهُمْ إِلَى اللَّهِ فَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي: يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ، إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا، فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا وَارْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ، فَمَنْ جَاءَكَ مِنَّا فَاقْضُصْ عَلَيْهِ.

قَالَ ابْنُ رَوَاحَةَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَعْسَنَّا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا، فَإِنَّا نَحِبُّ ذَلِكَ، فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَشَاوَرُونَ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَنُوا، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ: «أَيُّ سَعْدُ، أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ؟» - يُرِيدُ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ أَبِي - قَالَ سَعْدُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اغْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ، فَلَقَدْ أَعْطَاكَ اللَّهُ مَا أَعْطَاكَ، وَلَقَدْ اجْتَمَعَ أَهْلُ هَذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوَجَّهَ فَيَعْصَبُوهُ، فَلَمَّا رُدَّ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ اللَّهُ شَرَقَ بِذَلِكَ، فَذَلِكَ الَّذِي فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ. [راجع: ۲۹۸۷]

ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔

🕌 **فوائد و مسائل:** ① اس موقع پر رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہو کر اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ حدیث پیش کرنے سے یہی مقصد ہے۔ ② حدیث میں عبداللہ بن ابی کا ذکر ضمنی طور پر آگیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ آمد سے پہلے یہ منافق اپنی سرداری کے خواب دیکھ رہا تھا جو آپ ﷺ کی تشریف آوری سے خاک میں مل گئے، اس لیے یہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر آخر وقت تک اسلام کو ختم کرنے کے درپے رہا، پھر غم کے گھونٹ بھرتے بھرتے اسے موت نے آلیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے وہ لائق ہے۔

۵۶۶۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ: حَدَّثَنَا شُعْبَانُ عَنْ مُحَمَّدٍ - هُوَ ابْنُ الْمُثَنِّدِ - عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُوذُنِي، لَيْسَ بِرَاكِبٍ بَغْلٍ وَلَا بَرْدُونٍ. [راجع: ۱۹۴]

[5664] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نہ تو فخر پر سوار تھے اور نہ گھوڑے ہی پر سوار ہو کر آئے تھے۔

🕌 **فوائد و مسائل:** ① فخر یا گھوڑے پر سوار نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پیدل تشریف لائے تھے، چنانچہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما پیدل چل کر میری عیادت کو آئے۔ ② بہر حال مریض کی عیادت کرنا ایک مسلمان کا اخلاقی فرض ہے جسے ہر صورت ادا کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

(۱۶) بَابُ مَا رُخِّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ:  
إِنِّي وَجِعٌ، أَوْ وَارِئُ سَأَةٍ، أَوْ اِشْتَدَّ بِي  
الْوَجَعُ

باب: 16- مریض کو اجازت ہے کہ وہ کہے: مجھے تکلیف ہے، یا ہائے میرا سر درد یا میری تکلیف بہت بڑھ گئی ہے

وَقَوْلِ أَتُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿أَنِّي مَسَّيَ الصُّرَّةِ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ [الانبیاء: ۸۳].  
حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ کہنا: بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“

🕌 **وضاحت:** مریض اگر اپنے دکھ درد کا اظہار کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ ایسا کرنا بے صبری میں داخل نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی

بیماری کے باعث تکلیف محسوس کرتا ہے اور بیماری کا شکوہ کرتا ہے، البتہ مذموم شکوہ وہ ہے جو لوگوں کے سامنے اظہارِ افسوس کے لیے اپنی بیماری کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا کرنا تسلیم و رضا کے منافی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا یہ کہنا بھی منصبِ نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ انھوں نے اپنے رب کے حضور بطور عاجزی دعا کی تھی، مخلوق سے اپنی بیماری کا شکوہ نہیں کیا تھا۔ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ان صوفیاء کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مصائب و آلام کے دور ہونے کی دعا بھی تسلیم و رضا کے منافی ہے، اس لیے انھوں نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مطالبہ کسی طرح بھی ممنوع نہیں۔

[5665] حضرت کعب بن عجرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے تو میں ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تیرے سر کی جوئیں تجھے اذیت پہنچا رہی ہیں؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے جام کو بلایا تو اس نے حضرت کعب کے بال صاف کر دیے۔ حضرت کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے مجھے فدیہ دینے کا حکم فرمایا۔

۵۶۶۵ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ فَقَالَ: «أَيُّ ذَبِكَ هَؤُلَاءِ رَأَيْسِكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ أَمَرَنِي بِالْفِدَاءِ. [راجع: ۱۸۱۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت کعب بن عجرہ رحمہ اللہ نے عرض کی کہ مجھے جوئیں تک کر رہی ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی تکلیف کا اظہار رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ یہ بطور شکوہ نہیں تھا بلکہ اس لیے کہ آپ کوئی حل بتائیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تکلیف کا ازالہ اس طرح فرمایا کہ جام کو بلا کر ان کے بال صاف کرا دیے تاکہ جوؤں کی تکلیف سے انھیں نجات مل جائے، پھر اس کے بدلے فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ ② بہر حال اگر کوئی اپنے بھائیوں سے اپنی تکلیف کا اظہار کرتا ہے تاکہ وہ اس کا ازالہ کریں یا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو مخلوق کے سامنے تکلیف کا اظہار ممنوع شکوہ نہیں ہے۔

[5666] حضرت عائشہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے ایک مرتبہ کہا: ہائے میرا سر درد! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو فوت ہوگئی اور میں زندہ رہا تو میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا اور دعا مانگوں گا۔“ حضرت عائشہ رحمہ اللہ نے کہا: ہائے افسوس! اللہ کی قسم! میرے گمان کے مطابق آپ میرا مرنا پسند کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو آپ اسی دن رات کسی بیوی کے ہاں بسر کریں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ میں تو خود دردِ سر میں مبتلا ہوں۔“

۵۶۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَبُو زَكْرِيَا: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: «وَأَرْأَسَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «ذَلِكَ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَاسْتَغْفِرَ لَكَ وَأَدْعُو لَكَ»، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: «وَإِنْ كُنَّا لَيَا، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُظَنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي، وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ، لَظَلَلْتُ أَخْرَ يَوْمَكَ مُعَرَّسًا بِبَعْضِ أَرْوَاحِكَ». فَقَالَ



النَّبِيِّ ﷺ: «بَلْ أَنَا وَرَأْسَاهُ، لَقَدْ هَمَمْتُ - أَوْ أَرَدْتُ - أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ، أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّيَ الْمُتَمَنِّونَ، ثُمَّ قُلْتُ: يَا بِيَّ اللَّهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ، أَوْ يَدْفَعُ اللَّهُ وَيَا بِيَّ الْمُؤْمِنُونَ».

[انظر: ٧٢١٧]

میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں ابوبکر اور ان کے بیٹے کو پیغام بھیجوں اور وصیت کروں کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کہنے والے کچھ اور کہیں اور تمنا کرنے والے کسی اور بات کی خواہش کریں، پھر میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہ ہونے دے گا اور نہ مسلمان ہی کسی دوسرے کی خلافت کو قبول کریں گے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع الغرقہ میں ایک نماز جنازہ پڑھ کر واپس آئے تو میرے سر میں شدید درد تھا۔ میں مارے درد کے کہہ رہی تھی: ”ہائے میرا سر درد۔“ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تو فوت ہوگئی اور میں زندہ رہا تو میں تجھے غسل دوں گا، کفن پہناؤں گا، نماز جنازہ پڑھوں گا، پھر تجھے دفن کروں گا۔“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو وہ تکلیف شروع ہوئی جس میں آپ نے وفات پائی۔ ② بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ بوقت ضرورت کسی مخلوق کے سامنے اپنے دکھ درد یا بیماری کا اظہار کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنا تسلیم و رضا کے منافی نہیں۔ واللہ اعلم۔

٥٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ، فَمَسِسْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكَا شَدِيدًا، قَالَ: «أَجَلْ، كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمُ»، قَالَ: لَكَ أَجْرَانِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذَى مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِ كَمَا نَحْطُ الشَّجَرَةَ وَرَقَهَا». [راجع:

[٥٦٤٧]

[5667] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ کو تیز بخار تھا۔ میں نے آپ کے بدن کو چھوتے ہوئے کہا: آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ہاں، جیسے تم میں سے دو آدمیوں کو بخار ہوتا ہے۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے آپ کو ثواب بھی دوگنا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، جب بھی کسی مسلمان کو بیماری یا اس کے علاوہ کوئی اور تکلیف لاحق ہو تو وہ اس کے تمام گناہ گرا دیتی ہے جس طرح درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے بخار کی شدت کا ذکر کیا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رضامندی کا ہی ایک انداز تھا۔ ② دراصل حرف شکایت کا تعلق نیت اور ارادے سے ہے۔ بہت

سے خاموش رہنے والے بیماری آنے کے بعد دل میں کڑھتے رہتے ہیں جو معیوب ہے اور بہت سے زبان سے اظہار کرنے والے دل سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں اور یہ معیوب نہیں ہے۔ بہر حال اس کا دار و مدار زبان سے اظہار پر نہیں بلکہ دل کے فعل پر ہے۔<sup>1</sup>

[5668] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے ہمارے ہاں تشریف لائے جبکہ میں حجۃ الوداع کے زمانے میں ایک سخت بیماری میں مبتلا تھا۔ میں نے عرض کی: میری بیماری جس حد کو پہنچ چکی ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں مال دار ہوں لیکن میری وارث صرف ایک لڑکی ہے کوئی اور دوسرا نہیں، تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ میں نے عرض کی: پھر آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ میں نے کہا: ایک تہائی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تہائی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ انھیں محتاج چھوڑ دو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ تم اللہ کی خوشنودی کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس پر تمہیں ثواب ملے گا، یہاں تک کہ تمہیں اس لقمے پر بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔“

۵۶۶۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ: أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعُودُنِي مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي زَمَنَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقُلْتُ: بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَى، وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرْتْنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِي مَالِي؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: بِالشُّطْرِ؟ قَالَ: «لَا»، قُلْتُ: الثُّلُثُ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ كَثِيرٌ، [إِنَّكَ] أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَلَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ، إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي أَمْرَاتِكَ». [راجع: ۱۲۹۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① مسلمان، جب اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو تو اس کا ہر کام باعث ثواب ہے۔ اس کا بیوی بچوں پر خرچ کرنا حتیٰ کہ اس کا سونا اور آرام کرنا بھی نیکی ہے۔ ② امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی تکلیف کا اظہار رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا۔ یہ تسلیم و رضا کے منافی نہیں بلکہ صورت حال سے آگاہ کرنے اور اپنی مشکل کا حل تلاش کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرمایا۔ اگر شرعی طور پر ایسا کرنا منع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور انھیں روک دیتے، لیکن آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا بلکہ پیش آنے والی مشکل کے متعلق مناسب رہنمائی فرمائی۔

## (۱۷) بَابُ قَوْلِ الْمَرِيضِ: قُومُوا عَنِّي

باب: ۱۷- مریض کا یہ کہنا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ

[5669] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو گھر میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”آؤ، میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھ دوں، اس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ نبی ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے، ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس مسئلے پر گھر میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو گیا اور وہ بحث و تمحیص کرنے لگے۔ بعض نے کہا کہ نبی ﷺ کے ہاں اسباب کتابت قریب کرو تا کہ رسول اللہ ﷺ ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو اور کچھ صحابہ وہ کہتے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ بہر حال جب لوگوں نے نبی ﷺ کے پاس بے مقصد باقیں زیادہ کیں اور جھگڑا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(یہاں سے) چلے جاؤ۔“

۵۶۶۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلُمُّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ». فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ، وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ، فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا، مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرَّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْإِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قُومُوا».

حضرت عبید اللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کرتے تھے: سب سے زیادہ افسوسناک بات یہی ہے کہ لوگوں کے اختلاف اور بحث و تمحیص کے باعث رسول اللہ ﷺ وہ تحریر نہ لکھ سکے جو آپ مسلمانوں کے لیے لکھنا چاہتے تھے۔

قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرِّزْيَةَ كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ، مِنْ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغْطِهِمْ. [راجع: ۱۱۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس حدیث سے یہ ہے کہ تیمارداری کرنے والوں کو مریض کے پاس بیٹھ کر ایسی باتوں سے گریز کرنا چاہیے جس سے وہ غمگین ہو اور نوبت یہاں تک آپہنچے کہ وہ انھیں اپنے پاس سے اٹھ جانے کا کہہ دے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس موقع پر کچھ آداب عیادت تحریر کیے ہیں کہ پہلے تو تیمارداری کرنے والے کو اجازت لینی چاہیے اور

اجازت لیتے وقت بالکل دردازے کے سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ آرام اور سکون سے دردازہ کھٹکھٹائے یا گھنٹی بجائے، پھر صاف الفاظ میں اپنا تعارف کرائے۔ ایسے وقت میں عیادت نہ کرے جب مریض دوا استعمال کر رہا ہو۔ عیادت میں کم از کم وقت لگایا جائے۔ اس دوران میں اپنی نگاہ نیچے رکھے۔ سوالات کم کرے۔ مریض سے محبت و ہمدردی سے پیش آئے۔ اسے صحت کی امید دلائے اور صبر و شکر کے فضائل سے اسے آگاہ کرے۔ مریض کے لیے صدق دل سے دعا کرے۔ واویلا کرنے، رونے پینے، چیخنے چلانے اور گھبرانے سے باز رہنے کی تلقین کرے۔<sup>(۱)</sup>

### (۱۸) بَابُ مَنْ ذَهَبَ بِالصَّبِيِّ الْمَرِيضِ لِيُدْعِيَ لَهُ

باب: 18 - بیمار بچے کو کسی کے پاس لے جانا تاکہ  
اس کے لیے دعا کی جائے

وضاحت: مریض بچے کو کسی بزرگ کے پاس دعا کے لیے لے جانا تو کل اور تسلیم و رضا کے منافی نہیں۔

۵۶۷۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ - هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ - عَنِ الْجُعَيْدِ قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ يَقُولُ: ذَهَبْتُ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجَعَ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ، وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، مِثْلَ زُرِّ الْحَجَلَةِ. [راجع: ۱۹۰]

[5670] حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میری خالہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئی اور کہا: اللہ کے رسول! میرا بھانجا بیمار ہے۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی نوش کیا۔ میں نے اس دوران میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑے ہو کر مہر نبوت دیکھی جو آپ کے دو شانوں کے درمیان تھی، وہ مہر مسہری کی گھنٹیوں کی طرح تھی۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کی، چنانچہ حضرت جعید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا جبکہ وہ صحت مند اور توانا تھے۔ میرے سوال کرنے پر انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج میں توانا ہوں اور میری آنکھیں اور کان بدستور کام کر رہے ہیں۔ میرے اعضاء میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا ہے۔ ② بہر حال کسی بیمار بچے کو بزرگ کے پاس لے جانا تاکہ وہ دعا کرے اس میں شرعاً کوئی خرابی اور حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۹) بَابُ تَمْنِي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ

باب: 19 - بیمار آدمی کا موت کی خواہش کرنا

① فتح الباری: 157/10. ② صحيح البخاري، المناقب، حديث: 3540.



☆ وضاحت: مصیبت کے وقت موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے، ہاں اگر آخرت خراب ہونے کا خطرہ ہو تو وہ امتناعی حکم میں داخل نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! اگر تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنے میں مبتلا کیے بغیر فوت کر لینا۔“<sup>(۱)</sup>

۵۶۷۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ مِنْ ضَرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَأَعْلَا فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ أَحْنِنِي مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي». [انظر: ۷۲۳۳، ۶۳۵۱]

[5671] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اسے موت کی تمنا ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو یوں دعا کرے: اے اللہ! جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میری وفات میرے لیے بہتر ہو تو مجھے فوت کر لے۔“

☆ فائدہ: انسان جب تک دنیا میں رہے اپنی بہتری اور بھلائی کی دعا کرتا رہے، اور اگر اسے اپنی زندگی میں کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اسے اپنی آخرت کے تباہ ہونے کا خطرہ ہو تو حدیث میں مذکورہ الفاظ سے دعا کی جاسکتی ہے۔ یہ الفاظ موت طلب کرنے کے زمرے میں نہیں آتے۔ ان الفاظ میں انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے اور یہ تسلیم و رضا کے منافی بھی نہیں ہیں۔<sup>(۲)</sup>

۵۶۷۲ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى خَبَابٍ نَعُوذُهُ، وَقَدْ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ: إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُضْهُمْ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا الشَّرَابَ، وَلَوْ لَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا أَنْ نَدْعُو بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ فَقَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هَذَا الشَّرَابِ. [انظر: ۶۳۴۹،

[5672] حضرت قیس بن ابوحازم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے۔ انھوں نے اپنے جسم میں سات جگہ داغ لگوائے تھے۔ انھوں نے فرمایا: ہمارے پہلے ساتھی جو گزر چکے ہیں دنیا ان کے اجر و ثواب کو کم نہیں کر سکی لیکن ہم نے اتنا مال و متاع پایا ہے کہ ہم مٹی کے سوا اس کو رکھنے کی جگہ نہیں پاتے۔ اگر نبی ﷺ نے ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں موت کی دعا ضرور کرتا۔ پھر ہم دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ اپنی دیوار بنا رہے تھے، انھوں نے فرمایا: بلاشبہ مسلمان کو ہر چیز پر ثواب ملتا ہے جسے وہ خرچ

[۶۳۵۰، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۷۲۳۴]

کرتا ہے مگر اس عمارت میں خرچ کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔

**فوائد مسائل:** ① حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم نے دنیا کا اس قدر مال و متاع پایا کہ اس کے رکھنے کی جگہ نہیں ملتی اور مکانات بنانے کے علاوہ اس کا کوئی مصرف نظر نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کو عمارت بنانے میں خرچ کرنا مذموم ہے لیکن وہ عمارت جو ذاتی ضرورت تک محدود ہو وہ مذموم نہیں کیونکہ اس کے بغیر تو گزارہ نہیں ہے۔ ② اس حدیث میں اپنی موت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، بہر حال موت کی دعا اور چیز ہے اور اس کی تمنا کرنا اور چیز۔ بہر حال انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی موت کی دعا نہ مانگے، البتہ مصیبت اور درد و تکلیف میں گرفتار انسان موت کی تمنا کر سکتا ہے، تاہم حدیث میں مذکور انداز کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۶۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَنْ يُدْخَلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ»، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «[لَا،] وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ، فَسَدُّوا، وَقَارِبُوا، وَلَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ، إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزِدَّادَ خَيْرًا، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتَبَ». [راجع: ۳۹]

[5673] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”کسی شخص کا عمل اسے جنت میں ہرگز داخل نہیں کر سکے گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کا عمل بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، میرا عمل بھی نہیں۔ ہاں، مگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و کرم سے نوازے تو الگ بات ہے، اس لیے تم میانہ روی اختیار کرو، قریب قریب چلو اور تم میں کوئی بھی موت کی خواہش نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا تو امید ہے کہ اس کے اعمال میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور اگر وہ برا ہے تو ممکن ہے کہ وہ توبہ کرے۔“

**فائدہ:** ایک روایت میں ہے کہ موت کے آثار دیکھنے سے پہلے پہلے کوئی انسان موت کی آرزو نہ کرے، <sup>(۱)</sup> اس کا مطلب یہ ہے کہ جب موت کے اثرات نظر آنے لگیں تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تڑپ میں موت کی تمنا کی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث بیان کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت رفیق اعلیٰ سے ملنے کا اظہار کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ موت مانگنے کی ممانعت نزول موت سے پہلے وقت کے ساتھ خاص ہے۔ ②

۵۶۷۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: [5674] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے

(۱) صحیح مسلم، الذکر والدعاء، حدیث: 6819 (2682). 2 فتح الباری: 161/10.

کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا جبکہ آپ میرا سہارا لیے ہوئے تھے، آپ فرما رہے تھے: ”اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے۔“

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عَبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌّ إِلَيَّ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى». [راجع: ٤٤٤٠]

☀ فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عنوان کے آخر میں بیان کیا ہے، اس میں اشارہ ہے کہ موت کی آرزو اس وقت منع ہے جب موت کے اثرات سامنے نہ آئے ہوں لیکن جب موت بالکل سر پر آن کھڑی ہو تو اس وقت موت کی دعا کرنا منع نہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ <sup>(۱)</sup> واللہ اعلم۔

باب: 20- عیادت کرنے والا مریض کے لیے شفا یابی کی دعا کرے

(۲۰) بَابُ دُعَاءِ الْمَائِدِ لِلْمَرِيضِ

حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا اپنے باپ سے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے (ان کے لیے یوں) دعا کی تھی: ”اے اللہ! سعد کو شفا یاب کر دے۔“

وَقَالَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا».

✍ وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی اس حدیث کو 5659 نمبر کے تحت متصل سند سے بیان کیا ہے۔

[5675] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کے لیے یوں دعا کرتے: ”اے لوگوں کے رب! بیماری دور کر دے، شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے جس کے بعد کوئی مرض باقی نہ رہے۔“

٥٦٧٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَتَى مَرِيضًا، أَوْ أُتِيَ بِهِ إِلَيْهِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «أَذْهَبِ الْبَاسَ، رَبِّ النَّاسِ، اشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءٌ لَا يُعَادِرُ سَقَمًا».

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی مریض آپ کی خدمت

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ

طَهْمَان عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَأَبِي  
الضُّحَى: إِذَا أَتَى الْمَرِيضَ.

وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى  
وَحَدَّثَهُ، وَقَالَ: إِذَا أَتَى مَرِيضًا. [انظر: ٥٧٤٣،  
[٥٧٥٠، ٥٧٤٤]

🕌 فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمار کے لیے شفا یابی کی دعا کرنی چاہیے جبکہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ اور ثواب کا ذریعہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا ایک عبادت ہے جو کفارے اور ثواب کے منافی نہیں ہے کیونکہ ثواب اور کفارہ تو مرض کے آغاز ہی میں حاصل ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ صبر کا مظاہرہ کرے۔ دعا کرنے والا دو قسم کی حسنت (نیکیاں) کماتا ہے: یا تو اسے مقصود یعنی شفا مل جاتی ہے یا اس کے عوض گناہوں کا کفارہ اور ثواب مل جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے متعلق ہیں۔<sup>①</sup>

### (۲۱) بَابُ وَضُوءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ

باب: 21- عیادت کرنے والے کا مریض کے لیے وضو کرنا

[5676] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے جبکہ میں بیمار تھا۔ آپ نے وضو فرمایا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا، یا آپ نے فرمایا: ”(یہ پانی) اس پر بہا دو۔“ اس سے مجھے ہوش آگیا۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں تو کلالہ ہوں، میرے ترکے کی تقسیم کیسے ہوگی؟ اس پر فرائض کی آیت نازل ہوئی۔

٥٦٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَرِيضٌ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ، أَوْ قَالَ: «صُبُّوا عَلَيْهِ»، فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا يَرُونِي إِلَّا كَلَالَةً، فَكَيْفَ الْمِيرَاثُ؟ فَتَرَلْتُ آيَةَ الْفَرَانِضِ.

[راجع: 194]

🕌 فوائد و مسائل: ① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں بے ہوشی کی حالت میں دیکھا تو بے قرار ہو گئے۔ آپ نے فوراً وضو کیا اور علاج کے طور پر وضو کا بقیہ پانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اوپر ڈالا۔ انھیں فوراً ہوش آگیا۔ ② معلوم ہوا مریض کے لیے وضو سے بچا ہوا پانی باعث شفا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مریض کے لیے



وضو کرنا اس صورت میں ہے جب بیمار داری کرنے والا اس حیثیت کا ہو کہ اس سے تبرک حاصل کیا جاسکتا ہے۔<sup>(۱)</sup> لیکن یہ بات عمل نظر معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل شفا تو وضو کے پانی میں ہے بزرگ خواہ کس طرح کا ہو۔ واللہ اعلم۔

## (۲۲) بَابُ مَنْ دَعَا بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْحُمَى

باب: ۲۲۔ جس نے وبا اور بخار دور کرنے کے لیے دعا کی

۱۵۶۷۷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار نے آلیا۔ میں ان دونوں کے پاس عیادت کے لیے گئی اور پوچھا: والد محترم! آپ کا کیا حال ہے؟ بلال! تم کیسے ہو؟ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:

۵۶۷۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ، كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ، كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَى يَقُولُ:

ہر شخص اپنے اہل خانہ میں صبح کرتا ہے لیکن موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبِّحٌ فِي أَهْلِهِ  
وَالْمَوْتُ أَذْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جب بخار اترتا تو باواز بلند یہ اشعار پڑھتے:

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُفْلِعَ عَنْهُ يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ  
فَيَقُولُ:

کاش میں ایسی وادی میں رات بسر کرتا کہ میرے چاروں طرف ازخراور جلیل نامی گھاس ہو۔ کیا میں کسی روز مجنہ کے چشموں تک پہنچوں گا؟ کیا میرے سامنے شامہ اور طفیل نامی پہاڑ ہوں گے؟

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً  
بَوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ  
وَهَلْ أَرَدَنْ يَوْمًا مِيَاءَ مَجْنَّةٍ  
وَهَلْ يَبْدُونُ لِي شَامَةً وَطَفِيلُ

راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی: ”اے

قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، وَصَحِّحْهَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي

صَاعِهَا وَمُدَّهَا، وَانْقُلْ حُمَاهَا فَاجْعَلْهَا  
 بِالْجُحْفَةِ. [راجع: ۱۸۸۹]

اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ طیبہ کی محبت پیدا کر دے جیسا  
 کہ ہمیں مکہ مکرمہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مدینہ  
 طیبہ کی محبت عطا فرما اور اس کی آب و ہوا کو صحت بخش کر  
 دے۔ ہمارے لیے اس کے مد اور صاع میں برکت عطا  
 فرما اور اس کے بخار کو کہیں اور منتقل کر دے، اسے جھٹائی  
 گاؤں میں بھیج دے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے وبائی امراض اور بخار وغیرہ دور کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور  
 آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی۔ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا خوشگوار اور عمدہ ہو گئی۔ مقام جحفہ کی آب و ہوا خرابی کے اعتبار سے اب  
 بھی مشہور ہے۔ ② وطن کی محبت انسان کے لیے ایک فطری چیز ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار سے اسے بخوبی سمجھا جاسکتا  
 ہے۔ اے اللہ! ہمارے وطن پاکستان کو بھی امن کا گہوارہ بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔



## طب کا معنی و مفہوم، مشروعیت اور صحت کے بارے میں اہم ہدایات اور ادویات

عربی زبان میں طب کے معنی جسمانی و ذہنی علاج کے ہیں۔ جب انسان کھانے پینے میں بے احتیاطی کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے تو شریعت اسلامیہ نے علاج معالجے کو مشروع قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”اللہ کے بندو! دوا دارو کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موت اور بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے۔“<sup>①</sup> لہذا جب کوئی شخص بیمار ہو جائے تو علاج کروانا سنت ہے۔ ایسا کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ جب بیماری کے مطابق مریض کو دوا مل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یاب ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: ”ہر بیماری کی دوا ہے۔ جب بیماری کے موافق دوا مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے شفا کا باعث بن جاتی ہے۔“<sup>②</sup> انسانی صحت کے حوالے سے مندرجہ ذیل تین اصولوں کو مد نظر رکھنا چاہیے، بطور اشارہ قرآن مجید میں ان کا ذکر ہے: ۱۔ صحت کی حفاظت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو شخص بیمار ہو یا مسافر تو (اس کے لیے) روزوں کی گنتی دوسرے دنوں سے پوری کرنا ہے۔“<sup>③</sup> بیماری میں روزہ رکھنے سے بیماری کے زیادہ ہونے کا اندیشہ ہے، نیز سفر تھکاوٹ اور انسانی صحت کے لیے خطرے کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے ان دونوں حالتوں میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دی گئی تاکہ انسانی صحت کی حفاظت کو ممکن بنایا جاسکے۔ ۲۔ نقصان دہ چیزوں سے پرہیز: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تم اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو۔“<sup>④</sup> اس آیت کریمہ سے سخت سردی میں تیمم کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔ چونکہ سخت سردی میں پانی کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے، اس لیے تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔ ۳۔ فاسد مادوں کا اخراج: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر احرام والے شخص کے سر میں تکلیف ہو تو وہ (سر منڈا کر) فدیہ دے دے۔“<sup>⑤</sup> اس آیت کریمہ میں احرام والے شخص کو بوقت تکلیف سر منڈوانے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ فاسد مادوں سے نجات حاصل ہو سکے جو اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کھانے پینے اور علاج معالجے کے سلسلے میں کچھ ایسے اصولوں کی نشاندہی کی ہے کہ اگر انسان ان پر عمل کرے تو صحت مند و توانا رہے۔ وہ یہ ہیں: ۱۔ انسان کو اپنی کمر سیدھی رکھنے کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں۔ اگر زیادہ

1. مسند أحمد: 278/4. 2. صحیح مسلم، الطب، حدیث: (2204) 5741. 3. البقرة: 185. 4. النساء: 29. 5. البقرة

ہی کھانا ہو تو پیٹ کا ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک حصہ سانس کی آمد و رفت کے لیے رکھ لے۔  
○ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دو ایسی چیزیں ملا کر کھاتے جو ایک دوسرے کے لیے ”مصلح“ ہوتیں، چنانچہ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ ککڑی اور تازہ کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تربوز اور تازہ کھجور ملا کر کھاتے اور فرماتے: ”ہم اس کھجور کی گرمی کا اس تربوز کی ٹھنڈک سے اور اس کی ٹھنڈک کا اس کی گرمی سے توڑ کرتے ہیں۔“<sup>(۲)</sup> ٹھنڈے پانی میں تازہ گرم گرم دودھ، اسی طرح تازہ گرم گرم دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر پینا بھی اسی قبیل سے تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فن طبابت میں بڑی ماہر تھیں۔<sup>(۳)</sup> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دہلی پتی تھیں۔ انھوں نے اپنا دہلا پن دور کرنے کے لیے تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑی کھانا شروع کی تو انتہائی مناسب انداز میں فریبہ ہو گئیں۔<sup>(۴)</sup> رسول اللہ ﷺ نے چند ایسی ادویات کی نشاندہی بھی کی ہے جو بہت سی بیماریوں کا علاج ہیں، البتہ ان کے استعمال کے لیے مریض کی طبعی حالت کو مد نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ ان میں ایک تو شہد ہے جس کے شفا ہونے کی قرآن کریم نے بھی گواہی دی ہے۔<sup>(۵)</sup> دوسرے کلونجی جسے رسول اللہ ﷺ نے موت کے علاوہ ہر بیماری کے لیے شفا کہا ہے۔<sup>(۶)</sup> تیسرے زمزم کا پانی ہے جس کے متعلق ارشاد نبوی ہے: ”اسے جس مقصد اور نیت سے پیا جائے یہ اسی کے لیے موثر ہو جاتا ہے۔“<sup>(۷)</sup> پھر علاج دو طرح سے کیا جاتا ہے: جزی بوٹیوں کے ذریعے سے اور دم جھاڑے کے ساتھ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت دونوں قسم کے علاج پر مشتمل احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں ایک سو اٹھارہ (118) مرفوع احادیث پیش کی ہیں۔ اٹھارہ (18) معلق اور باقی سو (100) احادیث متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ان میں پچاسی (85) مکرر اور تینتیس (33) خالص ہیں۔ مرفوع احادیث کے علاوہ انھوں نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے مروی سولہ (16) آثار بھی پیش کیے ہیں۔ ان تمام احادیث و آثار پر انھوں نے چھوٹے چھوٹے اٹھاون (58) عنوان قائم کیے ہیں۔ واضح رہے کہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے جن حقائق کی نشاندہی کی تھی آج طب جدید اس کی تائید کر رہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان حقائق کو مغربی تائید کے بغیر ہی تسلیم کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ طب نبوی کے مطابق اپنی بیماریوں کا علاج کرنے کی توفیق دے اور ہمیں صحت و سلامتی سے ہمکنار کرے تاکہ ہم اس کے دین حلیف کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ آمین یا رب العالمین۔

① صحیح البخاری، الأطعمہ، حدیث: 5447. ② سنن أبي داود، الأطعمہ، حدیث: 3836. ③ مسند أحمد: 67/6. ④ سنن ابن ماجہ، الأطعمہ، حدیث: 3324. ⑤ النحل: 69/16. ⑥ صحیح البخاری، الطب، حدیث: 5688. ⑦ سنن ابن ماجہ، المناسک، حدیث: 3062.



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 76 - كِتَابُ الطَّبِّ

### علاج معالجه کا بیان

(۱) بَابُ: مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً

باب: 1- اللہ تعالیٰ نے جو بیماری نازل کی اس کے لیے شفا بھی نازل کی

وضاحت: نازل کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ بیماری اور شفا دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے ہیں اور اس نے انھیں پیدا کیا ہے اور جب کوئی دوا، بیماری کے مطابق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفا ہو جاتی ہے لیکن بڑھاپے اور موت کا کوئی علاج نہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

[5678] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کی دوا نہ اتاری ہو۔“

۵۶۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ: حَدَّثَنَا [عُمَرُ] بْنُ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ [قَالَ]: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً».

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ تم بیماری کا علاج کرو لیکن حرام چیزوں سے دوا نہ کرو۔ ② دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ان صوفیوں کی تردید کرنا چاہتے ہیں جن کا موقف ہے کہ انسان اس وقت درجہ ولایت پر پہنچتا ہے جب اسے بیماری لاحق ہو تو اس کا علاج نہ کرے بلکہ اس بیماری پر خود کو راضی رکھے، حالانکہ علاج کرنا سنت ہے جیسا کہ مذکور حدیث میں صراحت ہے لیکن اس سلسلے میں حرام چیزیں علاج کے لیے استعمال نہ کی جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات مریض دوائی کے استعمال سے صحت یاب نہیں ہوتا اس کی وجہ وہاں بیماری کی صحیح تشخیص اور صحیح تجویز، نیز دوا کا فقدان ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر مرض کی دوا ہے۔ جب کوئی دوا، بیماری کے نشانے پر بیٹھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض تندرست ہو جاتا ہے۔“ <sup>(۱)</sup> البتہ جب موت قریب آجائے یا بڑھا پا دھک دینے لگے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

## (۲) بَابُ: هَلْ يُدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَالْمَرْأَةُ الرَّجُلَ؟

باب: 2- کیا مرد، عورت ایک دوسرے کا علاج کر سکتے ہیں؟

**وضاحت:** اگر دونوں ایک دوسرے کے محرم ہیں تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر اجنبی ہیں تو بوقت ضرورت پردے کی پابندی کرتے ہوئے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۶۷۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا بَشَرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ مُعَوِّذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ. [راجع: ۲۸۸۲]

[5679] حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ ہم مجاہدین کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت بجا لاتیں، نیز مقتولین اور زخمیوں کو مدینہ طیبہ لایا کرتی تھیں۔

**نوائد و مسائل:** (۱) اس روایت میں علاج کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے حسب عادت اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں علاج معالجے کی صراحت ہے، چنانچہ فرماتی ہیں کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں۔ (۲) کتاب الجہاد میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [بَابُ مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحَى فِي الْغَزَا] ”جنگی مہم کے دوران میں عورتوں کا زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔“ (باب: 67) نیز اس حدیث میں ہے: عورتیں، مردوں کا علاج کر سکتی ہیں۔ عنوان کے دوسرے جز کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر قیاس کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ جب عورتیں، مردوں کا علاج کر سکتی ہیں تو مرد حضرات بھی عورتوں کا علاج معالجہ کر سکتے ہیں لیکن اس میں دیکھنے اور ہاتھ لگانے کو صرف ضرورت تک محدود رکھا جائے۔

## (۳) بَابُ: الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ

باب: 3- شفا تین چیزوں میں ہے

۵۶۸۰ - حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ: حَدَّثَنَا سَالِمُ الْأَفْطُسُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

[5680] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے مرفوعاً بیان کیا ہے: ”شفا تین چیزوں میں ہے: شہد پینے، سیگی لگوانے اور آگ سے داغنے میں۔ لیکن میں اپنی امت

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «الشَّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ: شَرْبَةُ عَسَلٍ، وَشَرْطَةُ مَحْجَمٍ، وَكَيْةٌ نَارٍ، وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيْ». رَفَعَ الْحَدِيثَ.

وَرَوَاهُ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْعَسَلِ وَالْحَجَمِ. [نظر: ۵۶۸۱]

اس حدیث کو قتی نے لیث سے روایت کیا، انھوں نے مجاہد سے، انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے صرف شہد پینے اور سینگ لگوانے کے بارے میں بیان کیا ہے۔

۵۶۸۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ: أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ أَبُو الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُبَاعٍ عَنْ سَالِمِ الْأَفْطَسِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الشَّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي شَرْطَةِ مَحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ كَيْةٍ بِنَارٍ، وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيْ». [راجع: ۵۶۸۰]

[5681] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”شفا تین چیزوں میں ہے: پچھنے لگوانے، شہد پینے اور آگ سے داغنے میں، لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔“

🌞 فوائد و مسائل: (۱) شفا کا حصول دوسری چیزوں سے بھی ممکن ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے بطور خاص تین چیزوں کا ذکر کر کے اصول علاج کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو خونی امراض ہیں وہ تو اخراج خون سے درست ہو سکتی ہیں۔ اس کے لیے سینگ لگوانا مفید ہے۔ فصد کے ذریعے سے بھی خون نکالا جاسکتا ہے لیکن عربوں میں اس کا عام رواج نہیں تھا۔ صفراوی امراض کا علاج شہد سے ممکن ہے کہ شہد مسہل ہے۔ اس سے صفراوی مادہ خارج ہو جاتا ہے۔ اگر کسی طریقے سے فضول مواد خارج نہ ہو تو وہاں آگ سے داغنا مفید ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں مریض کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حقیقت میں داغ دینا ایک آخری علاج ہے، جب کوئی دوا اثر نہ کرتی ہو تو اسے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ (۲) جب تک ممکن ہو ہلکے ہلکے انداز سے علاج کرنا چاہیے، یعنی پہلے غذا سے، پھر ادویات سے، اس کے بعد سینگ لگوانے سے، اس کے بعد رگ کاٹنے سے، آخر میں داغ دینے سے، بہر حال داغ دینا بھی علاج کا طریقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو داغ دیا تھا لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کوئی دوسرا طریقہ کار گرنے ہو۔

## (۴) بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ

## باب: 4- شہد سے علاج کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔“

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾  
[النحل: ۶۹]

☆ وضاحت: شہد عمدہ غذا بھی ہے اور بہترین دوا بھی، بلغم کی وجہ سے سینے کے درد کے لیے بہت مفید ہے۔ اگر اسے سر کے میں حل کر کے استعمال کیا جائے تو صفراوی مادے کو تحلیل کرتا ہے۔ سینے اور جگر کو صاف کرنے میں نہایت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے پیشاب اور حیض کھل کر آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

[5682] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔

۵۶۸۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ: أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ. [راجع: ۴۹۱۲]

☆ فوائد و مسائل: ① میٹھی چیز سے انسانوں کی بنائی ہوئی مٹھائی اور قدرتی میٹھی چیزیں دونوں مراد ہیں۔ پسند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں جب آپ ﷺ کو پیش کی جاتیں تو رغبت اور شوق سے تناول فرماتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس قسم کی میٹھی چیز خصوصی طور پر تیار کراتے تھے، پھر شہد ایک قدرتی ٹانگہ ہے جو غذا اور دوا دونوں کے لیے کارآمد ہے۔ اس میں خود ساختہ مٹھاس کے مضر اثرات نہیں ہوتے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے عنوان اس طرح ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شہد کا پسند ہونا عام ہے جو غذا اور دوا دونوں کو شامل ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پھنسیاں نکل آئیں تو وہ ان پر شہد ملتے اور یہ آیت پڑھتے تھے جو عنوان میں درج ہے۔<sup>۱</sup>

[5683] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اگر تمھاری دواؤں میں سے کسی چیز میں شفا ہے تو وہ کچھنے لگوانے، شہد پینے اور داغ دینے میں ہے جبکہ بیماری کے موافق ہو، لیکن میں آگ سے داغ دینے کو پسند نہیں کرتا۔“

۵۶۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ - أَوْ يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ - خَيْرٌ فَفِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ، وَمَا أُحِبُّ



أَنْ أَكْتَوِيَّ». [انظر: ۵۶۹۷، ۵۷۰۲، ۵۷۰۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① دوا کے موافق ہونے میں یہ اشارہ ہے کہ آگ سے داغنا بھی اس وقت مشروع ہے جب وہ مرض کے موافق ہو، لہذا اسے بھی تحقیق کے بعد لگوانا چاہیے۔ ② رسول اللہ ﷺ داغنے کو پسند نہیں کرتے تھے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ داغنے کا علاج اس وقت کیا جائے جب اس کے بغیر کوئی دوا مؤثر نہ ہو اور دوسری کسی بھی دوا سے آرام نہ آتا ہو کیونکہ آگ سے داغ دینے میں مریض کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے شہد پینے کو شفا قرار دیا ہے، عنوان سے یہی الفاظ مطابقت رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

[5684] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے بھائی کا پیٹ خراب ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اسے شہد پلاؤ۔“ پھر وہ دوبارہ آیا، آپ نے فرمایا: ”اسے شہد پلاؤ۔“ پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے پھر اسے شہد پلانے کا حکم دیا۔ وہ پھر آیا اور کہا کہ میں نے تو اسے شہد پلایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، البتہ تیرے بھائی کا پیٹ خطا کار ہے، اسے پھر شہد پلاؤ۔“ چنانچہ اس نے شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

۵۶۸۴ - حَدَّثَنَا [عِيَّاشُ] بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَخِي يَشْكِي بَطْنَهُ، فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ: فَعَلْتُ، فَقَالَ: «صَدَقَ اللَّهُ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ، اسْقِهِ عَسَلًا»، فَسَقَاهُ فَبَرَأَ. [انظر: ۵۷۱۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں صراحت ہے کہ مریض کا معدہ خراب ہونے کی وجہ سے اسے اسہال کا عارضہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے شہد تجویز فرمایا۔ ② بعض محدثین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ شہد تو خود اسہال لاتا ہے وہ صاحب اسہال کو کیا شفا دے گا لیکن یہ اعتراض ان کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ طریقہ علاج دو طرح سے ہوتا ہے: ایک یہ ہے کہ بیماری کے موافق دوا دی جائے، اسے علاج بالموافق کہا جاتا ہے، مثلاً: کسی کو بخار ہے تو اسے بخار لانے والی دوا دی جاتی ہے۔ اس قسم کی دوا پہلے مرض کو بڑھاتی ہے پھر افاتہ ہو جاتا ہے۔ ہومیو پیتھک ادویات میں یہی اصول ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بیماری کے مخالف دوا دی جاتی ہے جو بیماری کے جراثیم ختم کرنے والی ہوتی ہے۔ اسے علاج بالعارضہ کہا جاتا ہے۔ طب یونانی میں یہی اصول ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے طریقہ علاج کے مطابق مریض کے لیے شہد تجویز کیا تا کہ فاسد مادہ اچھی طرح خارج ہو جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فاسد مادہ خارج ہونے کے بعد وہ مریض تندرست ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ ③ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ شہد سے علاج کرنا شریعت میں جائز ہے، خواہ خالص شہد دیا جائے یا کسی چیز میں

ملا کر استعمال کرایا جائے۔

### (۵) بَابُ الدَّوَاءِ بِالْبَنَانِ الْإِیْلِ

### باب: 5- اونٹنی کے دودھ سے علاج کرنا

۵۶۸۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا سَلَامٌ بْنُ مَسْكِينٍ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، آوِنَا وَأَطْعِمْنَا، فَلَمَّا صَحُّوا قَالُوا: إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ، فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذَوْدٍ لَهُ، فَقَالَ: «اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا»، فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِي النَّبِيِّ ﷺ وَاسْتَأْفَوْا ذَوْدَهُ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ. [راجع: ۲۳۳]

[5685] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ بیمار تھے انہوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہمیں قیام کے لیے جگہ دے دیں اور ہمارے کھانے کا بندوبست فرمادیں۔ پھر جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا خراب ہے جو ہمارے موافق نہیں تو آپ نے مقام حرہ میں اونٹوں کے ساتھ ان کے قیام کا بندوبست کر دیا اور فرمایا: ”اونٹیوں کا دودھ پیو۔“ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور آپ کے اونٹ ہانک کر لے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے تو وہ انہیں پکڑ لائے۔ آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلانیاں پھیریں۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا وہ اپنی زبان سے زمین چاٹتا تھا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

قَالَ سَلَامٌ: فَلَبَغَنِي أَنَّ الْحَجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ: حَدَّثَنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقِبَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَحَدَّثَهُ بِهَذَا، فَلَبَغَ الْحَسَنَ فَقَالَ: وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ.

(راوی حدیث) سلام نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: تم مجھ سے سخت ترین سزا بیان کرو جو نبی ﷺ نے کسی کو دی ہو تو انہوں نے یہی واقعہ بیان کیا۔ یہ بات حسن بصری تک پہنچی تو انہوں نے کہا: کاش! وہ یہ حدیث اس (حجاج) سے بیان نہ کرتے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف بہت ظالم تھا۔ وہ ظلم کرنے میں تھوڑا سا سہارا لے کر سخت سے سخت ظلم کرتا تھا۔ ② حلال جانور کے دودھ میں شفا ہے۔ اگر کسی کا پیٹ بڑھ جائے تو اطباء علاج کے لیے اونٹنی کا دودھ تجویز کرتے ہیں۔ اس کے استعمال سے فاسد مواد خارج ہو کر پیٹ اپنے اعتدال پر آ جاتا ہے۔ ان بد بختوں کو بھی یہی عارضہ تھا۔ مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے ان کے پیٹ بڑھ گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اونٹوں کے باڑے میں بھیج دیا اور انہیں اونٹنیوں کا دودھ پینے کی تلقین کی، چنانچہ جب وہ صحت مند ہو گئے تو چرواہے کو موت کے گھاٹ اتار کر اس کا منٹہ کیا، پھر اونٹ ہانک کر لے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے وہی سزا تجویز کی جو انھوں نے سرکاری چرواہے کے لیے روا رکھی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اونٹنوں کا دودھ بطور دوا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

### باب: 6- اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرنا

[5686] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں چند لوگوں نے (مدینہ طیبہ کی) آب و ہوا کو ناموافق پایا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”وہ آپ کے چرواہے کے پاس چلے جائیں“، یعنی اونٹنیوں کے باڑے میں قیام رکھیں، وہاں ان کا دودھ نوش کریں اور ان کا پیشاب بھی پیئیں، چنانچہ وہ لوگ آپ کے چرواہے کے پاس چلے گئے اور انھوں نے وہاں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا۔ جب ان کے جسم صحت مند ہو گئے تو انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کے تعاقب میں آدمی بھیجے، جب انھیں پکڑ کر لایا گیا تو آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔

قتادہ نے کہا: مجھ سے محمد بن سیرین نے بیان کیا: یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ لوگ اصل میں ڈاکو اور راہزن تھے، اگرچہ مدینہ طیبہ میں آکر بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اصل خلعت میں کوئی انقلاب نہ آیا۔ موقع پاتے ہی انھوں نے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لے گئے، پھر انھیں وہی سزا دی گئی جو حدیث میں مذکور ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اونٹوں کا پیشاب بطور دوا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

### باب: 7- کلونجی کا بیان

[5687] حضرت خالد بن سعد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نکلے۔ ہمارے ساتھ حضرت غالب

### (٦) بَابُ الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ

٥٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا اجْتَمَعُوا فِي الْمَدِينَةِ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيهِ، يَغْنِي الْإِبِلَ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَلَحِقُوا بِرَاعِيهِ، فَشَرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَسَاقُوا الْإِبِلَ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِئَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ.

قَالَ قَتَادَةُ: فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ: أَنَّ ذَلِكَ كَانَ قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ الْحُدُودُ. [راجع: ٢٣٣]

### (٧) بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ

٥٦٨٧ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ

بن ابجر رحمہ اللہ بھی تھے، وہ راستے میں بیمار ہو گئے۔ ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو اس وقت بھی وہ بیمار ہی تھے۔ حضرت ابن ابی عقیق ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے کہا: انھیں کلونجی استعمال کراؤ۔ اس کے پانچ یا سات دانے پیں لو، پھر زیتون کے تیل میں ملا کر چند قطرے ناک کی اس جانب اور چند قطرے ناک کی دوسری جانب پٹکاؤ۔ میں نے حضرت عائشہ رحمہا اللہ سے سنا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتی تھیں کہ آپ نے فرمایا: ”بلاشبہ کلونجی میں سام کے علاوہ ہر مرض کی شفا ہے۔“ میں نے پوچھا: سام کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: موت۔

خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبَجَرَ فَمَرَضَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ فَقَالَ لَنَا: عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ، فَخَذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْحَقُوهَا، ثُمَّ اقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ فِي هَذَا الْجَانِبِ وَفِي هَذَا الْجَانِبِ، فَإِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَنِي أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا مِنَ السَّامِ»، قُلْتُ: وَمَا السَّامُ؟ قَالَ: الْمَوْتُ.

[5688] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”کلونجی میں ہر بیماری سے شفا ہے سوائے سام کے۔“

۵۶۸۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ».

ابن شہاب نے کہا: سام، موت کو کہتے ہیں اور جبہ سوداء کلونجی کا نام ہے۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَالسَّامُ: الْمَوْتُ. وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ: السُّونِيزُ.

☀ فائدہ: موت کا وقت مقرر ہے، وہ آ کر رہتی ہے، خواہ کتنی ہی دوا استعمال کر لی جائے۔ اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ کلونجی اپنے عموم کے اعتبار سے ہر بیماری کا علاج ہے، اگرچہ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اس عموم سے مخصوص مراد ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک جڑی بوٹی میں تمام خصوصیات جمع نہیں ہو سکتیں جو علاج میں تمام بیماریوں کے لیے شفا کا باعث ہو، لیکن ہمارا تجربہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اور ہر مرض کے لیے اس میں شفا ہے۔ ہم اسے ہر بیماری کے لیے استعمال کرتے ہیں، ابھی تک ہمیں اس میں ناکامی نہیں ہوئی۔ اگر اس کے ساتھ شہد ملا لیا جائے تو سونے پر سہا گا ہے۔ چند سال قبل دارالسلام نے شہد میں کلونجی ملا کر ایک مرکب تیار کیا تھا جو بہت فائدہ مند اور کامیاب تھا۔ اگر پانی کے ساتھ رات سوتے وقت اس کے چند دانے استعمال کر لیے جائیں تو ان شاء اللہ ہر بیماری سے شفا ہوگی۔ اسے مفرد اور مرکب دونوں طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حافظ



ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شاید حضرت غالب بن ابجر رحمہ اللہ زکام میں مبتلا تھے، اس لیے ابن ابی عتیق نے دوا کو ناک میں ٹپکانے کی تجویز دی۔<sup>①</sup>

### (۸) بَابُ التَّلْبِیْنَةِ لِلْمَرِیضِ

### باب: 8- مریض کے لیے حریرہ بنانا

وضاحت: تلبنہ لبن سے ہے۔ یہ ایک پتلا اور نرم سا کھانا ہے جو آٹے یا چھان سے بنایا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس میں شہد ڈالتے ہیں۔ سفید اور پتلا ہونے کی وجہ سے اسے دودھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

[5689] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ مریض اور میت کے سگوواروں کے لیے تلبنہ بنانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ”تلبنہ مریض کے دل کو سکون پہنچاتا اور کچھ غم کو دور کر دیتا ہے۔“

۵۶۸۹ - حَدَّثَنَا جَبَّانُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِیضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ التَّلْبِينَ نُجْمٌ فَوَادَ الْمَرِیضِ، وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزَنِ».

[راجع: ۵۴۱۷]

فوائد ومسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ جب گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ تلبنہ تیار کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے: ”اس سے غمزہ انسان کے دل کو سہارا ملتا ہے اور یہ بیمار کے دل سے رنج کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح کوئی عورت پانی سے اپنے چہرے کا گرد و غبار دور کرتی ہے۔“ ② بہر حال اس کے بہت فوائد ہیں۔ احادیث میں اس کے استعمال کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔

[5690] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ تلبنہ تیار کرنے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگرچہ یہ کھانے میں پسندیدہ نہیں ہوتا لیکن وہ فائدہ مند ضرور ہے۔

۵۶۹۰ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَعْرَاءِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينَةِ وَتَقُولُ: هُوَ الْبَغِیضُ النَّافِعُ. [راجع: ۵۴۱۷]

فوائد ومسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم ناپسندیدہ اور مفید چیز تلبنہ کو اپناؤ کیونکہ رسول اللہ

ﷺ کے گھر میں جب کوئی بیمار ہو جاتا تو تلمینہ کی ہنڈیا آگ پر چڑھی رہتی حتیٰ کہ مریض کا معاملہ ایک طرف لگ جاتا، یعنی وہ شفا یاب ہو جاتا یا وہ اللہ کو پیارا ہو جاتا۔<sup>1</sup> (۲) حساء اور تلمینہ دونوں ایک ہیں۔ یہ زود ہضم ہوتا ہے اور اس کے استعمال کرنے کے بعد عموماً نیند آ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۹) بَابُ السَّعُوطِ

### باب: 9- ناک میں دوا ڈالنا

وضاحت: ناک میں دوا ڈالنے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ ہے کہ دوا کو پانی یا تیل میں ملا کر ناک میں قطرے پڑکاتے جائیں، دوسرا یہ ہے کہ دوا بطور نسواری جائے، چھینک آنے کے بعد بیماری خارج ہو جاتی ہے اور مریض کو سکون مل جاتا ہے۔

۵۶۹۱ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: اِحْتَجَمَ، وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ، وَاسْتَعَطَ. [راجع: ۱۸۳۵]

[5691] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے حجام کو اس کی اجرت دی اور اپنے دست مبارک سے ناک میں دوائی ڈالی۔

فائدہ: ناک میں دوائی ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو سیدھے منہ لٹایا جائے پھر اس کے کندھوں کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے تاکہ اس کا سر نیچے کی طرف جھکا رہے، پھر تیل یا پانی میں دوائی ملا کر اس کی ناک میں چند قطرے ڈالے جائیں یا صرف دوائی بطور نسواری جائے تاکہ دوا سے چھینکیں آئیں اور بیماری ناک کے ذریعے سے خارج ہو جائے۔<sup>2</sup>

### (۱۰) بَابُ السَّعُوطِ بِالْقِسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ

### باب: 10- قسط ہندی یا قسط بحری سے سحوط کرنا

وَهُوَ الْكُنْثُ مِنْهُ الْكَافُورُ، وَالْقَافُورُ، وَمِنْهُ ﴿كُنْثًا﴾ [التكوير: ۱۱] وَقُشِطَتْ: [نَزَعَتْ]، وَقَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ: (قُشِطَتْ).

قسط کو کست بھی پڑھا جاتا ہے، جیسے کافور کو قافور کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کُنْثَتْ کو قُشِطَتْ پڑھتے ہیں جس کے معنی نَزَعَتْ کے ہیں، یعنی اتار دی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قُشِطَتْ پڑھا ہے۔

وضاحت: قسط ایک خوشبو ہے جسے عود بھی کہتے ہیں۔ عود ہندی ایک خوشبودار لکڑی ہے۔ اس میں مصولی سا کھر دراپن ہوتا ہے۔ اس کے چبانے سے دانتوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ عود ہندی کی تمام اقسام فائدہ مند ہیں۔ اس کے استعمال سے پیشاب اور حیض کھل کر آتا ہے۔

۵۶۹۲ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، عَنْ عُيَيْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَخْصَنٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ: يُسْتَعْطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلْدُ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ». [انظر: ۵۷۱۳، ۵۷۱۵،

[۵۷۱۸]

۵۶۹۳ - وَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِابْنٍ لِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ، فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّ عَلَيْهِ. [راجع: ۲۲۳]

[5692] حضرت ام قیس بنت مخصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”عود ہندی استعمال کیا کرو، بلاشبہ اس میں سات بیماریوں کا علاج ہے، حلق کے درد میں اسے ناک میں ڈالا جاتا ہے اور سینہ کے درد کے لیے اسے چبایا جاتا ہے۔“

[5693] (وہ کہتی ہیں کہ) میں اپنے شیر خوار بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی تو اس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس (پیشاب کی جگہ) پر چھینٹے مار دیے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① سخت گرمی کی وجہ سے بچوں کے گلے میں ورم آ جاتا ہے۔ بعض دفعہ خون جمع ہو کر حلق سرخ ہو جاتا ہے تو خواتین اس کا علاج اس طرح کرتی ہیں کہ انگلی پر کپڑا لپیٹ کر اسے زور سے دباتی ہیں۔ بعض اوقات انگلی پر راکھ لگا کر یہ کام کرتی ہیں تو اس سے سیاہ خون نکلتا ہے جس کے اخراج سے بچے کو سکون مل جاتا ہے۔ ② بہر حال اس عمل سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ عود ہندی کو پیس کر پانی یا تیل میں ملایا جائے اور اسے ناک میں ڈالا جائے۔ اس طرح دوا خود بخود حلق تک پہنچ جاتی ہے اور بچے کو آرام پہنچ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سات بیماریوں میں سے دو کی نشاندہی کی ہے کیونکہ اس ماحول میں یہ دو بیماریاں عام تھیں: ایک بچوں کا گلا خراب ہونا اور دوسرا سینے میں درد ہونا، سوان دو بیماریوں کے لیے قسط ہندی بہت ہی مفید ہے۔ ①

باب: 11- سینگلی کس وقت لگوائی جائے؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت پچھنے لگوائے تھے۔

(۱۱) بَابُ: آيَةُ سَاعَةِ يَخْتَجِمُ

وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا.

🌞 وضاحت: جسم کے کسی حصے میں خون کا دباؤ بڑھ جانے یا اس میں جوش آ جانے سے وہاں ورم اور درد محسوس ہوتا ہے۔ جلد کے اس حصے کو نشتر کے ساتھ چھید کر ایک خاص انداز سے خون کھینچنے کو عربی زبان میں ”حجامت“ کہتے ہیں۔ عربوں کے ہاں یہ

ایک معروف طریقہ علاج تھا۔ اس سے خون کی گردش کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اثر کو کتاب الصوم (باب: 23) میں بھی بیان کیا ہے۔ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بچنے کسی بھی وقت لگوائے جاسکتے ہیں، اس کے متعلق وقت کی کوئی پابندی نہیں۔ بہر حال قدیم اطباء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سیگی لگوانے کے لیے مہینے کا دوسرا نصف پہلے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۶۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ. تھی۔  
[5694] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں سیگی لگوائی تھی۔  
[راجع: ۱۸۳۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ سیگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نیز یہ بھی پتا چلا کہ سیگی لگوانے کے لیے رات یا دن کی کوئی پابندی نہیں، البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے قریٰ مہینے کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سیگی لگوائی اسے ہر بیماری سے شفا ہوگی۔“ ② ان تاریخوں کا تعلق امرغیب سے ہے، ہم اس کی کوئی توجیہ نہیں کر سکتے۔ ان پر ایمان رکھتے ہوئے ان تاریخوں میں سیگی لگوانے کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۲) مَجَابِبُ الْحَجَمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِحْرَامِ

### باب: 12 - دوران سفر اور حالت احرام میں سیگی لگوانا

قَالَ ابْنُ بُحَيْنَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ: اس امر کو حضرت عبداللہ ابن محسنہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

🌞 وضاحت: بوقت ضرورت دوران سفر میں سیگی لگوائی جاسکتی ہے، اسی طرح حالت احرام میں بھی سیگی لگوائی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن محسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے لمبی جمل کے مقام پر اپنے سر مبارک کے درمیان سیگی لگوائی تھی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ عنوان قائم کیا ہے۔

۵۶۹۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو، عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ. [راجع: ۱۸۳۵]

[5695] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں سیگی لگوائی تھی۔



❦ فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر اور حالت احرام میں سیٹگی لگوائی جاسکتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی حالت قیام میں احرام نہیں باندھا، ہمیشہ سفر ہی میں احرام باندھا ہے۔ ② بہر حال مسافر اور محرم جب دیکھے کہ میرے خون میں بیجان پیدا ہو رہا ہے وہ سیٹگی لگوا کر اسے اعتدال پر لاسکتا ہے، البتہ اس کے لیے کسی ماہر فن کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہیں بصورت دیگر فائدے کے بجائے نقصان کا اندیشہ ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۳) بَابُ الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ

### باب: 13- بیماری کی وجہ سے سیٹگی لگوانا

[5696] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے سیٹگی لگوانے والے کی مزدوری کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیٹگی لگوائی تھی۔ آپ کو ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے سیٹگی لگائی تھی اور آپ نے اسے دو صاع غلہ دیا تھا، نیز آپ نے ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کے آقاؤں سے اس کے ٹکس کے متعلق گفتگو کی تو انھوں نے اس میں تخفیف کر دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بہترین علاج جو تم کرتے ہو وہ پھینچنے لگوانا اور عود بحری استعمال کرتا ہے۔“ آپ نے مزید فرمایا: ”تم اپنے بچوں کو حلق کی بیماری کی وجہ سے ان کا تالو دبا کر تکلیف نہ دیا کرو بلکہ (اس کے لیے) تم قسط ہندی استعمال کیا کرو۔“

۵۶۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَجْرِ الْحِجَامِ، فَقَالَ: اخْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفُوا عَنْهُ، وَقَالَ: «إِنْ أُمِّلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ»، وَقَالَ: «لَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْعَمَزِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ». [راجع: ۲۱۰۲]

❦ فوائد و مسائل: ① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سیٹگی کے متعلق یہ خطاب اہل حجاز اور ان کے قرب و جوار میں رہنے والے لوگوں سے ہے کیونکہ گرمی کی وجہ سے ان کے خون پتلے ہوتے ہیں۔ ان کے جسم سے جو حرارت سطح بدن کی طرف نکلتی ہے تو خون کا دباؤ بھی ظاہر بدن کی طرف ہو جاتا ہے، اس لیے ان کے لیے ایسے حالات میں سیٹگی لگوانا فائدہ مند ہے۔ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ خطاب بوڑھوں سے نہیں کیونکہ ان میں پہلے ہی خون کی کمی ہوتی ہے، چنانچہ طبری نے صحیح سند کے ساتھ ابن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو سیٹگی نہ لگوائے کیونکہ ایسا کرنے سے کمزوری مزید بڑھ جائے گی۔ ③ ہمارے رجحان کے مطابق یہ اس صورت میں ہے جب کوئی دوسرا طریقہ علاج ممکن ہو، اگر سیٹگی سے علاج ضروری ہو تو اس عمر میں سیٹگی لگوائی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

[5697] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے مقنع بن سنان کی عیادت کی، پھر ان سے فرمایا: جب تک تم سیگی نہیں لگواؤ گے میں یہاں بیٹھا رہوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ”یقیناً اس میں شفا ہے۔“

۵۶۹۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلَيْدٍ [قَالَ]: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو وَغَيْرُهُ: أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ: أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَادَ الْمُفَنِّعَ ثُمَّ قَالَ: لَا أَبْرَحُ حَتَّى تَحْتَجِمَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ فِيهِ شِفَاءً». (راجع: ۵۶۸۳)

🌞 فوائد و مسائل: ① ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو بلا چون و چرا تسلیم کیا جائے کیونکہ آپ کا فرمان وحی الہی سے ہوتا ہے۔ سیگی لگوانے میں شفا کا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جسے آج طب جدید نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مغربی ممالک کے بہت سے ہسپتالوں میں اس کے لیے باقاعدہ ایک شعبہ قائم ہے۔ ② سیگی لگوانے سے فاسد خون نکل کر اس کی جگہ اچھا خون آجاتا ہے جو تندرستی اور صحت کے لیے ایک طرح کی ضمانت ہے لیکن اس کے لیے کسی ماہر فن اور تجربہ کار کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہے۔ نا تجربہ کار سے سیگی لگوانا نقصان کا باعث ہے جیسا کہ آئندہ حدیث کے فوائد سے معلوم ہوگا۔

#### باب: 14 - سر میں سیگی لگوانا

[5698] حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے مقام لَحْيَنَ جَمَل میں اپنے سر مبارک کے وسط میں سیگی لگوائی جبکہ آپ بحالت احرام تھے۔

۵۶۹۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجَ: أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اخْتَجَمَ بِلَحْيَيْنِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ، وَهُوَ مُحَرَّمٌ، فِي وَسْطِ رَأْسِهِ.

[5699] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر میں سیگی لگوائی۔

۵۶۹۹ - وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اخْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ. (راجع: ۱۸۳۵)

🌞 فوائد و مسائل: ① لُحْيَ جَمَل، جُفہ کی گھائی اور مشہور جگہ ہے۔ یہ مقام سقیّا سے سات میل کی مسافت پر ہے۔ آپ ﷺ کے سر میں درد تھا اس لیے آپ نے سیگی لگوائی۔ ② بہر حال سیگی لگوانا ایک مفید طریقہ علاج ہے مگر اس شخص کے لیے جسے کوئی ماہر فن

طیب مشورہ دے، غلط جگہ یا نا تجربہ کار سے سیٹگی لگوانے میں نقصان کا اندیشہ ہے جیسا کہ حضرت معمر کہتے ہیں کہ میں نے سیٹگی لگوائی تو میرا حافظہ جاتا رہا یہاں تک کہ مجھے نماز میں سورت فاتحہ پڑھتے وقت بھی لقمہ دیا جاتا تھا۔ انھوں نے اپنی کھوپڑی پر غلط جگہ میں سیٹگی لگوائی تھی۔<sup>(۱)</sup>

### (۱۵) بَابُ الْحَجَمِ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصَّدَاعِ

۵۷۰۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحَرِّمٌ، مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ، بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ: لَحِي جَمَلٍ. [راجع: ۱۸۳۵]

[5700] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حالت احرام میں اپنے سر میں سیٹگی لگوائی۔ یہ سر درد کی وجہ سے ایسا کیا جو لَحِي جَمَل نامی جشے پر آپ کو ہو گیا تھا۔

[5701] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں اپنے سر میں سیٹگی لگوائی آدھے سر کے درد کی وجہ سے جو آپ کو ہو گیا تھا۔

۵۷۰۱ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ مُحَرِّمٌ فِي رَأْسِهِ، مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ. [راجع: ۱۸۳۵]

فائدہ: درد شقیقہ بہت تکلیف دہ بیماری ہے جو معدے کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ معدے میں گرمی کی وجہ سے بخارات اٹھتے ہیں جو داغ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر انھیں نکلنے کا راستہ نہ ملے تو پورے سر میں درد ہوتا ہے اور اگر ایک جانب کو بخارات رخ کر لیں تو اس طرف درد ہوتا ہے جسے درد شقیقہ یا آدھے سر کا درد کہا جاتا ہے۔ سیٹگی لگوانے سے اس درد سے آرام آ جاتا ہے۔

[5702] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”اگر تمھاری دواؤں میں کوئی خیر و برکت ہے تو وہ شہد پینے، سیٹگی لگوانے اور آگ سے داغ دینے میں ہے لیکن میں آگ سے داغ کر علاج کو پسند نہیں کرتا۔“

۵۷۰۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْقَيْسِلِ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ خَيْرٌ فَفِي شَرِبَةِ عَسَلٍ، أَوْ شَرْطَةِ مَخْجَمٍ، أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ أَكْتُوبِي». [راجع: ۵۶۸۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبکی لگوانا ایک بہترین علاج ہے۔ یہ سر درد کے لیے بھی مفید ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو دردِ شقیقہ کا عارضہ تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ مقامِ خیبر میں زہر لیے کھانے کا ایک لقمہ منہ میں ڈالا تھا، اس وجہ سے آپ کو دردِ شقیقہ ہوتا تھا۔ اس کا علاج آپ ﷺ نے سبکی لگوا کر کیا تھا۔ ② مجبوری کی حالت میں آگ سے داغ دے کر علاج کرنا جائز ہے۔ آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو داغ دیا تھا۔ اس بنا پر آپ کا اس سے منع کرنا نبی تنزیہی پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۶) بَابُ الْحَلْقِ مِنَ الْأَذَى

### باب: 16 - تکلیف کی وجہ سے سرمند وانا

[5703] حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ صلح حدیبیہ کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میں ایک ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور جوئیں میرے سر سے گر رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تیرے سر کی جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ”اپنا سرمند وادو، پھر بطور کفارہ تین دن روزے رکھو یا چھ مساکین کو کھانا کھلاؤ یا بکری ذبح کرو۔“

۵۷۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ زَمَنَ الْحَدْيِيَّةِ وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ بُرْمَةٍ وَالْقَمْلُ يَنْتَابِرُ عَنْ رَأْسِي، فَقَالَ: «أَيُّ ذِيكَ هَوَامُكَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاخْلُقِي وَصُمِّي ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمِي سِتَّةً، أَوْ انْشُرِي نَسِيكَةً».

قَالَ أَيُّوبُ: لَا أَذْرِي بِأَيِّهِنَّ بَدَأُ. [راجع:

18114

راوی حدیث ایوب کہتے ہیں: ”مجھے یاد نہیں کہ کس چیز کا ذکر پہلے کیا تھا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① احرام کی حالت میں سرمند وانا جائز نہیں مگر تکلیف وہ حالت میں سرمند وانا جائز ہے لیکن اس کا کفارہ دینا ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو سرمند وانے کی اجازت دی تو ساتھ ہی کفارہ دینے کا حکم بھی دیا جس کی تفصیل حدیث میں مذکور ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں اس لیے بیان کی ہے کہ اگر محرم آدمی کو سبکی لگوانے کے لیے سر کے کچھ بال مندوانے کی ضرورت ہو تو انھیں مندوا دے۔ جب محرم کو سارا سر مندوانے کی اجازت ہے تو کچھ حصے کی تو بالادلی اجازت ہونی چاہیے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کفارہ دے۔ ③

### (۱۷) بَابُ مَنْ اِغْتَوَى أَوْ غَوَى غَيْرَهُ،

وَفَضْلُ مَنْ لَمْ يَكْتُوْ

### باب: 17 - جس نے خود کو داغ دیا یا دوسرے کو داغ دیا

اور اس کی فضیلت جو خود کو نہ داغ دے



وضاحت: عربوں کے ہاں ایک طریقہ علاج یہ ہے کہ متاثرہ جسم کے حصے کو آگ سے داغ دیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا جائز ہے لیکن فضیلت یہ ہے کہ اس قسم کا طریقہ علاج اختیار نہ کیا جائے۔ ایک تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند نہیں کیا، پھر آگ سے کسی کو تکلیف دینا یہ رب العالمین کا حق ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ مریض کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

[5704] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اگر تمھاری دواؤں میں شفا ہے تو سیکنی لگوانے اور آگ سے داغ دینے میں ہے لیکن آگ سے داغ کر علاج کرنے کو میں پسند نہیں کرتا۔“

۵۷۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ النَّسِيلِ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ شِفَاءٌ، فَفِي شَرْطَةٍ مَحْجَمٍ، أَوْ لَذَعَةٍ بَنَارٍ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ». [راجع:

[۵۶۸۳]

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں انتہائی اختصار ہے کیونکہ ایک تو اس میں شہد کا ذکر نہیں ہے دوسرے ان دواؤں کے مرض سے موافق ہونے کا بیان نہیں جبکہ یہ دونوں حدیث میں ہیں۔ ② اس سے علاج بذریعہ آگ کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں شفا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگرچہ آپ نے اس طریقے کو پسند نہیں کیا لیکن ضروری نہیں جسے آپ پسند نہ فرمائیں وہ جائز نہ ہو۔ سائدے کا گوشت آپ کو پسند نہیں تھا لیکن آپ کے سامنے اسے کھایا گیا، پھر آپ نے چند صحابہ کرام کا علاج اس طریقے سے کیا ہے، مثلاً: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے تو آپ نے خود انھیں رگ اکھل پر آگ سے داغ دیا تھا، ③ لیکن فضیلت اسی میں ہے کہ اس طریقہ علاج کو اختیار نہ کیا جائے ہاں اگر کوئی دوسرا طریقہ کار گر نہ ہو تو اسے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس سے شفا کی حتمی امید ہو۔ واللہ اعلم۔

[5705] حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹ کھانے کے علاوہ کسی دوسری بیماری کے لیے جھاڑ پھونک جائز نہیں۔ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے یہ بات حضرت سعید بن جبیر سے بیان کی تو انھوں نے کہا: ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں تو ایک نبی اور دو نبی گزرنے لگے، ان کے

۵۷۰۵ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَا رُقِيَّةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ، فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمْرُونَ، مَعَهُمُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ،

حَتَّى وَقَعَ فِي سَوَادٍ عَظِيمٍ، قُلْتُ: مَا هَذَا؟  
 أُمِّي هَذِهِ؟ قِيلَ: بَلْ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، قِيلَ:  
 انْظُرْ إِلَى الْأَفْقِ، فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأَفْقَ، ثُمَّ  
 قِيلَ لِي: انْظُرْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا - فِي آفَاقِ  
 السَّمَاءِ - فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأَفْقَ، قِيلَ: هَذِهِ  
 أُمَّتُكَ، وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا  
 بِغَيْرِ حِسَابٍ، ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ،  
 فَأَقَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوا: نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِاللَّهِ  
 وَاتَّبَعْنَا رَسُولَهُ، فَحَنُّهُمْ أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ  
 وَلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنَّا وَلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ،  
 فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ فَقَالَ: «هُمْ الَّذِينَ لَا  
 يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَنْطِيرُونَ وَلَا يَكْتُونُونَ وَعَلَى  
 رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ»، فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ:  
 أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَقَامَ  
 آخَرُ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ قَالَ: «سَبَقَكَ بِهَا  
 عُكَّاشَةُ». [راجع: ۳۴۱۰]

ساتھ لوگوں کے گروہ گزرتے تھے۔ اور کچھ نبی ایسے تھے کہ  
 ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ آخر میرے سامنے ایک بھاری  
 جماعت آئی تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت  
 ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے، پھر  
 مجھ سے کہا گیا: آپ افق کی طرف نگاہ اٹھائیں۔ میں نے  
 دیکھا کہ ایک بہت ہی عظیم جماعت ہے جو آسمان کے  
 کناروں تک چھائی ہوئی ہے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ ادھر، ادھر  
 دیکھو، میں کیا دیکھتا ہوں کہ عظیم ترین ہجوم نے آفاق کو بھرا  
 ہوا ہے، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ ان میں ستر  
 ہزار ایسے ہیں جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔“  
 پھر آپ ﷺ حجرے میں داخل ہو گئے اور یہ وضاحت نہ کی  
 کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ لوگ ان کی متعلق بحث و تحقیق  
 کرنے لگے کہ وہ ہم لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے  
 ہیں اور اس کے رسول کی اتباع کی ہے، اس لیے وہ لوگ  
 ہم ہیں یا ہماری اولاد جو اسلام میں پیدا ہوئی کیونکہ ہم تو  
 دور جاہلیت کی پیداوار ہیں۔ جب یہ باتیں نبی ﷺ کو معلوم  
 ہوئیں تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہوں  
 گے جو جہاز پھونک نہیں کراتے، فال نہیں دیکھتے (بدگمانی  
 نہیں لیتے) اور داغ کر علاج نہیں کرتے بلکہ اپنے رب پر  
 بھروسہ کرتے ہیں۔“ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محسن نے کہا:  
 اللہ کے رسول! کیا میں ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا:  
 ”ہاں، تم ان میں سے ہو۔“ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض  
 کیا: اللہ کے رسول! میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ ﷺ  
 نے فرمایا: ”عکاشہ تم سے بازی لے گیا ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے بذریعہ داغ علاج ترک کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر خالص  
 توکل کر کے اس قسم کا علاج نہ کرنا بہت بڑی عزیمت کی بات ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر خالص توکل کر کے جائز علاج کرنا توکل

کے منافی نہیں، تاہم اس میں فضیلت نہیں۔ ② امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آگ سے داغنے کی دو قسمیں ہیں: ① صحیح تندرست آدمی خود کو آگ سے داغے تاکہ وہ بیمار نہ ہو۔ اس قسم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جس نے خود کو داغ دیا اس نے اللہ پر توکل نہیں کیا۔ ② زخمی کو آگ سے داغ دینا تاکہ وہ زخم آگے نہ بڑھے یا خراب نہ ہو۔ اس قسم کا داغ مشروع ہے۔ چونکہ اس سے شفا ضروری نہیں، اس لیے اس کا ترک کرنا باعث فضیلت ہے۔ ③ بہر حال جن احادیث میں اس طریقہ علاج سے نفی وارد ہے اسے نفی تنزیہی پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ وضاحت گزر چکی ہے۔ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بوریا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھری تھی، لیکن یہ مروجہ داغ دینے سے ایک الگ چیز ہے۔ ② واللہ أعلم۔ اس حدیث کی مکمل تشریح کتاب الرقاق میں ہوگی۔ بإذن اللہ تعالیٰ۔

باب: 18- آنکھوں میں تکلیف کے باعث اٹھ اور  
سرمہ لگانا

(۱۸) بَابُ الْإِنْمِدِّ وَالْكُحْلِ مِنَ الرَّمَدِ

فِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ .  
اس کے متعلق حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث بھی  
مروی ہے۔

وضاحت: معدے کی خرابی کی وجہ سے جب گندے بخارات دماغ کو چڑھتے ہیں تو اگر ناک میں پہنچ جائیں تو اس سے زکام ہو جاتا ہے۔ اگر آنکھ کی طرف چلے جائیں تو اس سے آنکھ دکھنے لگتی ہے۔ اگر گلے کے گوشت کی طرف مائل ہو جائیں تو گلے میں ورم آ جاتا ہے۔ اگر سینے کی طرف گرنے لگیں تو اس سے نزلہ بن جاتا ہے۔ اگر انھیں کسی طرف جانے کا راستہ نہ ملے تو دماغ میں پہنچ کر درد سر کا باعث ہوتے ہیں، پھر اگر ایک جانب ہوں تو درد شقیقہ ہوتا ہے بصورت دیگر پورا سر درد کرتا ہے۔ آنکھوں کے علاج کے لیے، اٹھ سرمہ بہت ہی کارآمد ہے۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کی ہے۔ ③ اس حدیث میں ہے کہ جب بیوہ اپنے خاوند کے سوگ میں ہو تو وہ سرمہ نہ لگائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے بعد سرمہ لگانے میں کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ أعلم۔

۵۷۰۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ امْرَأَةً تُوْفِّي زَوْجَهَا فَأَشْتَكَّتْ عَيْنَهَا، فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَذَكَرُوا لَهُ الْكُحْلَ، وَأَنَّهُ يُخَافُ عَلَى عَيْنِهَا، فَقَالَ:

[5706] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں درد ہو گیا تو لوگوں نے اس عورت کا ذکر نبی ﷺ سے کیا اور اس کی آنکھوں میں سرمہ لگانے کی بات بھی ہوئی اور یہ کہ اس کی آنکھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دور

”لَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمْكُثُ فِي بَيْتِهَا فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا - أَوْ فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا - فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بَعْرَةً، فَلَا، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا“۔ [راجع: ۵۳۳۶]

جاہلیت میں عدت گزارنے والی عورت کو اپنے گھر میں بدترین کپڑوں میں رہنا پڑتا تھا“ یا فرمایا: ”اپنے کپڑوں میں گھر کے سب سے گندے حصے میں پڑا رہنا پڑتا تھا، پھر جب کوئی کتا گزرتا تو اس کو میٹکی مارتی (اور عدت سے باہر آتی) تو کیا اب چار ماہ دس دن تک سرمہ لگانے سے نہیں رک سکتی۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے عدت کی وجہ سے آنکھوں کی تکلیف کے لیے سرمہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر عدت کا دورانیہ نہ ہو تو سرمہ استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ بہر حال اشد سرے کی فضیلت احادیث میں مروی ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سوتے وقت اشد سرمہ استعمال کیا کرو کیونکہ وہ نظر کو تیز کرتا اور پلکوں کے بال اگاتا ہے۔“ ② نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمھارا بہترین سرمہ اشد ہے۔ وہ نظر کو تیز کرتا اور بالوں کو اگاتا ہے۔“ ③ اشد استعمال کرنے سے مذکورہ فوائد حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ارشاد نبوی پر عمل کرنے کا ثواب الگ ملتا ہے۔ رات کو سوتے وقت سرمہ لگانے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ رات بھر آنکھوں میں لگا رہنے کی وجہ سے اچھی طرح اثر کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۹) بَابُ الْجَذَامِ

### باب: 19- کوڑھ کا مرض

🌞 وضاحت: جذام ایک مشہور گندی بیماری ہے جس میں خون بگڑ کر سارا جسم گلنے لگ جاتا ہے پھر وہ پھٹ جاتا ہے۔ سوداوی مادے کی کثرت اس کا باعث ہوتی ہے۔ یہ اعضاء کے مزاج اور ان کی ہیئت کو فاسد کر دیتی ہے۔ اسے جذام اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انگلیوں کو کاٹ دیتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۷۰۷ - وَقَالَ عَفَّانُ: حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَبَّانَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا عَذْوَى وَلَا طَبِيرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ، وَفِرَّ مِنَ الْمَجْدُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ»۔ [انظر: ۵۷۱۷، ۵۷۵۷، ۵۷۷۳، ۵۷۷۵]

[5707] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چھوت لگنا، بدشگونی لینا، الو کا منخوس ہونا اور صفر کا منخوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں، البتہ کوڑھی آدمی سے اس طرح بھاگ جیسے تو شیر سے بھاگتا ہے۔“



❦ فوائد و مسائل: ① بیماری، اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے مگر کوڑھی آدمی کے ساتھ میل ملاپ اس کا ایک سبب ہے، جب اللہ تعالیٰ اس میں اثر پیدا کر دے۔ اسباب بیماری سے پرہیز کرنا توکل کے منافی نہیں۔ کمزور عقیدہ رکھنے والوں سے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھ آدمی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو تا کہ اللہ کی تقدیر کے سبب بیماری لگ جانے سے ان کے عقیدے میں خرابی نہ آئے ایسا نہ ہو کہ وہ کہنے لگیں: یہ بیماری ہمیں فلاں آدمی سے لگی ہے۔ گویا یہ حکم عوام کے لیے ہے اور جس کا عقیدہ مضبوط ہو اسے جذامی کے ساتھ کھانے پینے اور ملنے جلنے کی اجازت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جذامی آدمی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور فرمایا: ”اللہ کا نام لے کر، اس پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔“ ① یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، تاہم صاحب ایمان و یقین کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسے آدمی کے ساتھ مل کر کھانا کھائے لیکن ایسے مریض کو کھانسی باندھ کر نہیں دیکھنا چاہیے تاکہ اس کا دل نہ دکھے جیسا کہ روایت میں ہے: ”جذام کے مریضوں کو کھانسی باندھ کر مت دیکھو۔“ ② ③ جزام کی بیماری والے شخص کو چاہیے کہ وہ عام لوگوں سے الگ رہے تاکہ دوسروں کو اس سے تکلیف نہ ہو، چنانچہ حدیث میں ہے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک مجذوم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے پیغام بھیجا: ”تم واپس چلے جاؤ۔ ہم نے تیری بیعت قبول کر لی ہے۔“ ④

## (۲۰) بَابُ: اَلْمَنْ شِفاءً لِلْعَيْنِ

## باب: 20- من، آنکھ کے لیے شفا ہے

❦ وضاحت: من، وہ حلوہ تھا جو بنی اسرائیل کو محنت کے بغیر ملتا تھا، اسی طرح کھمبی کھیتوں میں خود بخود اُگتی ہے اس پر کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ آئندہ حدیث میں اس کا بیان ہوگا کہ وہ آنکھوں کے لیے بہت مفید ہے۔ اور یہ کہ کھمبی من کی ایک قسم ہے۔ جب فرع کے لیے شفا کا حکم ہے تو اصل کے لیے تو بالادلی ہوگا۔ بہر حال اس عنوان کے تحت کھمبی کا بیان ہوگا۔ اس کا عرق آنکھوں میں ڈالنا شفا اور نظر تیز کرنے کا باعث ہے۔ واللہ اعلم۔

[5708] حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

”انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے۔“

۵۷۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ حَرْثٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ». [راجع: ۴۴۷۸]

شعبہ نے کہا کہ مجھے حکم بن عتبہ نے حسن عربی سے،

انھوں نے عمرو بن حریث سے، انھوں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ

وَقَالَ شُعْبَةُ: وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنِ الْحَسَنِ الْعَرَبِيِّ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ حَرْثٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

زَيْدٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

سے اور انھوں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو بیان کیا۔

قَالَ شُعْبَةُ: لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أَذْكُرْهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ .  
شعبہ نے کہا: جب حکم نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے تو میں عبد الملک کی روایت کا انکار نہیں کرتا۔

🌞 فوائد و مسائل: (۱) من، ایک قدرتی خوراک تھی جو بنی اسرائیل کو حاصل ہوتی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ کبھی کو من اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ بھی بلا مشقت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی کئی ایک قسمیں ہیں۔ آج کل اسے خود بھی اُگایا جاتا ہے جو غذا میں استعمال ہوتی ہے۔ کبھی کا پانی آنکھوں کی تکلیف کے لیے بہت مفید ہے، البتہ اطباء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اسے دوسری دوا کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا چاہیے، جیسے اُندرے میں کبھی کا پانی ملا کر اسے گوندھ لیا جائے پھر اسے پیس کر آنکھ میں لگایا جائے، یا اس کا پانی نکال کر صرف اسے استعمال کیا جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے تین یا پانچ یا سات کھمبیاں لیں، پھر ان کا پانی نچوڑ کر ایک شیشی میں محفوظ کر لیا، میری ایک لونڈی آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئی، اس نے استعمال کیا تو وہ صحت یاب ہوئی۔

### (۲۱) بَابُ اللَّدُّودِ

۵۷۰۹، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ [قَالَ]: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبْلَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مَيِّتٌ . [راجع: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۴۵۶]

۵۷۱۲ - قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: لَدَذْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلْدُونِي، فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: «أَلَمْ أَنْهَكُمُ أَنْ تَلْدُونِي؟» قُلْنَا: كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَقَالَ: «لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لَدُّ وَأَنَا أَنْظَرُ، إِلَّا الْعَبَّاسُ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ» .

### باب: 21- مریض کے منہ میں ایک طرف دوا ڈالنا

[5711, 5710, 5709] حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو بوسہ دیا جبکہ آپ فوت ہو چکے تھے۔

[5712] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کی بیماری کے وقت آپ کے منہ میں دوا ڈالی تو آپ نے ہمیں اشارہ فرمایا کہ میرے منہ میں دوا نہ ڈالو۔ ہم نے خیال کیا کہ مریض کو دوا سے نفرت ہوتی ہے اس وجہ سے آپ ہمیں منع فرما رہے ہیں۔ پھر جب آپ کو افاتہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ”کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ

[راجع: ۴۴۵۸]

میرے منہ میں دوائی نہ ڈالو؟“ ہم نے کہا کہ (ہمارا خیال تھا) شاید آپ نے مریض کی دوا سے طبی نفرت کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب گھر میں جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں، سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں اس منظر کو دیکھتا ہوں لیکن عباس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ تمہارے اس کام میں شریک نہیں تھے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے کہ آپ کو پہلی میں درد شروع ہوا۔ عورتوں نے عود ہندی، تیل میں ملا کر منہ میں ٹپکانے کی کوشش کی کیونکہ آپ بے ہوش تھے۔ آپ نے اشارہ کر کے اس سے منع فرمایا کیونکہ یہ دوا، بیماری کے لیے کارگر نہ تھی بلکہ نبی ﷺ نے اسے ”نسخہ خواتین“ قرار دیا، لیکن منع کرنے کے باوجود گھر میں موجود خواتین نے آپ ﷺ کے منہ میں دوائی ٹپکا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور سزا ان کے منہ میں دوا ٹپکانے کا حکم دیا۔ ② حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے منہ میں دوائی ٹپکائی گئی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روزے کی حالت میں تھیں۔ ③

[5713] حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں اپنے ایک بیٹے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ میں نے عذرہ بیماری کی وجہ سے اس کا تالود بویا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”تم اپنے بچوں کو انگلی سے حلق دبا کر کیوں تکلیف دیتی ہو؟ تم عود ہندی استعمال کرو۔ اس میں سات بیماریوں کی شفا ہے، ان میں سے ایک سینے کا درد ہے۔ اگر حلق کی بیماری ہے تو ناک میں دوائی ڈالی جائے اور سینے کے درد کے لیے منہ کے ایک جانب دوائی ڈالی جائے۔“

(سفیان کہتے ہیں کہ) میں نے زہری سے سنا کہ آپ ﷺ نے دو بیماریوں کو بیان کیا لیکن باقی پانچ بیماریوں کا ذکر نہیں کیا۔

(عبداللہ بن مدینی نے کہا کہ) میں نے سفیان سے ذکر

۵۷۱۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ: دَخَلْتُ بِابْنِ لَبِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ أَغْلَقْتُ عَنْهُ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ: «عَلَامَ تَدْعُرْنَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذَا الْعِلَاقِ؟ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسَعِّطُ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلْدُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ».

فَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ: بَيْنَ لَنَا اثْنَيْنِ، وَلَمْ يَبَيِّنْ لَنَا خَمْسَةً.

قُلْتُ لِسُفْيَانَ: فَإِنَّ مَعْمَرًا يَقُولُ: أَغْلَقْتُ

کیا کہ معر تو اَعْلَقْتُ عَلَیْہِ کے الفاظ بیان کرتا ہے؟ انھوں نے کہا: معمر نے یاد نہیں رکھا، مجھے یاد ہے کہ زہری نے کہا: اَعْلَقْتُ عَنْہُ۔

عَلِیْہِ، قَالَ: لَمْ یَحْفَظْ، اِنَّمَا قَالَ: اَعْلَقْتُ عَنْہُ، حَفِظْتُهُ مِنْ فِی الزُّہْرِیِّ.

سفیان نے اس تحسین کو بیان کیا جو بچے کو پیدائش کے وقت کی جاتی ہے۔ سفیان نے اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور اپنے تالو کو انگلی سے اٹھایا۔ سفیان نے اطلاق کے یہ معنی بیان کیے کہ بچے کو حلق میں انگلی ڈال کر اس کا تالو اٹھانا۔ انھوں نے ”اَعْلَقُوا عَنْہُ شَیْئًا“ کے الفاظ نہیں کہے۔

وَوَصَفَ سَفِیَانَ الْعِلَامَ یُحَنِّکُ بِالْاِصْبَعِ وَاَدْخَلَ سَفِیَانَ فِی حَنَکِہِ، اِنَّمَا یَعْنِی رَفَعَ حَنَکِہِ بِاِصْبَعِہِ، وَلَمْ یَقُلْ: اَعْلَقُوا عَنْہُ شَیْئًا. [راجع:

[۵۶۹۲]

فوائد مسائل: ① ہمارے ہاں خواتین بچے کے تالو کا علاج اس طرح کرتی ہیں کہ انگلی پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر تالو کو دبا دیتی ہیں جس سے تالو کا فاسد مادہ سیاہ خون کی شکل میں خارج ہو جاتا ہے۔ عرب خواتین بھی بچے کے حلق کا اسی طرح علاج کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا علاج ناک میں دوائی ڈال کر کیا جائے۔ ② پہلی کے درم کے لیے منہ کی ایک جانب دوائی ڈالی جائے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے منہ کی ایک جانب دوائی ڈالنا ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 22 - بلا عنوان

### (۲۲) بَابُ:

[5714] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور تکلیف زیادہ ہو گئی تو آپ نے بیماری کے دن میرے گھر گزارنے کے لیے اپنی دوسری ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی۔ انھوں نے آپ کو اجازت دے دی تو آپ دو اشخاص حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان سہارا لے کر باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ دوسرے صاحب کون تھے جن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں، مجھے تو معلوم نہیں۔ انھوں نے

۵۷۱۴ - حَدَّثَنَا یُسْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَیُونُسُ: قَالَ الزُّہْرِیُّ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمَّا قُتِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَرْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمْرَضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخَطُّ رَجُلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَآخَرَ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: هَلْ تَدْرِي مِنَ الرَّجُلِ الْآخَرِ الَّذِي لَمْ نُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لَا، فَقَالَ: هُوَ عَلِيٌّ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَمَا دَخَلَ بَيْتَهَا وَاشْتَدَّ بِهِ



کہا: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے حجرے میں داخل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ کی بیماری بڑھ گئی تھی: ”مجھ پر سات مشکیزے پانی ڈالو جو پانی سے لبریز ہوں، شاید میں لوگوں کو کچھ نصیحت کروں۔“ پھر آپ ﷺ کو ہم نے ایک بڑے لگن میں بٹھایا جو نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ پھر ہم نے ان مشکیزوں سے آپ پر پانی بہانا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے تعمیل حکم کر دی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، انھیں نماز پڑھائی، پھر خطاب کیا۔

وَجَعَلَهُ: «هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قَرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِتَهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ»، قَالَتْ: فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْصَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقَرَبِ حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ، قَالَتْ: وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ، فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ. [راجع: ۱۹۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ عنوان پہلے باب کا ٹکملہ ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے ایک حکم کا ذکر تھا، جس کی حاضرین کو سزا دی گئی تھی کہ روزے دار کو بھی معاف نہیں کیا گیا، جب رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود آپ کے منہ میں دوائی ڈال دی گئی۔ ② اس عنوان کے تحت اس کے برعکس واقعہ بیان ہوا ہے کہ حاضرین نے نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ پر سات مشکیزیں پانی بہایا تو آپ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب مریض کے ہوش و حواس قائم ہوں تو اسے کوئی ایسی چیز استعمال کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے جس سے اس نے روک دیا ہو اور جس چیز کے متعلق وہ حکم دے اس کے بجالانے میں ٹال مٹول نہیں کرنی چاہیے۔ ①

باب: 23- تالوگر جانے کا بیان

(۲۳) بَابُ الْغُدْرَةِ

🕌 وضاحت: غدرہ، حلق کی وہ بیماری ہے جسے کواگر کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حلق کے آخر میں ایک گوشت کا ٹکڑا گندے بخارات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اسے عربی میں ”سقوط اللہاء“ بھی کہتے ہیں۔

[5715] حضرت ام قیس بنت حصن اسدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، ان کا تعلق قبیلہ خزیمہ کی شاخ بنو اسد سے تھا، وہ پہلی پہلی مہاجر عورتوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ

۵۷۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِخْصَنِ الْأَسَدِيَّةِ - أَسَدٌ

ﷺ سے بیعت کی تھی، نیز آپ حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ کی ہمشر ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک بیٹے کو لائیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے کی عذرہ بیماری کا علاج تالودبا کر کیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم عورتیں کس لیے اپنی اولاد کو تالودبا کر تکلیف دیتی ہو؟ تمہیں چاہیے کہ اس مرض میں عود ہندی استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفا ہے، ان میں سے ایک سینے کا درد ہے، اس سے آپ کی مراد کست تھی۔ یہی عود ہندی ہے۔“

حَزِيمَةُ - وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُولِ  
الَّتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ ﷺ، وَهِيَ أُخْتُ عَكَاشَةَ.  
أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِابْنِ لَهَا قَدْ  
أَغْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُدْرَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:  
«عَلَامَ تَدْعُرْنَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذَا الْعِلَاقِ؟ عَلَيْكُمْ  
بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ، مِنْهَا  
ذَاثُ الْجَنْبِ»، يُرِيدُ الْكُسْتُ، وَهُوَ الْعُودُ  
الْهِنْدِيُّ.

یونس اور اسحاق بن راشد نے امام زہری سے اُغْلَقَتْ  
کے بجائے عَلَقَتْ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

وَقَالَ يُونُسُ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ  
الزُّهْرِيِّ: عَلَقَتْ عَلَيْهِ. [راجع: 5692]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو بیماریوں کا ذکر کیا ہے جن کے لیے عود ہندی فائدہ دیتی ہے، باقی پانچ بیماریاں بیان نہیں کیں۔ ② اطباء نے اس کے بے شمار فائدے بیان کئے ہیں، مثلاً: ۱۔ پیشاب اور حیض کھل کر آتا ہے۔ ۲۔ انتڑیوں کے کیرے مر جاتے ہیں۔ ۳۔ زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ ۴۔ باری کے بخار میں مفید ہے۔ ۵۔ معدے کی اصلاح ہوتی ہے۔ ۶۔ جماع کی خواہش میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۷۔ اس کے چبانے سے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ ۸۔ جگر اور سینے کے درد کے لیے زوداثر ہے۔<sup>(۲)</sup>

### باب: 24 - اسہال کا علاج

[5716] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے بھائی کو اسہال کا عارضہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اسے شہد پلاؤ۔“ اس نے پلایا اور پھر واپس آکر کہنے لگا کہ میں نے اسے شہد پلایا تھا لیکن اسہال بڑھ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، البتہ تیرے بھائی کا پیٹ خطا کار ہے۔“

### (۲۴) بَابُ دَوَاءِ الْمَبْطُونِ

۵۷۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي  
الْمَتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى  
النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنَهُ،  
فَقَالَ: «اسْقِهِ عَسَلًا»، فَسَقَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي  
سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتَطْلَاقًا. فَقَالَ: «صَدَقَ  
اللَّهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ».

نظر نے شعبہ سے روایت کرنے میں محمد بن جعفر کی متابعت کی ہے۔

تَابِعُهُ النَّضْرُ عَنْ شُعْبَةَ. [راجع: ۵۶۸۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① شہد کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے کیونکہ یہ بہت سے نباتات کا نچوڑ ہوتا ہے جسے شہد کی مکھی پھولوں کا رس چوس چوس کر جمع کرتی ہے۔ ② اس روایت میں جس مریض کا ذکر ہے اسے کئی مرتبہ شہد پلایا گیا، بالآخر شہد پلاتے وقت دست خود بخود بند ہو گئے۔ جب پیٹ کا فاسد مادہ نکل گیا تو شہد نے مکمل طریقے سے اس پر اپنا اثر کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شہد نے پہلی مرتبہ پینے سے فائدہ نہ دیا کیونکہ بیماری کے لیے جس قدر مقدار اور کیفیت درکار تھی وہ اس سے کم تھا، اس لیے کما حقہ افاقہ نہ ہوا۔ اگر مقدار بڑھ جاتی تو دوسری بیماریوں کا اندیشہ تھا، اس لیے بار بار پینے سے بیماری کے مطابق جب مقدار پوری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض صحت مند ہو گیا۔<sup>۱</sup>

(۲۵) بَابُ: لَا صَفَرَ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ  
الْبَطْنَ

باب: 25- صفر، یعنی پیٹ کی بیماری کے متعلق جان  
لیوا ہونے کا عقیدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا

🌞 وضاحت: کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ ”لَا صَفَرَ“ سے مراد ماہ صفر کی نحوست ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے بے اصل قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ یہ پیٹ کی ایک بیماری ہے۔ اس سے مراد ماہ صفر نہیں ہے۔ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ یہ بیماری جسے لگ جائے اسے جان سے مار دیتی ہے۔ حدیث میں اس عقیدے کی نفی ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے، جب وہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کا صفر نامی بیماری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔<sup>۲</sup>

[5717] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”امراض میں چھوت چھات، صفر (پیٹ کی ایک بیماری) کا جان لیوا ہونا اور الو کی نحوست کی کوئی حیثیت نہیں۔“ اس پر ایک اعرابی بولا: اللہ کے رسول! پھر میرے اونٹوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ریگستان میں تو ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں، پھر ایک خارش آونٹ آتا ہے تو سب کو خارش بنا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پہلے کو خارش کس نے بنایا تھا؟“

۵۷۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ [قَالَ] أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَعَبْرُهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةً»، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا بَالُ إِبِلِي تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الطَّبَاءُ فَيَأْتِيهِ النَّبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيَجْرِبُهَا، فَقَالَ: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟».

رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَبِسَانِ بْنِ  
أَبِي سِنَانٍ. [راجع: ۵۷۰۷]

اس حدیث کو امام زہری نے ابوسلمہ اور سنان بن ابی  
شان سے روایت کیا ہے۔

❦ فوائد و مسائل: ❶ جس مؤثر حقیقی نے پہلے اونٹ کو خارش بنایا تھا، اس نے دوسروں کو بھی خارش بنا دیا ہے۔ اگر خارش  
چھوت چھات کی وجہ سے ہوتی تو پہلے اونٹ کو خارش نہ ہوتی کیونکہ اس وقت کوئی دوسرا اونٹ خارش نہیں تھا، لہذا اونٹ کو کسی کے  
بغیر خارش ہو جاتی ہے تو دوسروں کو بھی طبعی طور پر ہو سکتی ہے۔ اس پر متعدی ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے  
اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ صفر بیماری کے جان لیوا ہونے کا عقیدہ سرے سے غلط ہے۔ انسان کو موت کسی بیماری سے نہیں  
بلکہ اس کی اجل ختم ہونے سے آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 26- ذات الجنب کا بیان

### (۲۶) بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ

❦ وضاحت: پسلیوں اور سینے میں غلیظ مادے اور گندے بخارات رک جانے سے ان میں درد ہونے لگتا ہے۔ یہ بہت  
خطرناک بیماری ہے۔ اس کا علاج عود ہندی سے کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

[5718] حضرت ام قیس بنت حصن رحمہا اللہ سے روایت

ہے، یہ خاتون ان پہلی مہاجرات سے ہیں جنہوں نے رسول  
اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، نیز یہ حضرت عکاشہ بن حصن  
کی ہمشر ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی  
خدمت میں اپنا ایک بیٹا لے کر حاضر ہوئیں جبکہ انہوں نے  
عذرہ بیماری کی وجہ سے بچے کا تالو دبایا تھا۔ نبی ﷺ نے  
فرمایا: ”اللہ سے ڈرو، تم عورتیں اپنی اولاد کو اس طرح تالو دبا  
کر کیوں تکلیف پہنچاتی ہو؟ تم اس کے لیے عود ہندی  
استعمال کرو، اس میں سات بیماریوں کے لیے شفا ہے، جن  
میں سے ایک نمونیہ بھی ہے۔“ آپ ﷺ کی مراد کس تھی  
جسے قسط بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک لغت ہے۔

۵۷۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ  
بَشِيرٍ عَنْ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي  
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِخْصَنٍ -  
وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُولَى اللَّائِي بَايَعْنَ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَهِيَ أُخْتُ عَكَّاشَةَ بْنِ  
مِخْصَنٍ - أَخْبَرَتْ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
بَابِنَ لَهَا قَدْ عَلِقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُدْرَةِ، فَقَالَ:  
«اتَّقُوا اللَّهَ، عَلَامَ تَذْعَرْنَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذِهِ  
الْأَعْلَاقِ؟ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ  
سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ»، يُرِيدُ  
الْكُسْتَ، يَعْنِي الْقُسْطَ. قَالَ: وَهِيَ لُعَّةٌ.

[راجع: ۵۶۹۲]

❦ فائدہ: عود ہندی زیادہ گرم ہے جبکہ عود بحری سمندر سے برآمد ہونے کی وجہ سے کچھ کم گرم ہوتی ہے۔ یہ دونوں جڑیں ہوتی  
ہیں۔ ان دونوں کو ملا کر نسوار بنانا اور ناک میں ڈالنا زکام اور اخراج بلغم کے لیے بہت مفید ہے۔ اس میں تیل یا پانی ملا کر بھی



ناک میں ٹپکایا جاتا ہے۔ یہ دونوں دوائیں پہلی کے ورم اور سینے کے درد کے لیے بھی بے حد مفید ہیں۔

[5721, 5720, 5719] حضرت حماد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایوب کے سامنے ابو قلابہ کی لکھی ہوئی احادیث پڑھی گئیں، ان میں وہ احادیث بھی تھیں جنہیں بیان کیا تھا اور وہ بھی تھیں جو ان کے سامنے پڑھ کر سنائی گئی تھیں۔ ان تحریر شدہ احادیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بھی تھی کہ حضرت ابوطلمہ اور حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو داغ لگا کر ان کا علاج کیا تھا یا حضرت ابوطلمہ رضی اللہ عنہ نے خود ان کو اپنے ہاتھ سے داغا تھا۔

حضرت ابو قلابہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ انصار کے بعض گھرانوں کو زہریلے جانوروں کے کاٹنے اور کان کی تکلیف میں دم کرنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پہلی کے درد کی وجہ سے مجھے داغ دیا گیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ حیات تھے۔ اس وقت حضرت ابوطلمہ، انس بن نصر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے اور مجھے حضرت ابوطلمہ رضی اللہ عنہ نے داغ دیا تھا۔

۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱ - حَدَّثَنَا عَارِمٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: قُرِئَ عَلَى أَيُّوبَ مِنْ كُتُبِ أَبِي قَلَابَةَ - مِنْهُ مَا حَدَّثَ بِهِ، وَمِنْهُ مَا قُرِئَ عَلَيْهِ - فَكَانَ هَذَا فِي الْكِتَابِ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ وَأَنَسَ بْنَ النَّضْرِ كَوَّيَاهُ، وَكَوَّاهُ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِهِ. [انظر: ۵۷۲۱]

وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنصُورٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أِذَنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَزُقُّوا مِنَ الْحُمَةِ وَالْأَذْنِ.

قَالَ أَنَسٌ: كُوِيَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيٌّ، وَشَهِدَنِي أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو طَلْحَةَ كَوَّانِي. [راجع: ۵۷۱۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① قبل ازیں پہلیوں کے درد کا علاج بذریعہ عود ہندی بیان ہوا تھا کہ اسے منہ کی ایک جانب ڈالا جائے اور اس حدیث میں ایک دوسرا علاج بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اس بیماری کی وجہ سے داغ دیا گیا تھا، جبکہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت انس رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ داغنے کا عمل حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ ② اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو یہ علاج پسند نہ تھا، تاہم باہر مجبوری اسے اختیار کیا گیا۔ بہر حال مجبوری کے وقت اس کے ذریعے سے علاج کرنا مباح اور جائز ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا علاج ممکن ہو تو پھر اس طریقہ علاج سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

## (۲۷) بَابُ حَرْقِ الْحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ الدَّمُ

باب: 27- زخم کا خون بند کرنے کے لیے چٹائی کو جلانا

[5722] حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خود ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا، نیز سامنے کے دودانت بھی ٹوٹ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، آپ کے چہرہ انور سے خون دھو رہی تھیں۔ پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون، پانی سے بھی زیادہ آ رہا ہے تو انھوں نے ایک چٹائی جلا کر اس کی راکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر لگائی تو خون رک گیا۔

۵۷۲۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: لَمَّا كُسِرَتْ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ ﷺ الْبَيْضَةُ، وَأُذِمِّي وَجْهَهُ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَّتُهُ، وَكَانَ عَلَيَّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمَجْنِّ وَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ - عَلَيْهَا السَّلَامُ - الدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلَصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَرَقَّ الدَّمُ. [راجع: ۲۴۳]

🌞 فوائد و مسائل: ① حمیر، عربوں میں کھجور کے پتوں سے بنائی جاتی تھی۔ راکھ کھجور کے پتوں کی ہو یا پٹ سن کے بورے کی یا سوتے کپڑے کی، خون بند کر دیتی ہے۔ اس سے خون کی رگیں بند کرنا مقصود تھا، انھیں بند کرنے سے خون خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ ② راکھ کی یہ خصوصیت ہے کہ جب اسے زخم پر چپکا دیا جاتا ہے تو یہ خون بند کر دیتی ہے اور اس کے جاری ہونے کی جگہ کو بھی خشک کر دیتی ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے: [باب التداوی بالرماد] ”راکھ سے علاج کرنا۔“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ پانی کے ساتھ خون کو اس وقت دھویا جائے جب زخم گہرا نہ ہو لیکن جب زخم گہرا ہو تو اس میں پانی پڑ جانے سے نقصان کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔<sup>۱</sup>

## (۲۸) بَابُ: الْحُمَى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

باب: 28- بخار، دوزخ کی بھاپ سے ہے

🌞 وضاحت: بخار سے جہنم کی یاد آتی ہے جس طرح دنیا کی خوشیاں اور اس کی راحتیں جنت سے ایک طرح کا تعلق رکھتی ہیں اسی طرح بخار وغیرہ کا جہنم سے ایک تعلق ہے۔ ممکن ہے کہ بخار کا تعلق جہنم کی آگ سے حقیقی ہو جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔

[5723] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی

ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”بخار جہنم کی بھاپ سے ہے، لہذا تم اس (بھاپ) کو پانی سے بھادو۔“

۵۷۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ [قَالَ] حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ».

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب بخار آتا تو یوں دعا کرتے: (اے اللہ!) ہم سے اس عذاب کو دور کر دے۔

قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ: اكْشِفْ عَنَّا الرَّجْزَ. [راجع: ۳۲۶۴]

فائدہ: اس حدیث میں پانی کے استعمال کا طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔ اس کے استعمال کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں، مثلاً: پانی نوش کرنا یا جسم پر پانی کی پٹیاں رکھنا، برف لگانا یا غسل کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حیات طیبہ کے آخری ایام میں غسل فرمایا تھا تاکہ حرارت کچھ کم ہو جائے تو جماعت سے نماز ادا کر سکیں۔ گرم علاقوں میں بخار عام طور پر گرمی کی شدت سے ہوتا ہے، لہذا اس کا علاج پانی سے مناسب ہے۔ ایک روایت میں مائے زمزم کا ذکر ہے۔<sup>۱</sup> لیکن یہ قید اتفاق ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں مائے زمزم بکثرت دستیاب تھا اور مذکورہ واقعہ بھی مکہ مکرمہ کا ہے۔ ہر قسم کا پانی بخار کے لیے مفید ہے۔ ڈاکٹر حضرات بھی اس سلسلے میں برف کی پٹیوں کا مشورہ دیتے ہیں، بہر حال ایسا کرنے سے بخار کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔

[5724] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس جب کوئی بخار میں مبتلا عورت لائی جاتی تو وہ اس کے لیے دعا کرتیں اور پانی لے کر اس کے گریبان میں ڈالتیں اور کہتیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم بخار کو پانی سے ٹھنڈا کریں۔

۵۷۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ: أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِالْمَرَأَةِ قَدْ حُمَّتْ تَدْعُو لَهَا، أَخَذَتْ الْمَاءَ، فَصَبَتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَنْبَيْهَا وَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَبْرِدَهَا بِالْمَاءِ.

فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بعد حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث بیان کی ہے، تاکہ پانی کے استعمال کی کیفیت بیان کی جائے کہ بخار میں مبتلا آدمی کے گریبان میں پانی ڈال دیا جائے تاکہ اس سے جسم کو ٹھنڈک پہنچے۔ ② دراصل بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنے میں علاقے، موسم اور مریض کے حالات کو مد نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ صفراوی بخار میں تو واقعی ٹھنڈے پانی والا نسخہ کیا اثر ہے۔ بہر حال نہانا اور ہاتھ پاؤں دھونا بھی مفید ہے،

چنانچہ جدید طب نے بھی اس کی افادیت کو تسلیم کیا ہے۔

[5725] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”بخارِ جہنم کی بھاپ سے ہے، لہذا اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔“

۵۷۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ». [راجع: ۳۲۶۳]

[5726] حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بخارِ جہنم کی بھاپ سے ہے، لہذا تم اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔“

۵۷۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ». [راجع: ۳۲۶۲]

☀ فائدہ: بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد مریض کی طرف سے پانی صدقہ کرنا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا دے دیتا ہے۔ اگرچہ اس کی توجیہ بھی ممکن ہے کہ جب کسی پیاسے کی پیاس پانی سے بجھانے کا بندوبست کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ مریض سے بخار کی شدت بجھا دے گا لیکن حدیث سے متبادر یہی ہے کہ پانی کو مریض کے جسم پر استعمال کیا جائے، البتہ صدقہ کرنے والی بات حدیث سے کشید کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>①</sup>

باب: 29 - جہاں آب و ہوا موافق نہ ہو وہاں سے کسی دوسری جگہ جانا

(۲۹) بَابُ مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تُلَاقِيهِ

[5727] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عکل اور عربینہ سے چند لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے اسلام کے متعلق گفتگو کی، پھر کہا: اللہ کے رسول! ہم مویشی پالنے والے ہیں اور زراعت پیشہ یا کھجوروں والے نہیں ہیں، مدینہ طیبہ کی آب و ہوا انھیں موافق نہیں آتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے چند اونٹوں اور ایک چرواہے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ ان اونٹوں کے

۵۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَاسًا - أَوْ رَجَالًا - مِنْ عُكْلٍ وَعَرَبَيْنَةٍ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ، وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رَيْفٍ وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَبِرَاعٍ،





آپ نے فرمایا: ”جب تم سنو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ لیکن جہاں یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔“

(حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ) میں نے (ابراہیم بن سعد سے) کہا: تم نے خود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ انھوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور انھوں نے اس کا انکار نہیں کیا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اگرچہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اپنے وقت سے ایک لمحہ آگے پیچھے نہیں ہوتی، اس کے باوجود وہائی جگہ جانے اور وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو، مثلاً: کوئی کہے: وہاں جانا میری ہلاکت کا سبب بنایا وہائی مقام سے آنا اس کی عافیت کا باعث ہوا جیسا کہ کوڑھ والے کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے، اس کی مزید تفصیل آئندہ واقعے سے معلوم ہوگی۔

[5729] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے جا رہے تھے، جب سرخ مقام پر پہنچے تو آپ کی ملاقات امراء افواج حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مہاجرین اولین کو میرے پاس بلاؤ۔ ان کو بلایا تو ان سے مشورہ طلب کیا اور ان سے کہا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، مہاجرین اولین نے باہم اختلاف رائے کیا، بعض نے کہا: آپ ایک عظیم مقصد (جہاد) کے لیے نکلے ہیں، لہذا ہم آپ کا واپس چلے جانا مناسب نہیں سمجھتے، جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے کہا کہ آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی ماندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ہم یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ ان کو لے کر وہائی علاقے میں جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ

سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا».

فَقُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. [راجع: ۲۴۷۲]

۵۷۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ تَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرِغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ: أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ: ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاجْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْنَا لِأَمْرِ وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا نَرَى أَنْ

تَقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشِيخَةٍ فُرْنِسٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلَفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنَّ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمُهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ فَتَادِي عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرِ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللَّهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ؟ نَعَمْ نَفَرْتُ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ إِلَى قَدَرِ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصِيْبَةٌ وَالْأُخْرَى جَذْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَذْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ»، قَالَ: فَحَمِدَ اللَّهُ عُمَرُ ثُمَّ أَنْصَرَفَ. [انظر: ٥٧٣، ٦٩٧٣]

حضرات تشریف لے جائیں۔ پھر فرمایا: انصار کو بلاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں انصار کو بلا لایا۔ آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا لیکن وہ بھی کسی ایک فیصلے پر متفق نہ ہوئے بلکہ مہاجرین کی طرح اختلاف کرنے لگے، کسی نے کہا: آگے چلیں اور کسی نے واپس جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم بھی تشریف لے جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے شیوخ کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ طیبہ آئے تھے۔ میں انھیں بلا کر لایا تو ان میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہ ہوا بلکہ انھوں نے کہا: ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور انھیں اس وباء میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں صبح اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ لوٹ جاؤں گا، لہذا تم لوگ بھی واپس چلو، چنانچہ صبح کو ایسا ہی ہوا۔ اس دوران میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا اللہ کی تقدیر سے راہ فرار اختیار کیا جائے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو عبیدہ! کاش! تیرے علاوہ کوئی دوسرا یہ بات کہتا۔ ہاں، ہم اللہ کی تقدیر سے راہ فرار اختیار کر کے اللہ کی تقدیر کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ مجھے بتاؤ اگر تمہارے اونٹ کسی وادی میں جائیں جس کے دو کنارے ہوں: ایک سرسبز و شاداب اور دوسرا خشک و بے آباد، کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر سرسبز خطے میں چراتے ہو تو اللہ کی تقدیر سے ایسا ہوگا اور اگر خشک وادی میں چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہوگا۔ اس دوران میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وہاں آگئے جو اپنی کسی ضرورت کی بنا پر اس وقت وہاں موجود نہیں تھے، انھوں نے بتایا کہ میرے پاس اس مسئلے کے متعلق یقینی علم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”اگر تم کسی ملک کے

متعلق سنو کہ وہاں دبا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ دبا آجائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔“  
راوی بیان کرتے ہیں کہ اس وقت حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر واپس ہو گئے۔

🌞 **فوائد ومسائل:** ① یہ اٹھارہ ہجری کا واقعہ ہے۔ شام کے علاقہ عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی۔ عمواس، رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک قصبہ کا نام ہے۔ اس وبا سے تقریباً تیس ہزار افراد لقمہ اجل بنے۔ یہ وہ طاعون تھا جو اسلام میں سب سے پہلے واقعہ ہوا۔ حضرت عمرؓ وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لیے شام جانا چاہتے تھے، لیکن راستے میں طاعون کے پھوٹ پڑنے کی اطلاع ملی تو انھوں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔ اگرچہ انھیں اس کے متعلق کوئی حدیث معلوم نہ تھی لیکن اکثر ان کی رائے حکم الہی کے موافق ہوا کرتی تھی، بعد میں جب پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی ارشاد ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ② بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی ملک یا قصبے میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑے تو وہاں نہیں جانا چاہیے اور وہاں کے لوگوں کو اس مقام سے نہیں نکلنا چاہیے اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے راہ فرار اختیار کرنا نہیں بلکہ تقدیر ہی کا ایک حصہ ہے۔

[5730] حضرت عبداللہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ شام کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپ سرخ مقام پر پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جب تم کسی علاقے کے متعلق سنو کہ وہاں دبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جب کسی ایسی جگہ دبا پھوٹ پڑے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔“

۵۷۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ، فَلَمَّا كَانَ بِسَرِغَ بَلْعَةٍ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدُمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ». [راجع:

[۵۷۲۹]

🌞 **فوائد ومسائل:** ① جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی تو انھوں نے واپسی کا ہنٹہ پروگرام بنالیا۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو واپس لوٹنے پر ندامت ہوئی اور آپ یوں دعا کیا کرتے تھے: ”اے اللہ! میرا مقام سرخ سے واپس آنا معاف کر دے۔“ ① ان کا اظہار ندامت اس لیے تھا کہ وہ ایک بہت بڑی مہم کے لیے نکلے تھے، جب منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے تو واپس آ گئے، وہاں قریب کسی مقام پر طاعون ختم ہونے کا انتظار کر لیتے پھر اپنی مہم پر روانہ ہو جاتے، وہ طاعون جلدی ہی ختم ہو گیا۔ ② شاید انھیں جب جلدی ختم ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں



نے اس پر اظہارِ ندامت کیا ہو کیونکہ واپس لوٹنے میں جس قدر مشقت اور ذہنی کوفت برداشت کرنا پڑی وہ انتظار کرنے میں نہ ہوتی، نیز حدیث وہاں جانے سے ممانعت کے لیے تھی، وہاں سے واپس آنے کے متعلق نہ تھی۔<sup>۱</sup> وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

۵۷۳۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا  
مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمِ الْمُجَمِّرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يَدْخُلُ  
الْمَدِينَةَ الْمَسِيحُ وَلَا الطَّاعُونَ». [راجع: ۱۸۸۰]

[5731] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسیح دجال اور طاعون دونوں مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہوں گے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس بخار اور طاعون لے کر آئے۔ میں نے مدینہ طیبہ کے لیے بخار کا انتخاب کیا اور طاعون کو شام کے لیے چھوڑ دیا، جب طاعون میری امت کے لیے شہادت اور رحمت ہے اور کافروں کے لیے عذاب۔“ ② اس میں یہ حکمت بیان کی جاتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت تھوڑے اور وہ بھی بے سرو سامانی کی حالت میں تھے اور مدینہ طیبہ بھی دہائی شہر تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے بخار کا انتخاب کیا کیونکہ اس سے اموات بہت کم واقع ہوتی ہیں جبکہ طاعون میں تو مرنے کی وجہ سے شہر اجڑ جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو کفار سے جہاد کی ضرورت پڑی اور بخار ایسے حالات میں مسلمانوں کی کمزوری کا باعث تھا تو آپ ﷺ نے بخار وغیرہ کو کھٹھ نپٹل کر دینے کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے کھٹھ نپٹل کر دیا۔ اس وقت سے مدینہ طیبہ خوشگوار خطہ بن گیا۔ ③

۵۷۳۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ: حَدَّثَنِي حَفْصَةُ  
بْنْتُ سِيرِينَ قَالَتْ: قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَعْبَى بِمَ مَاتَ؟ قُلْتُ: مِنَ  
الطَّاعُونَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:  
«الطَّاعُونَ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ». [راجع: ۲۸۳۰]

[5732] حضرت حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے، انھوں نے کہا: مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یحییٰ بن سیرین کا کس بیماری سے انتقال ہوا ہے؟ میں نے کہا: طاعون سے۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”طاعون، ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔“

۵۷۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ  
سَمِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ  
النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَالْمَطْعُونُ  
شَهِيدٌ». [راجع: ۶۵۳]

[5733] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور طاعون کی بیماری سے مرنے والا بھی شہید ہے۔“

فائدہ: طاعون ایک بہت بڑی خطرناک اور مہلک بیماری ہے جس کی وجہ سے بارہا نوع انسانی کو سخت ترین نقصان پہنچا ہے لیکن اہل ایمان کے لیے یہ شہادت کا باعث ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے حضور جب معرکے میں شہید ہونے والے اور طاعون سے مرنے والے پیش ہوں گے تو طاعون سے مرنے والے کہیں گے کہ ہم بھی شہید ہیں۔ فیصلے کے لیے کہا جائے گا کہ طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھا جائے، اگر ان کے زخم شہیدوں کے زخموں کی طرح ہیں اور ان سے خون بہتا ہے جس سے کستوری کی خوشبو آتی ہو تو انہیں شہداء شمار کیا جائے، چنانچہ انہیں دیکھا جائے گا کہ وہ انھی اوصاف سے متصف ہیں تو انہیں شہداء میں شمار کیا جائے گا۔" لیکن یہ درجہ حاصل کرنے کے لیے چند ایک شرائط ہیں جن کا آئندہ حدیث میں ذکر ہوگا۔

### (۳۱) بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ

باب: 31- طاعون میں صبر کر کے وہیں رہنے والے شخص کے اجر کا بیان (گو اسے طاعون نہ ہو)

۵۷۳۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا حَبَّانُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفَرَاتِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرْتَنَا أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ: «كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ فَجَعَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمُوتُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ».

[5734] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں بتایا: ”طاعون (اللہ کا) عذاب تھا، وہ اسے جس پر چاہتا بھیج دیتا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل ایمان کے لیے باعث رحمت بنا دیا۔ اب کوئی بھی اللہ کا بندہ اگر صبر کے ساتھ اس شہر میں ٹھہرا رہے جہاں طاعون پھوٹ پڑا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچ کر رہے گا تو اس کو شہید کا سا ثواب ملے گا۔“

تَابَعَهُ النَّصْرُ عَنْ دَاوُدَ. [راجع: ۳۷۴۱]

نضر بن شہیل نے داود سے روایت کرنے میں حبان بن بلال کی متابعت کی ہے۔

نوائد و مسائل: ① طاعون کی وجہ سے اجر و ثواب کا حق دار بننے کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ وہ صبر و استقامت کے ساتھ اسی مقام پر ٹھہرا رہے، وہاں سے بھاگ کر کسی دوسری جگہ نہ جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے، وہاں ٹھہرتے ہوئے کسی قسم کی پریشانی کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔ اگر اس کا گمان ہو کہ یہاں سے نکلنے میں اسے نجات مل

جائے گی تو اسے ثواب سے محرومی کا سامنا کرنا پڑے گا، خواہ وہ طاعون سے وہاں مر جائے۔ اور اگر وہ ان صفات سے متصف ہے تو اسے شہید کا ثواب ملے گا اگرچہ اسے طاعون کی وجہ سے موت نہ آئے۔ اس کے تحت تین صورتیں ہیں: ○ ان صفات کا حامل ہو اور طاعون کی وجہ سے وہاں موت آجائے۔ ○ وہاں طاعون سے متاثر ہو لیکن اسے اس وجہ سے موت نہ آئے۔ ○ وہ طاعون سے متاثر نہ ہو اور اس کے بغیر موت آجائے۔ ② بہر حال جو شخص صبر کرتے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے ایسے مقام سے نہ نکلے جہاں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہو اور وہ طاعون کے مرض سے نہ مرے تو اسے شہید کے مثل ثواب ہوگا اور اگر وہ مر جائے تو وہ شہید کے حکم میں ہے۔<sup>1</sup>

### (۳۲) بَابُ الرُّقَى بِالْقُرْآنِ وَالْمُعَوَّذَاتِ

### باب: 32- قرآن اور معوذات پڑھ کر دم کرنا

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اب دوسرا طریقہ علاج بیان کرنے کا آغاز کیا ہے۔ وہ قرآن اور مسنون دعاؤں سے دم جھاڑ کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بہت سے فائدہ مند اور نفع بخش دم سکھائے ہیں۔ جو قرآنی آیات اور دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ اس کے طریقہ کار اور اوقات سے بھی آگاہ کیا ہے۔ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے دم جھاڑ میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں اور نہ آپ کے بتائے ہوئے وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں وہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں کی بیشی کرنا اور اس کے اوقات میں تبدیلی کرنا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ علم رکھنے کا دعویٰ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ وہ دم جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، البتہ کسی نے اس کا تجربہ کیا ہے اور اس کا فائدہ بھی ظاہر ہے، نیز وہ ایسے امور پر مشتمل نہیں جس سے شریعت نے نہجے کا حکم دیا ہے تو اس قسم کے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جھاڑ پھونک سے علاج کرنا بھی جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے کی طرح ہے۔ ان سے فائدہ اٹھانا رسول اللہ ﷺ ہی پر موقوف نہیں بلکہ دوسروں کے تجربے سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے بشرطیکہ کسی ممنوعہ امر پر مشتمل نہ ہو، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرام کے دم کو برقرار رکھا جو انھوں نے آپ کے علاوہ دوسروں سے سیکھا تھا جیسا کہ آپ نے آل حزم کو سانپ ڈسنے کے دم کی اجازت دی تھی۔ بلکہ آپ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ ضرور ایسا کرے۔<sup>2</sup> حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں دم جھاڑ کیا کرتے تھے۔ ہم نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ دم جھاڑ مجھے پیش کرو۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”ایسا دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔“<sup>3</sup> اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسا دم کرنا جائز ہے جو شرک سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ کسی نے اپنے تجربے سے حاصل کیا ہو۔ اسی طرح شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں اس وقت سیدہ خضہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: ”تم اسے پھوڑے پھینکیں گا دم بھی سکھا دو جس طرح تم نے اسے

لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔“<sup>①</sup> لیکن شریعت میں دم جھاڑ کے متعلق کچھ قواعد و ضوابط ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ○ وہ دم جھاڑ کسی شرکیہ کلام پر مشتمل نہ ہو کیونکہ شرک حرام ہے اور حرام چیز سے علاج جائز نہیں۔ ○ وہ دم جھاڑ پھونک جادو ٹوٹنے کی قسم سے نہ ہو کیونکہ جادو کرنا بھی حرام ہے اور اس کا مرتکب کافر ہے۔ ○ وہ دم جھاڑ ایسی عبارت پر مشتمل ہو جس کے معنی قابل فہم ہوں۔ اگر کسی دم جھاڑ کے معنی سمجھ میں نہ آئیں تو اس میں شرک کا شبہ ہو سکتا ہے اور جس چیز کے متعلق شرک کا گمان ہو اسے اختیار کرنا جائز نہیں۔ ○ ایسی حالت میں دم نہ کیا جائے جس میں دم کرنا شرعاً حرام ہے، مثلاً: حالت جنابت میں، قبرستان یا بیت الخلاء میں یا اپنی شرمگاہ کو ننگا کر کے دم کرنا، ایسی حالت میں دم کرنا حرام ہے۔ ○ وہ دم جھاڑ ایسی عبارت پر مشتمل نہ ہو جو شرعاً حرام ہے، مثلاً: گالی گلوچ اور لعنت وغیرہ کے الفاظ سے کیونکہ یہ چیزیں شرعاً حرام ہیں اور انھیں دم میں استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ ○ دم کرنے والا یا جسے دم کیا جا رہا ہے وہ یہ گمان نہ رکھے کہ یہ دم ہی میرے لیے شفا دہندہ ہے اور اس سے میری تکلیف دور ہوگی، اسے چاہیے کہ وہ دم کرنے یا کروانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے شفا یا بی کی امید رکھے۔ ہمارے رجحان کے مطابق بہترین دم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام یا اللہ کے رسول ﷺ کی سکھائی ہوئی دعاؤں پر مشتمل ہو، نیز جائز قسم کا دم جھاڑ توکل کے منافی نہیں اور دم تکلیف واقع ہونے سے پہلے بھی کیا جاسکتا ہے اور تکلیف آجانے کے بعد بھی جائز ہے لیکن لوگوں پر دم کرنے کے لیے خود کو فارغ کر لینا اور اسے ذریعہ معاش بنانا کسی صورت میں جائز نہیں۔ اگرچہ دم کی اجرت لینا جائز ہے لیکن اسے بطور پیشہ اختیار کرنا سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے میں بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں جنھیں ہم آئندہ بیان کریں گے۔ دم جھاڑ کے علاوہ ہمارے ہاں علاج کا ایک طریقہ تعویذ گنڈا بھی ہے۔ اب ہم اس کے متعلق اپنی گزارشات پیش کرتے ہیں۔ عربی زبان میں تعویذ یا تعوذ کے معنی ہیں: پناہ چاہنا۔ قرآن و حدیث میں تعویذ یا تعوذ کے جو مشتقات آئے ہیں وہ پناہ چاہنے اور معوذتین وغیرہ پڑھنے کے معنی میں مستعمل ہیں، تعویذ لٹکانے یا باندھنے کے معنی میں ہرگز استعمال نہیں ہوتے، البتہ اردو زبان میں تعویذ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو امراض یا آسیب یا نظر بد سے محفوظ رہنے اور حصول برکت کے لیے باندھا یا لٹکایا جائے۔ یاد رہے کہ وہ منکے جو عرب لوگ اپنے بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے پہناتے تھے اسے تمیمہ یا تمام کہا جاتا ہے۔ اس معنی میں وہ کوڑیاں، پتھر، چھلے، انگوٹھیاں، لکڑی اور دھاگے وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں جو جہلاء بغرض علاج پہننے اور پہناتے ہیں۔ اس میں وہ تعویذ بھی آجاتے ہیں جو کفریہ، شرکیہ اور غیر شرعی تحریروں پر مشتمل ہوں یا حروف ابجد یا ہند سے لکھے ہوں یا الٹی سیدھی لکیریں لگائی گئی ہوں۔ ان سب چیزوں کو تمیمہ کہا جانا مناسب ہے جس کی حدیث میں ممانعت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دم جھاڑ، گنڈے منکے اور جادو کی چیزیں یا تحریروں سب شرک ہیں۔“<sup>②</sup> لیکن ایسے تعویذ جو قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں پر مشتمل ہوں انھیں تمیمہ نہیں کہا جاسکتا، البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآنی آیات یا دعائیں لکھ کر لٹکانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، حالانکہ اس دور میں کاغذ، قلم، سیاہی اور کاتب وغیرہ مہیا تھے اور بیماری میں لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے یا لائے جاتے تھے مگر آپ نے کبھی کسی کو یہ طریقہ علاج ارشاد نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے انھیں دم کیا یا مختلف اذکار بتائے یا ان کے لیے کوئی مادی علاج تجویز



فرمایا۔ آیات یا دعائیں لکھ کر لٹکانا بعد کی بات ہے، اسے بھی اسلاف پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ سلف، قرآنی یا غیر قرآنی تعویذ کو برا کہتے تھے۔<sup>(۱)</sup> نیز مشہور ثقہ فقہ حضرت مغیرہ بن مقسم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی سے سوال کیا کہ میں بحالت بخار اپنے بازو پر یہ آیت: ﴿يُنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ لکھ کر لٹکاتا ہوں، ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ خیال کیا اور اسے اچھا نہ سمجھا۔<sup>(۲)</sup> تعویذوں کے جواز میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں خوف یا گھبراہٹ کے موقع پر یہ کلمات سکھائے تھے: [أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَاحْضُرُونَ] چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے سمجھدار بچوں کو یہ کلمات سکھا دیا کرتے تھے اور جو سمجھ ہوتے انھیں لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔<sup>(۳)</sup> اس کے متعلق علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس روایت میں دعائیہ کلمات حسن درجے کے ہیں، البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا عمل کہ وہ لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے، صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔<sup>(۴)</sup> عرصہ ہوا کہ ہم نے استاذ محترم شیخ العرب والجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کو اس کے متعلق خط لکھا تو انھوں نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جن بچوں کو یہ دعایا نہیں ہوتی تھی تو وہ ان کلمات کو پٹی پر لکھ کر ان کے گلے میں باندھ دیتے تھے تاکہ وہ سیکھیں اور یاد کریں جیسا کہ عام چھوٹے طلباء کے ہاتھ میں پٹیاں ہوتی ہیں تاکہ وہ سبق یاد کر سکیں، لہذا اسے مروجہ تعویذ کے جواز کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں۔ بہر حال اس تعویذ گنڈے کے ذریعے سے علاج کرنے کے بے شمار مفاسد ہیں، ہم چند ایک ذکر کرتے ہیں: ○ انسان تعویذ گنڈے کے چکر میں پھنس کر صحیح طریقہ علاج کو چھوڑ دیتا ہے جو دم کے ذریعے سے علاج کرنا ہے۔ ○ اس طریقہ علاج کو اختیار کرنے سے قضاء و قدر پر ایمان ختم ہو جاتا ہے جو ایمان کا ایک عظیم رکن ہے۔ ○ تعویذ گنڈا کرنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کمزور ہو جاتا ہے، پھر تمام تر اعتماد اسی تعویذ گنڈے پر ہوتا ہے۔ ○ تعویذ گنڈے کے ذریعے سے انسان شرک جیسے ظلم عظیم کا مرتکب ہو جاتا ہے جو ناقابل معافی جرم ہے۔ ○ اس طریقہ علاج کا عادی انسان تو ہم پرست بن جاتا ہے اور ہر چیز سے خوف کھاتا ہے۔ ○ اس کے ذریعے سے شعبہ باز قسم کے لوگ انسان کی عزت و آبرو اور مال و متاع پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ہر مسلمان ایمان و یقین کے ساتھ مسنون اعمال اختیار کرے اور یقین رکھے کہ جلد یا بدیر شفا ہو جائے گی۔ اگر شفا نہ ہو تو اپنے کردار کا جائز لے کر دعا قبول نہ ہونے کا سبب معلوم کرے، پھر اسے دور کر کے صبر و استقامت سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب اور بلندی درجات کی امید رکھے۔ واللہ المستعان۔

۵۷۳۵ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ

[5735] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی مرض و وفات میں خود پر معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے۔ پھر جب آپ زیادہ بیمار ہو گئے تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ

(۱) المصنف لابن أبي شيبة: 427/5. (۲) المصنف لابن أبي شيبة: 428/5. (۳) سنن أبي داود، الطب، حديث: 3893.

(۴) ضعيف سنن أبي داود، للالباني، حديث: 840.

يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمَعْوَذَاتِ، فَلَمَّا نَقَلَ كُنْتُ أَنْفُثُ عَنْهُ بِهِنَّ وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ نَفْسَهُ لِيَرْكَبَهَا.

کو دم کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ کا دست مبارک ہی آپ کے جسد اطہر پر پھیرتی تھی۔

فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ: كَيْفَ يَنْفُثُ؟ قَالَ: كَانَ يَنْفُثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ. [راجع: ٤٤٣٩]

(معر نے کہا: میں نے امام زہری سے پوچھا: آپ ﷺ کس طرح دم کرتے تھے؟ تو انھوں نے بتایا کہ آپ ﷺ دم کر کے اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے، پھر انھیں اپنے چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے۔

🌞 فوائد ومسائل: ① معوذات سے مراد سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس ہیں، انھیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے، پھر حتی المقدور تمام جسم پر پھیر لیتے۔ پہلے سر اور چہرے کا مسح کرتے، پھر جسم کے اگلے حصے پر پھیرتے، اس طرح تین دفعہ کرتے تھے۔ ② انسان کو اکثر تکالیف، جادو، ٹونہ، حسد و بغض اور شیطان کی شرارتوں اور اس کے وساوس کی وجہ سے آتی ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ خود پر دم کرنے کے لیے معوذات کا انتخاب کرتے تھے کیونکہ ان میں ان تمام چیزوں کا سد باب ہے۔ ③ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسری قرآنی آیات یا اوجیہ ماثورہ سے دم کرنا جائز نہیں، البتہ ترجیح معوذات کو دی جائے کیونکہ ان میں ہر قسم کی تکلیف کا توڑ موجود ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات ہی میں معوذات سے دم کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ دم زندگی کے آخری وقت تک جاری رہا، منسوخ نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔<sup>2</sup>

باب: 33- سورہ فاتحہ سے دم جھاڑ کرنا

(۳۳) بَابُ الرَّقْمِيِّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے ایک روایت بیان کی ہے۔

وَيَذْكُرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

🌞 وضاحت: ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ جب معوذتین نازل ہوئیں تو پھر ان کے ذریعے سے پناہ مانگتے اور ان کے علاوہ ہر قسم کا وظیفہ ترک کر دیا جس کے ذریعے سے آپ پناہ مانگتے تھے۔<sup>3</sup> اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید معوذتین کے علاوہ دوسرا کوئی بھی وظیفہ جائز نہیں جس کے ذریعے سے دم کیا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ سورہ فاتحہ کے ذریعے سے بھی دم کیا جاسکتا ہے، البتہ بہتر ہے کہ اس سلسلے میں معوذتین کو معمول بنایا جائے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے

بیان کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

[5736] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلے کے پاس سے گزرے تو انھوں نے ان کی ضیافت نہ کی۔ اس دوران میں اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا۔ قبیلے والوں نے صحابہ کرام سے کہا: تمہارے پاس اس کی کوئی دوا یا دم کرنے والا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، لہذا ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک تم ہماری مزدوری طے نہ کرو، چنانچہ انھوں نے کچھ بکریاں دینا طے کر دیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دی، دم کرتے وقت منہ میں تھوک جمع کرتا رہا اور متاثرہ جگہ پر لگتا رہا، ایسا کرنے سے وہ سردار تندرست ہو گیا۔ قبیلے والے بکریاں لے کر آئے تو صحابہ کرام نے کہا: جب تک ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھ نہ لیں ہم یہ بکریاں نہیں لے سکتے، چنانچہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ سے بھی دم کیا جاسکتا ہے؟ بکریاں لے لو اور ان میں میرے لیے بھی حصہ رکھو۔“

۵۷۳۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُؤْهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ لُدِغَ سَيْدٌ أُولَئِكَ فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُؤُوا، وَلَا نَفْعُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بَرَأَقَهُ وَيَتَفَلُّ، فَبَرَأَ، فَأَتَوْا بِالشَّاءِ فَقَالُوا: لَا نَأْخُذْهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ: «وَمَا أَذْرَاكَ أَنَّهَا رُقِيَّةٌ؟ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَنَمٍ». [راجع: ۲۲۷۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① سورۃ فاتحہ اصول دین اور اسمائے حسنیٰ پر مشتمل ہے۔ اس میں آخرت کا اثبات، توحید کا ذکر اور بندوں کی محتاجی کا بیان ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں، نیز اس میں ایک بہترین دعا کا بیان ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا کرتا ہے، پھر اس فاتحہ میں مخلوق کی قسموں کا ذکر ہے: کچھ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا کیونکہ انھوں نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ کچھ ایسے ہیں جنھوں نے حق کو پہچان کر اس کے مطابق عمل نہ کیا ان پر اللہ کا غضب ہوا اور کچھ گمراہ ہیں جنھوں نے حق کو پہچانا ہی نہیں۔ ② اس سورت میں تقدیر، شریعت، آخرت، توبہ، تزکیہ نفس اور اصلاحِ قلب کا ذکر ہے۔ اس بنا پر یہ سورت اس قابل ہے کہ اس کے ذریعے سے ہر بیماری کے لیے

اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کی جائے۔<sup>۱</sup> بہر حال معوذات کے علاوہ سورۃ فاتحہ سے بھی دم کیا جاسکتا ہے اور اس سلسلے میں یہ اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ سورۃ فاتحہ سے دم کرنا ہر بیماری سے شفا کا ذریعہ ہے۔ واللہ المستعان۔

### (۳۴) بَابُ الشَّرْطِ فِي الرُّقِيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: 34- سورۃ فاتحہ سے دم کرنے میں کوئی شرط عائد کرنا

[5737] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے چند صحابہ کرام چشمے پر رہنے والوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے ہاں زہریلے جانور کا کاٹا ہوا ایک شخص تھا۔ صحابہ کرام کے پاس ان کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: کیا تم میں کوئی دم جھاڑ کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس چشمے پر ایک آدمی کو کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہے۔ صحابہ کرام میں سے ایک آدمی اس کے ہمراہ گیا اور چند بکریاں لینے کی شرط پر سورۃ فاتحہ سے دم کیا تو وہ تندرست ہو گیا۔ وہ صحابی بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو انھوں نے اسے اچھا خیال نہ کیا اور کہا کہ تو نے اللہ کی کتاب پڑھ کر اجرت لی ہے؟ آخر جب یہ حضرات مدینہ طیبہ آئے تو انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس شخص نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جن چیزوں کی تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت لینے کے قابل اللہ کی کتاب ہے۔“

۵۷۳۷ - حَدَّثَنَا سَيْدَانُ بْنُ مُصَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ [الْبَصْرِيُّ] - هُوَ صَدُوقٌ - [يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَاءُ]: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِمَاءٍ فِيهِمْ لَدِيغٌ - أَوْ سَلِيمٌ - فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ؟ إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا - أَوْ سَلِيمًا - . فَاَنْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا؟ حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ».

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دم جھاڑ کرنے پر اجرت لینا جائز ہے بلکہ پہلے سے طے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احتیاط قابل ملاحظہ ہے کہ جب تک انھیں اس کے حلال یا جائز ہونے کا علم نہیں ہوا بکریوں کو ہاتھ نہیں لگایا، البتہ دم جھاڑ کے لیے فارغ ہو جانا اور اسے ذریعہ معاش بنا لینا انتہائی مذموم ہے۔ یہ طریقہ سلف صالحین کے ہاں غیر معروف ہے اور یہ دم کرنے والے، کروانے والے کو برائی اور فساد کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ جس طرح کسی بزرگ سے دعا



کردانا تو جائز ہے لیکن اس بزرگ کا اس کام کے لیے فارغ ہو کر بیٹھ رہنا تاکہ لوگ اس کے پاس آکر دعا کرائیں درست نہیں۔ ایسا کرنے سے کئی ایک مفاسد کے جنم لینے کا اندیشہ ہے۔

### |(۳۵) بَابُ رُفْيَةِ الْعَيْنِ|

### باب: 35- نظر بد لگ جانے سے دم کرنا

۵۷۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْبُدُ بْنُ خَالِدٍ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ شَدَّادٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ أَمَرَ - أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ.

[5738] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا..... یا (کہا کہ) آپ نے حکم دیا..... کہ نظر بد لگ جانے سے دم جھاڑ کیا جائے۔

🕌 فائدہ: نظر لگ جانا برحق ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ اگر انسان کسی دوسرے کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرے تو نیک خواہش کا مثبت اثر دوسرے پر ہوتا ہے، اسی طرح بری خواہش، یعنی حسد وغیرہ کے منفی اثرات بھی شدت سے دوسروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاج کے لیے بہت سی دعائیں بتائی ہیں، ان میں سے ایک دعا حسب ذیل ہے: [أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَأَمَةٍ] رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی حکم ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی میں کوئی پسندیدہ خصلت دیکھے تو اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔<sup>(۲)</sup>

[5739] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کی چہرے پر سیاہ دھبے تھے تو آپ نے فرمایا: "اسے دم کراؤ کیونکہ اسے نظر بد لگ گئی ہے۔"

۵۷۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهَبٍ بْنُ عَطِيَّةَ الدَّمَشَقِيِّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ: أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ: «اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ».

عقیل نے کہا کہ ان سے زہری نے بیان کیا، انھیں عروہ نے خبر دی، انھوں نے اسے نبی ﷺ سے (مرسل طور پر)

وَقَالَ عَقِيلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

بیان کیا۔

تَابِعُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَالِمٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ. عبد اللہ بن سالم نے زبیدی سے روایت کرنے میں محمد بن حرب کی متابعت کی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر بد سے دم کرنا مشروع ہے جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کے رسول! حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو نظر بد بہت جلد لگ جاتی ہے، کیا ہمیں اس کے لیے دم کرانے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں“ تم دم کر سکتے ہوں۔<sup>1</sup> ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا: ”جعفر کے بچے کمزور کیوں ہیں۔“ انھوں نے کہا: انھیں نظر بد لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”انھیں دم کر دیا کرو۔“ میں نے ایک دم آپ ﷺ کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ”ہاں! اس سے دم کر لیا کرو۔“<sup>2</sup>

### (۳۶) بَابُ: الْعَيْنُ حَقٌّ

### باب: 36- نظر بد برحق ہے

۵۷۴۰ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْعَيْنُ حَقٌّ»، وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ. [انظر: ۵۹۴۴]

[5740] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”نظر لگ جانا برحق ہے۔“ اور آپ نے جسم میں سرمہ بھرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ایک انسان اپنے ارادے، خواہش اور توجہ کے ذریعے سے دوسروں پر بہت جلد اثر انداز ہو سکتا ہے۔ نظر لگنے کی صورت میں بھی کسی کی خوبی دیکھ کر بعض نفوس میں جو جذبہ حسد پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ شدید ہو تو اس کی وجہ سے دوسرے انسان پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ عموماً دوسرے کی خوبیاں آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں اور دیکھتے ہی فوراً حسد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس بنا پر اسے نظر لگنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کسی انسان پر نظر بد کے اثرات شدید ہوں تو اس کا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ جس شخص کی نظر لگی ہو وہ وضو کرے اور تہ بند وغیرہ کا وہ حصہ جو کمر کے ساتھ لگا ہوتا ہے اسے دھوئے پھر اس مستعمل پانی کو متاثرہ شخص پر پھینک جائے۔<sup>3</sup> ② اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ نظر لگنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانی نظر میں بہت تاثیر رکھی ہے، مسریم کی بنیاد بھی انسانی نظر کی تاثیر پر ہے۔

### (۳۷) بَابُ رُقِيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعُقْرَبِ

### باب: 37- سانپ اور بچھو کے ڈسنے پر دم کرنا

۵۷۴۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا [5741] حضرت اسود سے روایت ہے، انھوں نے کہا

① جامع الترمذی، الطب، حدیث: 2059، 2. صحیح مسلم، السلام، حدیث: 5726 (2198)، 3. فتح الباری: 251/10.

عَبْدُ الْوَاحِدِ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ: حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ  
عَائِشَةَ عَنِ الرُّقِيَةِ مِنَ الْحُمَةِ؟ فَقَالَتْ: رَخَّصَ  
النَّبِيُّ ﷺ الرُّقِيَةَ مِنْ كُلِّ ذِي حُمَةٍ.

کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر  
دم کرنے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے  
ہر زہریلے جانور کے کاٹنے پر دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: (۱) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دم جھاڑ سے منع فرمایا تو عمرو بن حزم کے لوگ رسول اللہ ﷺ  
کے پاس آئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک دم ہے جو ہم بچھو کے ڈس جانے سے بطور علاج کرتے ہیں اور آپ  
نے دم کرنے سے منع کر دیا ہے، پھر انھوں نے وہ دم رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ”اس میں کوئی حرج  
نہیں۔ اگر کوئی انسان دوسرے کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اسے ضرور نفع پہنچائے۔“<sup>۱</sup> اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ نے بنو عمرو کو سانپ کے ڈس جانے سے دم کرنے کی اجازت دی۔<sup>۲</sup> (۲) بہر حال زہریلے جانور کے کاٹ جانے  
سے دم کرنا جائز ہے، اس میں کوئی خرابی اور حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

باب: 38- نبی ﷺ کا خود دم کرنا

(۳۸) بَابُ رُقِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ

🌞 وضاحت: ”رقية النبي“ کے دو مفہوم ہیں: پہلا یہ کہ خود آپ کا دم پڑھنا جیسا کہ آئندہ احادیث میں بیان ہوگا۔ اس  
صورت میں رقیہ کی اضافت اپنے فاعل کی طرف ہوگی۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر دم کرنا جیسا کہ ایک دفعہ  
رسول اللہ ﷺ کی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے سیدنا جبریل علیہ السلام نے آپ پر دم کیا تھا۔<sup>۳</sup> اس صورت میں رقیہ کی اضافت اپنے  
مفعول کی طرف ہوگی۔<sup>۴</sup>

۵۷۴۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ  
عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ عَلَى  
أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ، فَقَالَ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ،  
اشْتَكَيْتَ، فَقَالَ أَنْسٌ: أَلَا أَرُقِيكَ بِرُقِيَةِ  
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: «اللَّهُمَّ رَبَّ  
النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي،  
لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

[5742] حضرت عبدالعزیز سے روایت ہے، انھوں نے  
کہا: میں اور حضرت ثابت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی  
خدمت میں حاضر ہوئے تو ثابت نے کہا: اے ابو حمزہ! میری  
طبیعت ناساز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے  
رسول اللہ ﷺ کا دم نہ کروں؟ ثابت نے عرض کیا: کیوں  
نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھ کر دم کیا: ”اے اللہ،  
لوگوں کے رب! اے تکلیف دور کرنے والے! تو شفا عطا

۱ صحیح مسلم، الطب، حدیث: 5727 (2199)، ۲ صحیح مسلم، الطب، حدیث: 5731 (2199)، ۳ صحیح مسلم،

السلام، حدیث: 5700 (2186)، ۴ فتح الباری: 255/10.

فرما، (بے شک) تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا اور کوئی شفا دینے والا نہیں۔ تو ایسی شفا عطا فرما کہ بیماری بالکل نہ رہے۔“

🌞 **فائدہ:** اس حدیث میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ دم کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا دم کرنا ثابت کیا ہے۔ دم کرنے والوں کو مسنون دعاؤں سے دم کرنا چاہیے۔ مسنون دعاؤں سے دم کرنا اور دم کرنا سنت ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس سے دم کرنے کرانے کا زبردست اثر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں خود ساختہ دم اور بتاؤنی دعاؤں سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ مسنون دعائیں اپنے اندر کیسیا کا اثر رکھتی ہیں۔

[5743] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے بعض اہل خانہ کو یہ دعا پڑھ کر دم کرتے اور اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے تھے: ”اے اللہ، لوگوں کے رب! تکلیف دور کر دے۔ اسے شفا عطا فرما اور تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں۔ تو ایسی شفا دے کہ کسی قسم کی بیماری باقی نہ رہے۔“

۵۷۴۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِبَيْدِهِ الْيُمْنَى وَيَقُولُ: «اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِهِ، وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا بِشِفَاؤِكَ، شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا».

[راجع: ۵۶۷۵]

سفیان نے کہا میں نے یہ حدیث منصور کے سامنے پیش کی، انھوں نے اسے ابراہیم نخعی سے بیان کیا، انھوں نے مسروق سے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح بیان کیا۔

قَالَ سُفْيَانُ: حَدَّثْتُ بِهِ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

[5744] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھ کر دم کرتے تھے: ”اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دے۔ تیرے ہاتھ ہی میں شفا ہے۔ تیرے سوا کوئی بھی تکلیف دور کرنے والا نہیں۔“

۵۷۴۴ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفِي، يَقُولُ: «امْسَحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، بِبَيْدِكَ الشِّفَاءُ، لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ».

[راجع: ۵۶۷۵]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① ان احادیث میں مسنون دم کی وضاحت ہے۔ اس سے شرک کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ



کے سوا کوئی بھی مصیبتیں، دکھ درد اور پریشانیاں دور نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اسے دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تمہیں خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے بٹھا کر دے۔ وہ بڑی مغفرت والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“<sup>(۱)</sup> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی پہلی حدیث میں ”يَعْوِذُ“ کے الفاظ تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری حدیث لا کر وضاحت فرمائی ہے کہ اس کے معنی دم کرنا ہیں تاکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مردی حدیث کی طرح یہ ثابت ہو کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا دم ہے۔<sup>(۲)</sup>

[5745] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا پڑھا کر مریض کو دم کرتے تھے: ”اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب دہن سے مل کر (ہمارے رب کے حکم سے) ہمارے مریض کی شفا یابی کا ذریعہ ہوگی۔“

۵۷۴۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ لِلْمَرِيضِ: «بِسْمِ اللَّهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةٍ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا». [انظر:

[۵۷۴۶]

[5746] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ دم کرتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: ”اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب دہن کے ساتھ مل کر ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کی شفا یابی کا ذریعہ بنے گی۔“

۵۷۴۶ - حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ فِي الرُّقِيَّةِ: «بِسْمِ اللَّهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، وَرِيقَةُ بَعْضِنَا، يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا». [راجع:

[۵۷۴۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مریض کی شفا یابی کے لیے اپنی انگلی پر لعاب دہن لگا کر مذکورہ دعا پڑھتے تھے۔<sup>(۳)</sup> مدینہ طیبہ کی مٹی اور رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن دونوں کو خاص شرف حاصل ہے، تاہم سنت پر عمل کرتے ہوئے جو شخص بھی اس طرح کرے گا ان شاء اللہ مریض کو شفا ہوگی۔ ② تھوک اور مٹی تو ظاہری اسباب ہیں جنہیں اختیار کرنے کا حکم ہے، ان میں شفا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے۔ مومن کا لعاب دہن اور مٹی خواہ کسی سر زمین کی ہو، شفا بخشی کا ایک حصہ ہیں۔ اس میں اصل تاخیر تو ”بِإِذْنِ رَبِّنَا“ کے لفظ کی ہے۔ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ طب کی تحقیق کے مطابق تھوک کو مزاج کی تبدیلی میں بہت دخل ہے اور وطن کی مٹی مزاج کی حفاظت اور دفع ضرر کے لیے عجیب اثر رکھتی ہے۔ اہل طب کہتے ہیں کہ

مسافر آدمی اپنی سرزمین کی مٹی ساتھ رکھے، جب اسے کسی ناموافق پانی سے واسطہ پڑے تو تھوڑی سے مٹی مشکیزے میں ڈال دے تاکہ وہاں کے منفی اثرات سے محفوظ رہے۔ دراصل جھاڑ پھونک میں عجیب اثرات ہوتے ہیں، ان کی حقیقت تک پہنچنے سے عقل قاصر ہے۔<sup>(۱)</sup>

### (۳۹) بَابُ النَّفْثِ فِي الرُّقِيَةِ

باب: 39- جھاڑ پھونک کرتے وقت تھو تھو کرنا

**وضاحت:** عربی زبان میں خالص پھونک کو نَفْثَ کہا جاتا ہے جس میں تھوک کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر پھونک کے ساتھ تھوڑا سا تھوک ہو تو اسے نَفْثَ کہتے ہیں جبکہ خالص تھوک کو تَفْلَ یا بُزَاق کہا جاتا ہے۔ تھو تھو کرنے میں شیطان کی ذلت اور رسوائی مقصود ہے۔ واللہ اعلم۔

[5747] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہے، اس لیے تم میں سے جب کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناگوار ہو تو بیدار ہوتے ہی تین مرتبہ تھو تھو کرے اور اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے۔ ایسا کرنے سے خواب کا اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔“

۵۷۴۷ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ حِينَ يَسْتَيْقِظُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَيَتَعَوَّذُ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ». (راجع: ۳۲۹۲)

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ پہلے میں ایسے خواب دیکھتا تھا جو مجھ پر پہاڑ سے بھی زیادہ گراں ہوتے تھے، جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے، میں ان کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

وَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَإِنْ كُنْتُ لَا أَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنَ الْجَبَلِ، فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ، فَمَا أَبَالِيَهَا.

**فوائد و مسائل:** (۱) رویا اچھے خواب کو اور حُلُم برے خواب کو کہتے ہیں۔ برے خواب دیکھنے سے شیطان کو تھو تھو کیا جاتا ہے اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ ایسا کرنے سے شیطان کی تذلیل ہوتی ہے۔ (۲) باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ تعوذ میں تھو تھو کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے اور تعوذ دم ہی کی ایک قسم ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان حضرات کی تردید کی ہے جن کا موقف ہے کہ دم کرتے وقت تھو تھو نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآن میں نَفَثَاتُ کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین ہے لیکن مذموم نَفْثَ وہ ہے جو جادوؤں کو ناکرتے وقت کیا جائے۔ قرآن کریم میں ایسے وقت گروں میں تھو تھو کرنے کی مذمت ہے جبکہ دم کرتے وقت ایسا کرنا احادیث سے ثابت ہے۔<sup>2</sup>

[5748] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں پر قلّٰہُ اللہُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھ کر پھونکتے، پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے اور جسم کے جس حصے تک ہاتھ جاتا وہاں تک پھیرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب آپ بیمار ہوئے تو مجھے اس طرح کرنے کا حکم دیا۔

۵۷۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْسِيُّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ نَفَثَ فِي كَفِّهِ بِ: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾، وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا، ثُمَّ يَمَسُّهُنَّ بِهِمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اسْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذَلِكَ بِهِ.

(راوی حدیث) یونس بیان کرتے ہیں: میں نے ابن شہاب کو دیکھا کہ وہ بھی جب بستر پر لیٹتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

قَالَ يُونُسُ: كُنْتُ أَرَى ابْنَ شِهَابٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ، إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ. [راجع: ۵۰۱۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① یہ اس بیماری کا واقعہ ہے جس میں نبی ﷺ نے وفات پائی تھی۔ شروع میں تو آپ ﷺ خود ہی دم کرتے تھے، جب بیماری نے شدت اختیار کر لی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا، وہ آپ کو دم کرتی تھیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ ”نفث“ سے عنوان ثابت کیا ہے کہ معوذات پڑھ کر اس طرح اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے کہ اس میں تھوڑا سا لعاب دہن بھی شامل ہو جاتا۔ کچھ حضرات کا خیال ہے کہ دم کرتے وقت نفث نہیں ہونا چاہیے لیکن یہ موقف درست نہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کو چوٹ لگی تو لوگ کہنے لگے ”سلمہ تو گیا“ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے مجھ پر تین بار پھونک ماری جس میں ہلکا سا لعاب دہن بھی تھا، اس کے بعد اب تک مجھے اس کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔<sup>۱</sup>

[5749] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ کرام ایک سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ سفر کرتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے (راستے میں) عرب کے ایک قبیلے کے ہاں پڑاؤ کیا تو ان سے ضیافت طلب کی لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اچانک اس قبیلے کے

۵۷۴۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ انْطَلَقُوا فِي سَفَرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْبَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ

يُضَيِّقُوهُمْ، فَلِدِعْ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ قَدْ نَزَلُوا بِكُمْ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ، إِنَّ سَيِّدَنَا لِدِعْ فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ، وَاللَّهِ إِنِّي لَرَاقٍ وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَصَفْنَاكُمْ، فَلَمْ تُضَيِّقُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعَلًا، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَاْنْطَلَقَ فَجَعَلَ يَنْفُلُ وَيَفْرَأُ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ حَتَّى لَكَأَنَّما نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَاْنْطَلَقَ يَمْشِي مَا بِهِ قَلْبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعَلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ااقْسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَفَى: لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَتَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَتَنْظُرَ مَا بَأْمُرْنَا، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَذْكُرُوا لَهُ فَقَالَ: «وَمَا يُذْرِيكَ أَنَّهَا رُفِيَةٌ، أَصَبْتُمْ، ااقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ». [راجع:

[۲۲۷۶]

سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ کھایا۔ انھوں نے اس (کی صحت یابی) کے لیے پوری کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ان میں سے کسی نے کہا: تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمھارے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو، چنانچہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہا: لوگو! ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا ہے۔ ہم نے ہر طرح سے کوشش کی لیکن کسی چیز سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیا تمھارے پاس اس کے لیے کوئی چیز ہے؟ صحابہ میں سے ایک صاحب نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! میں جھاڑ پھونک جانتا ہوں، لیکن ہم نے تم سے ضیافت طلب کی تھی جس کا تم نے انکار کر دیا تھا، لہذا میں بھی اس وقت تک دم نہیں کروں گا جب تک تم اس کی کوئی اجرت طے نہ کرو، چنانچہ انھوں نے کچھ بکریاں دینے پر معاملہ طے کر لیا۔ اب یہ صحابی روانہ ہوئے اور سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے۔ (اس کی برکت سے) وہ ایسے ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہو اور اس طرح چلنے لگا گویا اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ انھوں نے صحابہ کرام کو پوری طے شدہ اجرت دے دی۔ بعض صحابہ کرام نے کہا: بکریاں تقسیم کر لو لیکن جس نے دم کیا تھا کہنے لگا: ابھی نہیں، پہلے ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کریں، پھر دیکھیں رسول اللہ ﷺ اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ چنانچہ یہ سب حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس سے دم کیا جا سکتا ہے؟ تم نے بہت اچھا کیا۔ بکریاں تقسیم کر لو اور میرا بھی اپنے ساتھ حصہ لگاؤ۔“



🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ دم کرنے والا اپنا تھوک جمع کرتا رہا، پھر اس نے متاثرہ مقام پر لگا دیا۔ جب دم کرتے وقت تھوک لگانا جائز ہے تو ایسی پھونک مارنا جس میں لعاب و ہن کی معمولی سی ملاوٹ ہو، بالاولیٰ جائز ہوگی۔ ② سورہ فاتحہ کا نام شفا بھی ہے، ایسے موقع پر اسے مریض پر پڑھ کر اس انداز سے پھونک مارنا تیر بہدف اثر رکھتا ہے۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان ثابت کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دم کرتے وقت ایسی پھونک مارتے جس میں لعاب کی معمولی سی ملاوٹ ہوتی تھی۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن پر وقت لگانے کی مناسب اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح دم کرنے کی اجرت بھی طے کی جاسکتی ہے لیکن اس کے لیے فارغ ہونا اور اسے ذریعہ معاش قرار دے لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔

باب: 40- دم کرنے والے کا متاثرہ جگہ پر دایاں ہاتھ پھیرنا

(۴۰) بَابُ مَسْحِ الرَّاقِي الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى

[5750] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کسی پر دم کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے تھے: ”اے لوگوں کے رب! تکلیف دور کر دے اور شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ شفا وہی ہے جو تیری طرف سے ہو، ایسی شفا کہ بیماری کا نشان تک نہ رہے۔“

۵۷۵۰ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ بَعْضَهُمْ بِمَسْحِهِ يَمِينِهِ: «أَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءٌ لَا يُعَادِرُ سَقَمًا».

سفیان نے کہا: میں نے یہ منصور سے ذکر کیا تو انھوں نے ابراہیم نخعی سے، انھوں نے مسروق سے، انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح بیان کیا۔

فَذَكَرْتُهُ لِمَنْصُورٍ فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِنَحْوِهِ. [راجع: ۵۶۷۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① دم کے آداب یہ ہیں کہ دم کرنے والا اپنا دایاں ہاتھ متاثرہ جگہ پر پھیرے تاکہ دائیں ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دایاں ہاتھ نیک شگون کے طور پر پھیرا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیماری یا تکلیف کو دور کر دے۔ ② دست شفا کی اصطلاح بھی اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔ بعض ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ شفا رکھ دیتا ہے کہ وہ دم کریں یا کوئی نسخہ لکھ کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے شفا عنایت فرما دیتا ہے۔ واللہ المستعان۔

## (۴۱) بَابُ: الْمَرْأَةُ تَرْقِي الرَّجُلَ

## باب: 41- عورت مرد کو دم کر سکتی ہے

[5751] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی مرضِ وفات میں معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے یہ دشوار ہو گیا تو میں آپ پر دم کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ کا وایاں ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔

۵۷۵۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ بِالْمَعْذَاتِ، فَلَمَّا نَقَلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفُثُ عَلَيْهِ يَهْنُ، وَأَمْسَحُ بِبَدْنِهِ لِبَرَكَتِهَا.

میں نے ابن شہاب سے پوچھا کہ آپ ﷺ کس طرح دم کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے، پھر انھیں اپنے چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے۔

فَسَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ: كَيْفَ كَانَ يَنْفُثُ؟ قَالَ: يَنْفُثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ. [راجع: ۴۴۳۹]

❦ فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرضِ وفات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وہ مجھے دم کریں۔ اس میں وضاحت ہے کہ ہاتھوں پر پھونک مار کر پہلے چہرے پر پھیرے جائیں، پھر جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچ سکیں انھیں پھیرا جائے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت، مرد پر دم کر سکتی ہے۔ اگر مریض اور دم کرنے والے مرد، عورت کے درمیان محرم والا رشتہ ہو یا وہ میاں بیوی ہوں تو دم کرتے وقت مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرنا درست ہے بصورت دیگر ناجائز۔ بہر حال عورت اپنے آپ کو، دوسری عورتوں کو، محرم مردوں اور خاندان کو دم کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

## (۴۲) بَابُ مَنْ لَمْ يَرْقِ

## باب: 42- دم جھاڑ نہ کرنے کی فضیلت

[5752] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”تمام امتیں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ بعض ایسے انبیاء گزرے جن کے ساتھ صرف ایک ایک آدمی تھا اور بعض ایسے نبی بھی گزرے جن کے ساتھ دو آدمی تھے۔ کچھ

۵۷۵۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: «عُرِضْتُ عَلَى الْأُمَمِ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ،

انبیاء ایسے بھی تھے جن کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت تھی اور کچھ ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ میں نے خیال کیا شاید یہ میری امت ہے۔ مجھے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔ پھر مجھے کہا گیا کہ دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ وہاں بے شمار لوگ ہیں جن سے تمام افق بھرے پڑے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا: ادھر دیکھو، ادھر دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے تمام افق کو ڈھانپ رکھا ہے۔ مجھ سے کہا گیا: یہ لوگ آپ کی امت ہیں اور ان میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔“

اس کے بعد صحابہ کرام اٹھ کر مختلف جگہوں میں چلے گئے جبکہ آپ ﷺ نے اس امر کی وضاحت نہ کی کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے۔ پھر نبی ﷺ کے صحابہ کرام نے ان کے بارے میں باہم گفتگو کی اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی، ہم اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، لیکن یہ ستر ہزار ہماری اولاد سے ہوں گے (جو ایمان کی حالت میں پیدا ہوئے)۔ نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہیں جو بدھگوئی نہیں لیتے اور نہ دم سے جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ دیتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ پھر ایک دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ”اس سلسلے میں عکاشہ تم سے بازی

وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأَفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي، فَقِيلَ: هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأَفُقَ، فَقِيلَ لِي: انْظُرْ هَكَذَا وَهَكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأَفُقَ فَقِيلَ: هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ، فَتَذَكَّرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: أَمَّا نَحْنُ فَوَلَدْنَا فِي الشَّرِكِ، وَلَكِنَّا آمَنَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: «هُمْ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتُمُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ». فَقَامَ عَكَّاشَةُ ابْنُ مِخْصَنٍ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا؟ فَقَالَ: «سَبَقَكَ بِهَا عَكَّاشَةُ». [راجع: ۳۴۱۰]

لے گیا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① عنوان میں دم نہ کرنے والوں کی فضیلت تھی جبکہ حدیث میں دم نہ کرانے والوں کا ذکر ہے، شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو نہ خود دم کرتے ہیں اور نہ کسی دوسرے ہی سے دم کرنے کی درخواست کرتے ہیں، نہ وہ بدشگوننی لیتے ہیں بلکہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔<sup>①</sup> یعنی حساب کے بغیر جنت میں جانے والے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے مکمل طور پر خود کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہوگا۔ وہ اپنی تکالیف کو دور کرنے کے لیے کسی قسم کے اسباب و ذرائع تلاش نہیں کریں گے۔ ② اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں برتری اور فضیلت حاصل ہوگی کیونکہ علاج معالجہ چھوڑ کر توکل اختیار کرنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت کو مرگی کی تکلیف تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: ”اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا عطا فرمادے گا۔“ اس نے کہا: میں اس بیماری پر صبر کرتی ہوں۔<sup>②</sup> اور رسول اللہ ﷺ کا دوا اور علاج کرنا تو آپ کا یہ فعل ہمارے لیے علاج کے اسباب اختیار کرنے کے لیے جواز کی دلیل ہے۔ اس مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بہت عمدہ بحث کی ہے۔<sup>③</sup>

باب: 43- بدشگوننی لینے کا بیان

(۱۳) بَابُ الطَّبْرِ

🌞 وضاحت: دور جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا کہ آدمی اپنے گھر سے نکلتا تو کسی پرندے کو دیکھتا، اگر وہ دائیں جانب جاتا تو کہتا کہ کام ہو جائے گا اور اگر بائیں جانب جاتا تو کہتا کہ کام نہیں ہوگا۔ اس مقصد کے لیے وہ پرندہ خود بھی اڑاتا تھا۔ اس انداز سے فال لینا شرعاً ناجائز ہے۔ دور حاضر میں ہندوؤں اور حروف میں انگلی رکھنا، طوطے سے فال نکلوانا بھی اس قسم سے ہے۔ جائز فال صرف اسی قدر ہے کہ بلا ارادہ کوئی لفظ کان میں پڑے اور انسان اس وجہ سے امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مقصد میں کامیاب کر دے گا۔ اس میں سننے والے کے قصد و ارادے کو کوئی دخل نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ کے نمائندے سہیل بن عمرو کی آمد پر فرمایا تھا: ”اب تمہارا معاملہ سہل، یعنی آسان ہو گیا ہے۔“<sup>④</sup> ہمارے ہاں دور جاہلیت کے بے شمار توہمات رائج ہیں، مثلاً: صبح اگر مکان کی چھت پر کوا بولتا ہے تو اسے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ شریعت نے اس طرح کے خیالات کو لغو قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۷۵۳ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ الزُّهْرِيِّ، (5753) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مرض متعدی نہیں اور بدشگوننی کی

① صحیح مسلم، الإیمان، حدیث: 527 (220)، ② صحیح البخاری، المرض، حدیث: 5652، ③ فتح الباری: 261/10،

④ صحیح البخاری، الشروط، حدیث: 2731،



عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا عَذْوَى وَلَا طَيْرَةَ، وَالشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَرْأَةِ، وَالذَّارِ، وَالذَّابَّةِ». [راجع: ۲۰۹۹]

بھی کوئی اصل نہیں۔ نخواست صرف تین چیزوں میں ہوتی ہے: عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔“

☀️ فوائد و مسائل: ﴿۱﴾ بدشگونی کے لغو ہونے پر تمام عقلاء متفق ہیں۔ حدیث میں مذکور تین چیزوں کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بدشگونی اگر ہو بھی تو گھوڑے، عورت اور گھر میں ہو سکتی ہے۔“ ﴿۲﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ بدشگونی اگر ہو تو بھی ان مذکورہ تین چیزوں میں ممکن ہے لیکن یہ کوئی یقینی نہیں۔ سواری، بیوی اور گھر اگر دین و دنیا میں مفید نہ ہوں تو ان کے بدل لینے میں کوئی حرج نہیں۔ سواری کی نخواست یہ ہے کہ وہ اڑیل ہو اور مقصد پورا کرنے کے قابل نہ ہو۔ بیوی کی نخواست یہ ہے کہ وہ ترش مزاج اور جھگڑالو ہو۔ اور گھر کی نخواست یہ ہے کہ وہ تنگ و تاریک ہو یا اس کے ہمسائے اچھے نہ ہوں۔ ﴿۳﴾ رسول اللہ ﷺ نے دور جاہلیت کی بدشگونی کو شرک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: ”ہم میں سے کوئی نہ کوئی کسی وہم میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اسے زائل کر دیتا ہے۔“ بہر حال بدشگونی اور نخواست کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۷۵۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا طَيْرَةَ، وَخَيْرُهَا الْفَالُ»، قَالُوا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: «الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ». [انظر: ۵۷۵۵]

[5754] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں، البتہ نیک فال لینا کچھ برا نہیں۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: نیک فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ”کوئی اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنتا ہے۔“

☀️ فائدہ: اچھی فال کی وضاحت حدیث میں کر دی گئی ہے کہ وہ اچھی بات جو آدمی کسی سے بلا ارادہ سنتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کسی شے سے بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے۔ آپ جب کسی عامل کو روانہ کرتے تو اس کا نام دریافت کرتے، اگر نام پسند آ جاتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے اثرات چہرے پر نمایاں ہوتے اور اگر نام پسند نہ آتا تو ناپسندیدگی کے اثرات بھی چہرے پر ظاہر ہوتے۔<sup>3</sup> جائز فال کی وضاحت ہم مذکورہ عنوان کے تحت کر آئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

↑ سنن أبي داود، الطب، حدیث: 3921۔ ۳۔ سنن ابن ماجہ، الطب، حدیث: 3538۔ 3۔ سنن أبي داود، الطب، حدیث:

## (۴۴) بَابُ الْفَالِ

## باب: 44- نیک فال لینے کا بیان

۵۷۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا طَيْرَةَ، وَخَيْرُهَا الْفَالُ»، قَالَ: وَمَا الْفَالُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ». [راجع: ۵۷۵۴]

[5755] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں، اس میں بہتر نیک فال ہے۔“ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ کے رسول! نیک فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اچھی بات جو تم میں سے کوئی سنے۔“

۵۷۵۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَذْوَى وَلَا طَيْرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ الصَّالِحُ، الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ». [انظر: ۵۷۷۶]

[5756] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”چھوٹ چھات بے اصل ہے اور بدشگونی کی بھی کوئی حقیقت نہیں، مجھے تو اچھی فال پسند ہے، یعنی کوئی کلمہ خیر یا اچھی بات جو کسی سے سنی جائے۔“

☀️ فوائد و مسائل: ① بدشگونی کو اس لیے بے اصل قرار دیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتماد اٹھ جاتا ہے اور اچھی فال سے اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن پیدا ہوتا ہے جس کا ایک مومن کو حکم دیا گیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب کسی ضرورت کے لیے نکلتے تو آپ کو یہ امر پسند ہوتا تھا کہ آپ یا رَاشِد اور یا نَجِيع کے الفاظ سنیں۔ ② اسی طرح بیمار آدمی جب سلامتی اور تندرستی کا سنے تو خوش ہوتا ہے، نیز لڑائی کے لیے جانے والا شخص راستے میں کسی ایسے شخص سے ملے جس کا نام فتح خاں ہو، اس سے اچھی فال لی جاسکتی ہے کہ اس جنگ میں ہماری فتح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے طبعی طور پر انسان کے دل میں اچھی چیز کی محبت پیدا کی ہے جیسا کہ اچھی چیز دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اور صاف پانی دیکھ کر سرور آتا ہے اگرچہ اسے پینے یا استعمال کرنے کی ہمت نہ ہو۔ ③ بہر حال جائز فال صرف اسی قدر ہے کہ قصد و ارادے کے بغیر کوئی اچھا لفظ کان میں پڑ جائے تو انسان اسے سن کر اللہ تعالیٰ سے اچھی امید وابستہ کرے۔ واللہ اعلم۔

## (۴۵) بَابُ: لَا هَامَةَ

## باب: 45- ہامہ کوئی شے نہیں

وضاحت: عربوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد، آدمی کی روح الو کا روپ دھار لیتی ہے اور پکارتی پھرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک ہی حدیث پر ایک ہی طرح کے دو عنوان قائم کیے ہیں، چنانچہ انھی الفاظ سے ایک عنوان آگے نمبر 53 میں آ رہا ہے۔ شاید ہامہ کی مختلف تفاسیر کے پیش نظر ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

۵۷۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ: حَدَّثَنَا النَّصْرُ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَذْوَى وَلَا طَيْرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ». [راجع: ۵۷۰۷]

[5757] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”چھوٹ لگ جانا، بدشگونی لینا اور الو یا صفر کی شجست کوئی شے نہیں۔“

فائدہ: عربوں کے ہاں عقیدہ تھا کہ مقتول کی ہڈیاں جب بوسیدہ اور پرانی ہو جاتی ہیں تو اس کی کھوپڑی سے ایک الو برآمد ہوتا ہے جو اس کی قبر کے ارد گرد چکر لگاتا رہتا ہے اور پیاس، پیاس کہتا ہے۔ اگر مرنے والے کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس وہم کی بنیاد پر وہ لوگ، جیسے بھی بن پڑتا بدلہ لینے پر اصرار کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لغو خیال کی تردید فرمائی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ابن جریج نے حضرت عطاء سے پوچھا: ”ہامہ“ کیا چیز ہے؟ انھوں نے کہا: لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ پرندہ انسانی روح ہوتا ہے جو چیخا چلاتا رہتا ہے، حالانکہ یہ انسانی روح نہیں بلکہ کوئی زمینی پرندہ ہے۔<sup>(۱)</sup>

#### باب: 46- کہانت کا بیان

#### (۴۶) بَابُ الْكِهَانَةِ

وضاحت: کہانت، علم غیب کا دعویٰ کرنا ہے۔ کہانت اختیار کرنے والے کو کاہن کہا جاتا ہے۔ دور جاہلیت میں سلسلہ نبوت منقطع تھا، اس لیے کہانت کا پیشہ پورے زوروں پر تھا۔ اسلام آیا تو اس کا خاتمہ ہو گیا۔ کاہن دعویٰ کرتے تھے کہ جن ان کے تابع ہیں اور وہ غیب کی خبریں ان کو بتاتے ہیں۔ اس قسم کے مکار اور فریبی لوگ آج بھی موجود ہیں جو ”استخارہ سنٹر“ کھولے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تردید ان الفاظ میں فرمائی ہے: ”جو شخص کسی کے پاس غیب کی خبر معلوم کرنے کے لیے گیا، پھر اس کی تصدیق کی تو اس نے ان تعلیمات کا انکار کر دیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہیں۔“<sup>2</sup>

۵۷۵۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ

[5758] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں میں فیصلہ کیا جنھوں نے آپس میں جھگڑا کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هَذَيْنِ افْتَتَلْنَا، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا، فَأَخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَضَى أَنَّ دِيَّةَ مَا فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ: عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ، فَقَالَ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ: كَيْفَ أَغْرَمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ لَا شَرْبَ وَلَا أَكْلَ، وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطْلُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُفَّانِ». [انظر: ٥٧٥٩، ٥٧٦٠،

٦٧٤٠، ٦٩٠٤، ٦٩٠٩، ٦٩١٠]

٥٧٥٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَتَيْنِ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا، فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ بِغُرَّةٍ: عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ. [راجع: ٥٧٥٨]

٥٧٦٠ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى فِي الْجَنِينِ يُقْتَلُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ بِغُرَّةٍ: عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ، فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ: كَيْفَ أَغْرَمُ مَا لَا أَكْلَ وَلَا شَرْبَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَ وَمِثْلُ ذَلِكَ يُطْلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُفَّانِ». [راجع: ٥٧٥٨]

دوسری کو پتھر مارا جو اس کے پیٹ پر جا کر لگا۔ یہ عورت حاملہ تھی، اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔ یہ معاملہ دونوں فریق نبی ﷺ کے پاس لے کر آئے تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کے پیٹ کی دیت ایک غلام یا لونڈی ادا کرنا ہے۔ جس عورت پر تادان واجب ہوا تھا اس کے سر پرست نے کہا: میں اس کا تاوان کیسے ادا کروں جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ بولا اور نہ چلایا؟ ایسی صورت میں تو کچھ بھی دیت واجب نہیں ہو سکتی۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔“

[5759] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو عورتیں تھیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر مارا جس سے دوسری کے پیٹ کا حمل گر گیا۔ نبی ﷺ نے اس معاملے میں ایک غلام یا لونڈی بطور دیت دینے کا فیصلہ فرمایا۔

[5760] حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کے متعلق، جو ماں کے پیٹ میں مار ڈالا گیا ہو، فیصلہ فرمایا کہ ایک غلام یا لونڈی بطور دیت ادا کرنا ہے۔ جس نے تاوان ادا کرنا تھا، اس نے کہا: میں ایسے بچے کی دیت کیوں ادا کروں جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ بولا اور نہ چلایا، ایسی صورت میں تو دیت نہیں ہو سکتی؟ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① دور جاہلیت میں کاہنوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے باطل کلام کو مسیح اور قافیہ بند عبارت سے مزین کرتے تاکہ باطل، اس عبارت میں دب جائے اور اس کی حقیقت نہ کھل سکے اور لوگوں کو وہم میں مبتلا کرتے تھے کہ اس میں نفع ہے۔ اس حدیث میں مذکور اس شخص نے بھی یہی کام کیا تھا کہ مسیح عبارت سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو رد کرنے کی کوشش کی، اس لیے وہ



مذمت کا مستحق ہوا۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے کوئی اور سزا نہ دی کیونکہ آپ کو جاہلوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ ② اس حدیث سے کہانت پیشہ کی مذمت ہے اور ان لوگوں کی بھی تروید ہے جو الفاظ و عبارت پیش کرنے میں کہانت پیشہ لوگوں کی نقالی کرتے ہیں۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ فرمایا وہی برحق تھا، باقی اس شخص کی بکواسات تھیں جنہیں آپ ﷺ نے کہانت سے تشبیہ دے کر کہانت کی طرح باطل ٹھہرایا۔ رسول اللہ ﷺ نے غیب کی خبریں بتانے کو شیطانی کام قرار دیا ہے، ① لہذا کاہنوں، یعنی مستقبل کی خبریں بتانے والوں، نجومیوں اور دست شناسوں کے پاس جانا، ان سے خبریں دریافت کرنا، پھر ان کی تصدیق کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ شریعت نے اس قسم کے توہمات کو باطل ٹھہرایا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۷۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلُولِ الْكَاهِنِ. [راجع: ۲۲۳۷]

[5761] حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کتے کی قیمت، بدکارہ عورت کی اجرت اور کاہن کی شیرینی سے منع فرمایا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① دین اسلام میں کہانت کا پیشہ حرام اور اس کی کمائی بھی ناجائز ہے۔ اسے کسی صورت میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ② کہانت کی کئی قسمیں ہیں، جن میں حسب ذیل چار مشہور ہیں: ○ شیطین آسمانوں کی طرف چڑھتے اور فرشتوں کی گفتگو سے کچھ سن گن لیتے، پھر وہ کاہن کو بتاتے اور اس میں اپنی طرف سے اضافہ بھی کرتے، اسلام کے بعد یہ سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا۔ ○ جن ایسے دوستوں کو ایسی خبریں بتاتے جو عام انسانوں سے غائب ہوتیں، یا قریب سے پتا چلتا، دور سے نہیں چلتا تھا، ایسی باتیں جنوں کے ذریعے سے معلوم کر کے انسانوں کو بتائی جاتیں۔ ○ محض گمان اور انکل پکچے سے بات کی جاتی اور اتفاق سے کچھ صحیح نکل آتی، اس سے دوسروں کو شکار کیا جاتا تھا۔ ○ اپنے تجربے سے اندازہ لگایا جاتا اور یہ آخری قسم جادو سے ملتی جلتی ہے۔ اسلام نے ان تمام قسموں کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی کمائی بھی ناجائز ہے۔ ②

۵۷۶۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُسُفَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: «لَيْسَ بِشَيْءٍ»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَنَا أَحْيَانًا

[5762] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ چند لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”ان کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔“ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! وہ کبھی ہمیں ایسی باتوں کی خبر دیتے ہیں جو صحیح ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ صحیح بات جن کسی (فرشتے) سے سن لیتا ہے اور اپنے دوست

بَشِيرٍ فَيَكُونُ حَقًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطِفُهَا الْجِنِّي فَيَقْرُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةً كَذْبَةٍ».

کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے، پھر یہ لوگ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں۔“

قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: مُرْسَلٌ: «الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ»، ثُمَّ بَلَغَنِي أَنَّهُ أَسْنَدُهُ بَعْدَهُ. [راجع: ۳۲۱۰]

علی بن مدینی نے کہا کہ عبدالرزاق پہلے ”الکلمۃ من الحق“ والا جملہ مرسل طور پر بیان کرتے تھے، اس کے بعد انھوں نے اسے متصل سند سے بیان کیا۔

فائدہ: پہلے شیاطین آسمان پر جا کر فرشتوں کی بات اڑا لیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد کہانت کی یہ قسم موقوف ہو گئی۔ اب آسمان پر اتنا شدید پہرہ ہے کہ شیطان وہاں پھٹکنے نہیں پاتے۔ اب ایسے کاہن بھی موجود نہیں جو شیطان سے اس قسم کا تعلق رکھتے ہوں کہ وہ انھیں غیب کی خبریں بتائیں۔ اس دور کے نجومی اور کاہن محض انکل اور اندازے سے بات کرتے ہیں۔ اگر ان کی کوئی بات اتفاق سے صحیح نکل آئے تو اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے بلکہ اس کی پر زور تردید کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام الناس ان کے جال میں نہ پھنسیں اور غلط عقائد کا شکار نہ ہوں، ان کے علم کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی بلکہ یہ لوگ گندے اور پلید رہنے کی وجہ سے جہالت میں غرق رہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

#### باب: 47- جادو کا بیان

#### (۴۷) بَابُ السَّحْرِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ الْآيَةُ [البقرة: ۱۰۲].

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔“

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَقْبَلَ﴾ [طہ: ۶۹]

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے: ”اور جادوگر جہاں بھی (حق کے مقابلے میں) آئے کامیاب نہیں ہو سکتا۔“

وَقَوْلُهُ: ﴿أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ بُصُورُونَ﴾ [الأنبياء: ۳]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تو کیا تم جادو کو آتے (مانتے) ہو، جبکہ تم دیکھ بھی رہے ہو؟“

وَقَوْلُهُ: ﴿يُخِيلُ إِلَيْهِمْ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى﴾ [طہ: ۶۶]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ان کے جادو کی وجہ سے اس (موسیٰ علیہ السلام کو) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ (ان کی رسیاں اور لٹھیاں) واقعی دوڑ رہی ہیں۔“

وَقَوْلِهِ: ﴿وَمِنْ مَسْرِ النَّفَثَاتِ وَ

الْعَقَدِ﴾ [الفلق: ۴]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں)۔“

وَالنَّفَثَاتُ: السَّوَاحِرُ، ﴿تُسْحَرُونَ﴾

[المؤمنون: ۸۹]: تَعْمُونَ۔

نَفَثَات سے مراد جاود گرہور تیں ہیں۔ تُسْحَرُونَ کے معنی ہیں: تم اندھے ہو جاتے ہو۔

وضاحت: جادو ایک حقیقت ہے، اسے ثابت کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ آیات ذکر کی ہیں۔ اس کے وجود اور اس کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جادو وہ شے ہے جو عادت کے خلاف شریر نفس سے صادر ہوتا ہے۔ اس کا توڑ کوئی مشکل نہیں۔ جادو بھی بیماری کی ایک قسم ہے جو مسکور کو بیمار کر دیتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی لیے جادو کو کتاب الطب میں بیان کیا ہے۔ کہانت اور جادو کو ایک ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان دونوں کا آغاز شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ جادو کا اثر صرف مزاج کی تبدیلی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس سے کسی کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی کہ جمادات کو حیوانات میں تبدیل کر دیا جائے یا حیوانات کو پتھر بنا دیا جائے، جادو کے ذریعے سے ایسا کرنا ناممکن ہے۔ جادو گر سفلی اعمال کا محتاج ہوتا ہے اور اس میں جلدی اثر پیدا کرنے کے لیے گندی اور ناپاک چیزوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارے رجحان کے مطابق جادو ایک شیطانی عمل ہے، اس کی وجہ سے انسان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جادو کرنا حرام اور کفر ہے کیونکہ اس میں شیطانوں سے مدد لی جاتی ہے اور ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ اس کا اثر انگیز ہونا اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۷۶۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ يُقَالُ لَهُ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِيلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ، وَمَا فَعَلَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ - أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ - وَهُوَ عِنْدِي، لَكِنِّي دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ، أَسْعَرْتَ أَنَّ اللَّهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَا أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلِي، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: مَا وَجَّعَ الرَّجُلَ؟ فَقَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: مَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ

[5763] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ بنو زریق کے ایک یہودی شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو کسی چیز کے متعلق خیال ہوتا کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے، حالانکہ وہ نہ کیا ہوتا تھا، حتیٰ کہ ایک دن یا رات آپ ﷺ میرے پاس تھے اور آپ نے بار بار دعا کی، پھر فرمایا: ”اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب دے دیا ہے؟ میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: اس صاحب کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا:

کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے۔ اس نے پوچھا: کس چیز میں (جادو کیا ہے)؟ دوسرے نے بتایا کہ کنگھی اور اس سے جھڑنے والے بالوں میں، پھر انھیں نرکھجور کے خوشے میں رکھا ہے۔ اس نے پوچھا: یہ جادو کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ذروان کے کنویں میں۔“ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کو ساتھ لے کر وہاں تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا: ”اے عائشہ! اس کنویں کا پانی مہندی کے نچوڑ جیسا سرخ ہے۔ وہاں کی کھجوروں کے سرگویا شیطانوں کے سر ہیں۔“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے اس جادو کو نکالا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی ہے، اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ خواہ مخواہ لوگوں میں اس کی برائی پھیلاؤں۔“ پھر آپ نے جادو کے سامان کو دفن کرنے کا حکم دے دیا۔

ابو اسامہ، ابو ضمہ اور ابن ابی زناد نے ہشام سے روایت کرنے میں عیسیٰ بن یونس کی متابعت کی ہے۔

لیث اور ابن عیینہ نے ہشام سے روایت کرتے ہوئے مشط اور مشاطہ کا ذکر کیا ہے۔ مشاطہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو کنگھی کرتے ہوئے نکل آئیں۔ مشاطہ دراصل روئی کے تار کو کہتے ہیں۔

الْأَعْصَمُ، قَالَ: فِي أَيِّ شَيْءٍ؟ قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ، وَجُفٍّ طَلَعَ نَخْلَةً ذَكَرَ، قَالَ: وَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي بَيْتِ دَرْوَانَ، فَأَتَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، كَأَنَّ مَاءَهَا نَقَاعَةُ الْحِجَاءِ وَكَأَنَّ رُؤُسَ نَخْلِهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِينِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا اسْتَخْرَجْتَهُ؟ قَالَ: «قَدْ عَافَانِي اللَّهُ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّرَ عَلَى النَّاسِ فِيهِ شَرًّا»، فَأَمَرَ بِهَا فُدْفِنَتْ.

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَأَبُو ضَمْرَةَ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامٍ.

وَقَالَ اللَّيْثُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ: «فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ»، وَيُقَالُ: الْمُشَاطَةُ مَا يَخْرُجُ مِنَ الشَّعْرِ إِذَا مُشِطَ، وَالْمُشَاطَةُ مِنَ مُشَاطَةِ الْكَتَّانِ. [راجع: ۳۱۷۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث پر اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی پر جادو نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی کرے تو اس کا اثر نہیں ہو سکتا جبکہ اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا اور اس کا اثر بھی آپ پر ہوا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی پر جادو کا اثر ہونا تو قرآن سے ثابت ہے۔ فرعون کے جادو گردوں نے جب لوگوں کے مجمع میں اپنی رسیاں اور لاثھیاں پھینکیں تو وہ سانپ بن کر دوڑنے لگیں۔ اس دہشت کا اثر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا جس کا قرآن نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: ”موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے تو ہم نے کہا: ڈرو نہیں، تم ہی غالب رہو گے۔“ ② رسول اللہ ﷺ نے جادو کے اثر سے کمزوری محسوس کی تاکہ یہود کو معلوم ہو جائے کہ



جادو کے عمل میں کوئی کمی نہیں رہ گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جادو کے مؤثر ہونے کے باوجود اپنے نبی کو محفوظ رکھا جس طرح یہود نے رسول اللہ ﷺ کو زہریلا گوشت کھلا دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زہر کے اثر سے محفوظ رکھا۔ واضح رہے کہ یہودی، رسول اللہ ﷺ کو جادو سے شہید کرنا چاہتے تھے۔ ③ اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کفار کی بات نقل کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو سحر زدہ (مسموم) کہتے تھے۔ ④ اگر آپ پر جادو کی اثر پذیری تسلیم کر لیں تو گویا ہم بھی کفار کے ہم نوا بن گئے۔ یہ اعتراض بھی بے بنیاد اور لغو ہے کیونکہ کفار کا الزام یہ تھا کہ نبی نے اپنی نبوت کے دعوے کا آغاز ہی سحر زدگی اور جنون سے کیا ہے اور یہ جو کچھ قیامت، آخرت، حشر و نشر اور جنت و دوزخ کے افسانے سناتا ہے وہ سب جادو کا اثر اور پاگل پن کی باتیں ہیں لیکن اس حدیث کا کفار کے اس قول سے کوئی تعلق نہیں۔ نبی بہر حال انسان ہوتے ہیں، اس لیے وہ جسمانی تشدد اور ذہنی پریشانی سے دوچار ہو سکتے ہیں، جس طرح طائف اور احد میں آپ ﷺ کفار کے ہاتھوں زخمی ہوئے تھے۔ یہ چیز منصب نبوت کے منافی نہیں، البتہ اس واقعے کا یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ آپ ﷺ ہرگز جادوگر نہ تھے کیونکہ جادوگر پر جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ واللہ المستعان۔

#### (۴۸) بَابُ: الشُّرْكَ وَالسَّحَرُ مِنَ الْمُؤَبَّاتِ

#### باب: 48- شرک اور جادو انتہائی ہلاکت خیز ہیں

[5764] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تباہ کر دینے والی چیزوں سے اجتناب کرو: وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا کرنا ہے۔“

۵۷۶۴ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ [قَالَ]: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْعَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «اجْتَنِبُوا الْمُؤَبَّاتِ: الشُّرْكَ بِاللَّهِ، وَالسَّحَرُ». (راجع: ۲۷۶۶)

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے شرک اور جادو کو ایک ہی جگہ بیان کیا ہے کیونکہ یہ دونوں گناہ اس قدر خطرناک ہیں کہ انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ شرک تو اس قدر تباہ کن ہے کہ اگر انسان شرک کرنے کے بعد توبہ نہ کرے تو وہ ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم اور دوزخ اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقام پر جادو کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لیے اختصار کے ساتھ اس حدیث کو بیان کیا ہے، دوسری روایات میں سات مہلک گناہوں کا ذکر ہے، وہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، بلا وجہ کسی کو قتل کرنا، یتیموں کا مال ہڑپ کر جانا، جنگ سے فرار اختیار کرنا، جادو کرنا، سود کھانا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا ہے۔ ③

#### (۴۹) بَابُ: هَلْ يُسْتَخْرَجُ السَّحَرُ؟

#### باب: 49- کیا جادو نکالا جائے؟

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب سے کہا: اگر کسی شخص پر جادو ہو یا اسے اپنی بیوی کے پاس جانے سے روک دیا جائے تو کیا جادو کا توڑ کرنا اور اسے باطل کرنے کے لیے کوئی منتر کرنا درست ہے؟ انھوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اس (توڑ کرنے) سے اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں، بہر حال جو چیز نفع دے اس سے منع نہیں کیا گیا۔

وَقَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: رَجُلٌ بِهِ طَبٌّ أَوْ يُؤَخِّدُ عَنِ امْرَأَتِهِ، أَيْحُلُ عَنْهُ أَوْ يُنْشَرُّ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الْإِصْلَاحَ، فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يَنْفَعْ عَنْهُ.

**وضاحت:** اس عنوان سے مراد جادو کا توڑ کرنے کے لیے اسے نکالنا ہے۔ اگر شرعی دم جہاز اور مسنون ادویہ سے اس کا توڑ کیا جائے تو جائز ہے بصورت دیگر جادو کا جادو سے توڑ کرنا محل نظر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جادو کا توڑ کیا جاسکتا ہے، بہر حال اس میں اختلاف ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ مطلق طور پر جادو گر کے پاس نہیں جانا چاہیے لیکن ابن مسیب رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ جادو گر کے پاس جانا اس وقت منع ہے جب کسی کو نقصان پہنچانا مقصود ہو، اگر سحر زدہ انسان کا علاج کرانے کے لیے کوئی جادو گر کے پاس جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے اصلاح مقصود ہے۔ ابن منبہ کی کتابوں میں جادو کا یہ علاج لکھا گیا ہے کہ سبز بیری کے سات پتے لے کر انھیں دو پتھروں کے درمیان رکھ کر باریک کیا جائے، پھر انھیں پانی میں ڈال کر ان پر چاروں قل پڑھے جائیں، اس کے بعد پانی کے تین گھونٹ پی لیے جائیں اور باقی پانی سے غسل کر لیا جائے تو جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اگر مرد، بیوی کے پاس نہ جاسکے تو یہ طریقہ علاج اس کے لیے بہت مفید ہے۔<sup>(۱)</sup> ہمارے رجحان کے مطابق جادو اتارنے کے لیے شریک اور جاہلانہ دم جہاز حرام ہے، اس مقصد کے لیے آیات قرآنیہ اور دیگر مسنون اذکار کو عمل میں لایا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا توڑ کرنے کے لیے معوذتین نازل کیں۔ واللہ اعلم۔

[5765] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ بیویوں کے پاس گئے ہیں، حالانکہ آپ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے۔ (راوی حدیث) سفیان نے کہا کہ جب ایسا ہو تو یہ سخت قسم کا جادو ہوتا ہے۔ بہر حال آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بات پوچھی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دے دیا ہے؟ میرے پاس دو آدمی آئے ان میں

۵۷۶۵ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي آلُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ. فَسَأَلْتُ هِشَامًا عَنْهُ فَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُحْرَ حَتَّى كَانَ يَرَى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ. قَالَ سُفْيَانُ: وَهَذَا أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ السُّحْرِ، إِذَا كَانَ كَذَا، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ،

سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ میرے سر کے پاس بیٹھنے والے نے دوسرے سے پوچھا: اس آدمی کو کیا شکایت ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لیبید بن اعصم نے جو یہودیوں کے حلیف قبیلے بنو زریق میں سے ایک منافق شخص ہے۔ اس نے پوچھا: کس چیز میں (جادو) کیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی اور اس سے جھڑنے والے بالوں میں۔ اس نے کہا: اب وہ (جادو) کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ نرکجور کے خوشے کے غلاف میں ہے جو ذروان کنویں کے اندر رکھے ہوئے پتھر کے نیچے دفن ہے۔“ اس کے بعد نبی ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اندر سے جادو نکالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ وہی کنواں ہے جو خواب میں مجھے دکھایا گیا تھا۔ اس کا پانی منہدی کے نچوڑ جیسا سرخ تھا اور اس کی کھجوروں کے سر، شیطانوں کے سروں جیسے تھے۔“ الغرض وہ جادو کنویں سے نکالا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ آپ نے اس جادو کا توڑ کیوں نہیں کرایا؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے، اب میں نہیں چاہتا کہ لوگوں میں سے کسی پر اس کا شر پھیلاؤں۔“

أَعْلِمْتُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي، وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلِي، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ: مَا بَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَيْبِدُ بْنُ الْأَعْصَمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ كَانَ مُنَافِقًا، قَالَ: وَفِيمَ؟ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ، قَالَ: وَأَيْنَ؟ قَالَ: فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرْتُ تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بَيْتِ ذَرَّوَانَ، قَالَتْ: فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ الْبَيْتَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ، فَقَالَ: «هَذِهِ الْبَيْتُ الَّتِي أُرِيتُهَا وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْجِنِّاءِ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ»، قَالَ: فَاسْتَخْرَجَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: أَفَلَا؟ - أَيْ تَنْشُرَتْ - فَقَالَ: «أَمَّا وَاللَّهِ فَقَدْ شَفَانِي وَأَكْرَهُ أَنْ أُبَيَّرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا». [راجع: ۳۱۷۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① ذروان نامی کنویں سے جو چیزیں نکالی گئیں ان میں کنگھی اور بالوں میں ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں، ایک موم کا پتلا تھا جس میں سوئیاں چھوٹی ہوئی تھیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپ معوذتین پڑھیں، چنانچہ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ایک ایک گرہ کھولی جاتی اور پتلے میں سے ایک ایک سوئی نکالی جاتی۔ سوئی نکالتے وقت آپ کو درد محسوس ہوتا۔ آخر کار تمام گرہیں کھل گئیں اور سوئیاں نکال دی گئیں اور آپ جادو کے اثر سے نکل کر یوں آزاد ہو گئے گویا کوئی بندھا ہوا شخص کھل گیا ہو۔ ② جادو کا توڑ کرنے کو نثرہ کہا جاتا ہے۔ اگر وہ شریکہ کلمات اور جادو سے ہو تو حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ شیطانی عمل ہے۔“ ③ اور اگر جادو کا علاج

قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں سے کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت اپنا بچہ لائی جسے آسیب کی شکایت تھی اور وہ بات نہیں کرتا تھا۔ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے اور میرے گھر میں یہی بچا ہے اور اسے آسیب ہے۔ یہ گفتگو نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ”میرے پاس تھوڑا سا پانی لاؤ۔“ پانی لایا گیا تو آپ نے ہاتھ دھوئے اور کھلی کی، پھر وہ استعمال شدہ پانی اسے دے دیا اور فرمایا: ”کچھ پانی اسے پلا دو اور کچھ اس کے اوپر بہا دو، نیز اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کرنا۔“ ام چند کہتی ہیں کہ ایک سال کے بعد میں اس عورت سے ملی تو میں نے اس سے بچے کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا: وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور ایسا عقل مند ہو گیا ہے کہ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں۔<sup>1</sup>

### (۵۰) بَابُ السَّخْرِ

### باب: 50 - جادو کا بیان

**وضاحت:** امام بخاری رحمہ اللہ نے قبل ازیں انھی الفاظ سے عنوان قائم کیا تھا۔ (باب: 47) اور اس کے اثبات کے لیے یہی حدیث بیان کی تھی (حدیث: 5763) بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث پر ایک ہی طرح کے دو عنوان قائم کیے ہوں۔ اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی جو اب ہمارے ذہن میں نہیں آرہی۔ واللہ اعلم۔

[5766] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ اپنے خیال کے مطابق ایک کام کر چکے ہوتے لیکن وہ نہیں کیا ہوتا تھا۔ آخر کار ایک دن آپ میرے پاس تشریف فرما تھے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، پھر دعا مانگی، اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا: ”اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بات پوچھی تھی، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے مجھے دے دیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر ایک نے دوسرے ساتھی سے کہا: اس صاحب کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم

۵۷۶۶ - حَدَّثَنَا عُيَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَجَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ، حَتَّى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ عِنْدِي دَعَا اللَّهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ: «أَشْعَرْتُ يَا عَائِشَةُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟»، قُلْتُ: وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «جَاءَنِي رَجُلَانِ فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي، وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلِي ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ، قَالَ: فِيمَاذَا؟ قَالَ: فِي مُسْطٍ وَمُسَاطِةٍ وَجُفٍ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، قَالَ: فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي بَيْتِ ذِي أَرْوَانَ». قَالَ: فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ فِي



أَنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبُيُوتِ فَتَطَرَّ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا  
نَحْلٌ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ: «وَاللَّهِ لَكَأَنَّ  
مَاءَهَا نَقَاعَةُ الْحِجَاءِ، وَلَكَأَنَّ نَحْلَهَا رُؤْسُ  
الشَّيَاطِينِ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَأَخْرَجْتَهُ؟  
قَالَ: «لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِي اللَّهُ وَشَفَانِي  
وَحَشِيتُ أَنْ أُتَوَّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا»، وَأَمَرَ  
بِهَا فَدُفِنَتْ. [راجع: ۳۱۷۵]

یہودی نے جو قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے نے  
کہا: کس چیز میں (جادو) کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی  
اور اس سے جھڑنے والے بالوں میں جو زکھجور کے خوشے  
کے غلاف میں رکھا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کہاں رکھا  
ہے؟ اس نے جواب دیا: ذی اردوان نامی کنویں میں رکھا  
ہے۔“ نبی ﷺ اپنے چند صحابہ کو ساتھ لے کر اس کنویں پر  
تشریف لے گئے، اسے دیکھا وہاں کھجور کے درخت تھے،  
پھر آپ واپس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور  
فرمایا: ”اللہ کی قسم! اس کنویں کا پانی مہندی کے نچوڑ جیسا  
سرخ ہے اور وہاں کی کھجوریں گویا شیطانوں کے سر ہیں۔“  
میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ نے اسے نکالا  
ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں، بہر کیف اللہ تعالیٰ نے مجھے  
شفا دے دی ہے، اب مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا لوگوں میں  
کوئی شری پیدا ہو۔“ پھر آپ نے اسے دفن کر دینے کا حکم دیا۔

فوائد ومسائل: ① ابن سعد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اس  
کنویں پر بھیجا کہ وہاں جا کر جادو کا سامان اٹھالیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جیر بن ایاس زرقی کو بلایا جو غزوہ بدر  
میں شریک ہوئے تھے، انھوں نے بئر ذردان میں جادو کے سامان کی نشاندہی کی۔ ممکن ہے کہ آپ نے پہلے ان حضرات کو بھیجا ہو  
بعد میں خود بھی تشریف لے گئے ہوں اور خود اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ واللہ أعلم۔ ② بہر حال رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا اور  
چند روز تک اس کا اثر بھی رہا، شاید اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکمت تھی کہ آپ کا جادوگر نہ ہونا سب پر ظاہر ہو جائے  
کیونکہ جادوگر پر جادو اثر نہیں کرتا۔ یہود آپ کو حسد کی وجہ سے شہید کرنا چاہتے تھے، پہلے زہر ملا گوشت کھلایا لیکن اللہ تعالیٰ نے  
آپ کو بچا لیا اور اب انھوں نے آپ پر سخت قسم کا جادو کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی آپ ﷺ کو نجات دی اور یہود کو ناکامی  
کا منہ دیکھنا پڑا۔ واللہ المستعان۔

(۵۱) بَابُ: إِنَّ مِنَ الْبَيِّنَاتِ سِحْرًا

باب: 51۔ بعض تقاریر جادو اثر ہوتی ہیں

۵۷۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا

[5767] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو

آدمی مشرق کی طرف سے آئے اور انھوں نے لوگوں کو خطاب کیا جس سے لوگ بہت متاثر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ بعض تقریریں جادو اثر ہوتی ہیں۔“

مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لِسِحْرًا، أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ سِحْرٌ». [راجع: ۵۱۴۶]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① رسول اللہ ﷺ نے ہر جادو اثر تقریر کی تعریف نہیں کی ہے کیونکہ کچھ تقریروں میں باطل کو جادو بیانی کے ذریعے سے حق کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، البتہ اظہار مافی الضمیر کی لکی جادو بیانی کی تعریف کی ہے جو حق کے اثبات کے لیے ہو۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جادو کرنا کرنا اگرچہ حرام اور ناجائز ہے، تاہم اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ جو لوگ جادو کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں، ان کا موقف انتہائی محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

#### (۵۲) بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلْسَّحْرِ

باب: 52 - عَجْوہ کھجور کے ذریعے سے جادو کا علاج کرنا

🕌 **وضاحت:** مدینہ طیبہ میں پائی جانے والی سیاہ رنگ کی ایک خاص کھجور کا نام عَجْوہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے خود کاشت کیا یہ کھجور کھانے میں بہت لذیذ اور عمدہ ہوتی ہے۔<sup>①</sup>

[5768] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص صبح کے وقت عَجْوہ کھجوریں استعمال کرے اس کو رات تک زہر اور جادو سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔“

۵۷۶۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ: أَخْبَرَنَا هَاشِمٌ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ اضْطَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ سُمْ وَلَا سِحْرٌ ذَلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ».

علی بن مدینی کے علاوہ دوسرے راوی نے بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ جو شخص سات عَجْوہ کھجوریں کھالے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ: سَبْعَ تَمْرَاتٍ. [راجع: ۵۴۴۵]

[5769] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص صبح کے وقت سات عَجْوہ کھجوریں کھائے

۵۷۶۹ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هَاشِمٌ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ: سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: اس دن کوئی زہر اور جادو اسے نقصان نہیں دے گا۔  
 «مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ  
 الْيَوْمَ شَيْءٌ وَلَا سِحْرٌ». [راجع: ۵۴۴۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① ان احادیث میں صبح کے وقت نہار منہ کھانے کا ذکر ہے لیکن کسی روایت میں رات کے وقت کھانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شام کے وقت کھائے گا تو اسے مذکورہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا، نیز ایک روایت میں ہے کہ یہ فائدہ عالیہ علاقے کی عجوہ کھجوریں کھانے سے ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”عالیہ کی کھجوریں نہار منہ کھانا باعث شفا ہے۔“ ② حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے: ”عجوہ کھجور جنت سے ہے اور یہ جن کے اثر سے شفا دیتی ہے۔“ ③ جنت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عجوہ کھجور بابرکت یا کھجور کی یہ قسم جنت سے زمین پر آئی ہے جس طرح حجر اسود جنت سے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عجوہ کھجور کا یہ فائدہ اس کا ذاتی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے۔ ④ حدیث میں سات کھجوریں کھانے کا ذکر ہے، اس مقدار کو خصوصیت کے ساتھ متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، مرض وفات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”مجھ پر سات مشکیزے پانی ڈالو۔“ ⑤ بطور علاج اس تعداد کی خصوصیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔

باب: 53۔ ہامہ کوئی چیز نہیں

(۵۳) بَابُ: لَا هَامَةَ

🌞 وضاحت: ہامہ ایسے زہریلے جانور کو کہتے ہیں جس کے ڈس لینے سے آدمی مر جاتا ہے۔ اگر کسی کے ڈس لینے سے آدمی کی موت واقع نہ ہو تو اسے سامہ کہتے ہیں، جیسے بچھو وغیرہ۔ ① دور جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ جب آدمی قتل ہو جائے اور اس کا انتقام نہ لیا جائے تو دفن کرنے کے بعد اس کی کھوپڑی سے ایک زہریلا کیڑا برآمد ہوتا ہے جو اس کی قبر کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے اور مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ کہتا رہتا ہے۔ اگر اس کا انتقام لے لیا جائے تو غائب ہو جاتا ہے بصورت دیگر وہ چکر لگاتا رہتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے دور جاہلیت کے اس عقیدے کی تردید کی ہے۔ اس ہامہ کی تفسیر میں اختلاف کے پیش نظر امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان اور حدیث کو دوبارہ پیش کیا ہے۔ اس کی باقی تفسیریں ہم عنوان: 45 اور حدیث: 5757 کے تحت ذکر کر آئے ہیں۔

۵۷۷۰ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا  
 هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ  
 [5770] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”متعدی بیماری، صفر کی نحوست

① صحیح مسلم الأشربة، حدیث: 5341 (2048)، سنن ابن ماجہ، الطب، حدیث: 3453، فتح الباری: 295/10.

② فتح الباری: 296/10، صحیح البخاری، الوضوء، حدیث: 198، عمدۃ القاری: 749/14، فتح الباری: 297/10.

اور الوکی کوئی حقیقت نہیں۔“ ایک دیہاتی نے کہا: اللہ کے رسول! ان اونٹوں کے متعلق آپ کیا کہیں گے جو ریگستان میں ہرنوں کی طرح دوڑتے ہیں لیکن ان میں ایک خارش اونٹ آجاتا ہے تو وہ سب کو خارش بنا دیتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی تھی؟“

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا عَذْوَى وَلَا صَفَرٌ وَلَا هَامَةٌ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظَّبَاءُ فَيَخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَجْرِبُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟!». [راجع: ۵۷۰۷]

[5771] حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے، انھوں نے اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے سنا: ”کوئی شخص بیمار اونٹ کو صحت مند اونٹوں کے پاس نہ لے جائے۔“

۵۷۷۱ - وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ: سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ بَعْدُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يُورَدَنَّ مُمَرِّضٌ عَلَى مُصِحٍّ».

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی بیان کردہ حدیث کا انکار کر دیا۔ ہم نے (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے) کہا: کیا آپ ہی نے یہ حدیث بیان نہیں کی کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی؟ تو انھوں نے غصے میں حبشی زبان میں کوئی بات کی۔ ابوسلمہ نے کہا: میں نے انھیں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث بھولتے نہیں دیکھا۔

وَأَنْكَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ الْحَدِيثَ الْأَوَّلَ وَقُلْنَا: أَلَمْ تُحَدِّثْ أَنَّهُ لَا عَذْوَى؟ فَرَطَنَ بِالْحَبَشِيَّةِ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَمَا رَأَيْتُهُ نَسِيَ حَدِيثًا غَيْرَهُ. [انظر: ۵۷۷۴]

فوائد ومسائل: ① راوی ابوسلمہ کا یہ خیال محل نظر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھولنے کی وجہ سے حدیث کا انکار کیا بلکہ انکار کی وجہ ان کا حدیث کو تعارض کی شکل میں پیش کرنا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس پر ناراضی ہوئی تو انھوں نے حبشی زبان میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا، حالانکہ احادیث میں تعارض نہیں بلکہ دونوں الگ الگ مضمون پر مشتمل ہیں۔ پہلی حدیث سے جاہلوں کے اس عقیدے کی نفی کرنا مقصود ہے کہ بیماری طبعی طور پر ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حصول ضرر کی نفی نہیں ہے اور دوسری حدیث میں بیمار اونٹ کو صحت مند اونٹوں کے پاس لے جانے کی ممانعت اس لیے ہے کہ کم علم لوگ فضول اوہام میں مبتلا ہو جائیں کہ صحت مند اونٹ، بیمار اونٹ کی وجہ سے بیمار ہو گئے ہیں، اس طرح وہ عذوی کے قائل ہو جائیں گے، حالانکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔ ② یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھولنے کی وجہ سے انکار کیا ہو جیسا کہ ابوسلمہ نے کہا ہے۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کیونکہ بھول جانا بشری تقاضا ہے لیکن حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کے بعد کوئی حدیث نہیں بھولا ہوں۔ ③ بہر حال امام



بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے جہلاء کے اس عقیدے کی نفی کی ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی کھوپڑی سے ایک زہریلا کیڑا نکلتا ہے جو مسلسل آواز دیتا ہے: مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ۔ جب مقتول کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔ اس عقیدے کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا: عربوں کے توہمات میں سے ایک یہ تھا کہ اگر کوئی قتل ہو جائے اور اس کا بدلہ نہ لیا جائے تو مردے کی کھوپڑی سے ایک الوبرا آمد ہوتا ہے جو اس کے اوپر منڈلاتا رہتا ہے اور آواز دیتا ہے: پیاس، پیاس، اگر مقتول کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے، اس وہم کی بنیاد پر وہ لوگ جیسے بھی بن پڑنا بدلہ لینے پر اصرار کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وہم کی تردید فرمائی ہے۔ واللہ اعلم۔

#### (۵۴) بَابُ: لَا عَدْوَى

باب: 54- (امراض کے طبعی طور پر) متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں

۵۷۷۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَمْرَةُ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا عَدْوَى وَلَا طَيْرَةٌ، إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالذَّارِ».

۵۷۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا عَدْوَى». [راجع: ۵۷۰۷]

۵۷۷۴ - قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا تُورِدُوا الْمُمْرِضَ عَلَى الْمَصِحِّ». [راجع: ۵۷۷۱]

۵۷۷۵ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سِنَانُ ابْنِ أَبِي سِنَانٍ الدَّوْلِيُّ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا

[5772] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چھوت لگ جانے اور بدشگون کی کوئی حقیقت نہیں۔ (اگر نحوست ممکن ہوتی تو) نحوست تین چیزوں میں ہوتی: گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔ (مگر درحقیقت ان میں بھی نہیں ہے۔)

[5773] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چھوت لگ جانے کی کوئی حقیقت نہیں۔“

[5774] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم اپنا بیمار اونٹ تندرست اونٹوں میں نہ چھوڑو۔“

[5775] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چھوت کوئی چیز نہیں۔“ اس پر ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض

کی: آپ نے دیکھا ہوگا کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح دوڑتے ہیں، پھر جب ان میں ایک خارش اونٹ آجاتا ہے تو باقی اونٹوں کو بھی خارش ہو جاتی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لیکن پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی تھی؟“

عَدَوَى، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ الْإِبِلَ تَكُونُ فِي الرَّمَالِ أَمْثَالَ الطَّبَّاءِ فَيَأْتِيهِ الْبُعِيرُ الْأَجْرَبُ فَتَجَرَّبُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «فَمَنْ أَغْدَى الْأَوَّلُ؟» . [راجع: ۵۷۰۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ایک دیہاتی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سمجھایا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ مؤثر حقیقی وہی ہے۔ یہ بات سرے سے غلط ہے کہ ایک خارش زدہ اونٹ نے باقی اونٹوں کو خارش بنا دیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام اونٹ خارش زدہ ہو جاتے، حالانکہ گلے میں کتنے ہی اونٹ ہوتے ہیں جو اس مرض سے محفوظ رہتے ہیں۔ ② اگر کہا جائے کہ پہلے اونٹ کو بھی کسی دوسرے اونٹ سے خارش لگی تھی تو پھر سوال ہوگا کہ اس اونٹ کو کس سے لگی؟ بالآخر تسلسل لازم آئے گا جو محال ہے، یا یہ کہنا ہوگا کہ ایک اونٹ کو خود بخود خارش پیدا ہوئی تھی اور اسے پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ تھا۔ ③ بیماری کے اسباب سے پرہیز کرنا چاہیے جیسا کہ آپ نے بیمار اونٹ کو صحت مند اونٹ کے ساتھ ملانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اب جو دیکھنے میں آتا ہے کہ طاعون اور پیسے جیسی بیماریاں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیلتی ہیں یا ایک شخص سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بیماری بذات خود متعدی ہے اور دوسرے کو منتقل ہوئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوسرے شہر یا دوسرے شخص میں بھی پیدا ہوئی ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک گھر میں کچھ لوگ طاعون یا پیسے کی بیماری سے لقمہ اجل بن جاتے اور کچھ محفوظ رہتے ہیں اور ایک ہی ہسپتال میں ڈاکٹر حضرات طاعون اور پیسے کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں، انھیں کچھ نہیں ہوتا، اگر بیماری بذات خود متعدی ہوتی تو سب اس سے متاثر ہوتے، لہذا وہی حق ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ کوئی بیماری بذات خود متعدی نہیں ہوتی، البتہ ایسے ذرائع اور اسباب سے ضرور پرہیز کرنا چاہیے جو اس بیماری کا باعث ہوں۔ واللہ اعلم۔

[5776] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”چھوٹ لگنا کوئی چیز نہیں اور بدشگون کی بھی کوئی حیثیت نہیں، البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔“ صحابہ کرام نے عرض کی: نیک فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”کسی سے اچھی بات کہنا یا سننا۔“

۵۷۷۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَدَوَى وَلَا طَيْرَةَ، وَنُعْجِنِي الْفَالُ»، قَالُوا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: «كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ». [راجع: ۵۷۵۶]

🌞 فائدہ: شریعت نے مطلق طور پر متعدی امراض کی نفی کی ہے اگرچہ اطباء حضرات اسے نہیں مانتے، بلکہ اس کی عقلی طور پر مختلف توجیہیں کرتے ہیں کہ بیماری جراثیم کے ذریعے سے پھیلتی ہے لیکن یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جراثیم کا اثر بھی اس وقت ہوتا ہے جب جسم میں موجود قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے، گویا اصل سبب جراثیم کا وجود نہیں بلکہ جسم کے حفاظتی نظام کی کمزوری ہے۔

یہ حضرات کان کو الٹی جانب سے پکڑتے ہیں۔ خاموشی سے رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی حقیقت کو تسلیم کریں اور اسے اپنے دل میں جگہ دیں۔ اسی میں عافیت ہے۔ واللہ المستعان۔

(۵۵) بَابُ مَا يُذَكِّرُ فِي سَمِّ النَّبِيِّ ﷺ

باب: 55- نبی ﷺ کو زہر دیے جانے کا بیان

رَوَاهُ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ:

اس امر کو حضرت عروہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے خود ہی حضرت عروہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے عائشہ! میں اس زہریلے کھانے کا درواب محسوس کرتا ہوں، گویا میری رگ جان اس زہر کی وجہ سے کٹ رہی ہے۔“<sup>(۱)</sup>

۵۷۷۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اجْمَعُوا لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنَ الْيَهُودِ»، فَجُمِعُوا لَهُ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنِّي سَأَلْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ، فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقُونَ عَنْهُ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَبُوكُمْ؟» قَالُوا: أَبُونَا فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «كَذَبْتُمْ، بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ». فَقَالُوا: صَدَقْتَ وَبَرَزْتَ، فَقَالَ: «هَلْ أَنْتُمْ صَادِقُونَ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي آيِنَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ أَهْلُ النَّارِ؟» فَقَالُوا: نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ثُمَّ تَحْلُقُونَنَا

[5777] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری بطور ہدیہ پیش کی گئی جس میں زہر بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہاں جتنے یہودی ہیں سب کو ایک جگہ جمع کرو۔“ چنانچہ انھیں آپ کے پاس جمع کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، کیا تم مجھے صحیح صحیح جواب دو گے؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں، اے ابو القاسم! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا باپ کون ہے؟“ انھوں نے جواب دیا: ہمارا باپ فلاں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم جھوٹ کہتے ہو، بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے۔“ انھوں نے جواب دیا: آپ نے سچ کہا اور درست فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو مجھے سچ سچ بتاؤ گے؟“ انھوں نے کہا: ہاں، اے ابو القاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارا جھوٹ پکڑ لیں گے جیسا کہ آپ نے ہمارے باپ کے متعلق ہمارا جھوٹ پکڑ لیا

ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”دوزخ والے کون لوگ ہیں؟“ انھوں نے جواب دیا: ”کچھ دنوں کے لیے ہم دوزخ میں رہیں گے، پھر آپ لوگ ہماری جگہ لے لیں گے۔“ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم اس میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے۔ اللہ کی قسم! ہم اس میں تمھاری جگہ کبھی نہیں لیں گے۔“ آپ نے پھر ان سے دریافت فرمایا: ”اگر میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ گے؟“ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟“ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”تم نے یہ حرکت کیوں کی؟“ انھوں نے کہا: ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو یہ زہر نقصان نہیں دے گا۔

فِيهَا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اِخْسَوْا فِيهَا، وَاللَّهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا»، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: «هَلْ أَنْتُمْ صَادِقُونِي عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: «هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هَذِهِ الشَّاةِ شُمًا؟» فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: «مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذَلِكَ؟» فَقَالُوا: أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيحَ مِنْكَ، وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ. (راجع: ۱۳۱۶۹)

فوائد ومسائل: ① یہودیوں کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس زہر کے متعلق بذریعہ وحی مطلع کر دیا مگر آپ ﷺ نے تھوڑا سا گوشت چکھ لیا تھا جس کا اثر آخر دم تک رہا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں بیان ہوا ہے۔ ② بکری کا زہر آلود گوشت پیش کرنے والی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث تھی۔ اس نے کہا: آپ نے میرے باپ، خاوند، چچا اور بھائی کو قتل کیا ہے اور میری قوم کو بہت نقصان سے دوچار کیا، اس لیے میں نے چاہا کہ اپنے غصے کی آگ بجھاؤں۔ اگر آپ سچے رسول ہیں تو گوشت بول کر آپ سے کہہ دے گا اور اگر آپ دنیا دار بادشاہ ہیں تو ہمیں آپ سے راحت مل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس وقت بشر بن براء رضی اللہ عنہ تھے جو موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ زہر کا اثر انداز ہونا بھی متعدی بیماری کی طرح اللہ تعالیٰ کے اذن پر موقوف ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس کے بد اثرات سے محفوظ رہے اور آپ کے صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ موقع پر ہی جان بحق ہو گئے۔

(۵۶) بَابُ شُرْبِ السُّمِّ وَالذَّوَاءِ بِهِ، وَمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالْخَبِيثُ

باب: 56- زہر پینے، اس کے ذریعے سے علاج کرنے، نیز خطرناک اور ناپاک دوا کے استعمال کرنے کی ممانعت



☆ وضاحت: زہر پینا حرام ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے جان لیوا ہو سکتا ہے۔ حدیث میں اسے خودکشی کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔ حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔ بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ زہر پی لیا تھا اور وہ اس کے اثرات بد سے محفوظ رہے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اس سے محفوظ رہنا ان کی کرامت تھی، اس لیے اس واقعے کو زہر پینے کے لیے بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا تا کہ کوئی دوسرا اسے پی کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔<sup>۱</sup>

۵۷۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ : سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ [خَالِدًا] مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا » . [راجع : ۱۳۶۵]

[5778] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی طرح خود کو گراتا رہے گا۔ جس نے زہر پی کر خودکشی کی، اس کے ہاتھ میں زہر ہوگا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر پی کر خودکشی کرتا رہے گا۔ اور جس نے تیز دھار آلے سے خودکشی کی، وہ آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس آلے سے اپنا پیٹ پھاڑتا رہے گا۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے زہر پینے کی حرمت کو ثابت کیا ہے کیونکہ جو انسان زہر پیتا ہے وہ اپنے آپ کو موت کے حوالے کرتا ہے اور ایسا کرنا شرعی طور پر سنگین جرم ہے کیونکہ جو انسان زہر کے ذریعے سے خودکشی کرتا ہے وہ جہنم میں اسی طرح زہر پی کر خودکشی کرتا رہے گا۔ ② زہر پینا چونکہ حرام ہے، اس لیے اسے بطور دوا بھی استعمال نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح ہر وہ چیز جس کے استعمال سے موت کا خطرہ ہو یا وہ چیز ناپاک ہو تو ایسی چیزوں سے بھی علاج کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۷۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ أَبُو بَكْرٍ : أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي

[5779] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص صبح سات بجو کھجوریں کھائے، اس روز

يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ اضْطَبَحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سُمْ وَلَا سِحْرٌ». [راجع: ٥١٤٥]

🌞 **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث کی عنوان کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ شارحین اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ علامہ عینی نے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ عنوان میں مطلق طور پر زہر کے استعمال کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور حدیث میں بھی بنیادی طور پر اس کا ممنوع ہونا بیان کیا گیا ہے، اس لیے جادو اور زہر کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے۔ ② درحقیقت امام بخاری رحمہ اللہ نے زہر اور جادو کی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ زہر ایک ظاہر چیز ہے اور جادو باطنی چیز ہے۔ زہر سے انسان کا جسم متاثر ہوتا ہے اور جادو سے اس کی سوچ مجروح ہوتی ہے۔ تاثر کے لحاظ سے دونوں کو ایک ہی خانے میں بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ جادو حرام ہے، اس لیے زہر بھی حرام ہے، لہذا اسے بطور علاج استعمال کرنا بھی درست نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ظاہری اور باطنی بیماریوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

#### باب: 57- گدھی کے دودھ کا بیان

[5780] حضرت ابو ثعلبہ نضلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہر کھلی والے درندے جانور کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

امام زہری نے کہا: میں اس حدیث کو اس وقت تک نہیں سن سکا جب تک میں شام نہیں آیا۔

[5781] ابن شہاب زہری سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابو ادریس خولانی سے پوچھا: کیا ہم گدھی کے دودھ سے وضو کر سکتے ہیں یا درندے جانور کا پتا استعمال کر سکتے ہیں یا اونٹ کا پیشاب پی سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: مسلمان اونٹ کے پیشاب کو بطور دوا استعمال کرنے

#### (۵۷) بَابُ أَلْبَانِ الْأُتْنِ

۵۷۸۰ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْحُسَيْنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَلَمْ أَسْمَعْهُ حَتَّى أَتَيْتُ الشَّامَ. [راجع: ۵۵۳۰]

۵۷۸۱ - وَزَادَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: وَسَأَلْتُهُ: هَلْ نَتَوَضَّأُ أَوْ نَشْرَبُ أَلْبَانَ الْأُتْنِ، أَوْ مَرَارَةَ السَّبْعِ، أَوْ أَبْوَالَ الْإِبِلِ؟ قَالَ: قَدْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَدَاوَوْنَ بِهَا فَلَا يَرَوْنَ بِذَلِكَ بَأْسًا، فَأَمَّا أَلْبَانُ

میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ گدھی کے دودھ کے متعلق ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا، البتہ اس کے دودھ کے متعلق ہمیں (رسول اللہ ﷺ کا) کوئی حکم یا ممانعت معلوم نہیں۔ ہاں درندوں کے پتے کے متعلق مجھے ابودریس خولانی نے بتایا اور انھیں ابو ثعلبہ حشنی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

الْأُنْثَى فَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُحُومِهَا، وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ أَلْبَانِهَا أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ، وَأَمَّا مَرَارَةُ السَّبْعِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ: أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُسَنِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ. [راجع: ۵۵۳۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① درندوں کا پتہ حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کو کھانے سے منع فرمایا ہے، حدیث کے یہ الفاظ درندے کے تمام اجزاء کے بارے میں ہیں کہ وہ حرام ہیں۔ ان میں پتا بھی شامل ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ گدھی کا دودھ بھی حرام ہے کیونکہ گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے اور دودھ بھی گوشت سے نکلتا ہے جیسا کہ ابو یزید کی روایت میں ہے کہ دودھ گوشت سے نکلتا ہے۔ جمہور کے نزدیک گدھی کا دودھ حرام ہے۔ ② گوشت پر قیاس کرتے ہوئے گدھی کے دودھ کو حرام کہنا محل نظر ہے کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے جیسا کہ آدمی کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن عورت کا دودھ پینا جائز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کا رجحان گدھی کے دودھ کے متعلق یہ ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کے متعلق کوئی حکم یا ممانعت نہیں پہنچی، لہذا جس چیز کے متعلق شارع علیہ السلام نے سکوت اختیار کیا ہو وہ صاف ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت ہے، اس بنا پر متعدد تابعین نے گدھی کے دودھ کو حلال کہا ہے۔ واضح رہے کہ مانگو لیا کے مریض کے سر پر اگر گدھی کے دودھ سے مالش کی جائے تو صحت یاب ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

#### باب: 58- جب برتن میں کھسی گر جائے

[5782] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم میں سے کسی کے برتن میں کھسی گر جائے تو وہ پوری کھسی کو اس میں ڈبو دے، پھر اسے نکال کر پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔“

#### (۵۸) بَابُ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ

۵۷۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُثْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ، عَنْ عُثْبَةَ بْنِ حُنَيْنٍ مَوْلَى بَنِي زُرَيْقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ، فَإِنْ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ شِفَاءٌ وَفِي

الْآخِرِ ذَاةً. [راجع: ۳۳۲۰]

☀️ فوائد و مسائل: ﴿۱﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کبھی کے ایک پرہ میں زہر اور دوسرے میں اس کا تریاق ہے۔ جب وہ کھانے (یا پینے) کی چیز میں گر جائے تو اسے اس میں ڈبو دو کیونکہ وہ زہر والا پر آگے اور تریاق والا پیچھے رکھتی ہے۔“ ﴿۲﴾ اس حدیث کی روشنی میں جب کبھی دودھ، پانی یا چائے وغیرہ میں گر جائے تو کھانے پینے کی چیز کو ضائع کر دینا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کے ایک پر میں جراثیم کش مادہ بھی رکھا ہے جو بہت سی بیماریوں کے جراثیم کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس بنا پر جب کبھی کو ڈبو دیا جائے تو وہ جراثیم کش مادہ کبھی کے پر سے نکل کر اس چیز میں شامل ہو جاتا ہے اور زہریلے اثرات کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ ایک ہی چیز میں دو متضاد چیزیں پیدا کر دیتا ہے۔ شہد کی کبھی اپنے تھوک سے شہد پیدا کرتی ہے اور اس کے ڈنگ میں زہر ہوتا ہے، اسی طرح سامپ کا زہر قاتل ہے اور اس کا گوشت اس کے زہر کے لیے تریاق اکبر ہے۔ جدید طب کے حالیہ تجربات سے بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایک کبھی بیماری کے جراثیم کے ساتھ ساتھ ان جراثیم کا تریاق بھی اٹھائے ہوتی ہے۔ عام طور پر جب کبھی کسی مائع غذا کو چھوتی ہے تو وہ اسے اپنے جراثیم سے آلودہ کر دیتی ہے، لہذا اسے مائع میں ڈبکی دینی چاہیے تاکہ ان جراثیم کا تریاق بھی اس میں شامل کر دے جو بیماری کے جراثیم کا مدد کرے گا۔ ﴿۳﴾ بعض اطباء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بچھو اور بھڑ کے کانے پر اگر گھریلو کبھی مل دی جائے تو اس شفا کی وجہ سے آرام آ جاتا ہے جو اس کے پروں میں ہے۔ واللہ اعلم۔





## لباس کا مقصد اور اس کے متعلق شرعی ہدایات

عربوں کے ہاں ایک محاورہ ہے کہ **النَّاسُ بِاللَّبَاسِ** یعنی لوگوں کا ظاہری وقار لباس سے وابستہ ہے اور اس سے ان کی پہچان ہوتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ دوسروں کو ننگے رہنے کی ترغیب دیتے اور اسے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فکر کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ”اے اولاد آدم! بے شک ہم نے تمہارے لیے ایک ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری ستر پوشی اور زینت کا باعث ہے اور تقویٰ کا لباس تو سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ اللہ کی نشانوں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔“<sup>1</sup> اس آیت کریمہ میں لباس کے دو بڑے فائدے بیان ہوئے ہیں: ایک یہ کہ یہ انسان کی شرمگاہ کو چھپاتا ہے اور دوسرا یہ کہ یہ انسان کے لیے موجب زینت ہے لیکن کچھ لوگ اس کے برعکس ننگ دھڑنگ رہنے اور میلہ پھیلا لباس پہننے کو رہبانیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ دین اسلام دین فطرت ہے، اس لیے وہ کھلے بندوں اس طرح کی رہبانیت کا انکار کرتا ہے بلکہ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ اس طرح کے معاشرے میں بے حیائی، برائی فحاشی اور بے غیرتی پھیلتی ہے اور پھر اس کے نتیجے میں مہلک بیماریاں ان کا مقدر بنتی ہیں بلکہ ایسا معاشرہ اخلاقیات سے محروم ہو کر طرح طرح کے عذابوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو لباس پہننے کا حکم دیا ہے اور ننگ رہنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے اولاد آدم! ہر مسجد میں جاتے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔“<sup>2</sup> اس زینت سے مراد خوبصورتی کے لیے زیور پہننا نہیں بلکہ لباس زیب تن کرنا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امت کی رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ کون سا لباس پہنے اور کس قسم کے لباس سے پرہیز کریں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کی روشنی میں نہ صرف لباس کے متعلق رہنمائی کی ہے بلکہ ہر چیز کے آداب سے آگاہ کیا جو انسان کے لیے باعث زینت ہے، خواہ اس کا تعلق لباس سے ہو یا جوتے سے، خواہ وہ انگوٹھی سے متعلق ہو یا دیگر زیورات سے۔ انسان کے بال بھی باعث زینت ہیں، ان کے لیے بھی احادیث کی روشنی میں قیمتی ہدایات پیش کی ہیں، پھر اس سلسلے میں خوشبو کا ذکر کیا ہے کیونکہ لوگ اسے بھی بطور زینت استعمال کرتے ہیں۔ لوگ حصول زینت کے لیے کچھ مصنوعی طریقے اختیار کرتے ہیں بالخصوص عورتیں خود ساختہ خوبصورتی کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال ملانے کی عادی ہوتی ہیں اور اپنے جسم کے نازک حصوں میں سرمہ بھرنے، دانتوں کو ریتی سے باریک کرنے، نیز بھوؤں

کے بال اکھاڑ کر انھیں باریک کرنے کا شیوہ اختیار کرتی ہیں، ایسی عورتوں کو آگاہ کیا ہے کہ یہ تمام کام شریعت میں انتہائی مکروہ، ناپسندیدہ اور باعث لعنت ہیں۔ آخر میں فتنہ تصویر کا جائزہ لیا ہے کہ انسان اپنی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی خوبصورت تصویر بنواتا ہے، پھر اسے کسی نمایاں جگہ پر آویزاں کرتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تصویر کے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں۔ دوران سفر تو سواری ایک انسانی ضرورت ہے لیکن بطور زینت بھی سواری کی جاتی ہے، اس کے متعلق شرعی ہدایات کیا ہیں وہ بھی بیان کی ہیں۔ ان ہدایات و آداب کے لیے انھوں نے دو سو بابیں (222) مرفوع احادیث کا انتخاب کیا ہے، جن میں چھیالیس (46) معلق اور ایک سو چھتر (176) متصل سند سے ذکر کی ہیں، پھر ایک سو بیاسی (182) احادیث مکرر اور چالیس (40) احادیث ایسی ہیں جنہیں اس عنوان کے تحت پہلی مرتبہ بیان کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ مختلف صحابہ کرام اور تابعین عظام سے انہیں (19) آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ انھوں نے ان احادیث و آثار پر ایک سو تین (103) چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کر کے لباس اور سامان آرائش کے متعلق احکام و مسائل کا استنباط کیا ہے۔ لباس کے سلسلے میں یہ ہدایات نمایاں طور پر ذکر کی ہیں کہ اسے فخر و مباہات اور تکبر و غرور کا ذریعہ نہ بنایا جائے کیونکہ یہ عادت اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے اور ایسے لباس جو انسان کو اس بیماری میں مبتلا کرتے ہیں، مثلاً: چلتے وقت اپنی چادر یا شلوار کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں، یہ تکبرین کی خاص علامت ہے، اس کے متعلق متعدد ایسی احادیث بیان کی ہیں جو اس عادت بد کے لیے بطور وعید ہیں۔ نسوانی وقار کو برقرار رکھتے ہوئے بے پردگی اور بے حیائی کے لباس کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ مرد و زن کے لباس میں جو فرق ہے اسے بطور خاص بیان کیا ہے کیونکہ مردوں کو عورتوں کا لباس اور عورتوں کو مردوں کا لباس پہننے کی سخت ممانعت ہے۔ ہم آئندہ اس اصول کی فوائد کے تحت مزید وضاحت کریں گے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ کی پیش کردہ احادیث کا مطالعہ کریں جن کی ہم نے فوائد میں حسب ضرورت وضاحت بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان پیش کردہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے تاکہ ہم قیامت کے دن سرخرو اور کامیاب ہوں۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرِزْنَا اتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرِزْنَا اجْتِنَابَهُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## 77 - كِتَابُ اللَّبَاسِ

لباس سے متعلق احکام و مسائل

(۱) وَ [لِبَاسُ] قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ﴾ [الأعراف: ۳۲]

باب: 1- ارشاد باری تعالیٰ: ”آپ کہہ دیں کہ کس نے وہ زیب و زینت کی چیزیں حرام کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں“ کا بیان

نبی ﷺ نے فرمایا: ”کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو لیکن اسراف اور فحش و مباحات کا اظہار نہ ہو۔“

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلُوا وَاشْرَبُوا وَابْسُوا وَتَصَدَّقُوا، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ».

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو زیب تن کرو مگر اسراف اور تکبر و دونوں سے گریز کرو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلُّ مَا شِئْتَ، وَالْبَسْ مَا شِئْتَ، مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ: سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ.

وضاحت: عرب کے قبائل حج کے دنوں میں گوشت نہیں کھاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف بھی کپڑوں کے بغیر کرتے تھے تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی شان نزول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قریش بیت اللہ کا طواف ننگے بدن، تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہوئے کرتے تھے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل کی ہے۔<sup>۱</sup> رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ ارشاد گرامی متصل سند سے بھی مروی ہے۔<sup>۲</sup> مسلمانوں کا لباس دو بنیادی ضروریات کے لیے ہوتا ہے: ستر پوشی اور اظہار زینت، لہذا ایسا لباس جس سے ستر پوشی کی ضرورت پوری نہ ہو یا اظہار زینت کے بجائے فحش و مباحات کے لیے ہو اسے زیب تن کرنا غلط اور ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ فضول خرچی اور تکبر و دونوں چیزیں انسان کے لیے تباہ کن ہیں، لہذا اعتدال اور میانہ روی کا مظاہرہ کیا جائے۔

۵۷۸۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ يُخْبِرُونَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلًا». [راجع: ۳۶۶۵]

[5783] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جو تکبر کرتے ہوئے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹ کر چلتا ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① کپڑا گھسیٹ کر چلنا انتہائی معیوب ہے۔ اس میں چادر، قمیص، شلوار، جبہ، کوٹ اور پگڑی وغیرہ شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”حد سے زیادہ کپڑا لٹکانا تہ بند، قمیص اور پگڑی تمام میں ممنوع ہے۔“<sup>۱</sup> یہ اسراف ہے اور تکبر کی علامت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا تھا: ”نخنوں سے نیچے چادر لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔“<sup>۲</sup> البتہ عورتوں کو نخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے۔ ② گویا اس انداز میں نسوانیت کا پہلو بھی ہے جو مردوں کو زیب نہیں دیتا۔ مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنے لباس میں مردانہ صفات کا اظہار کریں، جن میں ایک یہ ہے کہ تہ بند اور شلوار وغیرہ نخنوں سے اونچی ہو۔ اس کی مزید وضاحت آئندہ ہوگی۔ بہر حال مسلمانوں کو اپنے لباس میں اسراف اور تکبر سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

باب: ۲- جس نے تکبر کے بغیر اپنی چادر کو زمین پر گھسیٹا

(۲) بَابُ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنْ غَيْرِ خِيَلٍ

🌞 وضاحت: تکبر اور غرور سے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹنا بہت گھناؤنا جرم ہے، اس عادت کے ساتھ کتنی ہی نیکیاں ہوں لیکن نجات نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس عاجزی اور فروتنی میں خواہ کتنے گناہ ہوں، بخشش کی امید کی جاسکتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے چادر یا تہ بند لٹکانے سے کچھ صورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ انسان اپنا تہ بند نخنوں سے اوپر رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے لیکن کسی مجبوری سے اگر کپڑا نیچے ہو جائے یا جلدی اور بے خیالی میں اس کی پابندی نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں مواخذہ نہیں ہوگا جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۵۷۸۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ ابْنِ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلًا لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ»

[5784] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹ کر چلے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے



یَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَحَدَ شِقْمِي إِذَا رِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذَلِكَ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَسْتُ مِنْ يَصْنَعُهُ خِيَلًا». [راجع: ۳۶۶۵]

گا۔“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے تہبند کا ایک کنارہ ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی نگہداشت کرتا رہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر و غرور سے ایسا کرتے ہیں۔“

**فوائد و مسائل:** ① کپڑا ٹخنوں کے نیچے کرنا قابل مذمت ہے، خواہ عادت کے طور پر ہو یا تکبر کی بنا پر، حدیث میں دونوں کی الگ الگ سزا بیان ہوئی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اور جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنا تہبند گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔“ ② اگر کسی کو کوئی عذر درپیش ہے کہ اس کی توند بڑی ہو یا اس کی کرکری ہو اور کوشش کے باوجود بعض اوقات چادر ڈھلک کر ٹخنوں سے نیچے ہو جاتی ہو جیسا کہ حدیث بالا میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان ہوا ہے تو ایسی حالت میں اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو قابل مواخذہ نہیں، البتہ اسے عادت کے طور پر اختیار کرنا انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے۔ ③ واضح رہے کہ وہ کپڑا جو آگ میں ہو گا وہ اپنے پہننے والے کو بھی ساتھ گھسیٹ لے گا۔ واللہ المستعان۔

۵۷۸۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَنَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ مُسْتَعْجِلًا حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ وَثَابَ النَّاسُ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ فَجَلَبِي عَنْهَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا وَقَالَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ حَتَّى يَكْشِفَهَا». [راجع: ۱۰۴۰]

[5785] حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر ہم نبی ﷺ کے پاس تھے۔ آپ جلدی میں اٹھے اور اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں لوگ بھی جمع ہو گئے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب سورج گرہن ختم ہو گیا تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب تم اس طرح کی کوئی نشانی دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تا آنکہ یہ حالت ختم ہو جائے۔“

**فوائد و مسائل:** ① اس حدیث میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا ہونے کی دوسری استثنائی صورت بیان ہوئی ہے کہ بعض اوقات انسان جلدی میں اٹھتا ہے تو بے خیالی میں اس کی چادر ٹخنوں سے نیچے ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں قابل مواخذہ نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اچانک چلنے پر اپنی چادر گھسیٹنے کا ذکر ہے، یعنی اگر قصد و ارادے کے بغیر چادر ٹخنوں کے نیچے ہو جائے اور زمین پر گھسٹنے لگے تو کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح خواتین بھی اس وعید سے مستثنیٰ ہیں، نیز اگر ٹخنوں پر پھوڑے

پھنسیاں ہیں اور انھیں ڈھانپنے کے لیے چادر ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو اس میں بھی مواخذہ نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

### باب: 3- کپڑا سینٹا

[5786] حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا سا نیزہ اٹھا کر لائے اور اسے زمین میں گاڑ دیا۔ پھر انھوں نے نماز کے لیے اقامت کہی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن کئے ہوئے باہر تشریف لائے جسے آپ نے سمیٹ رکھا تھا، پھر آپ نے نیزے کے سامنے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز (عید) پڑھائی۔ میں نے انسانوں اور چوپایوں کو دیکھا کہ وہ نیزے کے پیچھے سے اور آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔

### (۳) بَابُ التَّشْمِيرِ فِي الثِّيَابِ

۵۷۸۶ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي زَائِدَةَ: أَخْبَرَنَا عَوْفُ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: فَرَأَيْتُ بِلَالًا جَاءَ بِعِزَّةٍ فَرَكَّزَهَا، ثُمَّ أَقَامَ الصَّلَاةَ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ فِي حُلَّةٍ مُشْمَرًا، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ إِلَى الْعِزَّةِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالْدُّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ وَرَاءِ الْعِزَّةِ. [راجع: ۱۸۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد حضرات بھی سرخ رنگ کا لباس پہن سکتے ہیں لیکن جس علاقے میں یہ رنگ عورتوں کے لیے مخصوص ہو چکا ہو وہاں مردوں کو اس رنگ کا لباس پہننے سے بچنا چاہیے کیونکہ لباس وغیرہ میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دوران نماز میں کپڑے کو سینٹا منع ہے لیکن اس کا محل یہ ہے کہ وہ چادر کے دامن کے علاوہ ہو کیونکہ اسے دفع مضرت کے لیے سینٹا جا سکتا ہے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں خلاف شریعت ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 4- جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہوگا

### (۴) بَابُ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَفْمَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ

☆ وضاحت: جو کپڑا آگ میں ہوگا وہ اپنے پہننے والے کو بھی گھسیٹ کر آگ میں لے جائے گا، بشرطیکہ وہ کپڑا عادت یا تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کیا جائے۔

[5787] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”تہبند کا جو حصہ

۵۷۸۷ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا أَسْفَلَ ثُنُوءٍ مِنْ يَنْجِيَهُ هُوَ جَهَنَّمَ فِي هَوَا»  
مِنَ الْكُفَّينَ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ».

**فوائد و مسائل:** ① ثُنُوءٍ سے نیچے کپڑا کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک عادت کے طور پر اور دوسرا تکبر کے پیش نظر۔ شریعت میں دونوں صورتیں مذموم ہیں۔ ہاں، اگر کوئی عذر ہو تو قابلِ مواخذہ نہیں۔ عذر کے بغیر ایسا کرنا انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے اور ان دونوں کی الگ الگ سزا ہے۔ ② اس حدیث میں پہلی صورت کا بیان ہے کہ کپڑے کا جو حصہ ثُنُوءٍ سے نیچے ہوگا وہ آگ میں جائے گا اور پہننے والے کو بھی گھسیٹ لے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”مسلمان کا نہ بند نصف پٹلی تک ہوتا ہے، آدھی پٹلی سے ثُنُوءٍ تک کے مابین میں کوئی حرج نہیں اور جو ثُنُوءٍ سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔“ ③ ایک روایت میں ہے: ”چادر وغیرہ کا ثُنُوءٍ پر کوئی حق نہیں۔“ ④

#### (۵) بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخِيَلَاءِ

#### باب: 5- جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹا

[5788] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹا۔“

۵۷۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَنْظُرُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا».

**فوائد و مسائل:** ① کسی کو دیکھنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے نظر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر کسی عاجزی کرنے والے انسان کو دیکھا جائے تو اس پر رحم کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اگر کسی تکبر کو دیکھا جائے تو غصہ بھڑک اٹھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی کو تکبر کی وجہ سے چادر ثُنُوءٍ سے نیچے لٹکائے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم سے پہلے ایک آدمی نے لباس پہن کر تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر اس قدر ناراض ہوا کہ زمین کو حکم دیا تو اس نے اس شخص کو کپڑا لیا۔“ ② بہر حال اصل برائی انسان کا تکبر کرنا اور فخر و غرور میں مبتلا ہونا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، یہ غرور جس طرح بھی ہو مذموم ہے۔ واللہ اعلم۔

[5789] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا..... یا (کہا کہ) حضرت ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... ”ایک آدمی جوڑا پہنے ہوئے اور اپنے

۵۷۸۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ -

«بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ، إِذْ خَسَفَ اللَّهُ بِهِ، فَهُوَ يَتَجَلَجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

بالوں میں کٹکھی کر کے فخر و غرور سے چل رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔

۵۷۹۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ، خَسَفَ اللَّهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلَجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

[5790] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک آدمی اپنا تہبند گھسیٹ کر چل رہا تھا کہ اچانک اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔“

تَابَعَهُ يُونسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

یونس نے زہری سے روایت کرنے میں عبدالرحمن بن خالد کی متابعت کی ہے۔ شعب نے اس حدیث کو امام زہری سے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَمِّهِ جَرِيرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَلَى بَابِ دَارِهِ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ. [راجع: ۳۴۸۵]

جریر بن زید کہتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ کے ہمراہ ان کے گھر کے دروازے پر تھا، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے (اس حدیث کو) نبی ﷺ سے اسی طرح بیان کیا تھا۔

فائدہ: کہتے ہیں کہ جسے زمین میں دھنسا یا گیا وہ بد بخت قارون تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ افسوس کہ دور حاضر میں بے شمار ایسے قارون گھر گھر موجود ہیں جو فیشن کے طور پر اپنے بد بند، شلوار یا پینٹ وغیرہ کو فخر و تکبر کے طور پر زمین پر گھسیٹ کر چلتے ہیں۔ ایسے فیشن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ہمیں اس کے متعلق نظر ثانی کرنا ہوگی۔ یہ بہت ہی خطرناک عادت ہے۔ سزا کے طور پر زمین میں دھنسا یا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

۵۷۹۱ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: لَقِيتُ مُحَارِبَ بْنَ دِنَارٍ عَلَى فَرَسٍ، وَهُوَ يَأْتِي مَكَانَهُ الَّذِي يَقْضِي فِيهِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي فَقَالَ:

[5791] حضرت شعبہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں محارب بن دینار سے ملا جبکہ وہ گھوڑے پر سوار تھے اور اس جگہ جارہے تھے جہاں فیصلے کرتے تھے، میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ میں

نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے فخر و غرور سے کپڑا گھسیٹا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔“ (شعبہ نے کہا کہ) میں نے محارب سے کہا: کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما (نے) تہبند کا ذکر کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تہبند یا قمیص کی تخصیص نہیں کی تھی۔

محارب کے ساتھ اس حدیث کو جلد بن حکیم، زید بن اسلم اور زید بن عبداللہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

لیث نے نافع سے، انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی حدیث ذکر کی ہے۔

نافع کے ساتھ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ، عمر بن محمد اور قدامہ بن موسیٰ نے بھی سالم سے، انھوں نے ابن عمر سے، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا: ”جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے لٹکائے.....۔“

سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»، فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ: أَذْكَرُ إِزَارَهُ؟ قَالَ: مَا خَصَّ إِزَارًا وَلَا قَمِيصًا.

تَابَعَهُ جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَزَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ، يَغْنِي عَنْ ابْنِ عُمَرَ: مِثْلُهُ.

وَتَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَقَدَامَةُ بْنُ مُوسَى عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلًا». [راجع: 3665]

**فوائد و مسائل:** ① رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سفیان بن ہبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ”اے سفیان! کپڑا جائز حد سے زیادہ نہ لٹکاو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس طرح کپڑا لٹکانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ ② جب رسول اللہ ﷺ نے یہ وعید سنائی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ”ایک بالشت لٹکالیا کریں۔“ انھوں نے کہا: اس صورت میں ان کے پاؤں کھل جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”ایسی صورت میں ایک ہاتھ لٹکالیا کریں، اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔“ ③ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں کئی گز کپڑا اپنے پیچھے کھینچتی ہوئی چلتی ہیں، خصوصاً شادی بیاہ کے موقع پر وہ بھی اس وعید میں شامل ہیں۔ مغربی تہذیب کو اپناتے ہوئے ہماری عورتوں میں یہ رسم بد چل پڑی ہے کہ دہنیں شادی کے موقع پر کئی گز لمبا غرارہ پہنتی ہیں جو پیچھے کھٹکتا رہتا ہے، پھر وہ لہنگا اتار لہبا ہوتا ہے کہ اسے کئی عورتوں نے اٹھا رکھا ہوتا ہے اور وہ بھی اس کے ساتھ چلتی رہتی ہیں۔ نمود و نمائش کی ماری ہوئی یہ عورتیں بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت سے محروم ہوں گی۔ عورت، مردوں کی طرح اپنے ننھے ننھے رکھنے کی پابند نہیں ہے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں چھپائے رکھے مگر ایک ہاتھ سے زیادہ کپڑا نہ لٹکائے۔ ہمارے رجحان کے مطابق بہتر



ہے کہ ایک بالشت ہی لٹکائے، ایسا کرنے سے اگر پاؤں ننگے ہوں تو دو بالشت لٹکالے۔ واللہ أعلم۔

### (۶) بَابُ الْإِزَارِ الْمُهْدَبِ

### باب: 6- ڈورے وار چادر کا بیان

وَيَذْكُرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَحَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّهُمْ لَبِسُوا ثِيَابًا مُهْدَبَةً.

امام زہری، ابوبکر بن محمد، حمزہ بن ابواسید اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ڈورے وار کپڑے پہنے تھے۔

وضاحت: عربی زبان میں ازار مہذب اس چادر کو کہتے ہیں جس کے دونوں طرف طول کے بل دھاگوں کو بنا نہ گیا ہو بلکہ انھیں گرہ دے کر یا بٹ دے کر یا ویسے ہی چھوڑ دیا گیا ہو، ایسی چادر پہننے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کے پہننے سے کوئی فخر و غرور دل میں نہیں آتا۔

۵۷۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ رِفَاعَةَ الْقُرْطُبِيِّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا جَالِسَةٌ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ تَحْتَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا مَعَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ، وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ جِلْبَابِهَا، فَسَمِعَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ قَوْلَهَا وَهُوَ بِالْبَابِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، قَالَتْ: فَقَالَ خَالِدٌ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلَا تَنْهَى هَذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَا وَاللَّهِ مَا يَرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَعَلَّكَ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ، لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتِكَ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ»، فَصَارَ سُنَّةَ بَعْدَهُ. [راجع: ۲۶۳۹]

[5792] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ میں آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں رفاعہ کی بیوی تھی۔ اس نے مجھے طلاق دے کر اپنی زوجیت سے فارغ کر دیا ہے۔ میں نے اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ اللہ کے رسول! میں قسم اٹھاتی ہوں کہ اس کے پاس اس پھندنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور اس نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑا۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ دروازے کے پاس کھڑے اس کی باتیں سن رہے تھے اور انھیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ انھوں نے وہاں کھڑے کھڑے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کو منع نہیں کرتے، یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بلند آواز سے کیسی گفتگو کر رہی ہے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اس کی باتیں سن کر صرف تبسم فرماتے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”شاید تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو، لیکن اب ایسا

ممکن نہیں رہا، جب تک وہ تیری لذت نہ لے اور تو اس کی لذت نہ چکھ لے۔“ اس کے بعد یہ فیصلہ قانون بن گیا۔

**فوائد و مسائل:** (۱) اس عورت نے چادر کا وہ کنارہ پکڑ کر اشارہ کیا جو صرف دھاگوں کی صورت میں تھا اور اسے بنا نہیں گیا تھا، جو چادر بنی ہوئی ہو اس میں کچھ تاؤ ہوتا ہے لیکن دھاگے تو ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں۔ (۲) امام بخاری رحمہ اللہ نے عورت کے اس اشارے سے عنوان ثابت کیا کہ اس نے ڈورے دار چادر پہن رکھی تھی۔ اگر اس کا پہننا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس سلسلے میں اس کی رہنمائی کرتے۔ ڈورے دار چادر پہننے کے متعلق ایک واضح حدیث ہے حضرت جابر بن سلیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اپنے گھٹنوں کو اٹھائے ایک چادر پہنے بیٹھے تھے اور اس چادر کے ڈورے آپ کے قدموں پر پڑ رہے تھے۔<sup>۱</sup> یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، تاہم کپڑے کے اطراف میں اگر دھاگے بطور زینت چھوڑ دیے گئے ہوں اور انھیں بنا نہ گیا ہو بلکہ ایک خاص انداز سے ٹانگا گیا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

#### باب: 7- چادروں کا بیان

#### (۷) بَابُ الْأَزْدِيَّةِ

وَقَالَ أَنَسٌ: جَبَدَ أَغْرَابِيٌّ رِدَاءَ النَّبِيِّ ﷺ. حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے نبی ﷺ کی چادر کھینچی۔

**وضاحت:** عام طور پر عربوں کا لباس دو چادریں ہوا کرتا تھا، ایک اوپر اوڑھ لیتے جسے رداء کہا جاتا تھا اور دوسری چادر تہ بند کے طور پر باندھ لیتے تھے جسے ازار کہتے تھے۔ اس عنوان کے تحت اوڑھنے والی چادروں کا بیان ہوگا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی چادر کھینچی تھی۔ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔<sup>۲</sup>

۵۷۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ: أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: فَدَعَا النَّبِيَّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى بِهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَرَبْدُ ابْنِ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْرَةٌ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوا لَهُمْ. [راجع: ۲۰۸۹]

[5793] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی چادر منگوائی، پھر اسے زیب تن کر کے روانہ ہوئے۔ میں اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔ آپ اس گھر میں آئے جہاں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو انھوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

**فائدہ:** یہ ایک لمبی حدیث ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اختصار سے بیان کیا ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حرمت شراب سے

پہلے شراب نوشی کی، پھر انھوں نے نشے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دواؤں کی کو فروغ کروایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ چادر زیب تن کیے ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقصان کی تلافی کریں، لیکن اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں دھت تھے، اس لیے آپ ﷺ واپس آ گئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے صرف رسول اللہ ﷺ کا چادر پہننا ثابت کیا ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں چادر پہننے کا ذکر آیا ہے۔

### (۸) بَابُ لُبْسِ الْقَمِيصِ

### باب: 8- قمیص پہننا

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى حِكَايَةَ عَنْ يُوسُفَ: ﴿أَذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا﴾ [يوسف: ۹۳]۔  
اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”تم میری یہ قمیص لے جاؤ، اسے میرے والد گرامی کے چہرے پر ڈال دو تو وہ بینا ہو جائیں گے۔“

وضاحت: اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ قمیص پہننا کوئی نئی چیز نہیں ہے اگرچہ عرب عام طور پر چادر اور تہ بند پہنتے تھے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں قمیص کا ذکر ہے، اس کے علاوہ متعدد احادیث میں بھی ان کا بیان ہوا ہے۔ بہر حال ابن عربی کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ میں نے مذکورہ آیت اور رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے واقعے کے علاوہ کسی صحیح حدیث میں قمیص کا ذکر نہیں دیکھا۔<sup>۱</sup>

۵۷۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرُنسَ وَلَا الْحُقُفَيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ النَّعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسْ مَا هُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْكُعْبَيْنِ». [راجع: ۱۳۴]

[5794] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! محرم آدمی کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”محرم آدمی قمیص، شلوار، ٹوپی اور موزے نہ پہنے۔ اگر اسے جو تانہ ملے تو موزوں کو ٹخنوں تک کاٹ کر پہن لے۔“

فوائد ومسائل: ① عربوں کے ہاں قمیص پہننے کا بھی رواج تھا، اسی لیے آپ ﷺ نے محرم کے متعلق فرمایا کہ وہ قمیص نہ پہنے۔ رسول اللہ ﷺ کو چادر سے قمیص زیادہ پسند تھی، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قمیص سے بڑھ کر اور کوئی کپڑا زیادہ پسند نہ تھا۔<sup>۲</sup> حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آستین آپ ﷺ کی کلائی تک

ہوا کرتی تھی۔<sup>۱</sup> ② قمیص کے زیادہ پسند ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہوتا ہے اور چادر کی طرح اسے لپیٹنے اور سنبھالنے کا اہتمام بھی نہیں کرنا پڑتا۔ واللہ اعلم۔

[5795] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ عبد اللہ بن ابی کے پاس اس وقت آئے جب وہ قبر میں داخل کیا جا چکا تھا۔ پھر آپ کے حکم سے اس کی لاش نکالی گئی اور اسے آپ کے گھٹنوں پر رکھا گیا۔ آپ نے اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔ واللہ اعلم۔

۵۷۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو: سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي بَعْدَمَا أُدْخِلَ قَبْرُهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ وَوُضِعَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ وَالْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَاللَّهُ أَعْلَمُ. [راجع: ۱۲۷۰]

[5796] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب عبد اللہ بن ابی مر گیا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! آپ مجھے اپنی قمیص دیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس کا کفن دوں، نیز آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ نبی ﷺ نے اسے اپنی قمیص دے دی اور فرمایا: ”جب (اسے غسل دے کر) تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا۔“ چنانچہ جب وہ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ تشریف لائے تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (بڑے ادب سے) آپ کو پیچھے کھینچا اور عرض کی: اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔“ پھر یہ آیت نازل ہوئی: ”ان (منافقین) میں سے جو مر جائے تو آپ کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور

۵۷۹۶ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَمَّا تُوفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي جَاءَ ابْنُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أَكْفِنُهُ فِيهِ، وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ، فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ، وَقَالَ لَهُ: «إِذَا فَرَعْتَ مِنْهُ فَأَذِنَّا»، فَلَمَّا فَرَعَ أَذْنَهُ، فَجَاءَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَجَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكَ اللَّهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ: «اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ» [النوبة: ۸۰] فَتَزَلَّتْ «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ» [۸۴] فَتَرَكَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ. [راجع: ۱۲۶۹]

نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔“ پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھنا ترک کر دی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا موقف تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے منع نہیں فرمایا اور میں اس کے لیے ستر بار سے بھی زیادہ مرتبہ دعا کر دوں گا۔ دراصل آپ ﷺ اس بدفطرت کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتے تھے جو ایک مخلص مسلمان تھے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے ثابت کیا ہے کہ قیص پہننا جائز ہے اور اس کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔ ③ واضح رہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی منافق نے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی قیص دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قیص دے کر اس احسان کا بدلہ دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

#### (۹) بَابُ جَنْبِ الْقَمِيصِ مِنَ عِنْدِ الصَّنَدِ وَغَيْرِهِ

باب: 9- قیص کا گریبان سینے وغیرہ کے پاس ہو

157971 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”ان کی مثال دو آدمیوں جیسی ہے جنھوں نے لوہے کی دو زریں پہنی ہوئی ہوں اور ان کے ہاتھ سینے اور حلق تک پہنچے ہوئے ہوں۔ صدقہ دینے والا جب بھی صدقہ کرتا ہے تو وہ زرہ کشادہ ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے پورے چھپ جاتے ہیں اور قدموں کے نشانات بھی مٹ جاتے ہیں اور بخیل جب بھی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ پر جم جاتا ہے۔“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح اپنی مبارک انگلیوں سے اپنے گریبان کی طرف اشارہ کر کے بتا رہے تھے، تم دیکھو کہ وہ اس زرہ میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

۵۷۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَّصِدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدْ اضْطَرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى نُدْيِهِمَا وَتَرَأَيْتُهُمَا، فَجَعَلَ الْمُتَّصِدُّ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتَّى تَغْشَى أَنَامِلَهُ وَتَغْفُو أَثَرَهُ، وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ فَلَصَّتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا». قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ بِإِصْبَعِهِ هَكَذَا فِي جَنْبِهِ، فَلَوْ رَأَيْتَهُ يُوسِّعُهَا وَلَا تَتَوَسَّعُ. [راجع: ۱۴۴۳]

ابن طاووس نے اپنے باپ اور ابو زناوہ نے اعرج سے جُبَّتَانِ بیان کرنے میں حسن کی متابعت کی ہے۔

تَابَعَهُ ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ. وَأَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ فِي الْجُبَّتَيْنِ.

حفظہ نے کہا: میں نے طاووس سے سنا، انھوں نے کہا:

وَقَالَ حَنْظَلَةُ: سَمِعْتُ طَاوُسًا: سَمِعْتُ أَبَا





☀️ **فوائد ومسائل:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر میں ایک تنگ آستینوں والا جبہ پہنا تھا۔ سفر میں اس طرح کے جبے کی ضرورت ہوتی ہے، البتہ اپنے گھر میں کھلی آستینوں والا جبہ پہنا جاتا ہے۔ ② لباس کے متعلق شریعت میں بہت وسعت ہے۔ ہر ملک اور قوم کا لباس جدا جدا ہوتا ہے۔ جائز و ناجائز کی چند حدود بیان کر کے اسے مقامی حالات پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ لوگ اپنی صوابدید کے مطابق اپنا لباس اختیار کریں۔ اس کے دو بنیادی فائدے ہیں: ستر پوشی کا کام دے اور باعث زینت ہو، البتہ اس کی تراش وغیرہ انسان اپنی مرضی سے کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۱۱) بَابُ لُبْسِ جُبَّةِ الصُّوفِ فِي الْغَزْوِ

### باب: 11- دوران جنگ میں اونی جبہ پہننا

[5799] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک رات دوران سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ”کیا تیرے پاس پانی ہے؟“ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ اپنی سواری سے اترے اور مسلسل چلتے رہے حتیٰ کہ آپ رات کی تاریکی میں چھپ گئے، پھر جب واپس تشریف لائے تو میں نے مشکیزے سے آپ پر پانی ڈالا۔ آپ نے اپنا چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ اس وقت آپ اونی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ اس کی آستینوں سے اپنے ہاتھ باہر نہ نکال سکے تو انھیں جبے کے نیچے سے نکالا، پھر اپنے بازوؤں کو کہنیوں تک دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے آگے بڑھا تو آپ نے فرمایا: ”انھیں رہنے دو، میں نے وضو کے بعد انھیں پہنا تھا۔“ چنانچہ آپ نے ان پر مسح فرمایا۔

۵۷۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُعِيزَةِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ: «أَمَعَكَ هَاءُ؟»، قُلْتُ: نَعَمْ، فَتَزَلَّ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَعْتُ عَلَيْهِ الْإِدَاوَةَ، فَعَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَعَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: «دَعُهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ»، فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

[راجع: ۱۸۲]

☀️ **فائدہ:** امام مالک نے اونی جبہ پہننے کو مکروہ خیال کیا ہے کیونکہ اس سے زہد و تقویٰ کی نمائش ہوتی ہے جس کی ممانعت ہے، انسان کو اپنے اچھے اعمال چھپ کر کرنے چاہئیں، نیز تواضع صرف اونی جبہ پہننے میں نہیں بلکہ کوئی بھی لباس جو معمولی قیمت کا ہو وہ بھی اس قسم میں سے ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر میں اونی جبہ پہنا تھا۔ اگر اپنے زہد و تقویٰ کا اظہار مقصود نہ ہو تو اسے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

### باب: 12- قبا اور ریشمی فروج کا بیان

### (۱۲) بَابُ الْقَبَاءِ وَفَرْجِ حَرِيرٍ

فروج قبا ہی کو کہتے ہیں کچھ حضرات کے نزدیک فروج وہ قبا ہے جو پیچھے سے چاک ہوتی ہے۔

وَهُوَ الْقَبَاءُ. وَيَقَالُ: هُوَ الَّذِي لَهُ شَقٌّ مِنْ خَلْفِهِ.

وضاحت: قبا اس کوٹ کو کہتے ہیں جس کی آستین تنگ ہو اور وہ خود بھی درمیان سے تنگ ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں اسے اپکن کہا جاتا ہے۔ اسے عام طور پر دوران سفر اور جنگ میں پہنا جاتا ہے تاکہ نقل و حرکت اور چلنے پھرنے میں آسانی رہے۔

[5800] حضرت مسور بن خرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند قبائیں تقسیم کیں اور حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ دیا تو انھوں نے کہا: بیٹے! میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، چنانچہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ گیا۔ انھوں نے مجھے کہا: تم اندر جاؤ اور آپ ﷺ سے میرا ذکر کرو۔ میں نے آپ ﷺ سے اپنے والد کا ذکر کیا تو آپ باہر تشریف لائے جبکہ انھی قبائوں میں سے ایک قبا ساتھ لیے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ قبا میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی۔“ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو کہنے لگے: مخرمہ راضی ہے۔

۵۸۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقْبِيَّةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بَنِيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَنْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: «خَبَأْتُ هَذَا لَكَ»، قَالَ: فَانْظَرْ إِلَيْهِ فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ.

[راجع: ۲۵۹۹]

فوائد و مسائل: ① یہ قبائیں ریشمی تھیں۔ حدیث کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پہنا تھا۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ شاید اس وقت ریشم پہننا مردوں کے لیے حلال ہوگا، یا آپ نے بطور حفاظت اس قبا کو اپنے اوپر ڈالا ہوگا۔ اسے پہننا نہیں کہتے جیسا کہ ایک روایت میں صراحت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس قبا تھی۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے اور ان کے مزاج کو بخوبی سمجھتے تھے۔ دینی رہنماؤں کو اس سے سبق لینا چاہیے اور اپنے رفقاء کے کار کا خیال رکھنا چاہیے۔

[5801] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی قبا بطور ہدیہ

۵۸۰۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ

دی گئی۔ آپ نے اسے زیب تن فرما کر نماز ادا کی۔ فراغت کے بعد آپ نے اس کو جلدی سے اتار دیا جیسے آپ اس سے ناگواری محسوس کرتے ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: ”یہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے مناسب نہیں۔“

عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ قَالَ: أَهْدَيْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرُوجَ حَرِيرٍ فَلَبَسَهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَتَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ، ثُمَّ قَالَ: «لَا يَبْنِي هَذَا لِلْمُتَّقِينَ». [راجع:

[۳۷۵]

عبداللہ بن یوسف نے لیٹ سے روایت کرنے میں تنبیہ کی متابعت کی ہے۔ عبداللہ بن یوسف کے علاوہ دوسروں نے ”فَرُوجَ حَرِيرٍ“ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

تَابَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنِ اللَّيْثِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: فَرُوجَ حَرِيرٍ.

فائدہ: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی قبا پہن کر مغرب کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد اسے جلدی سے اتار پھینکا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اللہ کے رسول! آپ نے اسے پہنا پھر اس میں نماز ادا کی، تو آپ نے مذکورہ جواب دیا۔ ابن بطل کہتے ہیں کہ آپ نے اسے جلدی سے اتارا کیونکہ ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام تھا اور یہ قبا خالص ریشم کی تھی یا اس لیے اتارا کہ وہ عجمیوں کا لباس تھا۔ حدیث میں ہے: ”جس نے کسی قسم کی مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہوگا۔“<sup>①</sup> بہر حال ریشم مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے جائز ہے جس کی آئندہ وضاحت ہوگی۔<sup>②</sup>

### باب: 13 - لمبی ٹوپیوں کا بیان

### باب (۱۳) الْبَرَانِسِ

[5802] حضرت معتمر سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر زرد رنگ کی ریشمی ٹوپی دیکھی تھی۔

۵۸۰۲ - وَقَالَ لِي مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى أَنَسٍ بُرْنَسًا أَضْفَرَ مِنْ خَزْرٍ.

فائدہ: بعض اسلاف کے نزدیک اور کوٹ پہننا مکروہ ہے کیونکہ اسے یہود و نصاریٰ کے راہب پہنتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو اس موقف سے اتفاق نہیں ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا: کیا اور کوٹ پہننا جائز ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ کہا گیا: یہ تو عیسائی پہنتے ہیں، انھوں نے فرمایا: عیسائی وہاں پہنتے ہیں جہاں ان کا علاقہ ہے۔<sup>③</sup>

[5803] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! محرم آدمی کون کون

۵۸۰۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا

① سنن أبي داود، اللباس، حدیث: 4031. ② فتح الباری: 334/10. ③ فتح الباری: 335/10.

سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”(احرام میں) قیص، گچڑی، شلوار، لمبی ٹوپی (اور روکٹ) اور موزے نہ پہنوں لیکن اگر کوئی جوتا نہ پائے تو موزے پہن لے لیکن انھیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور نہ وہ کپڑے پہنوں جنہیں زعفران اور ورس سے رنگا گیا ہو۔“

قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَّ وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَيَلْبَسُ خُفَيْنِ وَلَيَقْطَعَهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ». [راجع: ۱۳۴]

🌟 فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم آدمی اور روکٹ نہیں پہن سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو اور روکٹ پہننے کی اجازت ہے۔

#### باب: 14- پا جامہ یا شلوار پہننے کا بیان

#### (۱۴) بَابُ السَّرَاوِيلِ

[5804] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جو شخص تہبند نہ پائے وہ شلوار پہن لے اور جو کوئی جوتا نہ پائے وہ موزے پہن لے۔“

۵۸۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَيْنِ». [راجع: ۱۷۴۰]

🌟 فوائد و مسائل: ① یہ حدیث محرم کے متعلق ہے کہ اگر اسے احرام کے لیے تہبند میسر نہ ہو تو شلوار پہن سکتا ہے اور موزے پہننے کی صورت میں انھیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنا ہوگا۔ اگر بحالت احرام مجبوری کی صورت میں مرد شلوار پہن سکتا ہے تو عام دنوں میں شلوار یا پا جامہ پہننا بالاولیٰ جائز ہوگا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے شلوار پہننا ثابت کیا ہے۔ ② ایک حدیث میں ہے حضرت سید بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے شلوار کا سودا کیا۔<sup>۱</sup> رسول اللہ ﷺ کا شلوار خریدنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جائز لباس ہے، البتہ کسی بھی صحیح حدیث سے رسول اللہ ﷺ کے شلوار پہننے کا ثبوت نہیں ملتا۔ واللہ اعلم۔

[5805] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ

۵۸۰۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَّةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ



کے رسول! جب ہم احرام باندھیں تو کون سا لباس پہننے کا آپ حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”قیص، شلوار، پگڑی، لمبی ٹوپیاں اور موزے نہ پہنو۔ ہاں اگر کسی شخص کو جوتی میسر نہ ہو تو وہ موزے پہنے جو ٹخنوں سے نیچے ہوں، نیز کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جسے زعفران یا درس لگی ہوئی ہو۔“

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ إِذَا أَحْرَمْنَا؟ قَالَ: «لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ وَالسَّرَاوِيلَ، وَالْعَمَائِمَ، وَالْبَرَائِصَ، وَالْخِفَافَ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ نَعْلَانِ، فَلْيَلْبَسِ الْخَفَيْنِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ». [راجع: ۱۳۴]

🌟 فوائد و مسائل: ① حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن میدان محشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ ② کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شلوار پہنی تھی۔ چونکہ لباس کی اس قسم میں جو آپ نے زیب تن کیا تھا شرمگاہ کی بہت حفاظت ہوتی ہے، اس لیے انھیں قیامت کے دن یہ انعام دیا جائے گا کہ انھیں سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔ ③ امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث سے شلوار پہننے کا جواز ثابت کیا ہے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا شلوار پہننا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لیکن یہ لباس بہت پردے والا ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 15 - پگڑیوں کا بیان

[5806] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”محرم آدمی قیص، پگڑی، شلوار، لمبی ٹوپي نہ پہنے اور نہ وہ کپڑے پہنے جنھیں زعفران اور درس لگا ہو، وہ موزے بھی نہ پہنے مگر جسے جوتا میسر نہ ہو تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ ڈالے (تاکہ وہ جوتا بن جائے)۔“

### (۱۵) بَابُ الْعَمَائِمِ

۵۸۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ، وَلَا الْعِمَامَةَ، وَلَا السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرُوسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ، وَلَا الْخُفَيْنِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُمَا، فَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ». [راجع: ۱۳۴]

🌟 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ محرم آدمی پگڑی نہیں پہن سکتا، اس کا مطلب ہے کہ عام آدمی کو اس کے پہننے کی اجازت ہے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی صریح حدیث پگڑی کے متعلق پیش نہیں کی۔ شاید انھیں ان کی قائم کردہ شرائط کے

مطابق کوئی حدیث دستیاب نہیں ہو سکی۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا جبکہ آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔<sup>①</sup> ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عمامے، یعنی گھڑی کے دونوں سرے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکا رکھے تھے۔<sup>②</sup> حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے سیاہ رنگ کا عمامہ پہن رکھا تھا۔<sup>③</sup> (③ زمانہ قدیم سے شریف لوگ گھڑی باندھتے آئے ہیں اور اس کے باندھنے کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں کسی خاص انداز سے گھڑی باندھنا ضروری نہیں ہے۔

### (۱۶) بَابُ التَّقَعُّعِ

باب: 16- سر اور کچھ چہرہ ڈھانپنے (ڈھاٹا باندھنے) کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ باہر تشریف لائے جبکہ آپ کے سر پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے اپنے سر مبارک پر چادر کا کنارہ باندھا ہوا تھا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ عَصَابَةٌ دَسْمَاءٌ. وَقَالَ أَنَسٌ: عَصَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ.

وضاحت: کسی ضرورت کے پیش نظر ڈھاٹا باندھنا جائز ہے۔ آدی موسم یا مخصوص حالات کی مناسبت سے اگر اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لے تو کوئی حرج نہیں۔ شرم و حیا کی بنا پر بھی ایسا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔<sup>④</sup> اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی موصولاً ذکر کیا ہے۔<sup>⑤</sup>

[5807] ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاری کرنے لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”ابھی ٹھہر جاؤ، مجھے امید ہے کہ ہجرت کی اجازت مجھے بھی دی جائے گی۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیا آپ کو بھی ہجرت کی امید ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی رفاقت کے لیے خود کو روک

۵۸۰۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى: أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: هَاجَرَ إِلَى الْحَبَشَةِ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مَهَاجِرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَوْ تَرْجُوهُ بِأَيِّ أَنْتَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لِصُحْبَتِهِ، وَعَلَفَ رَا حِلَّتَيْنِ،

① سنن ابن ماجہ، اللباس، حدیث: 3584. ② سنن ابن ماجہ، اللباس، حدیث: 3587. ③ سنن أبي داود، اللباس، حدیث: 4076. ④ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حدیث: 3800. ⑤ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، حدیث:

لیا اور اپنی دو اونٹنیوں کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم ایک دن دو پہر کے وقت اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو سرمہ ڈھانپنے اس طرف تشریف لا رہے ہیں۔ عام طور پر آپ ﷺ اس وقت ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! آپ کسی اہم کام کے لیے اس وقت تشریف لائے ہیں، بہر حال نبی ﷺ نے مکان پر پہنچ کر اجازت طلب کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں اجازت دے دی۔ آپ اندر تشریف لائے اور آتے ہی ابوبکر سے فرمایا: ”جو لوگ اس وقت تمہارے پاس ہیں انھیں یہاں سے اٹھا دو۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا باپ آپ پر قربان ہو: اللہ کے رسول! یہ سب آپ کے گھر کے افراد ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرا باپ آپ پر قربان ہواے اللہ کے رسول! پھر مجھے رفاقت کی سعادت حاصل رہے گی؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان ہو ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں یہ قیمت سے لیتا ہوں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر ہم نے جلدی جلدی دونوں سواریوں کا سامان تیار کیا، پھر دونوں کے لیے کھانا تیار کر کے توشہ دان میں رکھ دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کے ایک کٹڑے سے اس توشہ دان کا منہ باندھ دیا۔ اس بنا پر انھیں ذاتِ مطہرین کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں جا کر چھپ گئے۔ وہاں تین راتیں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبداللہ رات کے

کانتا عنده، وَرَقَ السَّمَرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ، فِي بَيْتِنَا، فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ، قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُقْبِلًا مُتَقَنَّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فِدَا لَكَ بِأَبِي وَأُمِّي، وَاللَّهِ إِنْ جَاءَ بِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ لِأَمْرٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ، فَقَالَ حِينَ دَخَلَ لِأَبِي بَكْرٍ: «أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ»، قَالَ: إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «فَإِنِّي قَدْ أَذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ». قَالَ: فَالْصُّحْبَةُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَخَذَّ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِحْدَى رَاِحَتَيْ هَاتَيْنِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «بِالْثَّمَنِ»، قَالَتْ: فَجَهَزْنَاهُمَا أَحْتَّ الْجِهَازِ، وَوَضَعْنَاهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ، فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا، فَأَوْكَأَتْ بِهِ الْجِرَابَ، وَلِذَلِكَ كَانَتْ تُسَمَّى ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ، ثُمَّ لَحِقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ: ثَوْرٌ، فَمَكَثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ لَقِيزٌ ثَقِفٌ، فَيَرَحُلُ مِنْ عِنْدِهِمَا سَحْرًا فَيُضْبِحُ مِنْ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِبٍ، فَلَا يَسْمَعُ [أَمْرًا] يُكَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذَلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظُّلَامُ، وَيَرَعَى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مَنَحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيَرِيحُهُ عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ

وقت ان کے پاس ہی رہتا تھا۔ وہ نوجوان، ذہین اور سمجھدار تھا، وہ ان کے پاس سے سحری کے وقت روانہ ہوتا اور مکہ مکرمہ میں صبح ہوتے ہی قریش کے ہاں پہنچ جاتا جیسا کہ وہ مکہ ہی میں رات کے وقت رہا ہو۔ مکہ مکرمہ میں جو بات بھی ان حضرات کے خلاف ہوتی اسے محفوظ رکھتا، پھر جو نئی رات کا اندھیرا چھا جاتا غار ثور میں ان حضرات کے پاس پہنچ کر تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ دودھ دینے والی بکریاں چراتا تھا اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو ان بکریوں کو غار ثور کی طرف ہانک کر لے جاتا۔ وہ دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) بکریوں کا دودھ پی کر رات بسر کرتے، پھر عامر بن فہیرہ صبح اندھیرے اندھیرے وہاں سے روانہ ہو جاتا۔ ان تین راتوں میں اس نے ہر رات ایسا ہی کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کے وقت سرمہ ڈھانپ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ چادر وغیرہ سے سرمہ ڈھانپنے کا رواج عربوں میں آج بھی موجود ہے۔ وہاں کی گرم آب و ہوا کے وقت ایسا کرنا ضروری بھی ہے، بلا وجہ ایسا کرنا درست نہیں، تاہم کسی ضرورت کے پیش نظر ڈھانپنا باندھنا جائز ہے، مثلاً: سخت گرمی ہو یا سردی ہو یا کوئی ایسی چیز جس کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو تو سرمہ ڈھانپنے میں کوئی حرج نہیں۔ ② اگر خود سے کوئی نقصان دہ چیز دور کرنا مقصود ہو تو جائز ہے بصورت دیگر سرمہ ڈھانپنے سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس قسم کے امتحان میں نہ ڈالے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 17- خود پہننے کا بیان

### (۱۷) بَابُ الْمِغْفَرِ

[5808] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔

۵۸۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ.

[راجع: ۱۸۴۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا بھی جائز ہے۔ احرام صرف اس

وقت ضروری ہے جب حج یا عمرے کی نیت ہو۔ ② حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔ ① اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں دونوں، یعنی پگڑی اور خود باندھے ہوں گے، چنانچہ ممکن ہے جس وقت آپ داخل ہوئے ہوں اس وقت آپ کے سر مبارک پر خود ہو اور پھر اسے اتار کر سیاہ پگڑی پہن لی ہو کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ کے دروازے پر سیاہ پگڑی پہنے ہوئے خطبہ دیا تھا۔ ② ابن بطلان نے کہا ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا خود پہن کر داخل ہونا اس بات کی علامت ہے کہ آپ حالت جنگ میں داخل ہوئے تھے اور آپ محرم نہیں تھے۔ ③

باب: 18- دھاری دار، یعنی اوراونی چادروں (کملیوں) کا بیان

(۱۸) بَابُ الْبُرُودِ وَالْحَبْرِ وَالشَّمْلَةِ

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ سے (مشرکین کے مظالم کی) شکایت کی جبکہ آپ اس وقت دھاری دار چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

وَقَالَ خَبَابٌ: شَكُونَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَتَهُ.

☆ وضاحت: ”بردہ“ چھوٹی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں اور ”حمرہ“ یمن کی بنی ہوئی سبز چادر ہے جبکہ ”شملہ“ بڑی اوئی چادر کو کہتے ہیں۔ ان تمام چادروں کا بوقت ضرورت استعمال جائز ہے۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ ④

[5809] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چل رہا تھا جبکہ آپ پر موٹے حاشیے والی نجرانی چادر تھی۔ آپ کو ایک اعرابی ملا اور رسول اللہ ﷺ کی چادر سے آپ کو زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے آپ کے کندھے پر زور سے کھینچنے کی وجہ سے ایک نشان دیکھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس مال سے دینے کا حکم دیں جو آپ کے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ

۵۸۰۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِي غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَذْرَكُهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبَذَةً شَدِيدَةً حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَدْ أَثَرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبَذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مُرِّي مِنْ مَالِ اللَّهِ

① سنن ابن ماجہ، اللباس، حدیث: 3586. ② سنن ابن ماجہ، اللباس، حدیث: 3584. ③ عمدة القاری: 26/15.

④ صحیح البخاری، مناقب الأنصار، حدیث: 3852.



الَّذِي عِنْدَكَ، فَالْتَمَعْتُ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ هُوَ، پھر ہنس دیے، اس کے بعد آپ نے اسے عطیہ ضحک، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. [راجع: ۳۱۴۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ آپ نے اس گنوار کی حرکت کا کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ مسکرا کر اسے مال دیا اور اسے خیرات بھی دی۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر ایک چادر تھی اسی سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ الباب ثابت کیا ہے۔ ② دراصل آپ جس سے اسلام لانے کی امید کرتے، اس پر سختی نہ فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کی قرآن کریم نے بھی شہادت دی۔ فَدَاهُ أَبِي وَأُمِّي وَرُوحِي۔

۵۸۱۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ - قَالَ سَهْلٌ: هَلْ تَذَرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ، هِيَ السَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا - قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي نَسِجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْشُوكَهَا، فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّهَا لِأَزَارُهُ فَجَسَّهَا رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكْشِنُهَا، قَالَ: «نَعَمْ»، فَجَلَسَ مَا شَاءَ اللَّهُ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَّأَهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ. [راجع: ۱۲۷۷]

[5810] حضرت سہل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت بردہ لے کر آئی..... حضرت سہل رحمہ اللہ نے (اپنے شاگرد سے) پوچھا: تم جانتے ہو بردہ کیا چیز ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، یہ ایک چادر ہے جس کے حاشیے بنے ہوتے ہیں..... اس عورت نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے یہ چادر اپنے ہاتھوں سے تیار کی ہے اور آپ کو پہنانا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ چادر ضرورت مند کے طور پر اس سے لے لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ اسے تہبند کے طور پر باندھ کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ صحابہ کرام میں سے ایک صاحب نے اسے چھوا اور عرض کی: اللہ کے رسول! یہ مجھے عطا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں لے لو“ پھر آپ جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا مجلس میں بیٹھے، اس کے بعد گھر تشریف لے گئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس آدمی سے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا کہ آپ ﷺ سے وہ چادر مانگ لی جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کو محروم نہیں کرتے۔ اس آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے وہ چادر اس لیے مانگی تھی کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن ہو۔ حضرت سہل رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ وہ چادر ان کے لیے بطور کفن ہی استعمال ہوئی۔

فوائد ومسائل: ① چادر مانگنے والے سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے سے پہلے اپنا کفن تیار کرنا جائز ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں ایک عنوان بھی قائم کیا ہے۔ ③ وہ خاتون کس قدر خوش نصیب تھی جس نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہترین ادنیٰ چادر تیار کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بخوشی قبول فرمایا اور زیب تن کیا، پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کس قدر خوش نصیب ہیں جنھیں یہ چادر کفن کے لیے نصیب ہوئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ ادنیٰ چادر استعمال کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

[5811] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”میری امت سے جنت میں متر ہزار کا ایک گروہ بغیر حساب داخل ہوگا، جن کے چہرے چاند کی طرح درخشاں ہوں گے۔“ حضرت عکاشہ بن حصن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی دھاری دار چادر سنبھالتے ہوئے اٹھے اور عرض کی: اللہ کے رسول! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ”اے اللہ! اسے (عکاشہ رضی اللہ عنہ کو) ان میں سے کر دے۔“ اس کے بعد قبیلہ انصار کے ایک آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عکاشہ تم سے بازی لے گیا ہے۔“

۵۸۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي رُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفًا، تُضِيءُ وَجُوهَهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ». فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنِ الْأَسَدِيِّ يَرْفَعُ نَمْرَةً عَلَيْهِ، قَالَ: ادْعُ اللَّهَ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ». ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: «سَبَقَكَ عُكَّاشَةُ». [انظر: ۶۵۴۲]

فوائد ومسائل: ① ”نمرہ“ وہ چادر ہے جس میں رنگ دار پھول ہوتے ہیں گویا وہ چیتے کے چمڑے سے بنائی گئی ہو کیونکہ دونوں کا رنگ اور تیل بوٹے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ② اس حدیث میں ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دھاری دار چادر کو سنبھالتے ہوئے عرض کی، اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ دھاری دار چادر اوڑھنا جائز ہے اور اس طرح کی نقش و نگار والی چادر استعمال کرنا زہد و تقویٰ کے منافی نہیں۔

[5812] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قتادہ نے ان سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کا لباس زیادہ پسند تھا؟ انھوں نے کہا کہ دھاری دار چادر بہت پسند تھی۔

۵۸۱۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: أَيُّ الثِّيَابِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ:

الْحَبْرَةُ. [انظر: ٥٨١٣]

٥٨١٣ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: [5813] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کو تمام کپڑوں سے دھاری دار چادر زیب تن کرنا زیادہ پسند تھا۔

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَهَا الْحَبْرَةَ.

[راجع: ٥٨١٢]

فائدہ: حبرہ، اس دھاری دار سبز چادر کو کہتے ہیں جو یمن میں تیار ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ چادر اس لیے زیادہ پسند ہوتی تھی کہ ایک تو مضبوط ہوتی تھی اور دوسرے اس کا رنگ ایسا ہوتا تھا کہ اس میں میل زیادہ محسوس نہ ہوتی تھی۔ ابن بطال نے لکھا ہے کہ یہ چادریں یمن میں روئی سے تیار ہوتی تھیں اور ان کے ہاں یہ بہترین لباس ہوتا تھا۔ اسے حبرہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ اسے زینت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔<sup>۱</sup>

٥٨١٤ - حَدَّثَنِي أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ تَوَفَّيْتُ سَجَّيَ بَبْرَدَ حَبْرَةً.

[5814] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی نعش مبارک پر ایک دھاری دار یعنی چادر ڈال دی گئی تھی۔

فوائد و مسائل: ① ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دھاری دار سبز چادر بہت پسند تھی، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کے لیے ایسی چادر کو منتخب کیا گیا۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کی چادریں استعمال کی ہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک بیان کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا تھا کہ وہ یمنی جوڑوں کے استعمال پر پابندی لگا دیں کیونکہ انھیں پیشاب میں رنگا جاتا تھا لیکن انھیں حضرت ابی جحش نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ انھیں رسول اللہ ﷺ نے زیب تن فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے عہد مبارک میں انھیں پہنا ہے، لیکن یہ روایت قابل حجت نہیں کیونکہ حسن بصری کا سماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔<sup>(۲)</sup>

باب: 19- کیلیوں اور حاشیہ دار اونی چادروں کا بیان

(۱۹) بَابُ الْأَكْمَسِيَّةِ وَالْحَمَائِصِ

☆ وضاحت: کساء اونی چادر کو کہتے ہیں۔ اگر اس میں پھول ہوں تو اسے خمیصہ کہا جاتا ہے۔ یہ سیاہ نقش و نگار والی ہوتی تھی۔ یہ سلف صالحین کا لباس تھا۔<sup>۱</sup>

۵۸۱۵، ۵۸۱۶ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ: أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ: «لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»، يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا. [راجع: ۴۳۵، ۴۳۶]

[5815, 5816] حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان دونوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر آخری مرض طاری ہوا تو آپ اپنی چادر (کملی) کو چہرے پر ڈالتے تھے اور جب سانس گھٹنے لگتا تو چہرہ کھول دیتے۔ آپ نے اسی حالت میں فرمایا: ”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجد گاہ بنا لیا تھا۔“ آپ ﷺ ان کے عمل بد سے مسلمانوں کو ڈرا رہے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ہمارے ہاں مسلمانوں کی ایک ایسی قسم بھی دستیاب ہے جنھوں نے یہود و نصاریٰ کی طرح بزرگوں کی قبروں کو مزین کر کے دکانوں کی شکل دے رکھی ہے، وہاں لوگوں سے سجدے کراتے، عرضیاں لٹکاتے اور نیازیں چڑھاتے ہیں۔ یہ لوگ تو قبر پر اپنی دوکانداری چمکاتے ہیں اور قبر کے اندر بزرگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ہاں ملعون ہیں، خواہ وہ حاکم اور نمازی ہی کیوں نہ ہوں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ”خمیصہ“ یعنی سیاہ نقش و نگار والا کمل ثابت کیا ہے کہ اسے استعمال کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے آخری وقت میں اپنے اوپر اوڑھنا تھا۔

۵۸۱۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي خَمِيصَةٍ لَهُ، لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: «أَذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ؛ فَإِنَّهَا أَلْهَتْني إِنْفًا عَنْ صَلَاتِي، وَاتُّوْنِي بِأَنْبِجَانِيَةِ أَبِي جَهْمٍ» ابْنُ حُدَيْفَةَ بْنُ غَانِمٍ مِنْ بَنِي عَدِيٍّ بْنِ كَعْبٍ. [راجع: ۳۷۳]

[5817] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک منقش چادر میں نماز پڑھی۔ آپ نے (دوران نماز میں ہی) اس کے نقش و نگار پر ایک نظر ڈالی۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ”میری اس منقش چادر کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور اسے واپس کر دو کیونکہ اس نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔ اور وہاں سے ابو جہم کی سادہ چادر لے آؤ۔“ یہ ابو جہم بن حذیفہ بن غانم، عدی بن کعب کے قبیلے سے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① کبل میں نقش و نگار ہو اور تیل بوٹوں سے گل کاری کی گئی ہو تو اسے خمیصہ کہا جاتا ہے اور انجانیہ سادہ چادر کو کہتے ہیں جس میں نقش و نگار نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے نقش و نگار کی وجہ سے ناپسند فرمایا کیونکہ اس کے نقش و نگار سے نماز میں خلل آتا تھا، لیکن اس نماز کو دوبارہ نہیں پڑھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی چادر اوڑھ کر اگر نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے اور اسے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے اسے استعمال فرمایا، اس لیے اس کا اوڑھنا جائز ہے۔

۵۸۱۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: [5818] حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک موٹی کُملی اور ایک موٹی چادر دکھائی اور فرمایا کہ نبی ﷺ کی روح ان غلیظًا، قَالَتْ: قُبِضَ رُوحُ النَّبِيِّ ﷺ فِي هَذَيْنِ. [راجع: ۳۱۰۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: موٹی چادر یمن کی بنی ہوئی تھی اور کبل بھی اسی قسم کا تھا جسے تم ملبدہ کہتے ہو۔ ② دراصل لبدہ کپڑے کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو پیوند لگانے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا کبل پیوند شدہ تھا یا اس کی بقی اس طرح کی تھی کہ چار خانے بنے ہوتے تھے اور وہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پیوند لگے ہوئے ہوں، بہر حال اس طرح کے کپڑے رسول اللہ ﷺ کے زیر استعمال تھے، لہذا انھیں اوڑھنے یا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۲۰) بَابُ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ

### باب: 20- اشتمال الصماء کا بیان

🌞 وضاحت: ایک ہی کپڑے کو اس طرح لپیٹ لینا کہ ہاتھ پاؤں باہر نہ نکل سکیں، اسے عربی میں اشتمال الصماء کہتے ہیں۔ ایسا کرنا منع ہے کیونکہ اس صورت میں انسان کسی طرح سنبھل نہیں سکتا۔ اس انداز کو پنجابی میں ”بولی بکل“ کہتے ہیں۔

۵۸۱۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا عُيَيْدُ اللَّهِ عَنْ حُثَيْبٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمَلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ. وَأَنْ يَحْتَبِيَ

[5819] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے بیج ملاسہ اور بیج منابذہ سے منع فرمایا اور آپ نے دو اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا: نماز فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک اور اس سے بھی منع فرمایا کہ کوئی شخص صرف ایک کپڑا جسم پر لپیٹ کر اور گھٹنے اٹھا کر اس طرح



بِالتَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ، وَأَنْ يَشْتَمَلَ الصَّمَاءَ. [راجع: ۳۶۸]

بیٹھ جائے کہ اس کی شرمگاہ پر زمین و آسمان کے درمیان کوئی چیز نہ ہو اور اشتمالِ صماء سے بھی منع فرمایا۔

**فوائد و مسائل:** ① بیچِ ملامسہ یہ ہے کہ جو کپڑا خریدنا ہو اسے ہاتھ لگا دینے ہی سے بیچ پختہ ہو جائے اور اسے الٹ پلٹ کر نہ دیکھنے کی شرط ہوئی ہو اور بیچِ منابذہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی طرف کپڑا اچھٹکنے ہی سے بیچ پختہ ہو جائے۔ یہ دونوں صورتیں دھوکے سے خالی نہیں ہیں، اس لیے ان سے منع کیا گیا ہے۔ ② ایک کپڑا لپیٹنے کے منع ہونے کی وجہ عریانی ہے کیونکہ اس سے شرمگاہ ظاہر ہوتی ہے۔ بعض اوقات اوباش لوگ جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں، ان کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے اور اشتمالِ الصماء اس لیے منع ہے کہ اس صورت میں انسان موذی جانور اور زہریلے کیڑے مکوڑوں سے اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔

۵۸۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ لِبَسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ، وَالْمُلَامَسَةُ: لَمَسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ، وَلَا يُقْلِبُهُ إِلَّا بِذَلِكَ، وَالْمُنَابَذَةُ: أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ ثَوْبَهُ، وَيَنْبِذَ الْآخَرُ ثَوْبَهُ وَيَكُونُ ذَلِكَ بَيْنَهُمَا عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ. وَاللِّبَسَتَانِ اشْتِمَالُ الصَّمَاءِ، وَالصَّمَاءُ: أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحَدٍ عَاتِقَيْهِ، فَيَبْدُو أَحَدًا شَيْئَهُ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، وَاللِّبَسَةُ الْآخَرَى اخْتِبَاؤُهُ بِثَوْبِهِ وَهُوَ جَالِسٌ، لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. [راجع: ۳۶۷]

[5820] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو لباسوں اور خرید و فروخت کی دو قسموں سے منع فرمایا ہے: آپ نے بیچِ ملامسہ اور بیچِ منابذہ سے منع فرمایا: ملامسہ بیچ یہ ہے کہ کوئی آدمی دن یا رات میں اپنے ہاتھ سے کسی دوسرے کا کپڑا اچھولے اور اسے کھول کر نہ دیکھے اسی سے بیچ پختہ کرے۔ منابذہ کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا کپڑا دوسرے کی طرف اور وہ اس کی طرف پھینکے اور بغیر دیکھے اور باہمی رضامندی کے بغیر ہی بیچ منع ہو جائے۔ اور جن دو لباسوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ان میں سے ایک اشتمالِ الصماء ہے کہ انسان اپنا کپڑا اپنے ایک کندھے پر اس طرح ڈالے کہ دوسری طرف تنگی ہو اور اس پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ اور دوسرا لباس احتباء (گوٹ مار کر بیٹھنا) ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بیٹھ کر اپنے کپڑے سے سر اور پنڈلیاں باندھ لی جائیں اور شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔

**فوائد و مسائل:** ① دورِ جاہلیت میں عربوں کے ہاں اس قسم کی خرید و فروخت عام تھی، اس سے اسلام نے منع فرما دیا کیونکہ اس میں دھوکا ہوتا تھا اور اسی طرح ان کے ہاں مجلس میں بیٹھنے کا ایک طریقہ یہ ہوتا تھا جس کی حدیث میں وضاحت کی گئی ہے۔ ② بیٹھنے کی اس صورت میں شرمگاہ کھل جایا کرتی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ احتباء میں اگر پردے کا

اہتمام ہو تو اس طرح بیٹھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۲۱) بَابُ الْإِخْتِيَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

۵۸۲۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ لَيْسَتَيْنِ: أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى أَحَدٍ شَيْئُهُ، وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ۳۶۸]

۵۸۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. [راجع: ۳۶۷]

### باب: 21- ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا

[5821] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے لباس سے منع فرمایا ہے: ایک یہ کہ ایک ہی کپڑے سے اپنی کمر اور پنڈلی کو ملا کر باندھ لے اور اس کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو اور دوسرا یہ کہ کوئی شخص ایک کپڑے کو اس طرح جسم پر لپیٹ لے کہ دوسری طرف کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اسی طرح آپ نے بیچ ملاسمہ اور بیچ منابذہ سے بھی منع فرمایا ہے۔

[5822] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اشتمال صماء سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی روکا ہے کہ ایک شخص کپڑے سے اپنی کمر اور پنڈلیوں کو باندھ لے جبکہ شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہ ہو۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک حدیث میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہے کہ آدمی کپڑا اس طرح لپیٹے کہ اس کی شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔ ② اس کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں عریانی پائی جاتی ہے کیونکہ اس سے شرمگاہ ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ اسے ڈھانپنے کا حکم ہے۔ بعض اوقات ادباً لوگ اس طرح کرتے ہیں، لہذا ان کی مشابہت اختیار کرنا بھی درست نہیں، البتہ اگر پروے کا اہتمام ہو تو احتیاط کے ساتھ اس طرح بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسے ہماری زبان میں گوٹ مار کر بیٹھنا کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۲۲) بَابُ الْخِمِصَةِ السَّوْدَاءِ

۵۸۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ

### باب: 22- کالی کملی کا بیان

[5823] حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے۔ ان میں ایک چھوٹی سی دھاری دار اونی چادر بھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم یہ چادر کس کو پہنائیں؟“ صحابہ کرام خاموش رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ام خالدؓ کو میرے پاس لاؤ“ چنانچہ انھیں اٹھا کر لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے وہ چادر اپنے ہاتھ میں لی اور انھیں پہنا کر یہ دعا دی: ”اللہ کرے تم اسے خوب پہنو اور پرانا کرو۔“ اس چادر میں سبز یا زرد نقش و نگار تھے آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ام خالد! یہ نقش و نگار ”سناہ“ ہیں۔ جشی زبان میں لفظ ”سناہ“ خوبصورت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

سَعِيدٌ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ بْنِ فَلَانٍ - [هُوَ عَمْرُو] بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ - عَنْ أُمِّ خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيرَةٌ فَقَالَ: «مَنْ تَرَوْنَ أَنْ نَكْسُوَ هَذِهِ؟» فَسَكَتَ الْقَوْمُ قَالَ: الثُّنَيِّي بِأُمِّ خَالِدٍ، فَأَتَتْ بِهَا تُحْمَلُ، فَأَخَذَ الْخَمِيصَةَ بِيَدِهِ فَأَلْبَسَهَا وَقَالَ: «أَبْلِي وَأَخْلَقِي». وَكَانَ فِيهَا عِلْمٌ أَخْضَرُ أَوْ أَصْفَرُ، فَقَالَ: «يَا أُمَّ خَالِدٍ، هَذَا سَنَاهُ». وَسَنَاهُ بِالْحَبَشِيَّةِ [حَسَنٌ]. [راجع: ۳۰۷۱]

فوائد و مسائل: ① حضرت ام خالدؓ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں اور جشی زبان جانتی تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے خوش ہو کر جشی زبان میں ہی اس کپڑے کی تعریف فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس چادر کے سرخ یا زرد نقش و نگار دیکھنے لگے اور فرماتے جاتے: سناہ سناہ، یعنی بہت خوبصورت ہے، بہت خوبصورت ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں جب کوئی نیا کپڑا پہنتا تو اسے یوں دعا دی جاتی: ”اللہ کرے تم اسے خوب پرانا کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے بعد تمہیں اور بھی عنایت فرمائے۔“ ③ اس حدیث میں کالے رنگ کے کبل کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام خالدؓ کو پہنایا تھا، عنوان سے یہی مطابقت ہے۔

[5824] حضرت انسؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: جب حضرت ام سلیمؓ نے بچہ جنم دیا تو انھوں نے مجھے کہا: اے انس! اس بچے کا خیال رکھو، یہ کوئی چیز نہ کھانے پائے حتیٰ کہ صبح کے وقت تم اسے نبی ﷺ کے پاس لے جاؤ، تاکہ آپ اسے گھٹی دیں، چنانچہ میں اسے لے کر گیا تو آپ ﷺ اس وقت ایک باغ میں تھے اور آپ ایک سیاہ اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ ان اونٹوں کو داغ لگا رہے تھے جو فتح مکہ میں آپ کے پاس آئے تھے۔

۵۸۲۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا وَلَدَتْ أُمُّ سَلِيمٍ قَالَتْ لِي: يَا أَنَسُ، انْظُرْ هَذَا الْعِلَامَ فَلَا يُصَيِّنُ شَيْئًا حَتَّى تَعْدُو بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُحَنِّكُهُ. فَعَدَوْتُ بِهِ فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ حُرِّيَّةٌ، وَهُوَ يَسِمُ الظَّهْرَ الَّذِي قَدِمَ عَلَيْهِ فِي الْفَتْحِ. [راجع: ۱۵۰۲]

☀️ فوائد و مسائل: ① خیمہ کالی چادر کو کہتے ہیں جو حریم کی طرف منسوب ہے۔ ممکن ہے کہ قبیلہ تضاہ کا یہ شخص اس قسم کی اوننی چادریں بناتا ہو۔ بعض حضرات نے اسے جونیہ پڑھا ہے جو بنی جون کی طرف منسوب ہے یا اس کا رنگ سیاہ و سفید تھا، اس بنا پر اسے جونیہ کہا گیا ہے۔ ② اس سیاہ اوننی چادر کے بہت سے فوائد ہیں: سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایسی سیاہ گرم چادر رکھنے سے رسول اللہ ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک اوننی چادر کو سیاہ رنگ سے رنگ دیا، آپ نے اسے زیب تن فرمایا مگر جب اس میں پسینہ آیا اور آپ ﷺ نے اس میں اون کی بو محسوس کی تو اسے اتار پھینکا۔<sup>۱</sup>

### (۲۳) بَابُ النَّيَابِ الْخُضْرِ

### باب: 23- سبز کپڑوں کا بیان

[5825] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس سے عبدالرحمن بن زبیر قرظی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ خاتون سبز اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی اور اپنے جسم پر مار کی وجہ سے سبز نشانات دکھائے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے..... عادت کے طور پر عورتیں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتی ہیں..... تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اہل ایمان خاتون کا میں نے اس سے برا حال نہیں دیکھا، اس کی جلد اس کے کپڑے سے بھی زیادہ سبز تھی۔ اس کے شوہر نے سنا کہ اس کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی ہے، چنانچہ وہ بھی اپنے ساتھ اپنے دو بیٹے لے کر آگئے جو اس کی پہلی بیوی کے بطن سے تھے۔ اس کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس سے کوئی اور شکایت نہیں، البتہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے زیادہ مجھے کفایت نہیں کرتا، اس نے اپنے کپڑے کا پلو پکڑ کر اشارہ کیا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم اللہ کے رسول! یہ جھوٹ بولتی ہے۔ میں تو اسے جماع کے وقت

۵۸۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ: أَنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْقُرَظِيُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَعَلَيْهَا خِمَارٌ أَخْضَرُ فَشَكَتْ إِلَيْهَا وَارْتَنَاهَا خُضْرَةً بِجِلْدِهَا، فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - وَالنِّسَاءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا - قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مَا يَلْقَى الْمُؤْمِنَاتُ! لَجِلْدُهَا أَشَدُّ خُضْرَةً مِنْ ثَوْبِهَا، قَالَ: وَسَمِعَ أَنَّهَا قَدْ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنَانِ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا لِي إِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا أَنَّ مَا مَعَهُ لَيْسَ بِأَعْنَى عَنِّي مِنْ هَذِهِ، وَأَخَذْتُ هَذِهِ مِنْ ثَوْبِهَا، فَقَالَ: كَذَبْتَ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَا أَنْفُضُهَا نَفْضَ الْأَدِيمِ، وَلَكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيدُ رِفَاعَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنْ كَانَ ذَلِكَ لَمْ تَحِلِّي لَهُ، أَوْ لَمْ تَضْلِحِي لَهُ، حَتَّى يَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِكَ»، قَالَ: وَأَبْصَرَ مَعَهُ ابْنَيْنِ لَهُ، فَقَالَ: «بَنُوكَ

چڑے کی طرح ادھیڑ کر رکھ دیتا ہوں مگر یہ شریر ہے اور مجھے پسند نہیں کرتی بلکہ رفاعہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا چاہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ بات ہے تو اس کے لیے تو حلال نہیں ہو سکتی یا اس سے نکاح کی صلاحیت نہیں رکھتی تا آنکہ یہ تیرا مزہ نہ چکھ لے۔“ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ دو بچے دیکھ کر پوچھا: ”یہ تیرے بیٹے ہیں؟“ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا تو یہ ہے وہ جس کے متعلق تو ایسی باتیں کر رہی تھی۔ اللہ کی قسم! یہ بچے تو شکل و صورت میں اس (عبدالرحمن) سے اس قدر ملتے جلتے ہیں جس طرح ایک کو دوسرے کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔“

هُؤُلَاءِ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «هَذَا الَّذِي تَزْعُمِينَ مَا تَزْعُمِينَ، فَوَاللَّهِ لَهُمْ أَشْبُهُ بِهِ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ». [راجع: ۲۶۳۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس عورت نے اپنے دوسرے شوہر عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نامرد ہونے کی طرف اشارہ کیا اور کپڑے کے پلو سے یہ تاثر دیا کہ اس کا آلہ جماع کمزور ہے، میری شہوت پوری نہیں کر سکتا۔ اس کا خاوند اپنے دفاع کے لیے دو بچے ہمراہ لایا تاکہ اس کی کذب بیانی کو واضح کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن زبیر کی تصدیق کی اور عورت کی کذب بیانی محسوس فرما کر وہ جواب دیا جو حدیث میں مذکور ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کی نافرمانی پر شوہر اسے پیٹ سکتا ہے۔ اگر ضرب شدید سے اس کا چمڑا متاثر ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ چونکہ وہ خاتون سبز رنگ کی اور ذہنی اوڑھے ہوئے تھی، اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان ثابت کیا ہے سبز رنگ کا کپڑا استعمال کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں صراحت ہے، حضرت ابورمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو میں نے آپ پر سبز رنگ کی دودھاری دار چادریں دیکھی تھیں۔ ③ سبز رنگ ایک پسندیدہ رنگ ہے، اہل جنت کے لیے ریشم کے سبز لباس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ان کے اوپر کی پوشاک باریک سبز ریشم اور موٹے ریشم کی ہوگی۔“ مگر سبز رنگ کو بطور شعار اختیار کرنا قطعاً پسندیدہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

#### باب: 24 - سفید کپڑوں کا بیان

#### (۲۴) بَابُ الثَّيَابِ الْبَيْضِ

[5826] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جنگ احد کے موقع پر میں نے نبی ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمیوں کو دیکھا جو سفید لباس پہنے

۵۸۲۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَرٍ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ





إِذَا تَابَ وَنُذِمَ وَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، غُفِرَ لَهُ. ہے جبکہ موت کے وقت کہے یا اس سے قبل توبہ کرے اور شرمسار ہو جائے، پھر لا الہ الا اللہ کہے تو اس سے پہلے کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ [راجع: ۱۲۳۷]

فوائد ومسائل: ① محض طوطے کی طرح لا الہ الا اللہ پڑھ لینا کافی نہیں جب تک دل و جان سے لا الہ الا اللہ نہ پڑھے اور اس کے مطابق اپنے عقیدہ و عمل کو درست نہ کرے نجات نہیں ہوگی۔ ② چونکہ اس حدیث میں سفید کپڑوں کے زیب تن کرنے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ سفید لباس کا استعمال مشروع ہے بلکہ دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفید لباس کی ترغیب بھی دی ہے، چنانچہ حضرت سرہ بن جندب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سفید لباس پہنا کرو، وہ زیادہ پاک اور زیادہ عمدہ ہے۔“<sup>۱</sup> سفید رنگ افضل ہے، اس لیے اہم مواقع پر اسے پہننا بہتر ہے۔ سفید لباس خوبصورت بھی ہوتا ہے اور باوقار بھی۔ اس میں میل کچیل کا جلدی پتا چل جاتا ہے، اس لیے اسے جلدی دھویا جاتا ہے اور زیادہ توجہ سے دھویا جاتا ہے، اس بنا پر وہ زیادہ پاک اور صاف ستھرا رہتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۵) بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِلرِّجَالِ وَقَدَرِ مَا يَجُوزُ مِنْهُ

باب: ۲۵- مردوں کے لیے کس حد تک ریشم پہننا جائز ہے

[5828] حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب آیا جبکہ ہم آذربائیجان میں حضرت عتبہ بن فرقد کے ہمراہ تھے۔ اس میں تھا کہ نبی ﷺ نے ریشم استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے مگر اتنی مقدار میں استعمال کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ہمارے لیے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جو انگوٹھے سے متصل ہیں۔ راوی نے کہا: ہماری سمجھ کے مطابق آپ ﷺ کی اس سے مراد ریشم سے پھول بوٹے بنانے سے تھی۔

۵۸۲۸ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُمَانَ النَّهْدِيَّ قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ، وَنَحْنُ مَعَ عُبَيْهِ بْنِ فَرْقَدٍ بِأَذْرَبِيجَانَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا هَكَذَا، وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْإِبْهَامَ، قَالَ: فِيمَا عَلِمْنَا أَنَّهُ يَغْنِي الْأَعْلَامَ.

[انظر: ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵]

[5829] حضرت ابو عثمان نہدی ہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط لکھا جبکہ ہم آذربائیجان میں تھے کہ نبی ﷺ نے ریشم پہننے سے منع

۵۸۲۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُمَانَ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ، وَنَحْنُ بِأَذْرَبِيجَانَ: أَنَّ النَّبِيَّ

ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا هَكَذَا، وَصَفَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ إِضْبَعَيْنِ، وَرَفَعَ زُهَيْرَ الْوُسْطَى وَالسَّبَابَةَ. [راجع: ۵۸۲۸]

فرمایا ہے مگر اتنی مقدار جائز ہے۔ اس مقدار کو نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کر کے بیان فرمایا۔ زہیر راوی نے درمیان والی اور شہادت کی انگلی اٹھا کر مقدار بتائی۔

۵۸۳۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ التِّيمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: كُنَّا مَعَ عُبَيْةَ فَكَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا يُلْبَسُ الْحَرِيرُ فِي الدُّنْيَا إِلَّا لَمْ يُلْبَسْ مِنْهُ شَيْءٌ فِي الْآخِرَةِ».

[5830] حضرت ابو عثمان نہدی سے ایک اور روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم عقبہ کے ساتھ تھے، انھیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دنیا میں ریشم پہنا اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔“

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ: وَأَشَارَ أَبُو عُثْمَانَ بِإِضْبَعَيْنِ الْمُسَبَّحَةِ وَالْوُسْطَى. [راجع: ۵۸۲۸]

ابو عثمان نے اپنی دو انگلیوں، یعنی درمیان اور انگوٹھے کے ساتھ والی سے اشارہ کیا (کہ اس قدر جائز ہے)۔

🌞 فوائد و مسائل: ① مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے۔ اس کی وجہ فخر و مباہات، مشرکین اور عورتوں سے مشابہت اور اسراف ہے۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ صرف دو انگلیوں کے برابر تیل بوٹے بنانے کی اجازت ہے۔ بعض روایات کے مطابق چار انگلیوں کی مقدار ریشم جائز ہے، بشرطیکہ انگلیاں ملی ہوئی ہوں، کھلی ہوئی نہ ہوں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باریک اور موٹے ریشم سے منع کرتے تھے مگر جو اتنا سا ہو پھر انھوں نے ایک انگلی سے اشارہ کیا پھر دوسری سے پھر تیسری سے پھر چوتھی سے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔<sup>۱</sup> اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنی لونڈی سے کہا: میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا جبہ لاؤ، تو وہ ایک طیلسان (موٹی اون) کا جبہ لے آئی، جس کا دامن، دونوں کف اور دونوں طرف کے چاک موٹے ریشمی دھاگے سے بنے ہوئے تھے۔<sup>۲</sup> ② بہر حال مردوں کے لیے ریشم حرام ہے، البتہ چار انگلی کی مقدار ریشم جائز ہے، خواہ وہ کڑھائی کی صورت میں ہو یا ریشمی کپڑے کے ٹکڑے کی صورت میں۔ اس سے کم مقدار ہو تو بہتر ہے، اس سے زیادہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۸۳۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: كَانَ

[5831] حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، انھوں نے

پانی طلب کیا تو ایک دیہاتی چاندی کے برتن میں پانی لے آیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: میں نے صرف اس لیے پھینکا ہے کہ میں متعدد مرتبہ اس شخص کو منع کر چکا ہوں، لیکن وہ باز نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”سونا، چاندی، ریشم اور دیا ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمھارے لیے آخرت میں ہوں گے۔“

[5832] حضرت شعبہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عبدالعزیز بن صہیب سے پوچھا: کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ریشم کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انھوں نے سخت غصے سے فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا: ”جو مرد ریشمی لباس دنیا میں پہنے گا، وہ آخرت میں اسے ہرگز نہیں پہن سکے گا۔“

[5833] حضرت ثابت سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی دنیا میں ریشم پہنے گا، وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔“

[5834] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس مرد نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔“

ام عمرو بنت عبداللہ کہتی ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا۔

حَدَّثَنِي بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَرِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الذَّهَبُ، وَالْفِضَّةُ، وَالْحَرِيرُ، وَالذِّيَابُجُ، هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ». [راجع: ٥٤٢٦]

٥٨٣٢ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ: أَعَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ شَدِيدًا: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «مَنْ لَبَسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ».

٥٨٣٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ يَقُولُ: قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ: «مَنْ لَبَسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ».

٥٨٣٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَجَّادِ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي ذِيَّانَ خَلِيفَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ لَبَسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسَهُ فِي الْآخِرَةِ».

وَقَالَ لَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيدَ: قَالَتْ مُعَاذَةُ: أَخْبَرْتَنِي أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ،

سَمِعَ عُمَرَ: سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ. [راجع:

[۵۸۲۸]

[5835] حضرت عمران بن حطان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ریشم کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کرو۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ مجھے ابو حفص، یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ریشم تو دنیا میں وہی شخص پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔“ میں نے کہا: انھوں نے سچ کہا اور ابو حفص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا۔

۵۸۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْحَرِيرِ فَقَالَتْ: ابْنُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَلُهُ، قَالَ: فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: سَلِ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: فَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو حَفْصٍ - يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ -: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ»، فَقُلْتُ: صَدَقَ وَمَا كَذَبَ أَبُو حَفْصٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ۵۸۲۸]

عبداللہ بن رجاء نے کہا: ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے عمران نے پوری حدیث بیان کی۔

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا حَزْبٌ عَنْ يَحْيَى: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ: وَقَصَّ الْحَدِيثَ.

🌞 فوائد و مسائل: ① ریشم سے مراد وہ ریشم ہے جسے ریشم کا کیڑا تیار کرتا ہے، مصنوعی طور پر تیار کردہ دھاگا جو ریشم جیسا ہو وہ اس ممانعت میں شامل نہیں ہے اگرچہ لوگ اسے ریشم ہی کہتے ہیں۔ خالص ریشم کے کپڑے پہننا، رومال بنانا اور بستر وغیرہ تیار کرنا اور ان پر بیٹھنا سب مردوں کے لیے حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بایں ہاتھ میں ریشم اور دائیں ہاتھ میں سونا لیا پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: ”یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔“ ② اگر خالص ریشم نہ ہو بلکہ آدھا سوتی اور آدھا ریشمی ہو تو بھی مردوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ ریشم پہننے سے فخر و غرور کا اظہار ہوتا ہے، نیز زنا کثرت اور ناز و نخرے میں عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے، اس لیے مردوں کو اس سے منع کیا گیا ہے۔ اگر جلد کی بیماری میں دوسرا لباس تکلیف کا باعث ہو اور ریشمی لباس سے آرام ملتا ہو تو اس صورت میں مردوں کے لیے بھی ریشم پہننا جائز ہے جیسا کہ آئندہ اس کی وضاحت ہوگی۔ واللہ اعلم۔



## (۲۶) بَابُ مَنْ مَسَّ الْحَرِيرَ مِنْ غَيْرِ ثِيَابٍ

## باب: 26- پہنے بغیر ریشم کو صرف ہاتھ لگانا

وَيُرَوَّى فِيهِ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ  
أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس کے متعلق زبیدی نے زہری سے، انھوں نے حضرت  
انس رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے ایک حدیث بیان  
کی ہے۔

وضاحت: ریشم کو ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسے فروخت کیا جاسکتا ہے۔ یہ نجس نہیں کہ اسے ہاتھ نہ لگایا جائے،  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

۵۸۳۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ  
إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَهْدَيْ لِلنَّبِيِّ ﷺ ثَوْبُ حَرِيرٍ  
فَجَعَلْنَا نَلْمُسُهُ وَنَتَعَجَّبُ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:  
«أَتَعَجَّبُونَ مِنْ هَذَا؟» قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ:  
«مَنْ دَبِلَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ  
هَذَا». [راجع: ۳۲۴۹]

[5836] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے  
کہا کہ نبی ﷺ کو ایک ریشمی کپڑا بطور ہدیہ دیا گیا تو ہم نے  
اسے ہاتھ لگایا اور اس (کی نرمی) پر حیرت زدہ ہوئے۔ نبی  
ﷺ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا: ”تمہیں اس پر حیرت ہے؟“ ہم  
نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”جنت میں سعد بن معاذ  
کے رومال اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔“

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ریشمی کپڑے کو ہاتھ لگایا اور اس کی نرمی پر اپنی  
حیرت کا اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے چھونے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، البتہ ان کی حیرت کا جواب دیا ہے۔ اس سے امام  
بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ ریشم پہننا حرام ہے اور اسے ہاتھ لگانا جائز ہے۔ ② حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصار کے سردار  
تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ان کا خصوصی ذکر فرمایا کیونکہ ریشم کے کپڑے کو چھونے والے اور اس پر اپنی حیرت و تعجب کا اظہار  
کرنے والے انصار ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف رومال کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے عام طور پر پینہ اور ہاتھ وغیرہ صاف  
کیے جاتے ہیں، اس کی طرف نگاہ احترام نہیں اٹھتی۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال قابل ستائش ہیں تو اس کے علاوہ  
دوسرا جتنی لباس بطریق اولیٰ قابل تعریف ہوگا۔

## (۲۷) بَابُ افْتِرَاشِ الْحَرِيرِ

## باب: 27- ریشم بچھانے کا بیان

وَقَالَ عَبِيدَةُ: هُوَ كَلْبَسِهِ.

عبیدہ سلمانی نے کہا: ریشم کو بچھانا بھی پہننے کی طرح

ہے۔

وضاحت: ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام ہے، اسی طرح ریشم کا بستر بھی ان کے لیے جائز نہیں۔ ان پر بیٹھنے اور انھیں اوڑھنے کی بھی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم۔

[5837] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے، نیز ریشم اور دیا پہننے اور ان پر بیٹھنے سے بھی منع کیا ہے۔

۵۸۳۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَشْرَبَ فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا، وَعَنْ بُسْرِ الْحَرِيرِ وَالذِّيَّاجِ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ. [راجع:

[۵۴۶۶]

فوائد و مسائل: ① ریشم پر بیٹھنے کا مطلب ہے کہ ان کا تکیہ، گدی یا بستر بنایا جائے، پھر اسے استعمال کیا جائے۔ اگرچہ بعض اہل علم اس کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں لیکن ہمارے رجحان کے مطابق ان چیزوں کا استعمال بھی درست نہیں۔ ② عورت چونکہ مرد کے لیے فراش اور لباس ہے، اگر عورت کا ریشمی بستر ہو یا اس نے ریشمی لباس پہن رکھا ہو تو ایسے بستر پر اس سے ہم بستر ہونا جائز ہے اگرچہ بہتر ہے کہ اس سے بچا جائے کیونکہ زہد و تقویٰ کا یہی تقاضا ہے۔

باب: 28 - ریشمی دھاری دار کپڑے پہننے کا بیان

(۲۸) بَابُ بُسْرِ الْقَسِيِّ

عاصم نے ابو بردہ سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قَسِيَّة کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ کپڑا تھا جو شام یا مصر سے ہمارے ہاں درآمد کیا جاتا تھا۔ اس پر اترنج کی طرح ریشمی دھاریاں بنی ہوتی تھیں۔ اور میٹرہ وہ کپڑا ہے جسے عورتیں اپنے شوہروں کے لیے زین پوش کے طور پر تیار کرتی تھیں۔ یہ جھالدار چادر کی طرح ہوتا تھا جسے عورتیں زرد رنگ سے رنگ دیتی تھیں۔

وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ: مَا الْقَسِيَّةُ؟ قَالَ: ثِيَابٌ أَتَتْنَا مِنَ الشَّامِ أَوْ مِنْ مِصْرَ مُصْلَعَةً، فِيهَا حَرِيرٌ، وَفِيهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُنْجِ، وَالْمَيْثِرَةِ كَانَتِ النِّسَاءُ تَصْنَعُهُ لِعُيُولَتِهِنَّ مِثْلَ الْقَطَائِفِ يَصْفُونَهَا.

جریر نے یزید سے اپنی حدیث میں کہا کہ قَسِيَّة،

وَقَالَ جَرِيرٌ عَنْ يَزِيدَ فِي حَدِيثِهِ: الْقَسِيَّةُ:

ثِيَابٌ مُضْلَعَةٌ يُجَاءُ بِهَا مِنْ مِصْرَ فِيهَا الْحَرِيرُ، دھاری دار کپڑے ہیں جو مصر سے درآمد کیے جاتے تھے، ان میں ریشم ملا ہوتا تھا۔ اور میسرہ، درندوں کی کھالوں سے تیار شدہ زین پوش ہوتے تھے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: عَاصِمٌ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ فِي تَعْرِيفِ مِيسْرَةٍ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ میسرہ کی تعریف میں عاصم کی روایت کثرت طرق اور صحت کے اعتبار سے زیادہ وزنی ہے۔

وضاحت: دریائے شور کے کنارے قسی نامی ایک شہر تھا وہاں ریشمی دھاری دار کپڑے تیار ہوتے تھے۔ اب یہ شہر ویران ہو چکا ہے۔ میسرہ کی تعریف درندوں کی کھالوں سے کرنا صحیح نہیں ہے اور محدثین کرام کی مشہور تعریف کے خلاف ہے۔ عجی لوگ اونٹوں کے کجاووں پر اپنے نیچے زرد یا سرخ ریشمی گدی بچھاتے تھے، اس میں فخر و مباہات ہوتا تھا، شریعت نے اسے جائز قرار نہیں دیا۔<sup>(۱)</sup>

۵۸۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعَثَاءِ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ مُقَرِّنٍ عَنْ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمَيَاطِرِ الْحُمْرِ وَعَنِ الْقَسِيِّ. [راجع: ۱۲۳۹]

[5838] حضرت براء بن عازب رحمہ اللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سرخ میسرہ اور قسی کپڑوں سے منع فرمایا ہے۔

فوائد ومسائل: (۱) سرخ میسرہ سے مراد وہ دیباچ یا ریشم کی گدی ہے جو عجی لوگ اپنی سواریوں پر بچھاتے تھے۔ اگر خالص ریشم کی ہوں تو اس کے ناجائز ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اگر اس میں ملاوٹ ہے تو دیکھا جائے اگر اکثر ریشم ہے تو بھی منع ہے کیونکہ حکم کا دار و مدار اکثریت پر ہوتا ہے اور اگر ریشم کم ہے اور روئی وغیرہ زیادہ ہے تو جمہور اہل علم اسے جائز کہتے ہیں۔ (۲) ہمارے ہاں ٹسر (کچے ریشم) سے کپڑے بھی تیار کیے جاتے ہیں، ہمارے رجحان کے مطابق ان میں بہت کم ریشم ہوتا ہے، لہذا ان کا استعمال بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 29 - خارش کی وجہ سے مردوں کو ریشمی کپڑے پہننے کی رخصت کا بیان

(۲۹) بَابُ مَا يُرَخَّصُ لِلرِّجَالِ مِنَ الْحَرِيرِ لِلْحِكَّةِ

**وضاحت:** سفر و حضر میں کسی بھی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے مردوں کو ریشم استعمال کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ اصول ہے کہ ضرورت کے وقت ممنوع چیز کا استعمال جائز ہے۔ لیکن ضرورت سے زیادہ حد سے نہیں گزرنا چاہیے۔

۵۸۳۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ: [5839] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِحُكْمِهِ بِهِمَا. [راجع: ۲۹۱۹]

کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی۔

**فوائد و مسائل:** ① ایک روایت میں ہے کہ جوؤں کی وجہ سے انھیں خارش ہوگئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں ریشم پہننے کی اجازت دی تھی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا ہے: [بَابُ الْحَرِيرِ فِي الْحَرْبِ] ”دوران جنگ میں ریشم استعمال کرنا۔“ ③ جنگ کے دوران میں ریشم کا لباس اس لیے استعمال کیا جاتا تھا کہ تلوار کا وارہ کاری ضرب ثابت نہ ہو، بہر حال خارش یا جوؤں کی وجہ سے اور دوران جنگ میں ریشم کا لباس پہننے کی اجازت ہے، اسی طرح ہر وہ بیماری جس میں ریشم پہننے سے افادہ ہو جاتا ہو یا گرمی سردی سے بچنے کے لیے اسے استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی دوسرا کپڑا نہ مل سکے۔<sup>2</sup>

### باب: 30- عورتوں کے لیے ریشمی لباس

[5840] حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک ریشمی حلہ دیا۔ میں اسے پہن کر باہر نکلا تو میں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر غصے کے آثار دیکھے، چنانچہ میں نے اس کے ٹکڑے کر کے اپنے گھر کی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

### (۳۰) بَابُ الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ

۵۸۴۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ؛ ح: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَسَانِي النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةً سِيْرَاءً، فَخَرَجْتُ فِيهَا، فَرَأَيْتُ الْعَصَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي. [راجع: ۲۶۱۴]

**فوائد و مسائل:** ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”میں نے یہ ریشمی جوڑا تجھے اس لیے نہیں دیا تھا کہ تو خود اسے پہن لے بلکہ میرا مقصد تھا کہ تو اسے اپنی عزیز عورتوں میں بانٹ دے۔“ ② ایک روایت میں ہے کہ

حضرت علیؓ نے اسے فوطم کے درمیان تقسیم کر دیا۔<sup>1</sup> فوطم سے مرا حضرت فاطمہؓ جو رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ہیں، دوسری فاطمہ بنت اسد جو حضرت علیؓ کی والدہ ہیں اور تیسری فاطمہ جو سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی بیوی ہیں۔ بعض روایات میں چوتھی فاطمہ کا بھی ذکر ہے جو عقیل بن عبدالمطلب کی بیوی ہیں۔<sup>2</sup> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین کے لیے ریشم کا استعمال جائز ہے کیونکہ انھیں خاوند کے لیے زیب و زینت کی اجازت ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۸۴۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي جُوَيْرِيَّةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى حُلَّةَ سَبْرَاءَ تَبَاعُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ ابْتَعْتَهَا فَلَبِسْتُهَا لِلْوَفْدِ إِذَا أَتَوْتُكَ، وَالْجُمُعَةِ، قَالَ: «إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ»، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ حُلَّةَ سَبْرَاءَ حَرِيرًا، كَسَاهَا إِيَّاهُ فَقَالَ عُمَرُ: كَسَوْنِيهَا وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِيهَا مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتَبِيعَهَا أَوْ تَكْسُوَهَا». [راجع: ۱۸۸۶]

[5841] حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دھاری دار ریشمی جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو عرض کی: اللہ کے رسول! آپ اسے خرید لیں تاکہ وفود سے ملاقات کے وقت اور جمعہ کے دن اسے زیب تن کیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔“ اس کے بعد خود نبی ﷺ نے ایک دھاری دار ریشمی جوڑا حضرت عمرؓ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی: آپ نے مجھے یہ جوڑا عنایت فرمایا ہے، حالانکہ میں خود آپ سے اس کے متعلق وہ بات سن چکا ہوں جو آپ نے فرمائی تھی؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے یہ جوڑا اس لیے دیا ہے کہ تم اسے فروخت کر دو یا کسی کو پہنا دو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت عمرؓ کو جو ریشمی جوڑا ملتا تھا وہ خالص ریشم کا تھا، اس میں سوت وغیرہ کی ملاوٹ نہ تھی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس قسم کے جوڑے وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس دھاری دار ریشمی جوڑے آئے تو آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت اسامہ اور حضرت علیؓ کو ایک ایک جوڑا دیا۔<sup>②</sup> ③ بہر حال امام بخاریؒ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ عورتوں کے لیے ریشمی لباس جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ اسے فروخت کر دو یا کسی کو پہنا دو۔ جب مردوں پر یہ حرام ہے تو اس کا مطلب صرف عورتوں کو پہنانے کا حکم ہے۔ اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا: ”میں نے تجھے پہننے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے دیا تھا کہ تم اپنی عورتوں کو پہناؤ۔“<sup>④</sup> واللہ اعلم۔

① صحیح مسلم، اللباس والزینة، حدیث: 5422 (2071)۔ 2. فتح الباری: 367/10۔ ③ صحیح مسلم، اللباس والزینة،

حدیث: 5403 (2068)۔ ④ صحیح مسلم، اللباس والزینة، حدیث: 5420 (2071)، وفتح الباری: 370/10۔



۵۸۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كَلْثُومٍ [عَلَيْهَا السَّلَامُ] بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بُرْدَ حَرِيرٍ سِيْرَاءً.

[5842] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دختر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ریشمی سرخ چادر پہنے ہوئے دیکھا۔

🌞 **فائدہ:** ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دھاری دار ریشمی قمیص پہنے دیکھا۔<sup>(۱)</sup> لیکن یہ روایت شاذ ہے۔ محفوظ روایت میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نام ہے۔ احادیث میں اس امر کی صراحت ہے کہ سونا اور ریشم مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور سونا اپنے بائیں ہاتھ میں لیا، پھر فرمایا: ”بے شک یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“<sup>(۲)</sup> حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”یہ دونوں میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔“<sup>(۳)</sup>

(۳۱) بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَجَوَّزُ مِنَ اللِّبَاسِ وَالْبُسْنِطِ

باب: 31- نبی ﷺ اپنے لیے کس قسم کا لباس اور بستر تجویز کرتے تھے

🌞 **وضاحت:** اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزاج شریف میں کسی قسم کا تکلف نہ تھا اور آپ نے کسی خاص لباس یا بستر کے انتخاب میں کوئی پابندی نہیں کی بلکہ جیسا دستیاب ہوتا اس پر قناعت کرتے، یعنی آپ ﷺ قیمتی لباس یا گراں قیمت بستر کے طالب نہیں تھے۔ آپ کے لباس اور بستر میں نہایت سادگی تھی۔ واللہ اعلم۔

۵۸۴۳ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَبِثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمِرَاتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَجَعَلْتُ أَهَابُهُ، فَتَنَزَلَ يَوْمًا مَنْزِلًا فَدَخَلَ الْأَرَاكَ، فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ فَقَالَ: عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ قَالَ: كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَا نَعُدُّ النِّسَاءَ شَيْئًا، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ وَذَكَرَهُنَّ اللَّهُ،

[5843] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک سال تک ٹھہرا رہا، حالانکہ میں خواہش مند تھا کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان دو عورتوں کے متعلق دریافت کروں جنھوں نے نبی ﷺ کے متعلق باہمی اتفاق کر لیا تھا لیکن آپ کا رعب سامنے آجاتا۔ ایک دن آپ نے دوران سفر میں ایک مقام پر قیام کیا اور پہلو کے درختوں کے جھنڈ میں چلے گئے۔ جب فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: وہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر فرمایا: ہم دور جاہلیت میں

رَأَيْنَا لَهُنَّ بِذَلِكَ عَلَيْنَا حَقًّا، مِنْ غَيْرِ أَنْ نَدْخِلَهُنَّ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِنَا، وَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ امْرَأَتِي كَلَامٌ فَأَغْلَطْتُ لِي، فَقُلْتُ لَهَا: وَإِنَّكَ لَهَنَّاكِ، قَالَتْ: تَقُولُ هَذَا لِي وَابْتِثَاقُ تُوْذِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ فَأَتَيْتُ حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: إِنِّي أَحْذَرُكَ أَنْ تَعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَتَقْدَمْتُ إِلَيْهَا فِي أَذَاهُ، فَأَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ لَهَا، فَقَالَتْ: أَعْجَبُ مِنْكَ يَا عُمَرُ، قَدْ دَخَلْتَ فِي أُمُورِنَا، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ: فَرَدَّدَتْ.

عورتوں کو کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔ جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کا ذکر کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ عورتوں کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہیں، لیکن پھر بھی ہم اپنے معاملات میں انہیں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن میرے اور میری بیوی کے درمیان کوئی بات ہو رہی تھی تو اس نے مجھے تیز و تند جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا: اچھا، نوبت اب یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اس نے مجھے کہا: تم مجھے تو یہ کہتے ہو، حالانکہ تمہاری دختر رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاتی ہے؟ (یہ سن کر) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور اسے کہا: بیٹی! میں تجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے ڈراتا ہوں۔ آپ ﷺ کی اذیت کے معاملے میں پہلے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا اور ان سے بھی یہی بات کہی۔ انھوں نے مجھے یہ جواب دیا: اے عمر! مجھے آپ پر تعجب ہے کہ آپ خواہ مخواہ ہمارے معاملات میں دخل دینے لگے ہو، صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے معاملات میں دخل دینا باقی تھا اب آپ نے وہ بھی شروع کر دیا۔ انھوں نے مجھے یہ بات بار بار کہی۔

وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غَابَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَشَهِدَتْهُ، أَتَيْتُهُ بِمَا يَكُونُ، وَإِذَا غِبْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَشَهِدَ، أَتَانِي بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. وَكَانَ مِنْ حَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ اسْتَقَامَ لَهُ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَلِكُ غَسَّانَ بِالشَّامِ، كُنَّا نَخَافُ أَنْ يَأْتِيَنَا، فَمَا شَعَرْتُ [إِلَّا] بِالْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ قَدْ حَدَّثَ أَمْرًا، قُلْتُ لَهُ: وَمَا هُوَ؟ أَجَاءَ

قبیلہ انصار کے ایک صحابی تھے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں موجود نہ ہوتے تو میں حاضر ہوتا اور وہاں کی تمام خبریں انہیں آکر بتاتا اور جب میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ حاضری دیتے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے مجھے آگاہ کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد جتنے بھی سلاطین تھے، ان سب کے ساتھ آپ کے تعلقات ٹھیک تھے، صرف شام کا غسانی بادشاہ رہ گیا تھا، اس سے ہمیں ڈر لگا رہتا تھا کہ مبادا ہم پر حملہ کر دے۔ ایک

الْعَسَانِيُّ؟ قَالَ: أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ، طَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِسَاءَهُ، فَجِئْتُ فَإِذَا الْبُكَاءُ مِنْ حُجَّيرِهِنَّ كُلِّهِنَّ، وَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ قَدْ صَعِدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ، وَعَلَى بَابِ الْمَشْرُبَةِ وَصِيفٌ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِي، فَأَذِنَ لِي، فَدَخَلْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ، وَتَحْتَ رَأْسِهِ مِرْفَقَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشُوها لَيْفٌ، وَإِذَا أَهْبُ مُعَلَّقَةٌ وَقَرَطٌ، فَذَكَرْتُ الَّذِي قُلْتُ لِحَفْصَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَالَّذِي رَدَّتْ عَلَيَّ أُمُّ سَلَمَةَ، فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَبِثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ.

[راجع : ۸۹]

دن میں نے اپنے انصاری ساتھی کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا: آج ایک عظیم حادثہ ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ کیا عسائی بادشاہ نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی عظیم تر حادثہ رونما ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں جلدی سے آیا تو تمام ازواج کے حجروں سے رونے کی آواز آرہی تھی جبکہ نبی ﷺ اپنے بالا خانے میں تشریف لے گئے تھے۔ بالا خانے کے دروازے پر ایک نوجوان پہرے دار موجود تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: میرے لیے اندر جانے کی اجازت طلب کرو۔ اجازت ملی تو میں اندر گیا، دیکھا کہ نبی ﷺ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں، چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر پڑے ہوئے ہیں اور آپ کے سر کے نیچے کھال کا ایک تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور چند کچی کھالیں لٹک رہی تھیں اور کیکر کے پتے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے ان باتوں کا ذکر کیا جو میں نے حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے کہی تھیں اور وہ جواب بھی بتایا جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس پر مسکرا دیے۔ آپ نے اس بالا خانے میں انیس دن تک قیام فرمایا، پھر (وہاں سے) نیچے اتر آئے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے بستر کا بیان ہے، آپ کے نیچے ایک چٹائی تھی جس نے آپ کے پہلو پر نشانات لگا رکھے تھے۔ یہ نہایت ہی سادہ زندگی اور سادگی سے رہنا سہنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا تکیہ بھی چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس کے علاوہ چند کچی کھالیں لٹک رہی تھیں اور انھیں رنگنے کے لیے کیکر کے پتے بکھرے پڑے تھے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا نقشہ ہمارے سامنے بیان کیا ہے جو رسول دنیا والوں کو ترک دنیا کا سبق دینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ دنیاوی ٹھاٹھ ہاتھ اور تکلفات سے بالاتر تھے، ہمیں بھی زندگی کا یہ نمونہ اختیار کرنا چاہیے۔

نے کہا کہ نبی ﷺ رات کے وقت بیدار ہوئے اور آپ فرما رہے تھے: ”لا اله الا الله، آج کس قدر فتنے نازل ہوئے ہیں؟ اور کس قدر خزانے اترے ہیں؟ کوئی ہے جو ان حجروں میں سونے والیوں کو بیدار کرے؟ دیکھو! بہت سی عورتیں جو دنیا میں لباس پہنتی ہیں وہ قیامت کے روز تنگی ہوں گی۔“

هَسَامُ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرْتَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ يَقُولُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفَتَنِ؟ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ؟ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْمُحْجَرَاتِ؟ كَمْ مِنَ كَاسِيَةِ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟». [راجع: ۱۱۵]

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ہند رضی اللہ عنہا کی آستینوں میں اس کی اگلیوں کے پاس بٹن لگے ہوئے تھے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَتْ هِنْدُ لَهَا أَرْزَارٌ فِي كُمَيْهَا بَيْنَ أَصَابِعِهَا.

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں باریک اور چست لباس کی مذمت بیان ہوئی ہے کہ جو عورتیں دنیا میں باریک اور چست لباس پہنتی ہیں اور اپنا جسم دوسروں کو دکھاتی ہیں انھیں آخرت میں سزا دی جائے گی کہ وہ تنگی ہوں گی۔ ② اس میں اشارہ ہے کہ عورتوں کو قیمتی اور نفیس لباس نہیں پہننا چاہیے بلکہ انھیں سادہ زندگی بسر کرتے ہوئے بقدر کفایت لباس زیب تن کرنا چاہیے۔ ③ حضرت ہند بنت حارث رضی اللہ عنہا کی آستین فراخ ہوتی تھیں، انھوں نے اپنی آستینوں پر بٹن لگا رکھے تھے تاکہ ان کے بدن کا کوئی حصہ ظاہر ہونے کے باعث حدیث میں مذکور وعید میں داخل نہ ہوں۔ ④ اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ باریک اور چست لباس نہیں پہنتے تھے کیونکہ آپ نے ایسے لباس سے دوسروں کو خبردار کیا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک لباس سے آپ ﷺ دوسروں کو خبردار کریں پھر خود ہی اسے زیب تن کریں، گویا اس حدیث میں آپ ﷺ کے لباس کی سادگی بیان ہوئی ہے۔ ①

(۳۲) بَابُ مَا يُذْهَى لِمَنْ لَبَسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

باب: 32- جو شخص نیا لباس پہنے اسے کیا عادی جائے؟

[5845] حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں ایک سیاہ شال بھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمھارے خیال کے مطابق یہ شال کسے دی جائے؟“ صحابہ کرام خاموش رہے تو آپ نے فرمایا: ”ام خالد کو

۵۸۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ سَعِيدٍ بَنِي عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ بْنِ الْعَاصِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي أُمُّ خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَتْ: أُنِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَشَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَ: «مَنْ تَرَوْنَ نَكْسُوَهَا هَذِهِ

میرے پاس لاؤ۔“ چنانچہ مجھے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، پھر آپ نے مجھے وہ شال اپنے ہاتھ سے پہنائی، اور دعا فرمائی: ”اے پرانا اور بوسیدہ کرو۔“ یعنی دیر تک جیتی رہو۔ آپ نے دو مرتبہ یہ دعا فرمائی۔ پھر آپ اس شال کے نقش و نگار دیکھنے لگے اور اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”اے ام خالد! سناہ۔“ سناہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ”کیا ہی خوبصورت“ کے ہیں۔

الْحَمِيصَةُ ۹۴ فَأَسْكَبَتِ الْقَوْمُ، فَقَالَ: «اُتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ»، فَأَتَيْنِي بِنِجْجٍ فَأَلْبَسْنَاهَا بِيَدِهِ وَقَالَ: «أَبْلِي وَأَخْلَقِي»، مَرَّتَيْنِ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عِلْمِ الْحَمِيصَةِ، وَيُسِيرُ بِيَدِهِ إِلَيَّ وَيَقُولُ: «يَا أُمَّ خَالِدٍ، هَذَا سَنَّا». وَالسَّنَّا بِلِسَانِ الْحَبَشِيِّ: الْحَسَنُ.

(راوی حدیث) اسحاق نے کہا: میرے اہل خانہ میں سے ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ام خالد رضی اللہ عنہا پر وہ شال دیکھی تھی۔

قَالَ إِسْحَاقُ: حَدَّثَنِي امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِي أَنَّهَا رَأَتْهُ عَلَى أُمِّ خَالِدٍ. [راجع: ۳۰۷۱]

فوائد و مسائل: ① نیا کپڑا پہننے والے کو یہ دعا دینا مسنون ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے یہ لباس بابرکت بنائے۔ تم یہ کپڑا پرانا کر کے اتارو، یعنی تمہاری عمر لمبی ہو۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا نے لمبی عمر پائی تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام میں جب کوئی نیا لباس پہنتا تو اسے یوں دعا دی جاتی: [تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللَّهُ تَعَالَى] ”اللہ کرے تم اسے خوب پرانا کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے بعد اور بھی عنایت کرے۔“ اس کے علاوہ بھی دعائیں منقول ہیں۔<sup>۱</sup>

باب: 33- مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کی ممانعت

(۳۳) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّزَعُّفِ لِلرِّجَالِ

[5846] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مردوں کو زعفرانی رنگ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۸۴۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَزَعَّفَ الرَّجُلُ.

فوائد و مسائل: ① زعفران کی خوشبو کا استعمال مردوں کے لیے ناجائز ہے کیونکہ یہ عورتوں کی خوشبو ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں رات کے وقت اپنے گھر آیا اور میرے ہاتھوں پر زخم تھے۔ میرے ہاتھوں پر گھر والوں نے زعفران لگایا۔ جب میں صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ مجھے خوش آمدید ہی کہا۔ فرمایا: جاؤ اسے دھو کر آؤ۔ میں اس کے اثرات ختم کر کے دوبارہ



حاضر خدمت ہوا تو آپ نے میرے سلام کا جواب بھی دیا اور مجھے خوش آمدید بھی کہا۔<sup>۱</sup> اس طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ کے فرشتے نہ تو کافر کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں اور نہ اس کے گھر ہی آتے ہیں جو زعفران کی خوشبو لگانے والا ہو.....<sup>۲</sup> البتہ عورتیں زعفران اور زعفرانی رنگ استعمال کر سکتی ہیں۔

### باب: 34- زعفران سے رنگا ہوا کپڑا

[5847] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے محرم کو درس اور زعفران سے رنگا ہوا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

### (۳۴) بَابُ التَّوْبِ الْمَرْغَرِ

۵۸۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ تَوْبًا مَضْبُوعًا بِوَرَسٍ أَوْ بِزَعْفَرَانٍ. [راجع: ۱۳۴]

🌞 **فائدہ:** محرم کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محرم کے لیے درس اور زعفران سے رنگا ہوا لباس پہننا جائز ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ غیر محرم کے لیے زعفرانی لباس جائز ہے اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل کوفہ مطلق طور پر زعفرانی کپڑے کی اجازت نہیں دیتے۔<sup>۳</sup> لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنی ڈاڑھی کو زعفران سے رنگتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی اس رنگ سے بھر جاتے تھے۔ جب ان سے سوال ہوا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اسی رنگ سے رنگتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ رنگ بہت محبوب تھا، وہ اپنے تمام کپڑے حتیٰ کہ پگڑی بھی اس سے رنگتے تھے۔<sup>۴</sup>

### باب: 35- سرخ کپڑے کا بیان

[5848] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کا قد درمیانہ تھا۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں دیکھا۔ آپ سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

### (۳۵) بَابُ التَّوْبِ الْأَحْمَرِ

۵۸۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مَرْبُوعًا، وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حُمْرَاءَ، مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْهُ. [راجع: ۳۵۰۱]

🌞 **فوائد و مسائل:** ❶ خالص سرخ رنگ سے رنگا ہوا لباس پہننا جائز نہیں کیونکہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم

❶ سنن أبي داود، السنة، حديث: 4601. 2 سنن أبي داود، الترجل، حديث: 4176. 3 فتح الباري: 376/10. 4 سنن

أبي داود، اللباس، حديث: 4064.

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک گھائی سے نیچے اترے تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ میں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ہلکے سرخ رنگ کی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے یہ کیسی چادر لی ہوئی ہے؟ آپ کی ناپسندیدگی کو میں نے محسوس کیا، پھر میں اپنے اہل خانہ کے پاس آیا تو وہ تور جلا رہے تھے۔ میں نے اس چادر کو اس میں پھینک دیا۔ اگلے دن جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا: ”اس چادر کا تم نے کیا کیا؟“ میں نے آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”اسے اپنے اہل خانہ میں سے کسی عورت کو دے دیتے۔ عورتوں کو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ <sup>1</sup> مذکورہ بالا حدیث میں سرخ جوڑے کا ذکر ہے لیکن وہ جوڑا خالص سرخ رنگ کا نہیں تھا بلکہ اس میں سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں جسے عربی میں ”برد“ کہا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں دیکھا جب کہ آپ اپنے خنجر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے اور آپ نے سرخ رنگ کی دھاری دار چادر زیب تن کر رکھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے تھے جو آپ کی بات لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ <sup>(2)</sup>

### باب: 36- سرخ زین پوش کا بیان

[5849] حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا تھا: بیمار کی عیادت کرنے، جنازوں کے ساتھ جانے اور چھینکنے والے کا جواب دینے کا۔ اور آپ نے ہمیں ریشم، دیبا، درآمد شدہ سرخ ریشمی کپڑا، موٹا ریشم اور سرخ زین پوش کے استعمال سے بھی منع فرمایا۔

### (۳۶) بَابُ الْمِبْرَةِ الْحُمْرَاءِ

۵۸۴۹ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ بْنِ مِقْرَنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ: عِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ. وَنَهَانَا عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ، وَالذَّبْيَاجِ، وَالْفَقْسِيِّ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَمَيَاثِرِ الْحُمْرِ. [راجع: ۱۲۳۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں سات مأمورات میں سے تین کا ذکر ہے، باقی یہ ہیں: دعوت قبول کرنا، سلام پھیلانا مظلوم کی مدد کرنا اور دوسرے کی قسم کو سچا کرنا اور ممنوعات میں سے پانچ چیزوں کا بیان ہے باقی دوسو نے کی انگوٹھی پہننا اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ہے۔ ② سرخ ریشمی زین پوش کا استعمال بھی جائز نہیں کیونکہ ریشم کا بنا ہوتا ہے۔ ریشم کا لباس اور اس سے تیار شدہ بستر، گدے اور زین پوش بھی مردوں کے لیے منع ہیں، خواہ وہ سرخ ہوں یا کسی اور رنگ کے۔ حدیث میں سرخ رنگ کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ سرخ، زعفرانی رنگ کے زین پوشوں سے منع کیا گیا ہے۔ <sup>3</sup> اس قسم کے زین پوش خالص ریشم اور سرخ رنگ کے ہوتے ہیں، اس لیے ممنوع ہیں۔ واللہ اعلم۔

## (۳۷) بَابُ النَّعَالِ السُّبِّيَّةِ وَغَيْرِهَا

باب: 37- صاف چڑے اور غیر داغت شدہ چڑے  
کی جوتی پہننا

[5850] حضرت سعید ابومسلمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ جوتی پہن کر نماز پڑھ لیتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں (پڑھ لیتے تھے)۔

۵۸۵۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَعِيدِ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. [راجع: ۳۸۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① عربوں کے ہاں غریب لوگ بالوں والے جوتے استعمال کرتے تھے جبکہ امیر لوگ رنگے ہوئے صاف چڑے کے جوتے پہنتے تھے۔ رنگے ہوئے چڑے کے جوتوں کو سبئیہ کہا جاتا ہے۔ نعل کا لفظ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، خواہ رنگے ہوئے چڑے سے بنے ہوں یا غیر رنگے چڑے سے۔ ② اس عموم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ ہر قسم کا جوتا استعمال کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ صاف چڑے کا ہو یا بالوں والے چڑے کا۔ ان کا صاف ستھرا اور پاک ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ صاف اور پاک جوتا پہن کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ جب جوتے پہن کر مسجد میں آنا اور ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ تو عام حالات میں اس قسم کے جوتے پہننے میں کیا خرابی ہو سکتی ہے؟ واللہ اعلم۔

[5851] حضرت عبید بن جریج سے روایت ہے، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو میں نے آپ کے کسی ساتھی کو کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابن جریج! وہ کیا کام ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آپ طواف کرتے وقت صرف یمانیین کو ہاتھ لگاتے ہیں بیت اللہ کے دوسرے کسی کو نہ کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ میں نے آپ کو سستی جوتے پہنے دیکھا ہے، نیز اپنے کپڑوں کو زرد رنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں تو لوگ ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر احرام باندھ لیتے ہیں لیکن آپ آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے ہیں۔

۵۸۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ: أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرِ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا، قَالَ: مَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النَّعَالَ السُّبِّيَّةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَ النَّاسِ إِذَا رَأَوْا الْهَيْلَالَ، وَلَمْ تُهَلِّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارکان کعبہ کے

فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: أَمَّا الْأَرْكَانُ:

متعلق جو تم نے کہا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے دیکھا ہے۔ سستی جوتے پہننا اس لیے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس چمڑے کے جوتے پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے اور آپ انھیں پہنے ہوئے ان میں وضو کر لیتے تھے، اس لیے میں بھی پسند کرتا ہوں کہ ایسا ہی جوتا استعمال کروں۔ میرا زرد رنگ استعمال کرنا اس لیے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ استعمال کرتے تھے، اس لیے میں بھی زرد رنگ کو پسند کرتا ہوں۔ رہا احرام باندھنے کا مسئلہ! تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس وقت احرام باندھتے تھے جب سواری پر سوار ہو کر چلنے لگتے تھے۔

فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَأَمَّا النَّعَالُ السَّبْتِيُّ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَلْبَسُ النَّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ: فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْبِغُ بِهَا، فَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَصْبِغَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ: فَإِنِّي لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُهْلُ حَتَّى تَتَّبِعَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. [راجع: ۱۶۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سستی جوتے پہننا جائز ہے بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انھیں بطور خاص پہنتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے، البتہ ایک حدیث کی بنا پر امام احمد رحمہ اللہ کا موقف ہے کہ سستی جوتے پہن کر قبرستان میں نہیں چلنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو آواز دے کر فرمایا تھا: ”اے سستی جوتے پہننے والے! اس مقام پر انھیں اتار دو۔“ ② لیکن ضروری نہیں کہ اس نے سستی جوتا پہن رکھا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے منع فرمایا بلکہ ممکن ہے کہ جوتوں کو گندگی لگی ہوئی ہو یا اکرام میت کی وجہ سے اسے جوتے اتارنے کا حکم دیا ہو۔ ③ اس حدیث میں سستی جوتوں کا ذکر تخصیص کے لیے نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔ بہر حال سستی جوتے پہننا جائز ہیں اور شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

[5852] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم آدمی کو درس اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: ”جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے لیکن انھیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔“

۵۸۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوعًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ، وَقَالَ: «مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ».

[راجع: ۱۳۴]

[5853] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن لے اور جسے جوتے دستیاب نہ ہوں وہ موزے پہن لے۔“

۵۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِزَارٌ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسْ خُفَيْنِ». [راجع: ۱۷۴۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① ورس ایک زرد رنگ کی گھاس ہے جو کسی حد تک زعفران جیسی ہوتی ہے۔ اس سے کپڑوں کو رنگا جاتا ہے۔ ان احادیث میں محرم کو جوتا پہننے کی اجازت ہے۔ جب محرم انھیں پہن سکتا ہے تو عام لوگوں کو تو بالادلی اس کی اجازت ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اکثر جوتا پہنا کرو کیونکہ جب کوئی جوتا پہنتا ہے تو راحت و آرام میں اس طرح ہوتا ہے گویا وہ سواری پر سوار ہے۔“ ② رسول اللہ ﷺ نے جوتا پہننے والے کو سوار سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس سے سفر کی مشقت میں تخفیف، تھکاوٹ کم اور راستے کی تکلیفوں سے پاؤں محفوظ رہتے ہیں۔<sup>2</sup>

باب: 38- پہلے دائیں پاؤں میں جوتا پہنے

(۳۸) بَابُ: يَبْدَأُ بِالنَّعْلِ الْيُمْنَى

[5854] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ طہارت کرنے، نگہی کرنے اور جوتا پہننے میں دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔

۵۸۵۴ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْيُمْنَ فِي طَهْوَرِهِ، وَتَرَجُّلِهِ. [راجع: ۱۶۸]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔ ② مگر بعض کام اس سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً: جوتا اتارنا، مسجد سے نکلنا اور لیٹرین جانا وغیرہ۔ ③ بہر حال جو کام مکرم تھے و زینت کے ہیں انھیں دائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے۔ اسلام میں دائیں، بائیں میں امتیاز کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اہل جنت کو اصحاب الیمین، دائیں جانب والے اور اہل دوزخ کو اصحاب الشمال، بائیں جانب والے کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصحاب الیمین میں شامل فرمائے۔ آمین۔

۱. صحیح مسلم، اللباس والزینة، حدیث: 5494 (2096). 2. فتح الباری: 381/10. 3. صحیح البخاری، الوضوء،



## (۳۹) بَابُ: لَا يَمْشِي فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ

## باب: 39- صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے

۵۸۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيُنْعِلَهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُخَفِّفَهُمَا جَمِيعًا».

[5855] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے، دونوں پاؤں ننگے رکھے یا دونوں میں جوتا پہنے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① جوتا پہننے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بہت سے آداب سے آگاہ کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ اس میں کئی ایک حکمتیں ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے: ۱۔ اس طرح چلنے میں مشقت کے علاوہ پھسلنے، کاٹا لگنے اور موج آنے کا اندیشہ ہے۔ ۲۔ دیکھنے والوں کی نگاہ میں معیوب ہے کہ ایک پاؤں میں جوتا ہو اور دوسرا ننگا ہو۔ ۳۔ چلنے والوں کی نگاہ میں اس طرف اٹھتی ہیں کہ شاید اس کی ایک ٹانگ چھوٹی ہے۔ ۴۔ کچھ اہل علم نے اس طرح چلنے کو شیطان کی چال قرار دیا ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت موزوں کے متعلق بھی ہے، اسی طرح قیص کا ایک بازو نکال کر رکھنا اور ایک کندھے کو ننگا رکھنا اور دوسرے کو چادر سے ڈھانپنا، سب چیزیں اس نبی میں شامل ہیں۔ ③

## (۴۰) بَابُ: يَنْزِعُ نَعْلَهُ الْيُسْرَى

## باب: 40- پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اتارے

۵۸۵۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ، وَإِذَا انْتَرَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشَّمَالِ، لِيَتَكُنَّ الْيُمْنَى أَوْ لَتَهُمَا تُنْعَلَ وَآخِرُهُمَا تُنْزَعُ».

[5856] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے تو دائیں جانب سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں جانب سے اتارے تاکہ دائیں طرف پہننے میں اول اور اتارنے میں آخر ہو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① جوتا اتارتے وقت بائیں جانب سے ابتدا اس لیے کی جاتی ہے کہ جوتا پہننا ایک اچھا کام ہے کیونکہ اس سے بدن کی حفاظت ہوتی ہے، جب دایاں پاؤں بائیں سے افضل اور قابل احترام ہے تو پہننے وقت دائیں پاؤں سے آغاز کیا جاتا ہے اور اتارتے وقت اسے بعد میں کیا جاتا ہے تاکہ دائیں کی کرامت و احترام زیادہ ہو اور اس حفاظت میں اس کا حصہ اکثر ہو۔ ② بہر حال جو انسان جوتا پہننے میں بائیں پاؤں سے آغاز کرتا ہے اس نے مخالفت سنت کی وجہ سے بے ادبی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن

جوتا پہننا حرام نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم<sup>(۱)</sup>

(۴۱) بَابُ: قِبَالَانِ فِي نَعْلِ، وَمَنْ رَأَى  
قِبَالًا وَاحِدًا وَاسِعًا

باب: 41- جوتے کے دو تسمے ہوتا اور جس نے ایک  
تسمہ بھی کافی خیال کیا

[5857] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی چپل کے دو تسمے تھے۔

۵۸۵۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ نَعْلِي النَّبِيِّ ﷺ كَانَ لَهُمَا قِبَالَانِ. [انظر: ۵۸۵۸]

[5858] حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دو جوتے لے کر ہمارے پاس باہر تشریف لائے جس میں دو تسمے لگے ہوئے تھے۔ ثابت بنانی نے کہا: یہ نبی ﷺ کے جوتے ہیں۔

۵۸۵۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ، فَقَالَ ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ: هَذِهِ نَعْلُ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۵۸۵۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① عہد نبوی میں جوتے کی بناوٹ دور حاضر کی ہوائی چپل سے ملتی جلتی تھی۔ اس میں چمڑے کا ایک ٹکڑا اگلیوں کے درمیان ہوتا تھا اور اس کا دوسرا سرا زمام سے بندھا ہوتا تھا۔ زمام کا نام قبال بھی ہے۔ اس قسم کے جوتے میں پاؤں کا اکثر حصہ کھلا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ انھیں اتارے بغیر پاؤں دھو لیتے تھے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کی دو پٹیاں تھیں جن کے تسمے دہرے تھے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عنوان کا دوسرا جز اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتوں کے دو تسمے تھے تو ایک جوتے کا ایک تسمہ ثابت ہوا۔ ④

(۴۲) بَابُ الْقَبَةِ الْحَمْرَاءِ مِنْ أَدَمَ

باب: 42- چمڑے کے سرخ خیمے کا بیان

[5859] حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سیدنا

۵۸۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ

① فتح الباری: 384/10، صحیح البخاری، الرضوء، حدیث: 166، (رق سنن ابن ماجہ، اللباس، حدیث: 3614، ② فتح

فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمَ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ يَتَبَدَّرُونَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلٍ يَدِ صَاحِبِهِ. [راجع: 187]

بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کے وضو کا پانی لیے ہوئے ہیں اور لوگ اس وضو کا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر کسی کو پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے بدن پر لگا لیتا اور جسے پانی نہ ملتا تو وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی لے لیتا۔

🕌 فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے چڑے کے سرخ خیمے کے متعلق عنوان قائم کیا ہے لیکن دوسری حدیث میں سرخ خیمے کا ذکر نہیں ہے، دراصل پہلی حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ حجۃ الوداع کا ہے اور دوسری حدیث میں غزوہ طائف کا ذکر ہے جس میں حنین کی غیمتیں تقسیم ہوئی تھیں۔ ان دونوں واقعات میں صرف دو سال کا وقفہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اتنے شاہ خرچ نہ تھے کہ دو سال کے بعد نیا خیمہ خرید فرماتے بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر جس خیمے میں آپ تشریف فرما تھے یہ وہی خیمہ ہے جس میں آپ ﷺ نے انصار کو جمع کر کے ان کی غلط فہمی دور فرمائی تھی، اس لیے اگرچہ دوسری حدیث میں سرخ خیمے کا ذکر نہیں، تاہم اس خیمے سے مراد بھی سرخ خیمہ ہی ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>1</sup>

۵۸۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ؛ ح: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمَ. [راجع: 3146]

[5860] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے انصار کو پیغام بھیجا اور انھیں چڑے کے ایک خیمے میں جمع کیا۔

#### (۴۳) بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْخَصِيرِ وَنَحْوِهِ

#### باب: 43- چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا

🕌 وضاحت: چٹائی وہ ہوتی ہے جو کھجور کے پتوں وغیرہ سے بنائی جائے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز جو نیچے بچھائی جائے اور وہ زیادہ قیمتی نہ ہو، اس پر بیٹھنا عاجزی کی علامت ہے۔

۵۸۶۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي

[5861] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو چٹائی سے حجرہ سا بنا لیتے اور نماز پڑھا کرتے تھے اور

اسی چٹائی کو دن کے وقت بچھا لیتے اور اس پر بیٹھا کرتے تھے۔ پھر رات کے وقت لوگ نبی ﷺ کے پاس جمع ہونے لگے اور آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے لگے۔ جب مجمع زیادہ بڑھ گیا تو آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”لوگو! عمل اتنے ہی کیا کرو جس قدر تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا جب تک تم نہ تھک جاؤ۔ اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے پابندی سے ہمیشہ کیا جائے، خواہ وہ کم ہی ہو۔“

سَلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْتَجِرُ حَصِيرًا بِاللَّيْلِ فَيَصْلِي، وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَوْبُونَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيَصْلُونَ بِصَلَاتِهِ حَتَّى كَثُرُوا، فَأَقْبَلَ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمْلُ حَتَّى تَمْلُوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَيَّ اللَّهُ مَا دَامَ وَإِنْ قَلَّ». (راجع: ۷۲۹)

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا ثابت کیا ہے۔ قبل ازیں کتاب الصلاۃ میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا عنوان قائم کیا تھا۔ دراصل انھوں نے ایک روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے گھیرنے والی بنایا ہے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ چٹائی پر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔<sup>۱</sup> ② بہر حال چٹائی وغیرہ پر بیٹھنا اور اس پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ آیت کریمہ سے اس کی ممانعت کشید کرنا مکمل نظر ہے۔<sup>۲</sup> واللہ اعلم۔

#### (۴۴) بَابُ الْمَزْزَرِ بِالذَّهَبِ

باب: 44- سونے کے ٹن لگے ہوئے کپڑے پہننا

🏠 وضاحت: اگر کسی کپڑے کو سونے کے ٹن لگے ہوئے ہوں تو اسے مرد حضرات نہیں پہن سکتے، البتہ عورتوں کو ایسے کپڑے پہننے کی اجازت ہے۔

[5862] حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھیں والد گرامی حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ نبی ﷺ کے پاس کوٹ آئے ہیں اور آپ انھیں تقسیم فرما رہے ہیں، لہذا تم ہمیں آپ ﷺ کے پاس لے چلو، چنانچہ ہم گئے تو ہم نے نبی ﷺ کو آپ کے گھر ہی میں پایا، میرے والد نے مجھ سے کہا: بیٹے! میرا نام لے کر نبی ﷺ کو بلاؤ۔ میں نے اسے بہت بڑی توہین

۵۸۶۲ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ أَبَاهُ مَخْرَمَةَ قَالَ لَهُ: يَا بُنَيَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَتْ عَلَيْهِ أَقْبِيَّةٌ فَهُوَ يَقْسِمُهَا، فَادْهَبْ بِنَا إِلَيْهِ، فَدَهَبْنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ لِي: يَا بُنَيَّ ادْعُ لِي النَّبِيَّ ﷺ فَأَعْظَمْتُ ذَلِكَ، فَقُلْتُ: أَدْعُو لَكَ رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ، إِنَّهُ لَيْسَ

بَجَبَّارٍ، فَدَعَوْتُهُ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْ دِيْبَاجٍ مُزْرَرٍّ بِالذَّهَبِ، فَقَالَ: «يَا مَخْرَمَةٌ، هَذَا خَبَأْتُهَ لَكَ». فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. [راجع: ۲۵۹۹]

آمیڑ بات قرار دیا، چنانچہ میں نے اپنے والد سے کہا: میں آپ کی خاطر رسول اللہ ﷺ کو بلاؤں؟ انھوں نے کہا: میرے بیٹے! آپ ﷺ کوئی جابر صفت انسان نہیں ہیں۔ بہر حال میں نے آپ کو بلایا تو آپ باہر تشریف لے آئے۔ آپ کے اوپر ایک دیبا کی قباحتی جس میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”اے مخرمہ! میں نے یہ کوٹ تمھارے لیے چھپا رکھا تھا۔“ چنانچہ آپ نے وہ (کوٹ) انھیں عنایت فرمادیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① وہ کوٹ ریشم کا تھا اور اس پر سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ مردوں کے لیے سونے کی حرمت سے پہلے کا ہو اور رسول اللہ ﷺ اسے پہن کر تشریف لائے اور حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا تاکہ وہ اسے پہنے۔ اگر یہ واقعہ سونے کی حرمت کے بعد کا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ پر رکھا تھا پہنا ہوا نہیں تھا اور آپ نے حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہا کو اس لیے دیا تاکہ وہ اسے بازار میں فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے استعمال میں لائیں یا وہ کوٹ اپنی عورتوں میں سے کسی کو پہننے کے لیے دے دیں۔ ② واضح رہے کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہا مولفہ القلوب سے تھیں لیکن ان میں شدت اور سختی کا پہلو غالب تھا، البتہ رسول اللہ ﷺ واقعی بہت رحیم و شفیق تھے اور اپنے ساتھیوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ③

#### (۴۵) بَابُ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ

#### باب: 45- سونے کی انگوٹھیوں کا بیان

[5863] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا: سونے کی انگوٹھی یا چھلا پہننے سے، ریشم، استبرق، دیبا، ریشم کی سرخ گدی، درآمد شدہ ریشم شسی اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا اور ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: بیمار پرسی کرنے، جنازوں کے ساتھ چلنے، چھینک لینے والے کو جواب دینے، وعلیکم السلام کہنے، دعوت قبول کرنے، قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے اور مظلوم کی

۵۸۶۳۔ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ بْنَ مِقْرَنٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ سَبْعٍ، نَهَى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ - أَوْ قَالَ: حَلَقَةِ الذَّهَبِ - وَعَنِ الْحَرِيرِ، وَالْإِسْتَبْرَقِ، وَالذِّيْبَاجِ، وَالْمِثْرَةِ الْحُمْرَاءِ، وَالْقَسِيِّ، وَآتَةِ الْفِضَّةِ، وَأَمَرَنَا بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ،



وَاتَّبَاعَ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَرَدَّ  
السَّلَامَ، وَإِجَابَةَ الدَّاعِي، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ،  
وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ. [راجع: ۱۲۳۹]

🌞 فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کو سونے کی انگوٹھی یا سونے کا چھلا پہننے کی ممانعت ہے، البتہ عورتیں اسے استعمال کر سکتی ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں مگنی کی سونے کی انگوٹھی مرد حضرات بڑے شوق سے پہنتے ہیں اور اسے یادگار کے طور پر محفوظ رکھتے ہیں، حالانکہ اسلام میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ ② بوقت مجبوری سونے کی ناک لگوائی جاسکتی ہے جیسا کہ حدیث میں حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اجازت منقول ہے۔<sup>۱</sup> اس حدیث سے امام ابو داود نے استدلال کیا ہے کہ سونے کا دانت بنوانا بھی جائز ہے، لیکن سونے کا زیور صرف عورتوں کے لیے جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۸۶۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا  
عُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ  
أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْيَلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ خَاتَمِ  
الذَّهَبِ.

[5864] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا تھا۔

وَقَالَ عَمْرُو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ:  
سَمِعَ النَّضْرَ: سَمِعَ بَشِيرًا مِثْلَهُ.

عمر و نے کہا: ہمیں شعبہ نے قتادہ سے بیان کیا، انھوں نے نصر سے سنا، انھوں نے بشیر بن نہیک سے سن کر یہ حدیث بیان کی۔

🌞 فوائد ومسائل: ① بلاشبہ سونے کی انگوٹھی مردوں کے لیے حرام ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے کچھ زیورات بطور تحفہ بھیجے۔ ان میں ایک سونے کی انگوٹھی بھی تھی جس کا گلینہ حبشی انداز کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیرتے ہوئے لکڑی یا انگلی سے تھاوا اور اپنی نواسی حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کو بلا کر کہا: ”بیٹی! تم اسے پہن لو۔“ ② اگر سونا مردوں کے لیے حلال ہوتا تو آپ اس سے منہ نہ پھیرتے، نیز اگر عورتوں کے لیے سونا پہننا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو ہرگز نہ پہناتے۔ ③ اگرچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے لیکن ممکن ہے کہ انھیں ممانعت کی احادیث نہ پہنچی ہوں۔ عجیب بات ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ممانعت کی حدیث مروی ہے لیکن وہ بھی سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے اور انھیں لوگ کہتے کہ آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟ تو وہ جواب دیتے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی دیتے وقت فرمایا تھا کہ اسے

پہنوجے اللہ اور اس کے رسول نے تمہیں پہنایا ہے۔ شاید وہ اپنے لیے اسے خصوصیت پر محمول کرتے ہوں۔ بہر حال مردوں کے لیے اس کا پہننا جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔<sup>(۱)</sup>

۵۸۶۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، فَاتَّخَذَهُ النَّاسُ، فَرَمَى بِهِ، وَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ أَوْ فِصَّةٍ.

[انظر: ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۷۳، ۵۸۷۶، ۶۶۵۱، ۷۲۹۸]

[5865] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کا ٹکینہ ہتھیلی کی جانب رکھا۔ پھر کچھ دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور اپنے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوالی۔

🌟 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی حرمت سے پہلے بنوائی تھی، حرمت کے بعد اسے اتار پھینکا۔ مومن کی شان یہی ہے کہ جب کسی چیز کے حرام ہونے کا پتا چل جائے تو پھر اس کے استعمال کے لیے کوئی حیلہ بہانہ تلاش نہ کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدی کے ہاتھ (کی انگلی) میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص آگ کا انگارا اٹھاتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا: اپنی انگوٹھی لے لو، اس سے کوئی فائدہ اٹھا لینا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پھینک دیا ہے۔<sup>(۲)</sup> ② بہر حال سونے کی انگوٹھی کسی صورت میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر تلواریں لگا رہے تو وہ جنگ میں کام آسکتی ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے کے لیے کوئی مجبوری نہیں جس کے پیش نظر اسے مردوں کے لیے حلال قرار دیا جائے۔ واللہ اعلم۔

#### (۴۶) بَابُ خَاتَمِ الْفِصَّةِ


#### باب: 46- چاندی کی انگوٹھی کا بیان

۵۸۶۶ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ - أَوْ فِصَّةٍ - وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ، فَلَمَّا رَأَوْهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ

[5866] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے یا چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کا ٹکینہ ہتھیلی کی طرف رکھا اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ کندہ کرائے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالی ہیں تو آپ نے انگوٹھی کو اتار

پھینکا اور فرمایا: ”اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔“ پھر آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تو دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (اسے پہنا)۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر گئی۔

وَقَالَ: «لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا»، ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الْفِضَّةِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَيْسَ الْخَاتَمُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ حَتَّى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بَيْتِ أَرِيسَ. [راجع: ۵۸۶۵]


 فوائد و مسائل: ① جب رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو اس وقت حرمت کا حکم نازل ہوا، آپ نے اسے اتار پھینکا اور فرمایا: ”اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔“ اس کے بعد آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ کرائے۔ جب آپ بادشاہوں اور حکمرانوں کو خطوط لکھتے تو مہر کے طور پر اسے استعمال کرتے، پھر اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے بطور تبرک اپنے پاس رکھا۔ چھ سال تک وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ انھوں نے ایک انصاری شخص کو انگوٹھی کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ سے ہزار اریس میں گر گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت معقیب رضی اللہ عنہ سے وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی تھی پھر تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور انگوٹھی میں کوئی حرف یا عبارت کندہ کرنا بھی جائز ہے، نیز خلیفہ، قاضی یا دوسرے افسران کی مہر کی نقل تیار کرنا جرم ہے کیونکہ اس سے جعل سازی کا دروازہ کھلتا ہے، پھر حدیث میں اس کی ممانعت بھی مروی ہے۔<sup>2</sup>

باب: 47- بلا عنوان !

(۴۷) بَابُ :

[5867] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی، پھر اسے اتار پھینکا اور فرمایا: ”میں اب اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔“ لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

۵۸۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَلْبَسُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ فَقَالَ: «لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا»، فَتَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ. [راجع: ۵۸۶۵]

 فوائد و مسائل: ① سونے کی انگوٹھی پہننے کے بعد سونے کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو آپ نے اسے اتار پھینکا، لوگوں نے بھی آپ کا اتباع کرتے ہوئے اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، دوسرے لوگوں نے

نے اپنے لیے چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ ② رسول اللہ ﷺ اسے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور اس کا گنبد پھٹی کے اندرونی طرف رکھتے تھے۔ واضح رہے کہ یہ عنوان پچھلے عنوان کا تکرار ہے، اس میں مزید وضاحت ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۸۶۸ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ يَوْمًا وَاحِدًا، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اضْطَعَعُوا الْخَوَاتِيمَ مِنْ وَرَقٍ وَلَبِسُوهَا، فَطَرَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَاتَمَهُ، فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.

[5868] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی۔ پھر دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں اور انھیں پہن لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگوٹھی پھینک دی تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَزِيَادٌ، وَشُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ ابْنُ مُسَافِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ: أَرَى خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ.

ابراہیم بن سعد، زیاد اور شعب نے زہری سے روایت کرنے میں یونس کی متابعت کی ہے۔ اور ابن مسافر نے زہری سے بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: میں نے چاندی کی انگوٹھی دیکھی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پھینکی تھی تو لوگوں نے بھی اپنی چاندی کی انگوٹھیاں پھینک دی تھیں، لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پھینکی تھی اور لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پھینکی تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک توجیہ ان الفاظ میں ذکر کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے زینت کے طور پر سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ جب لوگوں نے آپ کے اجارے میں سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں تو حرمت کا حکم نازل ہوا تو آپ نے اور لوگوں نے انھیں اتار پھینکا، پھر بطور مہر چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ کندہ کرائے تو لوگوں نے اس طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ نے اپنی انگوٹھی اتار دی تاکہ لوگ بھی اپنی اپنی کندہ انگوٹھیاں اتار دیں کیونکہ ان کی موجودگی میں سرکاری مہر کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی تھی۔ جب لوگوں نے اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں اور ان کا وجود ختم ہو گیا تو پھر آپ ﷺ نے اپنی انگوٹھی کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ واللہ اعلم۔ ② رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ کوئی شخص بھی میری اس انگوٹھی کے نقش کی طرح اپنی انگوٹھی پر نقش نہ بنوائے۔ ③ اس کے باوجود لوگوں نے اپنی انگوٹھیوں پر یہ نقش کندہ کر لیا۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ شاید ان لوگوں کو ممانعت نہ پہنچی ہو یا وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں ابھی ایمان پہنچنے نہیں ہوا تھا جیسا کہ منافقین وغیرہ تھے، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی جیسی انگوٹھیاں بنوالیں اور ان میں آپ کا نقش بھی کندہ کر لیا تو آپ نے اظہار ناراضی کرتے ہوئے اپنی انگوٹھی اتار پھینکی۔ ④ واللہ اعلم۔

## (۴۸) بَابُ فَصْلِ الْخَاتَمِ

## باب: 48- انگوٹھی کا نگینہ

۵۸۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ هَلِ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا؟ قَالَ: أَخَّرَ لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِصِ خَاتَمِهِ، قَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَإِنَّا لَنَنْتَظِرُ تَمُوهَا». [راجع: ۵۷۲]

[5869] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے دریافت کیا گیا: کیا نبی ﷺ نے انگوٹھی بنوائی تھی؟ انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے ایک رات نماز عشاء نصف رات تک مؤخر کی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ میں اب بھی (چشم تصور سے) آپ ﷺ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”بہت سے لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو گئے ہیں لیکن تم اس وقت سے نماز میں ہو جب سے تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔“

۵۸۷۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدًا يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ خَاتَمُهُ مِنْ فِضَّةٍ، وَكَانَ فَضَّةً مِنْهُ.

[5870] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ: سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۶۵]

یحییٰ بن ایوب نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی، انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① انگوٹھی کی چمک اس کے نگینے کی وجہ سے تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نگینہ چاندی کا تھا جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کا نگینہ حبشی تھا۔<sup>۱</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کا ذی رائے یا نقش حبشی تھا۔ اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ نگینہ حبشہ کا سیاہ پتھر وہاں کا عقیق تھا تو ممکن ہے کہ دو انگوٹھیاں ہوں ایک چاندی کے نگینے والی اور دوسری حبشہ کے سیاہ پتھر کے نگینے والی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا طبع کیا گیا تھا اور حضرت معقب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔<sup>۲</sup> اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دو انگوٹھیاں تھیں۔ ایک خالص چاندی کی اور دوسری لوہے کی جس پر چاندی کا طبع کیا گیا تھا۔ لوہے پر جس چیز کا طبع کیا گیا ہو وہ اسی کے حکم میں ہوگا۔<sup>۳</sup>

## (۴۹) بَابُ خَاتَمِ الْحَدِيدِ

## باب: 49- لوہے کی انگوٹھی کا بیان



۵۸۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلًا يَقُولُ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: جِئْتُ أَهْبُ نَفْسِي، فَقَامَتْ طَوِيلًا، فَتَطَرَّ وَصَوَّبَ، فَلَمَّا طَالَ مُقَامُهَا، فَقَالَ رَجُلٌ: زَوَّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ، قَالَ: «عِنْدَكَ شَيْءٌ تُصَدِّقُهَا؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «انْظُرْ»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنْ وَجَدْتُ شَيْئًا، قَالَ: «اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ»، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ قَالَ: لَا وَاللَّهِ، وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ، وَعَلَيْهِ إِزَارٌ مَا عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَقَالَ: أَصْدِقُهَا إِزَارِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِزَارُكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ، وَإِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ»، فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَلَسَ فَرَأَاهُ النَّبِيُّ ﷺ مُوَلِّيًا، فَأَمَرَ بِهِ فَدَعِيَ فَقَالَ: «مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟» قَالَ: سُورَةُ كَذَا وَكَذَا، لِسُورٍ عَدَدَهَا. قَالَ: «قَدْ مَلَكَتْكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ». [راجع:

[۲۳۱۰]

[5871] حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: میں خود کو بہہ کرنے آئی ہوں۔ وہ دیر تک وہاں کھڑی رہی آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر نگاہ نیچی کر لی۔ جب وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک آدمی نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرے پاس اسے مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟“ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”جاؤ، تلاش کرو۔“ وہ گیا اور واپس آ کر عرض کرنے لگا: اللہ کی قسم! مجھے کچھ نہیں ملا۔ آپ نے اسے دوبارہ فرمایا: ”جاؤ، تلاش کرو اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔“ وہ گیا اور واپس آ کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی۔ اس نے ایک تہبند پہنا ہوا تھا، اوڑھنے کے لیے اس کے پاس کوئی چادر نہ تھی اس نے عرض کی: میں اپنا تہبند بطور مہر اسے دے دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا تہبند اگر اس نے پہن لیا تو تمہارے لیے کچھ نہیں رہے گا، اگر تو نے پہنا تو اس کے لیے کچھ نہیں ہو گا۔“ چنانچہ وہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ نے جب اسے دیکھا کہ وہ پیٹھ پھیرے ہوئے ہے تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: ”کیا تجھے قرآن یاد ہے؟“ اس نے کہا: ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ اس نے چند سورتوں کو شمار کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اس قرآن کے عوض اسے تیرے نکاح میں دے دیا جو تجھے یاد ہے۔“ (یعنی تو اسے سکھائے گا۔)

🌟 فوائد و مسائل: ① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے لوہے کی انگوٹھی استعمال کرنے کا جواز ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مفلس آدمی کو لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ لوہے کی انگوٹھی کے متعلق جو ممانعت پر مشتمل احادیث ہیں وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی

تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تجھ سے بت کی بو پاتا ہوں۔“ اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ وہ پھر حاضر خدمت ہوا تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تجھ پر اہل جہنم کا زیور دیکھ رہا ہوں۔“ اس نے اسے پھینک دیا اور عرض کی: اللہ کے رسول! میں کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ تو آپ نے فرمایا: ”چاندی کی انگوٹھی جو ایک مثقال سے کم ہو۔“<sup>۱</sup> ایک مثقال 4.25 گرام کا ہوتا ہے۔<sup>۲</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر صحیح ہے تو اس سے مراد خالص لوہے کی انگوٹھی ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>۳</sup> ہمارے رجحان کے مطابق لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مفلس اور غریب آدمی کو لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا، اگر اسے پہننا جائز نہ ہوتا تو آپ قطعاً اسے تلاش کرنے کا حکم نہ دیتے۔ اس کی تاویل کرنا کہ انگوٹھی کی تلاش اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تھی اسے پہننا مراد نہیں، یہ تاویل محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۵۰) بَابُ نَقْشِ الْخَاتَمِ

### باب: 50- انگوٹھی پر کوئی نقش کندہ کرنا

[5872] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عجم کے کچھ لوگوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ اس وقت تک کوئی خط قبول نہیں کرتے جب تک اس پر مہر لگی ہوئی نہ ہو، چنانچہ نبی ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا، گویا میں اب بھی (چشم تصور سے) نبی ﷺ کی انگشت یا ہتھیلی میں اس کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

۵۸۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى رَهْطٍ - أَوْ أَنَاسٍ - مِنَ الْأَعَاجِمِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَاتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقَشَهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَكَاتَبَ بِوَيْصٍ - أَوْ بِبَصِيصٍ - الْخَاتَمِ فِي إِصْبَعِ النَّبِيِّ ﷺ، أَوْ فِي كَفِّهِ.

[راجع: ۶۵]

[5873] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ وہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں تاوفات رہی۔ آپ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہتی تھی، حتیٰ کہ وہ اریس کے کتوں میں گر گئی۔ اس پر ”محمد رسول اللہ“

۵۸۷۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ، وَكَانَ فِي يَدِهِ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُمَرَ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُثْمَانَ، حَتَّى وَقَعَ

بَعْدُ فِي بَيْتِ أَرِيَسَ، نَقَشَهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ. كندہ تھا۔

[راجع: ۵۸۶۵]

**فوائد و مسائل:** ❶ رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد ذوالحجہ چہ ہجری میں جب مدینہ طیبہ واپس آئے تو آپ نے عجی بادشاہوں کو دعوتی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ لوگ اس خط کو نہیں پڑھتے جس پر مہر ثبت نہ ہو۔ اس وقت آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ کرایا تاکہ مہر لگنے کے بعد خط کی حیثیت سرکاری ہو جائے۔ ❷ خطوط پر مہر اس لیے لگائی جاتی ہے کہ حکومتی راز اور سیاسی تدابیر محفوظ رہیں اور ان کا عام چہرہ نہ ہو۔ انگوٹھی پر کوئی عبارت بھی کندہ کی جاسکتی ہے۔ اللہ کا ذکر کندہ کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں، البتہ استیجا کے وقت اسے اتار دینا چاہیے۔ تنگینے میں کسی کی تصویر کندہ کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تصاویر سے منع فرمایا ہے۔ ❸ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی پر شیر کی تصویر کندہ تھی جسے آپ پہنا کرتے تھے<sup>۱</sup> لیکن یہ روایت مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہے اور صحیح احادیث کے خلاف بھی۔<sup>۲</sup>

### (۵۸) بَابُ الْخَاتَمِ فِي الْخَنْصَرِ

باب: ۵۸- انگوٹھی چھنگلیا میں پہننا

[5874] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی اور فرمایا: ”ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی ہے اور اس پر نقش کندہ کرایا ہے اس بنا پر کوئی شخص انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کی چھنگلیا میں اس (انگوٹھی) کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

۵۸۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا، قَالَ: «إِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا فَلَا يَنْقُشُ عَلَيْهِ أَحَدٌ»، قَالَ: فَإِنِّي لَأَرَى بَرِيقَهُ فِي خَنْصَرِهِ. [راجع: ۶۵]

**فوائد و مسائل:** ❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے شہادت والی اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔<sup>۳</sup> اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی اور شہادت والی انگلی میں انگوٹھی نہیں پہننی چاہیے بلکہ چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی میں انگوٹھی پہنی جائے۔ ان انگلیوں میں انگوٹھی پہننے میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہاتھ کے ایک طرف ہوتی ہیں اور کوئی چیز پکڑتے وقت یہ انگلیاں بہت کم استعمال ہوتی ہیں، اس طرح انگوٹھی کی توہین نہیں ہوتی۔ ❷ مستحب یہ ہے کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے<sup>۴</sup> اگرچہ بائیں ہاتھ میں بھی پہنی جا

۱ المصنف لعبد الرزاق: 10/394، رقم: 19469. 2 فتح الباری: 10/398. 3 صحيح مسلم، اللباس والزينة، حديث:

5490 (2078). 4 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4226.

سکتی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۵۲) بَابُ اتِّخَاذِ الْخَاتَمِ لِيُخْتَمَ بِهِ الشَّيْءُ  
أَوْ لِيُكْتَبَ بِهِ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ

باب: 52- کسی چیز یا اہل کتاب وغیرہ کی طرف لکھے جانے والے خطوط پر مہر لگانے کے لیے انگوٹھی بنانا

۵۸۷۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَنْ يَقْرَأُوا كِتَابَكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُومًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَنَفْسُهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَكَأَنَّمَا أَنْظَرُوا إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ. [راجع: ۶۵]

[5875] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب نبی ﷺ نے شاہ روم کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کی گئی: وہ لوگ آپ کا خط ہرگز نہیں پڑھیں گے جب تک اس پر مہر ثبت نہ ہو، اس لیے آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا، گویا میں اب بھی آپ کے ہاتھ میں اس کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

☀ فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی صرف زینت کے لیے نہیں بلکہ وہ مہر کے طور پر بھی استعمال ہوتی تھی، اس لیے جن حضرات کو مہر کی ضرورت ہو وہ اپنی انگوٹھی پر اپنا یا اپنے ادارے کا نام کندہ کرا سکتے ہیں، اور جنھیں اس کی ضرورت نہ ہو وہ سادہ انگوٹھی استعمال کریں۔ احادیث میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انگوٹھی پہننا منقول ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵۳) بَابُ مَنْ جَعَلَ فَصًّا الْخَاتَمِ فِي بَطْنِ كَفِّهِ

باب: 53- جس نے انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی اٹھریل کی طرف کیا

۵۸۷۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اضْطَمَعَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ إِذَا لَبَسَهُ، فَاضْطَمَعَ النَّاسُ خَوَاتِمَهُمْ مِنْ ذَهَبٍ، فَرَفِيَ الْمُنْبَرِّ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، فَقَالَ: «إِنِّي كُنْتُ اضْطَمَعْتُهُ وَإِنِّي لَا أَلْبَسُهُ» فَنَبَذَهُ، فَتَبَذَ النَّاسُ. [راجع: ۵۸۶۵]

[5876] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پہلے ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ نے جس وقت اسے پہنا تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی اندر کی طرف کیا۔ لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ”میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی لیکن میں اب اسے نہیں پہنوں گا۔“ پھر آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

قَالَ جُوَيْرِيَّةُ: وَلَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَالَ: فِي يَدِهِ جویریہ نے کہا: مجھے یاد ہے کہ انھوں نے دائیں ہاتھ میں پہننے کے الفاظ بیان کیے تھے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا گنبد اندر پھیلی کی طرف ہوا کرتا تھا، تاکہ ریاکاری سے محفوظ رہا جاسکے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کیونکہ حضرت حلت بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھنگلیاں پہنتے اور اس کا گنبد باہر کی طرف رکھتے تھے۔ ② اکثر روایات دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق ہیں، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ وہ اپنی انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ ③ ایک حدیث میں یہ صراحت بھی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ بھی بائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ ④ تاہم یہ روایت شاذ ہے۔ صحیح اور محفوظ روایت یہی ہے کہ آپ دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر نعمت کے لیے انگوٹھی پہنی جائے تو دائیں ہاتھ میں اور اگر مہر لگانے کے لیے ہے تو بائیں ہاتھ میں بہتر ہے کیونکہ اسے دائیں ہاتھ سے اتار کر اسی ہاتھ سے مہر لگانا آسان ہوگا۔ ⑤

باب: 54- نبی ﷺ کے ارشاد گرامی: ”کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر آپ کا نقش کندہ نہ کرائے“ کا بیان

(۵۴) بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: لَا يَنْقُشُ عَلَى نَفْسِ خَاتَمِهِ

[5877] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ کرایا اور فرمایا: ”ہم نے یہ انگوٹھی چاندی کی بنوائی ہے اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ کرایا ہے، لہذا کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نقش قطعاً کندہ نہ کرائے۔

۵۸۷۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَنَقَشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، وَقَالَ: «إِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَنَقَشْتُ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَلَا يَنْقُشَنَّ أَحَدٌ عَلَى نَفْسِهِ». [راجع: ۶۵]

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے نقش ”محمد رسول اللہ“ کی حیثیت چونکہ سرکاری تھی، اس لیے اس جیسے نقش کی انگوٹھی بنوانے سے روک دیا گیا اور اس نقش کی سرکاری حیثیت کی وجہ ہی سے بعد میں اسے خلفائے ثلاثہ بھی استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جب وہ انگوٹھی گم ہوگئی تو انھوں نے اسی نقش والی انگوٹھی دوبارہ بنوائی، اس بنا پر ہمارا رجحان یہ ہے کہ حاکم وقت، قاضی، مفتی یا دوسرے صاحب اختیار افسران بالا کی مہر کی نقل تیار کرنا منع ہے کیونکہ اس سے جعل سازی اور فریب کاری کا

1 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4229. 2 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4228. 3 سنن أبي داود، الخاتم، حديث: 4227. 4 فتح الباري: 402/10.



دروازہ کھلتا ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے نقش کی مثل نقش کندہ کرانے کی ممانعت آپ کی حیات طیبہ سے خاص تھی۔ آپ ﷺ کے بعد یہ نقش کندہ کرانا جائز ہے، چنانچہ تینوں خلفائے راشدین اسی انگوٹھی کو استعمال کرتے تھے، البتہ اپنا نام یا اللہ کا ذکر کندہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے متعدد روایات نقل کی ہیں جن میں اپنے نام یا اللہ کا ذکر کندہ کرانے کا ذکر ہے۔ ①

(۵۵) بَابُ: هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الْخَاتَمِ  
ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ؟

باب: 55- کیا انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں کندہ  
کرایا جائے؟

[5878] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو انھوں نے مجھے زکاة کے مسائل لکھوائے اور انگوٹھی کا نقش تین سطروں پر مشتمل تھا: ایک سطر میں ”محمد“ دوسری سطر میں ”رسول“ تیسری سطر میں لفظ ”اللہ“ تھا۔

۵۸۷۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ كَتَبَ لَهُ، وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللَّهُ سَطْرٌ. [راجع: ۱۴۴۸]

[5879] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی وفات تک آپ کے ہاتھ میں رہی۔ آپ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ ایک روز اریس کے کنویں پر بیٹھے، آپ نے انگوٹھی اتاری اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے تو وہ کنویں میں گر گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم تین دن تک اسے ڈھونڈتے رہے، کنویں کا سارا پانی کھینچ ڈالا لیکن وہ انگوٹھی دستیاب نہ ہوئی۔

۵۸۷۹ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَزَادَنِي أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ فِي يَدِهِ، وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَفِي يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ جَلَسَ عَلَى بئرِ أَرِيسَ، قَالَ: فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ فَجَعَلَ يَغْتَبِثُ بِهِ، فَسَقَطَ، قَالَ: فَاخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ فَنَزَحُ الْبئرَ فَلَمْ نَجِدْهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش ”محمد رسول اللہ“ تین سطروں پر مشتمل تھا اور ان کی کتابت نیچے سے اوپر کو تھی۔ لفظ اللہ تینوں سطروں سے اوپر لفظ محمد سب سے نیچے اور رسول کا لفظ درمیان میں تھا۔ اس کی

ملے ہیں ان پر اسی انداز کی مہر لگی ہوئی ہے۔  
تک یہ انگوٹھی رہی، ساتویں سال یہ ہر  
تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امور سلطنت میں  
کو بار بار اتارتے اور پہنتے، اسی دوران  
کرنے کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔  
مبارک کی ترتیب نیچے سے اوپر کی  
اس کے خلاف ہے۔ اس میں ہے کہ محمد پہلی  
سطر، رسول دوسری سطر اور لفظ اللہ تیسری سطر تھی اور انھیں الٹا لکھا گیا تھا تاکہ مہر لگاتے وقت سیدھے الفاظ ظاہر ہوں۔<sup>(۱)</sup>



صورت یہ تھی: رسول اللہ ﷺ کے جو خطوط مبارک  
(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چھ سال  
ارہیں میں گئی۔ یہ کنواں مسجد قباء کے پاس  
غور و فکر کرتے ہوئے ایسے کھو گئے کہ انگوٹھی  
میں وہ کنویں میں گر گئی، پھر بہت تلاش  
(۳) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نقش  
صراحت مجھے نہیں مل سکی بلکہ اساعلیٰ کی روایت  
سطر، رسول دوسری سطر اور لفظ اللہ تیسری سطر تھی اور انھیں الٹا لکھا گیا تھا تاکہ مہر لگاتے وقت سیدھے الفاظ ظاہر ہوں۔

### باب: 56- عورتوں کے لیے انگوٹھی کا بیان

### (۵۶) بَابُ الْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سونے کی  
انگوٹھیاں تھیں۔

وَكَانَ عَلَى عَائِشَةَ خَوَاتِيمُ الذَّهَبِ.

وضاحت: انگوٹھی ان زیورات میں سے ہے جسے عورتوں کو پہننے کی اجازت ہے اگرچہ وہ سونے کی ہو لیکن مرد حضرات سونے  
کی انگوٹھی نہیں پہن سکتے۔ حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سونے کی انگوٹھیاں پہنتے دیکھا ہے۔<sup>(۲)</sup>

[5880] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں  
نے کہا کہ میں عید کے موقع پر نبی ﷺ کے ہمراہ تھا، آپ  
نے خطبے سے پہلے نماز پڑھائی۔

۵۸۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ  
جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ،  
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: شَهِدْتُ الْعِيدَ  
مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ عورتوں کے  
پاس تشریف لے گئے۔ (آپ نے انھیں صدقہ کرنے کی  
ترغیب دلائی) تو انھوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں  
انگوٹھیاں اور چھلے ڈالنا شروع کر دیے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَرَأَى ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ  
جُرَيْجٍ: فَأَتَى النِّسَاءَ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَحَ  
وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. [راجع: ۹۸]

فوائد و مسائل: (۱) عربی زبان میں فتنخ وہ انگوٹھیاں ہیں جو عورتیں پاؤں کی انگلیوں میں پہنا کرتی تھیں۔ بعض اہل لغت

نے کہا ہے کہ تکلیف کے بغیر انگوٹھی کو فتخ اور تکلیف والی کو خاتم کہا جاتا ہے۔<sup>(۱)</sup> اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں انگوٹھیاں اور چھلے پہنا کرتی تھیں۔

### (۵۷) بَابُ الْقَلَائِدِ وَالسَّخَابِ لِلنِّسَاءِ

باب: 57- عورتوں کے لیے سادہ اور خوشبودار ہار  
پہننے کا بیان

يَعْنِي قِلَادَةً، مِنْ طَيِّبٍ وَسُكَّ.

سخاب سے مراد خوشبودار مشک سے تیار شدہ ہار ہیں۔

وضاحت: قلابہ وہ ہار جس میں موتی اور جواہر ہوتے ہیں جبکہ سخاب میں موتی وغیرہ نہیں ہوتے بلکہ وہ خوشبودار وغیرہ سے تیار کیے جاتے ہیں جنہیں پچیاں اور بچے پہنتے ہیں۔ پھولوں اور کلیوں کے ہار بھی اسی میں شامل ہیں۔

۵۸۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَفَةَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَصَدَّقُ بِخُرْصِهَا وَسِخَابِهَا. [راجع: ۹۸]

[5881] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ عید کے دن باہر تشریف لے گئے اور دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ نے نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی نوافل نہیں پڑھے۔ پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس تشریف لے گئے، انھیں صدقہ کرنے کا شوق دلایا تو انھوں نے اپنی بالیاں اور خوشبودار ہار صدقہ کرنا شروع کیے۔

فوائد ومسائل: (۱) ایک روایت میں ہے کہ عورتوں نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر دینا شروع کر دیں۔<sup>(۲)</sup> ایک دوسری روایت میں لکن صدقہ کرنے کا بھی بیان ہے۔<sup>(۳)</sup> ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عید الفطر کا ہے۔<sup>(۴)</sup> اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں عورتیں بھی عید گاہ جاتی تھیں اور نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ عورتیں سونے کے ہار اور خوشبودار پھولوں اور کلیوں کے ہار استعمال کر سکتی ہیں، کیونکہ یہ زیہنت کے لیے ہوتے ہیں اور عورتوں کو زیہنت کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۵۸) بَابُ اسْتِعَارَةِ الْقَلَائِدِ

باب: 58- ہار مستعار (ادھار) لینا

(۱) فتح الباری: 408/10، 2. صحیح البخاری، العلم، حدیث: 98، 3. صحیح البخاری، الزکاة، حدیث: 1431.

(۴) صحیح البخاری، التفسیر، حدیث: 4895.

۵۸۸۲ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: هَلَكْتُ فَلَادَةُ لِأَسْمَاءَ، فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَلَبِهَا رَجُلًا فَحَضَرَتِ الصَّلَاةَ وَلَكِسُوا عَلَى وُضوءٍ، وَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَصَلُّوا، وَهُمْ عَلَى غَيْرِ وُضوءٍ، فَذَكَّرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التِّيمَمِ.

[راجع: ۳۳۴]

[5882] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہارگم ہو گیا تو نبی ﷺ نے اس کی تلاش میں چند صحابہ کرام کو روانہ کیا۔ اس دوران میں نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگ با وضو نہ تھے اور وہاں پانی بھی دستیاب نہ تھا، اس لیے انھوں نے وضو کے بغیر ہی نماز پڑھ لی۔ جب انھوں نے نبی ﷺ سے اس (واقعے) کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

ابن نمیر نے اس حدیث میں ان الفاظ کو بھی ذکر کیا ہے کہ وہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مستعار لیا تھا۔

زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ.

🌞 نوآند و مسائل: (۱) حسن اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے دو دفعہ ہار ادھار لیا اور دوران سفر میں وہ دو مرتبہ گم ہوا، پھر وہ ہر مرتبہ اونٹ کے نیچے سے ملا: ایک دفعہ جب غزوہ مریسج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گئیں اور دوسری دفعہ اس کے بعد کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔ (۱) ایک روایت میں وضاحت ہے کہ وہ ہار جزع الظفار کا تھا۔ (۲) جزع سے مراد یمنی گھونگے ہیں جو اظفار نامی شہر میں خصوصی طور پر ہاروں کے لیے تیار کیے جاتے تھے۔ (۳) معلوم ہوا کہ اظفار زینت کے لیے ضروری نہیں کہ زیورات وغیرہ ذاتی ہوں بلکہ کسی سے ادھار لے کر بھی پہنے جاسکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

#### (۵۹) بَابُ الْقُرْطِ لِلنِّسَاءِ

#### باب: 59- عورتوں کے لیے بالیاں پہننے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَرَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْنَهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ.

🌟 وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو متصل سند سے بیان کیا ہے۔ (۴) قرط، سونے یا چاندی کی بالیوں کو کہا جاتا

ہے جو عورتیں اپنے کانوں میں پہنتی ہیں، خواہ وہ خالص سونے، چاندی کی ہوں یا ان میں موتیوں کا جڑاؤ کیا ہوا ہو۔<sup>۱</sup>

۵۸۸۳ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْعِيدِ رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَلْقِي قُرْطُهَا. [راجع: ۹۸]

[5883] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عید کے روز دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ نے ان سے پہلے یا بعد کوئی نفل نماز ادا نہیں کی۔ پھر آپ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں (عورتوں کو) صدقہ کرنے کا حکم دیا تو وہ اپنی بالیاں بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈالنے لگیں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے موقع پر عیدتوں کے مجمع کی طرف گئے اور انھیں سورۃ السمتہ کی آیت: 12 پڑھ کر سنائی، پھر آپ نے فرمایا: ”تم اس عہد و پیمان پر قائم ہو؟“ ایک عورت نے تمام کی طرف سے نمازنگی کرتے ہوئے کہا: اللہ کے رسول! ہاں، ہم اس پر قائم ہیں۔ پھر آپ نے انھیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔<sup>۲</sup> ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں بالیاں اور کانے وغیرہ کانوں میں پہن سکتی ہیں۔ اس حدیث سے بعض اہل علم نے عورتوں کے کانوں میں زیورات پہننے کے لیے سوراخ کرنا بھی ثابت کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے محل نظر قرار دیا ہے۔<sup>۳</sup>

### (۶۰) بَابُ السَّخَابِ لِلصَّبَّانِ

### باب: 60 - بچوں کے لیے ہاروں کا بیان

🌟 وضاحت: ”سخاب“ وہ ہار ہیں جو موگوں اور موتیوں سے تیار کیے جائیں۔ تیاری کے وقت ان میں خوشبو استعمال کی جاتی تھی، اس وجہ سے وہ پہنتے وقت مہکتے رہتے تھے۔ اس میں پھولوں اور کلیوں کے ہار بھی شامل ہیں، وہ بھی بچوں کو پہنائے جا سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۸۸۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ ابْنُ عَمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سُوْقٍ مِنْ أَسْوَاقِ الْمَدِينَةِ، فَانْصَرَفَ فَانْصَرَفْتُ فَقَالَ: «أَيْنَ لُكْعُ؟» - ثَلَاثًا - «ادْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ»، فَقَامَ

[5884] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک بازار میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ واپس آئے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس آیا۔ آپ نے فرمایا: ”بچہ کہاں ہے.....؟“ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا..... حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ“ چنانچہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، چل کر (آپ کی طرف) آ رہے تھے جبکہ ان کے گلے میں ایک خوشبودار (لوگن وغیرہ



کا ہار تھا۔ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ پھیلائے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح ہاتھ پھیلائے۔ آپ نے انہیں گلے لگا کر فرمایا: ”اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کوئی شخص بھی مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ پیارا نہیں تھا۔

الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَمْشِي، وَفِي عُنُقِهِ السَّخَابُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ هَكَذَا، فَقَالَ الْحَسَنُ بِيَدِهِ هَكَذَا، فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأُحِبُّهُ وَأُحِبُّ مَنْ يُحِبُّهُ».

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَعْدَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا قَالَ. [راجع: ۲۱۲۲]

🌞 فوائد و مسائل: ❶ واقعی آل رسول سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔ ”اے اللہ! ہمارے دل میں اللہ اور آل رسول کی محبت پیدا فرما۔“ اس حدیث میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گلے میں خوشبودار ہار تھا، اس لیے بچوں کے گلے میں اس طرح کے خوشبودار ہار ڈالے جاسکتے ہیں، خواہ وہ پھولوں کے ہوں یا خوشبودار موتیوں کے ہوں۔ ❷ عرب کے ہاں لوگ کے ہار بھی بچوں کو پہنانے کا رواج تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن چڑھے بنو قریظہ کے بازار گئے وہاں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: ”بچہ کدھر ہے؟“ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نہلایا اور خوشبودار ہار پہنایا تو وہ دوڑ کر آئے اور رسول اللہ ﷺ سے بغل گیر ہو گئے۔

### (۶۱) بَابُ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ

۵۸۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.

تَابِعُهُ عَمْرُو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ. [انظر: ۵۸۸۶]

### باب: 61- عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرنے والے مرد اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں

[5885] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی چال ڈھال اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

غندر کی عمرو نے متابعت کی ہے اور کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی ہے۔

🌞 فائدہ: مردوں کی عورتوں سے مشابہت لباس و زینت اور چال ڈھال میں ہوتی ہے، یعنی عورتوں جیسے زیورات اور ان کا

لباس پہننا یا چال چلن میں عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا۔ وہ عورتیں جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں وہ اس لعنت زدگی میں شامل ہیں، لباس کی ہیئت ہر علاقے کی عادت کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہی ہے۔ بعض علاقوں میں عورتوں کی ہیئت مردوں سے مختلف نہیں ہوتی لیکن ستر و حجاب سے ان میں امتیاز ہو جاتا ہے لیکن آج فیشن کے دور میں یہ بیماری عام ہے۔ جدید تعلیم یافتہ لڑکے کانوں میں بالیاں اور لڑکیاں اپنے سر پر ٹوپیاں رکھے ہوئے نظر آتی ہیں۔ اسلامی شریعت میں ان تکلفات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

### (۶۲) بَابُ إِخْرَاجِ الْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الْبُيُوتِ

باب: 62- عورتوں سے مشابہت کرنے والے زنانوں کو گھروں سے نکالنے کا بیان

[5886] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے منٹ مردوں پر اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی چال ڈھال اختیار کرتی ہیں، نیز آپ نے فرمایا: ”انھیں اپنے گھروں سے نکال دو۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فلاں کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں منٹ (بہجڑے) کو نکالا تھا۔

۵۸۸۶ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ: «أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ»، قَالَ: فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَانًا، وَأَخْرَجَ عُمَرُ فَلَانَةً.

🌞 فوائد و مسائل: ① منٹ وہ ہوتا ہے جو گفتار و کردار میں عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرے۔ اگر یہ پیدا اُشی ہو تو قابلِ مذمت نہیں، البتہ تکلیف سے عورتوں کی عادات اختیار کرنا باعثِ ملامت ہے۔ ایسے مردوں کو گھروں سے نکالنے کا حکم ہے تاکہ معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے انجھ کو باہر نکال دیا تھا جو اپنی خوش الحانی سے حدی خوانی کرتا اور عورتوں کے اونٹوں کو چلایا کرتا تھا۔ ② حضرت ابو ذؤبیہ جو مدینہ طیبہ کے خوبصورت انسان تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینے سے نکال دیا تھا۔ اسی طرح نصر بن حجاج کے متعلق بعض مجاہدین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ وہ عورتوں کے ساتھ بیچ کی طرف جاتا ہے اور ان سے مٹھنگھڑتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی مدینے سے نکال دیا تھا۔ ③ بہر حال جو چیزیں معاشرے میں خرابی اور بگاڑ کا باعث ہوں انھیں ختم کرنا حکومت کی اہم ذمہ داری ہے۔

[5887] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف رکھتے تھے اور گھر میں ایک منٹ بھی تھا۔ اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی

۵۸۸۷ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ

عبداللہ ﷺ سے کہا: اے عبداللہ! اگر کل تھیں طائف پر فتح حاصل ہو جائے تو میں تجھے غیلان کی بیٹی بتاؤں گا جب وہ سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکن اور جب جاتی ہے تو آٹھ شکن معلوم ہوتے ہیں۔ (یہ سن کر) نبی ﷺ نے فرمایا: ”اب یہ شخص تمہارے پاس نہ آیا کرے۔“

أُمِّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُحَنَّتٌ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، إِنْ فَتِحَ لَكُمْ غَدَا الطَّائِفُ، فَلْيَنْبِ أَدْلُكَ عَلَى بِنْتِ غِيلَانَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُذِيرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَدْخُلَنَّ هَؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ».

ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: سامنے سے چار شکن اور پیچھے سے آٹھ شکن پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ سامنے آتی ہے تو چار شکن دکھائی دیتے ہیں اور جب پیچھے سے جاتی ہے تو آٹھ شکن دکھائی دیتے ہیں کیونکہ چار شکنوں کے دونوں کنارے دونوں پہلوؤں کو گھیرے ہوئے ہیں حتیٰ کہ وہ مل جاتے ہیں، نیز حدیث میں ثمان ہے ثمانیہ نہیں کیونکہ مراد آٹھ اطراف ہیں اور اطراف کا واحد طرف مذکر ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُذِيرُ، يَعْنِي أَرْبَعَ عُنَنِ بَطْنِهَا، فَهِيَ تُقْبِلُ بِهِنَّ. وَقَوْلُهُ: وَتُذِيرُ بِثَمَانٍ، يَعْنِي أَطْرَافَ هَذِهِ الْعُنَنِ الْأَرْبَعِ لِأَنَّهَا مُحِيطَةٌ بِالْجَنْبَيْنِ حَتَّى لَعَحَّتْ، وَإِنَّمَا قَالَ: بِثَمَانٍ، وَلَمْ يَقُلْ: بِثَمَانِيَّةٍ، وَوَاحِدُ الْأَطْرَافِ وَهُوَ ذَكَرُ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ: بِثَمَانِيَّةٍ أَطْرَافٍ. [راجع: 4324]

🌞 فوائد و مسائل: ① عورت کے پیٹ پر سامنے کی جانب سے چار شکن اور جب پیٹھ پھیرے تو پہلوؤں کی جانب سے یہی چار شکن آٹھ بن جاتے ہیں۔ عربوں کے ہاں عورت کا اس انداز سے موٹے جسم والا ہونا خوبصورتی کی علامت تھی۔ ② اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فسادِ مزاج کے افراد کو گھروں سے نکال دینا چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جس سے بھی لوگوں کو تکلیف ہو یا معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو اسے وہاں سے نکال دینا شروع ہے یہاں تک کہ وہ باز آجائے۔ ③ معاشرتی بگاڑ کا باعث چیزوں کو بھی گھر سے باہر نکال بھیجنا چاہیے۔ دورِ حاضر میں ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ڈش، کیبل اور عریاں تصاویر پر مشتمل اخبارات و جرائد اسی ضمن میں آتے ہیں۔ کیمرے والے موبائل بھی معاشرے میں فساد پیدا کرتے ہیں، چنانچہ ان چیزوں کے برے اثرات ہمارے گھروں میں کھلی آنکھ سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

باب: 63- موچیں کتر وانا

(۶۳) بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس قدر اپنی موچیں کترواتے تھے

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُخْفِي شَارِبَهُ حَتَّى يُنْظَرَ إِلَى

بَيَاضِ الْجِلْدِ، وَيَأْخُذُ هَذَيْنِ، يَعْنِي بَيْنَ كَ جلد کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔ مونچھ اور ڈاڑھی کے الشَّارِبِ وَاللَّحْيَةِ۔ درمیان جو بال ہوتے وہ انھیں بھی کترواتے تھے۔

وضاحت: مونچھیں کتروانا انسان کی زینت اور اس کے وقار میں اضافے کا باعث ہے۔ اس کے برعکس، مونچھیں بڑھانا فطرتی حسن کے خلاف اور بد صورتی کا موجب ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس امر کو کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے۔

۵۸۸۸ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ نَافِعٍ: قَالَ أَصْحَابُنَا: عَنِ الْمَكِّيِّ، عَنِ ابْنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مِنْ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ».

[5888] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”مونچھیں کتروانا پیدائشی سنت ہے۔“

[انظر: ۵۸۹۰]

۵۸۸۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَايَةً: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ - أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ -: الْخِتَانُ، وَالْإِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ».

[5889] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ آپ ﷺ سے بیان کرتے ہیں: ”فطری امور پانچ ہیں یا فرمایا کہ پانچ باتیں فطرت سے ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال مونڈنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھیں کتروانا۔“

[انظر: ۵۸۹۱، ۶۲۹۷]

فوائد ومسائل: ① امور فطرت سے مراد وہ کام ہیں جن کا بجالانا اس قدر اہم ہے گویا وہ پیدائشی ہیں، نیز جن اعمال کو تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا ہو جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، یہ امور اسلامی شعار ہیں جن کا بجالانا ضروری ہے۔ بعض احادیث میں ان کی تعداد دس بیان ہوئی ہے جو درج ذیل ہیں: مونچھیں کتروانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، جوڑوں کا دھونا، بغلوں کے بال نوچنا، زیر ناف صفائی کرنا، استنجا کرنا اور کلی کرنا۔<sup>۱</sup> ان امور فطرت کی بجا آوری میں چالیس دن سے زیادہ وقت نہیں ہونا چاہیے۔<sup>۲</sup> ② مونچھوں کے بالوں کا وہ حصہ جو ہونٹوں کے اوپر ہوتا ہے انھیں شوارب اور اطراف کو اسبال کہتے ہیں، انھیں اس قدر کم کیا جائے کہ ہونٹوں کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن العربی سے مونچھوں کے بال پست کرنے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ اگر بال بڑھے ہوئے ہوں تو ناک سے بہنے والا لیس دار پانی انھیں اس قدر خراب کر دیتا ہے کہ دھونے سے صاف نہیں ہوتے۔ اس سے انسان کا فطرتی حسن مجرد ہوتا ہے اور اس کے وقار و احترام کے بھی منافی ہے۔ اس لیے شریعت نے انھیں پست کرنے کا حکم دیا ہے۔<sup>۳</sup>

## (۶۴) بَابُ تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ

## باب: 64- ناخن کاٹنا

۵۸۹۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «مِنْ الْفِطْرَةِ: حَلْقُ الْعَانَةِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ».

[راجع: ۵۸۸۸]

۵۸۹۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ: الْخِتَانُ، وَالْإِسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَتَنْفُ الْآبَاطِ». [راجع: ۵۸۸۹]

[5890] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں کترانا پیدائشی سنتیں ہیں۔“

[5891] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”پانچ چیزیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بالوں کی صفائی کرنا، مونچھیں پست کرنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھیڑنا پیدائشی سنتیں ہیں۔“

❦ فوائد و مسائل: ① ناخن کاٹنے وقت دائیں ہاتھ سے آغاز کیا جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں جانب کو پسند کرتے تھے۔ شہادت کی انگلی سے ناخن کاٹنے کی ابتداء کی جائے کیونکہ یہ انگلی تمام دیگر انگلیوں سے بہتر ہے کیونکہ تشہد میں اس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے کسی خاص دن کی تعیین ثابت نہیں ہے، البتہ جمعہ کے دن صفائی میں مبالغہ مطلوب ہوتا ہے، اس لیے جمعہ کا دن ناخن کاٹنے کے لیے مناسب ہے لیکن اپنی ضرورت کا خیال ضرور رکھا جائے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ناخن کاٹ کر انھیں دفن کر دیا جائے، وہ اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا حوالہ دیتے تھے کہ وہ ناخن کاٹ کر انھیں دفن کر دیتے تھے۔ اس کی یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ اجزائے بنی آدم کو دفن کرنے کا حکم ہے، پھر یہ بھی ہے کہ جادوگر سفلی عمل کے لیے بالوں اور ناخنوں کو استعمال نہ کر سکیں۔ واللہ اعلم۔<sup>۱</sup>

[5892] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم مشرکین کی

۵۸۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ



نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَخَالَفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَوَقُّرُوا اللَّحَى، وَأَخْفُوا الشَّوَارِبَ».

مخالفت کرتے ہوئے ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراد۔

وَكَانَ ابْنُ عُمرَ إِذَا حَجَّ أَوْ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ. [انظر: ٥٨٩٣]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑتے، پھر جو زائد بال ہوتے انھیں کتر دیتے۔

❦ فوائد و مسائل: ① اس حدیث کا عنوان سے کیا تعلق ہے؟ تا حال کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس عنوان کی پہلی اور تیسری حدیث ایک ہی ہے۔ کسی راوی نے اسے مختصر بیان کیا ہے جیسا کہ پہلی حدیث ہے اور کچھ راویوں نے اسے تفصیل سے بیان کر دیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے متعلق کوئی معقول توجیہ ذکر نہیں کی۔ علامہ عینی نے تو واضح طور پر لکھا ہے کہ اس حدیث کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں بلکہ اس کا محل عنوان سابق ہے۔<sup>۱</sup> واللہ اعلم۔ ② کچھ حضرات سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس عمل کا سہارا لے کر ڈاڑھی کی کانٹ چھانٹ کو جائز خیال کرتے ہیں، لیکن ان کا یہ عمل سنت نبوی کے خلاف ہے، پھر ان کا یہ عمل صرف حج یا عمرے کے موقع پر تھا تا کہ وہ حلق اور قصر کو جمع کر کے دونوں فضیلتیں جمع کریں۔ وہ عام حالات میں اسے معمول نہیں بناتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ڈاڑھی بڑھانے کی حدیث کے راوی بھی ہیں، محدثین کا یہ اصول ہے کہ جب کسی راوی کا عمل اس کی بیان کی ہوئی روایت کے خلاف ہو تو راوی کے عمل کے بجائے اس کی بیان کی ہوئی روایت کا اعتبار ہوتا ہے۔ کتب حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اس کی مزید وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔

باب: 65 - ڈاڑھی بڑھانا

(٦٥) بَابُ إِغْفَاءِ اللَّحَى

﴿عَفَّوْا﴾ [الأعراف: ٩٥]: كَثُرُوا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ.

”عَفَّوْا“ کے معنی ہیں: وہ خود بھی زیادہ ہو گئے اور ان کا مال بھی بکثرت ہوا۔

❦ وضاحت: اعفاء کے معنی زیادہ ہونا ہیں۔ اس میں سبب کو مسبب کی جگہ پر رکھا گیا ہے کیونکہ اس کے لغوی معنی ترک کے ہیں۔ جب ڈاڑھی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی تو وہ زیادہ ہوگی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ڈاڑھی کے زیادہ ہونے کی مناسبت سے آیت کریمہ میں آنے والے ایک لفظ کی لغوی تفسیر کی ہے۔ بہر حال إغفاء اللحية سے مراد ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ہے تا کہ وہ زیادہ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

٥٨٩٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ: [5893] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَنْهَكُوا السَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللَّحَى».

نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مونچھیں پست کراؤ اور ڈاڑھی خوب بڑھاؤ۔“

[راجع: ۵۸۹۲]

**فوائد و مسائل:** ① ڈاڑھی بڑھانے کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں، مثلاً: وَقَرُّوا، أَوْفَرُوا، أَوْفَرُوا، أَرْجَتُوا اور أَوْفَرُوا۔ ان کے متعلق امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان تمام الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں کہ ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔<sup>۱</sup> ڈاڑھی شعائر اسلام سے ہے جس سے ایک مسلمان کی شناخت اور پہچان ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف طریقوں سے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، مثلاً: ② رسول اللہ ﷺ نے اس کے بڑھانے کے متعلق حکم دیا ہے آپ کا حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے الا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ پایا جائے۔ ③ اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین و مجوس سے ہم نوائی قرار دیا ہے اور ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے: \* مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کراؤ۔<sup>۲</sup> \* یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو، اپنی ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں چھوٹی کرو۔<sup>۳</sup> \* مجوسی لوگوں کی مخالفت کرو، ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اور مونچھیں پست کراؤ۔<sup>۴</sup> \* شیطان کا ایک حربہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خلقتِ الہیہ میں تبدیلی پر آمادہ کرتا ہے۔<sup>۵</sup> ڈاڑھی سے چھیڑ چھاڑ کرنا تخلیقِ الہی میں تبدیلی کرنا ہے جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ \* ڈاڑھی کا بڑھانا امور فطرت سے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔<sup>۶</sup> اس حدیث کا تقاضا ہے کہ اسے فطرت پر رہنے دیا جائے، اس میں کانٹ چھانٹ کر کے غیر فطری عمل نہ کیا جائے۔ ② رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا جبکہ ڈاڑھی منڈوانے سے عورتوں کی مشابہت ہوتی ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ ہے کہ اسے اپنی حالت پر رہنے دیا جائے۔ ③ ڈاڑھی منڈوانا ایک برا کام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو ایرانی باشندوں کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا جنہوں نے ڈاڑھی منڈوا رکھی تھی۔ ④ ڈاڑھی رکھنا صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی سنت نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ ان حضرات کے جتنے بھی پیروکار ہیں ان میں سے کوئی بھی ڈاڑھی منڈوانے والا نہیں۔ ⑤ گناہ کرتے وقت ہر انسان اپنے اندر ایک اذیت محسوس کرتا ہے لیکن ڈاڑھی کی مخالفت ایسا جرم ہے کہ اس کے کرنے پر انسان خوش ہوتا ہے اور اسے اپنے لیے باعثِ زینت خیال کرتا ہے، اس سے بڑھ کر اس کی توہین کیا ہو سکتی ہے کہ ڈاڑھی منڈوانے والا ان مقدس بالوں کو گندی نالی میں پھینک دیتا ہے۔ ⑥ مندرجہ بالا امور کے پیش نظر ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ڈاڑھی کے بغیر رہے اور اسے منڈوا کر اپنے دشمن شیطان کو خوش کرے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے کے نبوی حکم سے ایک صورت مستثنیٰ ہے کہ جب عورت کو ڈاڑھی کے بال نکل آئیں تو اسے منڈوانا مستحب ہے، اسی طرح اگر ڈاڑھی بچہ یا مونچھیں اگ آئیں تو انہیں بھی صاف کرا دیا جائے۔<sup>۷</sup>

۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی: 1/129، 2۔ صحیح البخاری، اللباس، حدیث: 5892، 3۔ مسند أحمد: 5/264، 4۔ صحیح

ابن حبان: 1/408، 5۔ النساء: 4/114، 6۔ صحیح مسلم، الطہارۃ، حدیث: 604 (261)، 7۔ فتح الباری: 10/431.

⑦ کچھ اہل علم ڈاڑھی کاٹنے کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ڈاڑھی کے طول و عرض سے زائد بال لے لیتے تھے۔<sup>①</sup> اس کے متعلق حافظ ابن حجر، امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں ایک راوی عمر بن ہارون ہے جسے مطلق طور پر ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔<sup>②</sup> اسی طرح حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ یہ حضرات عام طور پر یا خاص مواقع پر ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی اور رخساروں کے بال کٹوا دیتے تھے، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری حدیث: 5892 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طبقات ابن سعد: 334/4 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مصنف ابن ابی شیبہ: 85/4 میں اس قسم کی روایات موجود ہیں، حالانکہ ان تینوں حضرات سے ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق امر نبوی بھی منقول ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری، حدیث: 5892، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم، الطہارۃ، حدیث: 603 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجمع الزوائد: 169/5 میں روایات آئی ہیں۔ اس بنا پر ہمارے نزدیک قابل عمل ان حضرات کی روایت نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی روایت ہے۔ بہر حال کانٹ چھانٹ کے بغیر پوری ڈاڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنا حلیہ نبی ﷺ کی سنت کے مطابق رکھتے ہیں اور اس فطرتی حسن سے چھیر چھاڑ نہیں کرتے۔ واللہ المستعان۔

#### باب: 66 - بڑھا پے کے متعلق روایات کا بیان

#### (٦٦) بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الشَّيْبِ

[5894] حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے خضاب استعمال کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے موئے مبارک بہت کم سفید ہوئے تھے۔

٥٨٩٤ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ [مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ] قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا: أَخْضَبَ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ إِلَّا قَلِيلًا. (راجع: ٣٥٥٠)

[5895] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے نبی ﷺ کے خضاب لگانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: آپ کو خضاب لگانے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اگر میں چاہتا تو آپ کی ڈاڑھی مبارک کے سفید بال شمار کر سکتا تھا۔

٥٨٩٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضَبُ، لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعِدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ. (راجع: ٣٥٥٠)

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک میں اس قدر سفیدی نہیں تھی کہ اسے باقاعدہ رنگنے کی ضرورت پڑتی۔ چاند لگتی کے بال ضرور سفید ہوئے تھے، جنھیں رنگا بھی گیا تھا یا خوشبو کے استعمال سے وہ سرخ ہو گئے تھے۔ چونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے

آپ کو ڈاڑھی رنگتے نہیں دیکھا، اس لیے انھوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بال نہیں رنگے لیکن سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے خضاب استعمال کیا تھا۔<sup>۱</sup> اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو رنگتے ہوئے دیکھا انھوں نے بیان کیا ہے، چنانچہ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی مہندی سے رنگی ہوئی تھی۔<sup>۲</sup> حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ڈاڑھی کو درس اور زعفران سے زرد کرتے تھے۔<sup>۳</sup> اگر بڑھا پے کی وجہ سے سر یا ڈاڑھی میں سفید بال آجائیں تو انھیں اکھاڑنا نہیں چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔<sup>۴</sup>

۵۸۹۶ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: أُرْسِلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ، وَقَبْضِ إِسْرَائِيلُ ثَلَاثَ أَصَابِعٍ مِنْ قُصَّةٍ فِيهَا شَعْرٌ مِنَ الشَّيِّ خَضَبٌ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مَخْضَبُهُ فَاطْلَعْتُ فِي الْجُلُجُلِ، فَرَأَيْتُ شَعْرَاتٍ حُمْرًا. [انظر: ۵۸۹۷، ۵۸۹۸]

[5896] حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موهب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے گھر والوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کی ایک پیالی دے کر بھیجا..... راوی حدیث اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں بند کر لیں، یعنی وہ پیالی بہت چھوٹی تھی..... اس میں ایک گچھا تھا جس میں نبی ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی بیماری ہوتی تو وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا برتن بھیج دیتا۔ (حضرت عثمان بن موهب کہتے ہیں:) میں نے اس ڈبہ میں جھانکا تو مجھے چند ایک سرخ بال دکھائی دیے۔

۵۸۹۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا سَلَامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ ﷺ مَخْضُوبًا. [راجع: ۵۸۹۶]

[5897] حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موهب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے ہمیں نبی ﷺ کے چند بال نکال کر دکھائے جن پر خضاب لگا ہوا تھا۔

۵۸۹۸ - وَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا نَصِيرُ بْنُ الْأَشْعَثِ عَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَرَتْهُ شَعْرَ النَّبِيِّ ﷺ أَحْمَرَ. [راجع: ۵۸۹۶]

[5898] حضرت ابن موهب سے ایک دوسری روایت ہے، انھوں نے کہا کہ انھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے موئے مبارک دکھایا جو سرخ تھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① اصل واقعہ یوں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک (بال مبارک) تھے جو انھوں نے چاندی کی ڈبہ میں رکھے ہوئے تھے۔ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا یا اسے نظر بد لگ جاتی تو وہ پانی کا برتن

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا، وہ اس میں موئے مبارک ڈال کر برتن کو ہلا دیتیں اور پانی مریض کو پلا دیا جاتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت مند ہو جاتا۔ ② واقعی موئے مبارک حصول برکت کا ذریعہ ہیں، لیکن عقیدہ یہی ہونا چاہیے کہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے حکم سے آتی ہے، اس کے اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے سرخ بال تھے جن پر مہندی اور کتم کا ملا جلا خضاب لگا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ خوشبو لگانے سے وہ سرخ ہو گئے تھے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب بال جسم سے الگ ہو جائیں اور ان پر زیادہ دیر گزر جائے تو خود بخود ان کی سیاہی سرخی میں تبدیل ہو جاتی ہے، ممکن ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ بال تادیر رہنے کی وجہ سے سرخ ہو گئے ہوں۔ ④ آج کل اخبارات میں رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق خبریں شائع ہوتی ہیں، ہمارے رجحان کے مطابق یہ سب نمائشی باتیں ہیں اور سستی شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ موئے مبارک کے متعلق ہمارا ایک تفصیلی فتویٰ فتاویٰ اصحاب الحدیث: 42/1 - 48 میں دیکھا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۶۷) بَابُ الْخِصَابِ

### باب: 67- بالوں کو خضاب لگانا

۵۸۹۹ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَلِيمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ» . [راجع: ۳۴۶۲]

[5899] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو رنگ نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا ضروری ہے، خواہ زندگی بھر میں ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جمہور اہل علم نے اس امر کو استنباط پر محمول کیا ہے، یعنی رنگنا بہتر ہے، لیکن بالوں کو سفید رکھنا بھی جائز ہے، تاہم سیاہ خضاب کسی صورت میں جائز نہیں جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا تو ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ٹھکانہ بوٹی کی طرح سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انھیں کسی رنگ سے بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔“ ② ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آخر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو سیاہ رنگ سے بال رنگیں گے جیسے کبوتروں کے سینے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گے۔“ ③ ان احادیث کی بنا پر سر یا ڈاڑھی کے بالوں کو سیاہ رنگ کرنا حرام ہے۔ مردوں اور عورتوں سب کے لیے ایک ہی حکم ہے۔ مہندی یا کتم سے سرخ کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”سب سے بہتر چیز جس سے یہ سفید بال

① فتح الباری: 10/434. ② صحیح مسلم، اللباس والزینۃ، حدیث: 5508 (2102). ③ سنن النسائي، الزینۃ، حدیث:



رنگے جاتے ہیں، مہندی اور کتم ہے۔ ① کتم ایک خاص پہاڑی بوٹی ہے جو یمن میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ اس کے پتے بطور خضاب استعمال ہوتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہی مائل ہے۔ اسے مہندی میں ملا کر بطور خضاب استعمال کیا جاسکتا ہے۔ آج کل بازار میں مختلف قسم کی ”کریم“ مل جاتی ہے جو خضاب کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بہر حال سیاہ رنگ کے علاوہ کوئی بھی رنگ بالوں کو لگایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۶۸) بَابُ الْجَعْدِ

### باب: 68- بچ دار (مختصر لے) بالوں کا بیان

۵۹۰۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ، وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ، وَلَيْسَ بِالْأَدَمِ، وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ، وَلَا بِالْسَّبِطِ. بَعَثَهُ اللَّهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ، وَتَوَفَّاهُ اللَّهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلَحْيَيْهِ عَشْرُونَ شَعْرَةً بَيْنَضَاءَ.

[راجع: ۳۵۴۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی خوبصورت منظر کشی بڑے دل کش انداز میں بیان کی ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے موئے مبارک خوبصورت اور قدرے خمدار تھے، نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے اور نہ ہی زیادہ بچ دار۔ جب ان میں کنگھی کرتے تو ہلکی ہلکی لہریں بن جاتیں جیسا کہ ریت کے ٹیلے یا تالاب میں ہوا چلنے سے لہریں ابھر آتی ہیں اور جب کچھ دن کنگھی نہ کرتے تو بال آپس میں مل کر انگوٹھی کی طرح حلقوں کی شکل اختیار کر لیتے۔ ② اس حدیث میں آپ ﷺ کے بال مبارک کے متعلق جو اوصاف بیان ہوئے ہیں، ان کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

۵۹۰۱ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ

59011 حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے سرخ جوڑے میں لمبوس نبی ﷺ سے

يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ فِي حُلَّةِ حَمَرَاءَ زِيَادَةَ كَسَى كَوْخُوبَصُورَتِ نَحْنِ دِيكَهَ.  
مِنَ النَّبِيِّ ﷺ.

قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِي عَنْ مَالِكٍ: إِنَّ جُمَّةَ  
لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنَكِيَّةٍ.  
(امام بخاری کہتے ہیں:) میرے کچھ ساتھیوں نے  
مالک بن اسماعیل سے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے بال  
کندھوں کے قریب لہراتے تھے۔

قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ،  
مَا حَدَّثَ بِهِ قَطُّ إِلَّا ضَحِكَ.  
ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت براء رضی اللہ عنہ کو)  
ایک سے زیادہ مرتبہ یہ حدیث بیان کرتے سنا، وہ جب بھی  
یہ حدیث بیان کرتے تو مسکراتے۔

قَالَ شُعْبَةُ: شَعْرُهُ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ. [راجع:  
آپ کے کانوں کی لوٹک تھے۔]  
[۳۵۵۱]

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول  
اللہ ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو سے زیادہ اور کندھوں سے کم تھے، یعنی نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ بالکل چھوٹے بلکہ درمیانے  
درجے کے تھے۔ ② حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال ہلکا سا خم لیے ہوتے تھے، نہ بالکل سیدھے تھے  
ہوئے تھے اور نہ انتہائی پیچ دار۔ ③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے، بعض اوقات  
کندھوں تک پہنچ جاتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ بال بڑھ جاتے تو آپ ﷺ ان کی مینڈھیاں بنا لیتے۔ ④ ⑤ بہر حال  
رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتے رہتے تھے۔ جب زیادہ ہوتے تو کان کی لو سے بھی کچھ آگے  
چلے جاتے تھے۔ واللہ اعلم۔

۵۹۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا  
مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «أَرَانِي اللَّيْلَةَ  
عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ  
رَأَى مِنْ أَذَمِ الرِّجَالِ، لَهُ لِمَةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ  
رَأَى مِنَ اللَّحْمِ قَدْ رَجَلَهَا، فَهِيَ تَقَطُّرُ مَاءً،

[5902] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آج رات میں نے خواب میں  
اپنے آپ کو کعبے کے پاس دیکھا۔ میں نے وہاں ایک  
خوبصورت گندمی رنگ والا آدمی دیکھا۔ تم نے ایسا خوبصورت  
آدمی کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کے بال شانوں تک لمبے  
لمبے تھے۔ وہ اس قدر خوبصورت تھا کہ تم نے ایسا خوبصورت

مُنَكِّمًا عَلَى رَجُلَيْنِ، أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ، يَطُوفُ بِالْبَيْتِ. فَسَأَلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقِيلَ: الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ، وَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعِدٍ، قَطَطٍ، أَغْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّهَا عَيْنَةُ طَافِيَةٍ. فَسَأَلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقِيلَ: الْمَسِيحُ الدَّجَالُ.

[راجع: ۲۴۴۰]

بالوں والا کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ اپنے بالوں میں کنگھی کیے ہوئے تھا اور اس کے سر سے پانی فک رہا تھا۔ وہ دو آدمیوں یا دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون بزرگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ بزرگ مسیح ابن مریم ہیں۔ اس دوران میں اچانک میں نے ایک اور آدمی دیکھا جو الجھے ہوئے بچ دار والوں والا تھا۔ وہ دائیں آنکھ سے کانٹا تھا، گویا وہ آنکھ انکور کا دانہ ہے جو ابھرا ہوا ہو۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ﴿۱﴾ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کندھوں کے برابر لمبے لمبے تھے اور مسیح دجال کے بالوں کا ذکر ہے کہ وہ الجھے ہوئے سخت گھنگریالے بالوں والا تھا۔ عنوان سے یہی مطابقت ہے۔ ﴿۲﴾ اس حدیث سے یہ استدلال غلط ہے کہ مسیح دجال حرم مکہ میں داخل ہو سکے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا اسے خواب میں دیکھنا کہ وہ مکہ میں تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حقیقت کے طور پر مکہ میں داخل ہوگا۔ بہر حال دجال اپنے ظہور ہونے کے وقت مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔<sup>۱</sup>

۵۹۰۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا جِبَّانٌ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرَهُ مَنَكِبَيْهِ. [انظر: 5903] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے موئے مبارک آپ کے کندھوں پر لہراتے تھے۔

[۵۹۰۴]

۵۹۰۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ: كَانَ يَضْرِبُ شَعْرَ النَّبِيِّ ﷺ مَنَكِبَيْهِ. [راجع: ۵۹۰۳]

۵۹۰۵ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنِ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: 5905] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے

بالوں کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بال قدرے خمیدہ تھے، نہ الجھے ہوئے انتہائی پیچدار اور نہ تنے ہوئے سیدھے کھڑے تھے۔ اور وہ دونوں کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا، لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الْجَعْدِ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَغَاتِقِهِ. [انظر: ۵۹۰۶]

🌞 فوائد و مسائل: ① بالوں کی تین قسمیں ہیں: \* وفرہ: وہ بال جو کانوں کی لوٹک ہوں۔ \* جمہ وہ بال جو کندھوں اور کانوں کے درمیان ہوں۔ \* لمہ: وہ بال جو کندھوں تک پہنچ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی تینوں قسمیں احادیث میں مروی ہیں۔ یہ مختلف اوقات اور مختلف حالات کے اعتبار سے ہے۔ ② دراصل آپ ﷺ کے بال خمیدہ تھے۔ آپ جب کنگھی کرتے تو کندھوں تک یا ان کے قریب پہنچ جاتے اور کچھ وقت گزر جانے کے بعد آپ کے بال خم دار ہو جاتے اور کانوں کی لوٹک پہنچ جاتے۔ جس نے کنگھی کیے ہوئے بال دیکھے اس نے بیان کیا کہ آپ کے موئے مبارک کندھوں تک تھے اور جس نے دوسری حالت کو دیکھا اس نے کانوں کی لوٹک روایت کیا، یعنی ہر راوی نے وہی بتایا جس کا اس نے مشاہدہ کیا۔ واللہ اعلم۔<sup>①</sup>

[5906] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھ گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا، نبی ﷺ کے بال قدرے خمیدہ تھے، نہ تو بہت ٹھنکن دار تھے اور نہ انتہائی سیدھے ہی تھے۔

۵۹۰۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ قَالَ: كَانَ [النَّبِيُّ] ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ، لَمْ أَرْ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَكَانَ شَعْرُ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلًا، لَا جَعْدَ وَلَا سَبِطًا. [راجع: ۵۹۰۵]

[5907] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کی ہتھیلیاں اور قدم مبارک گوشت سے پر تھے۔ میں نے آپ جیسا (خوبصورت) کوئی نہ پہلے دیکھا ہے اور نہ بعد میں۔ آپ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

۵۹۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الثَّعْمَانِ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَارِثٍ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، لَمْ أَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَكَانَ بَسِطَ الْكَفَّيْنِ. [انظر: ۵۹۰۸، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱]

[5908, 5909] حضرت انس بن مالک یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے قدم مبارک پُر گوشت تھے، آپ انتہائی خوب رو تھے کہ آپ جیسا (خوبصورت) میں نے آپ کے بعد کسی کو نہیں دیکھا۔

۵۹۰۸، ۵۹۰۹ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ: حَدَّثَنَا هَمَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - أَوْ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ

الْقَدَمَيْنِ، حَسَنَ الْوَجْهِ، لَمْ أَرْ بَعْدَهُ مِثْلَهُ.

[راجع: ۵۹۰۷]

۵۹۱۰ - وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ،  
عَنْ أَنَسٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ شَنَّ الْقَدَمَيْنِ  
وَالْكُفَّيْنِ. [راجع: ۵۹۰۷]

[5910] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے قدم مبارک اور ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔

۵۹۱۱، ۵۹۱۲ - قَالَ أَبُو هِلَالٍ: أَنْبَأَنَا  
قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ - أَوْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ -: كَانَ  
النَّبِيُّ ﷺ ضَخَمَ الْكُفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، لَمْ أَرْ بَعْدَهُ  
شَيْهًا لَهُ. [راجع: ۵۹۰۷]

[5911, 5912] حضرت انس یا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی ہتھیلیاں اور قدم مبارک گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے آپ جیسا (خوبصورت) کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیاں گوشت سے بھر پور ہونے کے باوجود سخت نہیں تھیں بلکہ انتہائی گداز اور نرم تھیں جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیاں ریشم اور دیبا سے بھی زیادہ نرم تھیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ پر کچھ اہل علم نے اعتراض کیا ہے کہ مذکورہ احادیث کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ان میں آپ ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق کچھ بیان نہیں ہوا لیکن یہ اعتراض مبنی بر حقیقت نہیں کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث کو کسی مسئلے کے ثبوت کے لیے پیش نہیں کیا بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت قتادہ سے ناقلین کا اختلاف بیان کیا جائے اور یہ اختلاف حدیث کی صحت کو متاثر نہیں کرتا، ویسے بھی ان احادیث کے بعض طرق میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں کا ذکر ہے۔ اس عنوان کے تحت رسول اللہ ﷺ کے بالوں کا وصف بیان کرنا اصل مقصود ہے، دیگر مباحث اس مقصد کے تابع ہیں۔ واللہ اعلم۔ ②

۵۹۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ:  
حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ  
مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمَا فَذَكَرُوا الدَّجَالَ فَقَالَ: إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ  
عَيْنَيْهِ كَافِرٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ  
ذَلِكَ، وَلَكِنَّهُ قَالَ: «أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَأَنْظَرُوا إِلَيَّ  
صَاحِبَكُمْ، وَأَمَّا مُوسَى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلَى

[5913] حضرت مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے دجال کا ذکر کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہو گا۔ آپ نے مزید فرمایا: میں نے آپ ﷺ سے یہ نہیں سنا، البتہ آپ نے یہ ضرور فرمایا تھا: ”اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا چاہتے ہو تو اپنے صاحب کو دیکھ لو، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ



جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ  
إِذْ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي. [راجع: ۱۵۵۵]

کے تھے اور ان کے بال چچ دار تھے، سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی مہار کھجور کے بالوں کی تھی، گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ وادی میں تلبیہ کہتے ہوئے اتر رہے ہیں۔

🌞 فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ سیرت و صورت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ جس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا ہو وہ مجھے دیکھ لے۔ ② اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بالوں کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ گھنگریالے بالوں والے تھے اور ان کا رنگ گندمی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گویا میں اب بھی انھیں چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں، وہ سرخ اونٹ پر سوار تلبیہ کہتے ہوئے وادی میں اتر رہے ہیں۔ واللہ أعلم۔“

### (۶۹) بَابُ التَّلْبِيدِ

### باب: 69- تلبد کا بیان

وضاحت: محرم آدمی اپنے بالوں پر گوند یا اس جیسی کوئی چیز لگا لے، تلبد کہلاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بال منتشر نہ ہوں اور ان میں جوئیں وغیرہ نہ پڑیں۔ تلبد سر کے بالوں پر کیا جاتا ہے، اس لیے اسے یہاں بیان کیا گیا ہے۔ واللہ أعلم۔

۵۹۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَنْ ضَفَرَ فَلْيَحْلِقْ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِالتَّلْبِيدِ.

[5914] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا: جو سر کے بالوں کو گوندھے وہ اپنے بالوں کو منڈوائے اور تلبد سے مشابہت نہ کرو۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مُلْبِدًا. [راجع: ۱۵۴۰]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے بال گوند وغیرہ سے جماتے دیکھا ہے۔

🌞 فائدہ: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا یہ موقف تھا کہ جو شخص بحالت احرام اپنے سر کے بالوں کو گوندھ کر ان کی مینڈھیاں بنا لیتا ہے تاکہ وہ پراگندہ نہ ہوں اسے چاہیے کہ فراغت کے بعد انھیں چھوٹا کرانے کے بجائے منڈوائے جیسا کہ تلبد کرنے والا اپنے سر کے بالوں کو منڈواتا ہے۔ انھوں نے بالوں کے گوندھنے کو گوند وغیرہ کے ساتھ جمانے سے تشبیہ دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا کہ میرے والد گرامی تلبد کے عمل کو بہتر خیال نہیں کرتے، اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے عمل کا حوالہ دیا کہ اگر تلبد کا عمل بہتر نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے عمل میں کیوں لاتے۔<sup>۱</sup>

۵۹۱۵ - حَدَّثَنِي جَبَّانُ بْنُ مُوسَى وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَهْلُ مُلَبَّدًا يَقُولُ: «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنُّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ». لَا يَزِيدُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ. [راجع: ۱۵۴۰]

[5915] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بایں حالت دیکھا کہ آپ نے اپنے بال جمائے ہوئے تھے اور بوقت احرام یہ تلبیہ پڑھ رہے تھے: «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنُّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ» ان کلمات میں کسی اور لفظ کا اضافہ نہیں کرتے تھے۔

۵۹۱۶ - حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمُرَةٍ وَلَمْ تَحِلِّ أَنْتَ مِنْ عُمُرَتِكَ؟ قَالَ: «إِنِّي لَبَدْتُ رَأْسِي، وَقَلَدْتُ هَذِي، فَلَا أَجِلُّ حَتَّى أَنْحَرُ». [راجع: ۱۵۶۶]

[5916] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا لیکن آپ نے نہیں کھولا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اپنے بالوں کو جمایا ہے اور اپنی قربانی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہے، اس لیے جب تک میں قربانی ذبح نہ کر لوں میں احرام نہیں کھولوں گا۔“

🕌 فوائد و مسائل: (۱) ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حرم آدمی کو گوند وغیرہ سے اپنے بالوں کو جمانا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے بال گوند وغیرہ سے جمالیے تھے تاکہ گرد و غبار سے پرآگندہ نہ ہوں اور ان میں جوئیں وغیرہ نہ پڑھیں۔ (۲) بہر حال بالوں کو جمانا شروع ہے اور جو لوگ اس عمل کو جائز یا بہتر خیال نہیں کرتے ان کا موقف محل نظر ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے عمل میں نہ لاتے۔ واللہ اعلم۔

## (۷۰) بَابُ الْفَرْقِ

## باب: 70- بالوں میں مانگ نکالنا

۵۹۱۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا ابْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ

[5917] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کو کسی مسئلے میں کوئی حکم معلوم نہ ہوتا تو آپ اس میں اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو نکالے رکھتے اور مشرکین مانگ نکالتے تھے،

الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْتَدِلُّونَ أَشْعَارَهُمْ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُسَهُمْ، فَسَدَلَ النَّبِيُّ ﷺ نَاصِيَتَهُ، ثُمَّ فَرَّقَ بَعْدُ. [راجع: ۳۵۵۸]

چنانچہ نبی ﷺ نے اپنی پیشانی کے بال لٹکائے لیکن اس کے بعد آپ ﷺ مانگ نکالتے تھے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا مانگ نکالنا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اگرچہ مشرکین بھی مانگ نکالا کرتے تھے لیکن آپ نے ان کی موافقت یا اتباع کرتے ہوئے مانگ نہیں نکالی تھی، اس لیے کفار و مشرکین کی وہی مشابہت ناجائز ہے جو ان کا دینی شعار اور خاص قومی علامت ہو، ہاں نیز ہی مانگ نکالنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے، بلکہ مغربی تہذیب کے برے اثرات ہیں، لہذا مسلمانوں کو اس عادت بد سے باز رہنا چاہیے۔

۵۹۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِصِ الطَّيِّبِ فِي مَفَارِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحَرَّمٌ.

[5918] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: گویا میں اب بھی نبی ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ احرام کی حالت میں تھے۔

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۲۷۱]

حضرت عبداللہ بن رجاء نے (مفارق کے بجائے) مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ احرام سے پہلے خوشبو لگاتے تھے جس کے اثرات احرام کے بعد بھی نظر آتے تھے جیسا کہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان ہوا ہے، البتہ دوران احرام میں خوشبو استعمال کرنا جائز نہیں۔ ② مفرق، سر کے درمیان سے بالوں کے دائیں بائیں دو حصے کرنے کو کہتے ہیں۔ سر کا ہر حصہ گویا مفرق ہے، اس لیے بعض اوقات اسے مفارق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سر کے درمیان سے مانگ نکالتے تھے، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں مانگ نکالنے لگتی تو آپ کے سر کے درمیان سے نکالتی اور آپ کی پیشانی کے بالوں کو آپ کی آنکھوں کے سامنے لٹکا کر پھر انھیں آدھو آدھ کر دیتی تھی۔ ① اس حدیث کی بنا پر مانگ اپنے سر کے درمیان ہونی چاہیے، دائیں بائیں سے نہ ہو۔

وضاحت: بالوں کو گوندھ کر زلفیں بنانا ذواہ کہلاتا ہے۔ اس کی جمع ذواہب ہے۔ اسے کتاب اللباس میں اس لیے لایا گیا ہے کہ لباس کی طرح ان بالوں میں بھی زینت ہے، گویا زینت ہونے میں بال اور لباس دونوں مشترک ہیں۔ اس عنوان کے تحت گیسو بنانے کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔

[5919] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر سویا جبکہ اس رات رسول اللہ ﷺ ان کی باری کی وجہ سے ان کے پاس تھے۔ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے میرے گیسو پکڑے اور مجھے اپنی دائیں جانب کر لیا۔

۵۹۱۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ عَبَسَةَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَشِيرٍ، ح: وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَثَّ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، خَالَتِي، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَ: فَأَخَذَ بِذَوَابِتِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

عمرو بن محمد نے کہا: ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انھیں ابو بشر نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ نے میری چوٹی یا میرا سر پکڑا۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَشِيرٍ بِهَذَا، وَقَالَ: بِذَوَابِتِي أَوْ بَرَأْسِي. [راجع: ۱۱۷]

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گیسو تھے۔ اس سے زلفیں بنانے کا جواز ثابت ہوا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کے بھی گیسو تھے، چنانچہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے بالوں کی چار لٹیں، یعنی گندھی ہوئی چار زلفیں تھیں۔ ② اسی طرح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری لمبی لمبی زلفیں تھیں۔ میری والدہ ماجدہ نے مجھے کہا کہ انھیں مت کاٹو کیونکہ رسول اللہ ﷺ انھیں پیار سے کھینچتے تھے اور پکڑ لیا کرتے تھے۔ ③ اہل بدعت کے ہاں یہ رواج ہے کہ وہ اپنے چہرہ کے نام سے کچھ بال رکھ لیتے ہیں، چنانچہ سر میں ایک لٹ لٹکتی رہتی ہے۔ ان کا یہ عمل حرام ہے کیونکہ یہ بال غیر اللہ کے لیے رکھے جاتے ہیں۔

وضاحت: کچھ بال منڈوا دینا اور کچھ بال رکھنا قزع کہلاتا ہے، اس عنوان میں قزع کی شرعی حیثیت کو بیان کیا جائے گا۔

[5920] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ قزع سے منع کرتے تھے۔ (راوی حدیث) عبید اللہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا قزع کیا ہے؟ پھر عبید اللہ نے ہمیں اشارے سے بتایا کہ بچے کا سر منڈواتے وقت کچھ بال یہاں چھوڑ دیے جائیں اور کچھ بال وہاں چھوڑ دیے جائیں۔ عبید اللہ نے اپنی پیشانی اور اپنے سر کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کر کے ہمیں اس کی صورت سے آگاہ کیا۔ عبید اللہ سے پوچھا گیا: اس میں لڑکے اور لڑکی دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟ فرمایا: مجھے معلوم نہیں، حضرت عمر بن نافع نے صرف بچے کا لفظ کہا تھا۔ عبید اللہ نے کہا: میں نے عمر بن نافع سے دوبارہ اس کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ لڑکے کی پیشانی اور گدی کے بال مونڈنے میں کوئی حرج نہیں لیکن قزع یہ ہے کہ پیشانی کے بال چھوڑ دیے جائیں، اس کے سوا سر پر کوئی بال نہ ہو، اس طرح سر کے اس طرف اور اس طرف، یعنی دائیں بائیں کے بال چھوڑ دیے جائیں۔

[5921] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ”قزع“ سے منع فرمایا تھا۔

۵۹۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ [قَالَ]: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ حَفْصٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّهُ سَمِعَ [ابْنَ] عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ الْقَزَعِ. قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: قُلْتُ: وَمَا الْقَزَعُ؟ فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، قَالَ: إِذَا حُلِقَ الصَّيِّ وَتَرَكَ هَاهُنَا شَعْرَةً وَهَاهُنَا، وَهَاهُنَا، فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ إِلَى نَاصِيَتِهِ وَجَانِبَيْ رَأْسِهِ، قِيلَ لِعُبَيْدِ اللَّهِ: فَالْجَارِيَةُ وَالْغُلَامُ؟ قَالَ: لَا أَذْرِي، هَكَذَا قَالَ: الصَّيِّ. قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: وَعَاوَذْتُهُ فَقَالَ: أَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَمَّا لِلْغُلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِمَا، وَلَكِنَّ الْقَزَعَ أَنْ يُتْرَكَ بِنَاصِيَتَيْ شَعْرٍ وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ غَيْرُهُ، وَكَذَلِكَ شِقُّ رَأْسِهِ هَذَا وَهَذَا. [انظر: ۵۹۲۱]

۵۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ بْنُ مَالِكٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ. [راجع:

[۵۹۲۰]

نوافد ومسائل: ① ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا اس کے کچھ بال مونڈ دیے گئے تھے اور کچھ چھوڑے ہوئے تھے تو آپ نے انھیں اس سے منع فرمایا اور کہا: اس کے سارے بال مونڈ دو یا سارے بال رکھو۔ ② اس کی



ممانعت اس لیے ہے کہ اہل کتاب کے احبار و رہبان اس طرح کرتے تھے اور یہ فاسق لوگوں کا طریقہ تھا، نیز اس انداز سے خلقت میں قباحت معلوم ہوتی ہے۔<sup>(۱)</sup> دور حاضر میں سر پر بال رکھ کر گردن سے صاف کر دیے جاتے ہیں پھر گردن کے اوپر سے بتدریج بڑے ہوتے جاتے ہیں، خاص طور پر فوجیوں اور پولیس والوں کے بال اس طرح کاٹے جاتے ہیں جسے فوجی کٹ کہا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بھی قزع سے ملتا جلتا ہے، اس لیے اس انداز سے بھی بچنا چاہیے۔ آج کل ”برگر کٹ“ کے نام سے جو آدھا سر یا اس سے کم حصہ مونڈ دیا جاتا ہے وہ اس قزع کی زد میں آتا ہے۔<sup>(۲)</sup> بہر حال مسلمانوں کو مشرکین اور کفار کی نقالی سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ لباس اور حجامت میں اسلامی ثقافت کو رواج دیں اور اسے اختیار کریں۔ نوجوانان اسلام کو ایسی غلط روایات کے خلاف جہاد کرنا چاہیے، خاص طور پر بچی ازم بال رکھنے کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم۔

### (۷۳) بَابُ تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِدَيْهِنَا

### باب: 73- بیوی کا اپنے ہاتھوں سے شوہر کو خوشبو لگانا

[5922] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی ﷺ کو احرام باندھتے وقت اور طواف زیارت سے پہلے منیٰ میں خوشبو لگائی۔

۵۹۲۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَيَّبْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِدَيْهِ لِحْرَمِهِ، وَطَيَّبْتُهُ بِمَنَى قَبْلَ أَنْ يُفِضَ. [راجع: ۱۵۳۹]

🌞 فوائد و مسائل: ① منیٰ میں ری، ذبح اور بال منڈوانے کے بعد محرم آدمی کے لیے بیوی کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، اس لیے طواف زیارت سے پہلے وہ خوشبو وغیرہ لگا سکتا ہے، اسی طرح احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگائی جاسکتی ہے اگرچہ اس کے اثرات احرام کے بعد بھی نمایاں ہوں۔ ② ایک حدیث میں مردوں اور عورتوں کی خوشبو میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کی خوشبو کا رنگ ظاہر ہوتا ہے جبکہ اس کی مہک مخفی ہوتی ہے، اس کے برعکس مردوں کی خوشبو میں رنگ مخفی ہوتا ہے لیکن اس کی مہک نمایاں ہوتی ہے۔ ③ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مردوں کی خوشبو پہلے اپنے ہاتھوں کو لگائی پھر رسول اللہ ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں لگائی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مردوں کی خوشبو لگا کر عورت کو باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ اگر باہر جانے کی مجبوری ہو تو اسے دھو کر باہر جائے۔ واللہ اعلم۔<sup>۲</sup>

### (۷۴) بَابُ الطَّيْبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ

### باب: 74- سر اور ڈاڑھی کو خوشبو لگانا

[5923] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے

۵۹۲۳ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ: حَدَّثَنَا

فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو سب سے عمدہ خوشبو لگایا کرتی تھی یہاں تک کہ خوشبو کی چمک آپ کی ڈاڑھی اور سر میں دیکھتی تھی۔

يَخْبِي بَنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ، حَتَّى أَجِدَ وَيَبْصُرَ الطَّيِّبُ فِي رَأْسِهِ وَلَحْيَتَيْهِ. [راجع: 271]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کے خوشبو لگانے کی جگہیں عورتوں سے مختلف ہیں کیونکہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو خوشبو نہیں لگاتی تھیں کیونکہ چہرے پر خوشبو لگانا عورتوں کے لیے ہے، اس لیے کہ اس سے خوبصورتی اور زینت میں اضافہ ہوتا ہے جو عورتوں کے لیے مطلوب ہے لیکن مردوں کو چہرے پر خوشبو لگانا ممنوع ہے کیونکہ ایسا کرنے سے عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہے۔ بہر حال عورتیں ہر قسم کی زینت کر سکتی ہیں بشرطیکہ خلقت میں تبدیلی نہ آئے۔ ② رسول اللہ ﷺ کو خوشبو بہت پسند تھی کیونکہ عالم بالا سے آپ کا تعلق رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے خاص طور پر حضرت جبرئیل علیہ السلام بکثرت آپ کے ہاں حاضر ہوتے رہتے تھے، اس بنا پر آپ ﷺ کا صاف ستھرا اور معطر رہنا ضروری تھا۔ واللہ اعلم۔

### باب: 75 - کنگھی کرنا

### (75) بَابُ الْأَمْتِشَاطِ

[5924] حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے گھر دروازے کے سوراخ سے جھانکا جبکہ نبی ﷺ اس وقت آلہ خارش سے اپنا سر کھجلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ اجازت طلب کرنا صرف اس لیے ہے کہ آدمی کی نظر سے محفوظ رہا جاسکے۔“

۵۹۲۴ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُؤَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَجُلًا أَطْلَعَ مِنْ جُحْرِ فِي دَارِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَحُكُّ رَأْسَهُ بِالْمِذْرَى، فَقَالَ: «لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْتَظِرُ لَطَعَنْتُ بِهَا فِي عَيْنِكَ، إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قَبْلِ الْأَبْصَارِ». [انظر: ۶۲۴۱]

[۶۹۰۱]

🌞 فائدہ: مدری، لکڑی کا ایک آلہ جس سے بالوں کی اصلاح اور جسم پر خارش کی جاتی ہے۔ یہ کنگھی کی طرح ہوتا ہے اور بعض اوقات اس سے کنگھی کا کام لیا جاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے کنگھی کرنے کے عمل کو ثابت کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے بال رکھے تو چاہیے کہ انھیں بنا سنوار کر رکھے۔“ ② اس کا مطلب یہ ہے کہ بال رکھے ہوں تو انھیں سنوار کر رکھنا ضروری ہے مگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دھونا اور ہر روز کنگھی پٹی کرنا ممنوع ہے۔ ③

(۷۶) بَابُ تَرْجِيلِ الْحَائِضِ زَوْجَهَا

باب: 76- حائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کرنا

۵۹۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَرْجُلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ. [راجع: ۲۹۵]

[5925] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حالت حیض کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھی کرتی تھی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

عبداللہ بن یوسف نے مالک سے، انھوں نے ہشام سے، انھوں نے اپنے باپ عروہ سے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح بیان کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① بحالت حیض بیوی اپنے شوہر کے سر میں کنگھی کر سکتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اپنا سر مبارک قریب کر دیتے جبکہ وہ اپنے حجرے میں ہوتیں تو وہ آپ کے سر میں کنگھی کر دیتیں۔ ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد سے اپنا سر مبارک باہر نکال دیتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے دھو دیتی تھیں۔ ② بہر حال ان روایات سے مقصود یہ ہے کہ اگر کسی نے بال رکھے ہوں تو ان کی اصلاح کا ضرور اہتمام کرے۔ واللہ اعلم۔

(۷۷) بَابُ التَّرْجِيلِ، وَالتَّيْمُنِ فِيهِ

باب: 77- کنگھی کرتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا

۵۹۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُعْجِبُهُ التَّيْمُنُ مَا اسْتَطَاعَ، فِي تَرْجِيلِهِ وَوُضُوئِهِ. [راجع: ۱۶۸]

[5926] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر کام میں جہاں تک ممکن ہوتا دائیں جانب سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے۔ کنگھی کرنے اور وضو کرنے میں بھی (اسی جانب کو اختیار کرتے)۔

🌞 فوائد و مسائل: ① ترجیل، بالوں میں تیل لگانے، کنگھی کرنے اور انھیں سنوارنے کو کہتے ہیں، خواہ وہ بال سر کے ہوں یا

ڈاڑھی کے۔ لیکن ہر وقت انسان اپنی زیب و زینت میں مگن رہے، یہ انداز اختیار کرنا شرعی ذوق کے منافی ہے۔ بالوں کو سنوارنے کی اجازت ضرور ہے لیکن اعتدال کے ساتھ اور ایک دن چھوڑ کر یہ اہتمام ہونا چاہیے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکٹھی کرنے سے منع فرمایا ہے سوائے اس کے کہ ایک دن چھوڑ کر ہو۔<sup>1</sup> بہر حال تکلفات سے پرہیز ایمان کا حصہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”ساوگی ایمان سے ہے۔“<sup>2</sup> (2) سادہ عادات کا حامل انسان عام نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جبکہ تکلفات کرنے والا بعض اوقات ایک بڑی نعمت کو بھی اپنے معیار سے کم تر خیال کر کے شکر کے بجائے شکوہ کرنے لگتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۷۸) بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْمِسْكِ

### باب: 78- کستوری کا بیان

[59271] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں: ”(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے لیکن روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہے۔“

۵۹۲۷ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَلَخَلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ».

[راجع: ۱۸۹۴]

🌞 فوائد و مسائل: (1) ”روزہ اللہ کے لیے ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت روزے سے نہیں کی گئی کیونکہ کفار و مشرکین نے کسی وقت بھی معبودان باطلہ کی عبادت روزے سے نہیں کی، نیز روزہ ایک ایسا خفیہ عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا۔ روزے کے پاک عمل کو ایک پاک چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (2) اس سے معلوم ہوا کہ مشک پاک ہے، اور یہ بہترین خوشبو ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری خوشبوؤں سے بہترین خوشبو کستوری ہے۔“<sup>3</sup>

### (۷۹) بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الطَّيِّبِ

### باب: 79- خوشبو لگانا مستحب ہے

[59281] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں، نبی ﷺ کو احرام باندھتے وقت دستیاب خوشبو

۵۹۲۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى: حَدَّثَنَا وَهْبٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُطِيبُ فِي الْأَجْمَةِ مِثْلَ الْأَجْمَةِ فِي الْأَجْمَةِ. [راجع: ۱۵۳۹]

**فوائد و مسائل:** ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھتے اور کھولتے وقت ذریعہ خوشبو لگاتی تھی۔ یہ خوشبو چند خوشبوؤں کو ملا کر تیار کی جاتی اور یہ عمدہ خوشبو ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے لیے عمدہ اور بہترین خوشبو کا انتخاب کرتی تھیں۔ یہ ان کے حسن ذوق کی علامت ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بہترین خوشبو کی موجودگی میں دوسری گھٹیا خوشبو استعمال نہ کی جائے بلکہ عمدہ خوشبو کا استعمال ہی مستحب ہے۔ ③ ایک حدیث میں ہے کہ بہترین خوشبو کستوری ہے۔

باب: 80- خوشبو کو رد نہیں کرنا چاہیے

(۸۰) بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدِّ الطِّيبَ

[5929] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خوشبو کو رد نہیں کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نبی ﷺ بھی خوشبو کو رد نہیں کیا کرتے تھے۔

۵۹۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ: حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. [راجع: ۲۵۸۲]

**فوائد و مسائل:** ① رسول اللہ ﷺ کو اگر کوئی شخص خوشبو کا تحفہ پیش کرتا تو آپ اسے خوشی سے قبول کرتے اور اسے رد نہ کرتے تھے کیونکہ آپ کو اس کی ہمیشہ ضرورت رہتی تھی۔ آپ فرشتوں سے سرگوشی کرتے تھے، ایسے حالات میں آپ کا صاف ستھرا اور پاک رہنا انتہائی ضروری تھا۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جسے خوشبو پیش کی جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کی مہک عمدہ ہوتی ہے اور اس کا کوئی بوجھ بھی نہیں ہوتا۔“ ② خوشبو دار پھول یا عطر کوئی بڑا بھاری بوجھ نہیں ہوتا جو ناقابل برداشت ہو اور کوئی اتنا بڑا احسان بھی نہیں ہوتا کہ اس کا عوض دینا مشکل ہو یا اس کا عوض نہ دینے سے کوئی شکوہ کرے تو ایسی چیز کو رد کیوں کیا جائے۔

باب: 81- ذریعہ کا بیان

(۸۱) بَابُ الذَّرِيرَةِ



وضاحت: یہ عمدہ خوشبو کی ایک قسم ہے جو چند خوشبوؤں کو ملا کر تیار کی جاتی ہے۔

[5930] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھتے اور کھولتے وقت اپنے ہاتھوں سے ذریعہ نامی (عمدہ) خوشبو لگائی۔

۵۹۳۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ - أَوْ مُحَمَّدٌ عَنْهُ - عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُرْوَةَ: سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيَّ بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ.

[راجع: ۱۵۳۹]

فائدہ: یہ مرکب خوشبو کی عمدہ قسم ہے جس میں کستوری بھی ہوتی تھی جیسا کہ قبل ازیں حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احرام باندھنے سے پہلے اسے رسول اللہ ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں لگا دیتی تھیں اور جب منیٰ میں رمی سے فارغ ہوتے تو طواف افاضہ سے پہلے آپ کو خوشبو لگاتیں۔ ان تمام باتوں کی وضاحت قبل ازیں پیش کردہ احادیث میں کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۸۳) بَابُ الْمُتَلَبَّجَاتِ لِلْحُسْنِ

باب: 82- خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی عورتیں

[5931] حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو اپنے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے جسم کے کسی حصے میں سرمہ بھرتی یا بھرواتی ہیں، چہرے کے بال اکھاڑتی ہیں اور اپنے دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرتی ہیں۔ ایسا کرنے والی عورتیں اللہ کی خلقت کو بدلتی ہیں۔“ میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ کروں جن پر نبی ﷺ نے لعنت کی ہے؟ اور یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو چیز تمہیں رسول دے..... رک جاؤ۔“

۵۹۳۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا [جَرِيرٌ] عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ: «لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَمَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ تَعَالَى». مَا لِي لَا أَلْعُنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ؟ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ﴾ إِلَى ﴿فَاتَّخِذُوا﴾ [الحشر: ۷]. [راجع: ۱۸۸۶]

فوائد و مسائل: ① دانت اگر پیدائشی طور پر باہم پیوست اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں تو کچھ عورتیں ریتی وغیرہ سے ان کے درمیان کشادگی پیدا کرتی ہیں تاکہ وہ ہنستے وقت ان کے دانت کھلے کھلے خوبصورت نظر آئیں۔ چونکہ اس مصنوعی حسن کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلا جاتا ہے، اس لیے شرعاً یہ کام حرام اور باعث لعنت ہے۔ عام طور پر یہ عمل اگلے دانتوں میں کیا جاتا ہے۔ ② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ عمر رسیدہ عورتیں ایسا کام کرتی ہیں تاکہ وہ کم عمر نظر آئیں کیونکہ چھوٹی عمر

میں قدرتی طور پر دانت کشادہ ہوتے ہیں، جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو دانت خود بخود باہم پیوست ہو جاتے ہیں۔ اس عمل کو رسول اللہ ﷺ نے ”وشر“ سے بھی تعبیر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اگر کسی تکلیف کی وجہ سے یہ کام کیا جائے تو جائز ہے۔<sup>(۱)</sup>

باب: 83- مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنا

(۸۳) بَابُ وَضَلِ الشَّعْرِ

**وضاحت:** بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگا کر انھیں لمبا کرنا حرام ہے۔ آج کل ہمارے ہاں وگ استعمال ہوتی ہے، اس کا استعمال بھی ناجائز ہے، ہاں اگر جدید علاج کے ذریعے سے نئے بال اگائے جائیں تو جائز ہے۔

[5932] حمید بن عبد الرحمن سے روایت ہے، انھوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو، جس سال انھوں نے حج کیا تھا، منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا جبکہ انھوں نے اپنے محافظ کے ہاتھ سے بالوں کا گچھا پکڑا ہوا تھا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جیسے بالوں سے منع کرتے سنا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کا استعمال شروع کر دیا تھا۔“

۵۹۳۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ: أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجِّ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَقُولُ، وَتَنَاولَ قُصَّةً مِنْ شَعْرِ [كَانَتْ] بِيَدِ حَرَسِيٍّ: أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذِهِ وَيَقُولُ: «إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هَذِهِ نِسَاؤَهُمْ». [راجع:

[۳۴۶۸]

**نوٹ:** مسائل: (۱) ایک روایت میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بالوں کا یہ گچھا اپنے اہل خانہ کے پاس دیکھا، انھوں نے مجھے بتایا کہ عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لیے اسے استعمال کرتی ہیں۔ (۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے خیال کے مطابق یہ کام یہودی کرتے ہیں۔ (۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ اس کام سے بالکل نا آشنا تھے۔ بنی اسرائیل کی عورتوں کے مصنوعی بال استعمال کرنے اور مردوں کے اس پر راضی ہونے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے۔ بہر حال مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنا حرام ہے۔ (۴) بالوں کو سنبھالنے کے لیے عورتیں پراندہ استعمال کرتی ہیں، یہ ممانعت میں شامل نہیں۔ اگر وہ اس طرح لگایا جائے کہ بالوں کا حصہ معلوم ہو اور اصلی بالوں سے امتیاز نہ ہو سکے تو اس کا استعمال مکمل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

[5933] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی

۵۹۳۳ - وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ

ابْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ».

ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے بالوں کے ساتھ بال پیوند کرنے والی اور کر دانے والی، نیز سرمہ بھرنے والی اور بھر دانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① جن گناہوں کے ارتکاب پر لعنت کی وعید سنائی گئی ہو وہ کبیرہ گناہ کہلاتے ہیں، ایسے گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے اور توبہ بھی اس شرط کے ساتھ کی جائے کہ انسان ان سے باز رہنے کا عزم بالجزم کرے۔ ② بہر حال جس طرح اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بالوں کی پیوند کاری حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اپنے سر کے بالوں کو منڈوانا بھی حرام ہے ہاں اگر ضرورت ہو، مثلاً: پھوڑے وغیرہ نکل آئیں تو منڈوانے میں چنداں حرج نہیں ہے۔

۵۹۳۴ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ بْنِ يَنَاقٍ يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ، وَأَنَّهَا مَرَضَتْ فَتَمَعَّطَ شَعْرُهَا، فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهَا، فَسَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ». [راجع:

[5934] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قبیلۃ انصار کی ایک لڑکی نے شادی کی، اس کے بعد وہ بیمار ہوگئی تو اس کے سر کے بال گر گئے۔ اس کے اہل خانہ نے چاہا کہ اسے مصنوعی بال لگا دیں، اس سلسلے میں انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔“

[۵۲۰۰]

تَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

ابن اسحاق نے ابان بن صالح سے، انھوں نے حسن سے، انھوں نے صفیہ سے، انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے میں شعبہ کی متابعت کی ہے۔

۵۹۳۵ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمُقْدَامِ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ [قَالَ]: حَدَّثَنِي أُمِّي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي أَنْكَحْتُ

[5935] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے۔ پھر اسے بیماری لاحق ہوئی تو اس کے سر کے تمام بال جھڑ گئے ہیں۔ اس کا شوہر مجھے ابھارتا رہتا ہے تو کیا میں اس

ابْتَنِي، ثُمَّ أَصَابَهَا شَكْوَى، فَتَمَزَّقَ رَأْسُهَا وَرَزَوُجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا، أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا؟ فَسَبَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. [انظر: ۵۹۳۶، ۵۹۴۱]

کے سر پر مصنوعی بال لگا دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت کی۔

🌞 فوائد و مسائل: ① امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ واصلہ سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورتوں کے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگائے اور مستوصلہ وہ عورت ہے جس کے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگائے جائیں۔ ② اگر کسی عورت کے بال بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے ہوں تو اسے بھی پیوند کاری کرنے کی اجازت نہیں، خواہ اس کا خاندان پر زور تقاضا ہی کیوں نہ کرے۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ دھاگوں سے بنی ہوئی موباف، یعنی پراندی استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ③ مقام افسوس ہے کہ آج کل مصنوعی ڈاڑھیاں بھی بازار سے دستیاب ہیں اور ڈاڑھی منڈوانے والے خطیب حضرات بوقت ”ضرورت“ انہیں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ مصر اور ترکی کی بعض مساجد میں ایسا ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

۵۹۳۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ امْرِئِيهِ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ. [راجع: ۵۹۳۵]

[5936] حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنے والی اور کروانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

۵۹۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ». قَالَ نَافِعٌ: الْوَشْمُ فِي اللَّثَةِ. [انظر: ۵۹۴۰، ۵۹۴۲، ۵۹۴۷]

[5937] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی، نیز سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ حضرت نافع نے کہا: کبھی سرمہ مسوڑھے میں بھی بھرا جاتا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① شیطانی حربوں میں سے ایک حربہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو منہج کریں۔ اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگانا یا مصنوعی بالوں کی دگ استعمال کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدنام ہے، اس لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس عمل پر لعنت فرمائی ہے۔ ② اگر کسی طریقہ علاج سے نئے بال اگائے جائیں تو ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک منجے آدی کے سر پر فرشتے نے ہاتھ پھیرا تھا تو بہترین بال اگ آئے تھے۔ ③ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نئے بال اگ آئیں یا

اگالیے جائیں تو ممنوع نہیں۔ واللہ أعلم۔

۵۹۳۸ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةٍ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ آخِرَ قَدَمَةٍ قَدِمَهَا، فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هَذَا غَيْرَ الْيَهُودِ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمَاهُ الزُّورَ، يَغْنِي الْوَاصِلَةَ فِي الشَّعَرِ. [راجع: ۳۴۶۸]

[5938] حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب آخری مرتبہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انھوں نے ہمیں خطاب کیا۔ دوران خطاب میں انھوں نے بالوں کا ایک گچھا نکالا اور فرمایا: میں نے یہودیوں کے سوا کسی کو یہ کام کرتے نہیں دیکھا۔ یقیناً نبی ﷺ نے اس کو، یعنی بالوں میں پیوند کاری کرنے والی (کے عمل) کو باطل قرار دیا ہے۔

فائدہ: ”زور“ کے معنی کذب، باطل اور تہمت کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کو اس لیے ”زور“ قرار دیا کہ ایسا کرنا فریب دہی اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلانا ہے۔ ان تمام روایات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس روایت کی تردید ہوتی ہے جس میں گنجدی عورت کے لیے مصنوعی بالوں کے استعمال کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس روایت کے مطابق یہ ممانعت ان عورتوں کے متعلق تھی جو جسم فروشی کا دھندا کرتی تھیں اور اپنے گاہکوں کو پھانسنے کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگا کر انھیں لمبا کرتی تھیں۔ بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت جھوٹ کا پلندا ہے۔ ④ واللہ أعلم۔

#### (۸۴) بَابُ الْمُتَمَمَّصَاتِ

#### باب: 84- ابرو کے بال ہاریک کرنے والی عورتیں

۵۹۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: لَعَنَ عَبْدُ اللَّهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَمَمَّصَاتِ وَالْمُتَقَلِّحَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغْفِرَاتِ خَلَقَ اللَّهُ، فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ: مَا هَذَا؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَتْ: وَاللَّهِ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللُّوحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ، قَالَ: وَاللَّهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا

[5939] حضرت علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خوبصورتی کے لیے جسم میں سرمہ بھرنے والی، ابرو کے بال اکھاڑنے والی، دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ کی خلقت کو بدلنے والی عورتوں پر لعنت کی تو ام یعقوب نے کہا: یہ کیا بات ہوئی؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آخر میں ان پر لعنت کیوں نہ کروں جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور کتاب اللہ میں بھی موجود ہے؟ ام یعقوب نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تو پورا قرآن مجید پڑھا والا ہے مجھے تو کہیں بھی



نَهْنَكُمْ عَنْهُ فَأَنْتَهُوْا ﴿۱۷﴾ [الحشر: ۷]۔ [راجع: ۴۸۸۶]

یہ نہیں ملا۔ انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو نے (بغور) قرآن پڑھا ہوتا تو یہ تجھے ضرور مل جاتا۔ (قرآن کریم میں ہے:)"جو چیز تمھیں رسول دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔"

🕌 فوائد و مسائل: ① امام ابو داود رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نامصہ وہ عورت ہے جو پردوں کے بال نوچتی ہے تاکہ وہ باریک ہو جائیں اور مُتَمَنِّصَہ وہ عورت ہے جو یہ کام کرائے۔ ② ایک روایت میں ہے کہ جس عورت نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تھا وہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتی تھی اور اسے قرآنی معلومات کافی حد تک تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب آیت کریمہ پڑھی تو وہ مطمئن ہو گئی لیکن اس نے کہا کہ میں ان ممنوعہ چیزوں میں سے کئی چیزیں تمھاری بیوی پر بھی دیکھتی ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اندر جاؤ اور دیکھ لو، چنانچہ وہ گئی اور پھر باہر آ گئی۔ انھوں نے پوچھا: کیا دیکھا ہے؟ عورت نے کہا: میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ تو انھوں نے فرمایا: اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمارے ساتھ نہ ہوتی۔ ③ بہر حال دعوت دین کا کام کرنے والوں کو لوگ انتہائی باریک نظر سے دیکھتے ہیں اور چاہتے کہ وہ اپنی گفتار کے مطابق کردار کو ڈھالیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس معیار پر پورے اترتے تھے اور انھوں نے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان کی بیوی خلاف شریعت کاموں کی مرکب ہوتی تو ہمارے ساتھ نہ رہ سکتی۔

باب: 85- مصنوعی بال لگوانے والی عورت کا بیان

(۸۵) بَابُ الْمَوْصُولَةِ

[5940] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی، نیز سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی (تمام عورتوں) پر لعنت فرمائی ہے۔

۵۹۴۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. [راجع: ۵۹۳۷]

[5941] حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے عرض کی: اللہ کے رسول! میری بیٹی کو چھپ نکل آئی ہے، اس وجہ سے اس کے تمام بال جھڑ گئے ہیں، اور میں نے اس کا نکاح بھی کر دیا ہے۔ تو کیا میں اس کے سر میں مصنوعی بال لگا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے پیوند لگانے والی اور لگوانے والی (عورتوں) پر

۵۹۴۱ - حَدَّثَنَا الْحَمِيدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَنَّهُ سَمِعَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْمُنْذِرِ تَقُولُ: سَمِعْتُ أَسْمَاءَ قَالَتْ: سَأَلْتُ امْرَأَةً النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَأَمَرَقَ شَعْرُهَا، وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا، أَفَأَصِلُ فِيهِ؟ فَقَالَ: «لَعَنَ اللَّهُ

الْوَاصِلَةَ وَالْمُتَوَصِّلَةَ. [راجع: ۵۹۳۵]

لعنت کی ہے۔“

[5942] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ یا انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے سرمہ بھرنے والی اور سرمہ بھردانے والی، نیز مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی (تمام عورتوں) پر لعنت بھیجی ہے“ یعنی نبی ﷺ نے انھیں ملعون قرار دیا ہے۔

۵۹۴۲ - حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ : حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ، - أَوْ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ - : «لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ ، وَالْوَاصِلَةَ وَالْمُتَوَصِّلَةَ» . يَعْنِي لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ . [راجع: ۵۹۳۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① ان تمام روایات میں مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کرنے اور کروانے کے عمل کو باعث لعنت قرار دیا گیا ہے، البتہ آخری حدیث میں مصنوعی بالوں کی پیوند کاری کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان روایات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں صراحت کے ساتھ اس امر کا بیان ہے جیسا کہ پہلے وہ روایات بیان ہو چکی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: آپ مصنوعی بال پیوند کرنے والی عورت کو اس کام سے منع کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: ”ہاں“ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔ ② حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی ایک آیت سے اس امتناعی حکم کا استنباط کیا ہے، حالانکہ روایات میں اس امر کی صراحت ہے کہ یہ عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں باعث لعنت ہے۔ (حدیث: 5934-5935) جس آیت کریمہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حوالہ دیا وہ یہ ہے: ”اور رسول تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دے تو اس سے رک جاؤ۔“ ②

[5943] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ نے سرمہ بھرنے والی اور بھردانے والی، ابروؤں کے بال اکھاڑنے والی، خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ کی خلقت کو بدلنے والی تمام عورتوں پر لعنت کی ہے۔“ میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں بھی ملعون ہے؟

۵۹۴۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : «لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيَّرَاتِ خَلَقَ اللَّهُ» ، مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مَلْعُونٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ ؟ . [راجع: ۴۸۸۶]

## (۸۶) بَابُ الْوَأَشِمَةِ

## باب: 86- سرمہ بھرنے والی عورت کا بیان

وضاحت: عرب کی عورتوں میں یہ رسم بدھتی کہ خوبصورتی کے لیے جسم کے کسی بھی حصے میں سرمہ بھرنے کا کام کرتی تھیں۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ مطلوبہ جگہ کو سوئی وغیرہ سے خون آلود کر کے وہاں سرمہ بھردیا جاتا، اس طرح جلد کے عام رنگ سے مختلف سرخ رنگت دہاں ظاہر ہو جاتی۔ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنا تھا، اس لیے شریعت نے اس کام سے صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ اسے باعث لعنت قرار دیا ہے۔

۵۹۴۴ - حَدَّثَنِي يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْعَيْنُ حَقٌّ»، وَنَهَى عَنِ الْوَشْمِ. [راجع: ۵۷۴۰]

[5944] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نظر بد کا لگ جانا برحق ہے۔“ اور آپ نے سرمہ بھرنے کے عمل سے منع فرمایا ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْ أُمِّ يَعْقُوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ.

سفیان نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن عابس سے منصور کی حدیث ذکر کی جو وہ ابراہیم نخعی سے بیان کرتے تھے، وہ علقمہ سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، عبد الرحمن بن عابس نے کہا: میں نے یہ ام یعقوب سے سنی، انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث منصور کی طرح بیان کی۔

۵۹۴۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَآكِلِ الرَّبَا وَمُؤْكِلِهِ، وَالْوَأَشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. [راجع: ۲۰۸۶]

[5945] حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے، نیز آپ نے سود دینے والے، سود لینے والے، سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی (پر لعنت بھیجی ہے)۔

فوائد و مسائل: ① امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واشمہ وہ ہے جو چہرے کی جلد پر سرمے یا سیاہی سے تل وغیرہ بناتی ہو اور مستوشمہ وہ ہے جو یہ کام کرواتی ہو۔<sup>۱</sup> اس وضاحت میں چہرے کا ذکر اغلیت کی بنا پر ہے کیونکہ یہ عمل ہر صورت میں حرام ہے، خواہ چہرے پر ہو یا ہاتھ میں یا پیشانی وغیرہ میں۔ اس کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: نیل بوٹے بنائے جاتے ہیں، کبھی چاند ستارہ

بنایا جاتا ہے، بعض اوقات کسی دوست کا نام لکھوا لیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ کام حرام ہے کیونکہ اس کے ارتکاب پر لعنت کی وعید ہے۔ اس نشان کا ختم کرنا ضروری ہے، خواہ وہ جگہ زخمی ہو جائے۔ اگر اس محل کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے باقی رکھا جا سکتا ہے لیکن اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس عمل میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، یعنی دونوں کے لیے حرام اور ناجائز ہے۔<sup>(۱)</sup> ② قیس بن ابوحازم کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو میں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پر سرمہ بھرنے کے نشانات دیکھے تھے، ممکن ہے کہ انھوں نے ممانعت سے پہلے یہ عمل کیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہاتھ میں کوئی زخم ہو، انھوں نے دوا کے طور پر وہاں سرمہ لگایا ہو اور زخم مندمل ہونے کے بعد سرے کے نشانات ہاتھ میں باقی رہ گئے۔<sup>(۲)</sup> واللہ اعلم۔

### (۸۷) بَابُ الْمُسْتَوْصِمَةِ

### باب: 87- سرمہ بھروانے والی عورت کا بیان

[5946] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو سرمہ بھرنے کا کام کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ (تم میں سے) کس نے نبی ﷺ سے سرمہ بھرنے کے متعلق کچھ سنا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے سنا ہے۔ انھوں نے پوچھا: کیا سنا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”نہ سرمہ بھرو اور نہ بھراؤ۔“

۵۹۴۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ عُمَرَ بِامْرَأَةٍ تَشُمُّ، فَقَامَ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ، مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْوَشْمِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُمْتُ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَا سَمِعْتُ، قَالَ: مَا سَمِعْتُ؟ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَشْمَنَّ، وَلَا تَسْتَوْصِمَنَّ».

فائدہ: وشم کا عمل یہ ہے کہ ہاتھ، پیشانی، چہرے یا کسی بھی عضو میں سوئی کے ذریعے سے سرمہ یا نیل بھرا جائے تاکہ وہ سیاہ یا سبز ہو جائے۔ یہ عمل باعث لعنت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو عورت کسی بیماری کے بغیر سرمہ بھرے یا بھروائے وہ لعنت زدہ ہے۔<sup>(۳)</sup> اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے متاثرہ جگہ پر بغرض علاج سرمہ بھرا، پھر جب زخم مندمل ہو گیا اور سرے کے نشانات باقی رہ گئے تو ایسا عمل باعث لعنت نہیں ہے کیونکہ اس میں سرمہ بھرنے یا بھروانے کا قطعاً ارادہ نہیں ہوتا۔<sup>(۴)</sup>

[5947] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مصنوعی بال لگانے والی، لگوانے والی، سرمہ بھرنے والی اور سرمہ بھروانے والی (سب عورتوں) پر لعنت بھیجی ہے۔

۵۹۴۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. [راجع: ۵۹۳۷]

۵۹۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُعَيَّرَاتِ خَلَقَ اللَّهُ»، مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ [راجع:

[۴۸۸۶]

[5948] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ نے سرمہ بھرنے والی، سرمہ بھروانے والی، بھویر باریک کروانے والی، خوبصورتی کے لیے دانت کشادہ کرنے والی، جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں ان تمام عورتوں پر لعنت کی ہے۔“ پھر میں بھی کیوں نہ ان عورتوں پر لعنت بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور یہ اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے؟

🌞 فوائد و مسائل: ① سوئی یا کسی نوک دار چیز سے جسم کے کسی حصے کو چھید کر کوئی نام یا کسی کی تصویر بنا کر وہاں سرمہ یا نیل وغیرہ چھڑکا جاتا ہے، پھر زخم مندمل ہونے کے بعد وہ نام یا تصویر مستقل طور پر باقی رہتی ہے۔ عربی زبان میں اس عمل کو وشم کہا جاتا ہے۔ یہ عمل کرنا اور کرانا شرعاً حرام ہے۔ ② اگر وشم کے بغیر کسی مرض کا علاج ممکن نہ ہو تو اس عمل کے جائز ہونے کی گنجائش ہے۔ یاد رہے کہ اس عمل کی اجرت حرام ہے کیونکہ جو کام حرام ہو اس کی اجرت بھی حرام ہوتی ہے۔ اگر کسی زندہ یا مرنے والے شخص کے جسم پر اس طرح کا نشان ہو تو اس کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ اگر کسی نقصان کا خطرہ ہو تو اسے باقی رہنے دیا جائے، البتہ دونوں صورتوں میں توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

### باب: 88- تصاویر کا بیان

### (۸۸) بَابُ التَّصَاوِيرِ

🌞 وضاحت: امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب اللباس میں تصاویر کا حکم اس لیے بیان کیا ہے کہ تصاویر بھی زینت کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ بعض فضول شوق رکھنے والے اپنے لباس پر کسی کھلاڑی یا گلوکار یا اداکار وغیرہ کی تصویر بنالیتے ہیں، اس بنا پر اسے کتاب اللباس میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ آئندہ نواباب تک پھیلا ہوا ہے۔

[5949] حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔“

۵۹۴۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرٌ».

لیٹ نے کہا: مجھے یونس نے بیان کیا ابن شہاب سے،

وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ



شہاب: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ: انھوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے بتایا کہ انھوں نے حضرت سمعتُ ابا طلحہ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ. [راجع: سنا، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

[۳۲۲۵]

فوائد ومسائل: ① فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو انسانوں کے لیے رحمت کی دعا اور استغفار کرتے ہیں اور گھر سے مراد انسان کے رہنے کی جگہ ہے، خواہ وہ جھونپڑی ہو یا خیمہ، نیز تصویر سے مراد کسی جاندار کی تصویر ہے جس کا سر کٹا ہوا نہ ہو اور نہ اسے پاؤں تلے روندنا ہی جاتا ہو۔ ② بہر حال تصاویر بنانا اور انھیں شوق سے رکھنا جرم کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ کسی بھی جاندار کی تصویر بنانا حرام بلکہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت سے مشابہت پائی جاتی ہے، پھر اس میں کوئی امتیاز نہیں کہ تصویر کپڑے پر ہو یا کاغذ پر یا دیوار پر یا درہم و دینار پر، البتہ غیر جاندار، مثلاً: درخت، پہاڑ، دریا اور آبشار وغیرہ کی تصویر بنانے میں کوئی حرج نہیں، اس بنا پر ہمارا رجحان ہے کہ فوٹو گرافی اور تصویر کشی کا پیشہ اختیار کرنا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا: ابن عباس! میرا ذریعہ معاش تصویر کشی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: ”جس نے تصویر بنائی اسے اس میں روح پھونکنے تک عذاب دیا جائے گا اور وہ کبھی اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔“ وہ آدمی کاٹنے لگا اور یہ وعید سن کر اس کا رنگ پیلا ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تجھے تصویریں ہی بنانا ہیں تو درختوں وغیرہ کی بنایا کرو جن میں روح نہیں ہوتی۔

باب: 89 - قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کی سزا کا بیان

(۸۹) بَابُ عَذَابِ الْمُصَوِّرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

[5950] حضرت مسلم سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم مسروق کے ہمراہ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے، مسروق نے ان کے ساتباں میں چند تصاویر دیکھیں تو کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے سنا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بے شک اللہ کے ہاں جن لوگوں کو سخت ترین سزا دی جائے گی وہ تصویر کشی کرنے والے ہوں گے۔“

۵۹۵۰ - حَدَّثَنَا الْحَمِيدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ مَسْرُوقٍ فِي دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَأَى فِي صُفْتِهِ تَمَاثِيلَ فَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ]، الْمُصَوِّرُونَ».

[5951] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگ یہ

۵۹۵۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ

عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّوَرَ يُعَذِّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ». [انظر: ٧٥٥٨]

تصاویر بناتے ہیں، انھیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے، اس میں روح بھی ڈالو۔“

**فوائد و مسائل:** ① جاندار کی تصویر بنانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے لیکن جو ایسی تصاویر بناتے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ دوسرے سے کافر ہیں اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اگر عبادت کے لیے نہ ہو تو بھی سخت ترین سزا سے دوچار ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے، پھر اس میں بھی کوئی امتیاز نہیں کہ تصویر کپڑے پر ہو یا کاغذ پر یا کسی سکے پر نقش ہو یا کسی دیوار پر کندہ ہو، سب کے لیے مذکورہ وعید ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تین قسم کی تصاویر تھیں: ۱۔ لکڑی اور پتھروں کے بت بنائے جاتے، جنہیں تمثال کہا جاتا تھا۔ ان کا باقاعدہ جسم ہوتا تھا اور انھیں عبادت کے لیے تراشا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق حکم دیا کہ اس قسم کی صورتوں کو توڑ دیا جائے۔ ان کا تراشنا اور ان کا رکھنا حرام ہے۔ ۲۔ کپڑوں پر تصاویر کے نقش ہوتے تھے، ان کا الگ کوئی وجود نہ تھا۔ ان کے متعلق حکم دیا کہ ایسے کپڑوں کو پھاڑ دیا جائے یا انھیں نیچے بچھا کر ان کی توہین کی جائے یا ان کے سر کاٹ کر درختوں کی طرح بنا دیا جائے۔ اس قسم کی تصاویر کے متعلق بھی سخت ممانعت ہے۔ ۳۔ شیشے پر کسی چیز کا عکس ابھر آتا ہے اسے بھی تصویر کا نام دیا جاتا ہے، جب انسان شیشے کے سامنے ہوتا ہے تو تصویر برقرار رہتی ہے جب بندہ اس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو تصویر بھی غائب ہو جاتی ہے، اس کے متعلق کوئی وعید نہیں بلکہ اسے دیکھ کر ایک دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ④ دور حاضر میں دو قسم کی مزید تصاویر بھی ہمارے سامنے آئی ہیں، ان کا حکم بھی درج بالا تصاویر سے ملتا جلتا ہے۔ وہ تصاویر حسب ذیل ہیں: ۱۔ کاغذ پر چھپی ہوئی تصویر جیسا کہ اخبارات و جرائد میں مختلف قسم کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ اس تصویر کا وہی حکم ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کپڑے پر نقش تصویر کا ہے۔ ۲۔ ویڈیو کی تصویر جسے لہروں کے ذریعے سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق مختلف آراء ہیں کچھ اہل علم اسے شیشے کی تصویر پر قیاس کر کے اس کا جواز ثابت کرتے ہیں اور کچھ اسے دوسری تصاویر کے ساتھ ملا کر اس کے متعلق حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق ویڈیو کی تصویر بھی کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے حکم میں ہے کیونکہ اسے محفوظ کر لیا جاتا ہے اور جب بھی ضرورت پڑے اسے دیکھا جاسکتا ہے فتنے کا دروازہ بند کرنے کے لیے اسے ناجائز قرار دینا ہی مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

باب: 90- تصاویر کو توڑ دینے کا بیان

(۹۰) بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ

[5952] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو اپنے گھر میں جب بھی کوئی ایسی چیز ملتی جس میں صلیب کی تصویر ہوتی تو آپ اسے توڑ ڈالتے تھے۔

۵۹۵۲ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ

يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصَالِبٌ، إِلَّا نَقَضَهُ.

🌞 فوائد و مسائل: ① عیسائی لوگ صلیب کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ یہ جاندار نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ جہاں کہیں اس کی تصویر دیکھتے اسے ختم کر دیتے تاکہ دنیا میں شرک کا دروازہ بند ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی عبادت کی جاتی ہو اسے گھر میں رکھنا جائز نہیں بلکہ اس کا توڑنا ضروری ہے۔ صلیب پر تعزیہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ صلیب تو ایک پیغمبر کے واقعے کی تصویر ہے لیکن تعزیے میں تو یہ بات بھی نہیں ہے۔ وہ تو مصنوعی طور پر ایک مقبرے کی شبیہ ہوتی ہے لیکن عوام اس کی پوجا کرتے ہیں، اس کے سامنے جھکتے ہیں، اس پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، ان سب چیزوں کا توڑ پھینکنا ضروری ہے۔

② عنوان میں تصاویر توڑنے کا بیان تھا جبکہ حدیث میں صلیب توڑنے کا بیان ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صلیب کے توڑنے سے تصویروں کو ختم کرنے کا استنباط کیا ہے کیونکہ ان میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی پوجا کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عنوان میں تصاویر سے مراد وہی تصویریں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاکی کی جاتی ہے، خواہ وہ جاندار کی ہوں یا بے جان چیزوں کی۔ ③ ہمارے رجحان میں بھی یہی ہے کہ ایسے درخت یا پہاڑ جن کی لوگ عبادت کرتے ہوں ان کی تصاویر لگانا بھی جائز نہیں، ہاں جن کی عبادت نہیں ہوتی اگر وہ کسی بے جان کی تصاویر ہیں تو انہیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عُمَارَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ : دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ ، فَرَأَى فِي أَعْلَاهَا مُصَوَّرًا يُصَوِّرُ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : « قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي ، فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً » ثُمَّ دَعَا بَنَوْرَ مِنْ مَاءٍ ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتَّى بَلَغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، أَشْيَاءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ قَالَ : مُشْتَهَى الْحِلْيَةِ . [انظر : ۷۵۵۹]

[5953] حضرت ابو زرعمہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک گھر میں داخل ہوا تو ایک مصور کو دیکھا جو چھت پر تصویریں بنا رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح چیزیں پیدا کرنے چلا ہے۔ انھیں چاہیے کہ ایک دانہ یا ایک چیونٹی پیدا کر کے دکھائیں۔“ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک پانی کا برتن منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ بغلوں تک دھوئے، میں نے عرض کی: اے ابو ہریرہ! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے جہاں تک زیور پہنا جاسکتا ہے وہاں تک دھویا ہے۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حدیث کے عموم میں ہر تصویر داخل ہے، خواہ مجسم ہو یا غیر مجسم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس تصویر کو

دیکھ کر یہ حدیث بیان کی وہ غیر مجسم تصویر تھی جو مصور، چھت پر بنا رہا تھا۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ کپڑے کی تصویر کو جائز خیال کرتے ہیں اور ان تصویروں کو ناجائز کہتے ہیں جن کا مجسم ٹھوس ہو، اس حدیث سے ان کی تردید ہوتی ہے کیونکہ چھت پر بنی تصویروں کا کوئی مجسم نہ تھا۔ (۲) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے موقع پر حکم دیا تھا کہ وہ کعبہ میں جائیں اور اس میں موجود سب تصویروں کو مٹا دیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے جب تک انھیں ختم نہیں کیا گیا۔<sup>۱</sup> تصویر کو دو صورتوں میں رکھا جاسکتا ہے: ایک یہ کہ اس کا سر کاٹ کر اسے درخت کی طرح بنا دیا جائے دوسری صورت یہ ہے کہ اسے پاؤں تلے روندنا جائے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔<sup>۲</sup> تصویروں والا کپڑا بھی اس انداز سے استعمال کیا جاسکتا ہے کہ اس میں تصویروں کی بے قدری کا اظہار ہو، مثلاً: بستر پر بچھانے والی چادر یا بیٹھنے کے لیے کرسیوں کی گدیاں وغیرہ بنائی جائیں۔ واللہ اعلم۔

### (۹۱) بَابُ مَا وَطِئَ مِنَ التَّصَاوِيرِ

### باب: 91- وہ تصاویر جو پاؤں تلے روندی جائیں

[5954] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے تو میں نے اپنے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا جس پر تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اسے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے زیادہ سنگین عذاب میں وہ لوگ گرفتار ہوں گے جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی مشابہت کرتے ہیں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے (اس پردے کو پھاڑ کر) اس کے ایک یا دو ٹکے بنا لیے۔

۵۹۵۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ - وَمَا بِالْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ أَفْضَلُ مِنْهُ - قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي عَلَى سَهْوَةٍ لِي فِيهَا تَمَائِيلٌ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَتَكَهُ وَقَالَ: «أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الَّذِينَ يُضَاهَوْنَ بِخَلْقِ اللَّهِ»، قَالَتْ: فَجَعَلْنَاهُ وَسَادَةً أَوْ وَسَادَتَيْنِ. [راجع: ۲۴۷۹]

[5955] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ آپ ﷺ نے مجھے اس کے اتار دینے کا حکم دیا تو میں نے اتار دیا۔

۵۹۵۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَعَلَّقْتُ دُرُوكًا فِيهِ تَمَائِيلٌ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَنْزِعَهُ فَنَزَعْتُهُ. [راجع: ۲۴۷۹]

۵۹۵۶ - وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ [5956] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔  
[راجع: ۲۵۰]

🌞 فوائد و مسائل: ① ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تصویروں والا کپڑا کھینچ کر پھاڑا تو فرمایا: ”قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اس طرح کی تصویریں بناتے ہیں۔“ ② جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے پھاڑ کر دو ٹکے بنا لیے تو رسول اللہ ﷺ ان پر بیٹھا کرتے تھے جیسا کہ ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔ ③ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان دو ٹکیوں میں کھجور کی چھال بھری اور رسول اللہ ﷺ ان پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ ④ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر کی بے قدری اور توہین ہو تو انھیں رکھا جاسکتا ہے۔ اگر کسی جاندار کی تصویر اس انداز سے رکھی جائے کہ اسے اہمیت دینے کا اظہار ہو، مثلاً: کمرے کی سجاوٹ کے لیے فریم شدہ تصاویر لگانا، تصویروں والا لباس پہننا یا کوئی مجسم تصویر ڈیکوریشن پیس کے طور پر رکھنا، کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسی طرح گھروں میں بزرگوں یا بچوں کی تصویریں فریم کر کے سجانا بھی گھر سے رحمت و برکت کے ختم ہو جانے کا باعث ہے، لہذا ایسی چیزوں سے بچنا لازم ہے۔ ⑤ آخری حدیث کا اگرچہ عنوان سے کوئی تعلق نہیں، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ سے اسی طرح سنا تھا اور اسے اسی انداز سے بیان کر دیا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاید وہ پردہ غسل خانے پر ہو اس مناسبت سے اسے ذکر کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔<sup>4</sup>

### (۹۴) بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقُعُودَ عَلَى الصُّورِ

۵۹۵۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَقُلْتُ: أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَمَا أَذْنُبْتُ، قَالَ: «مَا هَذِهِ النُّمْرُقَةُ؟» قُلْتُ: لِيَتَجَلَّسَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، قَالَ: «إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يُعَذِّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْبَبُوا مَا خَلَقْتُمْ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْنًا فِيهِ

باب: 92- جس نے تصویروں (والے گدے) پر بیٹھنا پسند نہ کیا

[5957] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے ایک چھوٹا سا گدا خریدا جس پر تصویریں تھیں۔ نبی ﷺ (اسے دیکھ کر) دروازے ہی پر کھڑے رہے، اندر داخل نہ ہوئے۔ میں نے کہا: (اللہ کے رسول!) میں اللہ کے حضور اس غلطی سے توبہ کرتی ہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے، آپ نے فرمایا: ”یہ گدا کس لیے ہے؟“ میں نے عرض کی: یہ آپ کے بیٹھے اور اس پر ٹیک لگانے کے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً اس قسم کی تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا:



جو تم نے بنایا تھا اسے زندہ کر کے دکھاؤ۔ اور جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

[الصُّورُ]، [راجع: ۲۱۰۵]

☀️ **فوائد و مسائل:** ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس گدے پر بیٹھنا پسند نہیں کیا جس پر تصویریں تھیں جبکہ قبل ازیں حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصویر والے پروے کو پھاڑ کر دو ٹکے بنائے تھے جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے۔ ان احادیث میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جب پروہ پھاڑ کر دو گدے بنائے گئے تو تصویریں بھی پھٹ گئیں اور وہ اپنی اصلی حالت میں نہ رہیں، اس لیے آپ ان پر بیٹھتے اور آرام فرماتے تھے اور بازار سے خریدے ہوئے گدے پر تصاویر جوں کی توں تھیں، اس لیے آپ نے ان پر بیٹھنا پسند نہیں فرمایا۔ جب تصویر اپنی صورت پر باقی ہوگی تو گھر میں فرشتوں کے داخل ہونے کے لیے رکاوٹ کا باعث ہے اور جب تصویر پھٹی ہو تو فرشتوں کے داخلے کے لیے مانع نہیں ہے۔ ② بہر حال تصویر ہر حال میں ممنوع ہے، خواہ اس کا سایہ ہو یا نہ ہو، وہ کپڑا بننے وقت دھاگوں سے بنائی جائے یا نقش کی جائے دونوں صورتوں میں تصویر حرام اور ناجائز ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ وعید بنانے والے اور استعمال کرنے والے دونوں کے لیے ہے کیونکہ تصویر استعمال کے لیے بنائی جاتی ہے، تصویر بنانے والا تو محض ایک سبب ہے اور اسے استعمال کرنے والا براہ راست اس سے استفادہ کرتا ہے۔ اگر بنانے والے کے لیے یہ وعید ہے تو استعمال کرنے والے کے لیے تو بالا ولی ہونی چاہیے۔ ③ واللہ اعلم۔

[5958] حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔“ (راوی حدیث) بسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو ہم ان کی تیمارداری کے لیے گئے، ہم نے وہاں دیکھا کہ ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس میں تصویر تھی۔ میں نے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پروردہ حضرت عبید اللہ سے کہا: کیا پہلے دن ہمیں زید رضی اللہ عنہ نے تصویروں کے متعلق حدیث نہیں سنائی تھی؟ عبید اللہ نے کہا: کیا تم نے ان سے یہ نہیں سنا تھا: ”اگر تصویریں کپڑے پر نقش ہوں تو کوئی حرج نہیں۔“

۵۹۵۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ». قَالَ بُسْرٌ: ثُمَّ اشْتَكَى زَيْدٌ فَعَدَنَاهُ، فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللَّهِ الْخَوْلَانِيِّ رَيْبٍ مِمَّنْوَنَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّورِ يَوْمَ الْأَوَّلِ؟، فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قَالَ: «إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ».

ابن وہب نے کہا: مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے بکیر نے بیان کیا، ان سے بسر نے اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے

وَقَالَ ابْنُ وَهَبٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو - هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ - : حَدَّثَهُ بُكَيْرٌ: حَدَّثَهُ بُسْرٌ: حَدَّثَهُ زَيْدٌ

حَدَّثَهُ أَبُو طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [راجع: 3225] نبی ﷺ سے بیان کیا۔

🌞 فوائد و مسائل: ① حضرت بسر بن سعید جناب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے عبید اللہ خولانی کے ہمراہ گئے تھے وہاں ان سے سوال کیا جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے۔<sup>1</sup> ② واضح رہے کہ ”إِلَّا رَقْمًا فِي الثَّوْبِ“ سے مراد وہ تصویر والا کپڑا ہے جو پاؤں تلے روندنا جائے یا بھونے کی طرح اسے نیچے بچھایا جائے تو ایسے کپڑے میں کوئی حرج نہیں۔ دراصل آغاز اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی تصویر سے منع فرمایا تھا کیونکہ لوگوں نے تازہ تازہ تصاویر کی عبادت ترک کی تھی۔ جب لوگ ان تصاویر سے پوری طرح متنفر ہو گئے تو ضرورت کے پیش نظر وہ تصاویر مباح کرویں جنہیں پاؤں تلے روندنا جاتا تھا اور ان کی بے قدری کی جاتی تھی کیونکہ بے قدر چیز کی کوئی بھی عبادت نہیں کرتا اور جو تصویریں ذلیل و خوار نہ ہوں بلکہ عزت و تکریم کے ساتھ انھیں رکھا گیا ہو ان کا حرام ہونا بدستور باقی رہا۔<sup>2</sup> ③ بہر حال بنیادی بات یہی ہے کہ جاندار اشیاء کی تصاویر اور صلیب یا معبودان باطلہ کے نشانات کو بطور زینت لٹکانا یا اپنے پاس رکھنا جائز نہیں لیکن اگر کپڑے پر یا کسی ایسی حالت میں ہوں جہاں ان کی توہین ہو تو جائز ہے لیکن ان سے پرہیز کرنا پھر بھی افضل ہے۔ واللہ اعلم۔

### (۹۳) بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي التَّصَاوِيرِ

باب: 93- تصاویر والے کپڑے میں نماز پڑھنے کی کراہت

[5959] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا جو انھوں نے گھر کے ایک کنارے پر لٹکا رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے انھیں فرمایا: ”اس پردے کو مجھ سے دور کر دو کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں میرے سامنے آتی رہتی ہیں۔“

۵۹۵۹ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ، سَرَّتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: «أَمِيطِي عَنِّي، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي». [راجع: 3۷۴]

🌞 فوائد و مسائل: ① پہلے ایک حدیث میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے کیونکہ گھر میں ایک تصویر دار پردہ تھا، جبکہ اس حدیث کے مطابق تصویروں والے پردے کی موجودگی میں آپ ﷺ نے نماز ادا کی، ان دونوں احادیث میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس پردے کی موجودگی میں آپ گھر میں داخل نہیں ہوئے تھے وہ جاندار کی تصاویر تھیں اور اس حدیث میں صرف نقش و نگار والے پردے کا ذکر ہے۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں خضوع و خشوع ہونا چاہیے اور جو چیز خشوع کے لیے رکاوٹ ہو اسے دور کرنا ضروری ہے۔<sup>3</sup> امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا

ہے: [بَاب: إِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَقْسُدُ صَلَاتُهُ؟] ”اگر کسی نے صلیب یا تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو کیا اس کی نماز فاسد ہے؟“<sup>(۱)</sup>

(۹۱) بَاب: لَا تَدْخُلُ الْمَلَانِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ

بَاب: 94- جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

[5960] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے ہاں آنے کا وعدہ کیا لیکن اس میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ نبی ﷺ پر بہت گراں گزرا۔ پھر نبی ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ نے تاخیر کی شکایت کی تو انھوں نے کہا: ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

۵۹۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وَعَدَ جَبْرِيلُ النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَتْ عَلَيْهِ، حَتَّى اسْتَدَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَقِيَهُ، فَشَكَا إِلَيْهِ مَا وَجَدَ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ. [راجع: ۳۲۲۷]

🌞 فوائد و مسائل: ① اس روایت کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا: میں گزشتہ رات آپ کے پاس آیا تھا مگر اندر آنے سے میرے لیے یہ امر مانع تھا کہ دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں مورتیوں والا پردہ تھا اور وہاں کتا بھی تھا۔ آپ گھر میں تصویر کے متعلق حکم دیں کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے اور وہ درخت کی مانند ہو جائے اور پردے کے متعلق حکم دیں کہ اسے کاٹ کر دو ٹکے بنا لیے جائیں جو پھینکے جائیں اور انھیں پاؤں تلے روندنا جائے اور کتے کے متعلق حکم دیں کہ اسے نکال باہر کیا جائے۔“ رسول اللہ ﷺ نے ان ہدایات کے مطابق عمل کیا۔ یہ کتا حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا تھا جو ان کے تخت کے نیچے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو اسے نکال باہر کیا گیا۔<sup>(۲)</sup> ② ایک حدیث میں ہے کہ چار پائی کے نیچے کتے کا بچہ تھا، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”یہ کتا یہاں کب داخل ہوا؟“ انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ کے حکم سے اسے نکال دیا گیا۔<sup>(۳)</sup> ③ ایک منکر حدیث نے کسی اہل حدیث سے کہا کہ جب کتا رکھنے سے اس گھر میں فرشتے نہیں آتے تو ہم ہمیشہ ایک کتا اپنے پاس رکھیں گے تاکہ موت کا فرشتہ ہمارے پاس ہی نہ آئے۔ اہل حدیث نے جواب دیا: تمہاری جان نکالنے کے لیے وہ فرشتہ آئے گا جو کتوں کی جان نکالتا ہے۔ اس پر وہ لا جواب ہوگا۔

۱ صحیح البخاری، الصلاة، باب: 15، ② سنن أبي داود، اللباس، حدیث: 4158، 3 صحیح مسلم، اللباس و الزينة،

## (۹۵) بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ

باب: 95- جو اس گھر میں داخل نہ ہو جس میں تصویریں ہوں

۵۹۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ ثُمُرَةً فِيهَا تَصَاوِيرٌ، فَلَمَّا رَأَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ قَالَ: «مَا بَالُ هَذِهِ الثُّمُرَةِ؟» فَقَالَتْ: اشْتَرَيْتُهَا لِتَمْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ»، وَقَالَ: «إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ».

[راجع: ۲۱۰۵]

[5961] نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک گدا خرید جس میں تصویریں تھیں۔ جب اسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہ آئے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کے چہرہ انور پر ناراضی کے اثرات دیکھے تو عرض کی: اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ گدا کیسا ہے؟“ میں نے عرض کی: یہ اس لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً اس قسم کی تصویریں بنانے والوں کو قیامت کے دن سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا تھا اس میں روح ڈالو۔“ نیز فرمایا: ”جس گھر میں تصویر ہوتی ہے وہاں فرشتے نہیں آتے۔“

🌞 فوائد و مسائل: ① تصاویر بنانا اور رکھنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اس گھر میں داخل نہیں ہوئے جس میں تصاویر تھیں۔ ہمیں اس واقعے سے سبق لینا چاہیے۔ زہد و تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ جس مجلس یا مقام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی سامان ہو وہاں نہیں جانا چاہیے۔ ② اس حدیث کی رو سے جس نکاح کی مجلس میں اختلاط مرد و زن ہو اور وہاں ویڈیو تیار کی جا رہی ہو اور زندگی کے حسین لحاظ کو بطور یادگار محفوظ کیا جا رہا ہو، ایسی مجالس کا اہل علم کو بائیکاٹ کرنا چاہیے، اسی طرح جس گھر میں ٹیلی ویژن یا دی سی آر یا کیبل کے ذریعے سے فحش مناظر دکھائے جا رہے ہوں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ ایسی چیزوں کو ٹھنڈے پیٹ برداشت کرنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ العیاذ باللہ۔

## (۹۶) بَابُ مَنْ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ

باب: 96- جس نے فوٹو گرافر پر لعنت کی

۵۹۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ:

[5962] حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

نے سبکی لگانے والا ایک غلام خریدا، پھر کہا کہ نبی ﷺ نے خون نکلنے کی اجرت، کتے کی قیمت اور فاحشہ عورت کی کمائی سے منع فرمایا، نیز آپ نے سو لینے والے، سو دینے والے، سرمہ بھرنے والی، بھروانے والی اور تصویر کشی کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ اشْتَرَى غُلَامًا حَبَاثًا، فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدِّمِّ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ، وَلَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ. [راجع: ۲۰۸۶]

**فوائد و مسائل:** ① تصاویر بنانا باعث لعنت فعل ہے، اسی طرح گھروں میں انسانوں یا حیوانوں کی تصویریں رکھنا، ٹیلی ویژن، وی سی آر اور کیبل وغیرہ سے فلمیں دیکھنا، گھر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کے ختم ہونے کا باعث ہے، ایسی چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔ ② کرنسی نوٹ، شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور داخلہ فارم کی تصاویر کا گناہ بھی بنانے والے کو ہوگا بشرطیکہ رکھنے والے کے دل میں اس کی نفرت ہو اور اس کے دل میں یہ جذبہ ہو کہ اگر اس کے ہاتھ میں اختیار ہو تو وہ ایسی تصاویر بنانا بند کروائے، اور ان کے بجائے کوئی جائز طریقہ وضع کرے گا۔ شوقیہ تصاویر بنانا اور انھیں اپنے پاس رکھنا دونوں مساوی جرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

باب: 97- جو تصویر بنائے گا قیامت کے دن اس پر زور ڈالا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے گا

(۹۷) بَابُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةَ كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ

[5963] حضرت قتادہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا جبکہ لوگ ان سے مختلف مسائل پوچھ رہے تھے۔ جب تک ان سے خاص طور پر نہ پوچھا جاتا وہ نبی ﷺ کا حوالہ نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے کہا: میں نے حضرت محمد ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے دنیا میں تصویر بنائی، اسے قیامت کے دن تکلیف دی جائے گی کہ وہ اسے زندہ بھی کرے جبکہ وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔“

۵۹۶۳ - حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ: سَمِعْتُ النَّضْرَ ابْنَ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ قَتَادَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُمْ يَسْأَلُونَهُ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى سُئِلَ فَقَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ: «مَنْ صَوَّرَ صُورَةَ فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ».

[راجع: ۲۲۲۵]

**فوائد و مسائل:** ① تصویر بنانے والے کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی جائے گی، اسے تعلیق بالحال کہتے ہیں۔ اس



سے واضح ہوتا ہے کہ تصویر بنانے والے کے لیے عذاب ختم نہیں ہوگا کیونکہ اسے تصویر میں روح پھونکنے کی تکلیف دی جائے گی اور عذاب کی حد روح پھونکنے تک ہے جبکہ وہ اس پر قادر نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مصور ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ شاید یہ سزا اس مصور کے لیے ہو جو تصویر بنانے سے دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہو، جیسے وہ ایسی مورتی بنائے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہو، ایسا کرنا کھلا کفر ہے۔ (۲) اس حدیث کا سبب بیان یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس عراق سے ایک بڑھی آیا، اس نے کہا: میں تصادیر اور مورتیاں بناتا ہوں ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے یہ حدیث بیان کی۔ (۱) واللہ اعلم۔

باب: 98- کسی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا

(۹۸) بَابُ الْأَرْتِدَافِ عَلَى الْمَدَائِبِ

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے بھی پیدا کیے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہارے لیے باعثِ زینت بھی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب اللباس میں زینت کے اس پہلو کو بیان کیا ہے کہ اگر ہمدردی کے طور پر کسی آدمی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا جائے تو اس سے زینت متاثر نہیں ہوگی۔ اگرچہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما نے دیگر وجوہات لکھی ہیں لیکن ان پر دل مطمئن نہیں ہے۔

[5964] حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس پر فدک کی بنی ہوئی چادر تھی۔ آپ نے اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھالیا تھا۔

۵۹۶۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى جِمَارٍ عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَذَكِيَّةٌ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةُ وَرَأَاهُ. [راجع: ۲۹۸۷]

فوائد و مسائل: (۱) سواری کی زینت یہ ہے کہ اس پر پالان رکھا جائے، پھر اس پر بہترین چادر بچھائی جائے اس طرح وہ سواری انسان کے لیے بھی باعثِ زینت ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ ایسے حالات میں انسان کو چاہیے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کسی ضرورت مند کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالے، اس سے وہ زینت قطعاً متاثر نہیں ہوگی۔ (۲) دورِ حاضر میں لمبی لمبی کاریں اس مقصد کے لیے کام میں لائی جاتی ہیں جو انسان کے لیے زینت کا کام بھی دیتی ہیں، اس لیے اگر کار میں جگہ ہو اور پردہ داری متاثر نہ ہوتی ہو تو کسی مسافر کو ساتھ بٹھالینا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ واللہ اعلم۔

(۹۹) بَابُ الثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب: 99- ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا

۵۹۶۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَهُ أُعَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ. [راجع: ۱۷۹۸]

[5965] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ جب نبی ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو بنو عبدالمطلب کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ایک کو اپنے آگے، اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

🕌 فوائد و مسائل: ① جن دو بچوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہمراہ سوار کیا وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت فضل اور حضرت قثم رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ آئندہ ایک حدیث میں صراحت ہے۔ ② ایک حدیث میں سواری پر تین آدمیوں کو ایک ساتھ بٹھانے کی ممانعت ہے، وہ حدیث ضعیف ہے، ③ بصورت صحت اس کے معنی یہ ہیں کہ جب جانور کزور ہو تو اس پر تین آدمی نہ بیٹھیں اور اگر وہ سواری تین آدمیوں کو اٹھا سکتی ہے تو اس پر تین آدمی بیٹھ سکتے ہیں جیسا کہ پیش کردہ حدیث میں ہے۔ ④ چونکہ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور اونٹنی طاقتور جانور ہے، لہذا اس پر تین آدمیوں کا بیٹھنا منع نہیں ہے، لیکن گدھا اس قدر طاقتور نہیں ہوتا کہ اس پر تین آدمی بیٹھیں، لہذا اس قسم کی سواری پر تین آدمی اکٹھے سوار نہ ہوں۔ ⑤

(۱۰۰) بَابُ حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ

باب: 100- سواری کا مالک کسی کو اپنے آگے بٹھا سکتا ہے

بَيْنَ يَدَيْهِ

بعض نے کہا ہے کہ سواری کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے، ہاں اگر وہ کسی کو آگے بیٹھنے کی اجازت دے دے تو جائز ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: صَاحِبُ الدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِ الدَّابَّةِ، إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ.

🕌 وضاحت: ”بَعْضُهُمْ“ سے مراد امام شعبی رحمہ اللہ ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کی صراحت ہے۔ ④

[5966] حضرت ایوب سے روایت ہے کہ عکرمہ کے

پاس ذکر کیا گیا کہ ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا بہت

۵۹۶۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ: ذِكْرَ شَرِّ الثَّلَاثَةِ عِنْدَ

عِكْرَمَةً فَقَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ حَمَلَ قُتْمَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ - أَوْ قُتْمَ خَلْفَهُ وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ - فَأَيُّهُمْ شَرٌّ أَوْ أَثَمُّ خَيْرٌ؟ [راجع: ۱۷۹۸]

معیوب ہے تو انھوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ قُتْم کو آگے اور فضل کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے یا اس کے برعکس فضل کو آگے اور قُتْم کو پیچھے بٹھایا تھا۔ اب ان میں سے کون بُرا ہے اور کون اچھا ہے؟

🕌 فوائد و مسائل: ① حضرت عکرمہ کے پاس اس بات کا ذکر ہوا کہ ایک سواری پر تین آدمیوں کا بیٹھنا انتہائی معیوب ہے تو انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ایک عمل کا حوالہ دیا اور اس موقف کی تردید کی۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ سواری کے آگے بیٹھنے کا حق تو مالک کو ہے ہاں اگر وہ خود اس حق سے دستبردار ہو جائے تو کوئی دوسرا بھی آگے بیٹھ سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت قُتْم یا حضرت فضل کو آگے بٹھایا تھا۔ اس حدیث سے زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پیدل چل رہے تھے، ایک آدمی گدھے پر سوار وہاں سے گزرا تو اس نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ سوار ہو جائیں اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ آپ نے فرمایا: ”تو اس کے آگے بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہے ہاں، اگر تو اگلا حصہ میرے لیے خوشی سے مخصوص کر دے تو ٹھیک ہے۔“ اس نے کہا: میں نے آپ کے لیے کر دیا ہے تو آپ آگے سوار ہو گئے۔ ③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مالک، اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا اس لیے زیادہ حق دار ہے کہ آگے بیٹھنا انسان کے لیے باعث شرف ہے اور وہ مالک ہونے کی حیثیت سے اس شرف کا زیادہ حق دار ہے، پھر اسے راستے کے نشیب و فراز کا علم ہوتا ہے اور جانور کب اور کیسے موڑنا ہے یہ تمام خدمات آگے بیٹھ کر ہی سرانجام دی جاسکتی ہیں۔ ④

### (۱۰۱) بَابُ إِزْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ

### باب: 101- آدمی کا سواری پر کسی مرد کو پیچھے بٹھانا

[5967] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان صرف کجاوے کی لکڑی تھی۔ آپ نے آواز دی: ”اے معاذ!“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے مستعد ہوں۔ پھر کچھ وقت چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ”اے معاذ!“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں حاضر

۵۹۶۷ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا أَنَا وَرَدِيفُ النَّبِيِّ ﷺ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ

ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ پھر کچھ دیر چلتے رہے اس کے بعد فرمایا: ”اے معاذ!“ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کی فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟“ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ صرف اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔“ پھر آپ تھوڑی دیر چلتے رہے، اس کے بعد فرمایا: ”اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمہیں علم ہے کہ بندوں کا اللہ کے ذمے کیا حق ہے جب وہ اللہ کا حق ادا کریں؟“ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ ہے کہ وہ ان کو سزا نہ دے۔“

سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: «يَا مُعَاذُ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «هَلْ تَذَرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ؟»، قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا». ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ: «يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ»، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: «هَلْ تَذَرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوهُ؟»، قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ». [راجع: ۲۸۵۶]

🌟 فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اہل توحید جنت کے حق دار ہیں جبکہ کفر و شرک میں مبتلا لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ آدمی اپنی سواری پر کسی دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ رواداری کا تقاضا ہے کہ اگر گنجائش ہو تو ضرور کسی مسافر کے ساتھ اس طرح کی ہمدردی کرے۔ ③ واضح رہے کہ محدثین کرام نے نام بنام ایسے خوش قسمت حضرات کی نشاندہی کی ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور وہ تیس کے قریب ہیں۔ واللہ اعلم۔<sup>①</sup>

(۱۰۲) بَابُ إِزْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ ذَا مَخْرَمٍ

باب: 102- سواری پر عورت اپنے محرم مرد کے پیچھے بیٹھ سکتی ہے

[5962] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر سے واپس

۵۹۶۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَخْبَرَنِي

آ رہے تھے۔ میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور آپ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کی بیوی پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس دوران میں اونٹنی نے ٹھوکر کھائی۔ میں نے کہا: عورت کی خبر گیری کرو۔ میں سواری سے اترا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تمھاری ماں ہیں۔“ چنانچہ میں نے کجاوہ مضبوط کر کے باندھا تو رسول اللہ ﷺ دوبارہ سوار ہو گئے۔ جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب آئے اور اسے دیکھا تو فرمایا: ”ہم واپس آنے والے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، اسی کی عبادت کرنے والے ہیں، اپنے مالک کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں۔“

يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ خَيْبَرَ، وَإِنِّي لَرَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ وَهُوَ يَسِيرُ، وَبَعْضُ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَدِيفُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، إِذْ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَقُلْتُ: الْمَرْأَةُ، فَتَزَلَّتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّهَا أُمُّكُمْ»، فَشَدَدْتُ الرَّحْلَ وَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا دَنَا أَوْ رَأَى الْمَدِينَةَ قَالَ: «آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ، لِرَبَّنَا حَامِدُونَ». [راجع: ۳۷۱]

🌟 فائدہ: غزوہ خیبر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بطور خدمت گار شریک ہوئے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کریں گے۔ حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونٹنی کے پھسل جانے کے بعد تمام خدمات حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیں، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ اس وقت ان کی عمر صرف دس برس تھی اور کم سن بچے تھے بلکہ یہ تمام خدمات ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے انجام دی تھیں جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔<sup>①</sup>

باب: 103 - چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنا

(۱۰۳) بَابُ الْأَسْتَلْقَاءِ وَوَضْعِ الرَّجْلِ عَلَى الْأُخْرَى

[5969] حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے بچا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا جبکہ آپ نے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔

۵۹۶۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ: أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَضْطَجِعُ فِي الْمَسْجِدِ، رَافِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. [راجع: ۴۷۵]

🌟 فوائد و مسائل: ① حضرت عباد بن تمیم کے بچا حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انھوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا کرتے تھے۔<sup>②</sup> راحت و آرام کے لیے اس طرح کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ② امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کو کتاب اللباس میں بیان فرمایا ہے کہ ایسی حالت



میں لیٹنے والے کو اپنی ستر پوشی کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ عام طور پر بے خیالی میں ننگا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لیے ایک حدیث میں اس طرح لیٹنے کی ممانعت بھی مروی ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں لیٹنے سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنی ٹانگ پر اپنی ٹانگ رکھے جبکہ وہ چٹ لیٹا ہوا ہو۔<sup>(۱)</sup> مجلس میں دوسروں کے سامنے ایسا عمل کرنا ویسے بھی برا لگتا ہے، تاہم اس کا جواز ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے بالخصوص جب بے پردگی کا خطرہ نہ ہو۔ واللہ اعلم۔



